اشاعتِ خاص
بیاد
مناظرِ اسلام
وکیلِ احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی
نوّر اللہ مرقدہٗ
ماہنامہ
الخیر
ملتان
پاکستان

شمارہ 5 تا 8 — جمادی الاولیٰ تا شعبان ۱۴۲۲ھ — اگست تا نومبر 2001ء — جلد 19
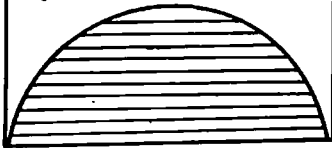
محمد ازہر

مولانا محمد صدیق صاحب
مولانا مفتی عبد الستار صاحب
مولانا مفتی محمد انور صاحب

ناظم
فیاض احمد عثمانی

پتہ: دفتر ماہنامہ الخیر جامعہ خیر المدارس اورنگ زیب روڈ ملتان
فون 544440، 545783
فیکس 545524
Website: www.khairulmadaris.com.pk ● E.mail: khairulmadaris@hotmail.com

ماہنامہ الخیر کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 1449 یو۔بی۔ایل، بیرون دہلی گیٹ، ملتان شہر
ناشر: محمد حنیف جالندھری مطبع: منزل آرٹ پریس پرانی غلہ منڈی ملتان مقام اشاعت: جامعہ خیر المدارس ملتان (پاکستان)

اعلان : ماہنامہ ''الخیر'' کا یہ خصوصی نمبر اعزازی طور پر پیش نہیں کیا جائے گا۔
اعزازی ارکان رعایتی ہدیہ کے لئے دفتر ''الخیر'' سے رابطہ فرمائیں (فیاض احمد عثمانی، ناظم دفتر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ستائش اس ذات کے لئے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے حق کا بول بالا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کو امام المناظرین، وکیل اہل سنت والجماعت، ترجمانِ احناف، جامعہ خیر المدارس کے شعبہ ''التخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کی رونق و بہار اور صدر نشین حضرت مولانا محمد امین صفدر نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال سے تاحال آپ کی المناک جدائی کا غم تازہ ہے۔ اب بھی علم و تحقیق کے حلقوں میں صفِ ماتم بچھی نظر آتی ہے، اب بھی دل و دماغ اس عظیم سانحہ اور جاں گداز المیہ پر نوحہ کناں ہیں، اب بھی آنکھیں اُن کے تصور سے اشکبار ہو جاتی ہیں، آج بھی اُن کی درس گاہ اُداس اور ویراں نظر آتی ہے اور آج بھی خیر المدارس کا دار الحدیث اُن کی سحر آفرین آواز سے محرومی پر غمناک ہے

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

مولاناؒ کے سانحہ ارتحال کے فوراً بعد ہی ماہنامہ ''الخیر'' کی مجلسِ مشاورت ''نادیۃ الخیر'' کے پہلے اجلاس میں اکابر جامعہ خیر المدارس نے یہ مبارک فیصلہ فرمایا کہ حضرت مرحوم کی دینی و ملی، علمی و تحقیقی، تبلیغی و تدریسی خدماتِ جلیلہ اور اُن کی مجاہدانہ زندگی کے حالات و واقعات اور کمالات و نوادرات نسل نو بالخصوص نوجوان فضلاء کے لئے مشعلِ راہ ہیں، ان کا منصۂ شہود پر لانا ایک فرض کی بجا آوری بھی ہے اور حضرتؒ کے خدام و احباب اور تلامذہ و متعلقین کا حق بھی، حضرت والاؒ نے اپنی

حیات مستعار کے آخری آٹھ سال جامعہ خیرالمدارس میں گزارے۔ اس عرصہ کو آپؒ کی دینی خدمات وکمالات، تصنیف وتالیف، تحقیق وتدقیق، مختلف باطل فرقوں اور راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے گروہوں کے بھرپور تعاقب اور قلم کی جولانیوں کا نقطۂ عروج کہا جاسکتا ہے۔ اس عرصہ میں جہاں ملک کے مختلف شہر، قصبے اور دیہات مولاناؒ کی فصاحت و بلاغت، حق گوئی اور جرأت مندانہ گفتار و للکار سے گونجتے رہے وہیں ماہنامہ ''الخیر'' کے صفحات پر آپ کے علوم ومعارف، حدیثی وتفسیری، فقہی وکلامی افادات، عقلی ونقلی دلائل اور روایت ودرایتِ حدیث کے نادر وانمول نمونے اہل علم وفضل سے خراجِ تحسین پاتے رہے۔ اس مدت میں مولانا مرحوم کے علم وفضل، اخلاص وعزیمت، حمیت وغیرت اور جرأت واستقامت کے چرچے سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے مختلف مسلم ممالک تک پہنچے اور دین کا درد رکھنے والے مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں بستے ہوں اُنہیں پاکستان ہی نہیں عالمِ اسلام کی متاعِ عزیز سمجھنے لگے تھے۔ ایسے وقت میں مولانا کا سانحۂ ارتحال جامعہ خیرالمدارس اور اہل پاکستان ہی نہیں ملّتِ اسلامیہ کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ اس عظیم نقصان کی کسی حد تک تلافی اور تدارک کی کوئی صورت ہوسکتی تھی تو یہی کہ حضرت مولاناؒ کی تعلیمات وہدایات، ان کی مجاہدانہ زندگی کے شب و روز، دین کے راستے میں ان کی جفاکشی اور بلاکشی، توکل واستغناء اور عشق کی حد تک علمی اشتغال و انہماک کے سبق آموز واقعات وکمالات کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کردیا جائے۔

''نادیۃ الخیر'' کے اس فیصلے کی عملی تصویر ماہنامہ ''الخیر'' کے ''مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدرؒ نمبر'' کی صورت میں قارئین کے سامنے ہے۔ یہ مرقع مولانا مرحوم کے علمی وعملی محاسن وکمالات کا جامع نہیں تو اُن کا عکس ضرور ہے اور ہم حق تعالیٰ شانہٗ کے حضور شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم ناتوانوں کو اس امانت کی ادائیگی کی توفیق وسعادت عطا فرمائی۔

''الخیر'' کے اس خصوصی نمبر کے لئے جن اہل علم وفضل اور احباب نے تعاون فرمایا حق تعالیٰ اُن سب کو شایانِ شان اجر عطا فرمائیں، ادارہ اُن سب کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

بالخصوص جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم کی مساعی وفکرمندی،

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہم اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم کی توجہات اور دعائیں، ''نادیۃ الخیر'' کے دیگر ارکان کا تعاون اور ''الخیر'' کے ناظم مولانا فیاض احمد عثمانی صاحب کی شبانہ روز محنت نے اس عظیم نمبر کو منظر عام پر لانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان حضرات کی سرپرستی مولانا مرحوم کے ساتھ حقِ محبت کی ادائیگی کے ساتھ کارکنانِ ''الخیر'' پر عظیم احسان ہے۔

مولانا مرحوم کے برادران، حضرت مولانا پروفیسر محمد افضل صاحب اور حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی مدظلہ بھی ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

قلمی معاونین میں وکیلِ صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم (اُستاذ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا) اور حضرت مولانا عبدالحق خاں بشیر دامت برکاتہم (فرزندِ گرامی مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر مدظلہم) کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے مضامین ''خصوصی نمبر'' کی جان ہیں۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہم نے فرق باطلہ وزائغہ کی تردید میں مولانا مرحوم کی خدمات کا اس خوبی سے ذکر فرمایا ہے کہ مسلک حق خود بخود ذہن نشین ہوتا چلا گیا ہے۔ جبکہ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ اور مولانا حافظ عبدالحق بشیر صاحب مدظلہ نے جامعیت کے ساتھ مولانا مرحوم کی تمام خدمات کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا ہے کہ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ مولانا مرحوم کا سراپا سامنے ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔ ایسا دلنشین پیرایہ کہ پڑھنے والا لکھنے والے کی طرح ممدوح شخصیت سے ذاتی تعلق محسوس کرنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بیش از بیش جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین.

آخر میں ہمیں تہہ دل سے اعتراف ہے کہ یہ نمبر اپنی غیر معمولی ضخامت کے باوجود مولانا مرحوم کی علمی و دینی خدمات اور حالات و کمالات کے احاطہ سے قاصر ہے اور مولاناؒ کی عظیم خدمات کے شایانِ شان جو کچھ ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوسکا۔ ہمیں اپنی تنگ دامانی کا اعتراف ہے، تاہم ہماری

استطاعت میں جو کچھ تھا اُسے قارئین کی عدالت میں پیش کر دیا ہے۔اُن کی طرف سے حوصلہ افزائی ہماری پردہ پوشی اور ذرّہ نوازی ہوگی۔

جن حضرات کی نگارشات قابلِ اشاعت ہونے کے باوجود اس نمبر کی زینت نہیں بن سکیں اُن سے بھی تہہ دل سے معذرت خواہ ہیں، تاہم ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً یہ تمام مضامین ''الخیر'' ہی میں شائع ہو کر قارئین تک پہنچ جائیں گے۔

پروردگارِ عالم!

تیرے ایک مقبول بندے نے پوری زندگی تیرے دین کی آبیاری، تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کی محبوب اداؤں اور سنتوں کی تعلیم و اشاعت اور تیرے مقبول بندوں (محدثین وفقہاء اُمت) کی عزت وناموس کے تحفظ میں گزاری۔ہم اپنے ناقص علم کے مطابق شہادت دیتے ہیں کہ وہ مخلص و بے ریا تیری رضا کا جویا اور تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کی شفاعت کا طالب تھا۔اے ہم سب کے مالک وخالق! ہم تیری بارگاہ میں دل کی گہرائیوں سے یہ التجا بھی کرتے ہیں کہ تو دین کی امانت آنے والی نسلوں تک پہنچانے والے ''امین'' کو آخرت کی تمام منزلوں اور گھاٹیوں میں امن عطا فرما۔ اس کے صدق و اخلاص کو قبول فرما! اور اُسے اپنی رحمتوں کے ساتھ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صلحائے اُمت کی رفاقت نصیب فرما! آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.

ضروری نوٹ: ادارہ ''الخیر'' کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ''خصوصی نمبر'' جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ اور رجب ۱۴۲۲ھ کے تین شماروں پر مشتمل ہوگا۔اب چونکہ اس کی ضخامت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے اور اس کے صفحات 650 سے تجاوز کر گئے ہیں، اسی لئے اب اس خصوصی اشاعت کو جمادی الاولیٰ سے شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق اگست سے نومبر ۲۰۰۱ء کے چار شماروں کا متبادل تصور کیا جائے۔

اگلا شمارہ ان شاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۱ء میں شائع ہوگا۔

مکتبہ رحمانیہ لاہور کی مستند اسلامی و درسی کتب
ہمارے ہاں
قرآن کریم
تفسیر
حدیث
فقہ
سیرت
تاریخ
تصوّف
طِب
لُغات
جیسے عظیم موضوعات پر تمام کتب دستیاب ہیں۔
ان کے علاوہ درس نظامی کی درج ذیل ہماری مطبوعہ کتب بھی ارزاں نرخوں پر دستیاب ہیں۔
ابواب الصرف (جدید)
البلاغة الواضحة
الافادات الجمالیہ (شرح مقامات حریری)
بوستان (مترجم)
بہشتی زیور (سفید)
مسائل بہشتی زیور
پندنامہ معرا
پنج گنج
انتخابات (شرح مرقاة)
تیسیر المنطق
تیسیر مصطلح الحدیث
ازالة الغواشی (شرح اصول الشاشی)
ریاض الصالحین (عربی)
روضة الادب
تیسیر النحو (شرح ہدایة النحو)
سیر الصحابیات
سیرت خاتم الانبیاء
تحفة البلاغہ (شرح دروس البلاغہ)
سیرة الرسول
شرح مأة عامل
صرف میر
صرف بہائی
عربی کا آسان قاعدہ
الطریقة العصریة (اول۔دوم)
علم الصیغہ
عوامل النحو
عربی کا معلم (مکمل چار حصے)
کافیہ
گلستان (مترجم)
مفید الطالبین
میزان الصرف
مراح الارواح
المرقاة مع المرات (عربی)
مجموعۂ منطق
نحو میر
نور الایضاح (عربی)
ہدایة النحو
شرح اربعین نووی
النحو الواضح (تین حصے مکمل)
ہمارے ہاں درس نظامی کی تمام کتب دستیاب ہیں۔ اس فہرست میں بہت کم نام درج کیے جا سکے ہیں۔
آپ کو جو کتاب مطلوب ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ فراہم کردی جائے گی۔
ناشر:
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون نمبر: 042-7224228

باکمال انسان

مخدوم العلماء حضرت خواجہ خان محمد صاحب زید مجدہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں، جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہے، مگر بعض جانے والے اس شان سے جاتے ہیں کہ ان کی حیات وافکار اور کارناموں کے دیر تک چرچے رہتے ہیں اور ان کی شخصیت بھلائے نہیں بھولتی۔ ان کی زندگی اور موت میں ہزاروں درس عبرت ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہمارے اس دور کے باکمال انسان اور فاضل عالم دین تھے جنہوں نے علم و تحقیق اور بحث مناظرہ میں اپنے اکابر اسلاف کی روایات کو زندہ کیا۔ بلاشبہ وہ اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان اور سچے جانشین تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اوصاف و کمالات سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کا حلم وحوصلہ اور متانت و سنجیدگی قابل تقلید تھی۔ فرق باطلہ کی تردید اور احقاق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ فتنہ مرزائیت کی سرکوبی میں ان کا بے مثال کردار ہے، وہ ہر سال چناب نگر کے تردید مرزائیت کورس میں تشریف لاتے اور نہایت انہماک سے شرکاء درس کی تربیت فرماتے۔ چناب نگر کے آپ کے دروس اور تحقیقات رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے راہ نما ثابت ہوں گی۔ اسی طرح تمام فرق باطلہ کے خلاف ان کے فیصلہ کن مناظرے یادگار رہیں گے۔

بحث ومناظرہ اور جدل ومناقشہ کے میدان میں اترنے والے حضرات عام طور پر انتہا پسندی اور خودرائی وخودروی کا شکار ہو جاتے ہیں، مگر یہ مولانا موصوف کا کمال تھا کہ وہ ان امراض سے یکسر پاک اور اکابر علماء حق کے مسلک کے پابند اور ان کی روایات کے پاسدار تھے۔ انہوں نے ہمیشہ کسی نہ کسی بزرگ اور ولی کامل کے دامن کو تھامے رکھا۔ چنانچہ ابتدائی طور پر وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے منسلک رہے۔ ان کی وفات کے بعد تادم آخر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے دامن فیض سے وابستہ رہے اور تمام دینی ودنیاوی معاملات میں اپنی باگ ڈور ان اکابر کے ہاتھ میں دیئے رکھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی سیئات کو مبدل بہ حسنات فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

یہ سن کر بہت ہی مسرت ہوئی کہ جامعہ خیر المدارس، ملتان کے نقیب ماہنامہ ''الخیر'' کے ارباب بست و کشاد نے مولانا موصوف کی دینی خدمات، کارناموں، علوم ومعارف اور زندگی کے نقوش کو اجاگر کرنے کے لئے ماہنامہ ''الخیر'' کی خصوصی اشاعت کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس کاوش کو قبول فرما کر امت کے لئے نافع اور مثمر فرمائے۔ آمین!

عظیم خوشخبری
مناظر اسلام ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ وکیل احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ الباری کی شہرۂ آفاق تصنیف
تجلیات صفدر
جدید موضوعاتی ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہے۔ جس کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔
حضرت اوکاڑوی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ فرق باطلہ کے خلاف مسلسل کام کیا اور کسی مصلحت پسندی کا شکار نہ ہوئے۔ حضرت مرحوم نے فرق باطلہ کے خلاف جو کچھ لکھا وہ تسلسل کے ساتھ ماہناموں خصوصاً ''الخیر'' میں شائع ہوتا رہا۔ آخر حضرت مرحوم کی اجازت سے اور مرحوم کی دلی خواہش کے مطابق ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کیلئے مولانا نعیم احمد مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان نے شب و روز محنت کر کے انہیں ترتیب دیا۔ اب ایک موضوع پر حضرت مرحوم کے تحریر کردہ مختلف مضامین ایک جگہ مرتب کر دیئے گئے ہیں اور اس طرح قارئین کو ایک موضوع پر مطالعہ کرنا آسان ہوگا۔ اب تک پانچ جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔
جن کی ترتیب کچھ یوں ہے
جلد اول: جس میں حالات مصنف، حقانیت اہلسنت والجماعت، مسعودی و عثمانی فرقہ کے گمراہ کن عقائد اور مسئلہ یزید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
جلد دوم: اصول حدیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور مسئلہ رفع یدین پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور غیر مقلدین کے غلط نظریات و خرافات کو طشت ازبام کیا گیا ہے۔
جلد سوم: نماز کے اہم مسائل مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام، آمین، سبحانک اللھم اور مسئلہ تراویح پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسئلہ تقلید پر حضرت کے مضامین کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔
جلد چہارم: مسئلہ تراویح اور رفع یدین کے ساتھ صلوٰۃ الرسول سیالکوٹی پر مدلل و مفصل بحث کی گئی ہے اور اس کی خباثتوں کو واضح کیا گیا ہے نیز اس جلد میں شرائط مناظرہ اور طریقہ مناظرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی موضوعات مثلاً کیا بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے؟ اور تعویذ کی شرعی حیثیت بھی شامل ہیں۔
جلد پنجم: فقہ حنفی پر ہونے والے اعتراضات کا مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے اور پھر غیر مقلدین کا مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی تعارف کرایا گیا ہے اس کے علاوہ ایصال ثواب مقدمہ آثار خیر اور قربانی کے متعلق مضامین بھی اس میں شامل ہیں۔
علاوہ ازیں جلد ششم زیر ترتیب ہے، اور حضرت کے خطبات مناظرے اور خاص تربیتی کورس کے مضامین بھی زیر ترتیب ہیں۔
☆ کاغذ طباعت عمدہ اور چار رنگہ جلد ☆ پانچ جلدوں کی کل قیمت -/750 روپے اور رعایتی قیمت -/450
یہ رعایت محدود مدت کیلئے ہے۔ ﴿خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا﴾
ملنے کا پتہ: مکتبہ امدادیہ ملتان۔ پاکستان
Ph: 061-544965

پاکستان کے مشہور عالم دین اور معروف مناظر حضرت مولانا

محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا حادثۂ وفات

حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری (انڈیا)

مجلہ انوار مدینہ لاہور پاکستان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ صاحب ۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو بعارضہ قلب اللہ کے حضور پہنچ گئے۔ یہ خبر ہندوستان میں کم از کم میرے لئے صاعقہ آسمانی سے کم نہیں تھی۔ بہت دیر تک ہوش وحواس گم کئے ہوئے بیٹھا رہا اور مولانا کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہا۔

ہندوستان میں کم ہی اہل علم حضرات مولانا مرحوم سے واقف ہوں گے اور شخصی تعارف تو بہت کم لوگوں کو حاصل رہا ہوگا۔

چند سال قبل میں مدینہ منورہ میں تھا، میری قیام گاہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب برنی مدظلہ کی قیام گاہ کی جگہ تھی۔ مفتی صاحب موصوف کی مجلس میں حضرت مولانا مرحوم کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کیا جاتا تھا۔ مفتی صاحب موصوف نے کہا کہ احناف اور مسلک دیوبند کا دفاع تمہارا بھی موضوع ہے اور یہ موضوع مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب کا بھی ہے۔ وہ پاکستان کے جلیل القدر عالم اور مناظر ہیں۔ ان کی کتابوں کو بھی تمہیں مطالعہ میں رکھنا چاہئے اور پھر خود ہی ان کے رسائل کا ایک مجموعہ دیا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مولانا کا اسلوب تفہیم بہت پسند آیا اور ان کی ذہانت وحافظہ کا قائل ہونا پڑا۔ مولانا اپنی کتابوں اور تقریروں میں مسلک دیوبند، مذہب حنفی کا دفاع بڑے پراعتماد انداز میں کرتے ہیں۔ مطالعہ بھی ان کا بہت وسیع تھا اور حافظہ تو پرانوں کی یاد تازہ کرتا تھا۔

ردغیر مقلدیت میں جب میری کتابیں شائع ہوکر پاکستان پہنچیں تو مولانا انہیں پڑھ کر بہت خوش اور متاثر ہوئے اور میری کتابوں پر بڑا وقیع تبصرہ لکھ کر زمزم کے لئے بھیجا۔ ان کا تبصرہ میں نے شائع نہیں کیا۔ اس میں انہوں نے میرے لئے میری حیثیت سے بلند کلمات کا استعمال کیا تھا۔ مجھے وہ تبصرہ زمزم میں شائع کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوا۔ زمزم رسالہ کی طرف پاکستان میں وہ لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔ ان کی توجہ سے کئی لوگ پاکستان میں مختلف علاقوں میں زمزم کے خریدار بنے۔

تین چار سال قبل کچھ شر پسند حاسدوں کی حرکت کی وجہ سے مولانا کے بڑے لڑکے کو پولیس نے پاکستان کی ایک خطرناک تنظیم کے ساتھ ربط وتعلق کا الزام لگا کر پکڑ لیا تھا اور بے انتہا اذیت وتکلیف دے کر جیل میں ڈال دیا تھا۔ لڑکا بے قصور تھا مگر ہزار کوششوں کے باوجود اس کی ضمانت نہیں ہو رہی تھی۔ مولانا مرحوم اس کی وجہ سے دو تین سال بہت پریشان رہے۔ ملتان سے لاہور کا چکر لگاتے رہے، ہر طرح کی کوشش کر کے تھک گئے مگر نواز شریف کی پولیس کے پنجہ سے وہ بچہ نکل نہیں سکا۔ گذشتہ دونوں جب نواز شریف کا تختہ الٹ گیا تو پچھلے سال معلوم ہوا کہ لڑکا

ضمانت پر جیل سے رہا ہوا ہے۔

مولانا کی اس پریشانی کی وجہ سے ان سے خط وکتابت زیادہ نہیں رہی مگر ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی رہی۔ جب میں ۹۸ء میں پاکستان گیا تو مولانا کو میرے سفر کی اطلاع پہلے سے لاہور کے مخلصین نے کردی تھی۔ ازراہ کرم مولانا ملتان سے خود ہی لاہور مجھ سے ملنے تشریف لائے اور دو روز ان کے ساتھ رہا۔ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور (جہاں میرا قیام تھا) کی مسجد میں ایک روز ہم دونوں کا مشترکہ خطاب بھی ہوا۔

مولانا اوکاڑوی سے مل کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخصیت اس سے کہیں بلند ہے جس کا تصور ان کے رسائل پڑھ کر مجھے ہوا تھا۔ وہ نہ صرف رد غیر مقلدیت بلکہ تمام باطل فرقوں کے رد میں عیسائی، قادیانی، پرویزی، بریلوی ہر طرح تیار ہیں اور ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ ان کا حافظہ بے پناہ ہے، کتابوں کی جلد اور صفحے تک کے حوالے دیتے ہیں۔

پاکستان جا کر معلوم ہوا کہ مولانا کی چوٹی کا مناظر اس وقت پورے پاکستان میں دوسرا نہیں ہے جو تمام باطل فرقوں کے مقابلہ میں تن تنہا ڈٹ جائے اور ہر ایک سے مناظرہ کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ عیسائی، پرویزی، قادیانی، بریلوی اور غیر مقلدین سب ان کے نام سے تھراتے ہیں اور جب بھی ان فرقوں سے مناظرہ کی ٹھن جاتی ہے تو اس کے لئے پہلے مرحلہ میں مولانا صفدر ہی کو یاد کیا جاتا ہے۔

مولانا کی ذات بے حد متواضع اور سادہ تھی۔ پاکستانی علماء میں جو لوگ ذرا شہرت کے حامل ہو جاتے ہیں ان کی زندگی شاہانہ ہو جاتی ہے اور ان کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا ہے۔ میں نے یہ بات آج سے بہت پہلے اپنے پہلے سفر میں محسوس کی تھی اور بعد میں جب ان حضرات سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر سال ملاقات ہونے لگی تو اس کا احساس اور بڑھا مگر مولانا صفدر امین صاحب مرحوم کی ذات بالکل نرالی تھی۔ مجھے ملنے آئے تو بدن پر ایک معمولی کرتہ اور ایک معمولی لنگی اور ایک دو پلیا معمولی سی ٹوپی اور ایک بہت کم قیمت کا سر پر لگانے والا رومال تھا۔ شہنشاہ مناظرہ کی یہ سادگی اور تواضع دیکھ کر مجھے اپنے اکابر یاد آ گئے۔ اگر اہل علم بھی دنیادار بن جائیں تو ان کی نگاہ میں بھی اہل ہنر کی قدر نہیں رہتی۔ مجھے محسوس ہوا کہ مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان میں وہ قدر نہیں ہو سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ بہت سی باتیں کہنے کی نہیں ہوتی ہیں اس لئے میں اس اجمال کی تفصیل نہیں کر سکتا مگر میرا احساس آج بھی ہے کہ مولانا جتنے اونچے تھے پاکستان کے علماء میں ان کو وہ مقام نہیں مل سکا، بلکہ ان کو نظر انداز کرنے کا مسلسل عمل جاری تھا۔

مولانا کو بڑا اشتیاق ہندوستان آنے دار العلوم دیکھنے اور یہاں کے اہل علم سے ملنے کا تھا۔ ہم لوگوں نے ان کے آنے کا انتظام بھی کیا تھا مگر پاکستانی حکومت نے ان کو ویزا نہیں دیا اور مولانا کی ہندوستان آنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

بہر حال پاکستان میں جماعت دیوبند و اہل حق اہل علم حلقوں کے لئے مولانا کی وفات بڑا زبردست حادثہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مولانا کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پر ہونے کا انتظام فرمادے اور مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے اہل خاندان کو صبر و سکون عطا کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد امین صفدر صاحب مرحوم کا وجود فتنوں اور باطل نظریات کے ہمارے اس دور میں بڑی نعمت تھا، اس پُر فتن دور میں سلف صالحین کے صحیح مسلک، اھل سنت والجماعت کے صحیح عقائد کی حفاظت، باطل نظریات اور من گھڑت افکار کی نشان دہی اور ان کا تعاقب کرنے کی خاص توفیق اللہ جل شانہ نے اپنے بعض خاص بندوں کو عطا فرمائی، مولانا مرحوم ان ہی با توفیق رجال علم میں سے تھے۔

ویسے تو مولانا کی کئی خصوصیات ہوں گی اور ان سے قریبی تعلق رکھنے والے ان کے اوصاف اور خصوصیات پر لکھیں گے لیکن ان کی جن چند خصوصیات اور صفات نے مجھے متاثر کیا، وہ یہ تھیں:

(۱) استحضار:

مولانا کو اللہ جل شانہ نے بڑا قوی حافظہ عطا فرمایا تھا، وہ وسیع المطالعہ تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو اپنے مطالعہ کا حیرت انگیز استحضار بھی تھا، چنانچہ متون احادیث، اسمائے رجال، تاریخی روایات، اور علوم کی مصطلحات کے سلسلے میں ان کا استحضار مدھش اور حیران کن تھا اور ایک مناظر اس خصوصیت سے جو فائدہ اٹھا سکتا ہے، مولانا نے وہ فائدہ خوب اٹھایا۔

(۲) فتنوں کا تعاقب:

ان کی دوسری ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے ہمارے اس دور میں مختلف فتنوں کا کامیاب تعاقب کیا اور اس تعاقب میں دین حق اور مسلک حق کی ترجمانی کا جذبہ صاف جھلکتا تھا، ویسے عموماً لوگ تو انہیں فرقہ لامذھبیہ (غیر مقلدین) کے خلاف مناظر کی حیثیت دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے دوسرے فتنوں کا بھی بھرپور تعاقب کیا، چنانچہ عیسائیت، قادیانیت، فتنۂ انکار حدیث اور فتنۂ اعتزال کے خلاف بھی انہوں نے کام کیا۔

(۳) عام فہم اسلوب:

مولانا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ دلائل بیان کرنے میں ان کا اسلوب اس قدر سہل اور عام فہم ہوتا

کہ سننے اور پڑھنے والا چاہے عالم ہو یا عام آدمی، ہر ایک کی سمجھ میں بات آجاتی، وہ ٹھیٹھ علمی دلائل بھی اپنے اسی اسلوب کے سانچے میں ڈھال لیتے تھے اور سب کے لئے انہیں قابل استفادہ بنالیتے تھے، عموماً مناظرہ کے علمی دلائل عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں لیکن مولانا کا اسلوب عوام کے لئے بھی انہیں قابل فہم اور قابل استفادہ بنا دیتا تھا۔

(۴) سادگی:

مولانا کی ایک ممتاز صفت ان کی وہ سادگی اور بے تکلفی تھی، جس کا مشاہدہ ان سے ملنے والے ہر ایک آدمی کو ہوجاتا، ان کے لباس، رہن سہن، طور طریقہ، گفتگو غرضیکہ ہر چیز میں سادگی اور بے تکلفی نمایاں تھی، ان سے کوئی بھی شخص کہیں بھی جانے کے لئے کہتا اور مولانا وہاں جانے کو مفید سمجھتے تو بغیر کسی تکلف اور شرائط کے وہاں جانے پر آمادہ ہوجاتے تھے۔

مولانا محمد امین صفدر صاحب مرحوم نے زندگی کا اکثر حصہ باطل نظریات اور غلط عقائد کے حامل فرقوں کے رد اور تعاقب میں صرف کیا، اپنے فن، مطالعہ اور اسلوب مناظرہ سے وہ اپنے طویل تجربات کی روشنی میں دینی مدارس کے طلبہ کو بھی مستفید کرتے رہے، وہ چاہتے تھے کہ باطل فرقوں کی تردید کے لئے مستقل ایک جماعت تیار ہو اور وہ جماعت یہی فریضہ انجام دیتی رہے۔

زندگی کے آخری چند سالوں میں ملک کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس کے منتظمین کی نظرِ انتخاب ان پر پڑی اور انہوں نے مولانا کو خیر المدارس لانے کا فیصلہ کیا، یہ ایک بڑا مبارک اور مفید فیصلہ تھا، اس سے ایک طرف جہاں ان سے استفادہ کرنا اور ان کی طرف شوقین طلبہ کے لئے رجوع کرنا آسان ہوگیا، وہیں مولانا کو تحریری کام کرنے کا بھی بہتر موقع ملا اور مولانا کا اندازِ استدلال اور اسلوبِ فن ضبطِ تحریر میں آنے لگا، چنانچہ مولانا ''ماہنامہ الخیر'' میں تقریباً ہر ماہ کسی نہ کسی موضوع پر اپنے مخصوص اسلوب میں مستقل لکھتے رہے اور پڑھنے والے ان کے مضامین سے مستفید ہوتے رہے، یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا، اس طرح مولانا کی محنت اور ان کے وسیع مطالعہ کا نچوڑ ان کے مخصوص اسلوب میں آنے والے لوگوں کے استفادے کے لئے محفوظ ہوگیا۔

اللہ جل شانہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل وکرم سے پُر فرمائے۔ آمین۔

❀❀

مکتبہ امدادیہ ملتان کے لئے حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی جملہ تحریرات کی طباعت کا اجازت نامہ
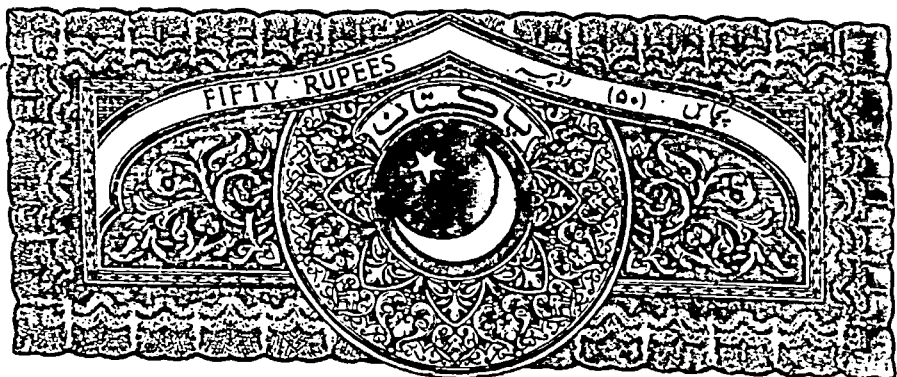
تصدیق نامہ

ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ والد محترم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ الباری نے مولانا نعیم صاحب مکتبہ امدادیہ ملتان کو تجلیات صفدر اور مجموعہ رسائل کے جملہ مضامین کی اشاعت کی اجازت دی تھی۔ ہم وارثان (اولاد) بھی اس اجازت کو برقرار رکھتے ہیں اور مکتبہ امدادیہ ملتان کے مالک مولانا نعیم صاحب نے تجلیاتِ صفدر جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم اور دیگر جتنی کتب مصنفۂ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ شائع کی ہیں ہماری طرف سے انہیں ان کی اشاعت وفروختگی کی اجازت ہے۔

منجانب پسران محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

محمد عمر — شناختی کارڈ نمبر 340-64-027169 — محمد عمر

محمد عثمان — شناختی کارڈ نمبر 340-69-027172 — محمد عثمان

محمد علی — شناختی کارڈ نمبر 340-76-027173 — محمد علی

محمد معاویہ — شناختی کارڈ نمبر 340-72-672274 — محمد معاویہ صفدر

نوریز بیگم اہلیہ حضرت مرحوم 340-42-027175

☎ 545783
544440 FAX : 545524

**JAMIA
KHAIR UL
MADARIS** (Rgd.)
MULTAN PAKISTAN
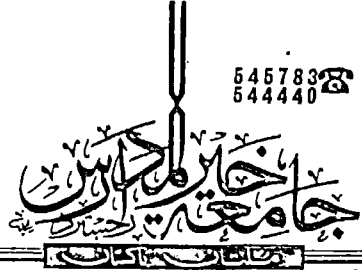
☎ 545783
544440

REF. NO
DATED 9-5-2001

الرقم ——————
التاریخ ۱۴-۲-۱۴۲۲ھ

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ شوال ۱۴۱۳ھ مطابق اپریل ۱۹۹۳ء کو رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا بطور رئیس ونگران شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان میں تقرر ہوا۔ موصوف رجب ۱۴۲۱ھ مطابق 31 اکتوبر 2000ء یوم وفات تک مسلسل آٹھ سال جامعہ ہذا میں تدریس وتالیف کا کام سرانجام دیتے رہے۔ حضرت اوکاڑوی مرحوم نے طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ''الخیر'' کے لئے ماہ صفر ۱۴۱۴ھ مطابق اگست ۱۹۹۳ء سے مضامین لکھنا شروع فرمائے، جو ماہنامہ ''الخیر'' شروع دن سے اب تک (ان کی وفات کے باوجود) تسلسل کے ساتھ چھاپ رہا ہے اور آئندہ بھی چھپتے رہیں گے۔ پھر افادۂ عام کے لئے جس کسی نے بھی ماہنامہ ''الخیر'' سے ان مضامین کی اشاعت کی اجازت چاہی، اُسے بخوشی اجازت دے دی گئی۔ اور حضرت اوکاڑویؒ کی اجازت سے ہی مولانا نعیم احمد صاحب، مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان کو بھی ان مضامین کی اشاعت کی اجازت دی گئی۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الخیر'' (رجسٹرڈ) ملتان
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

MOHAMMAD HANIF JALANDHRY
PRESIDENT
JAMIA KHAIR-UL-MADARIS MULTAN
GENERAL SECRETARY
WAFAQ-UL-MADARIS AL-ARBIA-PAK

(۱)　میرے نزدیک حضرت مولانا محمد امین صاحب حضور نبی کریم ﷺ کی صدق نبوت کی ایک دلیل تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق کہ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ رہے گی جو حق و صداقت کو غالب کرتی رہے گی۔ تو مولانا محمد امین صفدر حضور نبی کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مصداق تھے۔ حضرت پر حضور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی صادق آتی تھی اور یہی پیشین گوئیاں سرکار دو عالم ﷺ کی صدق نبوت کی دلیل ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد امین صاحب بیک وقت اکیلے تمام اہل باطل کی تردید کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اگرچہ شہرت غیر مقلدین کی رد میں زیادہ تھی لیکن وہ بیک وقت بریلوی، شیعہ، عیسائی، بہائی، مسعودی، منکرین حیات کی تردید پر قادر تھے۔ ان تمام فرقوں پر اہل سنت والجماعت کے عقائد کی حقانیت ثابت کرتے اور حق کو غالب کرتے۔

(۲)　مولانا محمد امین صاحب حضرت امام ابوحنیفہ کی کرامت تھے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء کو حق کہتے ہیں کہ عادۃً جس کام کو عام لوگ نہ کر سکیں اس کو کر کے دکھا دینا۔ مولانا محمد امین صاحب ابتداء ماسٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید سے علم و بحث کی وہ باریکیاں بیان کرتے تھے جو بڑے بڑے عالم شیخ الحدیث بھی نہ کر سکتے تھے۔ خاص کر فقہ حنفی پر غیر مقلدوں کے غلیظ اعتراضات کا جواب نہایت متانت سے دیتے۔ فضائل اعمال، بہشتی زیور، ہدایہ پر اعتراضات کو محقق حوالہ جات کے ساتھ رد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت فقہ حنفی کے لئے وہ کام لیا جو صدیوں سے نہ ہو سکا۔ یہ خدمت کرامت سے کم نہیں تھی۔

(۳)　مولانا موصوف مناظرہ کرنے میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے یعنی اختلافی مسائل کے جواب دینے میں سلف کے جوابات کے پابند نہ تھے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے سنایا کہ تراویح کی تعداد پر ایک غیر مقلد سے مناظرہ تھا تو حضرت مولانا محمد امین نے فرمایا کہ تعداد کی بحث پھر کریں گے پہلے تراویح کی حیثیت متعین کریں اور حدیث پاک سے ثابت کریں کہ تراویح فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب۔ تو وہ کہنے لگا کہ مستحب، تو فرمایا کہ مستحب میں بھی جھگڑا ہوتا

ہے کوئی تھوڑا پڑھے،کوئی زیادہ پڑھ لےتو وہ وہیں لاجواب ہوگیا۔

اسی طرح ہمارے علاقہ میں تشریف لائے تو میں نے ایک عام آدمی سے پوچھا کہ تو نے ان کی تقریر سے کیا سمجھا۔ کہنے لگا انہوں نے فرمایا کہ انگریز کے آنے سے پہلے اگر پورے ہندوستان میں کوئی مسجد اہل حدیث کے نام کی بنی ہو تو لاکھ روپے انعام میں دوں گا۔ یہ فرقہ انگریز کی سرپرستی میں فقہ حنفی کے خلاف فرقہ واریت پھیلانے کے لئے اور لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ کوئی مثبت نظام نہیں رکھتے صرف اور صرف فقہ حنفی پر اعتراضات ان کا نصب العین ہے۔

وکیل صحابہؓ، قائد اہل سنت حضرت مولانا
قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کو صدمہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے خلیفہ اجل، وکیل صحابہؓ، قائد اہل سنت اور میرے پیرومرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زیدمجدہم کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئی ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون. مرحومہ کو زندگی میں صاحب نسبت اور درویش بزرگ کی رفاقت و مصاحبت نصیب ہوئی، اور زندگی بھر حضرت اقدس صاحب مدظلہم کے پاس تشریف لانے والے ہزاروں اہل علم، اصحاب دل، اور متلاشیان حق کی میزبانی و خدمت کا شرف حاصل رہا۔ حضرت اقدس قاضی صاحب مدظلہم کی اس پیرانہ سالی میں ایک مخلص، وفاشعار اور خدمت گزار رفیقہ حیات کی جدائی پر جو حضرت مدظلہم کو المناک صدمہ پہنچا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس پر حضرت کو اپنی شایان شان اجر جزیل و صبر جمیل نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی حسنات کو قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں اپنا قرب خاص نصیب فرمائیں۔ آمین۔

خاکپائے حضرت اقدس قاضی صاحب زیدمجدہم

احقر: (حافظ) اعجاز احمد سبحانی

مکتبہ امدادیہ، ملتان

محترم المقام حضرت مولانا محمد ازھر صاحب زیدمجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ صادر ہوکر باعث تشکر ہوا، بندہ کئی ماہ سے بیمار ہے، لکھنا پڑھنا تقریباً متروک ہے، اس لئے کوئی مضمون لکھنے کی حالت میں نہیں۔ تعمیل حکم کے لئے چند سطور سپرد قلم ہیں۔

قائد اہل سنت حضرت مولانا امین صاحب صفدر اوکاڑوی گوناگوں صفات کے مالک تھے۔ ان کا تبحر علمی بے مثال تھا۔ اپنی کتب اہل سنت کی ہی نہیں بلکہ تقریباً فرق باطلہ کی اہم کتب پر بھی ان کی گرفت مضبوط تھی۔ غیر مقلدین کے تو استاذ کل تھے۔ کتابوں کے قدیم و جدید نسخے عموماً پیش نظر رہتے تھے، پھر ان میں جو خیانتیں کی گئی ہوں ان کی فہرست تیار رہتی تھی۔ مقابل سے گفتگو کے وقت گھبرانا، پریشان ہونا اس کو وہ جانتے بھی نہ تھے۔ مقابل فریق جتنا چاہے غصہ ہو، سٹپٹائے، ان کے چہرے کی بشاشت اور شگفتگی پر ذرہ بھر اثر نہیں ہوتا تھا۔

ان کی بڑی خوبی یہ تھی کہ صاحب لسان اور صاحب قلم ہونے اور اپنی بے پناہ مقبولیت کے باوجود عقائد و نظریات و اعمال میں نہایت شدت کے ساتھ سلف صالحین اور اپنے اکابر کے قدم بقدم متبع تھے۔

اس دور میں اہل کمال کے اندر یہ امر تقریباً گم ہو رہا ہے۔ اپنی معمولی مقبولیت دیکھ کر ابنائے زمانہ مجتہدین بن بیٹھتے ہیں ایسے کم ظرفوں کے ہاں اکابر کی تحقیقات کا کوئی وزن نہیں، ان کے نزدیک تحقیق وہی ہے جو ان کی سمجھ میں آئے۔ حالانکہ یہ امر گمراہیوں کا دروازہ کھولتا ہے۔

اتباع صحابہؓ کو چھوڑ کر اپنے خام اجتہاد ہی کی بناء پر معتزلہ، مرجیہ، کرامیہ وغیرہ گمراہ فرقے ظاہر ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں ایک بڑے شخص نے مولانا سے کہا کہ فلاں بدعت پر تقریر کر دیجئے۔ فوراً فرمایا کہ تائید میں یا تردید میں۔ وہ تائیدی تقریر کرانا چاہتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ جرأت کیسے کر سکتا ہوں۔ ہاں حضرات مفتیان کرام کا فتویٰ لائیں تو پھر آپ کی خواہش پوری کروں گا۔

وہ صرف غیر مقلدین کے لئے ہی نہیں تھے بلکہ کسی بھی فرق فرقہ باطلہ کی طرف سے جب انہیں دعوت مبازرت دی گئی تو انہوں نے کامیابی سے اس کا مقابلہ کیا۔ مولانا مرحوم تمام اہل سنت والجماعت اور دینی جماعتوں کے مشترکہ متاع تھے۔

مولانا مرحوم کا ایک خصوصی وصف ان کی سادگی، تواضع وانکسار تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ مولانا مرحوم کی کلام لطائف کا ذخیرہ ہوتی تھی۔ ہم ایک لطیفہ پر ان سطور کو ختم کرتے ہیں۔

وہ لطیفہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مولانا اڈے پر سوار ہونے کے لئے بیٹھے تھے۔ تو چند بریلوی حضرات نے دیکھا کہ یہ دیوبندی عالم ہیں تو بار باران کے سامنے سے گزرتے اور پڑھتے **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** دو تین چار مرتبہ جب انہوں نے ایسا کیا تو مولانا نے فرمایا کہ میں تو رسول اللہ نہیں ہوں آپ لوگوں کو دھوکہ ہوا کہ آپ ﷺ تو مدینہ منورہ میں ہیں تو وہ رسوا ہو کر دوبارہ نہیں آئے۔

اس لطیفہ سے مولانا کی شان علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور مولانا کی حاضر جوابی کا بھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم . بسم اللہ الرحمن الرحیم. اھدنا الصراط المستقیم

امین ملت، ترجمان اہل سنت، وکیل حنفیت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی کی وفات حسرت آیات سنی ملت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون حق تعالیٰ مرحوم کی حسنات قبول فرمائیں اور تقصیرات معاف فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ حسب ضابطہ قرآنی کل نفس ذائقۃ الموت مولانا مرحوم بھی اپنے وقت مقررہ پر ہی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئے ہیں اور موت وحیات کا یہ سلسلہ تو قیامت چلتا ہی رہے گا اور خالق موت وحیات بھی وہی وحدہ لاشریک لہ اللہ جل شانہ ہی ہے جو ساری مخلوق کا خالق ہے۔ چنانچہ سورہ ملک میں فرمایا خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے (ترجمہ حضرت تھانوی ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بمطابق ستمبر ۱۸۶۳ء وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء) اور اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے اور کون اچھے سے اچھے پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور موت نہ آتی تو لوگ مبتدا ومنتھی سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے برے کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے، آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ کامیاب وہی انسان ہوگا جو اس فانی زندگی میں اعمال حسنہ بجالاتا ہے اور گو یہاں ایمان وعقیدہ کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن حکیم کی دوسری آیات میں جابجا الذین امنوا وعملوا الصلحت فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ سے ایمان مقدم ہے۔ یعنی ایمان ہوگا تو اعمال قبول ہونگے اگر ایمان نہیں تو اعمال صالحہ کیسے کریگا کیونکہ اعمال صالحہ وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے شریعت کے ہوں۔ اور جب اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہی ایمان نہیں ہے۔ تو وہ نیک اعمال کو کیوں اور کیسے کریگا اور اگر قرآن پر ہی ایمان نہیں تو

قیامت پر ایمان کیونکر اور کیسے ہوگا بہر حال کتاب اللہ سے واضح ہوا کہ توحید ورسالت اور قیامت اسلام کے تین بنیادی عقیدے ہیں ان میں سے اگر ایک کا بھی انکار کرے تو مومن نہیں کافر ہے۔

مولانا اوکاڑویؒ کی جامعیت:

اگر علمی اور تحقیقی حیثیت سے مولانا اوکاڑوی مرحوم کی تبلیغی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ انہوں نے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے دین حق اور علمائے حق کے حقوق کے تحفظ کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا ہے، اور مولانا مرحوم نے تحریر وتقریر کے ذریعے کفروشرک، الحاد وزندیقیت انکار وتوہین رسالت ورافضیت، بدعت وخارجیت مماتیت، غیر مقلدیت ومودودیت، پرویزیت ومسعودیت وغیرہ فتنوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور حسب ضرورت ان سب فتنوں کا رد کیا ہے۔ اگر مناظرہ کی ضرورت پڑی ہے تو خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر مخالفین کا ناطقہ بند کیا ہے، اور مثبت پہلو انہوں نے تقریر وتحریر کے ذریعہ توحید ورسالت، عصمت انبیاء وخاتمیت یعنی (ختم نبوت) حیات انبیاءؑ اور برزخیت شرف صحابیت ومعیاریت سنت وشریعت، معجزہ وکرامت، حجیت حدیث وقرآنیت وغیرہ عقائد ومسائل حقہ کو دلائل محکم اور براہین قاطعہ سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ متلاشیان حق کے لئے ان کا تسلیم کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور مرحوم کی تبلیغی سرگرمیوں کی خصوصیت یہی ہے کہ انہوں نے اہم اسلامی عقائد ومسائل میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا، اور حسب ضرورت عوام وخواص کے سامنے ان کا اثبات کرتے رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ.

عقیدہ توحید:

دین اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں (۱) توحید (۲) نبوت ورسالت (۳) قیامت، اور ان میں بھی توحید ہے، اور عقیدہ نبوت وقیامت بھی توحید ہی پر مبنی ہے، اور توحید خالص یہ ہے کہ خالق کائنات صرف اللہ ہے وھو علی کل شئی قدیر (اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وھو بکل شیء علیم (اور وہی ہر چیز کو ازلی اور ابدی طور پر یکساں جاننے والا ہے) اس کی ذات وصفات اور افعال میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ وہی خالق معبود برحق ہے۔ ماسواس کے ساری مخلوق ہے۔ انبیائے معصومین ہوں یا ملائکہ مقربین سب اس کی بندگی اور عبادت کرنے والے ہیں کلمہ اسلام لاالہ اللہ محمد رسول اللہ کی پہلی جز لاالہ الا اللہ میں اس حقیقت کا اقرار واعلان ہے اور کلمہ اسلام کی دوسری جزء محمد رسول اللہ میں رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ کا اقرار واعلان ہے۔ کیونکہ رسالت کے ذریعے ہی جن وانس کو لاالہ الا اللہ کا علم حاصل ہوا ہے اور ہر پیغمبر علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو اسی خالص توحید کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا: یٰقوم اعبدو اللہ مالکم

من الٰہ غیرہ ’’اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو بغیر اس کے تمہارے لئے اور کوئی معبود و مستحق عبادت نہیں ہے‘‘ اور توحید کے مقابلہ میں شرک کا عقیدہ ہے۔ جس کا انجام ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ’’ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ‘‘ (سورۃ النساء آیت ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اس آیت کے تحت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ’’قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔‘‘

عقیدہ تثلیث:

اسلامی توحید کے مقابلہ میں عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث کا ہے یعنی معبود اور الہ ایک نہیں تین ہیں۔ خدا، مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس جبرائیل علیہ السلام، اور بعض حضرات مریم کو تیسرا خدا مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ بڑا ہے، اور حضرت عیسیٰ اور روح القدس اس کا جزء ہیں۔ جو اس سے جدا ہوئے ہیں اس لئے ان کا عقیدہ تثلیث باپ بیٹا اور روح القدس سے بنتا ہے۔ وہ ایک میں تین اور تین میں ایک کے قائل ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کے اس عقیدہ تثلیث کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد (المائدہ آیت ۷۳)

’’بلا شبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے۔ حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) مولانا اوکاڑویؒ کے اپنے چک میں عیسائیوں کی آبادی تھی۔ انہوں نے عقیدہ توحید کی تبلیغ کی اور تثلیث کا دلائل سے رد کیا، اور مناظرہ میں بھی پادریوں کو لاجواب کر کے اہل اسلام کے ایمان کو تحفظ دیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عقیدہ ختم نبوت:

ختم نبوت بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ زمانے کے لحاظ سے بھی اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے: ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ (الاحزاب آیت ۴۰) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہے لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو

نبوت نہیں دی جائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی اس لئے آپ کی نبوت کا دور سب نبیوں کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت عیسیٰ اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے امتی کے آئیں گے۔ اور خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاءؑ اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری وساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ''آج حضرت موسیٰ (زمین پر) زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔''

بلکہ محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاءﷺ کی روحانیت عظمیٰ سے ہی مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے منور ہوتے ہیں۔ حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اس طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ روح محمدﷺ پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی لحاظ سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے (تنبیہ) ختم نبوت کے متعلق قرآن، حدیث اور اجماع وغیرہ سے سینکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ علامہ عثمانیؒ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عالم شہادت یعنی اس دنیا میں زندہ ہوتے اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنی قبر میں بھی زندہ نہیں ہیں۔ کیونکہ قبر گو زمین میں ہے لیکن اب آپ عالم برزخ میں ہیں اور عالم برزخ میں بھی اس جسم سے ان کو حیات حاصل ہے۔ جو عالم شہادت یعنی اس دنیا میں تھا'' نبی کریم رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ختم نبوت زمانی اور رتبی کا جو ذکر فرمایا ہے، اس کی مزید عارفانہ تشریح وتوضیح کے لئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ختم نبوت کی تشریح کرتے ہوئے عجیب وغریب حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔

کافر مرتد قادیانی:

دور حاضر میں انگریزی راج کے دور میں، مرزا غلام احمد قادیانی (ضلع گورداسپور) نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے نہ ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا تھا اور چونکہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کے انکار سے آدمی کافر قرار پاتا ہے۔ اس لئے علمائے اسلام نے دلائل و براہین سے مرزا قادیانی کو قطعی کافر مرتد قرار

دیااوراس کے ماننے والوں کو بھی کافر قرار دیا خواہ وہ قادیانی مرزائی ہوں جو اس کو نبی مانتے ہیں اور خواہ وہ لاہوری مرزائی ہوں جو اسے مجدد مانتے ہیں۔اور الحمدللہ آئین پاکستان میں بھی عقیدہ ختم نبوت کے منکر کو (قادیانی ہو یا لاہوری) کافر قرار دیا گیا ہے۔اکابر علمائے دیوبند نے ختم نبوت کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان میں فخر المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (وفات ۱۳۵۲ھ) قادیانی فتنہ کے متعلق بڑے فکر مند رہتے تھے۔آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک مستقل کتاب خاتم النبیین فارسی میں لکھی ہے جس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے کیا ہے۔حضرت شاہ صاحب کتاب کی تمہید میں فرماتے ہیں: کہ بندہ ہیچ میرز محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ تمام اہل اسلام عوام وخواص کی خدمت عالی میں عرض پرداز ہے کہ یہ ختم نبوت اور آیت کریمہ خاتم النبیین کی تفسیر میں جو مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کے الحاد و زندقہ اور کفر وارتداد کے رد میں تحریر کیا گیا ہے الخ۔"

تازیانہ عبرت:

میرے والد ماجد رئیس المناظرین حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیرؒ (وفات ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ھ) نے جب مرزا قادیانی دجال وکذاب کا تقریر وتحریر کے ذریعہ رد شروع کیا تو اس نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں والد صاحب کے خلاف سخت توہین آمیز الفاظ لکھے جس پر والد صاحب نے اس کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو ضلع گورداسپور میں منتقل ہو گیا تھا۔تمام کاروائی کے بعد مجسٹریٹ لالہ آتمارام نے ۸ ،اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اپنا مفصل فیصلہ سنایا جس کے آخر میں لکھا کہ:

''ملزم نمبر ا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کو عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتیں گے۔ملزم نمبرا۔اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقض پیدا ہوگا۔'' ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کی فرمائش کی تھی پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈولی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ: ''ہیچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہے گا نظر بر حالات یا ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبرا پر ہونی چاہئے اور ملزم نمبر ۲ (یعنی حکیم فضل دین) پر اس سے کچھ کم لہٰذا حکم ہوا کہ ملزم نمبرا۔-/500 روپے جرمانہ دے اور ملزم نمبر ۲۔-/200 روپے ورنہ اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر پانچ ماہ قید محض میں رہیں، حکم سنایا گیا'' (دستخط حاکم) پھر مرزا قادیانی دجال نے اپیل دائر کی جس میں وکیل ایک انگریز تھا اور اس اپیل میں اس کی سزا معاف ہوگئی۔

والد صاحب کے خلاف پیشین گوئیاں:

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں والد صاحب مرحوم کے خلاف حسب ذیل پیشن گوئیاں شائع کیں تھیں۔(۱) کرم الدین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی تھی۔رب کل شئی خادمک فاحفظنی وانصرنی وارحمنی۔خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا(۲) کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری سے مجھے بریت ہوگئی جو گورداسپور میں دائر تھا۔(۳) کرم دین کے مقدمہ فوجداری کے لئے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا یسئلونک من شانک. قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون اپنی جماعت کو یہ الہام سنادیا(۴)۲۹ جون ۱۹۱۳ء کی رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہوگا الہام ہوا۔ان الله مع الذین اتقو والذین هم محسنون۔نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی کتنا دجال وکذاب ہے کہ گورداسپور کی اس عدالت سے تو اس کی سزا سنائی گئی جس میں مقدمہ دائر تھا۔لیکن وہ اس کو بھی اپنی فتح قرار دے رہا ہے۔حالانکہ بعد میں اس کی سزا اپیل کے ذریعہ معاف ہوئی۔لیکن سزا تو اس کو بہر حال سنائی گئی تھی۔جہلم اور گورداسپور کے مذکورہ مقدمات کی تفصیل مع سرکاری ریکارڈ کے حضرت والد صاحب مرحومؒ نے اپنی کتاب تازیانہ عبرت میں شائع کر دی ہے۔اور اس میں مرزا قادیانی کے متضاد عقائد واحوال کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولوی محمد یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی نے شائع کیا ہے۔ان سے یہ تاریخی دستاویزات دستیاب ہو سکتی ہیں۔

عدالتی جہاد:

ہم عصر علماء میں والد صاحبؒ کو یہ فوقیت اور سابقیت حاصل ہے کہ آپ نے بلاواسطہ مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔اس کو سرکاری عدالت میں گھسیٹا۔قادیانی کذاب دجال اور سنی مجاہد والد صاحب مرحوم عدالت میں آمنے سامنے کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے والد صاحب مرحوم کامیاب ہوئے اور قادیانی دجال کو سزا سنائی گئی یہی وہ عدالتی جہاد ہے جس کی قادر مطلق نے مولانا ابوالفضل دبیرؒ کو توفیق عطا فرمائی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشدہ

والد صاحب کی بیعت:

شیخ المشائخ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی صاحبؒ(ولادت ۱۲۱۴ھ مطابق ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ مطابق ۸۲-۱۸۸۱ء) کے فرزند ارجمند جانشین حضرت سیالوی حضرت خواجہ محمد دین سیالوی نے حضرت والد

صاحب بیعت ہوئے تھے۔اور جب پیرانہ سالی میں اکابر دیوبند سے عقیدت نصیب ہوئی تو آپ نے مجھے تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا تھا تو بندہ کی قید کے دوران ہی بذریعہ عریضہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔آپ اپنے سابق شیخ کا تلقین فرمودہ وظیفہ پڑھتے رہیں۔حضرت والد صاحب فرماتے تھے۔کہ اس کے بعد حضرت مدنیؒ کا فیض محسوس ہوتا ہے۔مزید حالات ماہنامہ حق چار یارؓ کے مکاتیب شیخ الادب نمبر فروری ۲۰۰۰ء میں قابل استفادہ ہیں۔

۵۳ء کی تحریک ختم نبوت:

یہ ایک تاریخی المیہ ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور تحریک پاکستان کے دوران پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ کا نعرہ گونجا کرتا تھا۔اس کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی مرتد کو بنایا گیا۔لیکن حضور خاتم النبیین ﷺ کے پروانے اور علمائے حق اس کو کب برداشت کر سکتے تھے ظفر اللہ کو ہٹانے کے لئے ملک بھر میں تحریک شروع ہوگئی۔جس کے نتیجے میں آخر کار ۱۹۵۳ء کی تاریخی تحریک چلی جس نے حکومت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ہزار ہا علماء وحفاظ اور شمع ختم نبوت کے پروانوں نے گرفتاریاں پیش کیں اور پنجاب بھر کی جیلیں نظر بندوں سے بھر گئیں۔آخر کار تحریک کے نتیجے میں ظفر اللہ مرتد قادیانی سے ملک کو نجات ملی اور تحریک ختم نبوت کے خلاف جو ارباب اقتدار تھے وہ ذلیل ورسوا ہوئے۔اس تحریک کی کامیابی کا سہرا امیر شریعت مجاہد اعظم حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے سر ہے جن کی قیادت میں احرار سرفروشوں نے حیرت انگیز قربانیاں دیں۔

ضلع جہلم:

ضلع جہلم سے احرار رضا کاروں ٹھیکیدار محمد شریف صاحب مرحوم اور غازی (عبدالرحمٰن) صاحب مرحوم اور چکوال سے مجاہد کرم الٰہی صاحب مرحوم کے علاوہ سنی دیوبندی مکتبہ فکر میں سے حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب ڈومیلی" اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم ربانی جامعہ حنفیہ جہلم" (ولادت ۱۹۲۰ء وفات ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء) کے ساتھ بندہ خادم اہل سنت غفرلہ بھی سنٹرل جیل منٹگمری (حال ساہیوال) میں نظر بند رہا ہے۔جب نظر بندوں کی رہائیاں شروع ہوئیں تو ہم میں سے پہلے حضرت شاہ صاحب رہا ہوئے ان کے بعد مولانا جہلمی اور ان کے بعد بندہ قریباً ۹ ماہ نظر بند رہنے کے بعد ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو رہا ہوا۔

حضرت مدنیؒ کا کرامت نامہ:

رہائی کے بعد بندہ نے حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت نے اپنے

کرامت نامہ میں فرمایا: ''نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا اگر چہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔حق تعالیٰ آپ کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیئات بنائے اور ترقی درجات کرے آمین (۲۳ شوال ۱۳۸۳ھ، جون ۱۹۵۴ء)

مولانا اوکاڑویؒ:

امین ملت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی مرحوم نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نظر بند بھی رہے اور نظر بندی کے دوران بھی قادیانی فتنہ کفر وارتداد کے خلاف ذہن سازی کرتے رہے۔بہر حال ملک بھر میں آپ نے جس خلوص وہمت سے رد قادیانیت میں تقریر وتحریر کے ذریعہ جو کام کیا اس سے سینکڑوں لوگوں کو اس فتنہ سے تحفظ ملا۔حق تعالیٰ آپ کی یہ خدمت قبول فرمائے۔آمین

عظمت صحابہؓ اور خلافت راشدہ:

اذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا ''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں'' (سورۃ اعراف) کی تشریح میں مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں کہ:

''یوں تو سبھی صحابہ کرامؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بلکہ چندے آفتاب و ماہتاب تھے ہر ایک اپنی جگہ مینارہ نور ہے، ہر ایک تقویٰ کا پیکر، تدین کا پہاڑ، اور علم وفضل کا پتلا تھا لیکن بعض صحابہ کرامؓ دوسرے صحابہ کرامؓ سے علم وفضل، فقہی بصیرت، دانش وبینش اور فہم وفراست میں بہت بڑھے ہوئے تھے، من جملہ ان کے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بعض ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی دوسرا ان کا شریک وسہیم نہ تھا۔(مجموعہ رسائل جلد اول ص ۶)

(۲) آیت: **وما کان المومنون لینفروا کافة** (التوبۃ ع ۱۵ آیت ۱۲۲) اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے لئے یہ بھی نہ چاہئے کہ جہاد کے واسطے سب کے سب ہی نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جایا کرے تاکہ یہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں دو جماعتیں تھیں۔ایک چھوٹی سی جماعت فقہاء کی تھی جس میں ہر قوم کے دو دو آدمی شامل تھے۔یہ فقہ کی تربیت حاصل کرتے تھے۔اس جماعت کو آنحضرت ﷺ اس طرح

ترغیب دیتے من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین (بخاری) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقیہ بنا دیتے ہیں' آنحضرت ﷺ ان فقہا صحابہ کرامؓ کو اپنی اپنی قوم میں بھیج دیتے۔ ساری قوم والے اپنے اس فقیہ سے فقہی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے کسی امتی مجتہد کے فقہی مسائل کو بلا مطالبہ تسلیم کر کے عمل کرلینا، اس کا نام تقلید ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فتویٰ دینے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ فتویٰ میں اجتہاد ورائے سے دے رہا ہوں (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۵۱) لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں اور دور صدیقی میں ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے اجتھد برائی (شرح فقہ اکبر) میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دیتا ہوں چنانچہ خلفائے راشدین کے کئی فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہیں الخ (مجموعہ مسائل جلد دوم ص ۲۴۲ تا ۲۴۴)

سنت و جماعت:

مولانا اوکاڑویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں کئی فرقے ملتے ہیں مگر ان میں نجات پانے والے صرف اہل السنّت والجماعت ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: "ما انا علیہ و اصحابی یعنی نجات وہ پائیں گے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں گے" اور فرمایا: میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا (ترمذی) اور فرمایا: جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں (بخاری) اور ایک روایت میں تو آپ نے تارک سنت کو ملعون فرمایا۔ (مشکوٰۃ) باقی کو آپؐ نے دوزخی فرمایا (ابوداؤد) جس طرح قرآن پاک کو صحیح سمجھنے کے لئے عربی دانی کافی نہیں۔ اس کی صحیح تفسیر آپؐ کی عملی زندگی ہے اسی طرح آپؐ نے آنے والی امت کی پوری رہنمائی کے لئے صحابہ کرامؓ کی ایک عظیم جماعت تیار فرمائی جنہوں نے آپ کی نگرانی میں آپ کی سنتوں پر عمل کیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے یہ حضرات سنت کے عملی نمونے قرار پائے جو نہ صرف نبی پاک ﷺ کی نگرانی میں تیار ہوئے بلکہ خداوند قدوس نے ان کی مکمل نگرانی فرمائی اور رضی اللہ عنھم و رضو اعنہ (راضی ہوا اللہ ان سے یعنی صحابہ کرامؓ سے اور وہ راضی ہوئے اس سے) سرٹیفکٹ عطا فرمایا۔ آپ نے تاکیدی حکم دیا کہ علیکم بالجماعۃ (اس جماعت کو لازم پکڑو) اور جماعت سے کٹنے والوں کو شیطان کا لقب دیا اور اس بکری سے تشبیہ دی جو چرواہے کی نگرانی اور ریوڑ سے نکل کر کسی بھیڑیے کا نوالہ بن جائے (رواہ احمد) شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ فاھل السنۃ والجماعۃ ھم المتبعون للنص والاجماع (منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۲۷۶)

"یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو نص (کتاب وسنت) اور اجماع کی تابعداری کرتے ہیں" سورۃ النور کی آیت استخلاف وعد اللہ الذین امنو منکم وعملو الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کی تشریح

کرتے ہوئے مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

چنانچہ جس دین کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی تھی وہ صحابہ کرامؓ کی محنتوں اور کوششوں سے مضبوطی کے ساتھ دنیا میں جم گیا۔ یہی وہ مقدس جماعت ہے جن کا ذکر خیر ہمارے نام میں والجماعت کے لفظ میں آ گیا۔ اہل سنت کے علاوہ کسی اہل بدعت کے نام میں نہ والجماعت ہے نہ اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ قرآن پاک کی مکمل عملی تفسیر سنت تھی۔ اس سنت کے کامل نمونہ صحابہ کرامؓ تھے جو رسول ﷺ کی نگرانی میں تیار ہوئے۔ ان کے ذریعے آپ ﷺ کی سنت پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آپ ﷺ آفتاب ہدایت تھے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ ستارے تھے ان کے ذریعہ دین دنیا میں پھیل گیا۔ ان مقبولین کی زندگیاں جہاد میں گزر گئیں۔ (مجموعہ رسائل جلد دوم ص ۳۶۰ تا ص ۳۶۳)

بیٹوں کے نام:

مولانا اوکاڑویؒ نے اپنے فرزندوں کے نام خلفائے راشدین کے اسماء پر رکھے۔ چنانچہ آپ کے پانچ بیٹوں کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں۔ محمد ابوبکر، محمد عمر، محمد عثمان، محمد علی، محمد معاویہ پہلے چاروں کے نام تو قرآن کے موعودہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام پر ہیں اور پانچویں بیٹے کا نام محمد معاویہ رکھ کر اظہار کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد وہ بالاتفاق برحق خلیفہ تھے۔ رضوان اللہ علیھم اجمعین.

رافضیت وخارجیت:

مولانا اوکاڑویؒ نے مثبت طور پر صحابہ کرامؓ کی قرآنی عظمت اور خلفائے راشدینؓ کے فتاوی اور ان کی اہمیت کو جس طرح بیان کیا ہے۔ اس سے رافضیت اور خارجیت کی بنیادیں خود بخود منہدم ہو جاتی ہیں اس لئے کہ روافض خلفائے راشدینؓ میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰؓ کو برحق پہلا خلیفہ اور امام معصوم مانتے ہیں۔ چنانچہ کلمہ واذان میں بھی خلیفہ اول بلافصل کا اظہار واعلان کرتے ہیں اور باقی تین خلفائے راشدینؓ کی خلافت کی بلکہ ان کے ایمان کی بھی نفی کرتے ہیں۔ اور جماعت صحابہؓ میں سے بھی وہ چند صحابہؓ کو برحق مومن مانتے ہیں اور باقی صحابہ کرامؓ کے ایمان کی بھی نفی کرتے ہیں العیاذ باللہ خوارج خلفائے راشدینؓ میں سے پہلے تین خلفائے راشدینؓ کو مانتے ہیں اور جنت کے جوانوں کے سرداروں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما میں سے حضرت امام حسینؓ کو باغی اور یزید کو خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں جیسا کہ محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف خلافت معاویہ ویزید اور تحقیق مزید وغیرہ میں ہرزہ سرائی کی ہے۔ العیاذ باللہ۔ لیکن ان کے برعکس مولانا اوکاڑوی مرحوم اور اہل سنت والجماعت تمام جماعت صحابہؓ اور چاروں خلفائے راشدینؓ اور ازواج مطہرات سمیت دیگر اہل

بیت حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین کو جنتی مانتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین.

تنبیہ:

روافض، خوارج، اور مودودی فرقہ کے ساتھ ہمارا اہل سنت والجماعت کا اصولی اختلاف ہے اور اصولی اختلاف میں حق و باطل کا تقابل ہوتا ہے یعنی ایک فریق حق پر ہوتا ہے اور دوسرا باطل پر لیکن فروعی اختلاف یعنی اجتہادی اختلاف حق کے دائرہ میں ہوتا ہے۔ یعنی ان میں حق و باطل کا تقابل نہیں ہوتا بلکہ دونوں فریق حق پر ہوتے ہیں۔ البتہ ایک فریق اس اجتہاد میں صواب پر ہوتا ہے اور دوسرا خطا پر۔ مجتہد مصیب کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجتہاد کی وجہ سے دوسرا اصواب کی وجہ سے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله الا جر.

مماتیت اور غیر مقلدیت:

فخر ملت مولانا اوکاڑویؒ نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں مماتیت اور غیر مقلدیت کے ابطال کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور ان دونوں گروہوں کے بڑے بڑے مناظرین کو شکست فاش دی ہے۔ مماتیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بعد از وفات رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر تو قبر شریف میں محفوظ ہے لیکن آپؐ کے جسم پاک میں روح کے تعلق سے کوئی حیات نہیں ہے اور آپ وہاں مردہ پڑے ہوئے ہیں نہ درود شریف دور سے ان تک پہنچتا ہے اور نہ آپ عند القبر سنتے ہیں اور وہ اس عقیدے سماع عند القبر کو بھی شرک قرار دیتے ہیں العیاذ باللہ لیکن اس کے برعکس اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی زمینی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہاں روح پاک کے تعلق سے جسد اطہر میں حیات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے دور سے بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت اقدس میں امتیوں کا درود شریف پہنچتا ہے اور قبر شریف پر حاضر ہونے والے کا درود آپ بلاواسطہ خود سنتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته ''جو شخص میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھے گا اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک بھیجا جائے گا'' حیات النبی ﷺ کے بارے میں جو اختلاف شدت اختیار کر گیا تھا اور جس کی وجہ سے حیاتی اور مماتی دو گروہ بن گئے۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل عبارت تجویز فرمائی تھی۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہوتے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپؐ سنتے ہیں''

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں یہ عبارت حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب فاضل دیوبند کی جامع مسجد ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے فریقین کے سامنے ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو پیش فرمائی۔ جس پر حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے اور حضرت قاضی نور محمد صاحبؒ فاضل دیوبند (جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں) نے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم نے دستخط کئے اس اجلاس میں حضرت عبداللطیف صاحب جہلمیؒ کے ہمراہ بندہ بھی موجود تھا، اور یہی عبارت پھر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں ماہ اگست ۱۹۶۲ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔ لیکن اس اجلاس میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی شریک نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مذکورہ عقیدہ کو تسلیم کیا بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کے عند القبر سماع کو شرک قرار دیتے ہوئے اس جہاں سے انتقال کر گئے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ راولپنڈی کے مذکورہ اجلاس کی مفصل کاروائی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ (متوفی یکم جنوری ۲۰۰۱ء) نے اپنی کتاب ھدایۃ الحیران کے دوسرے ضخیم ایڈیشن میں شائع کردی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی اس کتاب میں "عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے انکار کا پس منظر" کے عنوان کے تحت فریقین کے مابین معاہدہ سکھر اور ثالث وغیرہ سے متعلق سارے حالات مفصل بیان فرمائے ہیں جو قابل استفادہ اور قابل عبرت ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا غلام اللہ صاحب مرحوم اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر کے ثالث تسلیم کرلیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ، بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی وحضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم مندرجہ ذیل فریقین نے مسئلہ حیات النبی ﷺ (حیات برزخی وحیات دنیوی) کے تصفیے کے لئے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کرلیا ہے۔ امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکورہ میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کرلیں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کرلیا ہے۔ ہم آپ کے فیصلہ کے پابند ہوں گے۔ نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں تاریخ ۱۸/۱۷ جنوری ۱۹۶۱ء مقرر کی گئی ہے۔ والسلام المرقوم ۵ جنوری ۱۹۶۱ء دستخط فریقین مولانا محمد علی جالندھری، لال حسین اختر، لاشی غلام اللہ، عنایت اللہ (ملاحظہ ہو ہدایۃ الحیران طبع دوم ص ۳۳-۳۲) پھر یہ مناظرہ کیوں نہیں ہوا؟ اس کی تفصیل بھی اسی

کتاب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے بیان کردی ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ بمقام کالری دروازہ گجرات میرے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی کے مابین مناظرہ مقرر ہوا تھا۔ موضوع مناظرہ، اصل مسئلہ حیات النبی (ﷺ) تھا اور اسی دن اسی مقام پر مولانا محمد علی جالندھریؒ اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے مابین مناظرہ مقرر ہوا تھا۔ موضوع مناظرہ دیوبندی مسلک تھا یعنی حیات النبیؐ کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک کیا ہے لیکن بعد میں مولانا جالندھری نے مجھے خط لکھا کہ: ''اب گجرات میں مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ مناظرہ کے لئے سکھر میں ثالث حضرات تجویز کیے جارہے ہیں اس لئے آپ گجرات نہ جائیں۔ مفتی عبدالشکور شاہ صاحب نے شاہ صاحب اور میرے مابین ہونے والے مناظرہ کا تو اس کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔'' لیکن مولانا جالندھریؒ اور شاہ صاحب کے مابین مناظرے کا تذکرہ نہیں کیا۔ غالباً مولانا جالندھریؒ کے مجوزہ مناظرے کا آپ کو علم نہیں ہو سکا واللہ اعلم اور علاوہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے حضرت مفتی عبدالشکورؒ نے مولانا غلام اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب تفسیر جواہر القرآن کے بعض ان تفسیری بیانات پر بھی تنقید و جرح کی ہے جو جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب فاضل دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ایک سنی حنفی دیوبندی راسخ العقیدہ اور محقق عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھا، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز طریقت تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

غیر مقلدیت:

مولانا محمد امین اوکاڑویؒ اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف بہت زیادہ سرگرم رہے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ عصر حاضر کے تمام مذہبی فتنوں کی بنیاد غیر مقلدیت ہے اور تقلید سے ہی ان فتنوں سے تحفظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

تقلید کی تعریف اور اس کا شرعی مفہوم:

اس سوال کے جواب میں کہ تقلید کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ تقلید کا لغوی معنی پیروی ہے اور لغت کے اعتبار سے تقلید، اتباع، اطاعت اور اقتدا سب ہم معنی ہیں۔ تقلید کے لفظ کا مادہ قلادہ ہے۔ یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ڈالا جائے تو ہار کہلاتا ہے اور جب جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے۔ ہم چونکہ انسان ہیں اس لئے انسانوں والا معنی بیان کرتے ہیں اور جانوروں کو جانوروں والا معنی پسند

ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا'' (الاقتصاد ص ۵) تقلید کی اس تعریف کے مطابق راوی کی روایت کو قبول کرنا تقلید فی الروایۃ ہے اور مجتہد کی درایت کو قبول کرنا تقلید فی الدرایۃ ہے۔ کسی محدث کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے اور کسی محدث کی بات سے کسی راوی کو ثقہ یا مجہول یا ضعیف ماننا بھی تقلید ہے۔ کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول حدیث، اصول تفسیر اور اصول فقہ کو ماننا بھی تقلید ہے۔

تقلید جائز اور ناجائز:

جس طرح لغت کے اعتبار سے کتیا کے دودھ کو بھی دودھ کہا جاتا ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ کہتے ہیں مگر حرام اور حلال کا فرق ہے۔ اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر حق کی مخالفت کے لئے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین خدا اور رسول خدا ﷺ کی مخالفت کے لئے اپنے گمراہ وڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔ اور اگر حق پر عمل کرنے کے لئے تقلید کرے کہ میں مسائل کے بارہ میں استنباط نہیں کر سکتا اور مجتہد کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ اس لئے اس سے خدا اور رسول اللہ (ﷺ) کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے:

صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کو نواب صدیق حسن خان صاحب حدیث مشہور کہتے ہیں (الروضۃ الندیہ جلد ۲ ص ۲۴۶) اجتہاد کا مقام متعین ہے کہ جو مسئلہ صراحتاً کتاب و سنت سے نہ ملے اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔ (نوٹ) محدثین کا اصول حدیث بنانا کسی حدیث کو صحیح، ضعیف کہنا، کسی راوی کو ثقہ یا مجروح قرار دینا ان کا اجتہاد ہے۔ ظاہر مسائل اجتہادیہ میں ہی مجتہد کی تقلید کی جاتی ہے۔ اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ القیاس مظہر لامثبت (شرح عقائد نسفی) کہ ہم کوئی مسئلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں بناتے بلکہ ہر مسئلہ کتاب و سنت اور اجماع سے ہی ظاہر کر کے بیان کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں۔ وہاں نہ ملے تو سنت سے وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہؓ سے، اگر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس حکم کی طرف خلفائے راشدینؓ ہوں اس سے لیتے ہیں۔ اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے اس طرح مسئلہ کا حکم تلاش کرتے ہیں جس طرح حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتے ہیں اور وہ

جواب اس کی ذاتی رائے نہیں بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔

کون تقلید کرے؟

ظاہر ہے کہ حساب دان کے سامنے جب سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھے گا۔ اس طرح مسائل اجتہادیہ میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب وسنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب وسنت سے مسئلہ استنباط کرنے (یعنی نکالنے) کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے کتاب وسنت کے ماہر سے پوچھ لوں کہ اس میں کتاب وسنت کا کیا حکم ہے؟ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مقلد ان مسائل کو ان کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد خدا اور مراد رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

سوال سوم:

کیا قرآن وحدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرو؟ (الجواب) قرآن پاک میں قرآن کی تلاوت کا حکم تو موجود ہے مگر ان دس قاریوں کا نام مذکور نہیں جن کی قراءتوں پر آج ساری دنیا تلاوت قرآن کر رہی ہے اور نہ یہ حکم ہے کہ ان دس قاریوں میں سے کسی ایک قاری کی قراءت سے قرآن پڑھنا ضروری ہے لیکن ہمارے ملک پاک وہند میں سب مسلمان قاری عاصم کوفیؒ کی قرات اور قاری حفص کوفیؒ کی روایت پر قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں کہ ساری زندگی ایک قراءت پر قرآن پڑھنا کفر ہے یا شرک ہے یا حرام یا جائز؟ اسی طرح کتاب وسنت سے سنت کا واجب العمل ہونا ثابت ہے مگر نام لے کر بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کو صحاح ستہ نہیں کہا گیا۔ نہ بخاری ومسلم کو صحیحین کہا گیا، نہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا۔ جس طرح ان دس قاریوں کا قاری ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اسی طرح اصحاب ستہ کا محدث ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسی طرح ان چاروں اماموں کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اور مجتہد کی تقلید کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

غیر مقلدیت کی تعریف:

مجتہد اور مقلد کا مطلب تو آپ جان لیا۔ اب غیر مقلد کا معنی بھی آپ سمجھ لیں کہ جو نہ خود اجتہاد کر سکتا ہو اور نہ کسی کی تقلید کرے یعنی مجتہد ہو نہ مقلد۔ جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی مقتدی، لیکن جو شخص نہ امام ہو اور نہ مقتدی وہ غیر مقلد ہے۔ یا جیسے ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے باقی رعایا لیکن جو نہ حاکم ہے نہ رعایا وہ

غیر مقلد ہے۔ (مجموعہ رسائل جلد اول ص۳ تا ۵) ماشاء اللہ مولانا اوکاڑوی مرحوم کے مذکورہ تحقیقی بیان کو اگر سمجھ لیا جائے تو تقلید شرعی پر تمام اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے اور تقلید کی ضرورت سمجھی جاسکتی ہے اور غیر مقلدیت کے فتنے سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔

امام کعبہ کا فتویٰ:

۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء کو ڈاکٹر عدنان حکیم صاحب نے مسئلہ تقلید، اجماع اور قیاس سے متعلق ایک استفتاء دارالافتاء مملکت سعودیہ کو بھیجا تھا جس کا جواب امام الحرمین شریفین فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے دیا۔ مذکورہ استفتاء اور اس کے جوابات عربی میں تھے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند نے شائع کیے ہیں اور ان کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ یہاں صرف اردو ترجمہ نقل کیا جارہا ہے۔ اگرچہ سارے سوالات و جوابات بہت اہم اور مفید ہیں لیکن بخوف طوالت یہاں صرف مسئلہ تقلید کے متعلق سوالات و جوابات شائع کیے جارہے ہیں۔

سوال نمبر ۸: اسلامی شریعت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسئلہ تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں (۱) مجتہدین یعنی وہ علماء جو دلائل سے مسائل مستنبط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے تقلید جائز نہیں بلکہ ان پر اجتہاد واجب ہے (۲) عوام، یعنی وہ لوگ جو اجتہاد کی قدرت واہلیت نہیں رکھتے ان کے لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے، اور تقلید سے مراد یہ ہے کہ فقہی مسائل میں دلیل جانے بغیر مجتہد کے قول کی اتباع کرنا اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ''پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔'' (الانبیاء: ۷)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان زخمی صحابی کے مشہور واقعہ میں کہ ''جب وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا'' عاجز آدمی کے لئے بجز سوال کے کسی بات . ں شفاء نہیں، (ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد، حاکم طبرانی) اور عامۃ الناس کو اجتہاد کا مکلف بنانا متعذر ہے، کیونکہ اجتہاد کا تقاضا ہے کہ مجتہد میں خاص ذہنی صلاحیت ہو، علم میں پختگی ہو اور لوگوں کے احوال اور وقائع کی معرفت اور طلب علم اور اس پر صبر کی عادت اور اگر سب لوگ ان شرائط کو پورا کرنے کے لئے ان کے حصول میں مشغول ہو جائیں تو کاروبار معیشت باطل ہو جائیں گے اور نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۹: کیا آیت کریمہ ''اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید پر منطبق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: آیت سے مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اپنے احبار کو ارباب کی طرح بنالیا۔ کیونکہ انہوں نے ان کی ہر چیز

میں اطاعت کی چنانچہ امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی آپ نے فرمایا اے عدی اس کو اتار پھینک، یہ بت ہے اور میں نے آپؐ سے سنا آپؐ نے سورۃ برأۃ کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابامن دون اللہ والمسیح ابن مریم** (توبہ آیت نمبر۳۱) پھر فرمایا خوب سن لو وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے یہ اس کو حلال سمجھتے اور وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام سمجھتے۔ سو کہاں ائمہ اربعہ اور کہاں وہ احبار جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور اللہ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس بات سے ائمہ اعلام کو ان احبار جیسا سمجھا جائے۔ کیونکہ ان ائمہ نے شریعت اسلامیہ کی خدمت میں اپنی پوری قوت صرف کی اور اس میں اپنی زندگیاں لگادیں اور ان کے درمیان جو مسائل میں اختلاف ہے وہ درحقیت اجتہادات کی وجہ سے ہے ان کا یہ اختلاف باعث اجر ہے اور یہ کہنا کے مذکورہ بالا آیت ائمہ اربعہ کو بھی شامل ہے، جھوٹ ہے بہتان ہے۔ اس کا سبب جہالت عظیمہ ہے۔

سوال نمبر۱۰: کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید شرک وکفر کے زمرہ میں داخل ہے؟

جواب: ائمہ اربعہ کی تقلید غیر مجتہد کے لئے جائز ہے اور اس کا کفر وشرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ائمہ اربعہ حق اور دین حق کے داعی ہیں۔ انہوں نے اپنے نفوس کو علم شریعت کے سیکھنے سکھانے کے لئے وقف کردیا۔ حتٰی کہ اس علم کا بڑا حصہ پایا جس کی وجہ سے ان میں اجتہاد کی قدرت وصلاحیت پیدا ہوگئی۔ سو عامۃ المسلمین جو ان کے مقلد ہیں وہ راہ ہدایت اور راہ نجات پر ہیں انشاء اللہ۔

سوال نمبر۱۱: اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مقلدین شرک اور کفر کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ اس کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں اور یہ عقیدہ دلالت کرتا ہے شریعت اسلامیہ سے بڑی جہالت پر کیونکہ شریعت اسلامیہ نے کفر وایمان اور شرک وتوحید کے درمیان فرق کیا ہے، ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ دین کا اتنا حصہ ضرور سیکھے جس کے ساتھ وہ شرک وکفر اور اجتہاد کے درمیان فرق کرسکے (ملاحظہ ہو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند فروری ۲۰۰۱ء) تقلید کے بارے میں امام حرمین شریفین کے تحقیقی جوابات غیر مقلدین کے لئے تازیانہ عبرت ہیں یہاں ملحوظ رہے کہ سعودی مملکت عربیہ کے علما حنبلی ہیں جو امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔

اہل سنت حنفی کی فتوحات:

مولانا اوکاڑوی مرحوم لکھتے ہیں کہ: ''یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے اسلام جو ایک عالمگیر دین

ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانے کا سہرا اہل السنت والجماعت احناف کے سر ہے اور کوئی فرقہ اس عالمگیر حیثیت کو پا بھی نہ سکا۔ پوری دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں خدا کا قرآن رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیمات اور فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت اسی جماعت کی مرہون منت ہے اور جن مقدس ہستیوں کے ہاتھوں پہ لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا وہ سب بھی اہل السنت والجماعت حنفی کہلائے۔" اس حقیقت کا اعتراف نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد) نے یوں فرمایا کہ: "خلاصہ حال مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اس مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں" (ترجمان وہابیہ ص ۱۰) اسی حقیقت کو علامہ شکیب ارسلان یوں فرماتے ہیں کہ: "مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو اور مقلد ہے۔ سارے ترک اور بلقستان کے مسلمان، چین کے مسلمان، ہندوستان کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان، شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں" (حاشیہ حسن المساعی ص ۶۹)

۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار یہ ہیں: اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل السنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین کا اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا۔ اس لئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں ان کا نام و نشان نہیں: چنانچہ غیر مقلدوں کے مشہور عالم اور مؤرخ مولانا محمد شاہجہان پوری نے ۱۹۰۰ء میں اپنی کتاب الارشاد تحریر فرمائی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳) غیر مقلد مؤرخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ایک نیا (بدعتی) فرقہ ہے۔ اور یہ واقعی ایک تاریخی حقیقت ہے کیونکہ اسلامی لٹریچر میں طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ کی کتابیں تو ملتی ہیں جن میں ان کے محدثین، فقہاء، مفسرین، سلاطین اور دیگر علمی طبقات کا تذکرہ ہے مگر اسلامی لٹریچر طبقات غیر مقلدین نامی کتاب کے تذکرہ سے بالکل خالی ہے۔ مذاہب اربعہ کی کتب حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اسماء الرجال تو دستیاب ہیں مگر غیر مقلدین کی کوئی حدیث تفسیر، فقہ اصول فقہ وغیرہ کی کتاب انگریز کے دور

سے پہلے کی موجود نہیں ہے۔نہ دور برطانیہ سے پہلے ان کا ترجمہ قرآن، ترجمہ حدیث، نہ نماز کی کتاب، تو اس فرقہ کے نیا (بدعتی) ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہوسکتا۔ الغرض یہ ملک پاک و ہند (متحدہ ہندوستان، جس کے ہونے کی پیشین گوئی زبان رسالت مآب ﷺ نے فرمائی تھی۔ دیکھو مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸ جلد دوم ص ۳۲۹) اس فتح کی یہ پیشین گوئی اہل سنت والجماعت احناف کے ہاتھوں پوری ہوئی اور اس ملک میں صدیوں تک اسلامی قانون یعنی فقہ حنفی کا نفاذ رہا (مجموعہ رسائل جلد ۳ ص ۱۹۶ تا ۱۹۸)

غیر مقلدین سے سوالات:

مولانا اوکاڑوی مرحوم نے ایک رسالہ میں غیر مقلدین سے دوسو اور دوسرے رسالہ میں ۳۹۸ سوالات کیے ہیں۔ (مجموعہ رسائل) (نوٹ) چونکہ غیر مقلدین احناف سے بھی سوالات کرتے رہتے ہیں اس لئے اس کے ردِ عمل میں وکیل حنفیت مولانا اوکاڑویؒ نے غیر مقلدین سے سینکڑوں سوالات کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

مسعودی فرقہ کے سوالات کے جوابات:

مسعودی فرقہ چونکہ گوناگوں فرقوں پر مشتمل ہے اس لئے مناظر اسلام مولانا اوکاڑوی مرحوم نے اس فرقہ کی بھی سرکوبی کی ہے۔ چنانچہ مجموعہ رسائل جلد سوم میں فرقہ، جماعت المسلمین کے خودساختہ امام کی جہالتیں اور خیانتیں ثابت کی ہیں۔ مسعود احمد نے حدیث تلزم جماعت المسلمین و امامھم کا مصداق اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو قرار دیا۔ اس کے رد میں مولانا نے فرمایا کہ حدیث میں امام سے مراد خلیفہ وقت ہے جو صاحب اقتدار ہو۔ علاوہ ازیں جن حالات میں یہ حکم فرمایا ہے وہ قرب قیامت کے حالات ہیں۔ مجموعہ رسائل جلد دوم میں ص ۳۱۸ تا ص ۳۵۳ وکیل حنفیت رحمہ اللہ نے مسعود احمد کے لایعنی سوالات کے مسکت اور دندان شکن جوابات دے کر اس کی تلبیسات اور خرافات کا پردہ چاک کر کے اس فتنے کا سر کچل کر رکھ دیا ہے۔

یزیدیت:

معرکہ امام حسینؓ و یزید کے سلسلے میں اہل السنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ (۱) حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں اور دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح جنتی ہیں بلکہ حسب ارشاد نبویؐ دونوں بھائی جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ (۲) معرکہ کربلا میں حضرت امام حسینؓ اپنے اعزہ و رفقاء سمیت شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں۔ (۳) یزید صحابی نہیں ہے۔ اہل سنت والجماعت کے مابین اس کی تکفیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کا فسق متفق علیہ ہے جیسا کہ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدونؒ نے مقدمہ ابن خلدون جلد دوم میں اور حافظ ابن حجر مکیؒ نے صواعق محرقہ میں اس کی تصریح کی ہے اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی

فرماتے ہیں یزید بے شک فاسق تھا (فتاویٰ رشیدیہ) اور بندہ نے خارجی فتنہ حصہ دوم میں مسئلہ فسق یزید پر تفصیلی بحث کی ہے جو قابل استفادہ ہے۔ پاکستان میں محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں یزید کو خلیفہ راشد قرار دیا اور بعض دیوبندیت کی طرف منسوب اہل علم نے بھی عباسی کی تحریرات سے متاثر ہو کر اس کا عقیدہ اپنا لیا۔ چنانچہ ابوریحان مولوی عبدالغفور صاحب سیالکوٹی مؤلف کتاب ''سبائی فتنہ'' بھی اس زمرے میں شامل ہے۔ مناظر اسلام مولانا اوکاڑویؒ نے یزیدیت کے رد میں بھی قلم اٹھایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھلا خط بنام ابوریحان صاحب لکھا تھا جو تجلیات صفدر جلد اول میں شائع ہو گیا ہے۔ اور جس میں آپ نے اپنی مناظرانہ علمی صلاحیت کے ذریعہ ان کو لاجواب اور بے بس کر دیا۔

اکابر کا مسلک ومشرب:

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ چوہڑ ہڑپال (راولپنڈی) نے ایک کتاب بنام اکابر کا مسلک ومشرب تصنیف کی ہے جس میں دیوبندی بریلوی اختلافات کو مثل حنفی شافعی وغیرہ اختلافات قرار دیا۔ مولانا اوکاڑویؒ نے اس کتاب پر بھی تنقیدی تبصرہ کیا ہے جو تجلیات صفدر جلد اول میں شائع ہوا ہے جو قابل استفادہ ہے۔ مولانا مرحوم نے اس میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کی حسب ذیل عبارت بھی پیش کی ہے کہ بریلوی دیوبندی اختلاف ایسا نہیں ہے جیسا حنفیہ شافعیہ کا اختلاف ہوتا ہے بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ''جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد ۶ ص ۱۱۰)

یہاں مذکورہ اختلافی عقائد ومسائل پر تفصیلی بحث کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش بلکہ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ کا مطالعہ بہت وسیع تھا علمی اور اعتقادی فتنوں کی تاک میں رہتے تھے۔ مسلک حق کے خلاف جب اور جہاں بھی ان کو کسی قسم کا کوئی فتنہ نظر آیا تو اس کا تعاقب کرتے دلائل سے اس کا رد کرتے اور اس راہ میں وہ **لایخافون لومة لائم** پر عمل کرنے والے اور استقامت کا پہاڑ تھے اور آیت **ان الذین قالو ا ربنا الله ثم استقاموا** یعنی جن لوگوں نے ربنا اللہ کہا پھر اس پر ڈٹے رہے۔ کا بفضلہ تعالیٰ مصداق تھے۔ تحفظ حق کے لئے ان کی مساعی اخلاص پر مبنی تھیں وہ ریا ونمود سے بلند ہو کر خدمت دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اس راہ سے نہ ان کو کسی کا خوف ہٹا سکتا تھا نہ کوئی لالچ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس شعر کا مصداق تھے تو بے جا نہ ہوگا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مجددؒ کا ارشاد:

دور حاضر میں غلبہ مادیت کا زور ہے جب مال اور حب جاہ کی زہریلی وبا اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔متعدد علمی و دینی عقائد ومسائل بندوں کی اصلاح وہدایت کے لئے ہے۔خواہ وہ وضو کا مسئلہ ہو یا تیمم کا، چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ شیخ فریدؒ کے نام اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ:

''جہانگیر بادشاہ کی اولین امداد یہی ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتاب وسنت اوراجماع امت کے مطابق عقائد اسلامیہ سے ان کو باخبر کیا جائے تاکہ کوئی مبتدع اور کوئی گمراہ غلط راہ پر لے جا کر کام خراب نہ کر دے جناب والا سے توقع ہے کہ خدا نے آپ کو بادشاہ کا قرب اور پھر کلمۂ حق کہنے کی استطاعت اور قدرت دی ہے تو خلوت اور جلوت میں شریعت کی ترویج کے لئے ضرور کوشش فرمائیں گے اور مسلمانوں کو اس کسمپرسی کے عالم سے ضرور نکالیں گے (ترجمہ مکتوب ۴۷ دفتر اول)......(۲) نیز فرماتے ہیں :اے سعادت مند ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب وسنت کے مطابق اس طور پر کہ علمائے اہل حق نے کتاب وسنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں۔اس لئے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے خیالات کی بنیاد قرآن وحدیث ہی پر رکھتا ہے اور وہیں سے اس کو اخذ کرتا ہے۔حالانکہ ان سے کوئی یقین حاصل نہیں ہوتا'' (مکتوب نمبر ۱۵۸دفتر اول)......(۳) مسلمانوں پر ضروری ہے کہ بادشاہ کو ان بدکیشیوں کی رسومات کی قباحت پر مطلع کریں اور ان کے مٹانے کی پوری پوری کوشش کریں۔جو کچھ ان میں باقی رہ گئی ہیں ان کا بقا شاید اسی وجہ سے ہے کہ بادشاہ کو ان کی خرابی کا علم نہ ہو (مکتوب نمبر ۱۹۷)......(۴) تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ضروریات طریقت میں سے ایک اعتقاد صحیح بھی ہے جس کو علمائے اہل سنت نے کتاب وسنت اور آثار سلف سے سمجھا۔نیز قرآن وحدیث کو بھی ان ہی معانی پر محمول کرنا جو علمائے اہل سنت نے سمجھے ہوں ضروریات دین میں سے ہے۔اور اگر بالفرض کشف والہام سے جمہور علماء کے خلاف کسی نص کے معنی معلوم ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہئے۔کیونکہ جمہور علماء کے آراء کے خلاف جو معانی سمجھے جائیں وہ مقام اعتبار سے قطعاً ساقط ہیں۔اس لئے کہ ہر مبتدع اور ہر گمراہ اپنے معتقدات کو بزعم خود قرآن وحدیث سے ہی نکالتا ہے (مکتوب نمبر ۲۸۶ دفتر اول)......(۵) یہ فقیر حق سبحانہ وتعالیٰ سے نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی باتیں پیدا کی گئی ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کے زمانے میں موجود نہ تھیں اگرچہ وہ روشنی میں سفیدی صبح کی طرح ہوں پھر بھی اس ناتواں کو ان سے محفوظ رکھے اور ان میں مبتلا نہ کرے (مکتوب نمبر ۱۸۶ دفتر اول)......بہر حال یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہئے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے

ارشادات کے تحت اکابر علمائے اہل سنت دیوبند نے سنت اور بدعت کا فرق سمجھایا ہے۔عقائد اہل سنت والجماعت کی اشاعت کی ہے،اور اس راہ میں جو تکالیف اور اذیت پہنچی ہیں ان کو حق تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہے۔لیکن جو کام بھی دین کا کیا ہے دلائل و براہین سے اس کا اثبات کیا ہے۔رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔مناظر اسلام حضرت مولانا اوکاڑویؒ کو بھی حق تعالیٰ نے اکابر کی اتباع میں ہی مذہب اہل السنت والجماعت کی تبلیغ وتحفظ کی توفیق دی ہے۔شرعی دلائل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل السنت والجماعت چار دلائل شرعیہ کے قائل ہیں۔ (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ۔ ان دونوں کو نص کہا جاتا ہے کیونکہ کتاب اللہ صحیفۂ علم ہے اور سنت اس کا نمونہ عملی (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی'' ائمہ اربعہ کا اتفاق صحابہؓ کے اتفاق پر مبنی ہے اور ائمہ اربعہ کا اختلاف صحابہؓ کے اختلاف پر مبنی ہے جن مسائل میں صحابہؓ اور ائمہ کا اجماع ہے ان سے اختلاف کرنا اجماع سے اختلاف ہے اور جن مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ان میں کوئی نیا اختلاف اجماع سے اختلاف ہے،اس لئے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہل سنت والجماعت ہیں۔جو ان سے خارج ہے وہ اہل سنت والجماعت نہیں۔بحوالہ طحاوی، مظہری (مجموعہ رسائل جلد سوم ص ۷۳۔۷۷) مولانا مرحوم کے مجموعہ رسائل تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور تجلیات صفدر کے نام سے آپ کے افادات بھی چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا کے اساتذہ:

مولانا اوکاڑویؒ نے خصوصاً چار اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہے (۱) حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحبؒ (۲) حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ۔یہ دونوں بزرگ ضلع اٹک کے رہنے والے ہیں اور بحرالعلوم حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں (۳) حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب فاضل دیوبند خطیب اوکاڑہ رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور دام مجدہم۔حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی ایک دفعہ حضرو میں زیارت ہوئی تھی آپ دارالعلوم تعلیم القرآن میں شیخ الحدیث بھی رہے ہیں اور آپ مصنف بھی ہیں،آپ نے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تدریس کے دوران ہی مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بڑی مدلل اور محققانہ کتاب ارشاد العلماء الیٰ تحقیق مسئلہ سماع الموتیٰ وحیاۃ الانبیاء لکھی تھی۔حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر شیخ الحدیث جامع نصرت العلوم گوجرانوالہ دام مجدہم بھی حضرت مفتی صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔حضرت مولانا عبدالحنان کی ملاقات ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران سنٹرل جیل منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہوئی تھی بڑے وجیہہ عالم وفاضل تھے اور حضرت مولانا

ضیاء الدین صاحب کی ملاقات بھی سنٹرل جیل منٹگمری میں ہوئی تھی۔انہوں نے اپنی بیعت کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرے والد صاحب حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے بیعت تھے لیکن میرا میلان حضرت مدنیؒ کی طرف تھا اور والد صاحب نے اجازت دے دی تھی۔جب میں نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے عرض کیا تو فرمایا میری بیعت میں تو جیلیں کاٹنی پڑیں گی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے منظور ہے پھر حضرت نے بیعت فرمایا۔یہ ہے بیعت کی حقیقت کہ مرشد حق کی پیروی میں ہر چیز قربان کردی جائے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ انگریز کی مخالفت جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے کرتے تھے۔جب بندہ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو آپ داڑھی کو سیاہ خضاب لگاتے تھے ایک دن کسی طالب علم نے رقعہ میں لکھا کہ حضرت سیاہ خضاب تو ناجائز ہے آپ کیوں لگاتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ مجاہد کے لئے جائز ہے اور میں اس وقت انگریز سے جہاد کررہا ہوں بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے خضاب لگانا چھوڑ دیا تھا۔حضرت جامع الکمالات تھے۔اگر حضرت کے جہادی کمالات کی جھلک دیکھنی ہو تو آپ کا مولفہ رسالہ اسیر مالٹا اور خودنوشت سوانح عمری بنام نقش حیات (دو جلدوں میں) کا مطالعہ کریں حضرت کی روحانی قوت کے بارے میں امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:''آپ وہ دریا ہضم کئے ہوئے تھے جس کا ایک جرعہ بھی بے خود کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے''(الجمعیت دہلی کا شیخ الاسلام نمبر ص ۶۱)

کامیاب مناظر:

مولانا اوکاڑویؒ کو حق تعالیٰ نے تبحر علمی کے ساتھ مناظرانہ صلاحیتیں بھی عطا فرمائی تھیں ہر عالم مسائل فقہ وحدیث کے موضوع پر مناظرہ نہیں کرسکتا اس کے لئے علوم فقہ وحدیث میں مہارت کے علاوہ اسماء الرجال پر بھی گہری نظر کی ضرورت ہے۔حق تعالیٰ نے آپ کو ان علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔آپ کا حافظہ بھی بلا کا تھا اور اسماء الرجال پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔اور اہل سنت اور اہل حدیث (یعنی غیر مقلدین) کے مابین متعدد مناظرے ہوئے جن میں غیر مقلدین کر بڑے بڑے مناظروں نے آپ سے شکست کھائی،اور اب تو یہ حال ہو گیا تھا کہ کوئی غیر مقلد عالم اور کوئی مماتی مناظر آپ کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔آپ دور حاضر میں بلا مبالغہ سلطان المناظرین تھے اور ہر فرقہ باطلہ سے مناظرہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے بلا توقف۔

تواضع اور بے نفسی:

دور حاضر میں کامیاب مقررین اور مناظرین اور خوش الحان نعت خوان عموماً خودرائی اور کبر نفس میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور عملی زندگی ان کو بہت کمزور ہوتی ہے اور بعض تو پابندی نماز سے بھی آزاد ہوجاتے ہیں لیکن حق تعالیٰ نے مولانا کو حب مال اور حب جاہ کی مہلک بیماریوں سے بڑی حد تک محفوظ فرمادیا تھا۔آپ اتباع سنت

میں کوشاں رہتے تھے اور اپنی اصلاح کی بھی فکر رکھتے تھے۔

حضرت لاہوریؒ سے بیعت:

بندہ کی ملاقات موصوف سے چکوال، بھیں اور جہلم کے جلسوں میں ہی ہوتی تھی۔ایک دفعہ جامع شریعت وطریقت، صاحب کشف وکرامت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری صاحب کی مجلس ذکر کا تذکرہ ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت لاہوری کی زیارت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نے تو حضرت سے بیعت بھی کی ہے۔پھر بتایا کہ ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہم تو لوگوں کو نماز باجماعت کے بعد ذکر جہر سے منع کرتے ہیں اور آپ مجلس ذکر میں ذکر جہر کراتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہماری مجلس ذکر کا مقصد تعلیم ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ مجلس ذکر میں مریدین کو ذکر کی تلقین کرتے ہیں یعنی ان کو ذکر کرنا سکھلاتے ہیں۔چنانچہ مجلس ذکر میں حضرت فضائل ذکر بھی بیان فرماتے تھے اتباع سنت کی بھی تاکید فرماتے تھے اور ذکر کرنا بھی سکھلاتے تھے اور اس کے باوجود مجلس ذکر کو ضروری نہیں قرار دیتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ منچن آباد ضلع بہاولنگر کے جلسہ پر جاتے ہوئے ریل کے سفر میں جانشین حضرت لاہوری حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ سے میں نے تنقیدی لہجہ میں کہا کہ یہ آپ نے کیا بنا رکھا ہے کہ فلاں ماسٹر کو اور فلاں حافظ کو آپ مجلس ذکر کی اجازت دے دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ خود حضرت لاہوریؒ نے مجلس ذکر ترک کر کے یہ سمجھا دیا تھا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔نیز حضرت لاہوریؒ صاحب کشف والہام تھے۔آپ کو آئندہ اس کے مفاسد نظر آ گئے ہوں گے علاوہ ازیں ذکر جہر کوئی مقصود بالذات نہیں ہے چنانچہ حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہئے نہ بہت آہستہ آہستہ۔بعض نو وارد آ جاتے ہیں جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ بہت بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔تربیت یافتہ حضرات کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔آہستہ سے ان کے کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے (مجلس ذکر حصہ پنجم ص ۱۸۸۔۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء خدام الدین لاہور ۳ جولائی ۱۹۹۸ء) حضرت کا یہ ارشاد ان کے لئے باعث عبرت ہے جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ذکر جہر کرتے ہیں۔علاوہ ازیں حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا:

''حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر واجب قرار دیتے ہیں۔کوئی شخص اس میں شریک ہو تو چشم ماروشن دل ماشاد۔اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور

نہیں کرتے۔لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے شامل ہوتا ہے خالی نہیں لوٹتا بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بروں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔حضرت نے ایک دفعہ مرکز میں مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لئے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔'' (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

مولانا جہلمیؒ:

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم وبانی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوریؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ان سے میں نے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ایک ہی دفعہ حضرت کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔حضرت نے نہ تو کبھی مجھے وہاں مجلس ذکر میں حاضر ہونے کے متعلق فرمایا اور نہ مجلس ذکر قائم کرنے کا حکم فرمایا۔چنانچہ ہم نے دیکھا کہ حضرت لاہوریؒ غالباً دو تین مرتبہ جہلم تشریف لائے ہیں لیکن آپ نے مجلس ذکر منعقد نہیں کی۔مولانا جہلمی اور بندہ ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی معیت میں ایبٹ آباد گئے تھے۔لیکن آپ نے وہاں مجلس ذکر منعقد نہیں کی۔لیکن اب تو یہ حال ہے کہ حضرت لاہوریؒ کے سلسلہ قادریہ میں جو لوگ پیری مریدی کرتے ہیں وہ تو جہاں جاتے ہیں عموماً وہاں مجلس ذکر منعقد کرتے ہیں اور درس قرآن کی جگہ مجلس ذکر نے لے لی ہے۔مجالس ذکر کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں اور بعض جگہ تو مجلس ذکر کے بعد مٹھائی بھی تقسیم ہوتی ہے اور کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔

اہل اللہ کی خانقاہیں:

پہلے تو خواص اہل اللہ کی خانقاہیں ہوتی تھیں وہاں اہل سلوک ذکر بھی کرتے تھے اور ان خانقاہوں سے،ان کا تزکیہ نفس ہوتا تھا مثلاً قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور قطب وقت حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہیں۔لیکن اب تو دکانوں کی طرح متصوفین نے خانقاہیں بنا رکھی ہیں۔گویا پیری مریدی اور خلیفہ سازی کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔لوگوں کو کھینچ کھینچ کر مجالس ذکر میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حکیم الامت امام طریقت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک اصلاحی تقریر میں فرمایا۔اس تقریر سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ مشیخیت (یعنی پیر و شیخ بننا) کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔پس جو لوگ پیر بننے کی کوشش کرتے ہیں اور تدابیر سے اس میں کامیاب ہوتے ہیں وہ سچے مشائخ نہیں بلکہ جھوٹے ہیں۔حقیقی

مشائخ کبھی اس کے لئے سعی نہیں کرتے۔ بلکہ اس منصب سے گھبراتے اور عافیت طلب کرتے ہیں اور محض اپنے مشائخ کے امر سے مجبور ہوکر اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مقام پر علماء نے جو دروازہ مشیخیت کھولنے سے منع فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کے لئے کوشش نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ زمانہ اس کے لئے مناسب نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ جن کو ان کے مشائخ نے بیعت وتلقین کی اجازت دی ہے ان کے پاس ازخود بھی طالبین آئیں تو تعلیم وتلقین نہ کریں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کے اخلاص کا امتحان کر کے تعلیم وتلقین کیا کریں اور انشاء اللہ ہر زمانے میں مخلصین ضرور رہیں گے گو قلیل سہی (رسالہ النور بابت رجب ۱۳۴۸ھ)

ذکر جہر بدعت ہے:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ از ذکر جہری منع می کند کہ بدعت است با آنکہ ذوق وشوق می بخشد (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۳۱) یعنی باوجود اس کے کہ ذکر جہر سے ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے پھر بھی مشائخ نقشبند اس سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے، (۲) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی "آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیة (الاعراف آیت ۵۵) کے تحت لکھتے ہیں ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سراً ھو افضل والجھر بالذکر بدعة الا فی مواضع مخصوصة مست الحاجة الی الجھر بہ کالاذان والاقامة وتکبیرات التشریق وتکبیرات الانتقال فی الصلوٰة للامام والتسبیح للمقتدی اذا ناب نائبة والتلبیة للحج ونحو ذالک (تفسیر مظہری جلد۳ آیت ۵۵) تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے مگر ان مقامات پر کہ جہاں جہر کی شرعی ضرورت پیش آ جائے۔ مثلاً اذان، اقامت اور عید الاضحیٰ کے ایام کی تکبیریں اور امام کے نماز میں رکوع وسجود وغیرہ انتقال کی تکبیریں یا نماز میں کوئی حادثہ پیش آ جائے گا تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا یا تلبیہ حج کے دنوں میں **لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک** بلند آواز سے کہنا وغیرہ گو مشائخ چشتیہ اور قادریہ کے نزدیک ذکر جہر بطور وظیفہ جائز ہے۔ لیکن کسی کے نزدیک ضروری نہیں اور نہ ذکر جہر کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ ذکر جہر تو مبتدی کے لئے بطور علاج کے ہے کہ ایک طرف توجہ اور یکسوئی رہتی ہے اور چونکہ اجتماعی ذکر جہر میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس لئے اکابر مشائخ دیو بند حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ نے مروجہ مجالس ذکر منعقد نہیں کرائیں نہ ہی اپنے خلفاء کو حکم دیا اور نہ ہی ان کے سلسلوں میں اجتماعی ذکر جہر کا عمل پایا جاتا ہے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے بعض خلفاء سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: "مروجہ مجالس ذکر حضرت شیخ الحدیثؒ نے نہیں کرائیں۔ علاوہ ازیں یہ اصول تو موجود ہے کہ

مستحب عمل میں تداعی (یعنی اوروں بلا کر کرنے سے) بدعت بن جاتا ہے"

چنانچہ شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے براہین قاطعہ میں میلاد مروجہ کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ کوئی عمل مندوب و مستحب بھی تداعی سے بدعت بن جاتا ہے، اور اگر عوام اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں تو وہ بھی بدعت بن جاتا ہے اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا بھی خصوصی فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ ذکر مستحب و مندوب ہے لیکن تداعی سے بدعت بن جاتا ہے۔ البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے اور ذکر اللہ کے بارے میں حضرت سہانپوریؒ فرماتے ہیں کہ: "ذکر اللہ اس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع ہو نہ کہ بطور بدعت و معصیت کے۔ پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہوگی اور منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے، وعظ و درس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے" (ایضاً براہین قاطعہ)

ذکر و فکر:

شیخ وقت حضرت احمد علی لاہوریؒ سے تعلق کی برکت سے مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ ذکر اللہ سے غافل نہیں تھے وہ سفر و حضر میں ذکر و وظیفہ کی پابندی کرتے تھے اور اپنی اصلاح میں کوشاں رہتے تھے۔ اصلاح کسی کے تابع ہونے سے ہی ہوتی ہے جو شخص کسی کے تابع بھی نہ ہو وہ کبر نفس کی مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر خسر الدنیا و الاخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ قدس سرہ کے بعد مولانا اوکاڑویؒ نے جو اس ناکارہ کے ساتھ تعلق رکھا تھا وہ اس لئے نہیں تھا کہ میں ان کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا تھا بلکہ ان کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنیؒ سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت تھی، اور کیوں نہ ہوتی جبکہ ان کے شیخ حضرت لاہوریؒ خود حضرت مدنیؒ کے اس درجہ کے عقیدت مند تھے کہ فرماتے تھے کہ جمعیت علماء کے اجلاس میں جب حضرت مدنیؒ تشریف فرما ہوتے تھے تو میں آپ کے احترام میں تین تین چار چار گھنٹے دوزانو بیٹھا رہتا تھا۔ اور بارہا فرمایا کہ مجھے غالباً ۱۴ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی ہے میں نے حضرت مدنی جیسا بزرگ (ولی اللہ) کہیں نہیں پایا، اور ایک مرتبہ پرانی انارکلی بازار کے مدرسہ میں رات کو حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ کی تقریر کا پروگرام تھا بندہ بھی ان دنوں لاہور میں تھا جلسہ میں حاضر ہوا۔ حضرت قاری صاحب کی موجودگی میں ان کی تقریر سے پہلے حضرت لاہوری نے تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور دوران تقریر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ کے جوتوں میں جو علم ہے وہ احمد علیؒ کے دماغ میں نہیں ہے۔ اس سے مراد بفضلہ تعالیٰ وہ برکات ہیں جو حضرت مدنیؒ سے متعلقہ ہر چیز میں سرایت کرتی ہیں۔ واللہ اعلم، تو مولانا اوکاڑویؒ نے حضرت مدنیؒ کے سلسلہ

طریقت میں شمولیت کے لئے اس بندۂ عاصی پر معاصی کو ایک ظاہری واسطہ بنایا تھا۔حق تعالیٰ حضرت مدنیؒ کے طفیل مولانا اوکاڑویؒ کے درجات بلند فرمائے اور اس بندہ کی اور سلسلہ سے منسلک سب احباب کی اصلاح فرمائیں آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

مقصد بیعت:

حضرت مدنیؒ کے مکتوبات چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں جو علوم و معارف کا گنجینہ ہیں۔حضرت جابجا فرماتے ہیں کہ بیعت کا مقصد تزکیہ نفس ہے اور سالکین طریقت کے لئے مقام احسان کا حاصل کرنا ہے۔جس کا ذکر حدیث جبرئیل میں پایا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں قارئین کے استفادہ کے لئے حضرت کی تقاریر کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں (۱) آنحضرت ﷺ کو چار کام سپرد کئے گئے تھے۔جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: یتلو ا علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة (سورۃ جمعہ) قرآن حکیم کی آیات سناتے تھے (اس کا قرآن پاک میں تین چار جگہ ذکر ہے) اللہ تعالیٰ کا کلام سکھاتے تھے حکمت کی باتیں بتلاتے تھے اور چوتھا کام یہ کہ دلوں کا میل کچیل دور کرتے تھے اور ان کو پاک و صاف کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت سے اہل ایمان کے دلوں کا میل کچیل دور ہو جاتا تھا۔غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی پریشانی دور ہو جاتی تھی۔آنحضرت ﷺ روحانیت کے آفتاب تھے صحابہ کرامؓ نے ان سے روشنی حاصل کی۔اس بناء پر اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اسلام کے ساتھ چند منٹ بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رہا ہو وہ بعد میں آنے والے بڑے سے بڑے متقی اور ولی سے بھی اعلیٰ ہے۔رسول اللہ ﷺ کی روحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ طاقتور اور دل و دماغ کو روشن کرنے والی اس لئے ریاضت کی زیادہ حاجت نہیں ہوتی تھی۔ضرورت اس کی تھی کہ اخلاص کے ساتھ مجلس میں حاضر ہو جائے۔مگر جیسا کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپ کی جدائی کے بعد وہ روشنی نہیں رہی۔اسی طرح صحابہ کرامؓ کے زمانے سے جتنا زمانہ دور ہوتا گیا روحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی گئی جس طرح صاف برتن کے صاف کرنے سے میل کچیل جلدی دور ہو جاتا ہے۔صحابہؓ کے صاف قلوب صاف کرنے کے لئے کسی خاص ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر جیسے جیسے میل بڑھتا گیا اور جمتا گیا ریاضت کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی۔احسان کوئی نئی چیز نہیں دل کی صفائی کرنے کا نام احسان ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے۔حدیث جبرئیل میں جو چیز مذکور ہے وہی ہے مگر زمانہ کے بعد کی وجہ سے طبیعتوں میں میل زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے مانجھنے کی ضرورت زیادہ ہو گئی (۲) خدا تعالیٰ نے کئی جگہ ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ہے: یا ایھا الذین امنو اا ذکرالله ذکراً کثیراً ''اے ایمان والوں اللہ کا ذکر زیادہ کرو'' ارشاد فرمایا: ''اگر تم مجھ کو زیادہ

یاد کرو گے میں تم کو یاد کروں گا' کوئی قید نہیں کہ کس طرح ذکر کیا جائے۔ مطلقاً ذکر کا حکم ہے ہمارے بڑے تجربہ کار لوگوں نے کہا ہے کہ ذکر سری سانس کے ساتھ اور ذکر خفی روح کے ساتھ کرو۔

(۳) میرے بھائیو نہ بیعت بدعت ہے نہ طریقت بدعت ہے۔ نہ طریقت شریعت سے جدا ہے۔ طریقت شریعت کی خادم اور اس کی تکمیل کرنے والی ہے بڑے بڑے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ' حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ۔ ان بزرگوں نے وہ طریقے جاری کیے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل ہو ان طریقوں سے مقصود قربت اور آخرت کا حاصل کرنا تھا۔ مگر جیسے ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اسی طرح اس جماعت میں بھی کچھ لوگ داخل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے خرابی پیدا ہو رہی ہے۔ دین کو جال بنا کر دنیا حاصل کرنے والے ہر جماعت میں اور ہر زمانے میں ہوتے ہی آئے ہیں۔ ایک دو کی برائی کی وجہ سے پورے دین میں برائی نہیں ہوتی ہاں بیعت ہونے کے وقت مرشد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کھرا کھوٹا دیکھ کر کرنا چاہئے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

''بسا اوقات شیطان آدم کے بھیس میں آئے گا۔''

(۴) اے میرے بھائیو: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله (آل عمران آیت ۳۱)

کہدو کہ اگر خدا کی خوشنودی اور رضا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی اتباع کرو ان سے محبت رکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے: اعفو اللحی وقصو الشوارب داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔ آج ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا کے دشمنوں کی صورتیں اختیار کرتے ہیں ،اس سے بچنا چاہئے اور ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا چاہئے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے' یہ تقریر حضرت نے مدراس میں فرمائی ہے۔

دوسری تقریر:

یہ تقریر حضرت نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۸۵۷ء ضلع کچھار صوبہ آسام میں فرمائی ہے۔ اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ مجھے آپ حضرات کے سامنے چار باتیں عرض کرنی ہیں ان میں سے ہر ایک بات اس قدر تفصیل رکھتی ہے کہ جس کے بیان کے لئے وقت چاہئے۔ میں کمزوری کی وجہ سے تفصیل

سے عرض نہیں کر سکتا ضعف نہ ہوتا تو میں ان میں سے کچھ تھوڑا تھوڑا عرض کرتا۔ جیسا کہ سلہٹ میں عرض کیا کرتا تھا۔ (۱) پہلی بات میں آپ حضرات کی توجہ خدا کی طرف دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اللہ کی نعمتیں تمام مخلوقات کی طرف متوجہ رہتی ہیں مگر خصوصی طور پر انسان کی طرف بڑے پیمانے پر متوجہ رہتی ہیں ہر انسان کا خدا کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ سب سے بڑی چیز ہم کو ایمان واسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو حکم دیا ہے کہ میری نعمتوں کو یاد کرو۔ ہم سب قرآن پڑھتے ہیں مگر اس کا حق ادا نہیں کرتے ہماری انتہائی درجہ کی نالائقی اور غفلت ہے ہم سب کو چاہئے کہ جو کچھ پڑھا اور لکھا ہے اس پر عمل بھی ہو اور ہم میں جتنے لوگ ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' امیر ہو یا غریب' بادشاہ ہو یا فقیر سب اس کا شکر ادا کریں۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا ذکر تمام عبادتوں کی جان اور مغز ہے۔ بہت ہی عظیم الشان عبادت ہے حضور ﷺ نے اس کو خیر اعمال فرمایا ہے۔ اللہ کے نزدیک سب عملوں میں صاف اور عمدہ عمل اللہ کا ذکر ہے سب سے بڑا مرتبہ اللہ کے ذکر کا ہے۔ نماز کے اندر بڑائی خدا کے ذکر کی وجہ سے آئی ہے۔ اس کے لئے وضو بھی شرط نہیں' وضو نہ ہو تب بھی ذکر کرتے رہو اگر غسل کی حاجت ہو تب بھی ذکر کر سکتے ہو دن میں رات میں جب بھی آپ کو موقعہ ملے اور فرصت ہو' کھڑے ہوں بیٹھے ہوں' سو رہے ہوں جاگ رہے ہوں' کیسا بھی وقت ہو اس کے ذکر سے غافل مت رہو۔ تو بھائی اللہ کا ذکر بہت بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ خواہ جسم سے ہو' روح سے ہو' قلب سے ہو' سانس سے ہو' خفی ہو' جلی ہو۔ (۳) تیسری بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ ہمارے بہت سے بھائی ہیں جو اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور انہوں نے اس کے ذکر میں ترقی کی اور اب اس لائق ہو گئے ہیں کہ ان کو اجازت دے دی جائے تاکہ وہ اور بھائیوں کو بھی اللہ کا نام سکھائیں۔ اس کو اجازت کہا جاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب ذکر میں مداومت پیدا ہو جاتی تھی تو وہ اس کو فوراً اجازت دے دیتے تھے۔ مگر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اجازت نہ دیتے تھے یہاں تک کہ ذات مقدسہ کا مشاہدہ کرکے اور یاد رکھنے کا ملکہ نہ پیدا ہو جائے کہ وہ بغیر ارادہ کے اللہ کا تصور رکھنے لگے اور ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک (یعنی اللہ کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ حاصل نہیں تو اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) جب تک ایسی صورت حال نہ بنے اجازت نہیں دیتے تھے۔ بہر حال آپ بھائیوں میں سے چند ایک اس کے اہل ہو گئے ہیں کہ اب ان کو اجازت دے دی جائے۔ اگر کسی کو اجازت مل جائے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اب اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا گیا ہے' اور اس کے یہ معنی نہیں کہ تم سلوک کے اونچے درجے پر پہنچ گئے ہو اور اب تم ذکر وغیرہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تم کو ایک پختہ سڑک پر پہنچا دیا گیا ہے۔ یہ ایک شاہراہ ہے اس کے اوپر جب تک چلتے رہو گے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا رہے گا۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب ہم کو ذکر کی ضرورت نہیں نہ اس پر

مغرور ہونا اور ناامید ہونا چاہئے جن بھائیوں نے اس طرح کامیابی حاصل کی ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے۔ان کو ہمیشہ ذکر پر مداومت اور ذات مقدسہ کا مراقبہ کرتے رہنا چاہئے غافل ہونا درست نہیں۔ذکر کے بہت سے درجات ہیں اور ذکر کے دوسرے معنی سلوک کے ہیں اس کے دو درجے ہیں۔وصول اور قبول۔وصول کا معنی ذات مقدسہ کا مشاہدہ حاصل ہونا ہے اور قبول کا معنی اللہ کے ہاں قبول ہوجانا،تو وصول صرف متقین اور مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں کئی غیر مسلم بھی اس کو حاصل کر لیتے ہیں۔جیسے کوئی چور کمند لگا کر بادشاہ کے محل میں پہنچ جائے یا کوئی بادشاہ کے حضور میں لایا جائے۔ایک مرتبہ ایک جوگی جو کہ پہاڑوں میں رہتا تھا حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے پندرہ پندرہ کوس کی چیزیں نظر آتی ہیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بغیر مسلمان ہوئے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔تو میں آپ کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔حضرت نے اس کو مسلمان کرلیا۔تو یہ چیز مسلمان کے ساتھ مخصوص نہیں۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب　　　کہ حیف باشد از وغیر ازیں تمنائے

دوسرا درجہ صرف متقین اور مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔اس لئے وصول کے ساتھ ساتھ قبول کے درجہ کو بھی حاصل کرنا چاہئے۔متقدمین صوفیاء کے یہاں اخلاقی درستگی کو مقدم رکھتے تھے بالکل اخیر میں ذات مقدسہ کا مشاہدہ کراتے تھے۔اور جب تک ذکر میں اور دوسری چیزوں میں پختگی نہ آجائے اجازت نہ دیتے تھے۔اور اب متاخرین صوفیاء نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ذکر کے ساتھ ساتھ وصول کرایا جاتا ہے اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بداخلاقیاں دور کرو اور مغرور نہ بنو وغیرہ وغیرہ۔وصول کے بعد اس کے حاصل کرنے میں آسانی ہوگی تو میرے بھائیو!رسول اللہ ﷺ نے جن برائیوں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ان کو دور کرو اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی صورت اختیار کرو۔میں نے بہت مختصر طریقہ سے عرض کیا ہے۔آپ حضرات سنت اور اہل سنت والجماعت کی اطاعت کریں اور اللہ پاک کی پکڑ سے ہر آن ڈرتے رہیں۔(۴)چوتھی بات یہ ہے کہ جو حضرات اجازت کے قابل ہوگئے ہیں ان کی فہرست تیار کرلی گئی ہے وہ آپ کو سناتا ہوں وہ یہ ہیں۔آسام،مدراس،گجرات اور پاکستان بیالیس افراد ہیں(نوٹ)حضرت کے ۱۶۷ خلفاء کی مکمل فہرست الجمیعۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر میں شائع ہوچکی ہے۔(ارشادات مدنی ص ۱۹۷)(نوٹ)یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر ہے جس کے چند ماہ بعد ۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو آپ اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف پرواز کرگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون:

حق تعالیٰ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل مولانا اوکاڑویؒ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اس بندہ عاصی پر معاصی کی اور تمام احباب کی اصلاح فرمائے۔سنی دیوبندی مسلک پر قائم ودائم رکھیں،اپنی مرضیات کی توفیق دیں اور حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکتبۃ العلم لاہور کی چند اہم مطبوعات
ریاض الصالحین (۲ جلد مترجم و معرب)
ریاض الصالحین مع ترجمہ و تشریح (۲ جلد)
از حضرت مولانا شمس الدین صاحب چنیوٹی
تلمیذ رشید
حضرت مولانا رسول خانصاحب قدس سرہٗ
رواں ترجمہ سلیس تشریح
پر مغز مباحث اور پہلی مرتبہ دیدہ زیب کمپوزنگ
عمدہ کاغذ اور معیاری پرنٹنگ کے ساتھ
اہل علم طلبہ و طالبات اور اساتذہ کے لئے نادر تحفہ
نماز کی مکمل کتاب (مجلد)
معروف مؤلف و فاضل
حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب
کے قلم سے مکمل بھی مدلل بھی
قرآن و سنت کا عطر
فقہاء کی کاوشوں کا عکس جمیل
ظاہری و باطنی جمال کا مرقع
بہشتی زیور (مکمل و مدلل)
حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ
کی لافانی تالیف
پہلی مرتبہ دیدہ زیب کمپوزنگ
اعلیٰ کاغذ اور معیاری طباعت سے آراستہ
ان کے علاوہ درسی و غیر درسی کتب دستیاب ہیں ○ علماء و طلباء کے لئے خصوصی رعایت
مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں
ملنے کا پتہ:
مکتبۃ العلم 18 اردو بازار، لاہور
فون نمبر: 7231788
(042) 722523

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الناس كإبل مأة، لاتكاد تجد فيها راحلة"۔

ترجمہ: "لوگوں کی مثال ایک سو اونٹ جیسی ہے، جن میں بڑی مشکل سے تم ایک ایسی اونٹنی پاؤگے جو سواری کے قابل ہوگی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں بتانا چاہتے ہیں کہ انسانوں میں صاحب کمال بہت کم ہوتے ہیں، اگرچہ انسانی شکل وصورت میں ملتے جلتے انسان بہت ہوں گے، جس طرح سو اونٹ شکل وصورت اور قد وقامت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن ان میں سفر میں سواری کے کام آنے والا اونٹ جو سفر کی مشقت کو برداشت کرسکے مشکل سے ایک آدھ ہوتا ہے۔

یہی حال علما کا بھی ہے، کہ ان میں بھی باکمال شخصیات چیدہ چیدہ ہوتی ہیں پھر یہی حال علم کے مختلف شعبوں کا ہے، کہ ہر شعبہ میں باکمال لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ترغیب دے رہے ہیں کہ ایسے باکمال انسانوں کی قدر کی جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

ان ہی باکمال علمائ میں سے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنے علم وعمل کے ساتھ ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل میں "وجادلهم بالتي هي أحسن" کی قرآنی تعبیر کو اپنائے رکھا اور اس میں کمال پیدا کیا تھا، یہ ان کی امتیازی شان تھی کہ وہ بحث ومناظرہ اور جدل ومناقشہ کی صورت میں بھی علمی اور اخلاقی حدود سے آگے نہ بڑھتے تھے، اور

ہمیشہ ان کے چہرہ پر مسکراہٹ رہتی تھی۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔ جو محدثین بھی ہوتے ہیں۔ کا امت پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے شرعی احکام میں مراتب احکام کو متعین کیا اور قرآن کریم کی ایک ایک آیت ایک ایک حدیث کا صحیح محمل تلاش فرمایا، جس سے عمل کرنے میں امت کو آسانی پیدا ہوئی۔

مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا عمل ادا فرمایا اور تکبیر سے شروع فرما کر پر ختم فرمایا، جو مختلف اقوال واعمال پر مشتمل ہے۔ اب ان اعمال واقوال میں کونسا فرض، کونسا واجب، کونسا سنت، اور کونسا مستحب ہے؟ احکام کے یہ مراتب فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ احادیث ہی کی روشنی میں متعین فرمائے جس سے امت کیلئے آسانی پیدا ہوئی۔

لیکن فروعی مسائل میں بعض اوقات نصوص کا ظاہری اختلاف ہوتا ہے، چونکہ نص ایک ہوتی ہے لیکن اس کے مفہوم متعین کرنے میں اختلاف رائے ہوتا ہے، یا وہاں نص نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں شریعت کے عمومات کی روشنی میں حکم معلوم کیا جاتا ہے تمام صورتوں میں مسائل میں اختلاف کا پایا جانا ایک فطری امر ہے، کیوں کہ ترجیح کے اصول اجتہادی ہیں، لہذا جس مسئلہ میں جس فقیہ کے ہاں جو جہت راجح ہوتی ہے وہ اور اس کے اس پر عمل کرتے ہیں، اور جس کے ہاں دوسری جہت راجح ہو وہ اس پر عمل کرتے ہیں، اس ہمارا فرض ہے کہ ہم جس فقیہ کے مقلد ہوں ان کی تحقیق پر عمل کریں مگر دوسرے پر نکیر نہ کریں، کیونکہ فروعی مسائل میں اختلاف کا پایا جانا منکر میں داخل نہیں کہ جس پر نکیر کی جا

چنانچہ سلف صالحین میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے، لیکن انہوں نے اختلاف کو امت کی تفریق کا ذریعہ نہیں بنایا۔

اس کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا:

"لا یصلین أحد کم العصر إلا فی بنی قریظة"۔

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں پہنچ کر"۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حکم کے امتثال میں چل پڑے۔ ابھی بنی قریظہ میں نہیں تھے کہ راستہ میں عصر کا وقت ہو گیا، اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دورائیں ہو گئیں۔

ریق نے کہا کہ نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ہم اتنے جلدی چلیں کہ عصر کے وقت بنی قریظہ میں پہنچ جائیں، لہذا انہوں نے نماز پڑھ لی۔

دوسری جماعت نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ میں ہی جاکر نماز پڑھیں گے چاہے عصر کا وقت فوت ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر مغرب کے وقت میں عصر کی نماز پڑھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا گیا، تو آپ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں دونوں کی گنجائش تھی۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے براہ راست ایک حکم سنا، باوجودیکہ وہ صاحب لسان تھے، پھر بھی اس حکم کے سمجھنے میں اختلاف رائے ہوا، اور ہر ایک نے اپنی فہم کے مطابق عمل کیا، لیکن نہ تو کسی ایک فریق نے دوسرے پر نکیر کی، کہ تو نے حدیث کے خلاف کیا ہے، اور نہ ہی ان میں آپس میں کوئی جھگڑا ہوا، بلکہ سب مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل بعض حضرات ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو فروعی مسائل کو ہوا دیتے ہیں اور اس پر نکیر کرتے ہیں، اور بعض دفعہ ان مسائل کو اصول کا درجہ دے کر فتوی بازی شروع کر دیتے ہیں اور اپنے علاوہ پوری امت مسلمہ کی تجہیل و تفسیق اور تضلیل و تحمیق کرتے ہیں بلکہ پوری امت کو اعتماد علی السلف پر کاربند رہنے اور ان کی تقلید کرنے کی وجہ سے مشرکین کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ جب ایسے حضرات سے پڑا تو انہوں نے "وجادلهم بالتی هی احسن" کو بنیاد بنا کر ان کو مسکت و دندان شکن جوابات دیئے اور قرآن و سنت، اجماع امت اور سلف صالحین کے طرز عمل کی روشنی میں ان کا حدود اربعہ متعین فرمایا، اور ان کی "تحقیق" کے تار پود بکھیر کر ان کا مکروہ چہرہ انہیں دکھانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔

مولانا موصوف نے اپنے اچھوتے انداز اور بہترین طرز استدلال سے انہیں چاروں شانے چت کر دیا، چنانچہ جہاں کہیں ضرورت تھی وہاں ان کی غلط فہمیوں کا دلائل سے ازالہ فرمایا، کہیں الزامی جوابات کی صورت میں ان کی تشفی کرائی، اور کہیں فریق مخالف کی عقل نارسا پر ماتم کرتے ہوئے ثابت کیا کہ فریق مخالف کا سرے سے سوال ہی صحیح نہیں، جس کی تفصیل ان کے مطبوعہ مضامین و مقالات اور کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

بلاشبہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اپنے دور کے عظیم انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں خداداد حافظہ اور قابل رشک حسن بیان کی سعادت سے سر فراز فرمایا تھا، عام طور پر کوئی آدمی کسی ایک فن اور ایک شعبے کا ماہر و متخصص ہوتا ہے، لیکن ہم نے حضرت مولانا کو قریب سے دیکھا اور خوب دیکھا کہ وہ ہر موضوع پر کامل دسترس رکھتے تھے، جس عنوان اور موضوع پر بولتے یا لکھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ انہوں نے زندگی بھر صرف اور صرف اسی ایک موضوع پر تیاری کی ہے، جب وہ بولتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ علوم و فنون ان کے سامنے پرا باندھے کھڑے ہیں، وہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو اس خوبصورتی اور سلاست سے بیان فرماتے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اسے باسہولت ذہن نشین کر لیتا- چنانچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان کی صحبت و ہم نشینی نے ایسے بہت سے حضرات کو مناظر بنا دیا ہے جو چنداں عالم و فاضل نہ تھے، الغرض مولانا کے کمالات اور خداداد صلاحیتوں کو دیکھنے پر بے اختیار جی میں آتا ہے کہ بلاشبہ آپ آیت من آیات اللہ تھے، ورنہ بظاہر یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ زندگی بھر عصری مدارس میں پڑھانے والے آدمی کو حدیث، اصول حدیث، رجال حدیث، فقہ، اصول فقہ اور مذاہب عالم پر اس قدر دسترس؟

اسی طرح یہ بھی عقل و فہم سے ماورا ہے کہ ہر مذہب کے اصول و فروع اور ان کے ہر جدید و قدیم اعتراض کا جواب اور وہ بھی نوک زبان پر! کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں-

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور امت کو ان کے انفاس طیبات اور ان کے آثار سے بھرپور نفع اٹھانے کی توفیق بخشے- آمین

جزاه الله علماً وأهله خير الجزاء ، وغفرله ، وجمعه مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقاً۔

شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب (ملتان)

قسام ازل جل جلالہ نے حضرت اقدس مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمتہ اللہ علیہ کو متنوع علمی و عملی کمالات سے نوازا تھا۔

(۱) مولانا کا موضوع ''اعتماد علی السلف'' تھا۔ قرآن مجید کے آغاز میں ''صراط الذین انعمت علیھم'' فرما کر سلف صالحین کی اتباع کو شاہراہ ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ تمام باطل طبقوں اور نظریوں کی بنیادی غلطی اسلاف پر عدم اعتماد ہے۔ مثلاً قادیانی بظاہر قرآن و حدیث کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے جرائد و رسائل میں ''خاتم النبیین'' نمبر نکالتے ہیں مگر باجماع اہل اسلام وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں کیونکہ وہ خاتم النبیین کا وہ معنی نہیں لیتے جو اسلاف صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعینؒ نے بیان کیا ہے۔ لہذا ہدایت کے لئے کتاب و سنت کے الفاظ کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کی پیروی کرنا از روئے قرآن و حدیث فرض و لازم ہے۔

(۲) مولانا کی تصنیفات و مقالات شاہد ہیں اور ہزاروں لاکھوں سامعین گواہ ہیں کہ آپ کا استدلال عام فہم اور آسان ہوتا تھا، مگر دلائل و براہین کے زور سے کسی بھی مدمقابل کو ایک قدم نہیں چلنے دیتے تھے۔ ہمیشہ آپ کا استدلال انوکھا اور نرالا ہوتا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا کہ وہ الہامی ہے۔

(۳) تمام باطل طبقوں کے مقابلہ میں کامیاب مناظر تھے۔

(۴) معتدل اور ٹھنڈے مزاج کے مالک تھے۔ مخالف کی اشتعال انگیزی کے باوجود کبھی مشتعل نہیں ہوتے تھے۔

(۵) بعض اوقات مولانا کے دندان شکن اور حیران کن جواب سے فریق مخالف مبہوت و ششدر ہو کر رہ جاتا اور سامعین ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے مگر مولانا نہیں ہنستے تھے۔ مسلسل اپنا بیان جاری رکھا کرتے تھے۔

(۶) مولانا اکابر اسلاف کی طرح سادہ لباس، سادہ رہن سہن اور کفایت شعاری کا بہترین نمونہ تھے۔

(۷) فیاض لم یزل نے آپ کو زہد، تقویٰ اور تواضع جیسی صفات عالیہ و اخلاق حسنہ سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مرحوم کی ان گنت ''مساعی دینیہ'' کو مقبول و مبارک فرمائیں جن سے ملت اسلامیہ کو سدا ہدایت نصیب ہوتی رہے اور مولانا کے درجات رفیعہ میں اضافہ ہوتا رہے۔ آمین!

مکتبہ امدادیہ، ملتان کی علمی خدمت
(طبع جدید)
روح المعانی
فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی
مصنف: شہاب الدین السید محمود آلوسی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۷۰ھ)
☆ علامہ آلوسیؒ بغدادی اپنے زمانہ میں علمائے عراق کے سرخیل، جامع معقولات و منقولات، عدیم المثال محدث و مفسر تھے۔
☆ یہ تفسیر روایتاً و درایتاً اقوال سلف و خلف کو جامع ہے۔ ☆ علم فلکیات و ہیئت و حکمت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
☆ تفسیر کی دیگر کتب تفسیر کشاف، تفسیر ابن عطیہ، تفسیر ابوحیان، تفسیر ابوالسعود، تفسیر بیضاوی، تفسیر رازی و دیگر کتب کا نچوڑ ہے۔
☆ اس تفسیر میں معتزلہ، شیعہ و دیگر فرق باطلہ کے نظریات کا مدلل رد کیا گیا ہے۔ ☆ مؤلف (مرحوم) نحوی مسائل میں اس قدر دلچسپی لیتے تھے کہ بجائے مفسر کے نحوی نظر آتے ہیں۔ ☆ آیات احکام میں فقہی مذاہب و دلائل کو غیر جانبداری سے بیان کرتے ہیں۔
☆ وجوہ قراءت، ربط سُوَر و آیات اور اسباب نزول پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ☆ لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے عربی اشعار سے استشہاد ان کا عام معمول ہے اور ضمناً آیات کے باطنی و صوفیانہ معانی پر بھی اظہار خیال کرتے ہیں۔ ☆ الغرض "روح المعانی" تفسیر قرآن کا بیش قیمت گنجینہ ہے جو مسلک حق کا ترجمان ہے۔ ہر مفسر و عالم کے پاس اس کا ہونا اشد ضروری ہے۔ ☆ مکتبہ امدادیہ کے مطبوعہ نسخہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسکی کتابت اور تصحیح خود مصنف علامہ آلوسیؒ نے کی ہے۔ اسلئے یہ نسخہ باقی تمام نسخوں سے زیادہ صحیح ہے۔
مکمل 15 جلدیں۔ کاغذ و طباعت اعلیٰ۔ عام قیمت -/3,000 روپے
علماء وطلباء کیلئے خصوصی رعایت
مجمع بحار الانوار
فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار
مصنف: الشیخ ملک المحدثین علامہ محمد طاہر پٹنیؒ (متوفی ۹۸۶ھ)
کامل مجلد 5 جلد
☆ علم غریب حدیث میں بے مثال اور لاجواب کتاب جو "نہایہ ابن اثیر" کے طرز پر لکھی گئی ہے۔
☆ یہ کتاب فہم حدیث میں صحاح ستہ کی دوسری شروح سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ ☆ کافی عرصہ نایاب رہنے کے بعد مدینہ منورہ میں نئی کمپوزنگ اور نہایت اعلیٰ ولایتی کاغذ پر شائع کرائی گئی ہے۔
قیمت -/2250 روپے
علماء وطلباء کے لئے خصوصی رعایت
تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، معانی، نحو، صرف، منطق اور درس نظامی میں شامل
تمام کتب اور ان کی عربی و اردو شروحات رعایتی قیمت پر طلب فرمائیں
ملنے کا پتہ
مکتبہ امدادیہ
ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
فون نمبر: 061-544965
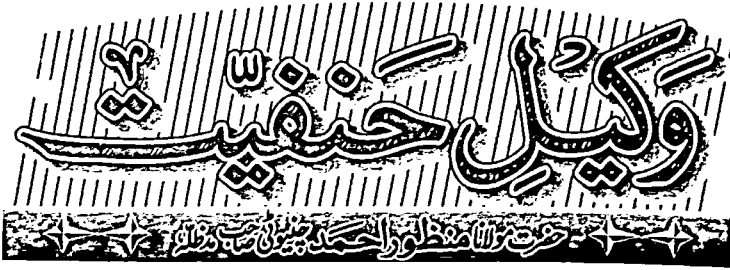
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اسلام اور اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ایسے خاص برگزیدہ رجال کار پیدا کئے جنہوں نے اپنے دور میں باطل نظریات کے حامل اسلام دشمنوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا اور دین حنفیت کی ہر طرح سے حفاظت فرمائی۔ یہ سنت اللہ ہے، جو قیامت تک جاری رہے گی۔ ہمارے اس دور میں بھی اسی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مختلف فتنوں کے مقابلہ میں مختلف شخصیات کو پیدا فرمایا۔ بعض نے توحید وسنت کا محاذ سنبھالا اور شرکت وبدعت کی آلودگیوں سے دین حنفیت کو محفوظ رکھا۔ بعض کو دشمنان اسلام عیسائیوں کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا، جنہوں نے عیسائیوں کے دجل وفریب کے پردے چاک کرتے ہوئے اور مال و دولت اور حکومت کے بل بوتے پر ان کی یلغار کو روکا۔ بعض کو دین کے راویوں، صحابہ کرام، ازواج مطہرات پر طعن وتشنیع اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے مقابلہ میں کھڑا کر کے صحابہ کرام اور امہات المومنین کے دفاع کا فریضہ سونپ دیا۔ انہوں نے پوری زندگیاں اس مشن پر لگا دیں اور تحفظ ناموس صحابہؓ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنی قیمتی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے۔

بعض کو اسلام کے اہم اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور انگریز کے خود کاشتہ پودا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا قلع قمع کرنے کی ذمہ داری سونپ دی، جنہوں نے پوری عمریں ہر قسم کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اس فریضہ کی ادائیگی میں خرچ کر دیں اور بعض حضرات علماء کرام کو نئے فتنہ حجیت حدیث کے منکروں کے سامنے سینہ سپر کر دیا، جنہوں نے قرآن کریم سے حجیت حدیث کو ثابت کر کے ان کے کفریہ نظریات کو آشکار کر دیا اور بعض کو حدیث کے پردہ میں فقہ کا انکار کرنے اور ائمہ وفقہاء کی پاک اور مقدس شخصیات پر جھوٹے الزامات لگانے، ان برگزیدہ مقبولان دربار خداوندی کی توہین کرنے والوں کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا، جنہوں نے اسلام کی ان مقدس شخصیات کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیا۔ وہ ائمہ کرام اور مجتہد حضرات جنہوں نے قرآن وحدیث کے

سمندروں میں مدت العمر غوطے لگا کر سمندروں کی تہ سے تابدار موتی تلاش کئے اور قیامت تک پیش آنے والے نئے مسائل کے لئے قرآن وسنت سے ایسے اصول اور ضوابط مرتب کر دیئے جن کی روشنی میں امت قیامت تک رہنمائی حاصل کرتی رہے گی اور یہ ان ائمہ کرام کا امت پر بہت بڑا احسان ہے۔

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی اہل سنت کا عظیم سرمایہ تھے، ہمہ صفت موصوف عیسائیت، قادیانیت، رافضیت، ہر ایک پر گہری نظر اور وسیع مطالعہ والی شخصیت تھی۔ ایسی جامع صفات کی شخصیات بہت کم ہوتی ہیں جنہیں ہر باطل کے خلاف تخصص کا درجہ حاصل ہو، مولانا مرحوم ان میں ایک ممتاز شخصیت کے حامل تھے، لیکن ان کی زندگی کا اصل موضوع منکرین فقہ غیر مقلدوں کے الزامات اور بہتانات کا جواب دینا، ائمہ مجتہدین کی برگزیدہ شخصیات کا دفاع کرنا، قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے اقوال سے فقہاء ائمہ کرام کی تقلید کو عوام کے لئے ثابت کرنا، بعض اختلافی مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مؤید ومبرہن کرنا ان کا خاص مضمون تھا۔ جس میں عمر کا بہت بڑا حصہ انہوں نے لگایا۔ بجا طور پر وہ اس دور میں حنفیت کے ایک کامیاب وکیل اور مناظر تھے۔

غیر مقلدین کے مختلف مسائل پر ان کے محققانہ دندان شکن جوابی رسائل شاہدِ عدل ہیں، مولانا کا حافظہ اور حاضر جوابی قابل داد تھی۔ ایسی جامع شخصیات کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کے مصداق اہل علم کے طبقہ میں ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مدتوں تک محسوس کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائیں، ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمادیں، ان کے صدقات جاریہ کو تا قیامت قائم ودائم رکھیں، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمادیں اور اپنے خزانہ سے غیب اور قدرت کاملہ سے اس خلا کو احسن طریق پر پُر فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔

امین تھا پاسباں دین متیں تھا
وہ اقوال نبیؐ کا خوشہ چیں تھا
امام وقت تھا اور بالیقیں تھا
غم ملت میں وہ ہر دم حزیں تھا
الٰہی بخش دے تو رحم کر دے
ایماں اس کا جو تھا عین الیقیں تھا

یادوں کا ہجوم...... میری راہ انتخاب میں...... سینہ تانے کھڑا ہے...... کیا لکھوں اور...... کیا نہ لکھوں؟...... کوئی واقعہ بھی...... پردہ نشینی کے قابل نہیں ہے...... ان کے ساتھ...... بیتا ہوا ہر لمحہ...... اس قابل ہے کہ...... اسے لکھا جائے...... سنایا جائے...... اور علمی توشے کے طور پر...... یاد رکھا جائے...... وہ پڑھاتے تھے...... میں سنتا تھا...... یہ منظر کبھی نہیں...... بھلایا جا سکے گا...... گھنٹوں کا طویل سبق...... مگر اکتاہٹ نام کی...... کوئی چیز...... قریب نہیں پھٹک سکتی تھی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کا...... علامہ بنوری ٹاؤن کا...... پاکیزہ علمی ماحول...... دارالحدیث کی پرشکوہ مسند...... اور بابرکت فضاء...... یہ منظر...... بار بار نصیب ہوا...... اور ہر بار...... سبق کے ساتھ ساتھ...... استاد بھی...... دل میں اترتا گیا...... قرب اور تعلق بڑھا...... فاصلے کم ہوئے تو...... نجی مجالس نصیب ہوگئیں...... یہ مجالس بھی...... ذاتیات سے پاک...... خالص علمی ہوتی تھیں...... استاذ کی بے نفسی...... تعلق مع اللہ...... علمی شغف...... عبقری ذہانت...... بلا کا حافظہ...... شاہین جیسی پکڑ...... زمین جیسی تواضع...... پہاڑوں جیسی مضبوطی...... آسمانوں جیسی بلند ہمتی...... اور اسلاف کے ساتھ...... مجنوں جیسی محبت دیکھی تو دل...... خدمت کے لئے ترسنے لگا...... مگر یہاں...... ذاتی مسائل تھے ہی نہیں...... خود اٹھ کر پانی پینے...... اور ایک ایک کا اکرام کرنے والے کو...... بس دینی خدمات کی...... حرص تھی...... جب بھی خدمت کے لئے درخواست کی...... کوئی رسالہ یا کتاب...... چھپوانے کے لئے مل گئی...... اس شان استغناء کو...... دیکھ کر...... محبت میں...... ترقی ہوئی...... اور طویل مجالس...... کا شرف ملنے لگا...... ان کی مجلس...... سدا بہار تھی...... ہر مجلس میں...... نیا جوہر کھلا...... پہلے انہیں...... صرف غیر مقلدیت کا معالج...... سمجھا تھا...... چند مجالس کے بعد...... انجیل برناس کا مقدمہ...... مل گیا...... تب معلوم ہوا کہ...... تثلیث کے پجاری...... اور صلیب کے مجاور بھی...... اس شاہین کی...... زد میں ہیں...... تعلق بڑھا تو...... ذاتی کاپیوں...... مسودوں...... اور تحریروں تک...... رسائی ہوئی...... معلوم ہوا کہ...... شرک و بدعت کے خلاف...... بے بہا...... ذخائر جمع ہیں...... پرویزیت کی کاٹ کے لئے...... اسلحہ کا انبار...... موجود ہے...... قادیانیت کے ناسور کے لئے...... تیز دھار نشتر...... انبار کی صورت...... موجود ہیں...... لیکن یہ سارا قیمتی اثاثہ...... بوسیدہ کاپیوں میں......

چمک رہا ہے...... یا لکھنے والے کے دل میں مہک رہا ہے...... یہ سب کچھ کون چھپوا تا...... پشت پر کوئی تنظیم نہیں تھی...... مریدوں کی...... فوج ظفر موج...... ناپید تھی...... قدر دان...... بے حس تھے......اور بے قدروں کی...... کمی نہیں تھی......ادھر استاذ محترم ہیں......تواضع اور خاک نشینی ......خود کو نمایاں نہ کرنے کا......شوق بلکہ ولولہ......اور تصنع سے پاکی...... حد درجہ تھی......حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے......ایک باعمل خلیفہ نے......انہیں اجازت بیعت دی......مگر وہ...... چھپا گئے......حالانکہ......زمانہ ترقی کر گیا ہے......اب تو......زبردستی خلافتیں......لی جاتی ہیں...... ملنے سے پہلے......ان کی تشہیر ہوتی ہے......اور پھر......اپنے فضائل سنا کر...... مریدوں کی تعداد...... بتائی جاتی ہے...... بڑھائی جاتی ہے......لیکن یہ ولی کامل...... بے نفس رہا......اصلاح نفس کے عمل کو......اس نے...... نفس پروری کا ذریعہ......اور آئندہ سات نسلوں کی......شکم پروری کا راستہ......نہیں بنایا......دنیا سے بے رغبتی کا سبق......سیکھا بھی......اور اس پر......عمل بھی کر کے دکھایا......ان کی یہ ادائیں......عجیب تر تھیں...... وہ میدان علم کے......شہسوار تھے......مگر ان کا گھوڑا......دنیا کی طرف نہیں...... بلکہ آخرت کی سمت......دوڑتا رہا......وہ...... بے مثال مناظر تھے......مگر اس......آن بان......اور شان والے......منصب نے......ان کے لباس تک میں......کوئی تبدیلی نہیں لائی......یعنی لوگوں کی داد......اور واہ واہ......ان پر قطعاً......اثر انداز نہیں ہوتی تھی...... میں نے انہیں......کئی بار اہل علم کی......مجلس میں دیکھا......مگر وہ اپنے حال میں......مست رہے......کراچی کا...... پرتعیش ماحول......جنوبی افریقہ کے......ٹھاٹھ باٹھ......سعودی عرب کی...... پرتنعم سرزمین......ان کی سادگی کو......قتل نہ کر سکی......علم ان کی شان تھا......اور وہ خود......علم کی شان بنے رہے......کراچی کے......اکابر علماء کی مجالس میں...... وہ دلہا ہوا کرتے تھے......وہ مسائل جن پر......لوہے کے سوالیہ نشان......لنگر انداز ہو جاتے تھے......ان کے بارے میں...... جب وہ......حوالہ پیش کرتے...... تو حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ جیسے......امام اہل سنت......جھوم اٹھتے......اور عش عش کرتے......نہ تھکتے......تدریس کے سمندر میں...... عمر بھر غواصی کرنے والے......کئی حضرات کو......بے ساختہ...... یہ کہتے سنا...... جہاں تک......ان کی نگاہ پہنچتی ہے......وہاں تک...... ہم پوری زندگی......نہیں پہنچ سکتے...... مجھے وہ رات......اچھی طرح یاد ہے...... مدینہ منورہ کی...... بابرکت فضائیں......ٹھنڈا موسم......اور حضرت مولانا عاشق الٰہی مدظلہ کا گھر......تراویح کے بعد سے لے کر......سحری تک......مجلس جمی رہی......بیسیوں کتابوں کے مصنف......مولانا عاشق الٰہی مدظلہ......سراپا گوش بنے......توجہ، محبت، شوق......اور انہماک سے سنتے رہے......آپ ساری رات...... اپنے اہم مناظروں کے واقعات...... سناتے رہے......سحری کا وقت ہو گیا......مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہ نے......تاسف سے فرمایا......اللہ کرے ......پھر ایسی ملاقات نصیب ہو......تا کہ ہم مزید......استفادہ کر سکیں......اتنے بڑے شخص کی......شہادت کسی اور

کو......ملتی تو......ہر مجلس میں......اس کا فخریہ تذکرہ ہوتا......لیکن آپ ان باتوں سے......بلند تھے......آپ پر......
ایک دھن سوار تھی......اور آپ نے......خود کو اس کی خاطر......مٹا دیا تھا......آپ گھنٹوں......مطالعہ کرتے تھے......
اور ایک ایک شخص کو......سمجھانے کے لئے......گھنٹوں پر مغز......بیان کرتے تھے......لیکن کبھی......آپ کی زبان
سے......تھکاوٹ کا شکوہ......میں نے نہیں سنا......آپ کئی کئی دن کی محنت سے......کتابوں پر......علمی اور تنقیدی
نشانات لگاتے تھے......اور پھر......کسی کے مانگنے پر......فوراً وہ کتاب......اس کے حوالے کر دیتے تھے......میری
آنکھوں کے سامنے......آپ نے اس وقت کے کئی مشاہیر کو......انجیل اور......دوسری کتابوں پر......نشانات لگا کر
دیئے......یہ نشانات......کسی بڑی تصنیف سے......کم نہیں ہوتے تھے......یہ سب کچھ کرنے کے باوجود......آپ
کی زبان سے......''میں'' نہیں سنا گیا......علم کی بلندیوں پر محو پرواز......اتنا مٹا ہوا شخص......خال خال ہی......نظر
آتا ہے......آخری زمانے میں......اپنے تمام تر بخل کے باوجود......لوگوں نے......یہ بات تسلیم کر لی تھی......کہ ان
جیسا......مضبوط مناظر......شاید ہی کوئی اور ہو......اور ہر جگہ......آپ ہی کو......آخری دوائی کے طور پر......استعمال
کیا جاتا تھا......مگر آپ اپنی......سادگی، فقر اور استغناء سے......کبھی بھی دستبردار نہیں ہوئے......آپ کو......اپنے
مشن سے......عشق تھا......اور آپ کبھی بھی......اس کی ترویج......اور استحکام سے......غافل نہیں ہوئے......میں
نے......جموں کی ایک جیل سے......کسی طرح انہیں......خط لکھا......اور جیلوں میں......غیر مقلد حضرات کی......
بڑھتی ہوئی شورش سے......آگاہ کیا......انہوں نے فوراً......کچھ کتابیں بھجوائیں......جیل میں......کتابیں پہنچتے
ہی......حالات بدلنے لگے......اور شورش......امن میں تبدیل ہو گئی......لوگ مولانا کو......فرقہ پرست سمجھتے
تھے......حالانکہ وہ......فرقہ پرستی کا توڑ تھے......اور ان کا حملہ......اس قدر سخت ہوتا تھا کہ......فرقہ وارانہ شورش برپا
کرنے والے......فوراً ہتھیار ڈال کر......الامان الامان کی صدائیں......لگاتے تھے......آپ کی زبان اور قلم
میں......جو سختی......یا ترشی آتی تھی......وہ ردعمل......ہوتا تھا......جی ہاں......اس طوفان بدتمیزی کا......ردعمل......
جس نے......برصغیر کے......پرسکون ماحول کو......نفرت کی آگ میں......جھلسا دیا ہے......یہ انگریز ملعون کی......
نجس تخم کاری تھی......کہ آج......مسلمان رفع یدین......فاتحہ خلف الامام......اور آمین کے مسائل پر......جھگڑ رہے
ہیں......اور ان مسائل کی آڑ میں......نئے نئے فرقے......اور فتنے وجود میں آ رہے ہیں......حالانکہ اس......تخم
کاری سے پہلے......ان مسائل کے بارے میں......محبت اور......رواداری کا ماحول تھا......احناف کی کتابیں......
شوافع کے کارناموں سے......اور شوافع کی کتابیں......احناف کے قصائد سے......بھری پڑی ہیں......یہی
حال......امام مالک......اور امام احمد بن حنبل کے......مقلدین کا تھا......ان مسائل میں......علمی موشگافیاں ضرور
تھیں......لیکن سر پھٹول نام کی کوئی چیز......دور دور تک نظر نہیں آتی تھی......لیکن آج یہ جگہ......تنگ نظری......اور

تعصب نے لے لی ہے......ان مسائل پر اشتہار بازی......شروع کی جا رہی ہے......کئی مسائل پر......خیر القرون سے......مختلف آراء......چلی آ رہی ہیں......وہ لوگ......جو دین اسلام کی......ابجد سے واقف نہیں ہے......ان مسائل کی آڑ میں......محقق و مجتہد بن بیٹھے ہیں......اور وہ لوگ......جنہیں عربی کا ایک جملہ......بھی نہیں آتا......چودہ صدیوں کو......مناظرے کی دعوت......دے رہے ہیں......ان دردناک حالات میں......جب دین اسلام کو......جاہلین کے ہاتھ کا......کھلونا بنایا جا رہا ہے......مولانا کا سخت لہجہ......نشتر شفاء نظر آتا ہے......اس میں شک نہیں کہ......مولانا کی......ابھی سخت ضرورت تھی......اور یہ بھی......سچ ہے کہ......ان کا خلاء......آسانی سے......پر ہوتا......نظر نہیں آتا......لیکن خود مولانا کو......آرام کی ضرورت تھی......وہ بے حسی......اور نام نہاد روشن خیالی کے......دور میں......اکیلے لڑ لڑ کر......تھک گئے تھے......چنانچہ انہیں......بلوا لیا گیا......اب وہ رب غفور و شکور کے پاس ہیں......جو مخلصین کی خطاؤں کو......بخشنے والا......اور محسنوں کی قدردانی کرنے والا ہے......مولانا کی......جدائی کا غم ضرور ہے......مگر یہ امید......دل کو تسلی دیتی ہے کہ......وہ اب......ان شاء اللہ......راحت میں ہوں گے......وہ راحت......جسے انہوں نے یہاں......تج دیا تھا......دین پر......جاہلانہ حملے کرنے والے......خوش نہ ہوں......مولانا کی چالیس سالہ......جانفشانی نے......ان کے پیچھے......بہت کچھ......تیار کر دیا ہے......

هذه حواشٍ معلقة على تفسير القرآن الجليل المسمى
بأنوار التنزيل وأسرار التأويل المشهور بالتفسير البيضاوي

سميتها

بالهدية النعمانية

في حل

ألفها وحررها أبو عبيد

المدرس بالمدرسة العربية الانورية
حبيب آباد طاهر والی بہاولپور پاکستان

بیرون بوھڑ گیٹ ۔ ملتان فون ، 547309-544913

پاکستان میں پہلی مرتبہ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ
کامل 5 جلد
کمپیوٹرائزڈ
ایڈیشن
مظاہر حق جدید
شرح
مشکوٰۃ شریف اردو
از افادات
علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
زبان و بیان کے نئے اسلوب میں
تدوین و ترتیب جدید
مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری (فاضل دیوبند)
مکتبہ شرکت علمیہ
بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان فون ، 547309-544913

حضرت الاستاد خیر العلماء کا تو ایک ہی واقعہ اپنے سامنے کا گزرا ہوا ہے۔ میں اس وقت جامعہ سراج العلوم سرگودھا جامع مسجد بلاک نمبر 1 کا ایک متوسط طالب علم تھا۔ غالباً شرح جامی، ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا تھا۔ میرے والد ماجد رحمہ اللہ کا جامعہ سراج العلوم کے مہتمم قبلہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے نام خط آیا کہ ہمارے شہر کلاچی میں بعض حضرات نے تقلید کے خلاف شور مچا رکھا ہے۔ آمین بالجہر فاتحہ خلف الامام اور رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کے مسائل چھیڑ دیئے ہیں۔ ان لوگوں نے مناظرہ کا اعلان کر دیا ہے اس لئے برائے مہربانی خود بھی تشریف لائیں اور پنجاب سے کوئی اور اچھے تجربہ کار مناظر کو ساتھ لے آنے کی ذمہ داری بھی آپ ہی اٹھائیں۔ حضرت صاحب سرگودھوی رحمہ اللہ نے حضرت جالندھری رحمہ اللہ کے نام خط لکھا اور حضرت مکتوب الیہ رحمہ اللہ نے منظوری دے دی۔

مقام عبرت یہ ہے کہ یہ حضرات باطل کے تعاقب میں اتنے چست و چالاک اور چابکدست تھے کہ اس سے پہلے شیخین مذکورین رحمۃ اللہ علیہما کی کوئی ملاقات نہیں تھی، نہ کوئی ربط وارتباط بس اتنا ہی تعارف کافی تھا کہ ایک جامعہ سراج العلوم سرگودھا کے مہتمم اور دوسرے جامعہ خیر المدارس جالندھر کے مہتمم ہیں۔ دونوں مدرسوں میں مسافر طلباء کی تعداد اس وقت تیس چالیس کے درمیان تھی اور اساتذہ چار پانچ سے زیادہ نہیں تھے۔ مگر اپنا اپنا علاقہ دینی ہواؤں سے معطر تھا۔ ذہنی یگانگت مسلک کا اتحاد ہی بس الفت قلبی کا باعث تھا۔ ایک دور افتادہ علاقہ تک بغیر کسی ردو قدح پہنچنے تک تیار ہو گئے۔ ان حضرات کی آپس میں پہلی ملاقات کندیاں ضلع میانوالی پر ہوئی جہاں گاڑی دریا خان کے لئے تبدیل ہونے والی تھی اور یہاں سے پھر لکڑی کی کچی پل سے دریا پر گزر کر کچی سڑک پر چند میل کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنا تھا اور پھر تقریباً چالیس میل کلاچی منزل مقصود تھی۔

مجھے حضرت خیر الاساتذہ رحمہ اللہ کا ایک جملہ جب بھی یاد آ جاتا ہے تو دیر تک اس کی حلاوت سے دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ ہوا یہ کہ خیر المدارس ملتان آیا تو اس کے ایک سالانہ جلسہ پر حضرت مہتمم صاحب کے کمرہ

(قیام گاہ) میں تشریف لائے۔ یہ ناکارہ وہیں پہنچ گیا۔ حضرت سرگودھوی نے اس ناکارہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا حضرت اسے آپ جانتے ہیں تو حضرت الاستاد رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارا اور آپ کا آپس میں ملنا تو انہی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسی جلسہ مناظرہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت کا یہ جملہ فرحت آمیز اس لئے ہے کہ۔

غلام خویشتم خواند لالہ رخسارے

سیاہ روئے من کرد عاقبت کارے

کندیاں سٹیشن پر حضرت جالندھری رحمہ اللہ علیہ کسی ضرورت سے گاڑی سے اترے۔ دوسرے ڈبے میں فریق مخالف کے ایک مولوی صاحب کو چڑھتے ہوئے حضرت نے دیکھ لیا، تو بلند آواز سے فرمایا مولوی صاحب السلام علیکم! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ اس نے کلاچی کا نام لیا تو فرمایا اچھا بھائی اچھی بات ہے۔ انشاء اللہ وہاں ملاقات ہوگی۔ بس اتنا خیال رہے کہ خیر کے مقابلہ میں جا رہے ہیں۔ حضرت گاڑی میں داخل ہوئے تو فرمایا مناظرہ نہیں ہوگا۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوا ہے۔ وہی ہوا جس کی حضرت نے پیشین گوئی کی تھی۔ ۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

حکومت نے مناظرہ بند کرا دیا اور کہا اپنی اپنی مساجد میں تقریریں کرلو۔ حکومت جیسی تھی اور جس کی تھی لیکن حکومت چلانے کے ڈھنگ جانتی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت نہیں بڑھی اور خود بھی خالی واپس نہیں گئے، بیانات سن کر گئے۔ اس وقت لاؤڈ اسپیکر کا عام کیا شاید خاص رواج بھی نہیں تھا۔ حضرت نے تقریر شروع کی تو ابتداءً آہستہ آواز سے۔ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا حضرت آواز نہیں پہنچ رہی۔ حضرت نے فرمایا تھوڑا صبر کریں پھر انشاء اللہ جو لوگ نہیں سننا چاہتے ان تک بھی پہنچ جائے گی۔ تقریر کی مزید تفصیل تو یاد نہیں ساٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا پھر کچھ مہمانوں کی خدمت میں مصروفیت بھی تھی۔ **من استنجی فلیوتر** اور **من ام قوما فلیخفف** جیسے لطائف بھی بہر حال سنائے گئے۔

اصل موضوع یہی تھا کہ دینی امور میں بھی اور دنیوی امور میں بھی تقلید کے بغیر چارہ نہیں، نہ زندگی کی گاڑی چل سکتی ہے، عقلاً بھی اور نقلاً بھی۔ اثر یہی ہوا کہ قریبی ہی دنوں وہ چرچا ختم ہو گیا۔ حضرت سرگودھوی رحمہ اللہ نے اپنی تقریر کی ابتداء ان اشعار سے کی اور خوب خوش آوازی سے پڑھے۔ لوگوں نے یاد کر لئے بلکہ اب تک بھی بعض مکانات و مجالس اور بعض دکانوں میں بھی شاید لٹکے ہوئے ہوں۔ ۔

بندہ پروردگارم امت حضرت نبی
خاک پائے چار یارم تابہ اولاد علیؓ
مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل
من فدائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

یہ واقعہ چشم دید تھا اب شنید پیش خدمت ہے

(۲) بحر خیر کے دور گراں مایہ میں سے حضرت مولانا قاضی محمد صادق صاحب مرحوم و مغفور مترجم و محشی فتاویٰ عالمگیری کے عجیب و غریب حالات میں سے ایک واقعہ کا تعلق ان کا کسی دوسرے مکتب کے کسی عالم سے مناظرہ کرنے سے ہے۔ فرمایا مناظرہ میں مجھے انتہائی کامیابی ہوئی۔ میرے رفقاء و شرکاء دورہ حدیث شریف کے قریباً ستر طالب علم میرا مناظرہ سننے آئے اور بہت ہی متاثر ہوئے اور زندہ باد زندہ باد کے نعروں سے میری خوب تواضع کی گئی۔ عوام کا بھی خوب اجتماع ہوا اور فریق مخالف کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ کہتے ہیں رات کو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے بلایا، حالات سن لئے تھے، میری کامیابی پر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا، دعائیں دیں اور پھر فرمایا جوانی میں، میں بھی یہ شوق پورا کرتا رہا۔ چنانچہ آپ نے اس دور کی بعض قلمی تحریریں بکمال شفقت عنایت فرمائیں اور آخر میں فرمایا آئندہ یہ شغل یہاں نہیں کرنا۔ آج کل مناظرے تحقیق کے لئے نہیں محض شغل کے لئے ہوتے ہیں، ان کا چنداں فائدہ نہیں۔ لکھا ہے کہ آپ کی ان قلمی تحریروں سے میں نے ایک مسودہ تیار کرلیا تھا جس میں بچہ کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے معاملات میں جو غلط رسمیں داخل ہوگئی ہیں ان کی تاریخی حقیقت، ان کی شرعی حیثیت مع الدلائل مرتب تھیں۔ سو اتفاق سے بس سے میں عصر کی نماز کے لئے اترا، واپس آیا تو بس سے سامان غائب تھا جس میں وہ مسودے تھے۔ تلاش کیا، اخباری اعلان کیا کہ کم از کم کسی طرح مسودے مل جائیں مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ (علمی شاہکار صفحہ ۶۳۔۶۴) واضح رہے کہ باطل کا علمی تعاقب تو آخر تک باقی رہا جس پر آپ کی تصنیفات شاہد ہیں اور دروس قرآن و حدیث مگر مروجہ مناظروں کو غیر مفید بلکہ نقصان دہ دیکھ کر چھوڑ دینے کی ترغیب دی اور خود بھی اسی پر عمل فرمایا۔

باقی رہے نمبر کے خصوصی مہمان حضرت امین رحمہ اللہ تو ان کی جدائی واقعی نہایت ہی شاق گزری۔ بہت ہی پیاری شخصیت کے مالک تھے ما احسن العلم والا خلاق لو اجتمعا کے مصداق تھے۔ پندرہویں صدی ہجری کے اوائل میں ان سے ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ دارالتجوید کے دو ماہ دورہ تفسیر قرآن کریم میں جہاں مدرسہ

مذکورہ کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب دامت معالیہ حضرت اقدس مولانا عبدالحی صاحب بہلوی قدس سرہ اور حضرت مولانا علی محمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم کبیروالا سے وقت لیا کرتے تھے وہاں غالباً آخری چند دنوں کے لئے حضرت صفدر صاحب رحمہ اللہ کی تشریف آوری بھی معمول تھا۔ اختتام پر یہ ناکارہ بھی بزرگوں کی زیارت سے متمتع ہوتا رہا۔ علمی فوائد حاصل کرنے کا موقع تو نہیں ملا مگر ایک دفعہ غالباً ۱۴۰۵ھ میں فقہ حنفی کے نفاذ پر محترم قاری صاحب نے مجھ سے کوئی مقالہ پڑھنے کی فرمائش کی، جسے حضرت مولانا مرحوم نے دلچسپی سے سنا۔ اس کا عکس لیا اور حضرت مولانا حامد میاں صاحب رحمہ اللہ علیہ خلفیہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور سے اس پر اظہار خیال کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے احقر کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

محترم ومکرم دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مضمون شریعت اسلامیہ کا نفاذ موصول ہوا۔ اصل بات یہی ہے کہ پبلک لاء فقہ حنفی پر مبنی ہو یعنی ملک کا عام قانون اور یہ اجازت دی جاوے کہ جہاں شیعہ آبادی ہے وہاں اگر مدعی مدعی علیہ شیعہ ہیں تو ان کو ان کا مجتہد قاضی بنا کر دیا جاوے۔ اسی طرح جہاں اہل حدیث ہیں وہاں ان کے حسب منشاء ان کا عالم قاضی (یعنی جج) دیا جائے وغیرہ۔ میں تو یہ بات ۸۰ء سے کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ آپ کا یہ مضمون پہلے سے بہتر موقف پر مبنی ہے ...... والسلام! حامد میاں غفرلہ ۲۸ نومبر ۸۶ء

واضح رہے کہ میرا یہ مضمون جو کہ یہاں ڈیرہ اسماعیل خان دارالتجوید پڑھا گیا تھا ۸۵ء میں پہلے الخیر ملتان میں شائع ہوا، پھر جسارت کراچی میں آگیا تھا اور پھر مولانا محمد فاضل صاحب عثمانی رحمہ اللہ علیہ مقیم حرم مکہ المکرمہ نے پمفلٹ کی شکل میں اسے شائع فرما کر ملک کی اہم شخصیتوں میں تقسیم کیا۔ **واجرھم علی اللہ**

یاد رہے کہ جس طرح شیعہ فریقین کو شیعہ قاضی دیا جاسکتا ہے اور اہل حدیث کو اہل حدیث عالم بشرطیکہ دونوں فریق ہم مذہب ہوں، اسی طرح تمام اقلیتوں یہودیوں، نصاریٰ وغیرہ وغیرہ کو ان کے مخصوص مسائل میں جبکہ فریقین ایک ہی مذہب کے ہوں ان کے دین کے ماہر جج دیئے جاسکتے ہیں اس سے کوئی غیر مسلم فرقہ مسلمان نہیں شمار کیا جاسکتا۔

یہی تصریح میرے مضمون میں صحیح حل کے عنوان سے تھی جس کی تائید حضرت حامد میاں صاحب نے فرمائی اور یہی بات میں نے معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۶ کے حوالہ سے لکھی تھی۔ دیکھئے نفاذ شریعت اور پاکستان مجموعہ مقالات راقم الحروف ناکارہ عبدالکریم غفرلہ ولوالدی صفحہ ۱۲۴ اور صفحہ ۱۴۷۔

ہاں ۸۵ء میں ہم نے نجم المدارس کلاچی میں ایک سہ روزہ تربیتی کورس کا انتظام کیا تھا جس میں رد شیعیت کے لئے علامہ عبدالستار صاحب تونسوی اور رد قادیانیت کے لئے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر اور رد غیر مقلدیت کے لئے حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ علیہ تشریف لائے تھے۔ بہت سے علماء اور تعلیم یافتہ حضرات نے اداء فیس کے ساتھ ان میں شرکت کی تھی اور متعدد حضرات نے نوٹ بھی لئے تھے۔ ہماری نا تجربہ کاری کہ مدرسہ میں ان کے نقول محفوظ نہیں رہے اور اب بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

خیر ختام کے طور پر یہ بات قابل یادداشت ہے کہ آپ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ ایک دفعہ سنایا کہ میں آپ سے ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا۔ حضرت الاستاد رحمہ اللہ (حال آسودہ جنت البقیع) نے پوچھا نماز محلہ کی مسجد میں پڑھا کرتے ہو یا کسی اور جگہ؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا محلہ کی مسجد والے بدعتی اور مشرک ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا اچھا! ہدایۃ النحو پڑھنے والے مولانا صاحب تم مفتی بھی ہو گئے ہو۔ اسی مسجد میں نماز پڑھا کرو۔ (جماعت کے ساتھ یا آگے پیچھے احتمالان اور غالباً اس وقت نابالغ بھی ہوں) اب وجہ سوال معلوم ہوئی کہ ابھی سے مفتی نہ بنو۔

چند دن کے بعد پھر سوال ہوا بھائی کسی نماز کے بعد مسجد میں تبلیغی نصاب کا ایک آدھ صفحہ ہی پڑھ لیا کرو۔ عرض کیا حضرت وہ لوگ میرے وجود کو برداشت نہیں کر رہے، میری باتیں پھر تبلیغی نصاب سننے سنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرمایا کم عقل میں نے کب کہا کہ کتاب ان کو سنا دیا کرو۔ میں نے تو کہا کسی نماز کے بعد تبلیغی نصاب کا صفحہ آدھ پڑھ لیا کرو۔

فرمایا میں نے اسی پر عمل کیا۔ چند دنوں میں اچھی بھلی جماعت سننے کے لئے بیٹھ جاتی بلکہ سنانے کی دعوت دیتی۔ یہ ہے مقصد خواجہ حافظ رحمہ اللہ کے ارشاد کا کہ

بہ مے سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں گوید

کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن

بستی خدام الدین برلب نہر چک نمبر ج ب/379 کلویا وملحقہ شاخ

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کی توسیع وتعمیر

جامعہ سے متصل مکان کی خرید کے لئے فوری امداد کی ضرورت ہے۔ دین دوست ومخیر حضرات توجہ فرمائیں۔ مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کی شاخ **جامعہ خدیجۃ الکبریٰ** اندرون کلویا چک نمبر ج ب /379 میں مقامی ومسافر طالبات زیر تعلیم ورہائش پذیر ہیں جن کے جملہ اخراجات **مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن** کے فنڈ سے پورے کئے جاتے ہیں۔

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے مطابق درج کتب کی **درجہ عالیہ** تک کی تعلیم کے علاوہ قرآن پاک حفظ وناظرہ کی تعلیم اور سلائی، کڑھائی اور کٹنگ سکھانے کا باضابطہ انتظام ہے۔ ہر سال طالبات حفظ قرآن سے فارغ ہوتی ہیں۔ مستند (حافظہ) (قاریہ) (عالمہ) (فاضلہ) معلمات اور تعلیم وتربیت کے لئے ہمہ وقت مدرسہ میں موجود ہیں۔

جامعہ کی موجودہ جگہ تعلیم ورہائش کے لئے ناکافی ہے جس کی وجہ سے بچیوں کی تعلیم ورہائش اور مستقبل کے منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ سے متصل ایک مکان قابل فروخت ہے جس کی دیوار مدرسہ کے ساتھ مشترک ہے۔ وہ مکان ستاسی ہزار (-/87000) روپے کا 30 اکتوبر 2001ء کے وعدہ پر خرید لیا گیا ہے۔ مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کے پاس محفوظ سرمایہ موجود نہیں ہے، بلکہ لاکھوں روپے کا مقروض ہے۔ مدرسہ کی روزمرہ کی ضروریات کے لئے مشکلات کا سامنا ہے اس لئے ....

مخیر حضرات مکان کی خرید کے لئے فوری امداد فرمائیں

خدانخواستہ سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے وعدہ کے مطابق اگر ادائیگی نہ کر سکے تو مدرسہ کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا اور ہم ایک موزوں جگہ کے خریدنے سے محروم رہ جائیں گے۔ دین دوست احباب ومخیر حضرات صدقہ جاریہ میں اپنا حصہ فوری طور پر شامل کریں اور اپنے عطیات، صدقات، زکوٰۃ وعشر سے مدرسہ کی امداد فرمائیں تاکہ مدرسہ کے انتہائی ضروری اخراجات جلد پورے کئے جاسکیں۔

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کے نام سے کسی بینک میں کوئی اکاؤنٹ نہیں ہے۔ جامعہ کے جملہ اخراجات مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کے فنڈ سے پورے کئے جاتے ہیں۔

ترسیل زر کے لئے جملہ رقوم، چیک وڈرافٹ بنام مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن اکاؤنٹ نمبر 7-369 مسلم کمرشل بینک غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ ارسال کریں

المشتہر: **سید محمد بدر عالم ترمذی** مہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن

بستی خدام الدین برلب نہر چک نمبر ج ب/379 کلویا تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ فون: 25-113 0462-823401

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی وفات امت مسلمہ اور خصوصاً اہل حق کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ اور نا قابل برداشت صدمہ ہے جو مدت تک تازہ رہے گا جس کا مداوا ابھی ممکن نظر نہیں آ رہا۔ مولانا مرحوم کو اللہ رب العزت نے جو خصوصی شرف بخشا تھا وہ اس دور میں کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا وسعت مطالعہ، حاضر جوابی، بردباری اور مخالف کے دلائل کو پاش پاش کرنا سبھی کچھ آپ کو ودیعت کیا گیا تھا یہی وجہ کہ آپ نہ صرف غیر مقلدیت بلکہ مماتیت، یزیدیت، بریلویت، عیسائیت، مرزائیت اور دیگر مذاہب باطلہ، ضالہ اور مبتدعہ کے خلاف سیف بے نیام تھے۔ آپ کے قوت دلائل کے سامنے ٹھہرنا بڑے بڑے مناظرین کے بس کا روگ نہ تھا:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مدرسہ نصرت العلوم، والد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ اور احقر کے ساتھ مولانا کا خصوصی تعلق تھا جب بھی وہ گوجرانوالہ تشریف لاتے تو مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے اور مدرسہ کی لائبریری سے بھرپور استفادہ فرماتے بلکہ ان کا فرمانا تھا کہ "اس لائبریری میں بعض کتب ایسی ہیں جو پاکستان کی بڑی بڑی لائبریریوں میں بھی نہیں ہیں" مولانا بے حد مطالعہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا مدرسہ میں تشریف لائے حضرت والد صاحب سے فرمایا "کہ غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ میں مجھے ایک نئی چیز سے واسطہ پڑا ہے وہ ہے مسئلہ "وحدت الوجود" یہ مسئلہ تصوف میں ایک غامض ترین اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، لہٰذا آپ مجھے یہ مسئلہ سمجھائیں، مجھے بہت سے جید علماء نے اس مسئلہ میں آپ کی طرف رجوع کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت والد محترم مدظلہ نے انہیں مسئلہ وحدت الوجود کی تمام باریکیوں سے باخبر کیا مولانا نے اپنی خداداد صلاحیت سے بہت جلد اس پر عبور حاصل کر لیا۔ مولانا مرحوم اپنے دور کی ایک عبقری شخصیت تھے یہی وجہ کہ فرق باطلہ نے مولانا کو زک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی لیکن افسوس اس بات کا زیادہ ہے کہ بعض وہ لوگ جو

جماعت دیوبند میں گھسے ہوئے ہیں اور تحقیق کے میدان میں ان کی حیثیت علمی بونوں کے برابر بھی نہیں ہے۔ انہوں نے بھی ازراہ حسد مولانا کی حیثیت کو مشکوک بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن بایں ہمہ وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عزت اور مقام بخشا وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ حضرت والد صاحب مدظلہ کی جب بھی کوئی نئی کتاب چھپتی تو بندہ بذریعہ ڈاک مولانا مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ ضرور بھیجتا تھا ''نماز مسنون'' (کلاں) کی اشاعت پر مولانا نے فرمایا کہ: حضرت آپ نے تو غیر مقلدین کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ احناف کا طریقہ نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ مولانا مرحوم کی تقریریں، تحریریں اور مناظروں کی کیسٹیں ان کی علمی یادگار ہیں۔ جن سے علماء اور عوام مدتوں استفادہ کرتے رہیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں، علمی عظمت، بلند اخلاق، حلم اور تدبر، فہم وفراست، نکتہ رسی، بذلہ سنجی اور ان کی اخلاص ومحبت کی صلاحیتوں اور علمی کمالات نے بے حد متاثر کیا، ان کے ساتھ سب سے پہلی ملاقات اٹک کے قریب ''مرزا'' نامی گاؤں میں ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہوئی تھی، موصوف نے مجھ گناہ گار کا سنا تو میرے کمرے میں تشریف لائے، بے حد شفقت اور عنایت سے نوازا، میں تصنیف وتالیف اور تحریری کام کے حوالے سے نووارد تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی امالی ترمذی کی ترتیب وتالیف ''حقائق السنن'' سے فارغ ہونے کے بعد ''دفاع امام ابوحنیفہؒ'' لکھ چکا تھا جو چھپ کر منظر عام پر آ گئی تھی۔ یہ میری پہلی کتاب تھی مرحوم نے اسی حوالے سے بات شروع کی اور ''دفاع امام ابوحنیفہؒ'' کے اکثر ابواب اور مضامین پر سیر حاصل نقد وتبصرہ فرمایا۔ حافظہ، حاظر دماغی اور ذوق مطالعہ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ مرحوم نے خود میری کتاب کے حوالہ سے مجھ سے کچھ استفسارات کیے تو اپنی لکھی ہوئی تحریروں کے عدم استحضار کی وجہ سے میں تسلی بخش بات نہ کر سکا اور اپنی تحریروں کے مطالعہ کے بعد دوسری نشست میں ان سے علمی مذاکرے ہوئے تو حیرت ہوئی کہ دفاع امام ابوحنیفہؒ لکھنے والے سے بڑھ کر اس کے پڑھنے والے کی کتاب پر گرفت مضبوط تھی، علمی ذوق، اعتدال اور مفید علمی مشوروں نے مجھے پہلی ملاقات میں ان کا گرویدہ بنا دیا پھر جب میرا چھوٹا سا رسالہ ''امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ انقلاب وسیاست'' منظر عام پر آیا تو موصوف نے کراچی کی ایک ملاقات میں جس انداز سے اس پر تبصرہ فرمایا خود لکھنے والا ورطہ حیرت میں ڈوبا رہا کہ پڑھنے والے نے اس کے فکری ہدف کو کس طرح اپنے دل کی دھڑکن بنا لیا ہے موصوف نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی بعض تحریروں کے حوالے سے مجھ جیسے نووارد یعنی چھوٹوں کی طالب علمانہ کاوش کی تائید اور میری حوصلہ افزائی اور چھوٹوں کی تشجیع میں اپنے اکابر کی یاد تازہ کر دی اور آخری ملاقات (جو اتفاقی تھی) میں اول وہلہ میں فرمایا حقانی صاحب ''دفاع امام ابوحنیفہؒ'' آپ نے لکھی نہیں آپ سے لکھوائی گئی ہے قدرت کا انتخاب تھا کتاب بہر حال لاجواب ہے۔

مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ ''دارالعلوم'' نے تین صفحات پر مشتمل دفاع امام ابوحنیفہؒ پر ایک وقیع تبصرہ شائع کیا ہے جو مقبولیت کی نشانی ہے فرمایا میں سمجھتا ہوں'' توضیح السنن شرح آثار السنن'' دفاع امام ابوحنیفہؒ پر محنت کا ثمرہ ہے اور انعام ہے جس سے اللہ پاک نے نوازا ہے میری اس تمام گفتگو کا واحد مقصد یہ ہے کہ موصوف کس طرح اصاغر کی حوصلہ افزائی، علم پروری اور تشجیع فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شوق اور ذوق علم سے نوازا تھا۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم ۔ گوجرانوالہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ اہل سنت والجماعت بلکہ اہل اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تھے کیونکہ انہوں نے صرف سنت کی حفاظت کے لئے اہل بدعت سے ہی ٹکر نہیں لی بلکہ تمام ادیان باطلہ کے حملوں سے دین اسلام کو بچانے کے لئے اپنی جان، مال، عزت وآبرو کو صَرف کیا اور اسی حفاظت دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ ان کی مقابل پر گرفت ایسی تھی کہ اس کو بھاگنے کا موقع نہیں ملتا تھا اور علمی گیرائی اور گہرائی کا کسبی ہونے سے زائد اللہ تعالیٰ نے وھبی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

میں نے اکثر اختلافی مسائل پر علماء کے لئے علمی دلائل کتب کی شکل میں اکٹھے کئے مگر انہوں نے ان دلائل کو عوامی ذہنوں کے مطابق اس طرح آسان کر دیا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل میں عوام کی ایسی ذہن سازی کی کہ وہ صرف یہ نہیں کہ خود مطمئن ہو گئے بلکہ دوسروں کو بھی مطمئن کرنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی۔ سچ یہ ہے کہ انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ اس صورت میں ادا کیا کہ ماضی میں اس کی مثال کہیں خال خال ملے گی اور زمانہ حال ان کی نظیر سے خالی ہے اور مستقبل درجہ اسباب میں تاریک نظر آتا ہے۔ صرف لا تیا سوا من روح اللہ کی اک ڈھارس باقی ہے۔

گوجرانوالہ مدرسہ میں ان کی آمد پر اساتذہ اور طلبہ اور عوام کو ہم نے ہمیشہ ان سے استفادہ کی طرف متوجہ کیا اور اکثر اوقات ان کے استفسار پر ان کو مفید مشورے بھی دیئے اور غائبانہ طور پر بھی ان کے لئے دعائیں کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے انتقال پر ایسا صدمہ ہوا کہ اپنے قریب ترین اقرباء اور اعزہ کی موت پر اتنا صدمہ کبھی نہیں ہوا۔

تہہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائیں اور ان کی بیوہ، بچوں اور تمام

اقربا کو اور تمام مسلمانوں کو جو اس صدمہ سے متاثر ہوئے ہیں صبر کی توفیق عطا فرما کر اجر عظیم عطا فرمائیں اور ان کی برکات کو ان کے اقرباء اور متعلقین میں باقی رکھیں اور ان کے مشن کو تا قیامت زندہ و تابندہ رکھیں۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

❁❁❁❁❁❁

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰھی البرنی زید مجدھم
المملكة العربية السعودية

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے ایسے افراد پیدا فرماتا ہے جن سے دین اسلام کی تائید و نصرت اور علم دینیہ اور اعمال صالحہ میں ترقی ہوتی ہے اور مسلمانوں کے قلوب، فرق باطلہ اور مبتدعین کے افکار سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرات علمائے دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ دینی خدمات لیں، انہوں نے تفسیریں بھی لکھیں، احادیث کے شروح بھی لکھیں اور احادیث کے تراجم بھی۔ فقہ و فتاویٰ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بدعات کی بھی تردید کی، باطل فرقوں سے بھی مقابلہ کیا، ہنود و نصاریٰ سے بھی مناظرے کئے اور ان کے چھکے چھڑائے۔

مولانا محمد امین صاحب صفدر کو بھی اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا۔ انہوں نے غیر مسلموں سے مناظرے کئے اور ان کو نیچا دکھایا۔ وہ فرقے جو مدعیان اسلام تھے لیکن حدود اسلامیہ کو پار کر چکے تھے ان سے بھی مناظرے کئے اور سب کو مغلوب کر دیا جو مقابلہ سے سرفراز ہونے پر آمادہ ہوئے۔

مولانا موصوف رحمہ اللہ نے آخری چند سال جامعہ خیر المدارس، ملتان میں گزارے۔ طلبہ کو مناظروں کی مشق کرائی اور فرق باطلہ کی سازشوں سے واقف کرایا۔ ان کے اعتراضات بتائے اور مسکت جوابات سکھائے۔

جو شخص دنیا میں آیا اسے جانا ہی ہے۔ مولانا موصوف بھی عمر رواں پوری کر کے اس دنیا سے چلے گئے۔ متعلقین اور اہل عقیدت کو غمزدہ کر کے دنیائے فانی سے روانہ ہو گئے۔ ہر جانے والے کے متعلقین کو طبعی طور پر تو رنج ہوتا ہے لیکن موصوف نے جو اپنے تلامذہ چھوڑے ہیں دینی خدمات کے لئے کثیر افراد تیار کئے ہیں اور جو رسالے اور مضامین لکھے ہیں اور جو مطبوعہ مناظرات چھوڑے ہیں، یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے داغِ مفارقت ہلکا ہو جاتا ہے، جب تک یہ چیزیں زندہ ہیں حضرت موصوف بھی زندہ ہیں گو نظروں کے سامنے نہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات زندہ رہیں گی اور طلبہ علوم عربیہ دینیہ اور عامۃ المسلمین ان کی کتابوں اور

رسالوں اور مناظروں سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ کثر اللّٰہ فینا امثالھم واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی زید مجدھم
رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی، پاکستان

محترم جناب مولانا محمد ازہر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ مورخہ ۲ جنوری ۲۰۰۱ء نظر نواز ہوا۔ یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ ماہنامہ ''الخیر'' کا خصوصی نمبر حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وواقعات کے بارے میں شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک مقصد میں آسانی، برکتیں، اخلاص اور مکمل کامیابی عطا فرمائے۔

میں محترم جناب محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف تو متعدد ذرائع سے بحمد للہ سنتا رہا ہوں لیکن افسوس ہے کہ مجھے ان سے ملاقات یاد نہیں اور کبھی خط وکتابت کی نوبت بھی نہیں آئی، اس لئے ان کے حالات وواقعات سے متعلق کچھ لکھنے کی سعادت سے محروم ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ان کے علوم اور دینی خدمات کا فائدہ عرصہ دراز تک صدقہ جاریہ کی صورت میں جاری رکھے۔ آمین!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلھم
جسٹس شریعت اپیلنٹ بنچ ۔ سپریم کورٹ آف پاکستان

گرامی قدر مکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

احقر کا مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز حاصل نہ ہوسکا، میری محرومی ہے کہ ان سے کبھی خط وکتابت کا بھی شرف حاصل نہ ہوا، اس لئے احقر ان کے بارے میں کچھ لکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
حکیم محمد اختر صاحب مدظلھم (کراچی)

۳/شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

مولانا فرق باطلہ کے خلاف ایک عظیم مناظر تھے۔ چونکہ وہ کچھ عرصہ غیر مقلدین سے متاثر رہ چکے تھے اس وجہ سے ان کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتے تھے اور ان کے تمام کرتوتوں کو جانتے تھے۔ لیکن اس بحث و مباحثہ میں بھی وہ حد اعتدال سے آگے نہ بڑھتے اور مقابل کی ترش بات کا بھی نہایت خوش اخلاقی اور مسکراہٹ کے ساتھ مدلل جواب دیتے۔

مولانا کا امت مسلمہ پر یہ عظیم احسان ہے کہ جہاں بھی مسلک حق کے خلاف آواز اٹھتی تو اس کا جواب دیتے، اس طرح سے وہ ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتے تھے۔ ان کی وفات پر جو حادثہ امت مسلمہ کو پہنچا ہے وہ کسی بھی غم سے کم نہیں اور ان کی وجہ سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے شاید کہ اس خلا کو کوئی پر کر لے۔ ان جیسی شخصیات دنیا میں بہت کم ہی آتی ہیں اور ایسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ نامور مناظر اور فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان تھے، ان کی عظیم خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

ان کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا، حضرت لاہوریؒ کے انتقال کے بعد انہوں نے وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم (چکوال والے) سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ حضرت قاضی صاحب سے ان کا تعلق وفات تک برقرار رہا۔

احقر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں اور تمام پسماندگان اور امت مسلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیء عندہ باجل مسمی

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدھم
مرکزی امیر جمعیت علماءِ اسلام۔پاکستان

احقر کو اپنی زندگی میں بالمشافہ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا، لیکن احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ان کی جہد مسلسل اور فکری و نظری طور پر راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے فرقوں کے تعاقب اور مولانا کے ہاتھوں ان کی ہزیمت کی خبریں متواتر ملتی رہتی تھیں۔ مولاناؒ کی ان دینی خدمات کے باعث دوسرے حضرات کی طرح احقر بھی ان کا عقیدت مند اور مداح تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نئی نسل کو اسلام کے عادلانہ نظام حیات اور انہیں اسلاف کی قابلِ قدر خدمات سے آگاہ کرنے کے لئے مولانا مرحوم نے بے پناہ کام کیا تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور فردِ واحد ہوتے ہوئے اتنا کام کر گئے جو ایک ادارہ بھی بمشکل انجام دے سکے۔ مولانا مرحوم نے نوجوان علماء و فضلاء کو فتنوں کے تعاقب واستیصال کے لئے استدلالات کے جو نئے نئے طریقے سکھائے وہ الہامی تھے اور ان شاءاللہ ان کی روشنی میں یہ سفر جاری رہے گا۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مولانا مرحوم کے اس مشن کو جاری وساری رکھیں اور انہیں اعلیٰ علیین میں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔ آمین۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب دامت برکاتھم
جامع مسجد الدرویش۔ پشاور، صدر

برادر محترم مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مناظر اسلام اور ترجمان اہل حق حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحہ ارتحال کی خبر سن کر نہایت غمگین اور آبدیدہ ہوا، اور بجز انا للہ وانا الیہ راجعون اورانا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی پڑھنے کے علاوہ زبان پر سکتہ طاری ہوا۔

موصوف اور مرحوم کی وفات سے عالم اسلام میں اور خصوصاً علماء حق کی صفوں میں بڑا خلا پیدا ہوا جس کا پر ہو جانا بڑا مشکل ہوگا۔ موصوف اپنی خداداد قابلیت اور استعداد کی بنا پر ہر فرقہ باطلہ کے لئے شمشیر بران اور حاضر جوان

مناظر لاثانی اور ہر میدان کے شہسوار رہے۔ علماء حق اور مذہب حنفی اور قافلہ بزرگواران دیوبند کے ترجمان اور نگہبان رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے موصوف کو اپنے جوار رحمت میں مقام قرب ومنزلت سے سرفراز رکھے۔ آمین۔

ان المتقین فی جنت ونھر o فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر اور ان کی اولاد روحانی ہو یا جسمانی، ان کے صحیح جانشین اور قائم مقام بنائے۔ آمین اور ہم سب کو اور جامعہ خیر المدارس کے مشائخ کو اور جملہ طلباء اور ان کے افراد خانہ کو صبر جمیل اور اجر خیر سے نوازیں۔ آمین!

آپ ان کے مشن اور پروگرام کو جاری رکھیں۔ والسلام

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلھم
شیخ الحدیث باب العلوم کھروڑ پکا (لودھراں)

مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمہ اللہ مذاہب باطلہ کی تردید اور احقاق حق کے امام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بے مثال کام لیا ہے۔ ان کے طرز مناظرہ اور استدلال اور قرآن وحدیث کے الفاظ سے نکات کا نکالنا علماء ومدرسین کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ موت کا وقت مقرر ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے، اہل حق کو ان کی موت سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ سوائے صبر کے چارہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور درجات عالیہ سے نوازے آمین!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب مدظلھم
سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہؓ پاکستان

برادرم مولانا فیاض احمد عثمانی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ برطانیہ کے دورہ سے بندہ گزشتہ روز ہی واپس ہوا تو آج صبح آپ کا والا نامہ ملا جس میں جناب نے ترجمانِ احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمہ اللہ کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھ بھیجنے پر بندہ سے

بجا طور سخت شکوہ فرمایا تھا، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے بھی بندہ کو حکم فرمایا تھا اور پہلے ہی آپ نے بھی فرمایا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ

بندہ نے ہر چند کوشش کی کہ آپ کی فرمائش پوری ہو سکے اور کئی بار قلم اٹھا کر بہت سوچنے کے بعد پھر رکھنے کی نوبت بھی آئی کیونکہ بندہ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ سے اس ہستی کو خراج تحسین پیش کرے۔ وہ مردِ قلندر کہ بظاہر ایک معمولی اور درویش انسان نظر آتا ہو لیکن اپنے دور کے جبالِ علم بھی اس سے اقتباس اور اکتساب کرتے نظر آئے جن کا نام سن کر ہر باطل گھبرا جاتا تھا اور اہل حق کے ہر دشمن کو جن کا سامنا ''سکرۃ الموت'' نظر آتا، جس نے کئی مسائل میں احناف کو زبان عطا کی، جس کے دلائل کا سامنا باطل کے کسی نمائندہ سے نہ ہو سکا...... اتنے بڑے مناظر اور متکلم ہونے کے باوجود متانت اور سنجیدگی کا یہ عالم کہ جیسے غصہ، غیظ وغضب سے بالکل آشنائی ہی نہیں، اور غصہ دلانے میں مخالف کا ہر حربہ ناکام رہا بلکہ خود مقابل کو پھیکا ہو کر بعد خفت وذلت ''اعترافِ شکست'' کرنا پڑا، جس شخصیت میں شفقت کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی بلکہ مجسمۂ شفقت بنایا گیا تھا بلکہ طلبہ اور متعلقین کے علاوہ مخالفین سے بھی شفقت کا یہ برتاؤ کہیں اور جگہ ہم نے نہیں دیکھا۔

محترم! بات لمبی ہوگئی اور اس میں بندہ نے کسی تصنع یا تکلف سے کام نہیں لیا، نہ ہی یہ عادت ہے صرف اپنا قصور بتلانا تھا کہ کیوں آج تک آپ کے حکم کی تکمیل نہیں ہو سکی، تو بھائی اس کی اصل وجہ صرف اپنی بے بضاعتی تھی کہ بندہ کے پاس کوئی مضمون ان کی عظمت وحیثیت کو صحیح بیان کرنے کا ذہن میں نہیں آرہا تھا اور نہ ہی کوئی آئندہ امید کی جا سکتی ہے، بندہ تو بس اتنا جانتا ہے جب بھی بندہ کو کوئی علمی مشکل پیش آتی یا معاندین اور مخالفین نے تنگ کیا تو یا تو مرشدی وسیدی حضرت مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینی پڑی یا پھر حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کرنی پڑی اور الحمدللہ ان دونوں بزرگوں کی موجودگی میں کبھی پریشانی کا منہ دیکھنا نہیں پڑا اور تقریباً ہر اُلجھن قابلِ حل نظر آتی تھی، اب ان کے بعد اگرچہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے اور خود ہی انتظام فرمائے گا اور اللہ پاک نے اہل حق کو بہت بڑے جبالِ علم وعمل عطا فرمائے ہیں لیکن بندہ ذاتی طور پر بہت پریشان رہتا ہے اور ہر وقت دعا گو ہے کہ اے خداوند قدوس! اپنی خصوصی رحمت سے پھر کوئی صاحب امانت پیدا فرما اور اہل حق کو پھر کوئی محمد امین عطا فرما جو ہر باطل کے لئے صفدر ہو، امین۔
امید ہے کہ بندہ کا عذر قبول فرمایا جائے گا اور آئندہ لکھنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ، مفتی محمد انور صاحب (اوکاڑوی) مدظلہ اور تمام احباب کو سلام اور حضرت مفتی عبدالستار صاحب اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں دعا کی خصوصی درخواست عرض ہو۔ والسلام!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب مدظلہ
مھتمم جامعہ رحمانیہ عبدالکریم روڈ، لاھور

ماہنامہ ''الخیر'' جو استاد العلماء والصلحاء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ یادگار اسلاف عالم باعمل حضرت مولانا محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم یادگار ہے۔ گاہے بگاہے اکابرین کے بارے میں خصوصی اشاعت کا اہتمام کر کے اکابرین کی علمی، ملکی، ملی اور فقہی خدمات کو منصۂ شہود پر لاتا رہتا ہے، اس پر ادارہ کے سربراہ حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ اور ان کے رفقاء حضرت مولانا محمد ازہر صاحب، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب اور مولانا فیاض احمد عثمانی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اب کی بار ادارہ نے امام المتکلمین، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدرؒ کو ان کی خدمات جلیلہ پر خراج تحسین پیش کرنے کے لئے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ مرحوم بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ سادہ مزاج، زندہ دماغ، حساس دل، حاضر جواب، دردمند طبیعت، بے لوث، نڈر اور بے باک عالم دین تھے۔

مولانا مرحوم بیک وقت محقق بھی تھے اور مفکر بھی۔ فقیہ بھی تھے اور محدث بھی۔ مدرس بھی تھے اور معلم بھی۔ مقرر بھی تھے اور مصنف بھی۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔ ہر مسئلہ کی گہرائی سے واقف تھے۔ مشکل سے مشکل سوال کا جواب مدلل انداز میں دینا آپ کا خاصہ تھا۔ حضرت مولانا مرحوم کے دل میں استاد الاساتذہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بے پناہ محبت تھی۔ حضرت امام اعظمؒ کے ساتھ عقیدت انتہا درجہ کی تھی۔ فقہ حنفی پر خاص عبور تھا۔ دلائل کی دنیا میں بات کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا، اسی لئے آپ کو ''وکیل احناف'' کہا جاتا تھا۔ آپ کی خدمات جلیلہ پر جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ آپ کی محنتوں اور کاوشوں کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دین اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں مولانا کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین! اللہ تعالیٰ ادارہ کی اس عظیم کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا نیاز احمد صاحب (بھاولنگری) مدظلھم

ناظم : مدرسہ تجوید القرآن خیرپور ٹامیوالی (بھاولپور)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی عصرِ حاضر کی ایک معروف وممتاز علمی شخصیت تھی۔ آپ کی علمی، دینی، تحقیقی بالخصوص ردِّ غیر مقلدیت کے حوالے سے گراں قدر خدمات ہیں جنہیں ہمیشہ عزت کی نظر سے دیکھا جاتا رہے گا۔

مولانا موصوف موت العالِم، موت العالَم کے حقیقی مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور طلباء کو آپ کا صحیح جانشین نصیب فرمائے۔

شمع رسالت کا پروانہ

مولانا مجیب الرحمٰن صاحب مدظلہم (نواب شاہ)

دنیا میں کچھ ایسی عظیم ہستیاں رہ چکی ہیں جن کا صرف نام لینے سے آنکھوں کو ٹھنڈک، دل کو سکون اور پورے جسم کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ جن کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے اور انسان مرعوب ہو جاتا ہے۔ ان کے چہروں کی چمک دمک اور ان کا رعب کفار اور مخالفین کو حیران کر دیتا ہے اور وہ کانپنے لگ جاتے ہیں۔

اتباع سنت کا غلبہ اور جذبہ اسلام سے سرشار ہونے کی وجہ سے کفر اور بدعات ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں۔ ان ہی عظیم ہستیوں میں سے ایک امت کا عظیم سپوت، محسن کائنات، جلیل القدر اور رفیع الامت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نور اللہ مرقدہ تھے، جنہوں نے اسلام کی عظمت اور بقا کے لئے بے تحاشا قربانیاں دیں اور اپنے وجود کو رضائے الٰہی اور دنیا کی گندگی کو ختم کرنے کے لئے مسخر کر رکھا تھا۔ حضرت موصوفؒ نے گلشن اسلام کی آبیاری کے لئے لاجواب قربانیاں دیں اور احکام اسلام پر اٹھنے والے ہر شعلے کا جواب اپنی فولاد جیسی مضبوط زبان اور قلم سے دیا۔

مولانا موصوفؒ پر خشیت الٰہی کا غلبہ تھا۔ مولانا مرحوم اسلام کی روشن روایات کے صحیح وارث اور دین اسلام کے صحیح سنگم تھے جو کہ اخلاص وللّٰہیت، علم وتقویٰ، دیانت وامانت، فہم وفراست، نظم ونسق کے پیکر تھے۔ اللہ

تعالیٰ نے ان کو مدرسہ، خانقاہ، یونیورسٹی اور کالج میں یکسانیت کے ساتھ مقبولیت عطا فرمائی تھی۔

مولانا محمد امینؒ کے متعلقین میں سے نہ صرف علماء اور طلباء تھے بلکہ عصری تعلیم گاہوں کے لیکچرار، ڈاکٹرز، انجینئرز اور پروفیسرز بھی ان کے فیض کے جاری کردہ چشمے سے سیراب ہوتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی فتنہ رونما ہوا، چاہے وہ فتنہ غیر مقلدیت کا ہو یا بریلویت کا ہو یا سماع موتی اور حیات انبیاء کا، تو ایسے ہی انبیاء کے سچے ورثاء اور علماء حق نے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگائی۔

مولانا اوکاڑوی صاحبؒ ایک عظیم عالم، مصنف اور مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مناظر بھی تھے۔ انہوں نے خاص طور پر غیر مقلدین کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے اور ان کو شکست فاش دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر مناظرے میں پہلے سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور غیر مقلدین ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے چلے گئے اور ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنی رہی۔ حضرتؒ نے اسلام کی عظمت اور بلندی کے لئے طعنے اور گالیاں بھی سنیں۔ ہر سو مخالفت بھی ہوئی لیکن انہوں نے کسی ملحد اور بے دین جابر اور ظالم کو شریعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ حکم میں بھی تحریف کرنے کی اجازت نہ دی۔ مولانا مرحوم سادہ انداز میں بیان کرتے تھے جس میں نہ خطابت کا دہن گرجاتا تھا، نہ پر تکلف عبارت لاتے تھے اور نہ ہنسنے ہنسانے والی حکایات اور لطیفے۔ اس کے باوجود ان کی زبان مبارک سے نکلنے والی ہر بات دل میں اتر جاتی تھی اور ذہن اور فکر پر چسپاں زنگ کو صاف کر دیتی تھی۔ ان کی مجلس اور خطاب میں خطیب، ڈاکٹرز، طلباء، علماء، پروفیسرز، وکلاء، اور لیڈر سب شریک ہوتے تھے اور یکسانیت کے ساتھ مستفیض ہوتے تھے۔

مولانا مرحوم امت کی چنداں مشہور شخصیات میں سے تھے جو دین اور اسلام کی حقانیت کی نشانیوں میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ مولانا محمد امین صفدرؒ ایک بہترین مناظر ہونے کے ساتھ ایک عالی شان مدرس بھی تھے۔ ملک کے مختلف مدارس میں تدریس کرتے رہے۔ آخری وقت تک ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا کا اچانک ہم سے رخصت ہونا اور داعی اجل کو لبیک کہنا ہم سب کے لئے خاص کر علماء و طلباء کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ ہر ایک غمگین اور پریشان ہے، ہر آنکھ سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ ان کی وفات کی وجہ سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے جس کو پورا کرنا فی الحال بڑا مشکل نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی مغفرت فرما کر جنت میں ان کو اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

❀❀❀❀❀❀

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب (شجاعبادی) مدظلھم
مرکزی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت ۔ پاکستان

مزاج گرامی...... حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ کی وفات کی خبر پڑھ کر قلبی صدمہ ہوا۔ مولانا کی ذات گرامی اسلام کی حقانیت کی دلیل تھی۔ قادیانیت ہو یا عیسائیت، غیر مقلدین کا مسئلہ ہو یا مماتیوں کا، اہل بدعات کا شور وغوغا ہو یا روافض کا، عثمانی فتنہ ہو یا جماعت المسلمین۔ آپ ہر ایک کے مقابلہ میں اسلام اور اہل اسلام کے دفاع کے لئے ہمہ وقت چاک وچوبند نظر آتے تھے۔

آپ اہل حق کے ترجمان اور احناف کے وکیل تھے۔ آپ کی وفات سے نہ صرف جامعہ خیر المدارس، ملتان یتیم ہوا ہے بلکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمیت اہل حق کی تمام دینی جماعتیں محروم ہوگئیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کے ساتھ شایان شان رحمت کا معاملہ فرمائیں اور ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ، حضرت مہتمم، تمام اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام اور تعزیت کا اظہار۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدرؒ کا آخری دورہ
مولانا سید محمد قاسم بخاری زید مجدھم (سرگودھا)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہمارے ادارہ کے سالانہ کورس میں ہمیشہ تشریف لایا کرتے تھے، نہیں بلکہ سرپرستی فرماتے رہے۔ سینکڑوں علماء وطلباء مستفید ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ہم گنہگاروں کو ان کے بتلائے ہوئے راستے پر عملاً چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

آپ ۲۹ رجب بروز ہفتہ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء بوقت عصر ملتان سے احقر کے ہاں سرگودھا تشریف لائے، بالکل تندرست تھے۔ چائے وغیرہ نوش فرمائی جو ان کی طبیعت کے عین مطابق تھی۔ عصر کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ احقر سے پروگرام کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ آپ نے احقر کو یکم شعبان تا ۸ شعبان پروگرام دیا ہوا تھا۔ فرمایا کل میرا مضمون کیا ہوگا؟ کافی علماء وطلباء تشریف لائے ہوئے تھے۔ احقر نے عرض کیا کہ فن مناظرہ کے اصول پر بحث کرنی تھی۔ یہ بحث مکمل کرنے کے بعد دوسرے مضامین شروع کریں گے، فرمایا بہت اچھا۔ مغرب

تک علمی گفتگو میں مصروف رہے۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا فرمائی، نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر آپ فلش میں چلے گئے۔ واپسی پر فرمایا کہ میرے سینہ میں شدید درد ہے اور کمر میں بھی درد ہے۔ فوراً تسبیح نکال کر ذکر شروع فرما دیا، علاج وغیرہ ہوتا رہا لیکن حضرت ڈاکٹری علاج کے سخت مخالفت تھے جو کچھ احقر نے کیا منت سماجت کر کے علاج کرایا۔ رات گزر گئی، نماز عشاء اور فجر باجماعت پڑھی۔ صبح فرمایا اب قدرے افاقہ ہے سبق پڑھائیں گے۔ احقر نے کافی روکا لیکن آپ نے پھر بھی دو گھنٹے کورس پڑھایا پھر ظہر کے بعد کمرے میں بستر پر لیٹ کر سبق پڑھایا۔ رات آرام کے لئے عرض کیا اور علاج کے لئے لیکن نہ مانے۔ تاہم دیسی و ہومیو علاج کرتے رہے۔ رات گزر گئی، صبح تک کمرے میں ہی نماز وغیرہ پڑھتے رہے۔ حافظہ، ہوش وغیرہ بالکل درست رہے، بے ہوش بالکل نہیں ہوئے۔ صبح ۲ شعبان کو کافی صحت خراب ہوئی تو عرض کیا کہ آپ کو گھر پہنچاتے ہیں، فرمایا ایک دن دیکھ لیں پھر تقریباً پانچ منٹ کے بعد فرمایا کہ مجھے اوکاڑہ والی گاڑی پر بٹھا دو۔ احقر نے اپنے عزیز خالد فاروق شاہ اور ایک طالب علم کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ رات آٹھ بجے کے قریب حضرت کو ان کے چک اوکاڑہ میں خیریت سے پہنچا دیا گیا، میرا عزیز واپس آیا تو اگلی رات دس بجے انتقال کی خبر فون پر بجلی کی طرح گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صبح ہم لوگ تین گاڑیاں لے کر جنازہ میں شامل ہوئے اور حضرت کا آخری دیدار کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

مرسلہ: حافظ مظہر احمد (قطب پور۔ لودھراں)

"اہلِ سنت والجماعت" ہی فرقۂ ناجیہ ہے۔ سنت ہماری منزل ہے اور اجماع اس تک پہنچنے کے لئے جی ٹی روڈ ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یہ علاقائی اور لوکل روٹ ہیں۔ اس کی دوسری تشریح یوں ہے کہ مخصوص مسائل میں ہم اہل سنت، اجماعی مسائل میں والجماعت اور اجتہادی مسائل میں ہم حنفی ہیں۔ اہل سنت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبیوں کو برحق مانتے ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام کا عقائد میں اتفاق ہے اور بہت سے اعمال میں بھی اتفاق ہے۔ ان عقائد اور اعمال میں ہم سب نبیوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن اعمال میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں عملی اختلاف ہوا وہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو ناسخ اور ان اعمال کو منسوخ سمجھتے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ جاری ہے اور اُن کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ یہ مطلب ہمارے اہل سنت ہونے کا ہے۔ ہم جمعہ پڑھتے ہیں، اتوار یا ہفتہ نہیں پڑھتے۔ ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں، بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ عقائد میں سب اہل سنت والجماعت ہیں اور وہ سب حق پر ہیں۔

ضبط و ترتیب: فیاض احمد عثمانی ناظم ماہنامہ الخیر

جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ "الدعوۃ والارشاد" کے رئیس، ممتاز عالم دین، مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی دینی وملی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ایک جلسہ منعقد ہوا، جس سے مفکرِ اسلام حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب (لندن)، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی، مولانا میاں محمد افضل، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا قاری محمد طیب حنفی اور مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے خطاب کیا.......... مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری زید مجدہم کے خطابات قارئین "الخیر" کی نذر کئے جاتے ہیں۔ اس جلسہ کا اختتام جامعہ کے استاذ الحدیث مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ کی دعا پر ہوا۔ (فیاض احمد عثمانی)

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زید مجدہ

مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان

مناظر اسلام، وکیل احناف، ترجمان اہل سنت، نقیبِ مسلک علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ رحمۃ اللہ علیہ رئیس شعبۂ التخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس، ملتان کی دینی، علمی، تبلیغی اور عظیم الشان ملی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے اور تذکرہ کے لئے یہ ایک عظیم الشان اجتماع وجلسہ منعقد ہو رہا ہے۔

☆ ان شاء اللہ یہ اجتماع نمازِ عصر تک جاری رہے گا۔ اس اجتماع سے اہلِ علم واہلسنت اور اہل اللہ خطاب فرمائیں گے۔ اس پروگرام کا مقصد حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور مشن کے حوالہ سے بیانات، واقعات اور اُن کی خدمات کا تذکرہ ہے۔

حضرت مرحوم ایک بے مثال عالم تھے اور عالم کی قدر ومنزلت کا پتہ عالم ہی کو ہوتا ہے۔

عالم را عالم مے شناسد

"کہ عالم کو عالم ہی پہچانتا ہے۔" ایک عالم کس مقام ومرتبہ کا ہے، اُس کو اللہ نے کتنی اونچی دولتِ علم عطا

کی ہے، اس کا پتہ بھی علماء کو ہی ہوتا ہے...... حضرت مولانا مرحوم کے مقام و مرتبہ کا بھی صحیح اندازہ علمائے کرام ہی کو ہے...... مولانا مرحوم کی زندگی اُس میدان میں گزری ہے جس میدان سے آپ اہلِ علم کو واسطہ پڑتا رہتا ہے یا آئندہ پڑے گا۔ وہ بند کمرے میں نہیں گزری بلکہ میدان میں گزری ہے، وہ صرف درس و تدریس میں نہیں گزری بلکہ مناظروں میں بھی گزری ہے، وہ صرف اپنے اسٹیج پر مسلک کو بیان کرنے میں نہیں بلکہ دوسروں کے اعتراضات کے جوابات دینے میں بھی گزری ہے، فتنوں کا مقابلہ کرنے میں بھی گزری ہے۔ آپ حضرات اپنے ان اکابر کے بیانات بڑی توجہ اور شوق سے سنیں، قیمتی نکات کو محفوظ کریں جو آپ کو آئندہ کام دیں گے...... مولانا مرحوم کے استدلالات، واقعات، اندازِ بیان، لاجواب سوالات اور بہت سے لاجواب جوابات اور عجیب وغریب نکات کو یاد کرلیں۔ ان شاء اللہ آپ کسی میدان میں شکست نہیں کھائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکمل دین عطا فرمایا ہے۔ اللہ نے ہمیں جو نبی اور رسول دیا وہ بھی مکمل ہے بلکہ اکمل ہے...... ویسے تو ہر نبی کامل ہے مگر ہمارے نبی ﷺ صرف کامل ہی نہیں، اکمل ہیں۔ کسی بھی قوم کے لئے کسی بھی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے نامکمل دین نہیں بھیجا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ تیئس ہزار نوسو ننانوے نبی، پیغمبر اور رسول جو آئے وہ تمام کے تمام انبیاء کرام اپنے اپنے دور اور زمانے میں اللہ کی مخلوق کی ہدایت کے لئے مکمل دین ہی لے کر آئے...... لیکن وہ دین اُس وقت تک کے لئے تھا جب تک اللہ نے اُس نبی کو دنیا میں رکھنا تھا...... مگر امام الانبیاء، خاتم الانبیاء، رحمت دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھیجا تو صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا...... پھر صرف آپ ﷺ کی زندگی مبارک کے عرصۂ نبوت کے تیئس سال تک کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام کائنات کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجا اور سارے زمانوں، سارے انسانوں اور ساری مخلوقات کے لئے قیامت تک نبی و پیغمبر بنا دیا۔ آپ ﷺ کے جانے کے بعد بھی نبوت و شریعت آپ ﷺ ہی کی چل رہی ہے اور تا قیامت چلتی رہے گی۔ اب اگر کوئی نبی بھی آئے گا (جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام) تو وہ بھی آپ ﷺ کی شریعت و کتاب پر ایمان لائے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ کو اکمل نبی بنا کر اکمل دین عطا فرمایا گیا ہے۔ آج اگر کسی کو کوئی مسئلہ پیش آ جائے اور وہ اس بارے میں اسلام کا حکم معلوم کرنا چاہے تو اسلام اُس کو مایوس و نا اُمید نہیں کرے گا بلکہ اُس کے ہر اشکال کا جواب دے گا...... چونکہ جب دین قیامت تک کے لئے ہے، اس طویل عرصہ میں نئے نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جو مسائل پیش آئے اُن کا حل خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ جو مسائل صحابہ کرامؓ کے دور میں پیش آئے تو انہوں نے حل بتا دیا۔ صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کے زمانوں میں جو مسائل پیش آئے تو ہر ایک طبقہ نے اُن مسائل کا حل بتایا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا...... یہ علماء و فقہاء کرام اسلام کے مکمل ہونے کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ یہ اسلام کی جامعیت اور اس کے اکمل ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن و حدیث میں مسائل کے حل کے لئے اُصول بیان فرما دیئے گئے ہیں۔

اب ہر آدمی تو یہ اُصول نہیں جانتا تو اس لئے اللہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت میں ایسے علماء وفقہاء پیدا کر دیئے اور قرآن میں اللہ نے پہلے ہی اعلان کر دیا کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون کہ اگر تمہیں نہ آئے تو اہل علم سے معلوم کرلو...... یادرکھو! قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کی طرح اگر کوئی مسئلہ بتا دے جو شریعت کے مطابق ہو تو یہ بھی قرآن وحدیث کا مسئلہ کہلاتا ہے نہ کہ اُس مجتہد عالم کا۔

مثال کے طور پر:

آپ کو پانی چاہئے تو آپ نلکا اور موٹر لگاتے ہیں اور یہ کام ہر آدمی نہیں جانتا بلکہ اس فن کا خاص "مستری" یہ کام جانتا ہے۔ آپ اُن کو بلا کر پیسے دیتے ہیں، چونکہ اُس کے پاس بورنگ کا سامان بھی ہوتا ہے اور وہ اس کام سے اچھی طرح واقف بھی ہوتا ہے اور وہ محنت کر کے آپ کو پانی نکال دیتا ہے، تو اب آپ بتائیے کہ! یہ پانی اس مستری نے پیدا کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے؟ اس کا جواب صرف اور صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے...... اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر مٹی کے نیچے پانی رکھ دیا جبکہ مستری نے تو صرف پانی کو ظاہر کیا ہے نہ کہ پیدا کیا ہے...... بالکل اسی طرح دین کا کوئی بھی مسئلہ آپ کو پیش آ جائے تو آپ علماء کرام اور مفتی صاحبان کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہو کہ اس مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم کیا ہے؟ تو یہ فقہاء کرام جو قرآن وحدیث کو زیادہ جانتے ہیں آپ کو قرآن وسنت میں غوطہ لگا کر، گہری تحقیق کر کے صحیح مسئلہ آپ کو دے دیتے ہیں...... تو یہ چھپا ہوا مسئلہ اور حکم اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا تھا مگر اس علم وفن کے ماہرین حضرات فقہاء ومفتیان کرام صرف اس کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

☆ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے کہا کہ تم مولوی لوگ دوسرے لوگوں کو کافر کیوں بناتے ہو؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی! ہم کافر بناتے نہیں بلکہ اس کا کافر ہونا بتاتے ہیں...... اس لئے کہ کافر تو آدمی اپنے عقیدے اور غلط نظریات سے بنتا ہے...... مولوی تو اُس کا کافر ہونا بتاتا ہے چونکہ وہ دین، اسلام وکفر کی حقیقت اور تعریف سے واقف ہوتا ہے۔ وہ اس علم کی وجہ سے بتا دیتا ہے۔

☆ اسی طرح اگر ہم کہیں کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے اور آپ یہ کہنا شروع کر دیں کہ مولوی صاحب نے فلاں چیز حلال کر دی اور فلاں چیز حرام کر دی تو یہ بات بالکل غلط ہوگی، اس لئے کہ حلال یا حرام تو اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ مولوی نے تو صرف اس کا حلال یا حرام ہونا ظاہر کیا ہے۔

☆ الغرض ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقام تمام فقہاء کرام سے زیادہ ہے اور پھر ان چاروں میں سے سب سے زیادہ اُونچا مقام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملا۔

☆ برطانیہ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا کہ صحابہ کرامؓ میں سے سب سے زیادہ فتوحات حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئیں۔ تقریباً آدھی دنیا پر اسلام کا پرچم لہرایا اور ادھر ان فتح شدہ ملکوں میں اسلامی قانون اور اسلامی فقہ سیدنا امام ابوحنیفہؒ دیتے رہے...... امام ابوحنیفہؒ نے پورا اسلام مرتب کر کے دیا، اور یہ مرتب شدہ اسلامی قانون واسلامی فقہ یہ کوئی قرآن وحدیث کے مقابلہ کا نام نہیں ہے بلکہ فقہ تو قرآن وحدیث کے احکام کے

مجموعہ کا نام ہے۔اسی طرح امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی فقہاء ہیں۔ان تمام فقہاء نے قرآن و حدیث کے سمندر میں غوطے لگائے اور اس سے ''انمول'' موتی (علم کے موتی) ہمیں اکٹھے کر دیئے۔یہ ان کا اُمتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے۔

☆ مولانا مرحوم پوری زندگی فقہاء اسلام کی دینی خدمات سے عامۃ الناس کو آگاہ کرتے رہے۔آج کا دور فتنوں کا دور ہے، اسلام سے دُور کرنے کے لئے فتنہ پرور ''فقہاء کرام'' کے خلاف نفرت پھیلانے کے عجیب و غریب طریقے استعمال کر رہے ہیں۔مولانا مرحوم تو دنیا سے چلے گئے مگر اُن کے علمی افادات موجود ہیں۔نوجوان فضلاء کو ان علمی شہ پاروں سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

۞۞۞۞۞
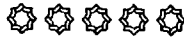
مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ

پی۔ایچ۔ڈی (لندن)

بعد از خطبہ مسنونہ اما بعد۔فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرات علماء کرام، واجب الاحترام، بزرگان قوم، عزیز طالب علمو اور بھائیو! آج صرف خیر المدارس ملتان ہی نہیں، پورے پاکستان اور ہندوستان میں مولانا اوکاڑوی (مرحوم) کی جدائی پر ہر آنکھ اشکبار ہے۔

میرا رونا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستان کا

آج اس سانحہ کا سامنا ہم ہی نہیں کر رہے بلکہ ہمارا پورا مسلک جہاں جہاں بھی ہے مولاناؒ کی خدمت کو خراجِ تحسین ادا کر رہا ہے اور می راہ کے دل کا حسن انہوں نے اپنے دل کی دھڑکنوں سے چنا۔آج ان راستوں پر چلنے اور ان کے نقش پا سے زندگی کے چراغ روشن کرنے کے لئے ہم مختلف مقامات پر جمع ہیں۔

یاد رکھیئے! یہ اجتماع اور جلسے تعزیتی نہیں بلکہ ''تجدید عہد'' کے جلسے ہیں کہ جس نقش پاک کو انہوں نے چھوڑا، ہم ان کو باقی رکھیں گے......تعزیت تین دن کے بعد نہیں ہوتی۔نہ ہی صحابہؓ کے عہد میں تعزیت کے لئے اجتماعات کرنے کا اہتمام تھا، اور وہ مردِ حق جس نے اپنی پوری عمر بدعات کی مخالفت میں گزاری آج ان کے پروگرام کو ''تجدید وفا'' کے طور پر کہ ہم اس لائن کے وفادار رہیں گے اور ہم ان دینی مراکز و دینی اجتماعات میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ اس لائن (مشن) کو نہیں چھوڑیں گے۔سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضورﷺ کی وفات پر حالانکہ تین دن کے اندر کی بات تھی، تعزیت بھی ہوسکتی تھی آپؓ نے پہلے فرمایا: من کان یعبد اللہ فان اللہ حیّ لا یموت ومن کان یعبد محمدا فان محمداً قدمات توحیّ لایموت کے اقرار کے بعد یہ کہنا

مقصود ہے کہ ہم آئندہ اس لائن کو جاری رکھیں گے اور باقی رکھیں گے جس خدا کا پیغام حضور ﷺ نے دیا تھا وہ خدا اب بھی زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔

توان اللّٰہ حیّ لایموت میں پیغام تجدید وفا ہے کہ آئندہ بھی اسی لائن پر چلیں گے.....تو آپؒ نے ''تجدید وفاء'' کے پیغام کو تعزیت پر بھی مقدم رکھا.....تو اب یہ تعزیتی جلسے نہیں۔

زمانہ بہت کو رویا اور بہت کو روئے گا

کتنے لوگ آئے وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے

پالا تھا جنہیں آسماں نے خاک چھان کر

ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔مولانا محمد امین صفدرؒ نے اپنی پوری زندگی اس پیغام کے لئے وقف فرمادی جس پیغام کو عام علماء نے مصالح کے پردے میں لپیٹا ہوا ہے۔کتنے خطیب ہوں گے اور مدرس جو اپنے وقت میں رسمی پیغامات اور رسمی خطبہ پر اکتفا کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کہیں اپنا امتیازی پہلو بیان کرنے میں کوئی ناراض نہ ہو جائے لیکن مولانا مرحوم نے ساری دنیا کی ناراضگی کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس طرح میدان میں آئے کہ کہنا پڑتا ہے کہ:''دین کو واقعی انہوں نے امانت سمجھا اور اس امانت کو ادا کر کے چلے گئے اور دنیا آج بھی اس امین کو یاد کر رہی ہے۔''

میں اپنے احناف بھائیوں کو جو حنفیت کے نام پر زیادہ چونکتے ہیں خاص طور پر حدیث کے طالب علم جانتے ہیں کہ ہمارے مسلک کا پہلا بڑا وکیل امام طحاویؒ ہے وہ بھی اپنے حلقے کے نہیں تھے بلکہ باہر سے آئے تھے اور اس دور کے طحاوی مولانا محمد امین بھی اپنوں سے نہیں بلکہ باہر سے ہی آئے تھے۔

<u>لطیفہ:</u>

ایک طالب علم تھا اور طالب علموں کا کام ہوتا ہے ٹیڑھا سوال کرنا، اس نے ایک دفعہ ٹیڑھا سوال کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ علم کے کتنے بڑے پہاڑ تھے، لیکن جب امام شافعیؒ ان کی شاگردی میں آئے تو وہ (امام محمدؒ) اپنے شاگرد امام شافعیؒ کو مطمئن نہ کر سکے ورنہ امام شافعیؒ بھی دوسرا محمدؒ ہوتا۔(محمد بن ادریس) تو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ اپنے شاگرد امام شافعیؒ کو مطمئن نہ کر سکے.....استاذ نے کہا کہ پہلے تم یہ بتاؤ کہ امام شافعیؒ کے شاگرد امام مغنی اپنے شاگرد امام طحاویؒ کو کیوں مطمئن نہ کر سکے۔جو جواب تم دو گے وہی میرا جواب ہوگا.....امام شافعیؒ کے شاگرد امام مغنیؒ ہیں ان کے بھانجے تھے امام طحاویؒ جو ان کے شاگرد ہیں۔استاذ (امام شافعی) اور شاگرد (امام مغنی) دونوں شافعی المسلک تھے لیکن امام طحاویؒ نے اس لائن کو چھوڑ کر اچانک ایسی چھلانگ لگائی کہ پورے احناف کے وکیل بن گئے.....مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کی پرورش بھی غیر مقلدین نے کی، حضرت نے بھی ایسی چھلانگ لگائی کہ اس وقت کے ''طحاوی'' بن گئے۔(یہ اللہ کی دین ہے)

آپ کبھی ان لوگوں پر غور کریں کہ جو دوسری صفوں سے آئے اور اپنی صف کو چار چاند لگا دیئے۔ابھی

میں (جامع مسجد شہداء ''الخیر'' ممتاز آباد) میں یہ تذکرہ کر رہا تھا کہ لاہور میں ایک جگہ کسی نے کہا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں نے کہا کبھی مل بھی جاتی ہے ذرا غور کرو تو...... جیسے مولانا لال حسین اختر قادیانیت سے (رجوع و توبہ کر کے) آئے اور ختم نبوت کے پلیٹ فارم کو ایسے چاند لگا گئے کہ اپنے وقت میں انہی کا سکہ چلتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس دین کا اللہ تعالیٰ خود محافظ ہے، جب بھی دین کی حفاظت کی ضرورت پڑی تو ہر طبقے سے، ہر ضرورت کے مطابق یہ دین خود کھینچتا ہے کیونکہ اس کا محافظ خود اللہ ہے۔ (سبحان اللہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے ''پہلے جانے والوں'' پر ہمیں صبر کرنے کی تعلیم دی اور فرمایا کہ صبر کرو، بلکہ صابرین کو بشارت دی بشر الصابرین کہ صابرین کو بشارت دے ''والذین اذا اصابتھم مصیبة کہ ان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے قالوا (کہ) وہ کہتے ہیں انا للہ (یہ ایک بات ہے) کہ ہم سب اللہ ہی کے ہیں لام تملیک کے لئے ہے، یعنی ہم سب کا مالک ایک اللہ ہے۔ جب ہم نے زبان سے کہا انا للہ کہ ہم سب کا مالک اللہ ہے اور ہم اُس کے بندے ہیں تو مالک کو حق ہے کہ وہ اپنی مملوک چیز کو جہاں چاہے لے لے۔

مثال:

جیسے میں عارضی طور پر اپنے رومال کا مالک ہوں، اب اگر میں اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دوں تو کوئی بھی سوال نہیں کرے گا کہ یہاں سے وہاں کیوں رکھا؟ اس لئے کہ مالک کو حق ہے کہ وہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھ دے اور مومنین پر جب بھی کوئی مصیبت، جدائی اور موت آتی ہے تو وہ اپنے عقیدے کا اعلان کرتا ہے انا للہ کہ ہم تو اللہ کی ملکیت میں ہیں، اُس کی مرضی کے چاہے یہاں (دنیا میں) رکھے یا وہاں (آخرت میں)۔

مولانا محمد امینؒ پہلے یہاں تھے، اب وہاں ہیں...... وہ اپنے خیمے جنت میں لگا چکے...... تو اللہ کے دونوں فیصلوں پر ہم راضی ہیں اور اعلان کرتے ہیں انا للہ کہ ہم سب اللہ کے ہیں۔ وہ جہاں چاہے لے جائے۔ فرشتوں میں سے کوئی غیر مقلد نہیں ہے، بس مولاناؒ کو بھی اللہ وہاں لے گئے اس لئے نہیں کہ فرشتوں میں کچھ غیر مقلد ہو گئے تھے اور مولانا ان کو ٹھیک کرنے گئے ہیں (یہ نہیں ہے) اس لئے کہ فرشتوں میں غیر مقلدیت ہے ہی نہیں۔ مولانا وہاں غیر مقلدین کی اصلاح کے لئے نہیں پہنچے بلکہ اس لئے وہاں پہنچے کہ یہاں (دنیا میں) وہ اپنا ''نصاب وفا'' پورا کر چکے تھے۔ نصاب وفاء حیات وہ یہاں پا چکے تھے، کسی کی شمع حیات سے وہ بھی شمع ہو گئے۔ جب شمع پر صبح ہو جائے تو پھر اسے بجھنا ہی ہوتا ہے۔

☆ ہمارے سامنے مولانا تھے، ان کی داڑھی سیاہ تھی، ہمارے سامنے ہی سفید ہوئی تو جب داڑھی سفید ہو رہی تھی تو سوچتا تھا کہ صبح کے وقت یہی موتی شمع بن کر چمکے گا۔ یہی موتی:

اس کی شمع حیات جب کہ صبح کو ٹمٹما رہی تھی
ہزار روغن میں ڈالتا تھا مگر وہ بجھتی ہی جا رہی تھی

اس چراغ میں کتنا ہی تیل ڈالا جائے جس کا وقت آ گیا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

اس کا شمع حیات جب کہ صبح کو ٹمٹما رہی تھی
ہزار روغن میں ڈالتا تھا مگر وہ بجھتی ہی جا رہی تھی
قضا کا دستِ جفا کنندہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا
وہ جا رہے تھے، میں رو رہا تھا، قضا کھڑی مسکرا رہی تھی

☆ قضاء نے اور کا کنانِ لوح وقدر نے ایسے ایک نہیں ہزاروں منظر دیکھے، ہزاروں، دنیا سے کون کون اٹھے؟ کارکنان قضاء وقدر نے ہزاروں ایسے منظر دیکھے، ہمارے جب زخم تازہ ہوتے ہیں تو ہم یاد کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

دوستو، بھائیو اور بزرگو! اپنا عقیدہ یاد رکھو، عقیدہ کیا ہے؟ وہ ہے انا للہ کہ ہم خدا کے ہیں تو انا للّٰہ فرمایا انی للہ نہیں فرمایا (یعنی جمع کا لفظ فرمایا) اس میں اپنے علاوہ اوروں کی طرف بھی اشارہ ہے جو ہم سے پہلے چلے گئے ہیں اس لئے کہ یہ اجتماعی فکر کا عقیدہ ہے کہ ہم سب اللہ کے ہیں، لیکن اللہ کے تو ہیں ہی، پھر بھی ہیں تو انسان اور انسان کا دل سانحات پر دکھتا ہے، جدائی پر رنجیدہ ہوتا ہے، موتوں کے زخم لگتے ہیں، ہیں تو اللہ ہی کے مگر ہیں تو انسان! تو جدائی پر آنکھیں بھی استعمال ہوتی ہیں، دل بھی دھڑکتا ہے، غم تو ہوتا ہی ہے تاہم فرمایا کہ غم نہ کرو، ہم پھر آپ کو ملا دیں گے، لیکن ملنا اس طرح نہیں ہوگا کہ ملنے والا (واپس) یہاں آ جائے گا بلکہ وانا الیہ راجعون کہ ہم نے ہی وہاں جانا ہے..... تو اس دوسرے جملہ میں تسلی دی گئی کہ ہم تم سب کو ملا دیں گے، البتہ ملانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جانے والے نے نہیں آنا، وہ اپنا وقت پورا کر چکا، اب ہم ہی وہاں جائیں گے۔

شیعہ کا عقیدہ رجعت غلط ہے:

یہ عقیدہ کہ جانے والے نے واپس آنا ہے، اس عقیدے کو کہتے ہیں ''عقیدہ رجعت'' اور یہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے لہٰذا جو چلا گیا تو اس کو ملنے کے لئے ہے۔ انا الیہ راجعون.

☆ شیعہ کا جو یہ عقیدہ ہے کہ قیامت سے پہلے چند خواص و چند عوام نے پھر اسی جہاں (دنیا) میں واپس آنا ہے، اس کو کہتے ہیں ''عقیدہ رجعت''۔ یہ ہمارے عقیدے کے بالکل خلاف عقیدہ ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ بالکل نہیں ہے۔ مستقل طور پر ان کی عقائد کی کتابوں مثلاً شرح تدریج وغیرہ میں عقیدہ رجعت برابر آخرت کے مقابلے میں گھڑا گیا ہے۔ توحید کے مقابلہ میں ''عدل''، رسالت کے مقابلہ میں ''امامت''، آخرت کے مقابلہ میں ''رجعت'' (ان کا عقیدہ ہے)۔ ہمارے بنیادی عقائد بھی تین ہیں۔ (۱) توحید (۲) رسالت (۳) آخرت۔ شیعوں کے بنیادی عقیدے چھ ہیں۔ (۱) توحید (۲) عدل (۳) رسالت (۴) امامت (۵) آخرت (۵) رجعت (التوحید والعدل والرسالة والامامة والأخرة والرجعة)

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے ہمیں تعلیم دی کہ صابرین کو جمع کرو اور وہ کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون. ان دو جملوں کے کہنے سے دل کو کچھ صبر آتا ہے۔ ہاں آج اپنے جس ساتھی اور بزرگ کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں اور تجدید وفا کر رہے ہیں اس کے مشن کو باقی رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

☆ میں جب پاکستان میں رہتا تھا اس وقت مولانا مرحوم ابھی اس میدان میں نہیں آئے تھے، تو غیر مقلدین کے میدان میں اس وقت ہم لوگ کام کر رہے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ آخری ایام میں ان مسائل کے حل کے لئے ایک تو اس عاجز (حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ) کا نام لیتے تھے اور ایک حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدہ کا۔ میں انگلینڈ چلا گیا اور جب واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ الحمد للہ مولانا اوکاڑویؒ نکلے اور اس عالم میں ایسا چھا گئے کہ بس اس میدان کو سنبھال لیا..... تو مجھے اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ اب مجھے پاکستان سے جانے کا غم نہ رہا..... لیکن مولانا کی وفات کی خبر میں نے انگلینڈ میں سنی تو بے ساختہ کہا کہ ہمیں تو یہ امید تھی کہ یہ سلسلہ ''حنفی کی خدمات'' کا جو حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے چلا اور اور خاص طور پر پنجاب میں جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی ایسی لائن میں کچھ کام کرنے کا موقع دیا۔ اب مولانا امینؒ نے اس کو سنبھال لیا ہے تو امید یہ تھی کہ وہ اس لائن کو چلائیں گے، لیکن وہ دن بھی ہم نے دیکھا کہ (آج) ان کے لئے ''تجدید وفا'' کے جلسہ میں ہم حاضر ہو رہے ہیں..... تو میں نے ذرا تصرف کے ساتھ کہا کہ

قد کنت ارجو ان تکون خلیفتی
لکن رحلت الی الجنان بسرعة

کہ ہم تو امید باندھے ہوئے تھے کہ آپ کو لے کر آگے چلیں گے لیکن اس نے جنت کی طرف قدم بڑھانے میں جلدی کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ (جلدی) صرف آپؒ نہیں کر رہے تھے بلکہ جنت خود کھینچ رہی تھی۔

☆ مولانا محمد امینؒ ان لوگوں میں سے تھے کہ جنت ان کا استقبال کرتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے طالب علم مشکوٰۃ شریف کے بالکل آخری صفحہ پر ایک حدیث کو سامنے رکھیں..... فرمایا نبی پاک ﷺ نے: کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے اس امت میں کہ لهم اجور مثل اجور اولهم کہ ان کو اُجُوْر یا اَجر وہ ملیں گے جو پہلے لوگوں کو ملے۔ حدیث کی یہ اصطلاح ہے کہ پہلے دور کے لوگوں کا ذکر ہو تو مراد اس سے خیر القرون ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقاتلون اهل الفتن کہ اہل فتن کا مقابلہ کرنا اہل عزیمت کا کام ہے۔ چنانچہ مولانا محمد امین صفدرؒ نے صرف غیر مقلدین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ''غیر مقلدیت'' تو ان کا ایک خاص مضمون تھا، ان کے علاوہ اگر عیسائی آئے ہیں، اہل بدعت آئے ہیں تو مولانا بلا تامل یہ کہتے ہوئے کہ: ع

بلائیں زلفِ جاناں کی لیں گے تو ہم لیں گے

☆ کہ آج ان کی پوری عمر کی مساعی کا غم ''خراج عقیدت'' میں پیش کر رہے ہیں اور ان

عمر کی سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی
زندگی لحظہ بلحظہ مختصر ہوتی گئی
سانس کے ہر پردے پہ یوں بجتا رہا ساز حیات
موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

جب کوئی مہمان آرہا ہوتا ہے ناں! تو قدموں کی آہٹ دور سے آہستہ سنائی دیتی ہے اور جب قریب ہو جاتا ہے تو تیز...... ہر شخص پر یہ وقت آتا ہے اور آنے والا ہے کہ: ع

موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اچھی یاد چھوڑ کر گئے۔ طالب علموں کے لئے ایک ہی پیغام ہے کہ کیا آپ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ مصالح یا مصلحت کو بالکل نظر انداز کر کے آپ حق بات کہنے کی عادت بنائیں۔ جب آپ حق بات کہیں گے تو یہ اثر نہیں ہوگا کہ کون ناراض ہوتا ہے اور کون نہیں۔ یہ آپ کو فکر نہیں ہوئی چاہئے، پھر دیکھو کہ اللہ آپ کی کتنی مدد کرتا ہے۔

آپ صرف حق بات کہیں، اس سے کسی کی دل آزاری یا کوئی بدمزگی اور خوشی مقصود نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہو کہ حق کا نام اونچا رہے...... حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی مناظرہ میں جانے سے پہلے اگر کوئی دعاء کرنی ہے تو یہ دعاء کرو کہ یا اللہ! حق کا بول بالا کر۔ یہ نہ کہو کہ مجھے فتح دے...... جب کہو گے کہ مجھے "فتح" دے تو اس میں نفس آگیا اور جب یہ کہیں گے کہ "حق کا بول بالا ہو" اس کی زبان سے یا میری، سب کی زبان سے حق نکلے، یا اللہ! حق کا بول بالا ہو، تو یہ اللہ والوں کی ادا ہے، ان کی سزا...... خواہ سارا جہاں ناراض ہو جائے۔

گر مخالف ہوں زمین و آسماں ، کچھ غم نہیں
سب گوارا ہے مزاجِ یار گر برہم نہیں

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہم

شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

قال اللہ تعالیٰ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک حکم فرمایا تھا اور کُل ملتِ اسلامیہ اُس حکم پر عمل کرتی چلی آئی ہے وہ حکم تھا کہ اگر تم کوئی (مسئلہ) نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ کے علم میں مخلوق دو قسم پر تھی، ایک جاننے والی اور دوسری نہ جاننے والی۔ تو نہ جاننے والوں کو حکم فرمایا کہ تم جاننے والوں سے پوچھ لو، اور پوچھنا ماننے اور عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے اسی کا نام "تقلید" ہے...... اب جاننے والوں کے مراتب بھی مختلف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فوق کل ذی علم علیم "کہ ہر علم والے سے بھی اونچا ایک علم والا ہے۔" لہٰذا معلوم ہوا کہ جاہل عالم سے پوچھ لے اور کم علم والا زیادہ علم والے سے پوچھے۔

جب دوسری ہجری شروع ہوئی تو اس وقت قرآن پاک کے نسخے بھی کم تھے اور حدیث پاک کی کتابیں بھی کم تھیں۔ صحابہ کرامؓ سے پوچھ پوچھ کر لوگ عمل کرتے تھے چونکہ وہ (صحابہؓ) صاحبِ علم تھے۔ جب صحابہؓ کا دور

ختم ہونے لگا تو علماء کو فکر ہوئی کہ اب اسلام میں داخل ہونے والے نئے لوگ دین پر کیسے چلیں گے؟ اب علماء نے اس بارے میں محنت شروع کر دی اور اُس دور کے علماء نے جن کو بڑا عالم سمجھا وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تھے...... امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نحن عیال ابی حنیفة فی الفقه ''کہ ہم فقہ سمجھنے میں امام ابوحنیفہؒ کے بچے ہیں۔'' آج کل فقہ کے مسائل جو ہم حنفی پڑھتے ہیں یہ سب امام اعظمؒ کی محنت کا ثمرہ ہے۔

اس امت نے چار عالموں کو بڑا مانا ہے۔(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ۔ (۲) امام مالکؒ۔ (۳) امام شافعیؒ۔ (۴) امام احمد بن حنبلؒ۔ امت ان چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتی چلی آئی ہے۔... ہمارے اس ہندوستان میں ایک جماعت پیدا ہوگئی جنہوں نے کہا کہ ''تقلید شرک ہے'' اور تقلید کرنے والا مشرک ہے تو گویا کہ ساری اُمتِ مسلمہ کو (ایک ہی جملے میں) مُشرک کہہ دیا حتیٰ کہ حدیث جمع کرنے والے عظیم محدثین امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام نسائیؒ وغیرہ مقلدین کو بھی مُشرک کہہ دیا۔ انا للّٰہ و انا الیه راجعون

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام حدیث کے معنیٰ کو زیادہ جانتے ہیں۔ لہٰذا تقلید کو چھوڑنا یہ دین کو چھوڑنے کا ایک راستہ ہے۔ جب پہلے تقلید چھوڑوائیں گے تو دین خود بخود چھوٹ جائے گا، اور جب یہ تقلید چھوڑنے والی گمراہی تیزی سے پھیلنے لگی تو ہمارے استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اپنے دور میں اس گمراہی کو ختم کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ یہ ''عدمِ تقلید'' کی گمراہی والا راستہ بند ہو جائے...... حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ گمراہی کی پہلی سیڑھی تقلید کو چھوڑنا ہے...... اس کے بعد...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی جامعہ خیر المدارس سے ہی ہمارے شعبہ ''دعوت والارشاد'' کے رئیس حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کو بھی اس گمراہی کے راستہ کو بند کرنے والی محنت کی توفیق دی، اور آپؒ کا انداز اور طریقہ بے مثال تھا۔ اگر چہ مولانا محمد امین صفدرؒ نے گمراہی کے دوسرے طریقوں مثلاً قادیانیت وعیسائیت وغیرہ کی خوب بیخ کُنی کی۔ ہر میدان میں حضرتؒ نے دین کی خدمت کی، لہٰذا آپ خراجِ تحسین وخراجِ عقیدت حاصل کرنے کے قابل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ: مولانا محمد امین صفدرؒ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور نمونہ تھے۔ اللہ پاک ہمیں ان کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ **آج ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں** کہ حضرتؒ نے واقعی دین کی بڑی خدمت کی ہے اور شعبہ میں خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی خدمات کو قبول فرما کر اُن کے درجات کو بلند فرمائیں اور آنے والے حضرات بھی حضرت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محنت کریں۔ خیر المدارس کے احباب تعزیت کے قابل ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت۔ پاکستان

ایک زمانہ تھا کہ خیر المدارس ملتان میں علم دین حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ فراغت کے بعد

۳۰، ۳۲ سال تک کچھ پڑھانے کا اور کچھ مجلس تحفظ ختم نبوت میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور علم نافع عطا فرمائے۔ ہمارے یہ تمام مدارس دینیہ شاخ ہیں دارالعلوم دیوبند کی۔ اصل ادارہ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس کے اکابرین یہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت کے چار صاحبزادے، جو سب کے سب علوم قرآن وحدیث کے ماہر تھے۔ شاہ صاحبؒ کا فیض اُن کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملا ہے۔ تو مجدد الف ثانیؒ کا دور شاہ ولی اللہ کا دور، دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ اور سید عابد حسینؒ کا دور ہے...... اور ان کے بعد دور ہے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا۔ ان کے بعد دور ہے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا۔

محترم قارئین! ہمارے ان مدارس میں جو اِن اکابرین کی سرپرستی میں تسلسل سے قائم ہوئے اور ہمارے ہاں جو چیز پڑھائی جاتی ہے وہ ایک تو نصاب ہے اور ایک فہم دین کے صحیح اصول ہیں۔

ان دیوبند مدارس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ اہل سنت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں۔ ہمارے ہاں قرآن وحدیث تو بنیاد اوّل ہیں دین اسلام کی، ان کے بعد خلفائے راشدینؓ کی سنت۔ اس کے بعد تعامل صحابہؓ اور پھر ہے اجماع اُمت یعنی اگر کوئی چیز قرآن وسنت سے نہ ملے اور خلفاء راشدینؓ کے دور سے بھی نہ ملے تو پھر تعامل صحابہؓ ایک اصول ہے اور اس سے ہٹنا، دین سے ہٹنا ہے اور تعامل صحابہؓ کے بعد اجماع امت ہے۔ اس کے دائرہ میں رہنا، یہ چار اصول ہوئے۔ پانچواں ایک اصول یہ بھی ہے کہ وقت کے علماء جس بات کو صحیح سمجھیں اُس دائرہ کے اندر رہنا ہے۔ یہ سوچ ہمارے ان مدارس میں پڑھائی جاتی ہے...... اب اس سوچ وفکر سے جو لوگ ہٹ جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی وقت کے علماء سے انحراف کرتا ہے تو وہ اہل سنت والجماعت سے نکل کر گمراہی کا سبب بنتا ہے، اور جو شخص اجماع امت کو چھوڑ دیتا ہے وہ بھی اہل سنت والجماعت سے نکل کر گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے وجود میں خیر نہیں ہوگی، اور جو شخص جس اصول کو چھوڑے گا وہ اُسی درجے کا گمراہ ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔

صحیح دین پڑھنا، صحیح فکر رکھنا اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کے دائرہ میں رکھنا اور اس دائرہ میں رکھتے ہوئے جو اہل سنت سے اعراض کرتا ہے دین کو اُس سے بچانا اور اُس کے غلط خیالات کی تردید کرنا اور دین کا تحفظ کرنا یہ سارے کا سارا علمائے دیوبند اور دیوبندیت سے متعلق ہے اور دیوبند مدارس کا یہی ایک طرۂ امتیاز ہے، اور اس میں بہت عظیم شخصیات پیدا ہوئی ہیں، ان میں سے حالیہ وقت کے ہمارے بزرگوں میں سے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ بھی تھے۔

اللہ رب العزت نے قرآن وحدیث کے صحیح علوم، خلفائے راشدینؓ کے صحیح مقام، اجماع امت، تعامل صحابہؓ اور وقت کے علمائے دین کے فہم کا کیا مقام ہے؟ ایک ایک چیز پر انہوں نے جہاں بھی وہ رہے ہیں، جتنی زندگی گزاری ہے ان سب چیزوں کا ہمہ وقت انہوں نے تحفظ کیا ہے۔

جو شخص اہل سنت والجماعت سے کٹا ہے اُمت نے کبھی بھی اسے قبول نہیں کیا۔ ایک ہزار سال تک سب علمائے کرام اہل سنت والجماعت سے متعلق تھے...... سب سے پہلے رافضیت کا فتنہ آیا، پھر خارجیت کے فتنے سے واسطہ پڑا۔ بعدازاں جن فتنوں سے واسطہ پڑا ان میں انکارِ ختم نبوت بھی ہے، انکارِ حدیث، انکارِ حیات النبی ﷺ، مقامِ صحابہؓ کی تنقیص کرنا اور اس میں سے انبیاء کرام کا مسئلہ بھی تھا۔

ان تمام فتنوں کو فتنہ کہنا، ان کے خیالات کو سمجھنا اور طلباء کو ذہنوں کو ان خیالات سے صاف کرنا، اور پھر عوام الناس کو بھی صحیح دین پیش کرنا یہ ایک وافر حصہ ہمارے اِن دیوبند اداروں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی بہت بڑی خدمت ہمارے مولانا محمد امین صفدرؒ نے کی اور حضرتؒ نے ان تمام فتنوں کے خلاف کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁
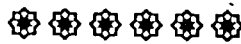
حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

میں اپنے اُن عزیزوں سے کہتا ہوں جن کو مولانا محمد امین صاحبؒ اپنا مشن دے کر گئے ہیں، یاد رکھیئے! مولانا امین صاحبؒ نے جانا تھا، سو چلے گئے۔ ہم نے بھی جانا ہے، انشاء اللہ۔ مگر یاد رکھیئے کہ ان سارے اوصاف و کمالات کے باوجود مولانا مرحوم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں ''مولانا'' ہوں۔ حضرتؒ انتہائی سادہ لباس میں رہتے تھے۔ حضرت کی تحریریں بہت ہیں، مخالف بھی کسی تحریر پر ہاتھ رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس جملہ سے میری دل آزاری ہوئی ہے۔ ہمارے اکابر کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

آپ نے باطل کی تردید کا وہ طریقہ اختیار کیا جو ہمارے اکابر نے اپنایا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ بات صحیح ہو، نیت صحیح ہو اور طریق کار صحیح ہو تو پھر اللہ کی نصرت آئے گی۔ مولانا کا مشن کیا تھا؟ تواضع تھی، جو اُن کو اپنے اسلاف سے ملی اور انہوں نے اپنے اسلاف کا طرز اپنایا تو پھر اللہ نے اُن سے جو کام لیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

☆ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے مشن کو آباد رکھے اور اللہ تعالیٰ نے جو وہ کام کرنا چاہتے تھے یا کر گئے وہ کام جامعہ خیر المدارس سے زیادہ سے زیادہ لے اور اُن کا مشن تا قیامت جاری و ساری رہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں اخلاص کی دولت سے نوازے اور اہل حق کی نصرت فرمائیں۔

حضرات غیر مقلدین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمارے مولانا سرفراز خان صفدر زید مجدہم نے لکھا ہے کہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (غیر مقلد) کا بیان ہے کہ میں اپنے کتب خانے میں گیا تا کہ امام صاحب (امام اعظم ابو حنیفہؒ) پر جرح کی جتنی عبارات مختلف کتابوں میں منتشر تھیں اُن کو جمع کروں تا کہ امام صاحبؒ پر جرح ہو جائے۔ تو جب میں اس نیت سے اپنے کتب خانے میں گیا تو اندھا ہو گیا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم. امّابعد : میرے برادرِ محترم، وکیل احناف مولانا محمد امین صفدرؒ کو مرحوم ہوئے دس ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا ہے لیکن ان کی موت کا یقین نہیں آتا۔ ہر وقت ان کی یاد تڑپاتی رہتی ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے، اداسیوں نے گھر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

ع مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے .... کے مصداق ہر چیز اداس نظر آتی ہے

ان کی زندگی میں ان کی تعریف و توصیف سے اس لئے مجتنب رہتا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بھائی کی تعریف کر رہا ہے۔ اب چونکہ وہ اللہ کے پاس جا چکے ہیں اس لئے اذکروا محاسن موتا کم و کفوا عن مساویھم (اپنے فوت ہونے والوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے احتراز کیا کرو) حدیث پاک کے حکم کو سامنے رکھ کر برادر محترم کی کچھ بھولی بسری یادوں کو تازہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ مختلف احباب کی جانب سے مولانا مرحوم کے متعلق کچھ لکھنے کے تقاضے بڑھ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بندہ کا ایک مفصل مضمون ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے رمضان المبارک اور شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ کے شماروں میں شائع ہو چکا ہے جس سے مولانا مرحوم کی زندگی کے بہت سے گوشے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ اس لئے مولانا مرحوم کے معتقدین اس مضمون کو پڑھ لیں تو کافی حد تک ان کی تشنگی دور ہو جائے گی۔ درج ذیل سطور بھی مولانا مرحوم کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے ہی تحریر کر رہا ہوں، ممکن ہے اس کو پڑھ کر کسی کی زندگی سنور جائے اور یہ تحریر میرے لئے باعث نجات بن جائے۔

جو لمحے تیری صحبت میں گزارے انہیں کی یاد میری زندگی ہے

خاندانی پس منظر:

مولانا مرحوم اس بندہ ناچیز سے ساڑھے دس سال بڑے تھے۔ ''الخیر'' والے مضمون میں ساڑھے نو سال لکھا گیا ہے۔ یہ میرے حساب کی غلطی تھی۔ مولانا مرحوم ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے اور بندہ ناچیز کی تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء ہے۔

والد صاحب:

ہمارے والد ماجد کا نام میاں ولی محمد تھا۔آپ نہایت نیک طینت اور حق گو بزرگ تھے۔ پرائمری پاس صوم وصلوٰۃ کے پابند۔تلاوت قرآن کا شغف رکھنے والے تھے۔ ہمارا تعلق ارائیں قوم سے ہے اور ہمارا آبائی پیشہ باغبانی تھا۔ہم جالندھر شہر کی ایک نواحی بستی ''بستی غزاں'' کے رہنے والے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے والد صاحب اوکاڑہ کے نواحی چک ۲۔ایل/ ۵۵ میں اقامت گزیں ہو گئے۔آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب سے تھا جو نقشبندی سلسلہ طریقت کے ایک بزرگ تھے۔ فاضل دیوبند اور انگریز حکومت کے باغی تھے اس لئے روپوشی کی زندگی گزارتے تھے۔اس دوران والد صاحب کی ان سے ملاقات ہوگئی، آپ نے ان کی کچھ کرامات دیکھیں اور ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ پاکستان بننے کے بعد والد صاحب کے شیخ صادق آباد ضلع رحیم یار خان کی ایک نواحی گوٹھ (گاؤں) میں آباد ہوئے اور وہیں وفات پائی۔مولانا شمس الحق صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا نور الحق صاحب (فاضل دیوبند) سے والد صاحب نے فقہ کی کچھ کتابیں پڑھی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ مولانا نور الحق صاحب میرے استاد ہیں۔ بندہ ناچیز نے اپنے والد کے ہمراہ بچپن میں ان کی زیارت کی تھی۔اس وقت وہ لاہور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں (جو غالباً ٹکسالی دروازہ کے اندر تھی) امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ہمارے والد صاحب کا تعلق علمائے دیوبند سے قائم ہوا اور تاحیات قائم رہا۔ برادر مرحوم کا نام محمد امین بھی والد صاحب کے شیخ نے ہی رکھا تھا۔والد صاحب کے شیخ ایک جلالی بزرگ تھے، ان کی صحبت میں رہ کر والد صاحب پر بھی جلال کا غلبہ ہو گیا تھا۔آپ خلاف حق کوئی بات برداشت نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہمارے گاؤں کے ایک بہت بڑے زمیندار (غالباً نمبردار) اپنے گھر کے سامنے بیٹھے حقہ گڑگڑا رہے تھے۔والد صاحب نے دیکھا تو جلال میں آ گئے۔ پہلے اس کا حقہ توڑ پھوڑ کر پھینکا، پھر اس پر خوب برسے۔اس نے اپنی بیماری کا عذر کیا تو فرمایا احترام رمضان فرض ہے، اگر تم معذور ہو تو یہ کام گھر میں چھپ کر بھی کر سکتے ہو۔آئندہ شارع عام پر ایسی حرکت برداشت نہیں کی جائے گی۔اس واقعہ کے بعد ہمارے گاؤں کے کسی آدمی کو کبھی بھی توہین رمضان کی جرأت نہ ہوئی۔

وہ مرد خدا مست نہ دولت تھی نہ لشکر اس پہ بھی یہ طرفہ تھا کہ جھکتے تھے جہاندار

ہمارے والد صاحب نے اٹھارہ سال تک ایک قادیانی کی ملازمت کی لیکن اس کے سامنے بھی کبھی مداہنت سے کام نہ لیا۔حق بات (تم کافر ہو) اس کے منہ پر بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے اور اس کے گھر سے کبھی ایک گھونٹ پانی پینا بھی گوارا نہ کیا۔بعض علماء کے اس فتویٰ کے باوجود کہ قادیانی چونکہ مرتد ہیں اس لئے ان کا مال

مباح ہے۔ والد صاحب نے کبھی بھی اس کے مال میں خیانت نہ کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کا فتویٰ یقیناً درست ہوگا، لیکن میرا دل اس پر عمل کرنے سے مجھے روکتا ہے (یہ تھی تقویٰ کی انتہاء) وہ قادیانی بھی آپ کی امانت و دیانت کا معترف تھا اس لئے آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور کبھی آپ کے سامنے اونچی آواز سے بات بھی نہ کرتا تھا۔ اس طرح والد صاحب نے اپنی اولاد کی پرورش خالص حلال کمائی سے کی، مشکوک کمائی سے بھی اجتناب کیا۔ والد ماجد کا وصال ۱۹۷۶ء میں اسی گاؤں میں ہوا اور گاؤں کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

دادا جان:

ہمارے دادا جان کا نام میاں پیر محمد تھا۔ درمیانہ قد، سفید رنگت، سفید لباس اور ایک سفید چادر ہمیشہ کندھے پر رکھتے تھے۔ ہاتھ میں عصا (کھونڈا) بھی ہوتا تھا۔ آپ کا حلیہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاصا ملتا تھا۔ آپ قسمت کے دھنی تھے۔ ہمیشہ فراخی رزق کی نعمت سے بہرہ ور رہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے چچا جان کے ساتھ چک نمبر گ۔ب/ ۳۳۶ ضلع لائل پور میں اقامت گزیں ہوئے۔ طبیعت پر جمال کا غلبہ تھا، پرانے لوگوں کی طرح گیارہویں کے ختم اور رسوم مرگ کے قائل تھے۔ ایک دفعہ ملنے کے لئے ہمارے ہاں اوکاڑہ آئے۔ اس وقت مولانا محمد امین صفدر مرحوم نئے نئے پر جوش عالم بنے تھے۔ آپ نے دادا جان سے کہا کہ گیارہویں کا ختم اور قل کا ختم وغیرہ سب بدعت ہیں۔ سنت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اس لئے ان رسومات کو ترک کر دینا چاہئے۔ دادا جان یہ باتیں سن کر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تمہارے گھر ایک رات بھی قیام نہ کروں گا کیونکہ اگر میں یہاں مر گیا تو تم میرے قل کا ختم بھی نہیں دلواؤ گے اور واپس جانے پر مصر ہو گئے۔ والد صاحب نے بعد منت وزاری انہیں واپس جانے سے روکا، لیکن دادا جان نے اپنی زندگی کے آخری سال ہمارے ہاں ہی گزارے اور بھائی صاحب مرحوم کی محنت سے تمام بدعات و رسومات سے تائب ہو گئے۔ علمائے دیوبند خصوصاً تبلیغی جماعت والوں سے لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کا وصال ۱۹۵۸ء میں ہمارے ہاں ہوا اور بحمد اللہ ان کی وفات پر کسی قسم کی موت کی کوئی رسم ادا نہ کی گئی۔ ہمارے دادا جان کا موقف ہمیشہ یہ رہا کہ حلال کماؤ خود کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کو بہت معیوب سمجھتے تھے۔

جب میں نے پرائمری پاس کی تو والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ بیٹا میں تمہیں دس جماعت سے زیادہ نہیں پڑھا سکتا کیونکہ تمہارے بڑے بھائیوں کو بھی صرف دس جماعتیں پڑھائی ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ تم دین پڑھ لو اور مجھے میری مرضی کے خلاف مدرسہ جامعہ محمودیہ عیدگاہ اوکاڑہ میں فارسی کی جماعت میں داخل کرا دیا گیا۔ ایک دن دادا جان ہمارے ہاں آئے تو میں نے ان سے شکایت کی کہ ابا جان نے مجھے چھٹی جماعت

میں داخل نہیں کرایا بلکہ مجھے مدرسہ میں داخل کرا دیا ہے۔ وہاں میرا دل نہیں لگتا۔ دادا جان کو میری بات سن کر دکھ ہوا۔ جب والد صاحب گھر آئے تو دادا جان ان سے ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم نے محمد افضل کو سکول کی بجائے مدرسہ میں داخل کرا کر اچھا نہیں کیا۔ اسے فوراً مدرسہ سے اٹھا کر سکول میں داخل کراؤ کیونکہ ہمارا کام کمانا، کھانا اور کھلانا ہے۔ مدرسہ میں رہ کر اس کی نیت خراب ہو جائے گی اور یہ ٹکریل (روٹی مانگنے والا) بن جائے گا۔ والد صاحب نے دادا جان کی باتیں بڑے تحمل سے سنیں اور بڑی لجاجت کے ساتھ کہنے لگے میاں جی! میرا مقصد یہ نہیں کہ افضل کی نیت بگڑ جائے اور یہ ٹکریل بن جائے بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اسے دین کی سمجھ آ جائے جس سے ہمیں بھی قبر میں فائدہ ہوگا۔ آپ دعا فرمائیں کہ یہ عالم باعمل بن جائے۔ والد صاحب کی یہ باتیں سن کر دادا جان خاموش ہو گئے اور میرا منصوبہ ناکام ہو گیا لیکن والد صاحب اور دادا جان کے اس مکالمہ سے مجھے یہ فائدہ پہنچا کہ میں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا اور اسی وقت میرے چھوٹے سے ذہن نے فیصلہ کر لیا کہ کتابیں محنت سے پڑھ کر مدرس بنوں گا۔ کسی مسجد کی امامت کر کے ٹکریل نہیں بنوں گا۔

والدہ ماجدہ:

ہماری والدہ ماجدہ کا نام عائشہ بی بی ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے انہیں تہجد گزار پایا۔ اب ان کی عمر سو سال کے قریب ہو گئی ہے۔ نظر اور حافظہ انتہائی کمزور ہو گیا ہے۔ پہچان کا ملکہ بھی تقریباً ناپید ہے۔ اس ضعف و ناتوانی کے باوجود آج تک ان کی کوئی نماز اور کوئی روزہ قضا نہیں ہوا اور تاحال ایام بیض کے روزے بھی رکھتی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تادیر ان کی دعاؤں سے ہمیں بہرہ مند فرماتا رہے۔ (افسوس کہ حضرت مولاناؒ کی رحلت کے تقریباً دو ماہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی انتقال فرما گئیں۔ انا للہ و انا علیہ راجعون)

والد صاحب کے رزق حلال اور والدہ صاحبہ کی تربیت کا اثر ہے کہ بحمد اللہ ہم سب بھائی احکام شریعت کے پابند اور فسق و فجور سے نفور ہیں۔ ہمارے گاؤں میں چونکہ بڑے زمیندار قادیانی تھے اور مسلمان کہلانے والے زمیندار بھی اکثر نام کے مسلمان تھے اس لئے گاؤں میں قرآن پاک کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ والد صاحب نے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ سے کہا کہ تم گاؤں کے بچوں کو قرآن پاک پڑھا دیا کرو کیونکہ یہ کار ثواب ہے۔ والد صاحب کی اس خواہش پر والدہ صاحبہ نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا۔ اس طرح گاؤں کی تین نسلیں قرآن پاک پڑھنے کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ قرآن پاک پڑھنے والے بچوں میں قادیانیوں کے بچے بھی آ جاتے، والدہ صاحبہ انہیں بھی قرآن پاک پڑھا دیتیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ والدہ صاحبہ کے بہت سے شاگرد بچے بچیاں بڑے ہو کر قادیانیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے جس کا اجر انشاء اللہ والدہ صاحبہ کو ضرور ملے گا۔

مولانا مرحوم کا سلسلہ تعلیم و تعلم:

برادر مرحوم نے ۱۹۵۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا، پھر اوکاڑہ میں غیر مقلدین کے مدرسہ دارالحدیث میں دینی علوم کی تحصیل شروع کردی۔ ان کے اساتذہ میں حافظ محمد رمضان صاحب اور مولانا عبدالجبار کھنڈیالوی صاحب کے نام تاحال مجھے یاد ہیں۔ بھائی صاحب غیر مقلدین کی صحبت میں رہ کر غیر مقلد بن گئے۔ والد صاحب کی ادعیہ صالحہ اور مولانا عبدالقدیرؒ صاحب کی محنت شاقہ کی برکت سے بھائی صاحب دوبارہ اہل سنت والجماعت حنفی بن گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۵۳ء میں پیش آیا۔ پھر آپ جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب شاگرد رشید مولانا انور شاہ کشمیریؒ (بعد میں شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی)، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند شاگرد رشید حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (دفین بقیع) اور حضرت مولانا ضیاالدین اوکاڑوی صاحب سے حصولِ علم میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ تقریباً تین سال تک شب و روز ان حضرات سے استفادہ کرتے رہے اور مولانا عبدالحنان صاحب سے علم فقہ وحدیث کی منتہی کتب انفرادی طور پر پڑھیں (کیونکہ جماعت ان کے ساتھ چل نہیں سکتی تھی) حضرت مولانا عبدالحنان صاحب اپنی بیماری اور پیرانہ سالی کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ محمد امینِ اگر تم آدھی رات کے وقت بھی میرے پاس پڑھنے کے لئے آؤ گے تو میرا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوگا۔

الغرض بھائی صاحب نے ان بزرگان دین سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۵۵ء میں والد صاحب کے مشورہ سے بھائی صاحب نے جے وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور چنیوٹ چلے گئے۔ اسی زمانہ میں بھائی صاحب کے مراسم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی زید مجدھم سیا ستوار ہوئے اور تاحیات قائم رہے۔ بھائی صاحب کے ''جے۔وی'' میں داخلہ کی خبر جب حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کو ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور والد صاحب سے فرمایا کہ تمہارے سات بیٹے ہیں اگر ان میں ایک بیٹا (محمد امینؒ) مجھے دے دیتے تو دنیا دیکھتی کہ میں نے اسے کیا بنا دیا ہے۔ تم نے بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے اگر محمد امین میرے پاس دو سال اور پڑھ لیتا تو عربی مدارس والے اسے پانچ سو سے زیادہ تنخواہ دیتے اور اس کی خوب قدر کرتے۔ والد صاحب نے بڑی مشکل سے مولانا کو راضی کیا اور کہا کہ حضرت وہ ''جے۔وی'' کر کے آپ کے پاس ہی آجائے گا آپ ناراض نہ ہوں۔

۱۹۵۶ء میں بھائی صاحب جے۔وی کر کے واپس آئے اور اپنے اساتذہ سے دوبارہ سلسلہ تلمذ قائم کر لیا۔ اسی سال بھائی صاحب نے ستلج کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں بطور ان ٹرینڈ ٹیچر عربی مدرس کی اسامی پر کام شروع کر دیا۔ ۱۹۵۶ء میں ہی اوکاڑہ کی تاریخ میں ایک بہت بلند پایہ علمی شخصیت کا اضافہ ہوا۔ حضرت مولانا عبدالحنان

صاحب اپنے ساتھیوں سمیت جامعہ محمودیہ عیدگاہ سے جامعہ عثمانیہ گول چوک تشریف لے گئے۔ان کی خالی جگہ پُر کرنے کے لئے فاضل دیوبند جامع معقولات ومنقولات حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری زیدت فیوضہم (حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) کا تقرر جامعہ محمودیہ عیدگاہ میں ہوا۔اب بھائی صاحب کو اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ایک کنواں میسر آ گیا۔آپ دن کے وقت سکول میں پڑھاتے اور عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سے حضرت نانوتویؒ کی کتب اور دیگر معقولات کی کتابوں کا درس لیتے۔مغرب کے بعد چھوٹی جماعتوں کے طلباء کو ابتدائی عربی وفارسی کی کتابیں پڑھادیتے۔پھر رات گئے تک حضرت مولانا عبدالحنانؒ سے استفادہ کرتے۔رات عیدگاہ میں گزارتے اور علی الصبح گاؤں روانہ ہوجاتے۔فجر کی نماز گاؤں کی مسجد میں ادا کرتے اور بعد از نماز درس قرآن دیتے۔آپ نے گاؤں کی مسجد میں بیس سال تک لوجہ اللہ درس قرآن دیا۔دومرتبہ مکمل قرآن پاک درس قرآن میں ختم فرمایا۔اس درس قرآن کی برکت سے ہمارے گاؤں میں قادیانیوں کی ترغیب، تحریص اور ترہیب کے باوجود کسی غریب مسلمان کا بچہ بھی قادیانی نہیں ہوا۔وہاں قادیانیوں کے کچھ بچے بچیاں ضرور مسلمان ہوئے۔فللہ الحمد

الغرض بھائی صاحب مرحوم کے اساتذہ میں مندرجہ بالا تین اساتذہ کرام کا نام ستاروں کی مانند روشن ہے۔اس کے علاوہ آپ کو جہاں کہیں موقعہ ملتا تحصیل علم کی خاطر حاضر ہوجاتے۔اوکاڑہ کے ایک عالم مولانا محمد طفیل صاحب فاضل دیوبند اور نواحی گاؤں چک نمبر ۴۔ایل/اے کے مولانا محمد حسین صاحب، فاضل مظاہر العلوم سہارنپور بھی برادر مرحوم کے اساتذہ میں شامل تھے۔

اساتذہ وشیوخ کے آپ کے بارہ میں خیالات:

دنیا میں جتنی بھی بڑی بڑی شخصیات ہوگزری ہیں جب ان کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بچپن ہی سے غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ایسے لوگوں کے بارہ میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کی پیشین گوئیوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔اس نقطہ نگاہ سے اگر برادر مرحوم کی زندگی کو پرکھا جائے، بزرگان دین اور اساتذہ کرام کے ان کے بارہ میں خیالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بھائی صاحب کا نابغہ دوراں اور عبقری زماں ہونا ان کی نظروں سے مخفی نہ تھا۔اس سلسلہ میں چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ہمارے والد صاحب نے اپنے شیخ طریقت حضرت مولانا شمس الحق شاہ صاحب سے درخواست کی کہ حضرت! میرے بچے چھوٹی عمر میں وفات پاجاتے ہیں۔دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد سے نوازے، تو حضرت کچھ دیر کے لئے مراقبہ میں چلے گئے۔پھر فرمایا میاں ولی محمد! اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے دے گا۔وہ سب

صاحب اولاد ہوں گے۔ ان میں سے پہلے بیٹے کو عالم دین بنانا۔ والد صاحب نے اس بات کا وعدہ کر لیا۔ یہ پیشین گوئی صد فی صد صحیح ثابت ہوئی۔ جب بھائی صاحب پیدا ہوئے تو آپ کا نام محمد امین والد صاحب کے شیخ نے ہی تجویز کیا۔ بھائی صاحب نے ایک مرتبہ بتایا کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو والد صاحب مجھے اپنے شیخ سے ملانے کے لئے لے گئے۔ مجھے دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا یہ محمد امین ہے۔ یہ بہت بڑا عالم اور بہت بڑا مناظر بنے گا۔ بھائی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت عالم اور مناظر کے معنی بھی نہیں آتے تھے۔

(۲) چونکہ بھائی صاحب بہت زیرک اور فطین تھے اس لئے جس جماعت میں پڑھنے کے لئے شامل ہوتے وہ جماعت پیچھے رہ جاتی اور آپ آگے نکل جاتے۔ حضرت مولانا عبدالحنان آپ کو اگلی جماعت میں بٹھا دیتے۔ اس طرح آپ سال میں تین تین جماعتوں میں شریک ہو کر ساتھیوں سے آگے نکل جاتے۔ مہتمم مدرسہ مولانا ضیاء الدین صاحب تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے اس سلسلہ میں مولانا عبدالحنان صاحب سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ محمد امین کے سلسلہ میں آپ دخل نہ دیں۔ میں بہتر جانتا ہوں کہ اس کا مقام کس جماعت میں ہے۔ اس پر مولانا ضیاء الدین صاحب خاموش ہو گئے۔ مولانا عبدالحنان صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا ''ہم زمین کی بات کرتے ہیں تو امین ہمیں آسمان کی باتیں بتلاتا ہے۔''

ایک مرتبہ بھائی صاحب مولانا ضیاء الدین صاحب کے پاس سے گزرے۔ مولانا کے پاس کچھ ساتھی کھڑے تھے تو مولانا نے بھائی صاحب کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ''یہ انور شاہ ثانی جا رہا ہے'' ساتھیوں نے حیرت سے پوچھا کیا مطلب؟ تو فرمایا مولانا عبدالحنان صاحب اس کے بارہ میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ خلیفہ اجل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جامعہ محمودیہ عید گاہ تشریف لائے۔ ان دنوں بھائی صاحب ستلج کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں مدرس تھے اور سکول سے فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری زیدت فیوضھم سے حضرت نانوتویؒ کی کتب پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ سب طلبہ مولانا پسروری سے ملنے کے لئے آئے۔ آپ سب سے مصافحہ کرتے۔ جب بھائی صاحب کی باری آئی تو آپ نے مصافحہ کرنے کے بعد بھائی صاحب کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب سب طلبہ مصافحہ سے فارغ ہو گئے تو بھائی صاحب سے نام پوچھا۔ آپ نے نام بتایا تو مولانا عبدالحمید صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکا ایک علاقے کو سنبھال لے گا۔ پھر بھائی صاحب کو حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتے رہے۔ اس وقت تک بھائی صاحب بیعت ہونے کے قائل نہ تھے۔

(۴) بھائی صاحب نے جب خدام الدین میں حضرت لاہوری کا یہ بیان پڑھا کہ آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر کی آنکھیں اور باطن کی آنکھیں۔ جب دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں تو آدمی حلال و حرام میں تمیز کر

سکتا ہے اور اس پر صاحب قبر کے احوال بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔ تو آپ کچھ سکول کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرتؒ کا امتحان لینے لاہور پہنچے اور حرام و حلال پھل ملا کر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے حرام و حلال پھل علیحدہ علیحدہ کر دیئے۔ اس وقت ؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کے مصداق بھائی صاحب حضرت لاہوری کے گرویدہ ہو گئے اور نوبت صرف بیعت تک ہی نہ پہنچی بلکہ حضرت نے انجیل برناس پر مقدمہ لکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اس امتحان میں جب بھائی صاحب کامیاب ہوئے تو حضرت لاہوری کی توجہات خاصا کا مہبط بن گئے۔ پھر کئی مرتبہ حضرت نے آپ کو مناظرہ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا انشاء اللہ مناظرین والے امراض (تکبر، غرور، خودرائی وغیرہ) سے تم بچے رہو گے۔ اللہ تعالیٰ مناظرے کے ذریعے تم سے کام لینا چاہتا ہے اور حضرت لاہوری کی یہ پیش گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

(۵) ابتداء میں بھائی صاحب تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی وقت لگایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ دس روز کے لئے تبلیغی جماعت کے ساتھ گئے۔ آپ کی تشکیل موجودہ ضلع قصور کے دیہاتی علاقہ میں ہوئی۔ اس علاقہ میں غیر مقلدین کا زور تھا۔ جس مسجد میں جماعت نے قیام کیا وہ مسجد اہل سنت والجماعت کی تھی۔ اس مسجد کا امام کوئی بڑا عالم نہیں تھا۔ غیر مقلدین نے اسے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر مناظرے کا چیلنج دیا اور مسجد پر چڑھ دوڑے اور اعلان کیا کہ اگر تمہارا مولوی اس مسئلہ میں ہم سے شکست کھا گیا تو تمام گاؤں والوں کو غیر مقلد ہونا پڑے گا۔ یہ بڑا نازک معاملہ تھا۔ بھائی صاحب نے امیر صاحب سے اجازت مانگی کہ حضرت حرام و حلال کا معاملہ ہے، مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے مولوی صاحب کی مدد کروں، لیکن انہوں نے اس بات کی اجازت نہ دی۔ مناظرہ شروع ہوا تو اہل سنت والجماعت کے مولوی صاحب اپنی کم علمی کی وجہ سے شکست کے قریب پہنچ گئے اور غیر مقلدین کے غلبہ کے آثار واضح ہونا شروع ہوئے تو بھائی صاحب نے پھر امیر جماعت سے مناظرہ کرنے کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے اجازت نہ دی تو بھائی صاحب نے سوچا کہ حرام و حلال کا مسئلہ ہے اگر اب بھی میں خاموش رہا تو شکست کی صورت میں کہیں سارا گاؤں غیر مقلد نہ ہو جائے اور پھر سب حرام میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے بلا اجازت امیر میدان میں آ گئے اور غیر مقلدین سے کتابیں لے کر ان کے دلائل کا تیا پانچہ کر دیا۔ آدھ گھنٹے کے بعد غیر مقلدین راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور پورا گاؤں لامذہب ہونے سے بچ گیا۔ امیر جماعت نے رائے ونڈ واپس آ کر بھائی صاحب کی شکایت کی کہ یہ امیر کی اطاعت سے نکلنے کا مجرم ہے اور پورا واقعہ بزرگوں کے گوش گزار کر دیا۔ بھائی صاحب نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے حلال و حرام کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ معاملہ بڑا خطرناک تھا اس لئے میں نے مجبور ہو کر اطاعت امیر ترک کی تھی، لیکن بزرگوں نے بھائی صاحب کو ہی موردالزام ٹھہرایا۔ بھائی صاحب دلبرداشتہ ہو کر لاہور حضرت لاہوریؒ کے پاس پہنچے۔ حضرت بھائی صاحب کو دیکھ کر مسکرائے

اور فرمایا رائے ونڈ سے آرہے ہو۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور پورا واقعہ گوش گزار کر دیا تو حضرتؒ نے فرمایا محمد امین! تمہارا میدان اور ہے اور تبلیغی ساتھیوں کا میدان اور ہے۔ اس معاملہ میں تم بھی صحیح ہو اور وہ حضرات بھی صحیح ہیں۔ آئندہ تم اپنے میدان میں رہو کسی دوسرے کے میدان میں جا کر دخل مت دو۔ اللہ تعالیٰ مناظروں کے ذریعے تم سے بہت بڑے کام لینا چاہتا ہے۔ میری دعائیں تمہارے شامل حال ہیں۔ اس طرح حضرت نے آپ کو تسلی دی اور دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس کے بعد بھائی صاحب کے مناظروں میں پورا بانکپن آ گیا۔ آپ کسی مناظرہ میں بھی شکست سے دوچار نہ ہوئے۔ آپ کے ہاتھوں کئی عیسائی پادری اور قادیانی مربی تائب ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ یہ سب حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں اور توجہات کا فیضان تھا۔

(۶) ایک مرتبہ کچھ نوجوان علماء حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوری زیدت فیوضھم کے پاس آئے اور شکوہ کیا کہ آپ محمد امین صفدر کا خیال ہم سے زیادہ رکھتے ہیں حالانکہ ہم باضابطہ عالم ہیں اور امین تو صرف سکول ماسٹر ہے اس لئے آپ اپنے رویہ پر نظر ثانی فرماویں اور محمد امین پر اپنی شفقتیں ضائع نہ کریں۔ تو جواب میں مولانا نے فرمایا محمد امین نے حدیث حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سے پڑھی ہے اس طرح وہ ایک واسطہ سے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد ہیں لہذا انہیں عالم نہ جاننا کم ظرفی ہے۔ مزید فرمایا کہ محمد امین کو مولانا قاسم نانوتویؒ کی آب حیات آتی ہے تم سب مل کر آب حیات کے دو صفحات مجھے سمجھا دو تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ اس پر وہ حضرات مولانا سے ناراض ہو کر چلے گئے۔

(۷) بندہ ناچیز دورہ تفسیر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے پڑھنا چاہتا تھا لیکن والد صاحب اور بھائی صاحب نے وہاں نہ جانے دیا اور کہا کہ تم دورہ تفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں جا کر کرو۔ چنانچہ بندہ شعبان ۱۹۶۱ء میں دورہ تفسیر کی خاطر مدرسہ مخزن العلوم خان پور حضرت درخواستی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاں حاضر ہو گیا اور وہاں پر دورہ تفسیر کے ساتھ ساتھ عیسائیت، قادیانیت اور دیگر فرق باطلہ سے مناظرہ پڑھانے کے لئے حضرت مولانا لال حسین اخترؒ بھی تشریف فرما تھے اس لئے تمام ساتھیوں نے دورہ تفسیر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ سے فرق باطلہ کے ساتھ مناظرہ کا فن بھی سیکھا۔ چونکہ میرے نام کے ساتھ اوکاڑوی لگتا تھا اس لئے ایک دن مولانا لال حسین اختر صاحب نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم اوکاڑہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا اوکاڑہ میں کوئی محمد امین صفدر نامی سکول ٹیچر ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ وہ میرے بڑے بھائی ہیں، تو فرمایا مجھے ان سے ملنے کا شوق ہے کیونکہ میں نے ترجمان اسلام اور خدام الدین میں ان کے عیسائیت پر کچھ مضامین پڑھے ہیں۔ ان کی گرفت کا انداز بڑا نرالا ہے۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے میں انہیں مل نہیں سکا۔ میری خواہش ہے کہ محمد امین صفدر صرف چھ ماہ کی چھٹی لے کر میرے پاس آ جائیں تو میں اس فن

میں اسے ماہر بنادوں گا اور مرنے سے پہلے مجھے تسلی ہوگی کہ میرا جانشین دنیا میں موجود ہے۔ پھر میں سکون سے مرسکوں گا۔ فرمایا میرا پیغام اپنے بھائی تک پہنچا دینا کہ وہ میرے پاس وقت نکال کر آ جائے۔ میں نے مولانا کا پیغام بھائی صاحب تک پہنچا دیا لیکن بھائی صاحب اپنی خانگی مصروفیات کی وجہ سے مولانا کے پاس نہ جا سکے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ مولانا لال حسین اختر جیسے آدمی کا بھائی صاحب کے بارہ میں اس طرح سوچنا "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" (قلندر جو بات بھی کرتا ہے دیکھ کر کرتا ہے) کے زمرے میں تو نہیں آتا؟

(۸) حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ یہ غالباً ۱۹۷۰ء سے کچھ پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں مولانا سرحد اسمبلی کے ممبر تھے اور جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب کی قیادت میں اپنے عروج پر تھی۔ مولانا ہزاروی نے اوکاڑہ میں اپنے ایک پرانے احراری ساتھی جو گھڑی ساز تھے (نام ذہن سے نکل گیا ہے) کو خط لکھا کہ میں فلاں دن بذریعہ تیز گام اوکاڑہ سے گزر رہا ہوں۔ اوکاڑہ کے رہنے والے محمد امین صفدر نامی آدمی کو تلاش کر کے اس دن اسٹیشن پر لے آؤ۔ میرا ان سے ملنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ بزرگ بھائی صاحب کے پاس آئے اور مولانا ہزارویؒ کا خط دکھایا، بھائی صاحبؒ مقررہ وقت پر ان بزرگ کے ہمراہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے، مولانا ہزارویؒ بڑی شفقت سے پیش آئے اور فرمانے لگے کہ میں نے ترجمان اسلام لاہور میں تمہارا ایک مضمون قادیانیت کے بارہ میں پڑھا ہے۔ تمہاری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ تم سکول میں پڑھانے کے لئے نہیں بنے، تم سکول کی ملازمت ترک کر کے میرے ساتھ ہفت روزہ ترجمان اسلام میں آ جاؤ اور ترجمان اسلام کو فرق باطلہ کی تردید کے لئے استعمال کرو۔ ہم تمہیں سکول سے زیادہ تنخواہ دیں گے۔ سکول میں رہ کر اپنی صلاحیتیں برباد نہ کرو۔ بھائی صاحب والد صاحب سے مشورہ کا بہانہ کر کے حضرت ہزاروی کو طرح دے گئے۔ میں سوچتا ہوں کہ ان بزرگوں کی آنکھیں بھائی صاحب کی ذات میں کیا چیز دیکھتی تھیں؟ کیا انہیں ۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات نظر آ رہے تھے یا ان کی فراست ایمانی بھائی مرحوم میں مستقبل کے انور شاہؒ کی جھلک دیکھ رہی تھی؟ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

انداز تفہیم:

بھائی صاحب کو خدا تعالیٰ نے مشکل بات کو آسان انداز میں سمجھانے کا ملکہ عطا کیا تھا۔ آپ مشکل سے مشکل بات کو آسان انداز میں سامعین کو ذہن نشین کرانے کا فن جانتے تھے۔ جب حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا وصال ہوا تو مجھے اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ ایک ایسا آدمی جو آسان مثالوں کے ذریعے مشکل سے مشکل بات عوام الناس کے ذہن نشین کرا دیتا تھا وہ اٹھ گیا۔ پھر میں نے اس وقت کے زندہ علماء کے گروہ پر نظر ڈالی لیکن مجھے

ان میں کوئی بھی مولانا جالندھری کی طرح کا نظر نہ آیا۔ سوچتے سوچتے اچانک ذہن میں جھما کا ہوا اور برادر محترم کی تصویر سامنے آ گئی کہ برادر محترم میں مولانا جالندھری والا ملکہ موجود ہے۔ چلو زیادہ نہ سہی کم ہی سہی تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں، اب بھائی صاحب کے بعد تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ تقریباً بائیس سال پہلے کی بات ہے کہ تحصیل چیچہ وطنی کے ایک گاؤں میں غیر مقلدین کے ساتھ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر مناظرہ تھا۔ غیر مقلدین کے بہت سے عالم موجود تھے اور ہماری طرف سے صرف بھائی صاحب مناظر تھے اور مولانا فقیر اللہ صاحب ان کے معین تھے۔ بھائی صاحب کے دلائل اتنے عام فہم اور عوام کی سمجھ میں آنے والے تھے کہ بھائی صاحب کی تقریر کے بعد غیر مقلد علماء آپس میں لڑتے کہ اس تقریر کا جواب کون دے گا؟ پھر ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے کہ تم نے فلاں بات کیوں کی اور فلاں بات کیوں چھوڑ دی؟ یہ مناظرہ تقریباً پانچ گھنٹے ہوتا رہا اور ثالثوں کا فیصلہ ہمارے حق میں تھا۔ گاؤں کے عام لوگ بھائی صاحب کے دلائل سے بڑے محظوظ ہوتے رہے کیونکہ اتنا مشکل مسئلہ بھائی صاحب نے ان کے ذہن نشین کرا دیا تھا۔ گاؤں کے عوام کہہ رہے تھے کہ آئندہ سالانہ جلسہ کی بجائے سال بعد غیر مقلدین سے مناظرہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ اس سے ہمیں بڑا علمی فائدہ ہوا ہے۔ طلاق ثلاثہ جیسا مشکل مسئلہ عوام کے سامنے آسان انداز میں پیش کر کے داد وصول کرنا صرف بھائی صاحب کا طرہ امتیاز تھا۔

اس سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ ذہن میں آ رہا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ ساہیوال جیل میں تھے۔ ختم نبوت کے نام پر قید ہونے والوں کو آپ درس قرآن دیتے تھے۔ بعد میں جماعت اسلامی کے کچھ کارکن اور لیڈر بھی گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں آ گئے تو انہوں نے حسب عادت اپنی انفرادیت قائم کرنے کی کوشش کی جس سے مخلص کارکنوں کو دکھ پہنچا کیونکہ جب ایک مقصد کے لئے قید و بند کو گلے لگایا ہے تو باہمی افتراق چہ معنی دارد؟ جماعت اسلامی والوں نے اپنا علیحدہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا اور بھائی صاحب کا درس جاری رہا۔ ایک دن کچھ کارکنوں نے جو جماعت اسلامی کے رویہ سے شاکی تھے بھائی صاحب سے مولانا مودودی کے بارہ میں کچھ کہنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں کیونکہ جماعت کے ساتھیوں کو دکھ پہنچے گا جس سے ہمارے مشترکہ دشمن (قادیانیوں) کو خوشی ہو گی۔ آپ نے کارکنوں کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن جب ان کا اصرار بڑھتا گیا تو آپ نے انہیں کہا کہ میری ایک بات ذہن نشین کر لو اس کے بعد حق و صداقت کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔ فرمایا علم دو قسم کا ہوتا ہے۔ علم نافع اور علم ضار۔ شریعت کا مطلوب وہ علم ہے جو بندے کے اندر تواضع، انکسار اور خدا خوفی کے جذبات پیدا کرے۔ دوسرا علم وہ ہے جس سے آدمی کے اندر عُجب، تکبر اور خود رائی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ علم ہے جو آدمی کی عاقبت کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ فرمایا ہمارے اکابر کی کتابیں پڑھو تو دل میں عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے اور اپنے نالائق ہونے کا یقین بڑھتا ہے اور مولانا

مودودی کی کتابیں پڑھو تو سر میں علم کا غرور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو ما دیگرے نیست کا زعم پیدا ہوتا ہے اور بزرگان دین حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نالائق نظر آتے ہیں۔ فرمایا مولانا مودودی اور ہمارے اکابر میں یہی فرق ہے۔ فرمایا ایک طرف آپ حضرت شیخ الحدیث کی ''فضائل اعمال'' پڑھ لیں اور دوسری طرف مولانا مودودی کی ''خلافت وملوکیت'' کا مطالعہ کرلیں، فرق آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی اور علمائے حق کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس مشکل بات کو کارکنوں کے ذہن نشین کرانا آپ کا ہی کام تھا۔ آپ کے اس تجزیہ کے بعد جماعت اسلامی کے کچھ کارکن بھی متاثر ہوئے اور آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

اندازہ کیجئے کہ مولانا رومیؒ کے اس شعر کی تعبیر وتشریح مولانا مرحوم نے کتنے دلکش انداز میں پیش کی:

علم را بر تن زنی مارے بود ۔۔۔ علم را بر جاں زنی یارے بود

علم کو جسم تک محدود رکھو گے تو وہ سانپ بن کر ڈس لے گا اور اگر علم کو دل کی گہرائیوں میں اتار دو گے تو وہ تمہارا دوست بن جائے گا۔

عادات و محاسن

حب جاہ اور حب مال سے مبرا:

میرے بھائی مرحوم نے انتہائی سادہ زندگی گزاری۔ ان میں حب جاہ اور حب مال کے جراثیم قطعاً نا پید تھے۔ یہ دونوں بیماریاں جسے لگ جائیں اس کی عاقبت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مادی دور میں ان بیماریوں سے بچنا اہل اللہ کی صحبت کے بغیر ناممکن ہے۔ برادر مرحوم پر چونکہ ان کے اساتذہ اور بزرگان دین کی خصوصی توجہات تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان امراض سے محفوظ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب، حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری صاحب، حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ کی توجہات خاص کا تو آپ مہبط تھے ہی۔ ان حضرات کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زیدت فیوضھم اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی شفقتوں کی بارش بھی بھائی صاحب پر برستی رہی۔ ان لوگوں کی ادعیہ صالحہ کے طفیل بھائی صاحب فرق باطلہ کے سامنے حق کی چٹان بن گئے۔ آپ نے کبھی بھی مناظرہ پڑھانے، مناظرہ کرنے، تقریر پر جانے کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی۔ جس نے جو خدمت کی اسے قبول کرلیا اور اگر کسی نے کوئی خدمت نہ کی تو بھی چیں بہ جبیں نہ ہوئے۔ آپ کا مشن صرف احقاق حق تھا۔ دنیا کمانا آپ کا مطمح نظر کبھی نہ رہا۔

سادگی و بردباری:

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ کرتہ وتہبند آپ کا پسندیدہ لباس تھا۔ آپ کی خوراک بھی بڑی سادہ تھی،

جو مل گیا کھالیا اگر نہ ملا تو بھوک برداشت کر لی لیکن اس سلسلہ میں کسی پر کبھی بار نہ بنتے تھے۔ آپ کا رہن سہن بھی سادگی کا مرقع تھا۔ گاؤں میں ہی سادہ سے مکان میں رہتے تھے، کبھی بھول کر بھی شہری زندگی یا پرشکوہ بنگلے کے بارہ میں نہ سوچا۔ بڑے بڑے علماء کے مزین مکانات و منازل دیکھ کر بھی آپ نے ان کی تمنا نہ کی۔

آپ بڑے متحمل مزاج اور انتہائی بردبار تھے۔ مخالفین بعض اوقات آپ کی ذات پر نہایت گھٹیا الزام لگاتے لیکن جواب میں مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔ مخالف مناظرین مناظرہ کے دوران بڑی اوچھی حرکتیں کرتے، خود اشتعال میں آتے اور آپ کو بھی اشتعال دلانے کی کوششیں کرتے لیکن آپ ان کے سامنے حلم و بردباری کے کوہ گراں ثابت ہوتے۔ آپ ان کی تلخ سے تلخ بات کا جواب شیریں ادائی اور مسکراہٹ کے ساتھ دیتے اور ہمیشہ وقار کا خیال رکھتے۔

مسلک حق کا دفاع:

آپ کی زندگی کا نصب العین مسلک علمائے دیوبند کی حفاظت تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کسی قسم کی مداہنت گوارا نہ کرتے تھے۔ وہ لوگ جو دیوبندی کہلاتے ہوئے مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھتے تھے جیسے حیاۃ النبی ﷺ اور سماع موتی وغیرہ کا انکار۔ آپ ان کو دیوبندی تو کیا اہل سنت والجماعت میں بھی شمار نہ کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری بہت سے سال آپ نے ان کے تعاقب میں صرف کر دیئے۔ آپ جیسا زیرک اور فطین آدمی اگر چاہتا تو زمانے کی رسم کے مطابق کوئی نئی جماعت یا فرقہ پیدا کر کے اس کا لیڈر بن سکتا تھا۔ لیکن حضرت لاہوریؒ اور دیگر بزرگان دین کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ مسلک حق پر قائم و دائم رہے اور مسلک علمائے دیوبند کی تشریح و توضیح آپ کا مشن رہا۔ فالحمد علی ذالک بزرگان دین اور اکابر کا احترام آپ کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔ آپ نے تمام عمر قادیانیت، عیسائیت، منکرین حدیث اور مبتدعین کا تعاقب کیا، لیکن جب ایک غیر مقلد عالم نے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کو مناظرے کا چیلنج دیا تو آپ اسے برداشت نہ کر سکے اور اس غیر مقلد عالم سے کہا کہ حافظ الحدیث کا منصب تیرے ساتھ مناظرہ سے بہت بلند و بالا ہے۔ پہلے تو مجھ جیسے ماسٹر سے مناظرہ کر اور جیت کر دکھا۔ پھر میرے اکابر کے منہ لگنا، پھر تقریباً بیس سال آپ نے غیر مقلدین اور لامذہب لوگوں کے تعاقب میں گزار دیئے۔ آپ نے دیوبندی علماء اور عوام کے ذہن میں یہ بات جاگزیں کر دی کہ تمام فتنوں کی جڑ عدم تقلید کا فتنہ ہے۔ جب آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے قادیانی، رافضی، منکر حدیث وغیرہ ہونا بہت آسان ہو جاتا اس لئے تقلید کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا اور اکابر پر اعتماد کرنا ایمان کی حفاظت کے لئے بہت ضروری چیزیں ہیں۔

وسیع الظرفی اور رواداری:

آج کے اس دور میں بھی آپؒ میں سلف صالحین کی وسیع الظرفی اور رواداری پائی جاتی تھی۔آپ ائمہ اربعہ کے احترام کو ایمان کی نشانی قرار دیتے تھے۔ائمہ ثلاثہ کے مقلدین کو بھی برحق جانتے ہوئے ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا مسلک تھا کہ جس جگہ جس فقہ کا کھیت ہے وہاں اسے پھلنے پھولنے دو۔وہاں دوسرے مذہب والوں کو اپنے فقہی مسائل ٹھونس کر فتنہ پیدا نہ کرنا چاہیئے۔نیز فرماتے تھے کہ برصغیر پاک و ہند فقہ حنفی کا کھیت ہے لہذا یہاں دوسرے مذاہب والوں خصوصاً لامذہبوں کو دخل اندازی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

جب آپ بنوری ٹاؤن میں درجہ تخصص کے علماء کو پڑھاتے تھے تو ایک دن آٹھ نو افریقی عطاء جنہوں نے دوسال تک آپ سے پڑھا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست پیش کی کہ ہمیں حنفی بنالیا جائے کیونکہ آپ سے دوسال پڑھنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ فقہ حنفی کا دامن دیگر فقہوں کے مقابلہ میں بڑا وسیع ہے۔نیز ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ فقہ حنفی ہی اقرب الی الصواب ہے۔آپ نے ان علماء سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے علاقوں میں واپس جانا چاہتے ہیں یا پاکستان میں رہنے کا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم واپس اپنے اپنے ممالک میں جانا چاہتے ہیں اور اپنے علاقوں میں فقہ حنفی کو رواج دینے کا سوچ رہے ہیں۔آپ نے سوال کیا کہ آپ کے علاقوں میں کون سی فقہ رائج ہے؟ تو ان میں سے بعض نے فقہ مالکی اور بعض نے فقہ شافعی بتایا۔آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا جہاں پر جو فقہ بطور مذہب رائج ہے اسے رائج رہنے دو۔وہاں جا کر فقہ حنفی کو رواج دینے کی کوشش فتنہ برپا کرنے کے مترادف ہے اس لئے تم حنفی ہونے کی بجائے اپنے مسالک پر ہی قائم رہو۔اپنے علاقوں میں جا کر لوگوں کو فتنہ میں مبتلا نہ کرو۔چنانچہ بھائی صاحب کے سمجھانے پر وہ علماء اپنے سابقہ مذہبوں پر ہی قائم رہتے ہوئے اپنے ممالک کو لوٹ گئے۔اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ آپ کے اندر کتنی وسیع الظرفی اور رواداری تھی اور آپ دین کے نام پر فتنہ پردازی کو کتنا ناپسند فرماتے تھے۔یہی شان ہمارے اکابر کی تھی۔

رحم دلی اور رقت قلبی:

اپنوں اور بیگانوں سے حسن سلوک آپ کے اخلاق کا حصہ تھا۔اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے بھائیوں اور تمام خاندان والوں سے ہمیشہ شفقت کا سلوک کرتے تھے۔نرمی اور رحم دلی سے کام لینا آپ کا وطیرہ تھا۔بے جا سختی کو ناپسند فرماتے تھے۔کسی کو دکھ درد میں مبتلا دیکھتے تو آب دیدہ ہو جاتے اور اس کے دکھ کا مداوا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ہمارے ایک بھائی میاں محمد اسلم صاحب تقریباً دوسال پہلے خاصے بیمار رہنے کے بعد وفات پاگئے۔جب کبھی ان کے علاقہ رحیم یار خان کی طرف جاتے تو ان کے ہاں ضرور جاتے، بچوں کے سر پر

دست شفقت رکھتے اور ان کی مالی معاونت سے دریغ نہ کرتے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل چھوٹے بھائی مولانا محمد انور صاحب (سابق شیخ الحدیث دار العلوم کبیر والا) سے کہنے لگے جب میں ملتان سے اوکاڑہ جانے کے لئے بس پر بیٹھتا ہوں تو میری آنکھوں میں بھائی اسلم کے بچوں کو یاد کر کے بے اختیار آنسو آ جاتے ہیں کہ میں تو اپنے بچوں کے پاس جا رہا ہوں لیکن بھائی اسلم تو اب اپنے بچوں میں نہیں جا سکتے۔ باپ کی یاد میں ان بچوں کا کیا حال ہوتا ہو گا؟ الغرض میرے بھائی خیرکم خیرکم لاھلہ کا مصداق تھے اور گھر والوں کے لئے ہمیشہ آسانیاں پیدا کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔

وصال:

اس سال جامعہ خیر المدارس میں جب سالانہ تعطیلات کا آغاز ہوا تو آپ دس دن کے لئے مناظرہ پڑھانے کی خاطر عازم سرگودھا ہو گئے۔ وہاں آپ کو دل کی تکلیف ہو گئی۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب کے اصرار کے باوجود علاج کرانے پر راضی نہ ہوئے اور کہتے رہے کہ مجھے سردی لگ گئی ہے اس لئے بازو میں درد ہو رہا ہے، کوئی فکر کی بات نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو مدرسہ والوں سے کہنے لگے کہ مجھے بس پر بٹھا دیں تا کہ میں اوکاڑہ چلا جاؤں۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے کمال شفقت سے کار کا انتظام کر دیا اور اپنے بیٹے کو بھائی صاحب کے ہمراہ بھیجا تا کہ آپ کو گھر پہنچا آئے۔ ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء کا دن گھر پر گزارا۔ ظہر کے وقت درد میں اضافہ ہوا تو اہل خانہ نے ڈاکٹر کو دکھانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے ہسپتال جانے سے صاف انکار کر دیا۔ برادرم حکیم محمد سلیم صاحب نے درد دل کے افاقہ کے لئے دوا دی۔ اس کے کھانے سے قدرے افاقہ ہو گیا۔ مغرب اور عشاء کی نماز گھر میں پڑھی۔ رات تقریباً نو بجے پھر دل کا دورہ پڑا جو بہت شدید تھا۔ چند منٹوں میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میرے خیال میں بھائی صاحبؒ کو اپنے مرض اور اس کی شدت کا احساس تھا اسی لئے وہ کسی ڈاکٹر کے پاس نہ جانا چاہتے تھے کہ کہیں گھر والے پریشان نہ ہو جائیں اور درد دل کو انتہائی صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ انہیں علم تھا کہ اس مرض کا علاج ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کا تقاضا کرتا ہے۔ میں اتنی رقم کہاں سے لاؤں گا۔ نیز گھر والے اس کا بندوبست کیسے کریں گے اس لئے اپنا مرض چھپاتے رہے اور گھر والوں کو ٹالتے رہے کہ مجھے سردی لگ گئی ہے اس لئے بازو میں درد ہو رہا ہے۔

اے باری تعالیٰ! ہمارے بھائی کو قبر میں سکون و راحت عطا فرما کیونکہ انہوں نے تیرے حضور حاضر ہوتے ہوئے بھی اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقارب کے آرام کا خیال رکھا اور انہیں حتی الوسع پریشان نہ ہونے دیا۔

اے خدائے بزرگ و برتر! تو ان کے لئے آسانیاں پیدا فرما دے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔

تدفین:

یکم نومبر ۲۰۰۰ء مطابق ۴ شوال ۱۴۲۱ھ بوقت ۴ بجے شام آپ کا جنازہ گاؤں کے سکول کی گراؤنڈ میں ان کے مرشد زادے حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب نے پڑھایا اور قبیل المغرب گاؤں کے قبرستان میں والد صاحب کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں علماء وصلحاء نے شرکت کی اور مختصر انداز میں اپنے اپنے جذبات کا اظہار بھی کیا۔ ان میں سے مولانا زرولی خان شیخ الحدیث کراچی اور مولانا علی شیر حیدری نے انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں مرحوم کے مناقب بیان کئے اور آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جامعہ خیر المدارس ملتان کا تشکر:

خیر المدارس، ملتان والوں خصوصاً مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا محمد ازہر صاحب مدیر "الخیر"، مولانا فیاض احمد عثمانی ناظم "الخیر" اور مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث جامعہ ہذا کے حوصلہ کی داد نہ دینا بخل ہوگا کیونکہ ان حضرات نے میرے بھائی مرحوم کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ جب سے مولانا مرحوم خیر المدارس میں تشریف لائے ماہنامہ "الخیر" کا کوئی شمارہ آپ کے مضمون کے بغیر شائع نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں بھائی صاحب پر کوئی پابندی نہ تھی کہ فلاں بات لکھیں اور فلاں بات نہ لکھیں۔ اس طرح جہاں ماہنامہ "الخیر" کی اشاعت میں اضافہ ہوا وہاں مولانا مرحوم کے علوم وفیوض کی بھی خوب اشاعت ہوئی۔

مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی زید مجدہ

بندہ سات بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور صاحب سوانح سب سے بڑے تھے، اس لئے بندہ نے جب ہوش سنبھالا تو وہ سکول میں ٹیچر تھے اور مرزائیوں وعیسائیوں کے مناظر تھے، بعض اوقات گھر میں کسی حدیث کی کتاب کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات شرارتوں پر ہماری پٹائی بھی کیا کرتے تھے، اور پھر ہمیں دو پیسے یا چار پیسے ان سے ملا کرتے جن کے لالچ میں بسا اوقات ہم ان کی پٹائی کے منتظر رہتے۔ دوسری جماعت میں مجھے والد صاحب نے ان کے پاس ایم سی ہائی سکول میں داخل کروایا تین چار دن کے بعد سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بھی مکے لگوائے گئے۔ میں رونے لگا کلاس کے ساتھی کہتے، استاد جی! انور روتا ہے، تو فرماتے اچھا ہے آنکھوں کا گندہ پانی نکل جائے گا اس پر میں اور زور سے روتا سارا دن اسی طرح روتے گزرا شام کو گھر جا کر والد صاحب سے کہا کہ میں ان سے نہیں پڑھوں گا تو انہوں نے مجھے عید گاہ میں داخل کروادیا شہر میں آنا جانا اُن کے ساتھ ہوتا ابتداء میں پیدل آتے رستے میں پیدل چلتے ہوئے بھی کوئی کتاب پڑھتے رہتے تھے بعد میں سائیکل پر آنے جانے لگے اس دوران ایک دن میں نے پوچھا کہ سائیکل پر آنے جانے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے تو فرمایا کہ وقت کا تو مجھے علم نہیں دو دفعہ سورۃ یٰسین اس کے علاوہ اور چند سورتوں اور درود پاک کی چند تسبیحات جن کی تعداد اب مجھے یاد نہیں فرمایا کہ یہ پڑھ لیتا ہوں۔ ایک دفعہ میں حسب معمول عید گاہ سے چھٹی کے بعد سکول میں ان کے پاس گھر جانے کے لئے آیا تو دیکھا کہ رو رو کر ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی ہیں، میں پریشان ہو گیا کہ نامعلوم کسی سے لڑائی ہو گئی ہے مگر پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی، انہوں نے میری سوالیہ نظر کو دیکھ کر فرمایا کہ آج سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ انتقال فرما گئے ہیں بندہ بچپن کی وجہ اس نام سے مانوس نہیں تھا البتہ ان دنوں میں ان کا رحیات النبی علیہ السلام کا فتنہ کھڑا ہو چکا تھا اور اوکاڑہ میں عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر کی وجہ ان کا ذکر زبانوں سے سننے میں آیا تھا تو میں نے پوچھا کیا عنایت اللہ شاہ صاحب فوت ہوئے ہیں تو انہوں نے فرمایا نہیں عطاء اللہ شاہ صاحب جو بہت بڑے عالم اور بزرگ اور مجاہد تھے اور انگریز کے خلاف ان کی مجاہدانہ کارروائیوں کا کچھ اس انداز سے ذکر کیا کہ مجھ پر ان کی عظمت اور ان کی وفات کا غم چھا گیا جو گھر میں جا کر والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے غم کو دیکھ کر مزید بڑھ

گیا، بھائی جان سکول کے اوقات میں بھی دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے عادی تھے۔اور طلبہ کا ذہن بھی مرزائیوں جیسے فتنوں کے خلاف بنایا کرتے تھے بعض دیہاتوں میں مرزائیوں کے لٹریچر تقسیم کرنے کا علم ہوتا تو بن بلائے وہاں جا کر مسجد میں ان کی تردید کرتے اور بعض اوقات رات ہی کو سائیکل پر واپس آ جاتے اور بعض اوقات وہ لوگ صبح کے درس کا کہہ دیتے تو رات بھی وہاں ٹھہر جاتے درس کے بعد گھر آتے اور وہاں سے سکول چلے جاتے ایک دفعہ سکول سے واپسی پر مرزائیوں نے ان کی پٹائی کروائی جس کے تقریباً ہفتہ بعد بوقت عصر مجھے فرمایا کہ چک ۵۳، ۱۲، ایل میں مرزائیوں نے لٹریچر تقسیم کیا ہے میں وہاں جا رہا ہوں تو نے بھی جانا ہے تو چل۔ میں نے غصہ میں کہا کہ پہلے مار کھائی ہے اب اور کھانی ہے؟ تو چہرہ کچھ متغیر ہوا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جتنا علم دیا ہے اس کے بارہ میں سوال کرنا ہے لہٰذا اگر تو نے جانا ہے تو صحیح ورنہ میں جا رہا ہوں یہ بات سن کر میں بھی تیار ہو گیا رات کو مرزائیوں کے پمفلٹ جمع کر کے بعد از عشاء اور بعد از فجر ان کی تردید کر کے واپس آ گئے۔اسی طرح اکثر سکول کی دو ماہ کی چھٹیوں میں آپ مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے بیرونی سفر بھی کرتے شورکوٹ کینٹ میں کئی مرتبہ آپ چھٹیوں میں تردید عیسائیت کے لئے مولانا بشیر احمد حسینی کے پاس تشریف لائے وہیں ایک مرتبہ آپ کو زہر دی گئی جس کی وجہ سے آپ کافی دن بیمار رہے، ایسے تبلیغی اسفار میں آپ کا معمول یہ تھا کہ آمد و رفت کے خرچ کا انتظام کر کے جاتے اگر کوئی مالی تعاون کرتا تو اس کو من عند اللہ سمجھ کر رد نہ کرتے اور اگر کچھ تعاون نہ ہوتا تو کسی قسم کی کڑھن نہ ہوتی۔ایک مرتبہ فرمایا کہ بلا اشراف نفس اگر کوئی چیز ملے تو وہ اللہ کی نعمت ہوتی ہے اس کو ٹھکرانا نعمت خداوندی کی ناقدری ہے۔ایسے متعدد واقعات بھی پیش آئے کہ آپ کسی پروگرام سے واپس آ گئے بعد میں انہوں نے کرایہ وغیرہ بعد میں انہوں نے کرایہ وغیرہ کے عنوان سے کچھ رقم بھیجی۔اللہ تعالیٰ نے تفہیم کا ملکہ ایسا عطا فرمایا تھا کہ ہر فن کے آدمی کو اس فن کے مطابق مثالیں دے کر معقول کو محسوس بنا دیتے اور بالکل مطمئن کر دیتے۔فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں استاذ مکرم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب نے سالانہ جلسہ کا ارادہ فرمایا تو ہم بعض طلباء نے درخواست کی کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کو بلائیں وہ مثالوں سے مسائل اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتے ہیں تو مولانا ضیاء الدینؒ نے فرمایا کہ ہم کب تک محمد علیؒ کو بلاتے رہیں گے تم بھی تو محمد علی بنو، یہ بات ایسی دل میں بیٹھی کہ عمر بھر اسی انداز سے مثالوں سے مسائل کا حل فرماتے رہے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اختلافی مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی اتفاقی معیار قائم کر لیا جائے تو مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔مثلاً عیسائی اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بالاتفاق مانتے ہیں البتہ عیسائی حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں اختلاف کرتے ہیں۔ان سے عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل نبوت طلب کیجائے تو انکا یہ معجزہ ذکر کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں بہت سے لوگوں کے سیر ہونے کا ذریعہ بن گئیں مرقس ب ۶، ۴۲ تا ۴۵۔ہم کہتے ہیں اگر

کھانے میں برکت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دلیل نبوت ہے تو غزوہ تبوک میں حضرت محمد ﷺ نے تھوڑے سے کھانے پر برکت کی دعا کی تمام لشکر نے اپنے توشہ دان بھر لئے سب نے سیر ہو کر کھایا بھی اور پھر بھی کھانا بچ گیا (مشکوٰۃ ص ۵۳۸) اور اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی، اگر انجیل کے مطابق پانچ ہزار کے لئے کھانے کا کفایت کرنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دلیل نبوت ہے تو حضور اقدس ﷺ کی دعا سے تھوڑے کھانے کا تیس ہزار سے بھی بچ جانا دلیل نبوت کیوں نہیں؟ اسیطرح مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی تردید کے لئے بہت سے ایسے جھوٹے مدعی نبوت ہیں جنکی نبوت کے باطل ہونے پر ہمارا اور مرزائیوں کا اتفاق ہے تو مرزائی مربی سے ان متنبیوں کی نبوت کے بطلان کی دلیل پوچھ لیں اسی دلیل سے مرزا غلام احمد کی نبوت باطل ہو جائے گی۔ اسیطرح منکرین حدیث نقل روایات اور قرآن وسنت کے متواتر مفاہیم پر علمائے امت سے اعتماد اٹھا کر تغیر وتبدل کا احتمال پیدا کرتے ہیں البتہ ہمارے اور ان کے نزدیک الفاظ قرآنی بلاتغیر وتبدل ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم کہتے ہیں نقل الفاظ میں علماء امت کی عدم خیانت نقل مفہوم میں عدم خیانت کی دلیل ہے۔ اسی طرح دور حاضر کے اہل بدعت قبل از اذان صلوٰۃ وسلام کے مسئلہ میں اہلسنت والجماعت کو منکر صلوٰۃ اور گستاخ رسول تک کہہ دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اذان میں حضور اقدس ﷺ کے اسم گرامی پر آپ بھی ﷺ نہیں کہتے جو اس کے انکار کی دلیل ہے وہی ہمارے انکار کی دلیل ہوگی اور یہ صلوٰۃ وسلام نہ پڑھ کر اگر آپ منکر صلوٰۃ یا گستاخ رسول نہیں تو سپیکری صلوٰۃ وسلام کے ترک سے ہم منکر صلوٰۃ کیوں ہو گئے۔ اسی طرح غیر مقلدین کا ہم سے رکوع کو جاتے رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا اختلاف ہے البتہ سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ترک رفع یدین پر ہمارا اور انکا اتفاق ہے وہ ہم سے رکوع کی رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل مانگتے ہیں ہم کہتے ہیں سجدوں کی رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل تم دو، ہم اسی جیسی دلیل رکوع کے بارہ میں پیش کر دیں گے۔ ایسے ہی آمین بالجہر میں ان کا اور ہمارا اختلاف مغرب کی ۲ عشاء کی ۲ فجر کی ۲ رکعتوں یعنی کل چھ رکعتوں میں ہے اور وہ بھی جماعت کی نماز میں، ورنہ اکیلے وہ بھی ہر نماز میں آمین آہستہ کہتے ہیں اور جماعت کی نماز میں ۴ ظہر، ۴ عصر، تیسری رکعت مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں وہ بھی آمین آہستہ کہتے ہیں تو ان گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کی جو وہ دلیل پیش کریں گے وہ ان چھ اختلافی مقامات میں ہماری دلیل ہوگی۔ یوں ہی فاتحہ خلف الامام کو وہ فرض کہتے ہیں اور اگلی سورۃ کو امام کے پیچھے وہ بھی فرض نہیں کہتے اس کی عدم فرضیت پر واذا قرئ القرآن کی آیت وہ پیش کرتے ہیں ہم کہہ دیں گے کہ جسطرح ۱۱۳ سورتیں اس آیت میں داخل ہیں اور امام کے پیچھے ان کے پڑھنے کی ممانعت ہے تو سورۃ فاتحہ بھی اس آیت میں داخل ہے اور وہ بھی ما زاد علی الفاتحہ کے حکم میں ہے۔ بہرحال اس اصول سے انہوں نے بہت سے مشکل مسائل کے حل کو آسان کر دیا۔ ایک دفعہ میں

گھر گیا تو فرمایا کہ آج کچھ آدمی چند وکلاء سمیت پوتے کی وراثت کا مسئلہ لے کر اوکاڑہ سے آئے کہ اس کو وراثت نہ دینا کتنا بڑا ظلم ہے، میں نے کہا کہ تقسیم وراثت چند شرعی پختہ اصولوں پر مبنی ہیں یہ کوئی انسانی عطیات اور ہبہ وغیرہ نہیں کہ ہم اس میں کسی کے فقر و فاقہ یا کم سنی یا معذوری کیوجہ سے تغیر تبدل کریں لیکن اصولی بات سے وہ مطمئن نہ ہوئے تو میں نے اس انداز سے کچھ مثالیں بیان کیں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اس کا ایک ۲ ماہ کا معصوم بچہ دوسرا بالغ مگر پاگل تیسرا آنکھوں سے معذور اپاہج چوتھا عاقل بالغ تندرست مگر بے روزگار فقیر جسکے پاس ایک وقت کا کھانا بھی نہیں اور کافی عیالدار بھی ہے اور پانچواں بچہ بے اولاد اور غیر شادی شدہ کروڑ پتی ماہانہ ہزاروں روپیہ تنخواہ لینے والا ہے۔ آپ ان پانچوں بیٹوں میں وراثت برابر تقسیم کریں گے یا فقیر معذور اور معصوم کا لحاظ کر کے ان کو زیادہ دیں گے کہنے لگے کہ نہیں بیٹا ہونے میں وہ سب برابر ہیں اس لئے سب کو وراثت برابر ملے گی میں نے کہا کہ اگر آپ یہاں معذور کے عذر معصوم کی معصومیت فقیر کے فقر مجنون کے جنون کا لحاظ نہ کر کے ظالم نہیں بنے تو پوتے کے مسئلہ میں علماء کو کیوں ظالم کہتے ہو اسی طرح میں نے فقیر معذور بیوی کو غیر معذور لاکھوں پتی بیوی اور معذور مسکین بھائی بہنوں کو غیر معذور مالدار بھائی بہنوں کے وراثتی حصہ میں فرق کا پوچھا تو انہوں نے حسب سابق عدم فرق کا جواب دیا تو میں نے کہا جسطرح آپ ان مسائل میں ظالم نہیں پوتے کی وراثت کے مسئلہ میں علماء بھی ظالم نہیں اگر وراثت میں اپنی عقل کو دخل دیتے تو یہ قانون بچوں کا کھیل بن جاتا۔ چنانچہ وہ اعتراف کر کے اٹھے کہ ہمارا عقلی طور پوتے کی وراثت پر اعتراض کرنا درست نہیں تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے آپ کو افہام و تفہیم کا ایک وہبی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے استاذ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سیتاپوری مدظلہ حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ بھائی ہمارا علم کتابی ہے اور مولوی محمد امین کا علم لدنی ہے ہمارا علم اس کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی پر ایک قصہ یاد آیا بندہ دارالعلوم کبیر والا میں پڑھتا تھا احمد سعید چتروڑی نے کبیر والا میں مدرسہ کے لئے جگہ لی اور جمعہ شروع کیا دارالعلوم کے اساتذہ کرام جن میں سے بعض اس کے بھی استاذ تھے کے خلاف زبان کھولنی شروع کی سب اساتذہ پریشان تھے کیونکہ شرفاء کہ محلے میں اگر ایک شریر آجائے تو سارے محلے کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ میں نے استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ سے عرض کیا کہ یہ اکثر مناظرے کا چیلنج دیتا رہتا ہے میرے بڑے بھائی ہے جو اس سے بات کر سکتے ہے اگر آپ کہیں تو میں ان کو لے آؤں پوچھا وہ کیا کرتے ہیں میں نے بتایا وہ ٹیچر ہیں (کیونکہ ان دنوں میں بھائی جان کی اتنی شہرت نہیں ہوئی تھی) بعض اور اساتذہ کے کہنے حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا لے آؤ۔ رات کو وہ میرے پاس کمرہ میں سوئے میں نے پوچھا کہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ کی کتاب سماع موتیٰ چھپی ہے۔ آپ نے دیکھی ہے فرمایا نہیں البتہ میں نے تسکین الصدور پڑھی ہے میں نے کہا میرے پاس ہے جو میرے ساتھی مولانا اسماعیل صاحب مظفر گڑھی کے پاس ہے فرمایا

لاؤں میں دیکھوں، مگر مجھے مولوی اسماعیل نہیں ملے وہ مدرسہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے صبح اذان سے کچھ دیر پہلے میری آنکھ کھلی تو بھائی جان اپنی کاپی پر کچھ لکھ رہے تھے فجر کے بعد مولوی اسماعیل صاحب سے کتاب لیکر انکو دی تو کتاب کی فہرست دیکھنی شروع کی پھر کتاب سے ایک مقام نکال کر پڑھنے لگے اور ساتھ ہی خوشی سے مسکرانے لگے میں نے پوچھا کوئی خاص بات ملی ہے تو فرمایا کہ صبح جب میں بیدار ہوا تو چند باتیں میرے ذہن میں آئی تھیں جو میں نے اپنی کاپی پر نوٹ کرلی تھیں مولانا نے بالکل وہی باتیں اس کتاب سماع موتی میں لکھی ہیں پھر مجھے کاپی اور کتاب دکھائی تو ایک ہی مضمون تھا (اس وقت مجھے اتنا واقعہ تو یاد ہے مگر مضمون یاد نہیں) ۱۹۷۶ء یا ۱۹۷۷ء کا قصہ ہے کہ بندہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ کی خدمت میں دورہ تفسیر میں حاضر تھا ایک ساتھی نے مولانا کو بتایا کہ یہ محمد امین اکاڑوی کا بھائی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے ملاقات تو کہیں یاد نہیں البتہ کچھ تحریریں پڑھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم پختہ اور گرفت بڑی مضبوط ہے۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے ایک دفعہ سبق میں فرمایا کہ پڑھایا میں نے بہت سے لوگوں کو ہے مگر کام کے چند ہی نکلے ہیں جن میں ایک مولوی محمد امین ہے (واضح ہو کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب حضرت کشمیری کے شاگرد اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں کے استاذ تھے بندہ نے شرح جامی اور جلالین ان سے پڑھی تھی اسی سبق آپ نے یہ بات فرمائی) ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال والوں نے ایک دفعہ بندہ سے فرمایا کہ مناظرے تو ہم نے بھی حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے مل کر بہت کئے ہیں مگر جو نکیل غیر مقلدین کو مولوی محمد امین ڈالی ہے وہ کسی نے نہیں ڈالی۔

مولانا ایوب الرحمٰن انوری مدظلہ بن حضرت مولانا محمد انوریؒ ایک مرتبہ قربانی کے دنوں میں حضرت اقدس سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر تھے میں بھی وہیں تھا جامعہ مدنیہ میں گائے کی قربانی ہوتی دیکھ کر آئے اور حضرت شاہ صاحب سے فرمایا کہ ہم جیسے اگر بیس آدمی بھی گائے کو گرانا چاہیں گرانا مشکل ہے قصائی اتنا ماہر ہے کہ دو منٹ میں گائے کو زمین پر گرا دیتا ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہر شخص اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے۔ مولانا ایوب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولوی محمد امین اس قصائی سے بھی زیادہ ماہر ہے ایک منٹ میں بڑے سے بڑے غیر مقلد مناظر کو چت لٹا دیتا ہے حضرت نے فرمایا ہاں وہ بھی ماہر فن ہیں۔ یہ چند اکابر کی تائیدات ضمنا آ گئیں ان کی تاثیر تفہیم کے واقعات ذکر کر رہا تھا، ہمارے چک میں ایک بچی کی شادی ہوئی جو وفاق کا نصاب پڑھی ہوئی تھی مگر خاندانی طور پر مودودی ذہن کی تھی اس کا باپ اپنے علاقے کی جماعت اسلامی کا امیر تھا ان دنوں بھائی جان مسجد میں درس دیا کرتے تھے وہ درس سنتی رہتی ایک دن اس نے اپنی ساس سے بھائی کے بارہ میں پوچھا تو اس نے تعریف کی اس نے ملنے کی خواہش کی اور اپنی ساس کے ساتھ بھائی سے ملاقات کی مودودی صاحب کے بارہ

میں پوچھا کہ علماء کا ان سے کیوں اختلاف ہے بھائی جان نے اس کو حیات صحابہ پڑھنے کو دی حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں خصوصی نشان دہی بھی کی فرمایا کہ اس کے بعد تجھے تیرے سوال کا جواب دوں گا چند دنوں کے بعد اس نے کتاب واپس کی تو پوچھا کہ ان روایات کو پڑھ کر صحابہ کے بارہ میں کیا ذہن بنا ہے اس نے کہا کہ صحابہ کرام کی بہت عظمت دل میں بیٹھی ہے تو آپ نے اس کو خلافت وملوکیت دے کر حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مطاعن کا حصہ پڑھنے کو کہا، پڑھنے کے بعد جب آئی آپ نے پوچھا کہ احادیث سے جو صحابہ کرام کی عظمت دل میں بیٹھی تھی وہ باقی ہے یا نہیں اسنے کہا اس کتاب کو پڑھکر تو وہ عظمت ختم ہوتی نظر آتی ہے تو بھائی نے کہا کہ بس علماء کا مودودی سے یہی اختلاف ہے کہ حضور ﷺ جو صحابہ کرام کی عظمت دلوں میں بٹھانا چاہتے تھے مودودی صاحب اس کو دلوں سے نکالنا چاہتے ہیں الحمدللہ اسی بات سے اس بچی کو توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی۔ اسی طرح تحریک نظام مصطفٰی میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں گئے وہاں مودودیوں نے بھی اپنی تبلیغ شروع کردی اور لٹریچر بھی تقسیم کرنا شروع کیا۔ بعض حضرات نے پوچھا کہ آپ لوگ مودودی صاحب کے کیوں خلاف ہیں تو فرمایا کہ ہم فن میں فن والوں پر اعتماد کرتے ہیں مثلاً دوائی لینی ہو تو حکیموں یا ڈاکٹروں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے بیج خریدنا ہو تو بیج بیچنے والوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے اگر سارے ڈاکٹر یا حکیم ایک دوائی کو مضر کہیں ایک شخص جو ڈاکٹری یا حکمت پڑھا نہیں وہ اس کو مفید کہے تو ہم ڈاکٹروں پر اعتماد کریں گے نہ کہ غیر ڈاکٹر پر اسی طرح بیج بیچنے والے سارے ایک بیج کو ناقص کہیں ایک کمہار اس بیج کو اچھا کہے تو ہم اس کمہار کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ وہ اس فن کا نہیں ہے اسی طرح مودودی صاحب نے باضابطہ دین کہیں سے نہیں پڑھا۔ باضابطہ دین کا کام کرنے والے اس کی باتوں میں گمراہی دیکھتے ہیں اس لئے ہم ان ماہرین پر اعتماد کرتے ہیں اور اس غیر ماہر سے خود بھی بچتے اور لوگوں کو بھی بچاتے ہیں ایک اردو تعلیم یافتہ نے مودودی صاحب کے خطبات کا وہ حصہ جو حقیقت صوم وصلوٰۃ کے نام سے چھپا ہوا تھا لا کر دیا کہ ہم تو اس کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ یعنی مودودی صاحب اس وقت کے مجدد ہیں اور آپ ان کو غیر ماہر کہتے ہیں بھائی جان نے کہا اس کو یہاں رکھ دو کل کو بات کریں گے اور جامعہ رشیدیہ میں پیغام بھیجا کہ شامی کی پہلی دو جلدیں بھیج دیں چنانچہ دوسرے دن ان ساتھیوں کو بلا کر سمجھایا کہ مودودی صاحب کے اس خطبہ میں نماز کے موضوع پر چھیالیس صفحے اور روزہ کے موضوع پر کل انیس صفحے ہیں جبکہ علامہ شامی نے نماز کے موضوع پر ساڑھے پانچ سو سے زائد صفحات اور روزہ کے موضوع پر ستر صفحے تحریر فرمائے ہیں اور شامی کا ایک صفحہ مودودی صاحب کے تین صفحات سے بڑا ہے۔ پھر اس کتاب میں مودودی صاحب نے نہ نماز کے شرائط فرائض واجبات کی تفصیل لکھی نہ ان چیزوں کا ذکر کیا جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے نہ مکروہات کا ذکر کیا نہ یہ ذکر کیا ہے کہ کتنی چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے جبکہ شامی میں یہ تمام چیزیں تفصیل کے ساتھ مع زوائد موجود ہیں تو علماء کرام کامل کو چھوڑ کر ناقص کو قبول کیوں کریں پھر شامی کے مسائل درس میں تفصیلا بیان کرنے شروع کئے تو ان کا ذھن درست

ہوگیا۔ اسی طرح ایک سکول ٹیچر تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارات بریلویوں کی طرف سے لایا بھائی جان نے تقویۃ الایمان کے پہلے نام والے صفحہ کو گوند کے ذریعہ گتے سے چپکا کر اس کو کہا کہ آپ پہلے یہ کتاب پڑھ لیں بعد میں ان اعتراضات پر بات کریں گے اور یہ نہ بتایا کہ یہی تقویۃ الایمان ہے وہ کتاب پڑھ کر واپس آیا تو پوچھا کہ یہ کتاب کیسی ہے اس نے تعریف کی کہ بہت اچھی کتاب ہے تو آپ نے پہلا ورق گتے سے جدا کر کے بتایا کہ یہی تقویۃ الایمان ہے۔ آپ نے خالی الذھن ہوکر پڑھی تو کوئی اعتراض آپ کو نظر نہیں آیا جب آپ رضاخانی عینک لگالیں گے تو آپ کو اکمیں اعتراضات نظر آئیں گے معلوم ہوا کہ کتاب کا قصور نہیں رضاخانی ذھنیت کا قصور ہے۔ اس کی مثال ایسے سمجھیں کہ بغض فقہاء کے بغیر فقہ قرآن وسنت کی تشریح نظر آئے گی اور جب بغض فقہاء کی عینک لگ جائے تو شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالۃ نظر آئے گی اسی طرح پرویزیت کی ذھنیت سے احادیث کہیں قرآن سے ٹکراتی نظر آئیں گی کہیں احادیث میں توھین انبیاء توھین صحابہ نظر آئے گی مگر پرویزیت کی عینک اتار کر دیکھیں تو ہر حدیث اپنے موقع اور محل پر تکمیل دین کا حسین منظر پیش کر رہی ہوگی بھینگے کو اگر ایک کے دو نظر آئیں تو اس کی آنکھ کا قصور ہے صفراوی مریض کو اگر چینی کڑوی لگے تو اس کے مزاج کا قصور ہے نہ کہ چینی کا اسیطرح جب ذھن پر حضرت شاہ شہیدؒ کا بغض سوار ہے تو یہی عبارتیں جو آپ کو اچھی نظر آئی ہیں بری نظر دکھائی دیں گی۔ عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ، ولکن عین السخط تبدی المساویا ۔ بندہ نے جب مشکوۃ شریف شروع کی تو سہ ماہی کے قریب بھائی جان کو خط لکھا کہ میں کہیں غیر مقلد نہ ہو جاؤں کیونکہ سب احادیث احناف کے خلاف ہیں ہمارے پاس صرف تاویلیں ہیں۔ جب سہ ماہی پر گھر گیا تو بھائی جان نے زجاجۃ المصابیح دی کہ تھوڑا سا وقت نکال کر اس کا بھی مطالعہ کیا کر الحمدللہ اس کے دیکھنے سے مطمئن ہوگیا دوبارہ گھر گیا تو پوچھا کہ مطالعہ کیا تھا۔ میں نے کہا کہ اس میں سب روایات احناف کے مطابق ہیں فرمایا کہ مصنف کوشش کرتا ہے کہ اپنے امام کے متدلات اکٹھے کرے صاحب مشکوۃ چونکہ شافعی ہیں اس لئے انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق ابواب باندھے ہیں اگر چہ ہمارے متدلات بھی انہیں کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں مگر ہمارے مطابق ابواب نہ ہونے کیوجہ سے ان کے تلاش کرنے میں دقت پیش آتی ہے پھر کچھ مثالیں دیں کہ اسفار فجر کی ہماری دلیل کتاب الحج میں ذکر کی ہے اسی طرح خون کے ناقض ہونے کی ہماری صحیح روایت استحاضہ کے باب میں ذکر کی ہے اسی طرح مس مرأۃ کے غیر ناقض وضو ہونے کی ہماری دلیل باب السترۃ میں نقل کی ہے مزید کافی مثالیں دیں جن سے مزید اطمینان حاصل ہوا۔ فتنہ غیر مقلدیت کو آپ تمام فتنوں کی اصل قرار دیتے تھے ایک دفعہ میں نے عیسائیت کے مطالعہ کا مشورہ بذریعہ خط طلب کیا تو آخر میں لکھا کہ غیر مقلدیت کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کی یہ بات (کہ جتنے جھوٹ غیر مقلد بولتے ہیں کسی عیسائی، مرزائی، مجوسی نے بھی نہیں بولے) سن کر بندہ نے کہا کہ آپ غیر مقلدوں کی تردید میں بہت سختی کرتے ہیں میری بات پر فی الحال خاموش ہوگئے دوسرے دن

محمد جونا گڑی کے کچھ رسائل مجھے دیئے کہ اصل کتابوں سے حوالے تلاش کر، میں نے جب اصل کتابیں دیکھیں تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کوئی حوالہ مغالطہ سے خالی نہیں تھا بعض جگہ آدھی عبارت نقل کی بعض جگہ اصل مسئلہ کے بالکل الٹ مسئلہ نقل کیا تھا تو میں نے کہا کہ آپ ان کے بارہ میں بہت نرمی کرتے ہیں یہ لوگ اس سے بھی زائد سختی کے مستحق ہیں تو ہنس دیئے اور فرمایا کہ میں نے جس وقت ان کے خلاف کام شروع کیا تو سارے غیر مقلد اکٹھے ہو کر حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ امین آپ کا شاگرد ہے، مرزائیوں، عیسائیوں، رضاخانیوں کے خلاف اچھا کام کرتا تھا اب بلاوجہ ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے آپ اس کو سمجھائیں تو حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ نے مجھے بلایا اور کہا کہ اوکاڑہ کے سارے غیر مقلد میرے پاس آ کر روتے ہیں کچھ ہاتھ نرم کرے۔ میں نے ان کی باتیں سننے کے بعد جونا گڑھی کی کتابیں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کو دیں کہ حضرت پہلے ان کتابوں کا مطالعہ کر لیں پھر مجھے مشورہ دیں اس کے بعد تقریباً میں ایک ہفتہ حضرت کی خدمت میں نہیں گیا ایک ہفتہ بعد جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دور سے ہی مجھے دیکھ کر برس پڑے کہ تو کہاں مر گیا تھا اتنے دن تو آیا نہیں میں نے وہ رسالے تو اسی رات دیکھ لئے تھے اور اس دن سے آج تک مجھے نیند نہیں آئی۔ ان بے ایمانوں کا ساری عمر پیچھا نہ چھوڑنا میں ان کو اتنے غلیظ نہیں سمجھتا تھا۔ جتنے ان رسالوں سے ظاہر ہوئے ہیں۔ جب بھائی سکول چھوڑ کر مستقل بنوری ٹاؤن کراچی چلے گئے تو بوریوالہ میں مجھے خط لکھا کہ میں مدرسہ میں نیا آیا ہوں اس لئے مجھے مدرسہ میں رہنے کے کچھ آداب بتا دے اور خط کے آخر میں یہ شعر لکھا۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیران قفس میں نو گرفتار عشق ہوں

چند سال بعد مجھے فرمانے لگے کہ مدارس میں حسد بہت ہے۔ گزشتہ سال فرمایا کہ مجھے مدرسہ والے کوئی سبق دینا چاہتے ہیں مگر میں نے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں مدارس میں دیکھتا ہوں اکثر لڑائی اسباق کی تقسیم پر یا تنخواہ پر ہوتی ہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جہاں تقریر کے لئے جانا ہوتا ہے دو تین راتیں پہلے والد صاحب خواب میں اس جگہ کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ میں وہاں جا رہا ہوں تم بھی آ جانا۔ بھاوجہ صاحبہ نے بتایا کہ انتقال سے چند دن پہلے مجھے بتایا کہ اب والد صاحب خواب میں کافی دنوں سے نہیں ملے معلوم نہیں مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں پھر فرمایا کہ خیال ہے کہ اب فیصل آباد میں چچا جان کے پاس جاتا ہوں ان کی کوئی خدمت کرتا ہوں تاکہ والد صاحب کی زیارت ہو، لیکن فیصل آباد چچا جان کے پاس جانے سے پہلے ہی مالک حقیقی نے والد صاحب کے پاس پہنچا دیا۔ **فانالله وانا اليه راجعون اللّٰهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس وباعد بينه وبين خطاياه كما باعدت بين المشرق والمغرب۔**

مسلک حق اہلسنت والجماعت کے عظیم شارح وترجمان، امام المتکلمین، استاذ المناظرین، زبدۃ الاتقیاء والصالحین، حضرت علامہ مولانا محمد امین صفدرؒ اسلاف واکابر کی اعلیٰ روایات، عمدہ صفات اور تمام ترخوبیوں کے وارث وامین تھے، بلاشبہ اگر مولانا مرحوم کو علم وحکمت اور حدیث وفقہ کے اسرار ورموز کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ ومن یؤت الحکمة فقد أوتی خیراً کثیراً کا پورا مصداق تھے، اور اگر احقاق حق اور ابطال باطل کے حوالے سے معرکہ حق وباطل میں مولانا مرحوم کی مناظرانہ جدوجہد اور قلمی ولسانی جہاد کا جائزہ لیا جائے تو الا ان حزب الله هم الغالبون کا خوش کن، پرمسرت منظر سامنے آجاتا ہے اگر مصائب وآلام اور بلاکیشی وجفاکشی کی جہت سے دیکھا جائے تو ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا کا بہترین نمونہ تھے، اگر علم واخلاق اور عمل وکردار کے آئینہ میں ان کی صورت کو دیکھا جائے تو الذین آمنوا وکانو یتقون کی چلتی پھرتی عملی تفسیر نظر آتے ہیں، اس لئے حضرت والا کے محبین ومعتقدین اللہ رحمان ورحیم سے پرامید ہیں کہ اس ذات کریم نے اپنی رحیمی وکریمی کے صدقے ہمارے حضرت سے لهم البشریٰ فی الحیوة الدنیا وفی الاخره، اور وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون کا معاملہ فرمایا ہوگا۔

جامع شخصیت:

مولانا مرحوم ایسی جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے کہ ہم جب مولانا مرحوم کو علمی جدوجہد، علمی اشتغال اور قوۃ حفظ کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں امام محمد اور محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا عکس نظر آتے ہیں، ہم جب ان کو وسعت معلومات کے پہلو سے دیکھتے ہیں تو وہ وقت کے جلال الدین سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ معلوم ہوتے ہیں، ہم جب فن رجال اور روایت حدیث میں ان کی مہارت کو دیکھتے ہیں تو وہ حافظ ابن حجرؒ اور حافظ عینیؒ کا پرتو نظر آتے ہیں، ہم جب ان کو تحقیق کی سنگلاخ اور دشوار گزار وادی میں رواں دواں آگے سے آگے بڑھتا اور سبقت کرتا دیکھتے ہیں تو یہ نام کے ''امین'' قاضی ابو یوسفؒ اور مولانا گنگوہیؒ کے ذوق تحقیق کے امین نظر آتے

ہیں، ہم جب ان میں قوت فقاہت اور عقلی ونقلی دلائل قائم کرنے کی قوتِ استدلال ملاحظہ کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور قاسم نانوتویؒ کی روح مولانا امینؒ کی شکل میں متشکل ہو کر بول رہی ہے، ہم جب ان کی فصاحت وبلاغت اور روانی قلم کی جولانیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ وقت کے ابوالکلام آزادؒ معلوم ہوتے ہیں، ہم جب ان کو علم الامثال اور امثال سے اخذِ نتائج کے حوالہ سے دیکھتے ہیں تو وہ رومیؒ وسعدیؒ، مولانا پالنپوریؒ اور مولانا جالندھریؒ کی یاد تازہ کرتے ہیں، ہم جب ان کی جرأتمندانہ گفتار اور للکار کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا لال حسین اخترؒ کا پیکر نظر آتے ہیں، ہم جب ان کو زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، توکل واستغناء، رضا وصبر، فقر وقناعت، اور تلاوت وعبادت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ان میں حضرت لاہوریؒ اور حضرت مدنیؒ کی روحانی نسبت کے نورانی اثرات کا رنگ خوب خوب غالب نظر آتا ہے، اور اتنا غالب کہ اپنے ہم نشینوں کو بھی اپنا ہم رنگ کر لیتا ہے، ہم جب ان کو قوت اعصاب اور ایک انتھک سپاہی کے کردار کے لحاظ سے دیکھتے ہیں تو وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کا نمونہ نظر آتے ہیں، ہم جب ان کو اپنے مشن کے ساتھ عشق ومحبت اور اسی جذبہ وتڑپ سے اجتماعی وانفرادی محنت کرتا، قریہ قریہ بستی بستی پھرتا اور مسلسل کئی کئی گھنٹے بولتا دیکھتے ہیں تو وہ مولانا الیاسؒ اور مولانا محمد یوسف دہلویؒ کا روپ معلوم ہوتے ہیں۔

علمی مقام:

علماءِ دیوبند میں محدث العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ قوۃ حافظہ، وسعت معلومات، سرعت مطالعہ، علمی گہرائی وگیرائی اور عشق کی حد تک علمی اشتغال وانہماک میں ضرب المثل چلے آ رہے تھے، ان کے اس نوعیت کے متعدد واقعات اساتذہ کرام سے سنے اور کتابوں میں پڑھے لیکن جب ہم نے محقق العصر علامہ اوکاڑویؒ کی علمی زندگی کا مشاہدہ کیا تو وہ شنیدہ واقعات، واقعات دیدہ بن گئے، حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک چلتی پھرتی لائبریری ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ بھی اس زمانہ میں ایک چلتی پھرتی لائبریری تھے، جب مجلس میں حضرت سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ معلومات کا دریا بہا دیتے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس مسئلہ پر تازہ مطالعہ کر کے آئے ہیں حالانکہ وہ مسئلہ ان کے سامنے اچانک آتا، مولانا پر علمی نسبت اتنی غالب تھی کہ خیر المدارس میں جب بھی حاضری ہوئی ہم نے دیکھا کہ یا تو وہ مطالعہ میں مست ہیں یا تصنیف وتالیف میں مصروف ہیں یا طلبہ کو پڑھا رہے ہیں یا پھر غیر مقلدیت کے گزیدہ لوگ موجود ہیں آپ ان کا علاج کر رہے ہیں، اور غیر مقلدیت کا زہر نکال رہے ہیں۔

(۱) حضرت مرحوم نے خود بتایا کہ مولانا زرولی خان (کراچی) اندرون ملک اور بیرون ملک سے بڑی عمدہ

اور نایاب کتابیں منگواتے رہتے ہیں، جب ان کے پاس نئی کتابیں آتی ہیں تو وہ مجھے فون کر دیتے ہیں مولانا نئی کتابیں آئی ہیں آپ بھی آ جائیں، میں ان کے ہاں چلا جاتا ہوں اور مطالعہ کر کے واپس آ جاتا ہوں، میں نے پوچھا حضرت اس کا مولانا زرولی خان کو کیا فائدہ، فرمایا ایک بات تو یہ ہے کہ حضرت مولانا کو احساس ہے کہ امین ایک مشن میں لگا ہوا ہے اس کو کتابوں کی ضرورت ہے اور مطالعہ کا شوقین بھی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میری عادت ہے میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو اہم اہم باتوں پر قلم سے نشانات لگاتا ہوں اور کتاب کے شروع میں ان کی فہرست بنا کر صفحات کی نشاندہی کر دیتا ہوں، وہ نشانات ان کے کام آتے ہیں اور معلومات میرے کام آتی ہیں۔

(۲) تقریباً دو سال پہلے کی بات ہے اوکاڑہ کے قریب بس کے حادثہ میں حضرت کو کافی چوٹیں آئیں، جس کی وجہ سے کچھ دن آپ کو گھر میں ٹھہرنا پڑا، چار پانچ روز کے بعد بندہ احقر اور مولانا شاہد معاویہ صاحب تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے حضرت والا کو اطلاع دیگئی تو باہر تشریف لائے اور بڑی عجیب حالت میں، کتاب ہاتھوں میں کھلی ہے، مطالعہ کرتے ہوئے آ رہے ہیں دیکھتے ہی خوش ہو گئے گلے ملے اور بیٹھ گئے، علیک سلیک اور مزاج پرسی کے بعد فرمانے لگے یہ کتاب شذرات الذہب ہے اس کی آٹھ جلدیں ہیں، کافی دنوں سے گھر میں رکھی ہوئی تھی مطالعہ کی فرصت نہیں ملی تھی اس تکلیف کی وجہ سے گھر میں ٹھہرنا ہوا تو میں نے سوچا کہ اس فرصت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا ہوا ہے یہ چوتھی جلد ہے جو ختم ہونے والی ہے اگر کچھ دن اور ٹھہرنا پڑا تو باقی جلدوں کا مطالعہ بھی ہو جائے گا پھر حضرت کافی دیر تک اسی شذرات الذہب سے مختلف راویوں کے حالات زبانی سناتے رہے۔

(۳) خیر المدارس کے عالم باعمل جید استاذ حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضرت سے ایک حوالہ دریافت کیا تو فرمانے لگے، قاسم العلوم فقیر والی کے کتب خانہ میں فلاں کتاب ہے اس کے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

(۴) دنیا پور کے مناظرہ میں پروفیسر طالب الرحمٰن نے جزء رفع الیدین امام بخاری کا حوالہ دیا حضرت نے فرمایا اس رسالہ کا ایک ہی راوی ہے محمد بن اسحاق خزاعی اور اس کی اسماء الرجال کی کسی کتاب میں توثیق ثابت نہیں، جواب میں پروفیسر طالب الرحمٰن نے ایک کتاب اٹھائی اور بڑی دلیری سے کہا یہ میرے ہاتھ میں تاریخ بغداد ہے اس میں ثقہ لکھا ہے، حضرت نے فرمایا کتاب مجھے دکھاؤ مگر پروفیسر نے کتاب دینے سے انکار کر دیا، لوگوں نے مجبور کیا تو پروفیسر نے وہ کتاب دکھائی پروفیسر صاحب کے جھوٹ اور ڈھٹائی پر سب کو تعجب ہوا جب وہ کتاب دیکھی گئی تو تاریخ بغداد کے علاوہ کوئی اور کتاب تھی پروفیسر صاحب نے دھوکہ دینے کے لئے یہ کتاب ہاتھ میں لی اور کھول کر تاریخ بغداد کا نام لے کر اس طرح دیکھ کر عبارت پڑھی جیسے اس میں لکھی ہوئی ہے، جب جھوٹ پکڑا گیا تو موصوف

جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے فرمانے لگے یہ کتاب میں نے غلطی سے اٹھائی ہے لیکن تاریخ بغداد میں توثیق ہے، حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں آدمی کو غلطی لگ جاتی ہے آپ تاریخ بغداد سے اب توثیق دکھادیں پروفیسر صاحب کہنے لگے کہ کتاب دوکوٹہ میں پڑی ہے، منتظم مناظرہ نے کہا میرے پاس گاڑی ہے اور یہاں سے دوکوٹہ کوئی زیادہ دور بھی نہیں ہم ابھی جا کر لے آتے ہیں، آخر پروفیسر طالب الرحمٰن صاحب نے عاجز ہوکر اپنے جسم کے مخصوص حصہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ حوالہ دیکھ لے! جس پر شور ہوگیا اور اسی پر مناظرہ ختم ہوگیا، بعد میں علماء نے کہا حضرت شاید اسماء الرجال کی کسی کتاب میں توثیق ہو؟ حضرت نے فرمایا فن رجال کی کسی کتاب میں بھی توثیق نہیں: اس سے اندازہ ہوتا ہے حضرت کی فن رجال کی کتب پر کتنی وسیع نظر تھی۔

(۵) حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی زید مجدہ نے شب براۃ کی فضلیت کی احادیث پر جرح کی، حضرت نے اس پر مواخذہ کیا اور حضرت مفتی صاحب کو آگاہ فرمایا کہ حضرت آپ نے فلاں فلاں راوی کی وجہ سے ان حدیثوں کو نا قابل عمل قرار دیا ہے جبکہ یہ راوی وہ نہیں جو ان حدثیوں میں ہیں گو نام ایک جیسے ہیں اور اسی وجہ سے مغالطہ ہوا پھر حضرت نے ان احادیث کے راویوں کی تعیین کر کے با حوالہ توثیق تحریر فرمائی جس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے رسالہ سے وہ حصہ حذف کر دیا۔

(۶) مولانا مرحوم ۱۴۱۱ھ میں خیر المدارس ملتان تشریف لائے تو اس وقت سے حضرتؒ نے ''الخیر'' میں ردغیر مقلدیت کے موضوع پر مضامین کا ایک طویل سلسلہ شروع کیا جو تاحیات جاری رہا اور تا حال جاری ہے، بڑے تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ آٹھ سال کے اس طویل عرصہ میں حضرت نے بیسیوں مضامین تحریر فرمائے جن میں منکرین فقہ کے اعتراضات کے جوابات دیئے ان پر مواخذات کئے، اوران کی بعض اہم کتابیں مثلاً صلوٰۃ الرسول صادق سیالکوٹی، کتاب الرسائل وغیرہ کے جوابات بھی چھپے لیکن غیر مقلدین نے اس طویل عرصہ میں نہ تو حضرت کے کسی مضمون کا جواب لکھا نہ کوئی مواخذہ کیا اور نہ ہی حضرت کے مواخذہ کا جواب دے سکے یہ حضرت مولانا مرحوم کے علم واستدلال کی پختگی کی کتنی واضح دلیل ہے کہ مخالفین بھی علم واستدلال کی دنیا میں ان کے سامنے سرنگوں ہیں۔

(۷) حضرت مرحوم نے ایک ملاقات میں اپنے سکول میں جانے کی وجہ یوں بیان فرمائی کہ میرا شروع سے ہی مناظرانہ مزاج تھا اس لئے میرے ایک استاذ صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ سکول میں ملازمت کرلیں وہاں آپ کو مطالعہ کے لئے خوب وقت ملے گا اور آپ اپنے مطالعہ کو وسیع کرسکیں گے جو عربی مدرسہ کی تدریس میں آپ نہ کرسکیں گے مجھے بھی مطالعہ کا بہت شوق تھا اس لئے سکول میں چلا گیا پھر میں نے وہاں خوب مطالعہ کیا۔ حضرت اپنے خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں حضرت (لاہوریؒ) سے تعلق کی برکات میں سے یہ تھا کہ اگر چہ میں بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول مین ٹیچر لگ گیا مگر یہ میرا اصل مشغلہ نہ تھا الحمدللہ سکول کے چند گھنٹوں

کے علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا نیز فرماتے ہیں میرے بہت سے دوست مجھے کہتے کہ ایف اے کر کے سی۔ٹی اور بی۔اے کر کے بی ایڈ کرلو مگر مجھے اس کا کوئی شوق نہ تھا کیونکہ مطالعہ کی عادت اور مطالعہ کا شوق غالب تھا۔ (تجلیات جلد اصفحہ ۱۴)

(۸) غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم پیر بدیع الدین شاہ آف پیر جھنڈا کے ساتھ چار موضوعات پر مناظرہ طے ہوا ہر موضوع کے لئے دو گھنٹے وقت تھا گویا مجموعی طور پر آٹھ گھنٹے مناظرہ ہونا تھا چنانچہ حسب پروگرام جب تین موضوعات پر مناظرہ ہو چکا تو پیر صاحب کا برا حال ہو گیا وہ بڑی پریشانی اور پشیمانی کی حالت میں میدان مناظرہ چھوڑ کر چلے گئے اور جا کر لیٹ گئے، حضرت اوکاڑوی اور شرکاء مناظرہ منتظر رہے، جب پیر صاحب نے چوتھے موضوع پر مناظرہ کرنے میں دیر کی تو مولانا اوکاڑویؒ نے پیغام بھجوایا کہ حضرت تشریف لے آئیں تا کہ چاروں موضوع مکمل ہو جائیں لوگ بھی منتظر ہیں! چنانچہ پیر صاحب تشریف لے آئے مگر پسینہ پسینہ، آتے ہی مولانا اوکاڑویؒ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے مولانا اللہ نے آپ کو علم دیا ہے رحم نہیں دیا؟ بس میں آپ کے علم اور حلم کا قائل ہو گیا ہوں یہ کہا اور چوتھے موضوع پر مناظرہ کرنے سے معذرت کر دی اور مولانا مرحوم سے عہد کیا کہ میں آئندہ زندگی بھر مناظرہ نہیں کروں گا چنانچہ یہ ان کا آخری مناظرہ تھا اس کے بعد وہ جب تک زندہ رہے کوئی مناظرہ نہیں کیا: **والفضل ما شهدت به الا عداء۔**

(۹) مولانا مرحوم کا فن رجال: کتب حدیث اور فقہ پر مطالعہ اتنا وسیع اور اتنا استحضار تھا کہ حضرت کو بوقت ضرورت حوالہ تلاش کرنے میں نہ دیر لگتی اور نہ ہی کوئی دقت پیش آتی، اتحاد اہلسنت والجماعت کے ناظم اعلیٰ مولانا شاہد معاویہ فرماتے ہیں کہ میں خیر المدارس میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ملاقات کے دوران میں نے پوچھا حضرت امام عبداللہ بن ابی شیبہ کی صحیح بخاری میں کتنی حدیثیں ہیں، حضرت نے فرمایا کہ سترہ حدیثیں تو مجھے یاد ہیں اور وہ صفحات آپ نے زبانی بتا دیئے، میں نے پوچھا آپ نے بالاستیعاب کتنی مرتبہ صحیح بخاری کا مطالعہ کیا ہے فرمایا تقریباً بتیس مرتبہ، میں نے پوچھا حضرت ابن ماجہ کا کتنی مرتبہ مطالعہ کیا ہے فرمایا تقریباً ساٹھ مرتبہ۔

(۱۰) مولانا فاروقی شہیدؒ کی تالیف ''تاریخی دستاویز'' کے جواب میں رافضیوں نے تحقیقی دستاویز لکھی تو سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مناظر اسلام محقق العصر حضرت مولانا علی شیر حیدری یہ کتاب لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضرتؒ اس کا مطالعہ کر کے اس پر نشانات لگا دیں اور ان کی خیانتوں اور دھوکہ بازیوں کی نشاندہی فرما دیں: مولانا حیدری صاحب نے ''تحقیقی دستاویز'' کی بعض عبارات کے سلسلہ میں اسی وقت رہنمائی بھی لی: اور یہ تو بارہا دیکھنے میں آیا جب رافضیوں کی کتابوں کے بارے میں حکومت سے مذاکرات اور ملاقات ہو رہی تھی تو مولانا علی شیر حیدری مذاکرات سے پہلے حضرتؒ سے راہنمائی حاصل کرتے اور گفتگو کے لئے اہم نکات

حضرت سے لے کر ان کی بنیاد پر گفتگو کرتے شاید اسی لئے وفات والے دن مولانا حیدری حضرتؒ کی وفات کے صدمہ میں نڈھال اور بے حال تھے۔

(۱۱) عام طور پر لسانی نیت کو مستحب کہا جاتا ہے لیکن اس کا ماخذ کیا ہے؟ حضرتؒ نے اس کا ماخذ ذکر فرمایا کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندے کا ایمان سیدھا نہیں ہوتا جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو اور اس کا دل سیدھا نہ ہوگا جب تک زبان سیدھی نہ ہو (مسند احمد ۳/ ۱۹۸) لہٰذا زبانی نیت دل کی نیت کو درست کرنے دل کو مستحضر کرنے اور دل کا رخ سیدھا کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۱۲) ماسٹر دین محمد صاحب آف جلہ جیم نے بتایا کہ آج سے سولہ، سترہ سال پہلے کی بات ہے حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ تشریف لائے اس وقت میری تقرری وہاں تھی حضرت نے فقہ حنفی کی عظمت اور رد غیر مقلدیت پر بڑی مدلل اور مفصل تقریر فرمائی تقریر کے بعد تقریباً پانچ غیر مقلدین آ گئے حضرت نے ان پانچوں ایسا لاجواب کیا کہ وہ بولنے کے نہ رہے اس مجلس میں ایک قاری عبداللہ صاحب بریلوی مسلک کے بیٹھے ہوئے تھے جو اکثر علماء دیوبند کو کوستے رہتے تھے لیکن جب حضرتؒ کی علمی اور مدلل گفتگو سنی اور پانچ غیر مقلدین کو بچشم خود دیکھا کہ وہ اس بحر علم کے سیل رواں کے سامنے خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے ہیں تو وہ ایسا حضرتؒ کے علم وحلم سے متاثر ہوا کہ اس نے توبہ کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آئندہ علماء دیوبند کا مداح بن گیا۔

(۱۳) چونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ اور نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا، فرمان رسول، حضرتؒ فرماتے تھے کہ ان کو اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ثابت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان سے وہ مسائل پوچھے جائیں جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں، لیکن ایسا سوال کرنے کے لئے بھی کتاب وسنت پر وسیع نظر کی ضرورت ہے جو ہر ایک میں نہیں، اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ہمت دی آپ نے تقریباً ایک ہزار کے قریب ایسے مسائل جمع کر دیئے ہیں، اور جرأت کے ساتھ اتنے مسائل اس انداز کے ساتھ وہی جمع کر سکتا ہے کہ جس کی کتاب وسنت اور فقہی مسائل اور ان کے مآخذ پر وسیع نظر ہو، آج ہمارا ایک عام حنفی آدمی ان سوالات میں سے ایک سوال لیتا ہے اور غیر مقلد شیخ الحدیث کو صم بکم کر کے بٹھا دیتا ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ غیر مقلدین مکمل نماز کی ترتیب صحیح صریح مرفوع متصل غیر معارض حدیث سے ثابت کریں، کئی سال گذر گئے غیر مقلدین آج تک ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی پیش کر سکتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت نے بڑی عمیق اور وسیع نظر سے حدیث کا مطالعہ کیا ہے اسی لئے آپ نے یہ سوال اٹھایا، حضرت نے یہ سوال بھی اٹھایا کہ کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں تعوذ، تسبیحات رکوع، تسبیحات سجود، التحیات، درود شریف کے آہستہ پڑھنے کا حکم ہو، یا مقتدی کو تکبیر تحریمہ آہستہ پڑھنے کا حکم ہو!

اہل اللہ اور اہل علم کی نظر میں:

بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ عالم جس کو اللہ تعالیٰ اہل اللہ اور اہل علم کے ہاں یکساں قبولیت عطا فرمائیں کہ یہ قبولیت عند اللہ کی روشن دلیل ہے اور بڑا ہی خوش قسمت وخوش بخت ہے وہ عالم جس کے علم وفہم تقوی وطہارت پر علماء وصلحاء اعتماد کریں کہ یہ اس کے علم وفہم کی درستگی، سلامتی فکر، اعتدالِ مزاج اور اصابتِ رائے کی بہت بڑی سند ہے، مولانا اوکاڑویؒ پر اہلِ حق کی تمام جماعتوں کو کتنا اعتماد اور کتنا ناز تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو علماء حقانی، مشائخ ربانی کے ہاں کس قدر مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی تھی ذیل کے واقعات سے بخوبی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) حضرت مولانا السید اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی شدید خواہش تھی کہ مولانا اوکاڑویؒ دارالعلوم کے لئے وقت دیں تاکہ دیوبند کے اساتذہ وطلبہ اور انڈیا کے دیگر علماء وعوام حضرتؒ کے الہامی علوم سے استفادہ کریں اور آپ منکرین فقہ یعنی غیر مقلدین کے بارے میں علماء وطلبہ کو تیار کردیں تقریباً تین سال سے یہ کوشش دونوں طرف سے جاری تھی اور حضرت کی بھی شدید خواہش تھی کہ دارالعلوم دیوبند میں حاضری دیکر اپنے اکابرین کے حکم کی تعمیل بھی کریں اور دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کی سعادت بھی حاصل کریں غالباً ایک دفعہ تو انڈیا سے ویزا بھی بھیجا گیا تھا لیکن یہاں کی کچھ قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے حضرت نہ جاسکے۔

(۲) حضرت اوکاڑویؒ اپنے خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں تقریباً چار سال حضرت اقدس (مولانا احمد علی لاہوریؒ) کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی، حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا، عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں (تجلیات صفدر ۱/۱۳)

(۳) حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہاجر مدنی نے ارشاد فرمایا پاکستان میں دو صفدر ہیں ایک کے قلم نے دوسرے کی زبان نے باطل کو پریشان کررکھا ہے، صاحب قلم مولانا سرفراز خان صفدرؒ ہیں اور صاحب اللسان حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہیں، لیکن حضرت کا یہ فرمان شاید مولانا اوکاڑوی کی کتابیں اور مضامین پڑھنے سے قبل کا ہے ورنہ مولانا اوکاڑویؒ نے زبان وقلم کے دونوں ہتھیاروں سے باطل کو چاروں شانے چت کرکے ان کے غرور کو خاک میں ملادیا ہے۔

(۴) حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ کی روحانی نسبت کے مظہر وخلیفہ اجل حضرت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بسلسلہ تعلق بیعت مولانا اوکاڑویؒ حاضر ہوئے حضرت نے شرط رکھ دی کہ اپنی ڈائری میرے حوالے کردو، اس میں جو تاریخیں ماتیوں، مودودیوں وغیرہ کی ہوں وہ ختم کردو اور ان کو

خط بھیجو کہ میں نہیں آسکتا اور آئندہ بھی تاریخ نہیں دینی خط کے پیسے میں دونگا، آپ نے شرط قبول کی ڈائری حضرت قاضی صاحب کے حوالے کردی حضرت قاضی صاحب کے فرمان کے مطابق وہ تاریخیں کاٹ دیں، بعد میں مولانا مرحوم کا چھ گھنٹے بیان ہوا اور حضرت قاضی صاحب زیدمجدہ کے ہاں حضرت کا یہ پہلا بیان تھا، حضرت قاضی صاحب بحالت بیماری بیان سنتے رہے، بیان کے بعد فرمایا یہ پہلا شخص میں نے دیکھا ہے جو مناظر ہے اور معتدل مزاج ہے اس سے ان کے وسعت مطالعہ اور وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے، اب جہاں بریلویوں کے خلاف بیان کرانا ہو انہی کو بلایا کرو چنانچہ آپ ہر سال بارہ ربیع الاول کو قاضی صاحب کے ہاں جاتے تھے۔

(۵) کسی غیر مقلد نے حضرت اقدس حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی زیدمجدہ کے پاس ایک اشتہار بھیجا جس میں بیس تراویح ثابت کرنے پر گیارہ ہزار انعام کا چیلنج کیا گیا تھا، حضرت مفتی صاحب نے اس اشتہار کی وجہ سے غیر مقلدین کی تردید میں تقریر فرمائی، تقریر میں فرمایا جس مجلس میں یہ اشتہار ملا اسی مجلس میں مجھے ایک کتاب بھی مل گئی وہ کتاب لکھی ہوئی ہے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی جو اس وقت خیر المدارس ملتان میں کام کررہے ہیں وہ بے دین جماعتوں کے خلاف مناظرے میں بہت مہارت رکھتے ہیں ان کو بھی ان لوگوں نے بچپن میں غیر مقلد بنالیا تھا اس کے بعد جب وہ بڑے علماء کے پاس پہنچے اور حق واضح ہوا تو دوبارہ حنفی بن گئے وہ بدعتیوں کے خلاف، عیسائیوں کے خلاف، مرزائیوں کے خلاف اور وہ چونکہ غیر مقلد رہے ہیں اس لئے ان کے خلاف خاص طور پر بہت کام کررہے ہیں، ان سے میرا تعارف تو مدت سے ہے مگر اب معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں ادھر غیر مقلد کا اشتہار پہنچا ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے کتاب پہنچادی جو انہوں نے ہدیۃً بھیجی ہے ان کا پتہ یاد رکھیں جہاں کوئی غیر مقلد بکواس کرے یا کوئی اشتہار انعام کا دیں تو مولانا کے پتے پر بھیج دیا کریں جب وہ دوسرے کاموں سے فارغ ہوکر اسی کام کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے کام لے رہے ہیں، کل جو کتاب ملی ہے اس کا نام ہے تجلیات صفدر، ان کا پورا نام مولانا محمد امین صفدر، صفدر کے معنی ہیں صفوں کو چیرنے والا وہ بھی بے دین جماعتوں کی صفوں کو چیر رہے ہیں۔ آئندہ کوئی انعام کا اشتہار نظر آئے یا کوئی بکواس کرے تو سیدھا ان کو لکھ دیا کریں کہ وہ اس کا دماغ درست کریں۔

(۶) حضرت مولانا مرحوم کی وفات کے بعد رائیونڈ کے اجتماع سے فارغ ہوکر حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت فیوضہم کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت نے فرمایا چند ہی دن ہوئے مجھے ایک صدمہ پہنچا ہے کہ کار کے حادثہ میں میرا پوتا جاں بحق ہوگیا اور ایک عزیزہ شدید زخمی ہوئی وہ ابھی تک ہسپتال میں ہے لیکن مجھے اس کا اتنا صدمہ نہیں جتنا مولانا محمد امین کی موت کا صدمہ ہوا ہے، پھر فرمایا کہ خواص میں تو میں نے غیر مقلدیت کے خلاف کام کیا ہے لیکن پورے ملک میں عوام میں مولانا محمد امین صاحب نے کام کیا

ہے اور ایسا کام کیا ہے کہ عوام کے سامنے غیر مقلدیت کی حقیقت کھول دی ہے، ہم جب اجازت لے کر آنے لگے تو حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ نے احقر سے فرمایا آپ نے غیر مقلدین کا تعاقب چھوڑ نا نہیں میں نے عرض کیا حضرت میرے لئے اخلاص، استعداد اور صحت کی دعا آپ فرمادیں انشاء اللہ العزیز میں ان کا تعاقب نہیں چھوڑوں گا۔

(۷) حضرت مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان نے فرمایا دراصل ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ابوحنیفہ کی روح مولانا محمد امین صاحب کی شکل میں اپنے مخالفین سے اپنا انتقام لے رہی ہے۔

(۸) ایک مجلس میں حضرت مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں مولانا محمد امین صاحب کا وجود اہل حق کے لئے اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔

(۹) شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب زید مجدہ نے حضرت کی تقریر سننے کے بعد فرمایا کہ مولانا محمد امین صاحب غیر مقلدین کا صحیح علاج کرتے ہیں، نیز فرمایا ہر فرعون کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کسی موسیٰ کو پیدا کرتے ہیں غیر مقلدین کے لئے مولانا محمد امین صاحب کو پیدا کیا ہے۔

(۱۰) حضرت مولانا احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری کی پر اصرار دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کیوں سکول میں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو؟ جو علم خدا نے آپ کو دیا ہے خدا کے سامنے اس کو سکول میں رہ کر ضائع کرنے کا کیا جواب دو گے؟ ابھی استعفیٰ لکھو، بس اب کوئی بات سنی نہیں جائے گی، بالآخر مولانا مرحوم سکول کی ملازمت ترک کر کے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے (تجلیات صفدر)

(۱۱) ایک دن ناچیز بندہ اپنے محسن اور استاذ ومربی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم) کی مجلس میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت ''الخیر'' میں مولانا اوکاڑوی مرحوم کا مضمون پڑھ رہے ہیں، چہرے پر خوشی ومسرت کے آثار نمایاں ہیں، پڑھ رہے ہیں اور بے ساختہ جھوم رہے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد زبان سے ماشاء اللہ، ماشاء اللہ فرما کر اظہار خوشی بھی کر رہے ہیں اور داد بھی دے رہے ہیں یوں لگتا تھا جیسے حضرت کا رواں، رواں، مولانا مرحوم کے لئے دعا کر رہا ہے، پھر فرمانے لگے اللہ نے اس شخص کو بڑی صلاحیت سے نوازا ہے مشکل سے مشکل علمی بات کو اتنے آسان اور عام فہم انداز میں لکھتا ہے، اور اتنی آسان تعبیر میں ادا کرتا ہے کہ ایک عام آدمی بھی سمجھ جاتا ہے اور حضرت مولانا اوکاڑویؒ کے وفات کے بعد حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ نے کئی مجلسوں میں فرمایا مولانا محمد امین صاحبؒ کی وفات کے بعد علمی طور پر ہم یتیم ہو گئے ہیں۔

(۱۲) ۲/فروری بروز جمعہ کو خیر المدارس میں مولانا محمد امین صفدرؒ کی یاد میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس کے آخری مقرر تھے عالمی سکالر حضرت علامہ خالد محمود (پی، ایچ، ڈی، لندن) علامہ صاحب نے مختصر خطبہ کے بعد اپنے غم کو ضبط کرتے ہوئے ڈبڈباتی آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اپنی زندگی میں

غیر مقلدین کے ساتھ متعدد مناظرے کئے، اخیر زندگی میں مولانا خیر محمدؒ میرا اور مولانا سرفراز خان صفدر کا نام لیا کرتے تھے، الحمدللہ! میں نے بھی غیر مقلدین سے کئی مناظرے کئے، میں پھر لندن چلا گیا تو پیچھے کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا جو غیر مقلدین سے مناظرہ کر سکے پھر کچھ عرصہ کے بعد پاکستان آیا تو مولانا محمد امین صاحب کا نام سنا تو خوشی ہوئی وہ تھوڑے عرصہ میں ہی پورے ملک پر چھا گئے اور ہم سے بھی آگے نکل گئے، نیز فرمایا مولانا محمد امین صاحبؒ اس زمانہ کے امام طحاوی تھے، نہ ان جیسا کوئی تھا نہ ان جیسا کوئی ہے، وہ بھی باہر سے آئے تھے (یعنی غیر مقلدیت سے حنفیت کی طرف) اور سب پر چھا گئے، اور فرمایا بعض لوگ ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ جنت ان کا استقبال کرتی ہے، مولانا محمد امین صاحب بھی انہی لوگوں میں سے تھے جن کا جنت استقبال کرتی ہے۔

(۱۳) مولانا مرحوم کے جنازہ کے موقع پر مولانا زرولی خان نے فرمایا ہم سمجھتے ہیں آج قاسم نانوتویؒ کا انتقال ہوا ہے، نیز فرمایا آج مولانا محمد امین صاحب کی موت پر علم رو رہا ہے۔

(۱۴) مولانا مرحوم نے خود بتایا کہ مدرسہ میں میری چھٹیوں کا مسئلہ زیر غور آیا مولانا قاری محمد حنیف صاحب نے فرمایا مولانا محمد امین صاحب چھٹیوں کے معاملے میں مدرسہ کے قانون کے پابند نہیں کیونکہ وہ جہاں بھی ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ دین کا کام ہی کرتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں، ان کا ایک ایک منٹ دین کے کام کے لئے ہے، نیز ایک موقع پر فرمایا مولانا کا علم، علم وہبی اور الہامی تھا۔

(۱۵) مولانا علی شیر حیدری مدظلہ، جنازہ والے دن غم سے نڈھال تھے وہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن غم کی وجہ سے بول نہ سکتے تھے بالآخر لڑکھڑاتی زبان سے صرف اتنا کہہ سکے کہ میں سوچتا ہوں اب اگر کوئی مسئلہ الجھ گیا تو میں کس کے پاس جاؤنگا؟

(۱۶) حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدیر الخیر فرماتے ہیں آپ حیرت انگیز حد تک سریع القلم تھے، آپ کا مسودہ مبیضہ ہوتا، ابتداء میں جب آپ نے "الخیر" کے لئے مضامین لکھنے شروع کئے تو میں کافی عرصہ تک یہی سمجھتا رہا کہ مولانا کے پاس مختلف عنوانات پر تحریر شدہ مضامین موجود ہیں انہیں میں سے مولانا ہر ماہ مضمون اٹھا کر دیدیتے ہیں یہ غلط فہمی یا بدگمانی اس وقت رفع ہوئی جب کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مغرب کے وقت کسی خاص عنوان کے تحت مولانا سے مضمون کی درخواست کی گئی اور اسی رات کی صبح کو مولانا نے ۱۶ سے ۲۰/ صفحے تک کا مضمون عنایت فرمایا، میرے استفسار پر ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا کہ میں اپنے لکھے ہوئے مضمون پر نظر ثانی نہیں کر سکتا اس لئے کہ جب میں نظر ثانی کرنے لگتا ہوں تو اس قدر نئے نکات ذہن میں آتے ہیں کہ اگر انہیں شامل کیا جائے تو ایک مستقل مضمون تیار ہو جائے اس لئے میں جو قلم برداشتہ لکھتا ہوں وہ الخیر کے سپرد کر دیتا ہوں (اداریہ الخیر ص ۸ رمضان المبارک)

(۱۷) حدیث اور اہل حدیث کے مؤلف حضرت مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا پہلے ہمیں بڑی آسانی

تھی جب کوئی عبارت الجھ جاتی تو حضرت سے حل کرالیتے تھے۔

(۱۸) دو سال قبل جامعہ مدنیہ لاہور میں ایک عجیب منظر سامنے آیا کہ انڈیا کے مناظر اعظم مولانا ابو بکر غازی پوری اور پاکستان کے مناظر اعظم مولانا محمد امین صفدرؒ جمع ہیں اور ایک دوسرے کو اپنی کارگزاریاں بھی سنا رہے ہیں اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیال بھی کر رہے ہیں مولانا ابو بکر غازی پوری نے کہا میں جب انڈیا سے چلا تو میری خواہش یہ تھی کہ مولانا محمد امین صاحب صفدر سے ملاقات ہو جائے، مولانا غازی پوری حضرت سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ فرمانے لگے کہ یہ شخص تو مجسم علم ہے اس کی خوش طبعی کی باتوں اور لطیفوں میں بھی علم جھلکتا ہے۔

(۱۹) صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی کے خلاف ایک کتاب لکھی گئی جس میں مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان کے بارہ میں ناروا اور نازیبا کلمات لکھنے کے ساتھ ساتھ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا گیا ہے، حضرت مولانا سلیم اللہ خان زید مجدہٗ خیر المدارس میں تشریف لائے تو وہ مولانا اوکاڑویؒ سے ملنے کی غرض سے ان کے کمرے کی طرف روانہ ہوئے، ادھر مولانا اوکاڑویؒ کو پتہ چلا کہ صدر وفاق ان سے ملنا چاہتے ہیں تو وہ جامعہ کے مہمان خانہ کی طرف چل پڑے جہاں حضرت صدر صاحب کا قیام تھا کہ راستہ میں ہی دونوں حضرات کی ملاقات ہو گئی، صدر محترم نے کہا مولانا اب آپ کی ہمیں بھی ضرورت پڑ گئی ہے، دونوں علمی شخصیتیں مہمان خانہ میں تشریف لے آئیں، حضرت مولانا سلیم اللہ خان نے وہ کتاب مولانا اوکاڑویؒ کو دی اور اس کے جواب لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کتاب لے لی اس کا مطالعہ کیا حسب عادت اس پر نشانات اور اشارات لگائے پھر جواب لکھنا شروع کیا تھا کہ سالانہ چھٹیاں ہو گئیں، حضرتؒ چھٹیوں کے اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے، ارادہ تھا کہ رمضان شریف کے بعد واپس آ کر جواب کو مکمل کریں گے مگر زندگی نے وفا نہ کی اس لئے وہ جواب مکمل نہ ہو سکا، اسی طرح حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب ''تقلید کی شرعی حیثیت'' کا جواب ''جماعت المسلمین'' کے امیر مسعود احمد نے ''التحقیق فی جواب التقلید'' کے نام سے لکھا تو دار العلوم کراچی کے بعض حضرات نے حضرت مرحوم سے کہا آپ اس کا جواب لکھیں۔

(۲۰) ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ عثمانی فرقہ کے کچھ رسائل کا مطالعہ فرما رہے تھے، اور ساتھ ساتھ نشانات بھی لگا رہے تھے اور اشارات میں لکھ بھی رہے تھے، فرمانے لگے دار العلوم کبیر والہ سے حضرت مفتی عبد القادر صاحب زید مجدہ نے یہ رسالے بھیجے ہیں ان میں راویوں کے نام کا دھوکہ دے کر عذاب قبر، ایصال ثواب اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا انکار کیا گیا ہے یہ لوگ کبیر والہ کے علاقہ میں فتنہ پھیلا رہے ہیں انہوں نے یہ رسالے حضرت مفتی عبد القادر صاحب کے پاس بھیجے ہیں اور ان سے جواب کا مطالبہ کیا ہے، حضرت مفتی صاحب نے میرے پاس بھیجے ہیں تا کہ مطالعہ کرلوں پھر چار پانچ

دن کے بعد کبیر والہ کے علاقہ میں کسی بستی میں ان لوگوں کے ساتھ ان رسالوں پر بات ہوئی ہے پھر فرمایا کہ ان میں سارا دھوکہ یہ ہے کہ حدیث کی سند سے ایک راوی کو لیتے ہیں اور اس نام کا کوئی راوی ضعیف مل جائے تو اس کے ضعف وجرح کے اقوال اس حدیث کے راوی پر فٹ کر کے اس حدیث کا انکار کر دیتے ہیں یا بعض مرتبہ ایک راوی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں میں توثیق بھی ہوتی ہے اور جرح بھی اور اصول محدثین کے اعتبار سے وہاں توثیق راجح ہوتی ہے مگر یہ لوگ صرف جرح کے اقوال بلا تحقیق نقل کر کے ایک صحیح ومقبول حدیث کو رد کر دیتے ہیں عوام کو اس دھوکے کا پتہ نہیں چلتا اور علماء اس طرف توجہ نہیں فرماتے جبکہ آج کل تمام غیر مقلدین خواہ منکرین حدیث ہوں یا منکرین فقہ، جماعت المسلمین ہو یا عثمانی فرقہ، مماتی ہوں یا اسراری احادیث کے رد وانکار کے لئے سب کا یہ ایک ہی مشترکہ فارمولا ہے اسی لئے مولانا مرحوم نے ایک طویل مضمون ''جرح وتعدیل'' کے عنوان سے لکھا جو پہلے الخیر میں قسط وار شائع ہوا اور اب تجلیات صفدر جلد دوم میں چھپ چکا ہے دوسرا مضمون اصول حدیث کے عنوان سے لکھا جو تجلیات صفدر جلد چہارم مطبوعہ ملتان میں طبع ہوا ہے۔

(۲۱) حضرت مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ استاذ خیر المدارس ملتان نے ایک موقع پر فرمایا حق تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر سے جو حفاظت حق کا کام لیا ہے اور لے رہے ہیں قریب قریب زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

(۲۲) میں جب علماء دیوبند کی تاریخ پر نظر ڈالتا ہوں تو ایک ایک باطل فرقہ کے مقابلہ میں کام کرنے والے حضرات تو بہت نظر آتے ہیں اور ایک سے ایک بڑھ کر: لیکن جامع شخصیات جو تمام باطل فرقوں کے بارے میں مہارت تامہ رکھتی ہوں اور ہر باطل فرقہ کے ساتھ مقابلہ ومناظرہ کرنے کے لئے علم واستدلال کے ہتھیاروں سے لیس و مسلح ہمہ وقت تیار نظر آئیں وہ صرف چار ہیں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مناظر اعظم، محقق دوران، امام المتکلمین حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ، اور جامع المعقول والمنقول، مفسر ومحدث، مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ، پہلے تینوں حضرات اپنے اپنے وقت کے کارہائے نمایاں انجام دیکر، ہر باطل کو سرنگوں کر کے جنت کے باسی بن چکے، دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت العلامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں، ان کی عمر میں برکت دیں اور مقتدر حضرات کو ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ زندہ قومیں زندوں کی قدر کرتی ہیں اور مردہ قومیں مردوں کی قدر کرتی ہیں۔

(۲۳) مولانا اوکاڑوی مرحوم نے فرمایا کہ میرا اصل موضوع رد قادنیت اور رد عیسائیت تھا مجھے فقہ حنفی کے تحفظ اور رد غیر مقلدیت کے مشن پر لانے والے چار حضرات ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ بانی ومہتمم قاسم العلوم فقیر والی، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحبؒ

اور عالمی سکالر رازی زماں حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت فیوضہم۔

(۲۴) مولانا مرحوم نے خود بتایا کہ ایک دفعہ میں اوکاڑہ میں سڑک کے کنارے کھڑا تھا کہ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ بس سے اتر کر تشریف لے آئے بڑی محبت سے ملے اور فرمانے لگے میں ملتان جا رہا تھا ٹکٹ بھی ملتان کا لیا ہوا تھا میں نے آپ کو دیکھا تو اتر آیا، کچھ دیر آپس میں باتیں ہوتی رہیں پھر حضرت دوسری بس پر ملتان روانہ ہو گئے۔

علمی فیضان:

اتحاد اہل سنت والجماعت کے مرکزی رکن آف سرگودھا حضرت مولانا شاہد مسعود صاحب نے بتایا کہ جس رات مولانا اوکاڑویؒ کا انتقال ہوا یعنی ۳/شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ اسی رات سرگودھا میں ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ آسمان پر چھوٹے چھوٹے کئی چاند نمودار ہوئے ہیں اور ہر چاند کچھ دیر روشنی کر کے غائب ہو گیا، اتنے میں ایک بہت بڑا چاند ظاہر ہوا جس کی روشنی سب سے زیادہ ہے، اور اتنی زیادہ کہ پورے آسمان پر پھیل گئی ہے اور اس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا ہے لیکن یہ چاند بڑی تیزی کے ساتھ آیا اور پورے جہان میں روشنی پھیلاتا ہوا اسی تیزی کے ساتھ غائب ہو گیا، صاحب خواب کہتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب دیکھا اور اسی صبح کو مولانا اوکاڑویؒ کی وفات کی خبر سنی واقعہ یہ ہے کہ یہ ماہتاب علم وحکمت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ صاحب کی صورت میں گیارہ بارہ برس پہلے عربی مدارس کے مبارک مطلع پر طلوع ہوا لیکن اس قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس چاند کے کتابی اور الہامی علم کے نورانی فیض اور انوارات علم کو صرف ہندو پاک میں ہی نہیں بلکہ عرب وعجم، مشرق ومغرب میں اتنی تیزی کے ساتھ پھیلایا اور اسلامی دنیا کو اس کی ضیا پاشیوں سے اتنا منور فرمایا کہ یہ اپنے سابقین پر سبقت لے گیا اور ان پر چھا گیا، بلا مبالغہ ہزاروں افراد کو ان کے ذریعہ نور ہدایت نصیب ہوا اور لاکھوں ہدایت یافتہ حضرات کا دین وایمان کفر وضلالت کی آندھیوں سے محفوظ ہو گیا، اس لئے اگر مولانا اوکاڑوی کو شیخ العرب والعجم کہا جائے تو یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے اس علمی فیضان کی مختلف صورتیں تھیں۔

(۱) تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے طلبہ کو مستقل طور پر اور دیگر جماعتوں کے طلبہ کو جزوی طور پر جدید علم الکلام یعنی تمام جدید فرق باطلہ کے بارہ میں تیار کرنا اور ان میں ذوق تحقیق پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں احقاق حق اور ابطال باطل کی اعلیٰ استعداد وصلاحیت پیدا کرنا، اس لئے حضرت کی عادت تھی کہ تخصص کے طلبہ میں سے کسی کے ذمہ کوئی حدیث لگا دیتے، کسی کے ذمہ کسی راوی کے حالات، کسی کے ذمہ فقہی حوالہ اور کتب کی نشاندہی کر کے ان سے تلاش کراتے، کبھی باہر سے آئے ہوئے سوالیہ خطوط کے جوابات ان کے ذمہ لگا دیتے، کبھی کسی

باطل فرقہ کا رسالہ ان کو دیکر اس کا جواب لکھواتے، اور جواب لکھنے کا انداز سمجھاتے پھر اچھا جواب لکھنے پر انعام بھی دیتے، کبھی مشقی طور پر طلبہ کا باہمی مناظرہ کراتے، کبھی اہل باطل کی طرف سے خود سوال کر کے اپنے طلبہ سے جواب کا مطالبہ کرتے درست جواب دینے پر دعائیں دیکر حوصلہ افزائی فرماتے اگر کوئی کمی ہوتی تو اصلاح فرماتے اور رہنمائی کرتے۔

(۲) غیر مقلدیت یا کسی بھی باطل فرقہ کے بارے میں تحقیق کے لئے دور ونزدیک سے آنے والے علماء اور عوام کو نہ صرف یہ کہ مطمئن کرنا بلکہ اس فرقہ کے متعلق وسیع معلومات اور دلائل فراہم کرنا، اور ان کے ہر قسم کے شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

(۳) باہر سے آئے ہوئے سوالیہ خطوط کے جواب دینا جو اکثر کسی کتاب یا رسالہ کی شکل اختیار کر لیتے۔

(۴) مختلف عربی مدارس میں اہل مدارس کی دعوت پہ جا کر علماء وطلبہ کے لئے تربیتی پروگرام منعقد کرنا جو اکثر چھ چھ گھنٹے تک چلا جاتا۔

(۵) مختلف مقامات پر بالخصوص گرمیوں کی تعطیلات میں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلبہ کے لئے تربیتی پروگرام کا انعقاد۔

(۶) عوامی جلسوں میں عام فہم خطابات، اور خطاب سے قبل یا بعد علمی مجالس کا انعقاد اور اکثر جگہ تقریر کے بعد سوال وجواب کی نشست کا اہتمام۔

(۷) متعدد علماء کرام اور دیگر اہل تحقیق حضرات، حضرت والا کے پاس کتابیں لاتے بالخصوص صحاح ستہ اور غیر مقلدین کی کتب، ان پر حضرت سے ضروری حوالہ جات اور نشانات لگواتے تا کہ مناظرہ میں اور تحقیق میں ان سے فائدہ اٹھا سکیں، ایک دفعہ حضرت نے فرمایا میرے پاس ایک مولوی صاحب غیر مقلدین کی کتاب دین الحق لے کر آئے اور کہا اس پر نشانات لگا دیں فرمایا میں نے ایک ہفتہ محنت کر کے اس پر نشانات لگائے کچھ دنوں کے بعد وہ آ کر لے گئے اب یاد نہیں آ رہا کون تھے اپنے قریب کے ساتھی کتابوں پر نشانات لگوایا کریں تو بوقت ضرورت وہ کتابیں ہمارے کام بھی آ جائیں۔ چنانچہ میں نے ''دین الحق'' اسی نیت سے خرید کی کہ حضرت سے نشانات لگواؤں گا، مگر حضرت کا موعود وقت آ چکا تھا اس لئے وہ کتاب بے حوالہ رہی، اس معاملہ میں حضرت اتنے سخی اور وسیع الظرف تھے کہ ایک مولوی صاحب کی عادت تھی وہ حضرت کے پاس صحاح ستہ لے آتے حوالہ جات لگوا لیتے پھر ان کو جا کر مہنگے داموں بیچ دیتے پھر صحاح ستہ کا ایک اور سیٹ لے آتے اور حضرت سے کہتے جی فلاں صاحب بہت غیر مقلدین کے خلاف کام کر رہے ہیں پہلا سیٹ میں نے ان کو ہدیہ دے دیا ہے۔ حضرت خوش ہوتے اور دوسرے سیٹ پر حوالے لگا دیتے وہ اس سیٹ کو کسی اور کے پاس زیادہ قیمت میں فروخت کر کے ایک اور سیٹ لے کر آ جاتے اور کہتے حضرت ہم تو کچھ کر نہیں سکتے چلو جو کام کر رہے ہیں ان کو کتابیں تو فراہم کریں اور نشان زدہ تا کہ ان کو کچھ تو سہولت

ہو، بعد میں جب حضرت کے سامنے اصل راز کھلا تو حضرت نے آئندہ کے لئے اس کو کتابیں لانے سے منع کر دیا۔

(۸) اپنے مناظروں، تقریروں اور آپ سے ہونے والے سوال و جواب کے اہم حصے اپنے ہم نشینوں کو سنا کر ان کو معلومات فراہم کرنا آپ کے شاگردانِ کرام ماشاء اللہ بہت کام کر رہے ہیں ان کے واقعات اور ان کی کارگزاری سناتے۔

(۹) خیر المدارس ملتان کے ماہ نامہ الخیر میں مضامین کا طویل سلسلہ ''الخیر'' کے مدیر و دیگر متعلقہ حضرات کو اعتراف ہے کہ حضرت والا کے مضامین کی وجہ سے رسالہ کے خریداروں میں خاصہ اضافہ ہوا ہے۔

تصنیف و تالیف:

تبلیغی اسفار، تدریسی مشاغل، اور علمی و تحقیقی مجالس جیسی مصروفیات کے باوجود مولانا نے جو تحقیقی کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے ہیں اس کو ان کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے، حضرت کی کچھ تصنیفات طبع ہو چکی ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ مختلف حضرات کے پاس موجود ہیں جو طبع شدہ کتب و رسائل سے کہیں زیادہ ہیں، طبع شدہ کتب کی اجمالی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) تحقیق مسئلہ تقلید، (۲) تحقیق مسئلہ قرأۃ خلف الامام، (۳) تحقیق مسئلہ آمین، (۴) تحقیق مسئلہ رفع الیدین، (۵) تحقیق مسئلہ تراویح، (۶) نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت، (۷) نماز کے بارے میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں اور جھوٹ، (۸) مرد اور عورت کی نماز میں فرق، (۹) نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنا، (۱۰) مسائل قربانی کے بارے میں اکتالیس سوالات، (۱۱) غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل، (۱۲) غیر مقلدین سے دو سو ایک سوالات، (۱۳) گاؤں میں نماز جمعہ کی تحقیق، (۱۴) کھلا خط بنام علماء حنفیہ کا مدلل جواب، (۱۵) ایک لامذہب تبرائی غیر مقلد کے فقہ حنفی پر چند اعتراضات کی حقیقت، (۱۶) نام نہاد جماعت المسلمین یعنی فرقہ مسعودی کے سوالات کے جوابات، (۱۷) غیر مقلدین سے چار سو سوالات، (۱۸) غلط اور صحیح سوالات کا معیار، (۱۹) موضوع مکمل نماز، (۲۰) تین رکعات وتر کا ثبوت، (۲۱) مناظرہ کوہاٹ کی چند جھلکیاں، (۲۲) فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینے میں، (۲۳) فرقہ غیر مقلدین، (۲۴) غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی اور معیار الحق، (۲۵) غیر مقلدین کی کہانی غیر مقلدین کی زبانی، (۲۶) غیر مقلدین کے سوالات اور اعتراضات کے جوابات، (۲۷) لفظ اہل حدیث کے بارے میں ایک ضروری وضاحت کی درخواست، (۲۸) فرقہ غیر مقلدین کی ظاہری علامت، (۲۹) جنگ آزادی اور غیر مقلدین، (۳۰) غیر مقلدین کا دستر خوان، (۳۱) کتاب النکاح، (۳۲) غیر مقلدین کی خانہ جنگی، (۳۳) غیر مقلدین کی غیر مستند نماز،

(۳۴) تکمیل دین، تمکین دین، تدوین دین، (۳۵) غیر مقلدین کی کتابیں، (۳۶) قربانی اور اہل حدیث، (۳۷) پچاس ہزار روپے انعام کی حقیقت، (۳۸) رمضان المبارک اور مسنون تراویح، (۳۹) اسوۂ سرور کونین فی رفع الیدین، (۴۰) تحقیق حدیث فمازالت تلک صلوٰته، (۴۱) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام والمسلمین پیر بدیع الدین سے رفع یدین اور قرأۃ خلف الامام پر تحریری گفتگو، (۴۲) غیر مقلدین اور مسئلہ رفع یدین، (۴۳) رسول اکرم کی نماز، (۴۴) فتح المقلدین روئیداد مناظرہ ہارون آباد، (۴۵) اہل سنت والجماعت حنفی، (۴۶) تحقیق اور حق تحقیق، (۴۷) پاک وہند میں اسلام کون لائے؟ (۴۸) میں حنفی کیسے بنا؟ (۴۹) ایک ملاقات، (۵۰) سفر سندھ، (۵۱) ایک غیر مقلد سے گفتگو، (۵۲) عظمت قرآن، (۵۳) مصافحہ کا بیان، (۵۴) حضرت پیران پیر اور غیر مقلدین، (۵۵) امام اعظمؒ غیروں کی نظر میں، (۵۶) نماز میں قرأۃ کا بیان، (۵۷) مباحثہ رفع الیدین، (۵۸) نماز تراویح، (۵۹) مسنون نماز تراویح، (۶۰) انگلینڈ سے آمدہ سوالوں کے جوابات، (۶۱) غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ، (۶۲) انکار حدیث کا نیا روپ، (۶۳) عید کے مسائل، (۶۴) نماز عیدین کی تکبیریں، (۶۵) نماز قفال کی حقیقت، (۶۶) ختم بخاری کی تقریب سے خطاب، (۶۷) تین طلاق اور حلالہ، (۶۸) الحادو بدعت، (۶۹) رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب پر تبصرہ، (۷۰) ایک یادگار ملاقات، (۷۱) سیدنا حسینؓ، (۷۲) کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمٰن صدیقی، (۷۳) کھلا خط بنام ابو ریحان عبدالغفور، (۷۴) کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ، (۷۵) کھلا خط بنام مولانا عبدالعزیز نورستانی، (۷۶) کھلا خط بنام طالب الرحمٰن، (۷۷) کھلا خط (۱) بنام عبدالرحمٰن شاہین، (۷۸) کھلا خط (۲) بنام عبدالرحمٰن شاہین، (۷۹) تراویح سے متعلق ایک خط کو جواب، (۸۰) فقہ کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں، (۸۱) مقالہ فقہی کانفرس بنوں، (۸۲) فقہ حنفی کے کرم فرما، (۸۳) فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی ناراضگی، (۸۴) مقدمات (مقدمہ آثار خیر، دیباچہ انتصار الحق، مقدمہ انجیل بر بناس) (۸۵) ایک قادیانی کے خط کا جواب، (۸۶) کیا جرابوں پر مسح جائز ہے؟ (۸۷) تحقیق مسئلہ تراویح، (۸۸) صلوٰۃ تراویح ایک تحقیقی جائزہ، (۸۹) جرح وتعدیل، (۹۰) غائبانہ نماز جنازہ، (۹۱) نماز مغرب سے پہلے دو رکعات کا حکم، (۹۲) مسعودی فرقہ کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات، (۹۳) کراچی کا عثمانی فرقہ، (۹۴) گیارہ سوالات کے جوابات، (۹۵) غیر مقلدین کے پچاس سوالات کے جوابات، (۹۶) ترک رفع یدین، (۹۷) قربانی شعار اسلام ہے، (۹۸) ایصال ثواب، (۹۹) دین ومذہب، (۱۰۰) متعہ کے بارے میں فتویٰ، (۱۰۱) نماز میں ہاتھ باندھنا، (۱۰۲) اصول حدیث، (۱۰۳) مسئلہ قرأۃ خلف الامام، (۱۰۴) تحقیق حدیث عبادہ بن ثابت، (۱۰۵) رفع یدین کی چار روایات کی تحقیق، (۱۰۶) رفع یدین کے متعلق ایک حدیث کی تحقیق، (۱۰۷) کیا بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے؟ (۱۰۸) انعامی چیلنج کی قانونی اور شرعی حیثیت، (۱۰۹) کیا نیت کرنا بدعت ہے؟ (۱۱۰)

متفق علیہ احادیث پر عمل کیوں نہیں؟ (۱۱۱) نماز سے متعلق چند سوالات، (۱۱۲) تاریخ طلاق ثلاثہ، (۱۱۳) غیر مقلدین سے مکمل نماز سیکھانے کی درخواست، (۱۱۴) اہل سنت والجماعت حنفی وغیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث اور تعین موضوعات، (۱۱۵) ترجمہ جزء القراءۃ امام بخاری مع تبصرہ، (۱۱۶) ترجمہ جزء رفع الیدین امام بخاری مع تبصرہ، (۱۱۷) ترجمہ فضائل محدثین شرف اصحاب الحدیث مع الفوائد، (۱۱۸) صلوٰۃ الرسول پر ایک تحقیقی نظر حصہ اول، حصہ دوم، (۱۱۹) تعویذات کے متعلق مولانا سخی داد کی کتاب پر ایک نظر، (۱۲۰) صلوٰۃ الرسول (عبدالرحمٰن رحمانی) پر ایک نظر، (۱۲۱) منکر حدیث محمد ایوب صابر کے ایک مضمون پر نظر، (۱۲۲) درایت محمدی پر ایک نظر، (۱۲۳) سبیل الرسول پر ایک نظر، (۱۲۴) غیر مقلدین کے رسالہ مکتوب مفتوح پر ایک نظر، (۱۲۵) رفع یدین کے بارے میں غیر مقلدین کے فتوی پر نظر، (۱۲۶) الرسائل فی تحقیق السائل کا علمی جائزہ، (۱۲۷) جدید حاشیہ قرآن پر ایک تحقیقی نظر۔ الحمدللہ! آپ کی یہ تمام تصنیفات، مجموعہ رسائل ۳/ حصے اور تجلیات صفدر ۴/ حصے کی شکل میں طبع ہو چکی ہیں علاوہ ازیں تفہیم البخاری اردو مترجم بخاری کا حاشیہ جو بہت ہی عمدہ ہے اور لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

بشارت عظمیٰ:

مولانا مرحوم کے بھتیجے اور خادم خاص مولوی محمود عالم صاحب کہتے ہیں خواب میں حضرت والا کی زیارت نصیب ہوئی، حضرتؒ نے فرمایا میں اتنا مواد دے کر آیا ہوں جو کئی نسلوں تک کافی ہے، واقعی حضرت کے ان کتب ورسائل میں اتنا مواد موجود ہے کہ ایک ایک رسالہ سے مزید کئی رسالے تیار ہو سکتے ہیں جیسا کہ متعدد حضرات، مولانا مرحوم کی کتب کے مطالعہ سے بعض لاجواب رسائل واشتہارات لکھ کر منکرین فقہ کو لاجواب کر رہے ہیں۔

خود میں نے حضرت کی زندگی میں ایک خواب دیکھا جس کا میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت کے پاس ایک کپڑے کا تھیلا ہے آپ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں، میں نے حضرت سے عرض کیا حضرت میں کچھ آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں، حضرت خالی زمین پر بیٹھ گئے میں بھی وہاں بیٹھ گیا اور حضرت سے بعض سوالات کئے حضرت نے ان کا جواب ارشاد فرمایا پھر آپ تشریف لے گئے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت والا کس قدر جذبہ رکھتے تھے۔ اپنے مشن پر افراد تیار کرنے کا اس میں حضرت کے اسی جذبہ کی عکاسی ہوئی ہے۔

ضروری تنبیہ:

مولانا مظہر حسین جھنگوی فرماتے ہیں وفات کے بعد حضرت کی خواب میں زیارت ہوئی حضرت ایک کمرہ میں تشریف فرما ہیں میں حاضر ہوا تو حضرت نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا اس کو نکال دو یہ کام نہیں کرتا، میں نے معذرت کی اور آئندہ کام کرنے کا حضرت سے وعدہ کیا تب حضرت راضی ہوئے، لہٰذا حضرت

کے تلامذہ اور حضرت کے احباب و متعلقین حضرت کے مشن پر محنت کریں تا کہ حضرت والا کی روح خوش ہو اور حضرت کا مشن جاری رہے۔

مردم ساز شخصیت!

اس میں شک ہی کیا ہے کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے یہاں جو آیا جانے کے لئے ہی آیا، جو عارضی اور محدود وقت لے کر آیا جب وہ پورا ہو گیا تو چل بسا، بس یہ ایک چل چلاؤ کا سلسلہ ہے جو چل رہا ہے، یہ آمد و رفت جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی، لیکن دنیا میں آنے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو آتے ہیں تو اپنے ساتھ ایک مقصد، ایک مشن اور ایک نصب العین لے کر آتے ہیں، ان کی زندگی کا لحہ لحہ اس مقدس مشن اور اعلیٰ مقصد کے لئے وقف ہوتا ہے، جب وہ دمِ واپسیں واپس جاتے ہیں تو اپنے ساتھ اپنے مشن کی علم برداری کے لئے ایک دو فرد نہیں بلکہ ایک مضبوط جماعت اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ جاتے ہیں مگر اپنے مشن و نصب العین کو لاوارث کر کے نہیں جاتے، وہ مرتے ہیں ان کی موت کے ساتھ ان کا مشن نہیں مرتا وہ زندہ رہتا ہے یہی ان کی کامیابی ہے اور یہی ان کا بقا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے مولانا اوکاڑوی مرحوم انہی با مقصد اور با مراد لوگوں میں سے ہیں، حضرت کا ایک ہی مشن اور ایک ہی مقصد تھا حفاظت حق اور دفاع حق، یا یوں کہیئے کتاب و سنت اور حدیث و فقہ کا تحفظ، مولانا اوکاڑویؒ زندگی بھر اسی مقصد کے لئے کوشاں رہے، آپ مردم ساز شخصیت کے حامل واقع ہوئے تھے اس لئے اس اعلیٰ و بالا مشن کی خاطر ذہن سازی اور افراد سازی کے لئے کئی کئی گھنٹے پوری دلسوزی کے ساتھ ذہن سازی کرتے اپنی مناظرانہ کارگزاریاں سنا کر اور اس راستہ کے تمام نشیب و فراز سمجھا کر متوقع افراد کو تیار کرتے اور ان کو مفت کتابیں فراہم کرتے حتیٰ کہ چند سالوں سے حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص حنفیت کے حوالے سے اپنے علاقہ کی مظلومیت بیان کر کے حضرت سے وقت کا تقاضا کرتا تو آپ فرماتے آپ اپنے علاقے کا کوئی عالم یا کوئی سمجھدار آدمی میرے پاس لے آئیں میں اس کو چند گھنٹوں میں اتنا تیار کر دوں گا کہ آپ کے علاقے کو وہ اکیلا سنبھال لے گا، الحمدللہ! مولانا مرحوم کی کوشش رنگ لائی اور آپ کے پاکیزہ مشن سنبھالنے اور چلانے والے ہزاروں افراد پیدا ہو گئے صرف علماء یا اسلامی مدرسوں کے طلبہ میں ہی نہیں بلکہ ہر طبقہ میں ایسے ایسے قابل افراد پیدا کیئے، ان میں اتنا شعور پیدا کر دیا کہ آج وہ غیر مقلدین کے بڑے بڑے مصنفوں اور شیخ الحدیثوں کو آگے لگا لیتے ہیں، آپ حیران ہونگے تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے غیر مقلدین کے مایہ ناز مناظر علامہ عبدالرحمٰن شاہین احمد پور کے علاقہ میں گیا تو مولانا مرحوم کے ایک تربیت یافتہ حجام نے عبدالرحمٰن شاہین سے تقریباً چار پانچ گھنٹے باقاعدہ مناظرہ کیا اسماء الرجال کی بحث چلی تو شاہین صاحب پانی پانی ہو گئے بالآخر گھٹنے ٹیک دیئے

کی ریاستیں آزاد ہوئیں تو سعودیہ سے فقہ حنبلی کی کتابیں ان کے پاس بھیجی گئیں انہوں نے کہا یہاں کے لوگ حنفی ہیں ہمیں فقہ حنفی کی کتب مطلوب ہیں۔ جب غیر مقلدین کو پتہ چلا تو غیر مقلدین کی ایک کھیپ پہنچ گئی انہوں نے فقہ حنفی سے متنفر کرنے کی مہم شروع کردی وہاں کے علماء حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب کے پاس فیصل آباد آئے اور غیر مقلدیت کے حوالے سے اپنی پریشانی ذکر کی حضرت نے ان کو حضرت اوکاڑویؒ صاحب کے پاس خیر المدارس ملتان میں بھیج دیا، وہ خیر المدارس ملتان آئے، حضرت نے چار گھنٹے ان سے عربی میں گفتگو کی اور ان کو اتنا تیار کردیا کہ انہوں نے واپس جاکر غیر مقلدین کی دوڑیں لگوادیں، آج مولانا اوکاڑوی مرحوم ہم میں نہیں لیکن ان کے مشن کو چلانے اور آگے بڑھانے والے ہزاروں افراد موجود ہیں ان میں بہت سے ایسے حضرات ہیں جو مولانا اوکاڑویؒ کا عکس و پرتو ہیں یا کم از کم ان میں مولانا کے علم و فکر کی جھلک ضرور ہے۔

تجدیدی کارنامہ:

ملکہ وکٹوریہ کے دور میں غیر مقلدین کا گروہ اپنی اس مادر مہربان کے بطن سے پیدا ہوا، پیدا ہوتے ہی اس نے فقہ وفقہا سے متنفر و بدظن کرنے کی مہم شروع کردی۔ اہل حق میں سے جناب نواب قطب الدین صاحب مؤلف مظاہر حق، مولانا عبدالخالق، میاں نذیر حسین کے خسر ہیں، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا محمد شاہ پنجابی، مولانا ارشاد حسین فاروقی مجددی، مولانا انوار اللہ فاروقی، مولانا عبداللہ جونپوری، مولانا عبدالعلی، مولانا احمد علی بٹالوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مفتی مہدی حسن، مولانا محمد حسن فیض پوری، مولانا مرتضی حسن چاندپوری، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا حبیب الرحمان اعظمی، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا علامہ خالد محمود، مولانا محمد امین صفدرؒ، مولانا ابوبکر غازی پوری ان سب حضرات نے منکرین فقہ یعنی غیر مقلدین کا خوب تعاقب کیا لیکن ان حضرات میں مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے جو تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے یہ ہے کہ آپ سے پہلے علماء میں یہ رعب اور خوف تھا کہ غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں وہاں حدیث کی اور اسماء الرجال کی بحثیں ہوتی ہے، لیکن مولانا اوکاڑویؒ نے غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ کرنے، ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے ایسے اصول وضع کئے اور ایسے طریقے ایجاد کئے کہ آج ایک غیر مقلد شیخ الحدیث ایک عام حنفی کے ساتھ بات چیت میں اور اس کو جواب دینے میں عاجز ہوتا ہے، بالآخر یہ کہہ کر جان چھڑاتا ہے تو امین کا شاگرد ہے میں تجھے جواب نہیں دونگا وہ پلٹ کر اس کو پکڑ لیتا ہے اور پوچھتا ہے کیا یہ اللہ یا اللہ کے رسول نے کہا ہے کہ امین کے شاگرد کو جواب نہ دینا، مولانا امین کی شاگردی تو جان چھڑانے کا بہانہ ہوتا ہے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے پاس جواب ہی نہیں ہوتا وہ جواب دیں کیا

اور غیر مقلدین عرب وعجم پر مولانا کا اتنا خوف اور رعب تھا کہ ان سے بات کرنے والے یا سوال کرنے والے کے بارے میں جب پتہ چل جاتا کہ یہ مولانا محمد امین صاحب کا شاگرد ہے تو خوف زدہ ہو کر بات چیت کرنے یا جواب دینے سے معذرت کر دیتے، مولانا محمد احمد صاحب مظفر گڑھ والے سفر حج کے دوران عبدالعزیز بن باز کے کمرے میں چلے گئے وہ لیٹے ہوئے تھے مولانا نے ان کے نائبین سے دو سوال کئے بن باز صاحب جاگ رہے تھے وہ کہنے لگے ان کو نکال دو یہ مولانا محمد امین کا شاگرد معلوم ہوتا ہے مولانا نے دریافت کیا کیا کسی حدیث میں ہے کہ مولانا امین کے شاگرد کو جواب نہیں دینا بن باز کہنے لگے اب تو مجھے پکا یقین ہو گیا ہے کہ یہ محمد امین کا شاگرد ہے اس کو فوراً نکال دو، خود میرا اپنا واقعہ ہے ڈاکٹر شفیق الرحمٰن غیر مقلد جو کئی کتابوں کا مصنف ہے اس نے میرے سامنے کہا اگر مدلس حدثنا کے ساتھ روایت کرے تو اعتبار ہے عن کے ساتھ کرے تو اعتبار نہیں، میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب یہ حدثنا کوئی جادو ہے جو اس کو دھوکہ بازی سے روک لیتا ہے اور عن نہیں روکتا کیونکہ اگر وہ خائن ہے تو حدثنا کہہ کر بھی خیانت کریگا اور اگر خائن نہیں تو عن کہہ کر بھی خیانت نہیں کریگا اسی لئے حنفیہ تدلیس کو جرح وعیب شمار نہیں کرتے وہ فوراً کہتا ہے آپ تو مولانا امین صاحب والی باتیں کر رہے ہیں ان کے شاگرد تو نہیں یہ کہا اور مزید بات کرنے سے عذر کر دیا۔

چند اصول:

(۱) غیر مقلدین کا دعویٰ اور نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول، فرمان خدا فرمان رسول، وہ کہا کرتے ہیں اللہ نے دو ہاتھ دیئے ہیں ایک قرآن کے لئے دوسرا حدیث کے لئے، نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ کوئی تیسری چیز ہے، نیز ان کے نزدیک دلیل شرعی صرف دو ہیں قرآن اور حدیث جبکہ ان کے نزدیک امتی کی رائے واجتہاد اور ان کے اقوال کو ماننا تقلید ہے اور تقلید غیر مقلدین کے نزدیک شرک ہے، لہٰذا وہ اپنے کسی بھی دعویٰ کو صرف قرآن سے ثابت کریں گے یا حدیث سے! جبکہ اہل سنت والجماعت کے اصول چار ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع، قیاس، نیز اہلسنت والجماعت کے نزدیک غیر مجتہد کے لئے اجتہادی مسائل میں اس مجتہد کی تقلید ضروری ہے، جو باقی مجتہدین سے کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے، غیر مقلدین سے بات کرتے وقت ان کے اصولوں کا ان کو پابند کیا جائے اور اگر وہ امتی کا قول پیش کرے تو اس کو کہدیں کہ آپ اہل حدیث نہیں رہے بلکہ اہل رائے بن گئے ہیں، نیز امتی کے قول کی تقلید کرنے کی وجہ سے آپ مشرک بن گئے ہیں پہلے اسی شرک سے توبہ کریں، غرضیکہ اس کو قرآن وحدیث سے باہر نہ نکلنے دیں!

(۲) محدث کا کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف کہنا، نیز کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اس محدث کا اجتہادی فیصلہ ہوتا ہے لہٰذا راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے میں محدث کی بات ماننا اس کی تقلید ہوگی، اسی طرح محدث پر اعتماد کر کے کسی

حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اس محدث کی تقلید ہے جو غیر مقلدین کے نزدیک شرک ہے لہٰذا وہ حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا قرآن یا حدیث میں دکھائیں گے!

(۳) ابوداؤد اور مشکوۃ شریف میں حدیث ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ ایسے ظاہر ہونگے، جو کہیں گے ہم تو اسی چیز کو مانیں گے اسی کو حلال وحرام سمجھیں گے جو کتاب اللہ میں ہے، اس کے علاوہ کی ہمیں پرواہ نہیں آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب اللہ کے ساتھ اس جیسی مجھے اور بھی وحی عطا کی گئی ہے، اس کی ایک مثال بیان فرمائی گھریلو گدھا کہ یہ حرام ہے مگر قرآن میں اس کی حرمت نہیں! اس حدیث کی روشنی میں مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث سے ایک اصول معلوم ہوا کہ منکرین حدیث سے وہ مسائل پوچھے جائیں جو قرآن میں صراحۃ بیان نہیں ہوئے، اسی طرح منکرین فقہ یعنی غیر مقلدین سے وہ سوال کئے جائیں جو صراحۃ قرآن وحدیث میں نہیں آئے تا کہ ان کا قرآن وحدیث کے دعوے میں جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، مثلاً بھینس کے گوشت اور دودھ کا حلال ہونا، گدھی کے دودھ کا حرام ہونا، حلال جانور کے کون کون سے اعضاء حلال ہیں اور کون کون سے حرام ہیں یا سب کچھ کھا جائیں اس کی بھی حدیث میں صراحت دکھائیں امتی کا قیاس ورائے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا، غیر مقلدین کہتے ہیں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں اگر کوئی شخص ایک مجلس میں نو طلاقیں دے تو وہ تین ہو جائیں گی یا نہیں؟ کھانے میں بھڑ، مکوڑا، جگنو میں سے کوئی چیز گر جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت نے اپنے رسائل میں ایسے تقریباً ایک ہزار سوال جمع کر دیئے ہیں۔

(۴) حضرت نے فرمایا مسائل کی چار قسمیں ہیں (۱) مسائل غیر منصوصہ: یعنی وہ مسائل جو قرآن وحدیث میں صراحۃ مذکور نہیں (۲) مسائل منصوصہ متعارضہ: وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یدین اور ترک رفع یدین، قرأۃ خلف الامام اور ترک القرأۃ خلف الامام (۳) مسائل محتملہ: وہ مسائل ہیں جن کے ادلہ متعارض تو نہیں مگر معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمال ہوتے ہیں جیسے قرآن میں ہے ثلثۃ قروء . قروء جمع ہے قرء کی اور قرء کا معنی طہر بھی ہے اور ماہواری بھی (۴) مسائل منصوصہ محکمہ: یعنی وہ مسائل جو قرآن وحدیث میں صراحۃ آ گئے ہیں اور ان کے ادلہ میں تعارض ہے نہ مختلف احتمالات ہیں۔ چوتھی قسم میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ تقلید کی البتہ پہلا تین قسم کے مسائل اجتہادی ہیں یعنی ان میں مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور غیر مجتہد اس مجتہد کی تقلید کرتا ہے جو باقیوں کے مقابلہ میں اس کے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہوتا ہے اور ظن غالب کے درجہ میں اس کے اجتہاد میں حق وصواب کا پہلو غالب ہو۔

غیر مقلدین سے مسائل غیر منصوصہ پیش کر کے قرآن وحدیث کی صریح دلیل کا مطالبہ کریں، مثلاً آج کل روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے کا حکم: ٹیلیفون کے ذریعے نکاح وطلاق کا حکم: انسانی اعضا کی پیوندکاری

وغیرہ دوسری قسم کے مسائل میں مجتہدین حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد سے متعارض ادلہ کے تعارض کو دور کر کے مسئلہ کو منقح کیا، غیر مقلدین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ان متعارض حدیثوں کے بارہ میں صریح فیصلہ دکھادیں، تیسری قسم کے مسائل میں مجتہدین نے مختلف معنوی احتمالات میں سے ایک معنی کو ترجیح دی اور اسی ترجیح دینے میں ان کے درمیان اجتہادی اختلاف ہوا غیر مقلدین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صراحۃً ایک معنی کی تعین پیش کریں، جب ان تینوں قسم کے مسائل میں وہ نبی پاک کا صریح فیصلہ دکھادیں گے تو ہم مجتہدین کی تقلید چھوڑ دیں گے۔

(۵) چونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم ہر قوی السند حدیث پر عمل کرتے ہیں اور ضعیف حدیث پر عمل نہیں کرتے، حضرتؒ نے فرمایا ان کے سامنے صحاح ستہ بالخصوص بخاری و مسلم کی وہ احادیث پیش کریں جن پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور ان سے عمل کا مطالبہ کیا جائے، مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، گدھے کا گوشت کھانا، وضوء کے بعد بیوی کے بوسے لے کر نماز پڑھنا، عورت کا بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلانا، اور جن ضعیف حدیثوں پر یہ عمل کرتے ہیں وہ ان کے سامنے پیش کرنا حضرت نے ان کی صلوٰۃ الرسول وغیرہ پر نظر کر کے ان میں ایسی بیسیوں حدیثوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۶) غیر مقلدین کے وہ مسائل ان کے سامنے پیش کر کے ان سے قرآن وحدیث کی صریح دلیل کا مطالبہ کریں جو ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، کتابیں بھی مسلمہ، ان کی مایہ ناز کتابیں، ان کے مؤلفین اہل حدیثوں کے اکابر و بانی ہیں، حضرت نے فقہ غیر مقلدین کے دوسو مسائل اسی غرض سے لکھے، مثلاً اگر امام بے وضوء نماز پڑھادے یا بحالت جنابت نماز پڑھادے، یا کافر امام بن کر نماز پڑھادے تو غیر مقلدین کے نزدیک مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے، اگر آدمی اپنا ذکر اپنی دبر میں داخل کرلے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں ہوتا، اگر عورت باوضو ہو کر لوہے لکڑی کا آلہ استعمال کرے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (نزل الابرار)

(۷) غیر مقلدین سے ان مسائل پر قرآن وحدیث کی صریح دلیل کا مطالبہ کریں جن پر وہ عمل کرتے ہیں مگر ان کے پاس ان مسائل پر قرآن کی صریح دلیل ہے نہ حدیث کی، مثلاً مقتدی کا تکبیر تحریمہ آہستہ کہنا، تعوذ آہستہ پڑھنا، رکوع کی تسبیحات، سجدہ کی تسبیحات، التحیات، درود شریف آہستہ پڑھنا، نماز کی تکبیر تحریمہ سے سلام تک مکمل ترتیب جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہو نہ کہ امتیوں کی رائے سے، دائیں ہتھیلی بائیں کہنی پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھنا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی میں کوئی ایک فرض نماز ننگے سر پڑھی ہو دکھادیں۔

(۸) غیر مقلدین کو ایک سو اکتیس سال ہو گئے صرف رفع یدین، قرأۃ خلف الامام وغیرہ کے تین چار مسائل پر شور مچایا ہوا ہے حضرت مرحوم نے ایک فیصلہ کن موضوع دیا، کہ غیر مقلدین تکبیر تحریمہ سے سلام تک مکمل نماز پوری ترتیب اور پورے مسائل کے ساتھ قرآن وحدیث سے دکھلا دیں اور نماز کے ہر قول وفعل کا حکم بھی بمع تعریف قرآن وحدیث

میں دکھادیں تو ہم فقہ کو چھوڑ دیں گے، لیکن آج تک کوئی غیر مقلد شیخ الحدیث مکمل نماز سکھانے کے لئے تیار نہیں۔

(۹) پہلے تاثر یہ تھا کہ غیر مقلدین کے پاس رفع یدین، قرأۃ خلف الامام، آمین جہراً، سینہ پر ہاتھ باندھنا، ان مسائل پر بہت احادیث ہیں، حضرت والا نے غیر مقلدین کے دعوی اور مجموعی عمل کو متعین کر کے اس پر ان سے قرآن وحدیث کی صریح دلیل کا مطالبہ کرنے کا طریقہ بتایا نتیجہ یہ کہ اب تاثر بدل چکا ہے اب تاثر یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس اپنے عمل ودعویٰ کے مطابق ایک بھی حدیث نہیں، حتی کہ ہمارا ایک عام بازار کا نوجوان غیر مقلد شیخ الحدیث کو جا کر کہتا ہے کہ وہ رفع یدین کے مسئلہ میں اپنا مکمل عمل ودعوی صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل غیر متعارض حدیث میں دکھادیں تو میں ابھی اہل حدیث مذہب قبول کرلونگا لیکن شیخ الحدیث پر سکوت مرگ طاری ہو جاتا ہے۔

رفع یدین:

(۱) غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں، پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں اور ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

(۲) غیر مقلدین ۱۸/ جگہ رفع یدین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور ۸/سجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور ہر سجدہ کے بعد۔

(۳) غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ چار رکعت نماز میں ۱۰/ جگہ رفع یدین فرض ہے اور ۱۸/ جگہ منع ہے۔

(۴) غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی ۱۰ جگہ رفع یدین کرنا اور ۱۸ جگہ نہ کرنا۔

(۵) غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے: غیر مقلدین اپنے اس عمل ودعوی پر کوئی ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں جس سے، یہ پانچوں جز ثابت ہوں۔

مسئلہ آمین:

(۱) غیر مقلد امام ومقتدی فرضوں کی ۱۷/ رکعات میں سے چھ رکعتوں میں آمین اونچی کہتے ہیں گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہتے ہیں۔

(۲) غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے۔

(۳) منفرد نمازی فرضوں کی تمام رکعات میں اور سنت ونفل میں آمین آہستہ کہتا ہے۔

﴿﴾ ان تینوں امور کے لئے غیر مقلدین صحیح صریح حدیث پیش کریں۔

مسئلہ قراءۃ خلف الامام:

(۱) غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔(۲) زائد سورت پڑھنا حرام ہے۔(۳) فاتحہ کے بغیر نماز باطل ہے۔(۴) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ کی اخیر زندگی تک ہمیشہ صحابہ کرامؓ فاتحہ پڑھتے رہے اس کے لئے کوئی ایک حدیث صحیح صریح پیش کریں جس میں ان چاروں امور کی صراحت ہو، رائے استنباط، امتی کا قول ہرگز قبول نہ ہوگا کہ یہ اہل حدیثوں کے اصول کے خلاف ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنا:

غیر مقلدین دائیں ہتھیلی بائیں کہنی پر مار کر سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں اپنا یہ عمل صراحۃً حدیث میں دکھائیں۔

نماز جنازہ:

غیر مقلدین پہلی تکبیر کے بعد ثناء، تعوذ ، بسم الله، فاتحہ، اونچی آمین، سورۃ، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں۔ تیسری تکبیر کے بعد مختلف بآواز بلند دعاؤں کو جمع کرتے ہیں اور ہر دعا پر مقتدی اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں، چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں: غیر مقلدین کسی ایک صحیح صریح حدیث میں یہ مکمل ترتیب ثابت کریں اور اس حدیث میں ان امور کی صراحت دکھائیں: (۱) صرف ثناء آہستہ پڑھنا باقی تمام چیزیں اونچی آواز سے پڑھنا: (۲) اونچی آواز سے امام کا دعا کرنا اور مقتدیوں کو ہر دعا پر اونچی آواز سے آمین کہنا: (۳) مختلف دعاؤں کو جمع کرنے کا حکم اور مختلف ثناؤں، مختلف تعوذات، اور مختلف کلمات درود جمع کرنے کی ممانعت: (۴) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں فاتحہ کے بعد کونسی سورۃ پڑھتے تھے اور اگر جو چاہیں پڑھ لیں والی بات ہے تو یہ بھی صراحۃً حدیث میں دکھائیں:

(۱۰) حضرتؒ نے فرمایا غیر مقلدین سے نماز کے ہر قول وفعل کا شرعی حکم پوچھیں کہ وہ فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے یا مستحب ہے؟ پھر حدیث میں اس کی صراحت دکھائیں اور اس حکم کی تعریف بھی حدیث میں دکھائیں، اور اگر وہ انکار کریں اور کہہ دیں کہ یہ فقہا کی خرافات ہیں تو آپ ان سے حدیث کی تعریف، حدیث کے اقسام اور ہر قسم کی تعریف حدیث میں دکھانے کا مطالبہ کریں: نیز انداز سوال بدل دیں مثلاً اگر وہ تکبیر تحریمہ کا فرض واجب ہونا نہ بتائیں اور فقہا کی خرافات کہہ کر جان چھڑائیں تو آپ ان سے یہ پوچھیں کہ اگر کوئی آدمی زبان سے تکبیر تحریمہ کہنا بھول گیا تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ سجدہ سہو اس پر واجب ہوگا یا نہیں؟ جو بھی جواب ہے وہ صراحتاً حدیث میں دکھادیں۔

(۱۱) غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ فقہ کا کوئی مسئلہ لے کر اعتراض کریں گے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، یہ فقہ پر بہت بڑا جھوٹ اور فقہا پر بہت بڑا الزام اور بہتان ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف اپنی رائے سے مسئلے بیان کرتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اس مسئلہ کے متعلق مختلف اور متعارض حدیثیں ہوتی ہیں، غیر مقلدین اس حدیث کو لے لیتے ہیں جو اس مسئلہ کے بظاہر خلاف ہوتی ہے اور جو اس کے موافق ہوتی ہے اس کا انکار کر کے اس مسئلہ کو خلاف حدیث کہنا شروع کر دیتے ہیں، للہٰذا غیر مقلدین پہلے منکرین حدیث بنتے ہیں پھر منکرین فقہ: آپ موافقت والی حدیث پڑھ کر ان سے مطالبہ کریں وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فیصلہ پیش کریں جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ تم نے اس حدیث کو لینا ہے اور اس حدیث کو چھوڑنا ہے اپنی یا امتی کی رائے ہرگز پیش نہ کریں: یا وہ مسئلہ جس حدیث سے ثابت ہے اس میں معنی کے اعتبار سے کئی احتمال ہونگے، امام ابوحنیفہؒ نے ایک احتمال کو ترجیح دے کر اس کے متعلق مسئلہ بیان فرمادیا۔ غیر مقلدین کو دوسرا معنی پسند آیا تو انہوں نے اپنے اختیار کردہ مفہوم ومعنی کا نام حدیث رکھ کر اس مسئلہ کو حدیث کہنا شروع کر دیا حالانکہ وہ مسئلہ ان کی سمجھ کے خلاف ہے حدیث کے خلاف نہیں، اب ان سے سوال کریں کہ جناب آپ ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بتائیں جس میں آپ نے تمہارے اختیار کردہ مفہوم کو صحیح کہا ہو اور اس کی تصدیق فرمائی ہو اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اختیار کردہ معنی ومفہوم کو غلط کہا ہو اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسی کوئی حدیث نہیں تو پھر اپنے فہمیدہ وکشیدہ مفہوم کا نام حدیث رکھ کر اس مسئلہ کے خلاف حدیث کہنے والے جھوٹ سے توبہ کریں: یا وہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں آیا ہوگا ایسی صورت میں آپ ان سے مطالبہ کریں کہ وہ قرآن کی وہ آیت اور وہ حدیث سنائیں یہ مسئلہ جس کے خلاف ہے: وہ فوراً کہے گا یہ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ آپ اسے کہیں جب یہ مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے ہی نہیں تو پھر قرآن وحدیث کے خلاف کیسے ہوا؟ محارم ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی پر تعزیر نہ کہ حد...... اور نجس انگلی چاٹنے سے انگلی کا پاک ہو جانا اسی نوعیت کے مسئلے ہیں۔

(۱۲) چونکہ غیر مقلدین فقہ سے متنفر کرنے کے لئے فقہ کے مسائل پر اعتراض کرتے رہتے ہیں حضرتؒ نے اس کا نہایت سہل اور مبنی بر حقیقت حل یہ بتایا کہ آپ تعلیم الاسلام یا بہشتی زیور یا اردو فتاوی عالمگیری لے کر بیٹھ جائیں اور ترتیب سے ایک ایک مسئلہ پڑھنا شروع کر دیں اور ان سے کہیں کہ اگر یہ مسئلہ غلط ہے تو اس کے غلط ہونے پر اور اگر صحیح ہے تو اس کے صحیح ہونے پر ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں تا کہ غلط مسئلے الگ ہو جائیں اور صحیح الگ، ہم صحیح کو لے لیں گے اور غلط کو چھوڑ دیں گے لیکن ان کا طریقہ منکرین حدیث کا ہے وہ ایک دو حدیثوں پر اعتراض کر کے ساری حدیثوں کا انکار کر دیتے ہیں، یہ بھی ایک دو مسئلے لے کر ان پر اعتراض کر کے پوری فقہ کا انکار کریں گے لیکن آپ ان سے مکمل فقہ کو چیک کر کے صحیح اور غلط مسئلے قرآن وحدیث کے صحیح صریح دلائل سے الگ

الگ کرنے کا مطالبہ کریں، اور فقہ کی کوئی کتاب لے کر سامنے بیٹھ جائیں۔

(۱۳) آپ غیر مقلد عالم کو سادہ قرآن پاک اور حدیث کی ایک کتاب دیدیں اور کہیں کہ ہمیں نماز کا مکمل طریقہ سکھادیں، نماز زبانی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے پہلے ہر ذکر اور عمل کا حکم پوچھیں کہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ یہ حکم صاف طور پر قرآن وحدیث سے دکھادیں وہ قیامت تک نہ دکھا سکے گا، اب تنگ آ کر کہے گا کہ ہم کسی چیز کو فرض، واجب اور سنت نہیں مانتے! یہ احکام بدعت ہیں آپ فوراً کہیں کہ بہت اچھا آپ لکھ دیں کہ رکوع کی رفع یدین، امام کے پیچھے فاتحہ، سینے پر ہاتھ باندھنا، اونچی آواز سے آمین کہنا نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت ہے اور نہ ہی مستحب ہے اور جو لوگ ان کو فرض یا سنت یا مستحب کہتے ہیں وہ سب بدعتی لوگ ہیں: پھر پوچھیں جناب میں امام نہیں ہوں اس لئے فرائض مقتدی بن کر اور سنت ونفل اکیلا پڑھتا ہوں مجھے قرآن وحدیث کے صریح الفاظ میں دکھائیں کہ مقتدی اور اکیلا نمازی تکبیر تحریمہ، ثنا تعوذ، تسمیہ، آمین، رکوع وسجود کی تکبیر اور تسبیحات، تشہد، درود، دعا، سلام آہستہ آواز سے کہے یا بلند آواز سے۔

(۱۴) آپ حدیث کی کتاب طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ، یا مصنف عبدالرزاق، یا ترمذی یا ابوداؤد لے کر بیٹھ جائیں اور متعارض حدیثیں سنانا شروع کر دیں اور ان سے کہیں ان کا رفع تعارض کسی امتی کے قول یا اصول سے نہیں بلکہ صحیح صریح غیر معارض حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دکھائیں وہ ہرگز نہ دکھا سکے گا اب ایک ہی صورت ہوگی مجتہد کی تقلید یعنی مجتہد کی رہنمائی میں راجح احادیث پر عمل کریں گے۔

(۱۵) ہمیشہ اہل حدیث کا لفظ ماہرین علم حدیث کے معنی میں استعمال ہوا، ملکہ وکٹوریہ کے دور میں ایک نئی اصطلاح شروع ہوئی کہ خواہ جاہل سے جاہل شخص ہو لیکن وہ فقہ کا منکر ہو اور ائمہ مجتہدین کی تقلید سے باغی ہو وہ اہل حدیث ہے، پس اہل حدیث بمعنی منکرین فقہ اور منکرین تقلید ائمہ مجتہدین، فرنگی دور کی اختراع وایجاد ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فرقہ فرنگی دور کی پیداوار ہے، اس سے پہلے ان کا کہیں وجود نظر نہیں آتا، جتنے بھی مفسرین، محدثین، صوفیا گزرے ہیں سب ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے، اس لئے غیر مقلدین سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنا مذہب اس حدیث کی کتاب سے پیش کریں جس کا لکھنے والا نہ شافعی ہو نہ حنفی، نہ مالکی ہو نہ حنبلی بلکہ غیر مقلد ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو نہ مجتہد ہو اور نہ مجتہد کا مقلد ہو، اب تو غیر مقلد حدیث کی کسی کتاب کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا کیونکہ کتب حدیث کے مؤلفین یا مجتہد ہیں یا مقلد، مثلاً صحاح ستہ والوں میں سے امام بخاری کے بارے میں دو قول ہیں وہ یا مجتہد ہیں یا شافعی ہیں، امام ابوداؤدؒ حنبلی ہیں، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ شافعی ہیں، لہٰذا وہ صحاح ستہ سے دلیل پیش نہ کرسکیں گے۔

(۱۶) غیر مقلدین نے ایک ہی سبق پڑھا ہوا ہے کہ اپنے مطلب کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں خواہ وہ ضعیف ہو اور

احناف کی پیش کردہ احادیث کو ضعیف کہنا ہے خواہ وہ صحیح ہوں، اس لئے غیر مقلدین کی عادت بن چکی ہے کہ جب کوئی حنفی ان کے سامنے حدیث پیش کرے وہ فوراً اس کو ضعیف کہد یتے ہیں اور پھر زور دے کر اپنی کرخت اور سخت زبان میں کہیں گے اس میں فلاں راوی جھوٹا ہے: اس کا حضرت والا نے ایک تو یہ حل بتایا کہ ہمارے مذہب کا دارو مدار تواتر عملی پر ہے، اور جو حدیث عملی تواتر کے موافق ہو وہ اتنی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو جاتی ہے کہ اس کی سند دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ سند سے مستغنی ہو جاتی ہے، لہٰذا ہمارا مذہب ہمارے اور ہمارے مستدلات عملاً متواتر ہیں، محدثین وفقہا کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے بلکہ غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں دیکھئے (الروضہ الندیہ صفحہ ۵/رسول اکرم کی نماز صفحہ ۹) لیکن اگر غیر مقلدین ضد کریں اور کسی راوی پر جرح کر کے حدیث کو رد کرنا چاہیں تو آپ ان سے یہ دس سوال کریں تو وہ جرح سے توبہ کر لیں گے۔

(۱) راوی کا زمانہ کونسا ہے؟ (۲) راوی کا علاقہ کونسا ہے؟ (۳) راوی کا مذہب کیا ہے؟ (۴) جارح کا زمانہ کونسا ہے؟ (۵) جارح کا علاقہ کونسا ہے؟ (۶) جارح کا مذہب کیا ہے؟ (۷) ناقل کا زمانہ کونسا ہے؟ (۸) ناقل کا علاقہ کونسا ہے؟ (۹) ناقل کا مذہب کیا ہے؟ (۱۰) جرح مبہم ہے یا مفسر؟ کیونکہ اگر زمانے اور علاقے کا اتنا فرق ہو کہ ملاقات ممکن ہی نہیں تو جارح کی جرح کا کیا اعتبار؟ اور اگر وہ مقلد ہے تو غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک ہے تو مشرک کی جرح اونقل کا کیا اعتبار؟ اگر راوی اور جارح کا مذہب جدا جدا ہے تو دیکھیں گے کہیں جرح مذہبی تعصب کی وجہ سے تو نہیں؟ اور اگر جرح مبہم ہے تو اس کا اعتبار ہی نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین کے چھ نمبر:

مولانا اوکاڑویؒ نے جہاں غیر مقلدیت کی حقیقت سمجھنے اور سمجھ کر اس کا توڑ پیش کرنے کے لئے ان کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے وہاں ان کے عملی طریقوں اور دھوکہ بازیوں کا بنظر غائر جائزہ لیا ہے۔ حضرت نے ان کی دھوکہ بازیوں کا خلاصہ چھ نمبروں کی شکل میں نکالا ہے جو غیر مقلد علماء اپنے مقلدین کو سکھاتے ہیں اور جب کوئی ان نمبروں کا مشاق بن جائے وہ ان کا شیخ الحدیث اور علامہ بن جاتا ہے: یہ ہے ان کا عالم اور علامہ بننے کے لئے نصاب:

(۱) حنفی جو کام بھی کرے اس سے اس کام کی حدیث کا مطالبہ کرو: اگر وہ اسپرو کی گولی کھائے تو بھی اس سے حدیث کا مطالبہ کرو!

(۲) اور اگر وہ حنفی غیر مقلد سے مطالبہ کرے کہ تم جو فلاں کام کرتے ہو اس کی حدیث تم دکھا دو مثلاً پان کھاتے ہو اس کی حدیث دکھاؤ تو اس سے جان چھڑانے کے لئے دوسرا نمبر یہ ہے کہ اس حنفی کو کہو تم اس کے منع کی حدیث دکھاؤ!

(۳) اور اگر حنفی اپنے اس کام پر یا منع کی حدیث دکھادے تو اس سے نکلنے کے لئے تیسرا نمبر یہ ہے کہ اس سے یہ مطالبہ کرو کہ حدیث بخاری کی ہو میں اور کوئی حدیث نہیں مانوں گا۔

(۴) اور اگر حنفی یہ مطالبہ بھی پورا کردے تو اب اس حنفی کی گرفت سے نکلنے کے لئے چوتھا نمبر یہ ہے کہ خاص لفظ کی شرط لگاؤ یعنی اس حدیث میں یہ لفظ ہو تب میں تسلیم کروں گا۔

(۵) اور اگر حنفی عالم یہ مطالبہ پورا کردے تو اب اس کے شکنجے سے نکلنے کے لئے پانچواں نمبر ہے وہ استعمال کریں وہ یہ کہ تین دفعہ پورا زور لگا کر کہہ دو یہ ضعیف ہے، یہ ضعیف ہے، یہ ضعیف ہے۔

(۶) چھٹا نمبر یہ ہے کہ بے نمازی کو کچھ کہنا نہیں اور جو نمازی ہو اس کی نماز میں شک پیدا کرنا اور وسوسے ڈالتے رہنا کہ تیری نماز نہیں ہوتی: آپ تجربہ کرلیں غیر مقلدین انہی چھ نمبروں پر عمل پیرا ہیں:

امام اعظمؒ کے مناظر اعظمؒ:

مناظرہ سے مقصود ہوتا ہے اظہار حق وصواب جب مناظرہ نہ کرنے کی صورت میں گمراہی کے پھیلنے کا ظن غالب ہو اور مناظرہ سے سد باب ممکن ہو تو ایسی صورت میں مناظرہ شرعی طور پر ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ساتھ مسئلہ توحید پر مناظرہ کیا تھا، قرآن کریم وجادلھم بالتی ھی احسن کے تحت علامہ نسفی فرماتے ہیں وھو ردعلیٰ من یأبیٰ المناظرۃ فی الدین ۔(مدارک جلد۲ ص ۳۰۵)۔ جولوگ دینی مسائل میں مناظرے کا انکار کرتے ہیں اس آیت سے ان کی تردید ہوتی ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے فقہ میں فقیہ اعظم تھے اسی طرح میدان مناظرہ میں مناظرِ اعظم تھے، علماء دیوبند کی ڈیڑھ سوسالہ تاریخ میں بے شمار مناظرین حضرات گزرے ہیں، جنہوں نے دلائل کے ہتھیاروں سے احقاق حق، ابطال باطل کا فریضہ ادا کر کے حفاظت حق کا حق ادا کردیا، لیکن کچھ حضرات ایک خاص موضوع پر مہارت رکھتے تھے جبکہ بعض حضرات ہر موضوع پر دسترس کامل رکھتے تھے، مولانا اوکاڑویؒ کا شماران مناظرین میں ہوتا ہے جو ہر باطل فرقہ کے مقابلے میں مہارت تامہ رکھتے تھے، وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام نانوتویؒ کی طرح ہر باطل کے مقابلے میں ہر وقت تیار نظر آتے تھے، اس ہمہ جہتی مناظرانہ صلاحیت کے باوجود آپ پر جو جہت اور جو نسبت غالب تھی وہ ردّ غیر مقلدیت اور حفاظت فقہ بالخصوص فقہ حنفی کی حفاظت ودفاع والی نسبت تھی، اس کی وجہ اس مبارک خواب سے سمجھ آتی ہے، جو ایک دفعہ حضرت نے خود سنایا، فرمایا میں نے خواب دیکھا مولانا بشیر احمد پسروری خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ وضو فرمارہے ہیں میں حاضر ہوا، حضرتؒ فرماتے ہیں مولانا امین صاحبؒ! جمعہ آپ پڑھائیں گے، میں نے عرض کیا حضرت آپ کی موجودگی میں میں کیسے پڑھاؤں گا؟ فرمایا

نہیں، جمعہ آپ پڑھائیں گے میرے لئے صرف پندرہ منٹ بچا دینا، میں نے عرض کیا حضرت سارا وقت ہی آپ کے لئے ہے، اسی اثناء میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تشریف لائے انہوں نے میرے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھ دیا، دوسری طرف امام اعظم ابوحنیفہؒ تشریف لائے انہوں نے میرے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھ دیا خوشی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اور زبان پر یہ شعر ہے: ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

چونکہ غیر مقلدین میں فقہ دشمنی اور تصوف سے نفرت اور فقہاء وصوفیاء کے ساتھ عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے، شاید فقہاء وصوفیاء کے ساتھ مضبوط روحانی نسبت نے آپ کو اس مشن پر پختہ کر دیا، فقہ و تصوف کی اسی نسبت کی وجہ سے آپ کو فقہاء کرام اور صوفیاءِ عظام کے دونوں طبقوں کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ جب مولانا مرحوم ان حضرات کا تذکرہ فرماتے خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کا تو محبت وعظمت کی وجہ سے آواز بھرا جاتی بے اختیار آنکھیں چھلک پڑتیں آنسو رواں ہو جاتے، اور جسم پر ایک لرزہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی، پھر آپ حسب عادت اس کیفیت کو مسکراہٹ اور ہنسی سے چھپانے کی کوشش کرتے۔

مناظرہ اور شرائط مناظرہ:

مولانا اپنے زیر تربیت حضرات کو ہمیشہ مناظرہ کے سلسلے میں جہاں مختلف ہدایات دیتے وہاں اس بات کی تاکید فرماتے کہ شرائط مناظرہ یعنی اصول مناظرہ طے کئے بغیر مناظرہ کرنا بڑی غلطی ہے، نیز فرماتے کہ مناظرہ میں اصل کامیابی صحیح شرائط اور صحیح موضوع طے کرنے میں ہے۔ مولانا کا اس بارے میں طریقہ یہ تھا کہ وہ جس موضوع پر مناظرہ کرنا چاہتے، پہلے اس فرقہ کے اصولوں پر غور کرتے اور ان کی دھوکہ بازیاں سمجھتے پھر اس موضوع کا ایسا عنوان رکھتے کہ اہل باطل کی دھوکہ بازی نہ چل سکے اور حق واضح ہو جائے اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اہل سنت کے مابین متنازعہ مسائل میں مناظرہ کے متعلق شرائط اور موضوع مناظرہ کی تفصیل تحریر کر دی ہے تاکہ اس تحریر کے مطابق مناظرہ کیا جائے یہ تحریر تجلیات صفدر میں چھپ چکی ہے۔

(۱) غیر مقلدین ہمیشہ شور مچاتے ہیں تقلید شرک ہے حرام ہے، احناف کے نزدیک واجب ہے آؤ ہمارے ساتھ مناظرہ کرلو۔ ہمارے ناتجربہ کار حضرات اتنے چیلنج پر تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے چیلنج کو قبول کر کے تقلید پر مناظرہ شروع کر دیتے ہیں۔ مولانا نے اس کے لئے اپنے ایک مناظرہ میں یہ عنوان رکھا تھا۔ ''غیر مجتہد کے لئے اجتہادی مسائل میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو اس کے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے'' غیر مقلدین اس

مشروطہ تقلید کو حرام ثابت کریں گے اور ہم اہل سنت والجماعت اس کا واجب ہونا ثابت کریں گے، بس اس عنوان کا منقح کر کے لکھنا تھا کہ غیر مقلد مناظر نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(۲) حضرت مولاناؒ نے اپنے ایک مناظرہ کی روئیداد سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک جگہ تراویح پر مناظرہ تھا غیر مقلدین نے بہت شور مچایا، جب میں پہنچا تو لوگوں نے کہا حضرت وہ بہت شور مچا رہے ہیں آپ تشریف لائیں اور مناظرہ کریں، میں نے کہا بھوک لگی ہوئی ہے کھانا کھالوں بعد میں مناظرہ کریں گے، تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آئے اور کہنے لگے حضرت وہ بہت شور مچا رہے ہیں، میں نے کہا میں ایک پرچی لکھ دیتا ہوں وہ ان کو دیدیں، میں نے پرچی میں لکھا غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کریں گے جس میں آٹھ تراویح اور ایک وتر کا ذکر ہو۔ انہوں نے میری پرچی دیکھتے ہی شور مچادیا کہ یہ شرارت ہے، دیکھو اس نے آتے ہی شرارت شروع کردی ہے، انہوں نے نمبردار کو کہا کہ امین سے کہو وہ وتر کا لفظ کاٹ دے۔ نمبردار صاحب! میرے پاس آئے اور آتے ہی کہنے لگے مولانا امین صاحب مولوی ہوتے تو ضدی ہیں لیکن ایک بات میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ برائے مہربانی وتر کا لفظ کاٹ دیں، میں نے کہا نمبردار صاحب میں ضدی نہیں، لاؤ میں یہ لفظ کاٹ دیتا ہوں، میں نے وتر کا لفظ کاٹ دیا اور یہ لکھا کہ غیر مقلدین آٹھ تراویح کی ایسی حدیث پیش کریں جس میں وتر کا تذکرہ ہی نہ ہو نمبردار خوش ہو کر چلا گیا، جب ان کو جا کر وہ پرچی دی تو انہوں نے پھر شور مچادیا کہ اس نے شرارت کی ہے نمبردار صاحب نے کہا بتاؤ کیا شرارت کی ہے؟ وہ بہت اچھا آدمی ہے میں منوالوں گا غیر مقلدین کہنے لگے نمبردار صاحب اب تو اس نے ایسی شرارت کی ہے جو بتانے کی بھی نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں نمبردار میرے پاس آیا اور آتے ہی کہا مولانا مجھے بتائیں اصل بات ہے کیا؟ مولانا نے فرمایا کہ نمبردار صاحب آپ کو یہ روزانہ کہتے ہیں آٹھ تراویح اور ایک وتر، نمبردار نے تصدیق کی کہ واقعی یہ کہتے ہیں۔ فرمایا لیکن آج یہ آٹھ تراویح ثابت کرنے کے لئے گیارہ رکعتوں والی حدیث پیش کر کے کہیں گے آٹھ تراویح تین وتر۔

(۳) سندھ میں حضرت کا پہلا مناظرہ غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم پیر بدیع الدین راشدی سے ہوا، شرائط پر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا آپ استدلال میں قرآن وحدیث سے باہر نہیں جائیں گے ورنہ آپ اہل الرائے بن جائیں گے، پیر صاحب نے کہا میں الزامی طور پر فقہ کے اقوال پیش کروں گا، حضرت نے فرمایا آپ تو شیخ العرب والعجم ہیں مناظرہ کا مقصد ہوتا ہے اظہار حق نہ کہ الزام خصم، الزام خصم مجادلہ کا موضوع ہے جو اہل باطل کا شیوہ ہے، پیر صاحب نے ضد کی تو حضرت نے لکھا کہ پیر صاحب فقہ کے مفتیٰ بہ اور معمول بہ اقوال پیش کریں گے اور مجھے بھی حق ہوگا کہ میں بھی بطور الزام غیر مقلدین کی عبارات پیش کروں خواہ وہ غیر مقلد قادیانی ہو یا منکر حدیث ہو یا منکر فقہ ہو: اس پر پیر صاحب نے شور مچادیا کہ مفتیٰ بہ کا لفظ کاٹ دیں، حضرت نے فرمایا آپ حدیث کے ساتھ

لفظ صحیح ہے وہ آپ کاٹ دیں میں مفتیٰ بہ کا لفظ کاٹ دوں گا: وہ کہنے لگا میں صحیح کا لفظ کیوں کاٹوں، میں نے کہا میں مفتیٰ بہ کا لفظ کیوں کاٹوں چند پروفیسر حضرات نے پوچھا کہ حضرت مفتیٰ بہ کا کیا معنی؟ حضرت نے فرمایا فتی مضبوط جوان کو کہتے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں یہ مفتیٰ بہ قول پیش کریں گے یعنی فقہ کی پکی اور قوی بات پیش کریں گے یہ کہتے ہیں میں فقہ کی کچی باتیں پیش کروں گا اس پر سب نے پیر صاحب کو کہا آپ ضد کر رہے ہیں اس کو چھوڑیں اور مناظرہ کریں۔ مناظرہ میں پہلا موضوع تقلید تھا، پیر صاحب نے کہا قرآن میں ہامان، شداد، فرعون، شیطان کا نام ہے مگر تقلید کا نام نہیں، مولانا نے فرمایا قرآن میں فرعون، ہامان، اور شداد کا نام ہے مگر کہیں امام بخاری اور امام مسلم کا نام نہیں، نیز فرمایا آپ قرآن میں توحید کا لفظ دکھادیں، تقلید کا لفظ میں دکھادوں گا!

(۴) جامعہ عبداللہ بن مسعود کے حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا محمد امین صاحبؒ اور پروفیسر عبداللہ کے درمیان چشتیاں کے قریب جھیڈو ماتا میں مناظرہ ہوا میں اس مناظرہ میں موجود تھا، مولانا مرحوم نے فرمایا کہ ہماری دلیلیں چار ہیں کتاب اللہ، سنت، اجماع، قیاس۔ لہٰذا میں ان چار ادلہ سے دلیل پیش کرسکوں گا، پروفیسر صاحب نے کہا میں اجماع اور قیاس کو مانتا ہی نہیں تو آپ یہ دو چیزیں کیوں پیش کریں گے: مولانا نے فرمایا پروفیسر صاحب اگر آپ کو کوئی منکر حدیث کہے کہ آپ مجھے مکمل نماز سکھادیں تو کیا آپ اس کے سامنے حدیث پیش کریں گے یا ساری نماز قرآن سے ثابت کریں گے؟ پروفیسر صاحب نے کہا میں حدیث پیش کروں گا، آپ نے فرمایا پروفیسر صاحب حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی یحب لا خیہ مایحب لنفسہ، جب آپ منکر حدیث کے سامنے حدیث پیش کرسکتے ہیں تو میرے لئے بھی یہی پسند کریں کہ آپ اگرچہ اجماع و قیاس کے منکر ہیں مگر میں آپ کے سامنے اجماع و قیاس پیش کروں گا:۔

(۵) ایک جگہ تین طلاق پر مناظرہ طے تھا، فریقین پہنچ گئے، غیر مقلدین نے مناظرہ سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس گاؤں میں ایک لڑکی کو تین طلاقیں ہوئی تھیں، یہی سبب بنا مناظرے کا، غیر مقلدین نے اس مطلقہ کے بھائیوں کو اکسایا کہ آج مناظرہ میں تمہاری بہن کا نام آئے گا وہ بگڑ گئے انہوں نے کہا ہم مناظرہ نہیں ہونے دیں گے مولانا مرحوم کو پتہ چلا تو ان کو بلا کر تسلی دی، مطمئن کیا کہ یہ مسئلہ کی بات ہے اور مسئلہ ہر ایک کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ میری بہن ہو یا تمہاری سب کے لئے برابر ہے اور آپ لوگ مطمئن رہیں نام کسی عورت کا نہیں آئے گا وہ مطمئن ہو گئے، جب یہ حربہ ناکام ہو گیا تو غیر مقلدین نے انتظامیہ سے رابطہ کیا، تھانیدار نے آکر مناظرہ پر پابندی لگادی اور کہا کہ دونوں فریق چلے جائیں لیکن جانے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں غیر مقلدین نے کہا پہلے مولانا امین کو نکالو مولانا کو پتہ تھا کہ اگر میں پہلے چلا گیا تو غیر مقلدین اپنی فتح کا اشتہار شائع کریں گے اس لئے مولانا نے کہا پہلے غیر مقلدین کو نکالو تھانیدار دو چار دفعہ تو اِدھر اُدھر گیا پھر اسنے تنگ آکر دونوں فریقوں کو ایک جگہ بلا کر کہا کہ

تم یہاں سے اکٹھے نکلو میں اتنا تنگ آ گیا ہوں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تم دونوں مولویوں کو کان پکڑوا کر دس دس جوتے ماروں! حضرت نے فرمایا ضرور مارو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ جب مجھے جوتے مارو تو تین کو تین ہی گننا اور جب غیر مقلد مولوی کو جوتے مارو تو مارنا تین اور گننا ایک۔

(۶) ایک مرتبہ مولانا غیر مقلدین کی مایہ ناز کتاب ''**نزل الابرار فی فقه النبی المختار**'' رومال میں لپیٹ کر غرباء اہلحدیث کے دفتر میں غیر مقلدین کے روپ میں چلے گئے، وہاں جا کر نواب وحید الزمان خان کی خوب تعریف کی، وہ خوش ہو گئے انہوں نے بتایا کہ نواب وحید الزمان کے ایک شاگرد بھی ہمارے پاس ہیں میں نے ان کی زیارت کی خواہش ظاہر کی، زیارت کرائی گئی۔ ازاں بعد میں نے انہیں ایک فرضی داستان سنانا شروع کی کہ میں نے بریلویوں کو کہا ہے کہ تم عاشق رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہو لیکن تمہاری سیرت کی تو ایک کتاب بھی نہیں، انہوں نے کہا ہم تو چلو دوسروں کی لکھی ہوئی سیرت کی کتابوں سے گزارہ کر لیتے ہیں لیکن تمہاری تو مکمل نماز کی کوئی کتاب ہی نہیں، آپ مہربانی فرما کر ہماری نماز کی مکمل کتاب ہو تو وہ دکھائیں انہوں نے صلوٰۃ الرسول (صادق سیالکوٹی) نکال کر دی میں نے کہا یہ کتاب تو میں نے انہیں دکھائی تھی مگر میں بہت شرمندہ ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کہا اس کتاب میں صرف رفع یدین کو سنت لکھا ہے باقی سنتیں کہاں ہیں وہ نہیں لکھیں۔ فاتحہ کو فرض لکھا ہے باقی فرض غائب ہیں۔ وہ کہنے لگے اچھا پھر ہم ایک اور طریقہ بتاتے ہیں اس سے ان کو قابو کرنا بس ان سے حدیث کا سوال کرو، ان سے پوچھو تمہارے اس مسئلہ کی حدیث کونسی ہے؟ جناب میں نے یہ طریقہ بھی آزمایا ہے، پھر کیا ہوا، جناب ہونا کیا تھا انہوں نے ویسے ہی سوال مجھ سے کر دیا کہ تم جو وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہو یہ کس حدیث میں ہے؟ اچھا ہم آپ کو ایک اور بہترین طریقہ بتاتے ہیں ان کی فقہ پر اعتراض کرو اور فقہ کے غلط مسئلے ان کو سنایا کرو ہم نے یہ بھی آزمایا مگر ناکام کیونکہ انہوں نے ہماری کتاب نزل الابرار نکال لی اور اس سے ہمیں ایسے ایسے مسئلے سنائے جن کو سنکر ہماری گردنیں شرم کے مارے جھک گئیں۔ وہ کیا مسئلے تھے؟ اس میں یہ مسئلہ دکھایا کہ اگر کوئی آدمی اپنا ذکر اپنی دبر میں داخل کر لے اور انزال نہ ہو تو اس پر غسل فرض نہیں ہوتا، یہ مسئلہ اس کتاب میں نہیں ہے، انہوں نے ہمیں نزل الابرار سے یہ مسئلہ سنایا تھا اگر کتاب ہو تو دیکھ لیں، کتاب نہیں ہے، کتاب تو مولانا کے پاس تھی آہستہ آہستہ رومال سے نکالی اور مسئلہ نکال کر کہا جی مسئلہ تو لکھا ہے انہوں نے اس کی حدیث بھی پوچھی ہے اور یہ بھی پوچھتے ہیں کہ یہ ہوگا کیسے؟ بس پھر کیا تھا، ان کو نکالو دفتر سے یہ کون ہیں؟ کیوں آئے ہیں؟

(۷) مولانا مرحوم عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو جدہ سے روانگی کے وقت ایک غیر مقلد عالم نے اعلان کیا بھائی زیارت بیت اللہ کی نیت کرو روضہ رسول ﷺ کی نیت شرک ہے۔ مولانا نے فرمایا اللہ کی ذات تو ہر جگہ ملتی ہے وہ ایک ہی جگہ ملتے ہیں اس لئے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت بھی کرنی چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ

لامکان والے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان والے ہیں اور مکان والوں میں سے آپ افضل ہیں بلکہ عرش وکرسی سمیت تمام مخلوق میں سے افضل ہیں اور مکان کی فضیلت مکیں کی وجہ سے اور مکین کی نسبت سے ہوتی ہے تو روضہ رسول بھی عرش اور بیت اللہ سے افضل ہوگا لہٰذا نیت اس جگہ کی زیارت کی کرنی چاہئے جو سب سے افضل ہے، وہ کہنے لگا عرش اللہ کا مکان ہے لہٰذا عرش کی نیت کرنی چاہئے۔ مولانا نے فرمایا ہمیشہ مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے تا کہ وہ اس میں آسانی کے ساتھ سما سکے تو عرش بھی اپنے مکیں سے بڑا ہوگا اس لئے آئندہ جب نماز شروع کرو تو اللہ اکبر کی بجائے العرش اکبر کہا کرو، وہ خاموش ہو گیا۔

(۸) کوہاٹ میں عبدالعزیز نورستانی کے ساتھ مناظرہ ہوا موضوع تھا مکمل نماز، حضرت نے فرمایا اگر آپ نماز کی مکمل ترتیب اور مسائل کی مکمل تفصیل ہمیں صرف قرآن اور حدیث سے صراحۃً دکھادیں گے تو ہم وہی نماز پڑھنا شروع کر دیں گے۔ مناظرہ شروع ہوا تو اہل سنت والجماعت مناظر نے کہا کہ ہمارے نزدیک نماز کی حسب ذیل سات شرائط ہیں۔ (۱) بدن کا پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا (۵) وقت کا ہونا (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) نیت کرنا (تعلیم الاسلام ص ۴۴) آپ کسی آیت یا حدیث سے ان شرائط کا غلط ہونا ثابت کر دیں ہم ان شرائط کا غلط ہونا مان لیں گے ان سے توبہ کر لیں گے لیکن نماز پھر بھی فرض ہی رہے گی اس لئے آپ ہمیں نماز کی شرائط اسی عام فہم ترتیب سے قرآن پاک یا حدیث صحیح سے دکھادیں تا کہ ہم ان کے مطابق نماز ادا کرلیا کریں۔ مگر غیر مقلد مناظر پوری نماز تو کیا ثابت کرتا نماز کی شرائط بھی دکھانے سے عاجز رہا، اس کے بعد آج تک غیر مقلدین نماز کی مکمل ترتیب اور مکمل مسائل نماز کی تفصیل قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت کرنے کے لئے سامنے نہیں آئے۔

(۹) کوہاٹ میں پروفیسر طالب الرحمٰن کے ساتھ تقلید کے مسئلہ پر مناظرہ ہوا، شرائط مناظرہ طے کرنے کے بعد مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے عام فہم دلائل سے غیر مجتہد آدمی کے لئے مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید کا واجب ہونا ثابت کیا۔ (۱) آج کل اکثر مسلمان اسلام کی حفاظت کے دلائل بیان نہیں کر سکتے ایسے اسلام کو تقلیدی اسلام کہا جاتا ہے، ہم اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کو حق ماننے کی وجہ سے مسلمان ہیں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ دلیل تفصیلی نہ جاننے کی وجہ سے مشرک ہیں۔ (۲) حاجی حج کر کے آتے ہیں مگر حج کا مکمل طریقہ حج کرنے کے باوجود بھی قرآن وحدیث سے نہیں نکال سکتے یہ دوسروں کو دیکھ کر یا امتیوں کے بلا دلیل لکھے ہوئے رسالہ کو دیکھ کر حج کرتے ہیں جو تقلید ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ حج کر کے حاجی بن کر آئے ہیں، غیر مقلدین کے نزدیک مشرک بن کر آئے ہیں۔ (۳) مسلمان جب تلاوت کرتے ہیں تو قرآن پاک کے اعراب، وقف کے دلائل ان کو ہرگز یاد نہیں اس تلاوت کو تقلیدی تلاوت کہتے ہیں، اہل سنت کے نزدیک اس تلاوت پر ثواب ملے گا،

لیکن غیر مقلدین کے نزدیک یہ تقلیدی تلاوت کی وجہ سے مشرک ہے اس شرک کی وجہ سے باقی نیکیاں بھی برباد ہوگئیں، اور پورے قرآن میں جتنی زبریں اتنے شرک جتنی زیریں جتنے پیش جتنے اوقاف جتنی شدومد اتنے شرک۔(۴) آج جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کو ہر ہر مسئلے کی دلیل تفصیلی قرآن وحدیث سے معلوم نہیں وہ تقلیدی نماز پڑھ رہے ہیں۔ اہل سنت اس کو صحیح مانتے ہیں، غیر مقلدین اس کو شرک کہتے ہیں، غیر مقلدین سو فیصد یہی تقلیدی نماز پڑھتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق مشرک بنتے ہیں۔(۵) ایک عیسائی نے عیسائیت کو چھوڑا، اسلام قبول کیا لیکن اس نے عیسائیت کو چھوڑتے وقت نہ دلیل سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کیا نہ اسلام کی صداقت کے تفصیلی دلائل کو معلوم کیا، عیسائیت کو چھوڑا بغیر دلیل ذکر کرنے کے اسلام قبول کیا بغیر تفصیلی دلائل کے، اسی کا نام تقلید ہے، جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحیح ہے لہٰذا وہ کافر آیا مسلمان ہوگیا، غیر مقلدین کے نزدیک وہ ڈبل کافر ہوگیا کیونکہ عیسائیت کو بھی تقلیداً چھوڑا جو شرک ہے اور اسلام کو بھی تقلیداً قبول کیا جو دوسرا شرک ہے۔

(۱۰) ایک جگہ ایک پیر صاحب کی صدارت میں مناظرہ تھا موضوع تھا ''حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' مماتی مناظر نے ان اللہ حرم علی الارض الخ والی حدیث سے ثابت کیا کہ صرف انبیاء کے اجساد دنیویہ اسی قبر میں محفوظ ہیں، حضرت نے فرمایا شارحین حدیث نے اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام کی حیات عنصریہ پر استدلال کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام کو شبہ پیش آیا درود پیش ہونے سے اس کا جواب صرف جسد کے محفوظ رہنے سے نہیں بنتا بلکہ تب بنتا ہے کہ جسد بھی محفوظ ہو اور حیات بھی ہو: پس اس حدیث سے دو جزیں ثابت ہوتی ہیں ایک جسد کا اس قبر میں محفوظ ہونا، دوسرا زندہ ہونا اگر جسم اسی قبر میں محفوظ ہے تو زندہ بھی اسی قبر میں اسی جسد کے ساتھ ہیں اور اگر زندہ کسی دوسری جگہ ہیں تو پھر دوسری جز یعنی جسم کا محفوظ ہونا بھی وہاں مانا جائے، مماتی لاجواب ہوگیا، تو پانچ زمیندار مماتیت سے تائب ہوگئے، پیر صاحب نے اپنی پگڑی حضرت کے سر پر رکھ دی۔

(۱۱) حضرت مولانا اوکاڑویؒ کے شاگرد خاص مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اصغر صاحب فاضل باب العلوم وفاضل تخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس ملتان فرماتے ہیں کہ مولانا نے قادیانیوں کے ساتھ اپنے ایک مناظرہ کے بارے میں خواب ہمیں سنایا آپ نے فرمایا اوکاڑہ کے قریب ایک گاؤں میں مرزائیوں کے ساتھ دن کو مناظرہ تھا رات کو میں نے خواب دیکھا کہ شہر میں ایک جگہ لوگ جمع ہیں گندے پانی کا چشمہ جاری ہے تمام لوگ بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بند نہیں ہو رہا، اسی اثناء میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو فرمایا امین کا ہاتھ پکڑ کر سوراخ پر رکھو جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرا ہاتھ اس سوراخ پر رکھا تو پانی بند ہوگیا، اس خواب سے میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ مناظرہ میں واضح کامیابی عطاء فرمائیں گے، چنانچہ مناظرہ میں فتح ہوئی اور بالکل واضح فتح۔ مناظرہ کے بعد مرزائیوں نے کہا ہمیں

مسلمان کرو۔ اتفاقاً مولانا بشیر احمد صاحب پسروری ایک اور گاؤں میں تشریف لائے ہوئے تھے میں ان لوگوں کو وہاں لے گیا۔ حضرت نے ان کو دیکھتے ہی قادیانیوں کے خلاف تقریر شروع کردی، جب آپ بیان فرما چکے تو ان مرزائیوں نے کہا حضرت ہم نے مولانا محمد امین صاحب کا علم بھی دیکھ لیا ہے اور آپ کی کرامت بھی۔ لہٰذا ہمیں مسلمان کردو۔ پھر میں نے حضرت پسروریؒ کے سامنے اپنا خواب ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ حضرت اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔ حضرتؒ نے فرمایا ناشکری نہیں کرنی چاہئے چونکہ پہلے مدعی نبوت کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کیا تھا اس لئے نبی پاکؐ نے صدیقؓ سے ہاتھ پکڑوایا۔ نیز فرمایا جب بھی آپ مرزائیوں سے مناظرہ کریں گے تو آپ کو فتح ہوگی۔ چنانچہ اس کے بعد بھی مرزائیوں سے کئی مناظرے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہر مناظرہ میں واضح غلبہ اور واضح فتح عطاء فرمائی۔ **والحمد للہ علی ذالک.**

(۱۲) حضرت مولانا اوکاڑویؒ اپنی زندگی کے مناظرانہ پہلو کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی دعاؤں اور توجہات نے اس عاجز کو دین کا ایک سپاہی بنادیا۔ مرزائی، عیسائی، اہل بدعت (بریلوی) اور شیعہ کے علاوہ عموماً دورِ حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک **الحمدللہ** محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۱۰۰/ مناظرے ہوئے۔ اللہ پاک نے اپنے اکابر کے اس غلام کو ہر جگہ سرخرو کیا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے دام فریب سے نکل آئے (اور لاکھوں ان کے فریب سے بچے) اللہ پاک قبول فرمائے۔

حضرت اوکاڑویؒ کے الہامی ملفوظات:

(۱) حضرتؒ نے فرمایا حدیث کو ماننے کے لئے تین باتوں کی ضرورت ہے (۱) یہ یقین یا ظن غالب کہ یہ قول، فعل یا تقریر رسول ﷺ ہے (۲) یہ کہ مراد رسول بھی یقیناً یا ظناً یہی ہے جو ہم نے سمجھی (۳) یہ کہ ہم اس کے مخاطب بھی ہیں، صحابہ کرام کو یہ تینوں باتیں پورے یقین سے حاصل تھیں خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا یا کام کرتے دیکھا، اس سے بڑا یقینی ذریعہ اور کیا ہوسکتا ہے! مراد رسول بھی براہِ راست نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھ لی، اور ایک وقت میں ایک ہی قول یا فعل سامنے آیا، اس کا معارض سامنے آیا ہی نہیں۔ ائمہ کرام کے سامنے خیر القرون کا متواتر عمل تھا جس سے اُن کو ثبوت فعل اور مراد رسول اور رفع تعارض کا یقین نہیں تو ظن غالب یعنی یقین کا درجہ دوم ضرور نصیب تھا، ہمارے مشاہدہ میں نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ ہمارے مشاہدہ میں خیر القرون کا تعامل ہے نہ یقین، نہ ظن غالب، محض وہم ہے وہ بھی یقین وظن کے خلاف اور غیر مقلدین کے پاس اس خلاف یقین اور خلاف ظن ووہم پر تعصب کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) تعامل خیر القرون میں اختلاف بھی تھا جیسے ایک ہی دن سعودیہ میں عید ہوتی ہے پاکستان میں روزہ ہوتا ہے، مذاہب اپنے علاقہ کے تواتر پر مبنی ہوتے ہیں اور غیر مقلدیت فتنہ پر مبنی۔

(۳) کسی بھی دعویٰ کے ثبوت کے لئے ثبوتِ دلیل کافی نہیں، دیکھو جن آیات سے قادیانی وفات مسیح اور اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں ان آیات کے صحت اور ثبوت میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں مگر جو مراد انہوں نے بیان کی اس کے باطل ہونے میں بھی ذرہ بھر شک نہیں۔ صحت ثبوت کے ساتھ صحت مراد اور رفع تعارض بھی ضروری ہے جب تک تینوں امور کی تحقیق نہ ہو تقریب تام نہیں ہوتی۔

امام صاحبؒ نے مکمل تحقیق فرمائی، فرماتے تھے **ولا یستحل ان یاخذ الا ماصح من رسول الله صلی الله علیه وسلم کان شدید المعرفة بناسخ الحدیث ومنسوخه وکان یطلب احادیث الثقات والاٰخر من فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم ومادرک علیه علماء اهل الکوفة فی اتباع الحق اخذبه وجعله دینه** (الخیرات الحسان صفحہ ۳۰، صیمری صفحہ ۶۷) **وقال اذا صح الحدیث فهو مذهبی** (شامی) گویا آپ پوری تحقیق فرماتے۔

(۱) ثبوت وصحت میں ثقہ راویوں کی روایت قبول کرتے اس میں آپ کے اساتذہ صحابہ یا جلیل القدر تابعین تھے اور یہ بھی خیال رکھتے کہ اس کی صحت پر تمام علماء کوفہ کا اتفاق ہو۔

(۲) فہم مراد میں بھی صرف اپنی ذاتی رائے نہیں بلکہ تمام علماء وفقہاء کوفہ جو فقہاء صحابہ یا جلیل القدر فقہاء تابعین تھے ان سب کے اتفاق کو مدنظر رکھتے۔

(۳) رفع تعارض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی تلاش وجستجو کرتے اس میں بھی محض شخصی تحقیق پر مدار رکھنے کی بجائے صحابہ وتابعین علماء اہل کوفہ کی متفقہ تحقیق پر مدار رکھتے اس کے برعکس محدثین صحاح ستہ صرف پہلے امر کی تحقیق کرتے وہ بھی محض اپنی شخصی رائے سے وہ احادیث بھی ہر قسم کے راویوں سے لیتے جبکہ امام صاحب تام الضبط، کثیر الملازمت اور افقہ الناس سے لیتے۔ دوسرے امر میں بہت کم محدثین نے دخل دیا اس میں بھی محض اپنی شخصی رائے یا اپنے امام کی تقلید کا پاس کیا۔ تیسرے امر میں تو النادر کالمعدوم بہت ہی کم محدثین نے دخل دیا اس میں بھی ان رجحان اپنے امام کی تقلید کی طرف ہی رہا نہ کہ اجتہاد وتحقیق کی طرف اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ صحاح ستہ کی صحیح ترین احادیث میں بھی تین باتوں میں سے صرف پہلی بات ثابت ہوئی کہ حدیث صحیح ہے اس میں بھی یا تو ان کی صرف شخصی تحقیق ہے یا اس میں بھی ان کے امام کی تقلید کا اثر ہے باقی دو امور کی تحقیق وہاں نہیں جبکہ فقہا کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔

(۴) **انما شفاء العی السؤال:** آپ کا یہ کلام جوامع الکلم میں سے ہے جس طرح بیمار کو حصول شفاء کے

لئے علاج کی ضرورت ہے اب دنیا میں طب کی کتابیں بھی ہیں۔ پنساری بھی ہیں، ماہر طب بھی ہیں۔ مریض نہ تو براہ راست علاج کے لئے کتابوں کی طرف رجوع کرتا ہے نہ پنساریوں سے علاج کرواتا ہے بلکہ ماہر طبیب سے نسخہ لیتا ہے خواہ وہ طب کی کتاب میں مریض کو ملے یا نہ ملے اس نسخہ کے لئے وہ کسی پنساری کے تصدیق یا تردید کی بالکل ضرورت محسوس نہیں کرتا بلکہ یہ تردید بھی کردیں یا کتاب میں کسی جز کی کمی بیشی بھی ہو تو یہ اسے نہیں دیکھتا طبیب ہی کی تقلید کرتا ہے۔ یہی صحیح طریقہ علاج ہے، اسی طرح دینی بیماریوں کے طبیب فقہاء ہیں، پنساری محدثین ہیں، حدیث کی کتابیں مثل کتب طب ہیں، اور کتب فقہ مثل نسخہ کے ہیں، اس لئے ہمیں فقہاء کی طرف رجوع کا حکم ہے، **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون.** پس کیوں نہیں کوچ کرتی (برائے جہاد) ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت (یعنی سارے کوچ نہ کریں) تاکہ وہ (یعنی وہ صحابہ جو خدمت نبوی میں پیچھے رہ گئے) دینی فقہ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف لوٹ کر آئیں (یعنی میدان جہاد سے) تاکہ وہ بچیں خلاف شرع سے، رجوع بھی اپنی قوم و علاقہ کے طبیب کی طرف ہی کیا جاتا ہے، اس کی مہارت بھی مسلمہ اور علاج بھی سہل الحصول۔

(۵) فرمایا ہم کافروں کے مقابلے میں مسلمین ہیں، **هو سماکم المسلمین** (اللہ نے ہی تمہارا نام مسلمین رکھا ہے) **ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین** (قیامت کے روز کافر لوگ بعض اوقات آرزو کریں گے کاش وہ مسلمین ہوتے) ہم اہل بدعت کے مقابلے میں اہلسنت والجماعت ہیں، حدیث پاک میں ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے بنے میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے بنیں گے وہ سارے دوزخ میں جائیں گے مگر ایک، صحابہ کرامؓ نے پوچھا وہ کون ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ماانا علیه واصحابی** ۔ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے...... **اهل سنت** یعنی طریقہ نبوت پر چلنے والے اور **والجماعت** یعنی جماعت صحابہ کے طریقہ پر چلنے والے۔ نیز آپ نے فرمایا میرے اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو دین میں نئے پیدا کردہ امور سے بچاؤ: اور اجتہادی مسائل میں شافعی کے مقابلے میں حنفی ہیں، عیسوی کے مقابلے میں محمدی ہیں، اہل سنت سے بغاوت کر کے کسی نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا، کسی نے اہل حدیث کوئی احمدی بنا کوئی محمدی۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ دو چیزیں چھوڑ گئے۔ ایک اللہ کی کتاب، دوسری آپ ﷺ کی جماعت، ...... ''قرآن'' ۲۳/سال میں نازل ہوا جس پر آپ نے عمل کر کے عملی نمونہ پیش فرمایا، خدا نے سمجھایا اور خدا کی نگرانی میں اس پر عمل کیا...... ''سنت'' ۲۳/سال میں آپ نے اپنی جماعت تیار فرمائی خدا کی نگرانی کا نتیجہ رضی اللہ عنہم، نبی کی نگرانی کا ثمرہ **اصحابی کالنجوم**۔ دین اور قرآن پر عمل

کرنے کے لئے یہ دو چیزیں مدار قرار پائیں، سنت اور جماعت یہی ہے ماانا علیہ و اصحابی۔

(۷) اہل سنت	والجماعت	حنفی	دیوبندی
تکمیل دین (الیوم اکملت)،	تمکین دین (ولیمکنن لھم)،	تدوین دین،	تطہیر دین،
۱۰ھ	۱۲۰ھ	۲۲۰ھ	
دین لانے والے۔	دین پھیلانے والے۔	دین لکھوانے والے۔	دین بچانے والے۔

(۸) اہل سنت والجماعت حنفی نام میں بڑی جامعیت ہے، ادلہ اربعہ ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس، سنت میں علم قرآن کا، نمونہ عمل نبی ذی شان کا، والجماعت میں اجماع، حنفی میں قیاس، پس اس نام پاک میں ادلہ اربعہ پر ایمان و عمل کا اظہار ہے۔

(۹) مسائل کی تین قسمیں ہوتی ہیں، خلاف دلیل، بے دلیل، بادلیل...... خلاف دلیل مسئلہ کو ماننا الحاد ہے۔ بے دلیل مسئلہ کو ماننا بدعت ہے اور بادلیل مسئلہ کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا تقلید ہے۔

(۱۰) بغیر مطالبہ دلیل کے غیر کی بات کو مان لینا تقلید ہے۔ اگر اچھی بات میں تقلید ہو تو اچھی ہے اگر بری بات میں ہو تو بری ہے۔

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ہدایت، سراجا منیرا۔ صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت، اصحابی کالنجوم..... امام اعظم ابوحنیفہؒ چراغ ہدایت، ستاروں تک پہنچنے والا، لو کان الدین عندالثریا لذھب به رجل من فارس ۔ مسلم ۲/۳۱۲۔ بخاری کتاب التفسیر، ترمذی میں تین جگہ، ابونعیم کی کتاب میں سولہ صحابہ سے منقول ہے اور اس کا مصداق حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں کیونکہ فارس میں علم شریعت میں آپ سے زیادہ کوئی اور ماہر نہیں۔

(۱۲) ہماری حنفیوں کی سند بھی متصل اور مشاہدہ بھی کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تابعی ہیں آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور صحابہ کرامؓ کا دور ۱۱۰ھ تک ہے تو آپ نے بحالت شعور پچیس سال صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے اس میں یقیناً دین پر ان کے عمل کا مشاہدہ کیا۔ پس ہماری سند متصل بھی ہے اور مشاہدہ بھی ساتھ ہے۔ محض سند کی مثال گھڑی کی ہے ایک آدمی کے پاس گھڑی ہے اور وہ کمرہ کے اندر بند ہے تو اس کے سامنے گھڑی ہے سورج کی رویۃ و مشاہدہ نہیں تو وہ غلطی کھا سکتا ہے کہ گھڑی غلط ہو اور وہ گھڑی کے مطابق وقت کا اور دن رات کا فیصلہ کر رہا ہے، عین ممکن ہے سورج غروب ہو چکا ہو اور یہ ابھی عصر کا وقت بتا رہی ہے، لیکن جو آدمی سورج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے وہ غلطی نہیں کھا سکتا، ہمارے امام کے سامنے دونوں چیزیں ہیں سند اور تعامل صحابہ، امام صاحب کی سند بہت عالی سند ہے کیونکہ امام صاحب کے اساتذہ یا صحابہ ہیں یا اکابر تابعین ہیں، اور عمل صحابہ کا آپ نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے اس لحاظ سے احناف بڑے خوش نصیب ہیں کہ ان کے دو پر ہیں تعامل اور سند عالی جن سے یہ اڑ رہے

ہیں اوران کے پاس دوآنکھیں ہیں جن کے ساتھ یہ دیکھ کر کتاب وسنت پر عمل کررہے ہیں، لیکن غیر مقلدین میں تعامل کی بات بھی نہیں اور سند بھی کمزور ہے اس کے پیچھے اس کو لگنا چاہئے جو اپنی دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔

(۱۳) قرآن (معجزہ) معصوم عن الخطاء۔ سنت بھی معجزہ، نبی معصوم، تدوین دین بھی امام ابوحنیفہؒ کی کرامت لیکن نبی پاک کا معجزہ، آپ کے بعد کوئی فرد معصوم نہیں ہاں امت کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالة بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کریگا، اور مجتہدین الگ الگ عادل ہیں، پس دین کا جو حصہ ہمیں اجماعاً ملا وہ معصوم نبی کا دین معصوم واسطہ سے ملا، جو اختلافاً ملا وہ معصوم نبی کا طریقہ عادل کے واسطہ سے ملا، اور جو غیر مقلدین کو دین ملا وہ اپنے نفس امارہ وظالم نفس کے واسطہ سے ملا۔

(۱۴) (۱) نبی، احمد، صحابہ حمادون (۲) نبی، رؤف رحیم، صحابہ، رحماء بینھم (۳) نبی، المجتبیٰ، صحابہ، ھو اجتباکم (۴) نبی، مطصفیٰ، صحابہ، اصطفینا من عبادنا (۵) نبی، محبوب رب العالمین، صحابہ یحبھم ویحبونه (۶) نبی، یتلوا علیھم آیاته، صحابہ، یتلونه حق تلاوته (۷) نبی، ان انت الا نذیر، صحابہ، لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم. (۸) نبی، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ، صحابہ، رضی اللہ عنھم ورضوا عنه (۹) نبی، ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی، صحابہ، ھو الذی یصلی علیکم وملائکته (۱۰) نبی، ویکون الرسول علیکم شھیدا، صحابہ، لتکونوا شھداء علی الناس، صحابہ، اولئک ھم الراشدون، صحابہ، والزمھم کلمة التقوی۔ اللہ نے ان کے ساتھ تقوی کو اس طرح لازم کردیا جیسے سورج کو روشنی اور آگ کو گرمی لازم ہے، جیسے سورج کا روشنی کے بغیر آگ کا گرمی کے بغیر تصور نہیں ہوسکتا ایسے ہی صحابہ کا تقوی کے بغیر تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ پس جیسے معدہ مکھی کو ہضم نہیں کرسکتا ایسے ہی قلوب صحابہ کفر وفسق کو بھی قبول نہیں کرسکتے۔

(۱۵) چونکہ غیر مقلدین ائمہ اربعہ کو اربابا من دون اللہ میں شامل سمجھ کر ان کو مصداق ان احبار ورہبان کا قرار دیتے ہیں، جن کے بارے میں قرآن پاک نے اکالون للسحت (حرام خور) سمّاعون للکذب (جھوٹے) فرمایا ہے، اوران کی فقہ کو مصداق یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کا بناتے ہیں اوران کے مقلدین کو مثل ابوجہل کے مشرک اور مثل یہود ونصاریٰ کے گمراہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ جو آیات ان کی تقلید کے رد میں نازل ہوئی ہیں وہ ان پر چسپاں کرتے ہیں، اس لئے وہ ائمہ اربعہ یا ان کے مقلدین کی کتابوں سے استدلال کے مجاز نہیں، بلکہ ایسی کتاب سے وہ حدیث پیش کریں، جس کے مؤلف نے اس کتاب میں صراحۃً اپنا یہ عقیدہ بیان کیا ہو کہ میں ائمہ اربعہ کو مثل آباء مشرکین اور مثل احبار یہود ونصاریٰ اوران کے

مقلدین کو مثل ابو جہل و یہود و نصاریٰ سمجھتا ہوں۔

(۱۶) حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان نے کہا مولانا غیر مقلدین کی کتنی تعداد ہے جن کی وجہ سے آپ اتنے فکر مند ہیں اور ان کے خلاف اپنی ساری صلاحیتیں خرچ کر رہے ہیں؟ حضرت نے جواباً فرمایا قاری صاحب! سارے شہر کو پریشان کرنے کے لئے دو چار چور کافی ہیں۔ اس جواب پر قاری صاحب مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔

(۱۷) فرمایا دیوبندیت کے چار عناصر ہیں۔ فقہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی۔ فقہ و حدیث میں تطبیق بطرز شاہ ولی اللہؒ۔ تصوف بدعات سے پاک مجدد الف ثانیؒ کے طرز پر۔ اور جذبہ جہاد شاہ اسماعیل شہیدؒ کا۔

(۱۸) اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے اختلاف میں نظر دلیل پر ہوتی ہے کہ کس کی دلیل قوی ہے اور کس کی دلیل کمزور ہے۔ اور مخالفت میں نظر دلیل پر نہیں ہوتی بلکہ مخالف کو محض بدنام کرنا مقصود ہوتا ہے اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنا پیش نظر ہوتا ہے حق یا باطل میں امتیاز مقصود نہیں ہوتا۔ غیر مقلد وہابی ہوں یا غیر مقلد بریلوی ان کو علماء دیوبند سے اختلاف نہیں بلکہ مخالفت ہے۔

(۱۹) خرق عادات:

خرق عادات یعنی معجزات و کرامات برحق ہیں لیکن وہ جزئیات ہیں بریلوی ان کو کلی بنا کر دھوکہ دیتے ہیں

عادت: مرد عورت دونوں ہوں تو اولاد ہو۔ **خرق عادت**: بی بی مریم کو اللہ نے بغیر خاوند کے بیٹا عطا فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کو خاوند ہونے کے باوجود بیٹی بھی نہیں دی۔ خرق عادت کا انکار کرنا غیر مقلدیت ہے مثلاً یہ کہنا کہ کی یہ غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، چنانچہ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی نے عیون زم زم نامی کتاب لکھی ہے کہ عیسیٰ کا باپ تھا اور خرق عادت کو عادت اور کلیہ قاعدہ ماننا کہ جہاں بھی کنواری لڑکی بچہ جن دے وہ کرامت ہی ہے اس کا نام رضائیت ہے، اور عادت کو عادت اور خرق عادت کو خدا کی قدرت خاصہ ماننا اہل سنت کا مسلک ہے۔

(۲۰) عطائی اور ذاتی کا چکر:

اللہ تعالیٰ نے حصول علم کے لئے ہمیں حواس خمسہ عطاء فرمائے ہیں ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں کان سے سنتے ہیں وغیرہ یہ حواس عطاء خداوندی ہیں لیکن ان کے استعمال میں ہمیں اختیار دیا ہے کہ چاہیں دیکھیں چاہیں آنکھ بند کرلیں اس لئے ان کو ذاتی بھی کہتے ہیں کہ میں نے ذاتی طور پر تمہیں وہاں دیکھا تھا ان حواس کے بعد محسوسات کے لئے نہ کسی انسانی اطلاع کی ضرورت رہتی ہے نہ کشف، الہام، اور وحی کی کہ یہ کتاب ہے کیا اسی طرح کا کوئی

چھٹا حاسہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کو عطا فرما دیا گیا ہے کہ وہ جب چاہیں خود بخود بغیر کسی اطلاع، کشف، اور وحی کے غیب کی باتیں دریافت کر لیں اس کو علم غیب عطائی کہتے ہیں ایسا ہرگز ثابت نہیں ہاں حواس خمسہ کے علاوہ بعض معلومات ہمیں بذریعہ خواب مل جاتی ہیں اس میں ان حواس خمسہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ ہمارے اختیار و قدرت کا دخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں ایک رات میں دس خواب دکھا سکتے ہیں نہ چاہیں دس دن میں ایک بھی نہ آئے کسی کو خواب زیادہ آتے ہیں کسی کو کم اس میں خواب دیکھنے والے کا کوئی اختیار نہیں۔ یہی حال وحی، کشف، الہام کا ہے اس میں خدا کا اختیار ہوتا ہے وہ چاہیں چھ دفعہ دن میں وحی آ جائے وہ نہ چاہیں چھ ماہ وحی ہی نہ آئے کسی بزرگ کو زیادہ کشف ہوتے ہیں کسی کو کم مگر اختیار خدا تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے اس سے نہ کوئی عالم الغیب بن جاتا ہے اور نہ ہی مختار کل۔

(۲۱) معجزات: مسیح علیہ السلام کے معجزات کا یہود نے انکار کیا عیسائیوں نے ان کو مسیح کی اپنی قدرت سے مانا اور مسلمانوں نے باذن اللہ قدرت باری تعالیٰ کا ظہور مانا اب اگر عیسائیوں نے مسیح کے معجزات کو قدرت مسیح کہہ کر مسیح کو خدا کا شریک بنا لیا تو اس میں جرم نہ خدا تعالیٰ کا ہے نہ مسیح کا بلکہ اس عیسائی ذہن کا گناہ ہے اسی طرح بزرگوں کی ثابت شدہ کرامات سے اگر کوئی ان بزرگوں کو خدا کا شریک بناتا ہے خرق عادات کو عادت مان لیتا ہے تو قصور اس غلط ذہن کا ہے نہ کہ ان بزرگوں کا بریلوی ان کرامات کا مطالعہ غلط ذہنی سے کرتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے اب تو غیر مقلدین نے بھی ان کرامات کا مطالعہ عیسائی ذہن سے شروع کر دیا ہے اس لئے ان سے شرک ثابت کرتے ہیں تو اس میں ان بزرگوں کا کوئی قصور نہیں غیر مقلدین کا ذہن عیسائی ہو گیا ہے اس ذہن کا قصور ہے۔ ہم ان کرامات کا مطالعہ اسلامی ذہن سے کرتے ہیں اس لئے ہمیں دلائل توحید نظر آتے ہیں غیر مقلد عیسائی ذہن سے کرتے ہیں اس لئے ان کو یہ دلائل شرک نظر آتے ہیں۔

(۲۲) تشریع وتکوین:

ہماری ہر ارادی حرکت دائرہ تشریع میں آتی ہے۔ نظر یا قدم اٹھایا ثواب ہوگا یا گناہ یا مباح۔ غیر کے چہرے پر نظر ڈالی حرام عالم قرآن یا خانہ کعبہ پر نظر ڈالی ثواب، دیوار پر نظر ڈالی مباح لیکن کھانے کا ہضم ہونا جسم میں دوران خون نبض کا چلنا یا رکنا یہ امور ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے ان کو تکوینیات کہتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام امور تشریعیہ کے لئے مبعوث ہوتے ہیں بکری حلال ہے خنزیر حرام ہے یہ مسئلہ تشریعی ہے اس کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ اس وقت دنیا میں کل بکریاں کتنی ہیں اس سال کتنی مری ہیں قیامت تک کتنی پیدا ہوں گی انہوں نے کتنا چارہ کھایا کتنی مینگنیاں کیں کتنا پیشاب کیا ان کے کل بال کتنے ہیں وہ کہاں کہاں جائیں گی یہ تکوینیات ہیں۔ ان کا علوم نبوت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے ہاں بطور خرق عادت اللہ تعالیٰ بہت سے جزئی امور پر اطلاع

دیتے ہیں جو نبی کی دلیل نبوت اور معجزہ اور ولی کے لئے کرامت کہلاتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ علوم شرعی میں علوم کلی عطا فرمائے گئے جن کی تفصیل وتشریح مجتہدین امت نے کی امور تکوینیہ میں ہم سلب کلی کے قائل نہیں رفع ایجاب کلی کے قائل ہیں رضائی ایجاب کلی کے قائل ہیں اور موجبہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے آپ کو علم کہانت نہیں دیا گیا علم شر نہیں دیا گیا علم سحر نہیں دیا گیا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو میں چاہتا ہوں کہ سب کی طرف سے سلیم الصدر ہوں آپ دعا فرماتے تھے **اللھم انی اعوذ بک من علمٍ لاینفع** ایک ساحر اور ایک شیخ الحدیث کا مرتبہ کسی کے نزدیک برابر نہیں ایک فقہ کے مدرسہ کو چندہ دینا اور ایک کہانت کے سکول کو چندہ دینا کسی کے نزدیک برابر نہیں۔

(۲۳) جس طرح ہمارا کلمہ نفی اثبات کا مجموعہ ہے نہ صرف نفی کلمہ ہے اور نہ ہی صرف اثبات اسی طرح بعض عقائد میں بھی دونوں پہلو ہوتے ہیں ہمارے لوگ عموماً نفی کا پہلو لیتے ہیں حالانکہ دونوں پہلو لینے چاہئے ، بریلوی علم کا اثبات کرتے ہیں اور ہم نفی۔ایسا کرنا درست نہیں، پہلے یہ بتاؤ کہ جو علوم لازمہ نبوت تھے ان کا کلی علم آپ کو عطاء فرما کر دین کو کامل فرما دیا گیا **تبیاناً لکلی شئی۔ تفصیلا لکلی شئی** وغیرہ آیات، جب خدا چاہے بتلا دے **ھٰذا مصرع فلان غداً** جب نہ چاہے **اُسارایٰ بدر** ۔جب چاہے بتلائے کہ کل جھنڈا اس کے ہاتھ میں دونگا جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا نہ چاہے زہر آلود بکری کی بوٹیاں تناول فرمالیں۔

اسی طریقہ سے مختار کل کے مسئلہ میں دونوں پہلو بیان کرے کہ اصل مختار کل صرف خدا کی ذات ہے وہ چاہے تو نبی پاک ایک انگلی سے اشارہ فرمائیں اور چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھادے اور اگر نہ چاہے تو ایک انگلی نہیں دس انگلیاں دعا کے لئے اٹھ رہی ہیں ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ اٹھ رہی ہیں مگر وحی آجاتی ہے کہ بخشش نہیں ہوگی یعنی رئیس المنافقین کی جب وہ چاہے تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے ایسے چشمے جاری فرمائے کہ چودہ سو صحابہؓ سیراب ہوں وضو کریں برتن بھرلیں اور وہ نہ چاہے تو صرف آپ کے لئے وضو کا پانی نہ دے اور آپ کو تیمم کرنا پڑے وہ چاہے تو پردے اٹھا کر آپ کو بیت المقدس دکھا دے بلکہ حوض کوثر اور جنت و دوزخ تک کا مشاہدہ کرادے اور نہ چاہے تو حضرت عثمانؓ کا مکہ میں چلنا پھرنا اور زندہ ہونا نہ دکھائے۔الغرض یہ سب اس قادر مطلق کی قدرت اور ارادہ سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے نبی اور ولی کی جتنی چاہے عزت افزائی کرے کوئی روکنے والا نہیں اور جتنی بڑی بیماری ایوب علیہ السلام کو لگا دے سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈال دے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

(۲۴) بدعت:

جو دین میں ثابت نہ ہو اس کو دین سمجھ لینا بدعت ہے دین اور شرعی احکام ان مسائل کو کہتے ہیں جن کا

ثواب یا عذاب موت کے بعد ملنا ہو اور دنیوی امور وہ کہلاتے ہیں جن کا فائدہ یا نقصان موت سے پہلے کی زندگی سے متعلق ہو بدعت کا تعلق مقاصد دینیہ سے ہوتا ہے نہ کہ وسائل و ذرائع سے قرآن میں ایک نقطہ بڑھا دینا احداث فی القرآن ہے اسی پر اعراب واو قاف لگا دینے سے اس میں نہ کوئی حکم زیادہ ہوا نہ کم یہ سب احداث للقرآن ہیں اس لئے بدعت نہیں احداث فی النسخہ اور احداث للنسخہ میں فرق ہے احداث فی النسخہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کے نسخہ میں مریض اپنی طرف سے کمی بیشی کرے کوئی دوائی زیادہ کردے یا کم کردے۔ احداث للنسخہ یہ ہے کہ نسخہ وہی رہے لیکن اس کی تیاری کے لئے آلات اور اس کی حفاظت کے لئے ڈبوں وغیرہ کا حصول، یہی فرق ہے احداث فی الدین اور احداث للدین میں احداث فی الدین بدعت ہے اور احداث للدین بدعت نہیں بلکہ ثواب کا کام ہے۔

(۲۵) اہلسنت والجماعت کا مناظر حنفی کتابوں کے علاوہ غیر حنفی کتابوں سے اپنی تائید دکھانے کا حق رکھتا ہے کیونکہ مخالف کی تائید کو ہر قانون میں غیر جانبدار اور وقیع سمجھا جاتا ہے لیکن غیر حنفی کتابوں (مثلاً شافعی، مالکی، حنبلی یا غیر مقلدین کی کتب سے) احناف کے خلاف کوئی بات پیش نہ کی جاسکے گی کیونکہ مخالف کے بے دلیل الزمات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں دیکھئے روافض کی کتابوں سے صحابہ کرامؓ کی تائید کے اقوال تو لئے جاتے ہیں لیکن ان کتابوں میں صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ ہے اس کو تعصب اور ضد پر مبنی سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲۶) ہر غیر مقلد اپنی بات کو عین اللہ و رسول کی بات سمجھتا ہے، اس لئے جو اس کی بات نہ مانے وہ اس کو خدا و رسول کا منکر کہتا ہے۔ اس لئے ہر ہر غیر مقلد کی ہر ہر بات اس کے مقابلہ میں پیش کی جاسکے گی۔ مگر اہلسنت والجماعت صرف قرآن پاک کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ اور باقی ہر کتاب جو انسان نے لکھی ہے اس میں غلطی کا احتمال مانتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ایک سے غلطی ہوئی تو دوسروں نے اس کو چلنے نہ دیا۔ جو غلطی چل نہ سکی وہ مذہب کی غلطی شمار نہ ہوگی، ہاں جو چل جائے گی اس کو غلطی کہا جائے گا۔ جیسے نماز میں امام قرأۃ میں غلطی کرتا تو ہے مگر لقمہ دینے والا اس غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ اس لئے اس نماز کو غلط نہیں کہا جاتا۔ تو اگر کسی سے غلطی ہوئی مگر دوسروں نے اس کی تردید کردی تو اس کو غلطی نہ سمجھا جائے گا۔

(۲۷) ہم احادیث میں متواتر، مشہور، اور خبر احاد کی درجہ بندی کے تو قائل ہیں کہ یہ اجماع سے ثابت ہے، کتابوں میں کسی درجہ بندی کے قائل نہیں کیونکہ وہ دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

(۲۸) حضرت والا نے ایک صاحب کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا آپ نے اپنی کم علمی کی بناء پر یہ لکھا ہے کہ ہمارے پاس ہدایہ اور شامی ہیں جبکہ غیر مقلد عامی بھی کوئی نہ کوئی حدیث پڑھ دیتا ہے، ہدایہ اور شامی کی کتابیں ہیں، اللہ اور رسول نے ہمیں فقہاء ہی کے سپرد کیا ہے، اور منکر سے بچ کر معروف کی اشاعت و عمل کا حکم دیا ہے، تو یہاں صرف فقہ حنفی ہی درساً و عملاً معروف اور متواتر ہے۔ ہمیں اس کے مفتیٰ بہا اور معمول بہا مسائل پر عمل کرنے پر

فخر ہے، کہ اس عمل میں ہم اللہ ورسول کے حکم کو پورا کر رہے ہیں، اور عامی غیر مقلد جو حدیث سناتا ہے، وہ ایک حدیث سناتا ہے اور دوسری چھوڑتا ہے تو محض اپنے نفس کی تقلید سے۔ وہ جس کو صحیح کہتا ہے وہ بھی اپنے نفس امارہ کی تقلید سے۔ جس کو ضعیف کہتا ہے وہ بھی اپنے نفس امارہ کی تقلید سے۔ اللہ ورسول نے جس طرح فقہاء کی تقلید پر ہمیں لگایا ہے اسی طرح نفس امارہ کی تقلید سے منع بھی فرمایا ہے۔ عجیب بات ہے کہ آپ خدااور رسول کے نافرمان بننے والوں کو خدااور رسول کے فرمانبرداروں سے اچھا سمجھتے ہیں **تلک اذا قسمة ضیزیٰ**۔

(۲۹) ہم اہل سنت والجماعت تکبیر تحریمہ، تکبیر قنوت اور تکبیر عیدین میں رفع یدین کرتے ہیں، یہاں رفع یدین کرنے کے دلائل تو ہیں خواہ صراحتاً مرفوع ہوں یا حکماً مگر ان کے ترک اور منع پر نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی تعامل۔ پھر ان سب جگہوں میں رفع یدین کے ساتھ تکبیر بھی موجود ہے اس لئے یہ رفع یدین **اقم الصلوٰة لذکری** کے تحت بدنی اور زبانی عبادت کا مجموعہ ہے اور جس رفع یدین پر غیر مقلدین سے جھگڑا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ شریعت نے کوئی تکبیر مقرر نہیں کی نہ اور کوئی ذکر۔ اس لئے اس کو عبادت نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ آیت **واقم الصلوٰة لذکری** کے تحت داخل نہیں ہوگی۔ پھر وہاں یہ پوزیشن بھی نہیں کہ صرف رفع یدین کرنے کی حدیث ہو اور ترک پر نہ حدیث ہو اور نہ تعامل یعنی جہاں ہم رفع یدین کرتے ہیں وہ غیر متعارض ہے اور یہاں روایات رفع یدین کے ساتھ تعارض نصوص اور تعارض تعامل بھی سرسری نظر سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳۰) اہل سنت والجماعت کے ہاں احادیث رفع یدین اور احادیث ترک رفع یدین میں حقیقی تعارض نہیں کیونکہ احادیث سے نفس ثبوت رفع یدین ہوتا ہے، وہ رفع یدین کے بقاء اور دوام اور نسخ سے خاموش ہیں ہاں قیاس کی گھٹیا ترین قسم استصحاب حال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے، چونکہ دوام رفع یدین پر اس قیاس کے بغیر کوئی دلیل نہیں تو اب ترک رفع یدین کی احادیث اس قیاس کے خلاف ہوئیں نہ کہ احادیث ثبوت رفع یدین کے خلاف۔ اور اہل سنت والجماعت کا اصول ہے کہ جہاں قیاس اور سنت میں ٹکراؤ ہو جائے تو وہ قیاس کو چھوڑ کر سنت پر عمل کرتے ہیں چنانچہ ہم نے اس قیاس کو چھوڑ کر ترک رفع یدین کی احادیث پر عمل کر کیا تو غیر مقلدین اس مسئلہ میں متبع قیاس رہے اور ہم متبع حدیث وسنت...... ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا۔

قیاس پر عمل کرنے اور احادیث ترک رفع یدین کے انکار کے باوجود غیر مقلدین نے جھوٹے پروپیگنڈا سے اپنے آپ کو اہل حدیث مشہور کر دیا۔ اور قیاس کو چھوڑ کر احادیث پر عمل کرنے والوں کو اہل قیاس مشہور کر دیا۔ اور کچھ سادہ لوح، کم فہم لوگ ان کی چکنی چپڑی **زخرف القول غرورا** کے دھوکہ میں آ گئے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے یہ احادیث متواتر سے ثابت ہے (طحاوی) مگر امت کا تعامل جوتے اتار کر نماز پڑھنے پر ہے جبکہ جوتے اتار کر نماز پڑھنے کی احادیث ہرگز سنداً متواتر نہیں مگر

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی احادیث کو اور جوتے اتار کر نماز پڑھنے کی احادیث اور تعامل امت کو اہل سنت حقیقتاً متعارض نہیں مانتے اس لئے نہ تو کوئی یہ بحث اٹھاتا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی احادیث زیادہ ہیں اور سند امتواتر ہیں اس لئے جوتے اتار کر نماز پڑھنا احادیث متواتر کے خلاف ہے نہ کوئی یہ بحث اٹھاتا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی احادیث بخاری و مسلم میں ہیں جبکہ جوتے اتار کر نماز پڑھنے کی احادیث بخاری و مسلم میں نہیں ہیں۔ اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی احادیث میں نفس ثبوت ہے ان پر مواظبت اور دوام ثابت نہیں اور جوتے اتار کر نماز پڑھنے والی احادیث میں ثبوت کی نفی نہیں بلکہ دوام وبقاء کی نفی ہے۔ لیکن غیر مقلدین نے ان احادیث کا جھوٹا ترجمہ کر کے احادیث میں حقیقی تعارض بنایا جیسے کوئی جوتوں میں نماز پڑھنے والی حدیث کا ترجمہ یوں کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے زندگی بھر میں ایک نماز بھی جوتے اتار کر نہیں پڑھی، جو جوتے اتار کر نماز پڑھتا ہے اس کی نماز بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور متواتر احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہرگز ہرگز نبی والی نماز نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے نبی پر بالکل جھوٹ ہے اب جوتا اتار کر نماز پڑھنے والی احادیث اور اس جھوٹ میں حقیقی تعارض بن جائے گا۔ جس طرح یہ بات کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کہاں تک ہاتھ اٹھاتے تھے؟ اگر ان احادیث کا خلاصہ یہی لکھا جائے کہ حضرت کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے کبھی کانوں تک تو یہ دو الگ الگ زمانوں کا عمل ہوا جس میں حقیقی تعارض نہیں ہے لیکن اگر کوئی کــــان یرفع یدیہ حذو منکبیہ کا ترجمہ یہ کرے کہ حضرت ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو ایک تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے دوسرے یہ جھوٹ کان یرفع یدیہ حذو اذنیہ کے خلاف بھی ہے اسی طرح رفع یدین کی ان احادیث کا خلاصہ اگر اتنا ہی بیان کیا جائے کہ حضرت کبھی رفع یدین کرتے تھے پھر چھوڑ دیا تو احادیث میں کوئی ٹکراؤ نہیں، ہاں جب یہ جھوٹ بولا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے حتیٰ کہ آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی تو ہماری پیش کردہ ترک رفع یدین کی احادیث، اُن احادیث کے خلاف نہیں جن میں رفع یدین کا نفس ثبوت ہے کہ یہ دو زمانوں کے دو الگ الگ عمل ہیں بلکہ یہ اس جھوٹ کے خلاف ہیں پس وہ متبع جھوٹ ہیں اور ہم متبع حدیث وسنت: اب جب انہوں نے یہ جھوٹ بولا، تو ہم نے کہا کہ اگر تم یہ جھوٹ چھوڑ دو تو تمہیں احادیث میں حقیقی تعارض نظر نہیں آئے گا مگر وہ نہ صرف یہ کہ اس جھوٹ پر جم گئے بلکہ آگے قدم بڑھا کر ان تمام احادیث کو جھوٹا کہنے پر تل گئے جو ان کے اس جھوٹ سے ٹکرا رہی تھیں۔

حدیث ابن مسعودؓ بھی نفس ثبوت رفع یدین کے خلاف نہیں ہاں غیر مقلدین کے دوام رفع یدین والے جھوٹ کی جڑ کاٹ رہی ہے جیسے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے خلاف نہیں ہاں عیسائیوں کے اس جھوٹ کے خلاف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔

(۳۱) تقلید کا مادہ قلادہ ہے یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہلاتا ہے اور حیوان کے گلے میں ہو تو پٹہ کہلاتا ہے، حدیث میں ہے استعارت من اسماء قلادۃ (بخاری ج۱/ ۴۸، مسلم ج۱/ ۱۶۰) حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماءؓ سے ہار عاریۃً لیا۔ نیز فرمایا انسلت قلادۃ لی من عنقی فوقعت (مسند احمد ج۶/ ۲۷۲) میرا ہار میری گردن سے کھسکا گیا سو وہ گر گیا۔ امام بخاریؒ نے باب القلائد اور استعارۃ القلائد کے دو باب ہارون کے لئے قائم کئے ہیں (صفحہ ۸۷۳ و ۸۷۴)

(۳۲) تقلید مطلق واجب بالذات ہے جس کے دو فرد ہیں، شخصی، غیر شخصی، البتہ اختلافِ احوال اور فساد زمان کی وجہ سے تقلید غیر شخصی اب حرام بالغیر ہے اور انتظام و سہولت کی وجہ سے تقلید شخصی واجب بالغیر ہے، جس طرح مطلق تلاوت قرآن فرض ہے خواہ لغات سبعہ میں سے کسی لغت میں ہو مگر حالات بدلنے کی وجہ سے صحابہؓ نے بوجہ انتظام سہولت صرف لغت قریش پر تلاوت کو باقی رکھا اور باقی لغات کو ممنوع قرار دیدیا (ملخص فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۲۳) اس تقلید کا تعلق صرف مسائل اجتہادیہ سے ہے اس لئے یہ وجوب غیر مجتہد کے لئے ہے کہ وہ ایسے مجتہد کی تقلید کرے جس کا مجتہد ہونا دلیل شرعی (اجماع) سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصولاً و فروعاً مدوّن ہو اور متواتر ہو اور مقلد کو بسہولت عمل میسر ہو سکے (التحریر وغیرہ کتب اصول) مسائل اجتہادیہ مسائل غیر منصوصہ یا متعارضہ یا محتملہ ہیں۔ یہ تقلید محمود ہے اور جو تقلید بلا دلیل یا خلاف دلیل ہو وہ تقلید مذموم ہے جو اس بحث سے خارج ہے۔

(۳۳) جو اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ عوام کا علماء سے کتاب و سنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے یہ ایک نزاع لفظی ہے، جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں، کیونکہ تقلید بے مطالبہ دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل و اتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے عامی کو جو حکم کتاب و سنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتا ہے جو عرفاً تقلید کہلاتی ہے، کسی عامی کو اگر کوئی عالم یہ بھی کہہ دے یہ مسئلہ حدیث یا قرآن میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا علم اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر سنا بھی دے یا طوطے کی طرح یاد کرا دے تب بھی وہ آیت و حدیث کے معنیٰ اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا مقلد ہوگا، کیونکہ وہ کسی دلیل سے یہ نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنی جو اس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیوں کر صحیح ہیں؟ اور اس حدیث کی صحت کیونکر ثابت ہے؟ لہٰذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل ہے جو تقلید کہلاتی ہے۔ تقلید مجتہدین سے کوئی اس وقت دست کشی نہیں کر سکتا، عامی تو بواسطہ علماءِ وقت مجتہدین کی تقلید کر رہے ہیں علماء وقت کی طرف ان کا رجوع کرنا بعینہ ان مجتہدین کی طرف رجوع کرنا ہے جن کے مقلد وہ علماء ہیں فرق واسطہ اور بلا واسطہ کا ہے۔ اب رہے علماء وقت! سو بہت سے مسائل فرعیہ و قواعد اصولیہ میں جن کے دلائل وہ نہیں جانتے

مجتہدین فقہاء کے مقلد ہیں اور حدیث کی صحت وضعف مان لیتے ہیں تو ان کا مقلد ہونا ظاہر ہی ہے (اشاعۃ السنہ ج۱۱/ ۳۲۰) اتباع اور تقلید میں یہ فرق ابوعبداللہ خوارزمندالبصری المالکی سے ابن القیم نے نقل کیا ہے (اعلام الموقعین ج۲/ ۱۷۸) یہ شخص عقائد میں متکلمین اہل سنت کا سخت دشمن تھا۔ یہ ان سب کو ایسا بدعتی کہتا تھا کہ ان کا نکاح نہ شہادت نہ امامت بلکہ ان سے نفرت ضروری ہے (الدیباج المذھب/ ۲۶۸) اور مسائل فرعیہ میں وہ خود مالکی کہلاتا تھا (اعلام الموقعین) پھر اس فرق پر خود اس نے کوئی دلیل شرعی بیان نہیں کی۔ اصولیین اتباع اور تقلید کو ایک ہی کہتے ہیں۔ امام طحاوی، مغلطائی، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، امام قرطبی، ابن تیمیہ، ابن القیم جیسے ائمہ اکابر نے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ ج۱۱/ ۳۳۰)

(۳۴) یہ ایک حقیقت ہے کہ کتب حدیث، کتب اسماء الرجال، کتب اصول فقہ، بعض مجتہدین نے اور اکثر مقلدین نے جمع فرمائیں پھر کتب فقہ میں قرآن، حدیث اصول وغیرہ سے استدلال بھی کیا، دیکھو ہدایہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، اعلاء السنن وغیرہ، غیر مقلدین کی نہ اپنی حدیث کی کتاب نہ اسماء الرجال کی نہ اصول حدیث کی نہ اصول فقہ کی نہ مسائل کی کوئی جامع اور مسلّم کتاب ان کی موجود ہے۔

(۳۵) لامذہب غیر مقلدین کی مثال اس مریض کی ہے جو ڈاکٹری پڑھے بغیر اپنے آپ کو ڈاکٹر سمجھے، اپنے مرض کی تشخیص بھی خود کرے مثلاً مرض تبخیر ہو اور وہ آنکھ کی جلن تشخیص کرے، دوا خود تجویز کرے کسی قسم کی پرہیز نہ کرے اور اپنی بیماری کو مزید بگاڑے جب زیادہ پریشان ہو پھر اگر کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع بھی کرلے تو اس کی تشخیص کو نہ مانے اس کی تجویز کو نہ مانے اسی ضد پر رہے کہ صرف آنکھ کی دوا دو، دوا بھی وہ جو میں کہوں اور کوئی پرہیز بھی میں نہیں کروں گا، جو ڈاکٹر کی تشخیص، تجویز، اور پرہیز کو مانے اس کو مشرک کہے کہ یہ ڈاکٹر کو شافی سمجھتا ہے میرا بھروسہ نہ ڈاکٹر کی تشخیص پر ہے نہ تجویز پر نہ پرہیز پر، محض اللہ پر بھروسہ ہے اور بس۔ ڈاکٹر اگر اس کی بات نہ مانے تو اس کو خدا کا منکر اور خدا کا شریک کہے۔ بالکل اسی طرح اپنی اصل بیماری خودرائی، اعجاب کل ذی رای برایہ کا علاج نہیں کرواتے کبھی کوئی فرعی مسئلہ لیں گے اس پر فرمائشی دلیل مانگیں گے، جیسے کافر فرمائشی معجزات مانگتے تھے اگر نہ دکھایا جاتا تو یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا فرمائشی معجزہ نہیں دکھایا گیا بلکہ کہتے تھے کہ سرے سے کوئی معجزہ دکھایا ہی نہیں گیا۔ اسی طرح عقل کے اندھے غیر مقلد فرمائشی دلیل نہ دکھانے پر شور مچاتے ہیں کہ کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔

(۳۶) دین اسلام برحق ہے شرع لکم من الدین........ بغیا بینھم ۴۲ الشوری ۱۳۔۱۴۔ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھا جا، پارہ ۵/ ۴۸ المائدہ۔ ضروریات دین میں قطعیت ہے کوئی اختلاف نہیں، ان میں اختلاف کرنا مذموم بلکہ کفر جیسے شہر میں قبلہ کی سمت کا معلوم ہونا قطعی ہے سینکڑوں مساجد ہزاروں نمازی، لاکھوں بتانے والے یہاں کوئی شخص مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے یہ اختلاف بینہ کے بعد ہے جو قطعاً مردود ہے۔

آیات تفریق x۴:۸x۱۶۰:۶x۱۵۴:۶x۱۰۵:۳x۱۰۳:۳x۱۹:۳x۲۱۳:۲ میں اصول دین میں تفریق مراد ہے۔ان آیات کو اختلاف قراءۃ، اختلاف احادیث، اختلاف صحابہ، اختلاف ائمہ وغیرہ پر چسپاں کرنا **یحرفون الکلم عن مواضعہ** کا بدترین مظاہرہ ہے۔ان اجتہادی اختلافات کی مثال **تحری فی القبلہ** کی ہے چار آدمیوں نے چاروں طرف نماز پڑھی تو چاروں کی نماز قبول یہ رحمت واسطہ ہے۔

(۳۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان دین میں واسطہ صرف امت ہی ہے، نبی معصوم کا جو دین باجماع امت ہم تک پہنچا وہ معصوم واسطہ سے ہم تک پہنچا یہ ہمارے لئے حجت قاطعہ ہے اس میں تفرق واختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، اس کی پہچان یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہو،اور جو اختلاف قراءۃ کی طرح ائمہ فقہاء سے اختلافی طور پر ہمیں پہنچا اس میں کسی نئے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے جہاں جو مسلک متواتر ہوگا اور وہاں معروف ہوگا اس پر عمل ہوگا۔اجماع تو جی۔ٹی روڈ ہے۔مسالک لوکل روڈ ہیں۔جو جی۔ٹی روڈ سے مل کر آخر منزل محمدی تک جاتے اور پہنچاتے ہیں۔

<u>معروف ومنکر:</u> ۷۹:۵x۱۱۲:۹x۶:۶۵x۱۷:۳۱x۶۹،۶۷:۹x۱۵۷:۷x۱۱۴،۱۱۰،۱۰۴:۳ **وهم له منكرون** ۵۸:۱۲ **قوم منكرون** ۵۱:۲۵،۶۱،۶۲: جس طرح قرآن پاک میں اختلاف قراءۃ ہے مگر ہمارے علاقہ میں صرف قاری عاصم کوفی کی قراءۃ ہی تلاوۃً متواتر ہے سب اسی پر عامل ہیں باقی قراءتیں یہاں تلاوۃً معروف نہیں، اسی طرح ائمہ اربعہ میں سے یہاں صرف مذہب حنفی ہی عملاً معروف اور متواتر ہے اسی پر عمل لازم ہے اسی طرح اختلافی احادیث میں بھی خیر القرون سے لے کر آج تک یہی طریقہ ہے کہ جس حدیث پر اس علاقہ میں عمل متواتر ہوا اسی پر عمل کیا جائے گا، اس معروف عمل کے خلاف فتنہ اٹھانا اشد من القتل ہے۔

(۳۸) <u>دین کے عقائد ومسائل تین قسم پر ہیں:</u>

قسم اول: دین کے عقائد ومسائل جو بلاشبہ سورج جیسے یقین کے ساتھ ہم تک پہنچے ان کو متواتر کہتے ہیں، اس تواتر کی چار قسمیں ہیں (۱) تواتر طبقہ اس میں عوام وخواص سب شامل ہوتے ہیں، جیسے تواتر قرآن۔(۲) تواتر فقہاء یا تواتر تعامل یا توارث یا عملی تواتر جیسے نماز، رکعاتِ نماز، السلام علیکم یا اہل القبور، توسل، دوا، علاج، تعویذات، میت کا غسل، کفن، دفن، تقلید وغیرہ۔(۳) تواتر اسنادی یا تواتر محدثین جیسے **من كذب عليّ** الحدیث وغیرہ۔(۴) تواتر قدر مشترک جیسے پہلی تکبیر کی رفع یدین، حیات مسیح، معراج، معجزات، کرامات، اعادۂ روح فی القبر، سوال وجواب قبر، سلام علی المیت، زیارت قبور اور حیات انبیاء وغیرہ۔

قسم دوم: جس میں صورۃ شبہ ہو یعنی قرن اول میں مشہور نہ ہو قرن ثانی وثالث میں شہرت ہوگئی ہو مثل چودہویں رات کے چاند کے ہیں کہ اگرچہ اوّل رات اختلاف ہو مگر چودہویں رات کے چاند کے لئے کسی گواہی کی

ضرورت نہیں ہے، متواتر اور مشہورات کے لئے کسی اسنادی بحث کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان میں اسنادی ابحاث چھیڑنا ان کو ظنی بنانا ہے۔

قسم سوم : وہ مسائل جن کے مسائل میں صورۃ و معنی شبہ ہے جن کو اخبار آحاد کہتے ہیں ان کی مثال پہلی رات کے چاند کی ہے ان میں سے جن احادیث کو پوری امت کی تلقی بالقبول نصیب ہو جائے ان پر عمل لازم اور سند کی تلاش و تفتیش کی کوئی ضرورت نہیں جیسے پوری دنیا میں ایک دن عید ہو جائے جیسے بیس تراویح وغیرہ اور اگر ساری امت کی تلقی بالقبول نہ ہو تو جس حدیث کو جس مجتہد نے قبول کر لیا وہ اس کے اور اس کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے وہ اس پر عمل کریں گے۔ دوسرے مجتہد کے نزدیک دوسری حدیث صحیح ہے تو اس پر اور اس کے مقلدین پر اسی پر عمل کرنا لازم ہے جیسے سعودیہ میں عید ہوتی ہے اور پاکستان میں روزہ حالانکہ رمضان میں عید حرام ہے اور عید کے دن روزہ یا تحری فی القبلہ میں جو خاص کعبہ کی سمت نماز پڑھ رہا ہے اس کی نماز بھی مقبول ہے جو کعبہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ رہا ہے اس کی بھی مقبول ہے ایسے مسائل میں مجتہد اور اس کے مقلد کو کسی قسم کی پریشانی نہیں۔ عمل یقیناً مقبول ہے اور ایک اجر بھی یقینی ہے اور دوسرے اجر کی خدا کی رحمت سے امید ہے یہی طریقہ خیر القرون میں جاری تھا اور مذاہب اربعہ عموماً اور مذہب حنفی کی خصوصاً تدوین اسی طریقہ پر ہوئی یہی طریقہ اسلم اور فتنوں سے محفوظ ہے، ہمارے اجماعی مسائل متواتر من کل الوجوہ اور اختلافی مسائل علاقائی تواتر سے متواتر اور معروف ہیں ان پر عمل اور ان کی اشاعت، معروف کی اشاعت ہے، اور ان کو مٹانا معروف کو مٹا کر منکر کو رواج دینا ہے جو محض فتنہ ہے

ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت:

ثبوت کے اعتبار سے کچھ عقائد و اعمال ضروریات دین کے درجہ میں ثابت ہیں اس سے وہ عقائد مراد ہیں جو قرن اول یعنی عہد نبوت میں عوام و خواص میں مشہور ہو گئے ان میں سے کسی کے انکار یا باطل تاویل سے انسان دین سے ہی نکل جاتا ہے، اور کچھ عقائد و اعمال ضروریات اہل سنت والجماعت کے درجہ میں ہیں اس سے وہ عقائد و اعمال مراد ہیں جو قرن ثانی و ثالث میں عوام و خواص میں مشہور ہو گئے جن کی آسان پہچان یہ ہے کہ ان پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو جیسے پہلی تکبیر کی رفع یدین، حیات عیسیٰ، اکثر معجزات، کرامات، معراج، اعادہ روح فی القبر، سوال و جواب، قبر، زیارت قبور، حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور وغیرہ ان مسائل کو ضروریات اہل سنت کہتے ہیں ان مسائل کو اسی مفہوم کے مطابق ماننا جس طرح مانتے ہیں ان میں سے کسی کے انکار یا باطل تاویل کرنے سے انسان اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۳۹) علم اصول سارے کا سارا قیاس اور استنباط پر مبنی ہے ان میں جن اصولوں پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے وہ ہمارے نزدیک اس لئے حجت ہیں کہ ہم اجماع کو حجت ملزمہ مانتے ہیں اور جن میں اختلاف ہے ان اصولوں میں ہم حنفی اصولوں کے پابند ہیں جو ہمارے نزدیک حجت مطمئنہ ہیں غیر مقلدین نہ اجماع کو مانتے ہیں نہ قیاس کو ان کا فرض ہے ہر اصول قرآن یا حدیث سے دکھائیں۔

(۴۰) محدثین حدیث سند کو کہتے ہیں وہ حدیث صحیح اور حدیث ضعیف کہتے ہیں تو مراد سند ہوتی ہے سند کی صحت متن کی صحت کو مستلزم نہیں، نہ ہی سند کا ضعف متن کے ضعف کو مستلزم ہے۔

(۴۱) عقائد کے لئے متواترات، احکام میں صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، فضائل، ترغیب ترہیب اور تاریخ میں ضعاف بھی مقبول ہیں، کتاب، سنت، اجماع حجت ملزمہ ہیں، قیاس حجت کاشفہ مطمئنہ ہے مبشرات (خواب وکشوف وغیرہ) مویدات ہیں، جہاں کسی پر الزام حق ہو وہاں خبر واحد میں عدد اور عدالت دونوں ضروری ہیں جہاں من وجہ الزام ہو وہاں عدد یا عدالت میں سے ایک چیز کا ہونا ضروری ہے جہاں الزام نہ ہو وہاں نہ عدد ضروری ہے نہ عدالت۔

(۴۲) یہ بات نہ صرف ممکن بلکہ واقعہ ہے کہ ایک حدیث ایک علاقہ کے محدثین کے ہاں صحیح ہو دوسرے علاقہ کے محدثین اس کو ضعیف قرار دیں مثلاً تدلیس، ارسال، انقطاع، غلط حفظ، خیر القرون کی جہالت وغیرہ شوافع کے نزدیک بھی یہ جرحیں متابعات اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں، اب ایک علاقہ میں اس روایت پر متواتر عمل ہے وہاں کے محدث نے اس سند میں بعض فنی باتیں بیان کر دیں اس علمی تواتر والے علاقہ میں صحتِ حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ سعودیہ کی عید کا پاکستان پر کوئی اثر نہیں۔

(۴۳) دین اسلام کا نام صراط مستقیم ہے اس میں جو مسائل اجماعی ہیں وہ چاروں اماموں نے لے لئے اور من کل الوجوہ متواتر رہے (جی۔ٹی روڈ) اور جس میں اختلاف تھا، ان میں سے جو پہلو جس امام کے ہاں متواتر تھا، اس نے اسی کو لے لیا اور یہ علاقی تواتر ہے (لوکل روٹ) مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے اور راستہ خود مقصود نہیں ہوتا، بلکہ کسی مقصد تک پہنچنے کے لئے بنایا جاتا ہے ہمارا مذہب حنفی اور منزل محمدی، صراط اور مذہب وہ راستہ ہے جو رات دن چلے، اس لئے جس طرح ہمارا قرآن تلاوۃً متواتر ہے ہمارا دین اعتقاداً متواتر ہے ہمارا مذہب عملاً متواتر ہے، جس طرح قرآن وہی ہے جو تلاوۃً متواتر ہے شاذ و منکر قرأتیں جو صرف کتابوں میں ہیں تلاوت میں نہیں وہ ہرگز قران نہیں سنت وہی ہے جو عملاً متواتر ہیں شاذ و متروک احادیث سنت ہرگز نہیں، اسی طرح مذہب حنفی وہی مسائل ہیں جو اعتقاداً اور عملاً متواتر ہیں شاذ و متروک مسائل ہرگز ہرگز مذہب حنفی نہیں ہیں **فافهم و لا تكن من الجاهلين.**

جس طرح عیسائی اور ہندو شاذ منکر قراءتوں کو بنیاد بنا کر قرآن کے خلاف وسوسے پھیلاتے ہیں، نام

نہاد اہل قرآن شاذ و متروک احادیث کی بناء پر سنت متواترہ کے خلاف وسوسے پھیلاتے ہیں، اسی طرح نام نہاد اہل حدیث شاذ و متروک مسائل کی آڑ لے کر متواتر مذہب حنفی کے خلاف وسوسے پھیلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر خناس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذہب متواتر راستہ ہے مذاہب اربعہ سنت کے راستے ہیں جس طرح ملک کے راستوں کو توڑنے والا ملک کا دشمن ہے، اسی طرح مذاہب اربعہ سنت کے راستوں کو توڑنے والا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے، مذہب حنفی عمل متواتر مسائل کا نام، مذہب حنفی منزل محمدی، جو راستہ سے ہٹے پولیس اس کو آوارہ گرد کہتی ہیں ہم غیر مقلد کہتے ہیں۔

(۴۴) آج کے اہل قرآن کہتے ہیں صحابہؓ اہل قرآن تھے، ان کے زمانے میں صحاح ستہ کا نام و نشان نہ تھا، آج کل کے اہل حدیث کہتے ہیں صحابہؓ اہلحدیث تھے۔ اس زمانے میں ہدایہ و قدوری نہ تھی، نہ حنفی تھے نہ شافعی، یہ سب دھوکے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن جس کی چھ ہزار چھ سو اور کچھ آیات ہیں، یہ صحابہؓ ہی کی کوشش سے امت کو ملا، اس قرآن میں آیات احکام ۵۰۰ ہیں قرآن ان سے ہی ملا مگر وہ اہل قرآن بمعنی منکرین حدیث ہرگز نہ تھے کہ ہزار ہا حدیثیں جن میں چار ہزار احکام کی احادیث ہیں انہوں نے ہی روایت فرمائیں، اس لئے ان کو منکرین حدیث نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح ان کو اہل حدیث بمعنی منکرین فقہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کتب حدیث مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الآثار، تہذیب الآثار وغیرہ میں صحابہ کرامؓ کے تقریباً ۱۸ ہزار فقہی فتاویٰ مذکور ہیں جن کے ساتھ نہ مفتی نے کوئی دلیل آیات یا حدیث بتلائی نہ مستفتی نے پوچھی انہوں نے بلا ذکر دلیل مسئلہ دے کر دعوت تقلید دی اور عوام نے بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کر کے تقلید کی اب چھ ہزار آیات قرآنی کی روایت کی وجہ سے ان کو قرآن کا ماننے والا کہا جائے، اور چار ہزار متون حدیث کی روایت کی وجہ سے ان کو حدیث کا ماننے والا کہا جائے اور اس سے تقریباً پانچ گنا فقہی فتاویٰ کی وجہ سے ان کو فقہ کو ماننے والا کیوں نہ کہا جائے، ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے قرآن یہی پہنچایا، مگر اس کا نام قاری عاصم کی قرأت بعد میں رکھا گیا، اسی طرح وہ احادیث بیان کر کے رواہ البخاری نہیں کہتے تھے اسی طرح وہ فقہی فتویٰ دیتے مگر اس کا نام فقہ حنفی بعد میں رکھا گیا، جس طرح قاری عاصم کی قرأت یقیناً صحابہؓ والا قرآن ہے بخاری والی حدیث یقیناً صحابہؓ والی حدیث ہے اسی طرح فقہ حنفی یقیناً صحابہؓ والی فقہ ہے، جس طرح ایک صحابیؓ بھی اہل قرآن بمعنی منکر سنت نہ تھا اسی طرح ایک صحابیؓ بھی اہل حدیث بمعنی منکر فقہ نہ تھا۔

(۴۵) اہل قرآن بمعنی حفاظ اور اہل حدیث بمعنی محدث یہ علمی طبقات کا نام تھا نہ کہ کسی مذہبی فرقے کا، جس طرح شیخ الحدیث علمی طبقہ کا نام ہے اس کی بیوی یا بیٹا اگر علم کے اس معیار پر نہیں تو وہ ہرگز شیخ الحدیث نہیں کہلاتے

لیکن مذہبی فرقہ کا نام بلا امتیاز ہر عالم اور جاہل پر بولا جاتا ہے، عالم بھی سنی ہے جاہل بھی سنی ہے، جب ان دونوں بدعتی فرقوں کو کہا جاتا ہے کہ تم دور برطانیہ کی یادگار ہو تو ایک گروہ کہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل قرآن وتر پڑھو اس لئے ہم اسی زمانہ کے ہیں دوسرا گروہ کہتا ہے امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں اول من صیرنی محدثاً فھو ابو حنیفة، کہ سب سے پہلے مجھے ابوحنیفہ نے اہل حدیث بنایا ہے اس لئے ہم پرانے لوگ ہیں، ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرو کہ اہل قرآن کا معنی منکر حدیث ہے، اور امام صاحبؒ سے ثابت کرو کہ محدث کا معنی منکر فقہ ہے، یہ تو علمی طبقات تھے ان کے وجود کا انکار ہم نہیں کرتے۔

ہمارا مطالبہ:

انگریز کے دور سے پہلے ایک اَن پڑھ کو اہل قرآن یا اہل حدیث کہا گیا ہو، اس کا حوالہ درکار ہے فی حوالہ دو نہاریاں (مسلک اہل حدیث کے مطابق) انعام دی جائیں گی، جس طرح ربوہ کا لفظ یقیناً قرآن میں دو جگہ ہے اس سے قادیانیوں کا ربوہ مراد نہیں، اسی طرح اہل حدیث بمعنی محدث کا لفظ تو کتابوں میں ہے مگر اس لفظ سے یہ فرقہ ہرگز مراد نہیں۔

(۴۶) غیر مقلدوں کی حساب دانی: اگر چاروں مذاہب حق ہیں تو ایک مذہب پر عمل کرنے میں چوتھائی دین پر عمل ہوگا اور تین چوتھائی دین ضائع ہوگا، قرآن پاک کی سات متواتر قرائتیں ہیں، تو ایک قرأت پر تلاوت کرنے سے پورے قرآن کا ثواب ملے گا یا ساتواں حصہ؟ یقیناً پورے قرآن کا ثواب ملے گا، اسی طرح ایک مذہب پر عمل کرنے سے پوری سنت پر عمل ہوگا۔

(۴۷) غیر مقلدوں کی اردو دانی:

لامذہب پوچھا کرتے ہیں کہ تم حنفی ہو یا محمدی، ان جاہلوں کو اردو کے ایک لفظ ''یا'' کا بھی صحیح استعمال نہیں آیا اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھ سکتے ہیں، یہ لفظ ایک جنس کے درمیان استعمال ہوتا ہے جیسے کوئی پوچھے تم پاکستانی ہو یا سعودی؟ دونوں ملکوں کا نام ہے یہ سوال صحیح ہے، تم پنجابی ہو یا سرحدی لیکن یہ سوال کہ تم سرحدی ہو یا پاکستانی جاہلانہ اور غیر مقلدانہ سوال ہے، آج منگل ہے یا بدھ، آج جنوری ہے یا فروری، یہ سوال صحیح ہے لیکن آج بدھ ہے یا فروری؟ یہ غلط ہے، تم محمدی ہو یا موسوی، تم حنفی ہو یا شافعی، یہ حدیث ترمذی کی ہے یا بخاری کی، یہ سوال صحیح ہے لیکن یوں کہنا کہ یہ حدیث بخاری کی ہے یا نبی کی، یہ غلط ہے، یہ قراءت عاصم کی ہے یا حمزہ کی، یہ صحیح ہے، یہ قرأت عاصم کی ہے یا نبی کی، یہ غلط ہے، الغرض یا دونوں طرف نبی ہوں یا مجتہد یا قاری یا محدث یا ملک یا صوبے، پاکستانی، پنجابی، اوکاڑوی تین نسبتیں ہیں لیکن اوکاڑوی میں پنجابی بھی آ گیا اور پاکستانی بھی، اسی طرح

ہندو مسلم، سنی بدعتی، حنفی شافعی، نسبتیں ہیں حنفی میں سنی بھی آ گیا اور مسلم بھی آ گیا، ہم ہندو کے مقابلے میں مسلم، بدعتی کے مقابلے میں سنی اور شافعی کے مقابلے میں حنفی ہیں۔

(۴۸) فرمایا: گمراہی کی پہلی سیڑھی علماء سے وحشت ہے جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کو علماء سے وحشت ہونے لگتی ہے اور علماء سے دور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور علماء سے دور ہونا یہ پہلی منزل ہے اللہ والوں سے دوری کی اور اللہ والوں سے دور ہونا یہ پہلی منزل ہے گمراہی کی۔

(۴۹) علماء سے دور ہوتے ہوتے عقیدت بالکل ختم ہو جاتی ہے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے یہ خطرناک درجہ ہے پھر نفرت بڑھتے بڑھتے عداوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے یہ انتہائی خطرناک ہے پھر اللہ والوں کے قریب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کو صحابہ کرامؓ، اور فقہاء صوفیاء سے عداوت ہو جاتی ہے، اس عداوت کے بعد اس کو صحابہؓ، فقہاء، اور صوفیاء میں خامیاں نظر آتی ہیں خوبیاں نظر نہیں آتیں اس لئے یہ عداوت بڑھتی جاتی ہے پھر اللہ والوں کی یہ عداوت رین کی صورت اختیار کر لیتی ہے اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا کلا بل ران علی قلوبھم، ختم اللہ علی قلوبھم، یہ گمراہی کی آخری حد ہے۔

(۵۰) گمراہی سے واپسی میں پہلا قدم تو یہ یعنی اللہ والوں کی طرف لوٹنا ان سے رجوع کرنا ہے دوسرا درجہ عقیدت یعنی بزرگوں کی عقیدت دل میں پیدا کرنا پھر جتنی عقیدت پختہ ہوتی جائے گی ہدایت پختہ ہوتی جائے گی۔

(۵۱) فرمایا نجات کا ایک ہی طریقہ ہے کہ لوگوں کو فقہ پر لگایا جائے کیونکہ فقہ قرآن وحدیث کی تشریح ہے۔

(۵۲) فرمایا: اجماع تشریح قطعیہ ہے اور قیاس تشریح مطمئنہ۔

(۵۳) فرمایا مجتہدین کا اختلاف رحمت واسعہ ہے کہ اگر اجتہاد درست ہوا تو دو اجر ملیں گے اگر غلط ہوا تو ایک اجر، بہرحال مجتہد اور اس کے مقلدین کے لئے ایک اجر یقینی ہے دوسرے کی امید ہے۔

(۵۴) حدیث جبرائیل کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا حدیث جبرائیل میں تین چیزیں ہیں، ایمان، اسلام، احسان۔ (۱) ایمان نام ہے عقائد کا کہ عقائد درست ہوں۔ (۲) اسلام نام ہے اعمال کا کہ عقائد درست ہونے کے ساتھ اعمال بھی درست ہوں، (۳) احسان سے مراد تصوف ہے یعنی ہر عمل میں اخلاص ہو فرمایا، احسان کا اعلیٰ درجہ مشاہدہ ہے ان تعبداللہ کانک تراہ، ادنیٰ درجہ مراقبہ، فانہ یراک یعنی توجہ الی اللہ۔

(۵۵) فرمایا عام مومنین کو نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے جبکہ محسنین کو ۷۰۰ اور زیادہ کی امید ہے۔

(۵۶) فرمایا، دین نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا، کہ انسان کے ظاہری اعمال بھی درست ہوں اور باطن رذائل سے پاک ہو تعمیر ظاہر فقہ سے ہوتی ہے اور تعمیر باطن تصوف سے، فرمایا، اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنے سے پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ توجہ اسباب سے ہٹ کر مسبب الاسباب کی طرف ہو جاتی ہے، دوسرا فائدہ دنیا کی محبت ختم ہو کر ساری

رغبت آخرت کی طرف ہو جاتی ہے۔

(۵۷) ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مّدکر ، تو ہر شخص خود قرآن کو سمجھے اس میں تقلید کی کیا ضرورت، فرمایا قرآن پاک کی آیت انما حرم علیکم المیتۃ والدم الخ، کسی کی تقلید کے بغیر بتاؤ کیا صرف یہی چیزیں حرام ہیں باقی سب حلال ہیں، کتا گدھا وغیرہ، نیز فرمایا وعلی الذین یطیقونہ کیا طاقتور آدمی بھی روزے کا فدیہ دے سکتا ہے اسی طرح اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کیا ہر زمین پر چلنے والا نماز قصر کرے، نیز فرمایا حکم نماز قرآن میں ہے ذرا تفصیل نماز قرآن سے دکھاؤ بغیر کسی کی تقلید کے، حکم زکوٰۃ قرآن میں ہے ذرا تفصیل زکوٰۃ سمجھاؤ، فرمایا رسول بھی عربی قرآن عربی تو پھر ثم ان علینا بیانہ کی کیا ضرورت پڑی اس طرح وما یعقلھا الا العالمون۔

(۵۸) فرمایا جو کہتا ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰھا کی وجہ سے ہر شخص کو الہام ہوتا ہے اور اس الہام کی وجہ سے ہر شخص نبی ہے تو اس کو نہ تقریر کا حق ہے نہ تحریر کا حق، کیونکہ وہ تقریر و تحریر کے ذریعے دوسروں کا حق چھین رہا ہے فرمایا، اسی طرح غیر مقلد جو تقلید شخصی کو شرک کہتا ہے، اس کو بھی نہ تقریر کا حق ہے نہ تحریر کا حق، کیونکہ اس کی تقریر و تحریر اس کی تحقیق شخصی ہے جو اس کے نزدیک شرک ہے۔

(۵۹) فرمایا، متکبرین کو قرآن سمجھ میں نہیں آتا، قرآن پاک درج ذیل آیات مشیر ہیں ۔۷:۱۴۶/۱۴۷۔ ۲۵:۶/۲۶۔۲:۶:۲۰۶/۲۷۔۴۰/۴۱۔

(۶۰) فرمایا نبی گنہگار کہنا اللہ کے علم پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے کہ معاذ اللہ خدا کو علم نہیں اس نے ایسے کو نبی بنا دیا۔

(۶۱) فرمایا مسائل کی تین قسمیں ہیں (۱) منصوص، ان میں ہم اہل سنت ہیں (۲) اجماع، ان میں ہم والجماعت ہیں (۳) اجتہادی، ان میں ہم حنفی ہیں۔

(۶۲) فرمایا، الحادین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرنا، جیسے حیاۃ النبی، عذاب قبر تقلید وغیرہ بدعت جو دین نہ ہو اس کو دین بنا لینا۔

(۶۳) فرمایا ملحدین کے پاس شبہات ہیں بدعتیوں کے پاس شہوات ہیں۔

(۶۴) فرمایا آج ایک گمراہی کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے عقائد اور احوال میں فرق نہیں کیا، عقائد ہمارے اختیار میں ہیں احوال ہمارے اختیار میں نہیں البتہ اسباب احوال ہمارے اختیار میں ہیں، ہم عقائد کے مکلف ہیں احوال کے مکلف نہیں، احوال کو عقائد کا درجہ دیکر صاحب حال بزرگ کو مشرک کہنا غیر مقلدیت ہے، اور احوال کو

اختیاری سمجھ کر صاحب حال بزرگ میں خدائی صفات کا عقیدہ رکھنا بریلویت ہے، اور عقائد واحوال میں فرق کرنا اور احوال کو محض عطاء الٰہی سمجھنا دیوبندیت ہے۔

(۶۵) فرمایا آج تصوف کا ذوق ختم ہو جانے کی وجہ سے بہت سارے عقائد اور بہت سارے مسائل کا سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔

(۶۶) فرمایا عجیب بات ہے، حافظ ابن حجر تو پوری بلوغ المرام لکھ کر مقلد رہا مگر آج ایک بے سمجھ بلوغ المرام کا ایک صفحہ پڑھ کر غیر مقلد بن جاتا ہے، ابن حجر تو پوری بخاری کی کئی جلدوں میں شرح لکھ کر مقلد ہی رہا، مگر آج ایک شخص بخاری کے چند صفحے پڑھ کر غیر مقلد بن جاتا ہے، مشکوۃ والا خود پوری مشکوۃ لکھ کر مقلد ہی رہا لیکن آج ایک شخص مشکوۃ کی دو چار حدیثیں پڑھ کر غیر مقلد ہو جاتا ہے، علامہ عینی پوری بخاری کے حافظ تھے انہوں نے بخاری کی بڑی مبسوط شرح لکھی عمدہ القاری مگر وہ اسی طرح حنفی رہے، ملا علی قاری جنہوں نے مشکوۃ شریف کی عربی میں گیارہ جلدوں میں شرح لکھی مگر وہ حنفی رہے اور آج ایک شخص مشکوۃ کی چند حدیثیں پڑھ کر غیر مقلد بن جاتا ہے، یہ حدیثوں کے حافظ اور شارحین یا وہ غلط تھے یا یہ غلط ہیں، اگر وہ صحیح ہیں تو یہ غلط اور اگر یہ صحیح ہیں تو وہ غلط ہم ان کو غلط نہیں کہتے وہ صحیح تھے یہ غلط ہیں۔

(۶۷) ایک دفعہ حضرت نے فرمایا حضرت لاہوریؒ نے فرمایا اہل حدیث بھی اہل توحید ہیں میں نے عرض کیا حضرت یہ لوگ تو کرامات کے منکر ہیں، حضرت لاہوریؒ نے فرمایا اگر یہ کرامت کے منکر ہیں پھر توحید کے بھی منکر ہیں، حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے اس کی وضاحت کرتے ہیں فرمایا حو اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب کے پردہ میں ظاہر ہوتی ہے بعض دفعہ اس کے سمجھنے میں اسباب حجاب اور مانع بن جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی جو قدرت کرامات میں ظاہر ہوتی ہے اس میں نہ اسباب کا دخل ہوتا ہے نہ اس میں اسباب حجاب و مانع بن سکتے ہیں وہ قدرت براہ راست، بغیر اسباب کے بغیر واسطہ کے محض اور محض اللہ کی طرف سے کرامت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے پس جو کرامات کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے، وہ کرامات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتا بلکہ بزرگ کا اپنا تصرف اور اپنا فعل مانتا ہے جو عیسائی ذہن ہے، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننے کی بجائے ان کو عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا فعل سمجھا۔ ان کا ذہن بھی عیسائی بنا ہوا ہے یہ بھی کرامات کو بزرگ کا اپنا فعل سمجھتا ہے اور اگر وہ اپنے ذہن کو مسلمان بنا لے اور کرامات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر سمجھ لے تو وہ کبھی انکار نہ کرے تو جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے وہ کیسے موحد ہو سکتا ہے۔

علم الامثال میں مہارت:

غیر محسوس اور معقول چیز کو حسی مثالوں کے ذریعے محسوس ومشاہد بنادینا اور غیر واضح چیز کو امثلہ کے ذریعے واضح کردینا بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں اس کا وافر ذخیرہ موجود ہے اس فن میں مولانا رومیؒ، شیخ سعدیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد عمر پالنپوریؒ بہت شہرت رکھتے ہیں، مشکلات اور پیچیدہ مضامین کو آسان اور عام فہم تعبیر کے ذریعے سہل کرنے میں اور امثلہ کے ذریعے غیر مانوس کو مانوس اور غیر محسوس کو محسوس بنانے میں مولانا اوکاڑوی مرحوم بے مثال تھے، ذیل میں حضرت کے علم الامثال کا کچھ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

بادب اور بےادب میں فرق:

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے کو بلایا وہ دیر سے آیا۔

سلیمانؑ:......آنے میں دیر کیوں کی؟

ہدہد:.........دو پرندوں کے درمیان مناظرہ تھا اور میں ثالث تھا اس وجہ سے دیر ہوگئی!

سلیمانؑ......پرندوں کے درمیان بھی مناظرے ہوتے ہیں؟

ہدہد.........جی ہاں وہ آپس میں مناظرے کرتے ہیں!

سلیمانؑ......مناظرے کا موضوع کیا تھا!

ہدہد.........مناظرے کا موضوع یہ تھا کہ منہ افضل ہے یا دبر افضل ہے؟

سلیمانؑ......بڑا عجیب موضوع ہے! اچھا دلائل کیا تھے۔

ہدہد.........پہلے پرندے نے کہا منہ افضل ہے کیونکہ اوپر ہے اور دبر نیچے ہے۔۔۔دوسرے پرندے نے جواب دیا کہ منہ تکبر کرتا ہے دبر میں تواضع ہے اس لئے دبر افضل ہے۔۔۔پہلے پرندے نے کہا! منہ تلاوت کرتا ہے، تسبیح کرتا ہے، اللہ کی حمد کرتا ہے اور دبر سے ہمیشہ نجاست نکلتی ہے اس لئے منہ افضل ہے۔۔۔دوسرے پرندے نے کہا! دبر سے جو نجاست نکلتی ہے وہ تو ایک لوٹا پانی سے صاف ہو جاتی ہے لیکن کفر اور گستاخی کی نجاست جو منہ سے نکلتی ہے اس کو سات سمندر بھی پاک نہیں کر سکتے!

سلیمانؑ......دلائل تو دونوں کے بڑے وزنی ہیں آپ نے کیا فیصلہ دیا؟

ہدہد.........میں نے فیصلہ یہ دیا ہے کہ جس کے منہ سے کفر اور گستاخی والی نجاست نکلتی ہے اس کی دبر افضل ہے اور جس کے منہ سے یہ نجاست نہیں نکلتی اس کا منہ افضل ہے۔ غیر مقلد کے منہ سے فقہاء کی گستاخی والی نجاست نکلتی ہے اس لئے ان کی دبر افضل ہے اور حنفی کے منہ سے یہ نجاست نہیں نکلتی اس لئے ان کا منہ افضل ہے۔

مشاہدہ اور خبر میں فرق:

عربی میں محاورہ ہے لیس الخبر کا لمعاینہ، خبر اور مشاہدہ برابر نہیں، صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورے دین پر اور کتاب وسنت پر عمل کا مشاہدہ کیا ہے بعد والوں نے صرف سنا ہے لہٰذا بعد والوں کا علم صحابہؓ کے برابر نہیں ہوسکتا ہے، چار اماموں میں سے امام اعظم ابوحنیفہؒ تابعی ہیں باقی تینوں تبع تابعی ہیں، امام اعظم نے صحابہ کرامؓ کے عمل کا مشاہدہ کیا ہے، ان کی نمازوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دوسرے ائمہ نے محض سنا ہے لہٰذا بعد والے ائمہ کا علم امام اعظم ابوحنیفہؒ کے برابر نہیں ہوسکتا، خبر اور مشاہدہ اس لئے برابر نہیں ہوسکتے کہ سنی ہوئی بات میں مفہوم ومعنی کے لحاظ سے مختلف احتمال نکل سکتے ہیں پھر اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق ایک معنی کو ترجیح دیتا ہے جبکہ مشاہدہ میں مختلف احتمالات کی گنجائش نہیں ہوتی، مشاہدہ میں حسی طور پر ایک صورت متعین ہوتی، ایک معنی کو ترجیح دینے میں اجتہادی غلطی کا امکان ہے مگر مشاہدہ میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا، ہمارے امام نے صحابہ کرام کی نماز کا مشاہدہ کیا ہے باقی تینوں ائمہ نے سنا ہے۔ ہمارے امام اعظم کی تحقیق کی بنیاد مشاہدہ ہے باقی تینو ں ائمہ کی تحقیق کی بنیاد محض سماع اور خبر ہے:...... حضرتؒ نے اس بات کو مثال سے واضح کرتے ہوئے فرمایا چار آدمی سفر کررہے تھے، ان میں سے ایک مولوی صاحب تھے، دوسرا سبزی فروش، تیسرا قصائی چوتھا پہلوان، تیتر کے بولنے کی آواز آئی تو مولوی صاحب کہنے لگے یہ کہہ رہا ہے سبحان تیری قدرت، سبحان تیری قدرت...... سبزی فروش نے کہا مولوی صاحب آپ کے دل ودماغ میں اللہ، اللہ اور سبحان اللہ رچا ہوا ہے اس لئے آپ کو سبحان تیری قدرت سمجھ آرہا ہے۔ آپ ذرا غور کریں وہ صاف کہہ رہا ہے آلو میتھی، ادرک۔ آلو میتھی، ادرک...... قصائی نے کہا آپ چونکہ ہر وقت سبزی کے خیال میں رہتے ہیں اس لئے آپ کو آلو میتھی، ادرک سمجھ آرہا ہے۔ آپ ذرا توجہ کریں وہ صاف کہہ رہا ہے سری، کھر اوڑے کج رکھ، سری، کھر اوڑے کج رکھ...... پہلوان نے کہا آپ بھی چونکہ سارا دن گوشت بیچتے ہیں اس لئے آپ کو سری، کھر اوڑے کج رکھ سمجھ آرہا ہے ورنہ وہ صاف کہہ رہا ہے کھا گھی کر کثرت، کھا گھی کر کثرت...... اب دیکھئے ان چاروں آدمیوں نے تیتر کی آواز سنی تو ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کا معنی بتایا ہے بس یہی فرق ہے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ کے درمیان کہ دوسرے ائمہ محض سنکر اپنے اپنے فہم کے مطابق حدیث کا مفہوم سمجھ کر مسئلہ بتاتے ہیں، ہمارے امام اعظم صحابہ کرامؓ کو دیکھ کر اپنے مشاہدہ کے مطابق مسئلہ بتاتے ہیں۔

بات ایک ہے، انداز تین:

خبر اور مشاہدہ کے درمیان فرق سمجھاتے ہوئے ایک مرتبہ بڑا عجیب انداز اختیار کیا: حضرت نے بات

کرتے کرتے اچانک مجمع کی پچھلی جانب دیکھ کر غصہ کے لہجہ میں فرمایا۔ کیابات ہے؟ سب نے پیچھے مڑکر دیکھا۔ پھر آپ نے دوسری طرف منہ کر کے استفسار کے انداز میں ذرا نرم لہجہ میں فرمایا۔ کیابات ہے؟ پھر اور بھی لہجہ نرم کر کے داد وتحسین اور تعریف کے انداز میں فرمایا۔ کیابات ہے؟۔ دیکھیے میں نے ایک جملہ تین دفعہ بولا ہے جملہ ایک ہے لیکن تینوں جگہ اس کا مفہوم جدا ہے میں نے غصہ کے لہجہ میں کہا تو آپ سب نے پیچھے مڑکر دیکھا کہ شاید پیچھے کسی نے شرارت کی ہے اس کو تنبیہ کرنا مقصود ہے، وہی جملہ میں نے ذرا نرم لہجہ میں کہا اور بات پوچھنے کے انداز میں تو آپ نے یہ سمجھا کہ کسی سے کوئی بات پوچھ رہا ہے، پھر میں نے وہی جملہ ذرا اور بھی نرم لہجہ میں بولا اور تعجب کے انداز میں تو اس سے مقصود تعریف اور تحسین ہے: ان تینوں صورتوں میں جملہ نہیں بدلا، انداز بدلا ہے اور انداز کے بدلنے سے مفہوم بدل گیا ہے۔ اب اس جملے کا صحیح مفہوم وہی سمجھ سکتا ہے جس نے انداز دیکھا ہے ہمارے امام اعظم نے صحابہ کرام کی نماز کا انداز دیکھا ہے دوسرے ائمہ نے صرف سنا ہے:

غیر مقلدین کا اپنا کوئی مذہب نہیں:

حضرت نے فرمایا انگریز کے دور سے پہلے کی کوئی کتاب دیکھ لیں یا وہ مجتہد کی لکھی ہوئی ہوگی یا مقلد کی۔ کسی غیر مقلد کا لکھا ہوا کچی جماعت کا ایک قاعدہ بھی نہیں ملتا۔ انہوں نے اِدھر اُدھر سے دوسروں کے مسائل ودلائل چرا کر اپنا الگ مذہب بنالیا ہے۔ کچھ باتیں انہوں نے شافعیوں سے لیں، کچھ حنفیوں سے لیں، کچھ مالکیوں سے، اور کچھ حنبلیوں سے اور اس کا نام رکھ دیا مذہب اہل حدیث۔ اور وہ بھی ملکہ وکٹوریہ کے دور میں بنا اس سے پہلے انکے الگ مذہب کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا، ایک جگہ شادی ہو رہی تھی، بارات پہنچی ہوئی ہے، بینڈ باجے بج رہے ہیں ایک میراثی کا دل چاہا کہ میں بھی شادی میں شرکت کروں، اور بارات میں شامل ہوجاؤں لیکن اس نے سوچا کہ بارات میں کوئی جاتا ہے ماموں بن کر، کوئی چچا بن کر، کوئی بھائی بن کر، کوئی دوست بن کر میری ان کے ساتھ نہ رشتہ داری ہے نہ دوستی ہیں کیسے ان میں شامل ہوسکتا ہوں؟ آخر اس کو ترکیب سمجھ آئی۔ ایک ڈنڈا لیا اور جہاں باجے والے تھے ان میں جا گھسا اور ڈنڈا منہ کے ساتھ لگا کر خوب رگیں پھلا کر زور لگا رہا ہے، ایک آدمی نے اس کو پہچان لیا اور اس کی چال کو بھی جان لیا، جب کھانے کا وقت آیا تو اس نے ہر ساز والے کو کہا کہ پہلے اپنا ساز بجا پھر اندر جا، باقی سب ساز بجاتے گئے اور اندر گذرتے گئے جب اس میراثی کی باری آئی تو وہ چپ کھڑا ہے اس آدمی نے کہا بھائی تو بھی اپنی بانسری بجا اور اندر جا وہ کہنے لگا میری بانسری ایسی ہے جو سب کے درمیان بجتی ہے اکیلے نہیں بجتی، غیر مقلدین کا مذہب بھی باقی مذاہب کے درمیان چلتا ہے الگ نہیں چلتا۔ کوئی ان کا الگ مذہب ہوتو الگ چلتا نظر آئے۔

غیر مقلدیت تمام باطل فرقوں کی ماں ہے:

حضرت نے فرمایا تمام باطل فرقوں کی ماں غیر مقلدیت ہے۔ ہر باطل پرست پہلے تقلید چھوڑتا ہے پھر گمراہ ہوتا ہے اگر تقلید نہ چھوڑے تو کبھی گمراہ نہ ہو، پس جیسے شراب ام الخبائث ہے غیر مقلدیت ام الفتن ہے: اس کی مثال یوں بیان فرمائی ایک آدمی کی ماں بدکارہ تھی اس کے دروازے پر یاروں کی قطار لگی رہتی، بیٹے کو غیرت آئی اس نے بہت پیچ وتاب کھائے، بہت سوچ و بچار کیا آخر اس کو ایک ہی حل سمجھ آیا کہ ماں کو قتل کردے، چنانچہ اس نے ماں کو قتل کردیا، کسی نے کہا اللہ کے بندے تو نے ماں کو کیوں قتل کیا؟ اس نے کہا پہلے میرا پروگرام یہی تھا پھر میں نے سوچا کہ اس کے ایک یار کو قتل کروں گا یہ کسی اور کو یار بنالے گی، میں اس کو قتل کروں گا وہ کسی اور کو بنالے گی میں کب تک اس کے یاروں کو قتل کرونگا اس لئے میں نے ماں کو ہی قتل کردیا نہ یہ رہیگی نہ یار بنائیگی۔ اس طرح غیر مقلدیت تمام فرقوں کی ماں ہے اگر اس کو ختم کردیا جائے تو باطل فرقے پیدا ہونا بند ہوجائیں گے، باطل فرقوں کی پیدائش اور افزائش رک جائے گی۔

خودساختہ اہل حدیث اور تقلیدی شرک:

گزشتہ سال جامعہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب خیاباں سرور کالونی ڈیرہ غازیخان میں حضرت والا کے ساتھ میرا بھی پروگرام تھا، ملتان سے ڈیرہ تک آمد و رفت حضرت کے ہمراہ ہوئی، جلسہ میں پہلے میری تقریر ہوئی عنوان تھا "خودساختہ اہل حدیث اپنے فتویٰ کی روشنی میں مشرک ہیں" انکا فتویٰ ہے کہ تقلید شرک ہے، مقلد مشرک ہیں، میں نے یہ فتویٰ با حوالہ سنا کر دلائل دیئے کہ خودساختہ اہل حدیث سب سے زیادہ تقلید کرتے ہیں اس لئے وہ مشرک اعظم ہیں، تاریخ قرآن کے حوالہ سے میرے دلائل جاری تھے کہ حضرت والا سٹیج پر تشریف لے آئے۔ میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کررہا تھا لیکن حضرت کی آمد کے بعد کرسی پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی، کھڑے ہوکر حضرت کے حکم پر چند جملے مزید کہے پھر تقریر ختم کردی۔ حضرت مرحوم نے میری حوصلہ افزائی کی خاطر اسی موضوع کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، قرآن میں غیر مقلدین جو زبر، زیر، پیش، شد، مد، پڑھتے ہیں ان کو اس کی دلیل معلوم نہیں ہوتی پس یہ سارا قرآن دلائل معلوم کئے بغیر پڑھتے ہیں، اور تقلید بھی یہی ہے کہ بغیر مطالبہ دلیل کے غیر کی بات کو تسلیم کرلینا اس لئے غیر مقلد جب قرآن پڑھتا ہے تو ہر زبر پر، ہر زیر پر، ہر پیش پر، ہر شد پر، ہر مد پر، ہر وقف پر، ایک ایک شرک کرتا ہے اور جب وہ قرآن ختم کرتا ہے تو قرآن میں جتنے زبر، زیر، پیش، شد، مد، وقف ہیں اس نے اتنے شرک کئے اور قرآن ختم کرکے وہ شرک کے اندھے کنویں میں اتنا ڈوب چکا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں فرشتوں کو ملتا بھی ہے یا نہیں، پھر مثال دی، پوتی کا بیٹا کنویں میں گرگیا اس نے باپ کو آواز دی ابا جی، ابا جی میں کنویں میں گرگیا ہوں،

پوتی نے جواب دیا بیٹا جہاں بھی ہو اللہ خیر سے رکھے۔ فرشتے بھی غیر مقلدین کو یہی کہدیں گے کہ اب اسی شرک کے کنویں میں پڑے رہو۔

اہل حدیث یا منکر حدیث:

حضرت نے فرمایا درحقیقت غیر مقلدین اہل حدیث نہیں منکر حدیث ہیں کیونکہ مسند امام اعظم، کتاب الحجہ، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار امام ابو یوسف، موطا امام محمد، طحاوی شریف، عقود الجواہر المنیفہ، زجاجۃ المصابیح جو حدیث پاک کی نہایت معتبر کتب ہیں ان کے سامنے پیش کرو فوراً انکار کردیں گے صرف اس لئے کہ ان کتب کے مؤلفین حنفی ہیں، اسی طرح احناف کی تائید میں صحیح حدیث ہو تو اس کو ضعیف کہہ کر انکار کردیں گے اور احناف کے خلاف ضعیف حدیث ہو تو اس کو قبول کرلیں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے، اگر ان کے دل میں حدیث کی محبت ہوتی تو وہ ان کتب حدیث کو بھی مانتے جو احناف کی لکھی ہوئی ہیں اور صحاح ستہ سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں، وہ ان حدیثوں کو بھی مانتے جو احناف کے دلائل ہیں۔ ان کا باوا آدم ہی نرالا ہے ان کا حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کا معیار حدیث کا صحیح وضعیف ہونا نہیں بلکہ ان کا معیار فقہ حنفی کا بغض وعداوت فقہ حنفی کے خلاف ضعیف بلکہ موضوع حدیث بھی ان کے ہاں مقبول ہے اور فقہ حنفی کی تائید میں صحیح حدیث بھی مردود ہے: ایک پیر کے دو مرید اس کو دبا رہے تھے، ایک مرید ایک ٹانگ کو دبا رہا ہے دوسرا مرید دوسری ٹانگ کو۔ دباتے دباتے پہلے مرید کا ہاتھ دوسرے مرید کی ٹانگ کو لگ گیا، دوسرے مرید کو غصہ لگا اس نے پہلے کی ٹانگ پر مکہ ماردیا۔ اس نے ڈنڈا اٹھایا دوسرے کی ٹانگ پر زور سے مارا۔ وہ اٹھا اور کلہاڑی اٹھا کر لے آیا کہ میں تیری ٹانگ کاٹتا ہوں، پیر صاحب نے شور مچادیا کہ یہ میری ٹانگ ہے، اس نے کہا نہیں جی یہ شریک کی ٹانگ ہے میں کاٹوں گا اور ضرور کاٹوں گا، یہی حالت غیر مقلدین کی ہے، کتاب حدیث کی ہو لیکن لکھنے والا حنفی ہو تو وہ انکار کردیں گے، حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو مگر دلیل بن رہی ہو حنفیوں کی تو اس کو ضعیف کہہ کر رد کردیں گے، کیونکہ وہ شریک کی کتاب ہے اور شریک کی حدیث ہے۔

فقہ دشمنی:

غیر مقلدین کبھی کسی یہودی، عیسائی، مرزائی کو اسلام کی دعوت نہیں دیں گے لیکن اگر کوئی کافر مسلمان ہو اور حنفی بن جائے تو اس کے پیچھے پڑجائیں گے اس کو پریشان کردیں گے گویا ان کو یہودیت، عیسائیت، قادیانیت برداشت ہے حنفیت برداشت نہیں حتی کہ اگر وہ نومسلم ان کے پریشان کرنے کی وجہ سے دوبارہ مرتد ہوجائے تو یہ بھی برداشت ہے مگر اس کا حنفی رہنا برداشت نہیں۔

کبھی کسی بے نمازی کو نماز کی دعوت نہیں دیں گے لیکن اگر تبلیغی جماعت کی محنت سے کوئی بے نمازی، نمازی بن جائے تو اس کے پیچھے پڑ جائیں گے، تیری نماز نہیں ہوتی غیر مقلد علماء کسی حنفی سے فقہ حنفی چھڑانے کے لئے اور اپنے غیر مقلدین کو فقہ حنفی سے دور رکھنے کے لئے ساری صلاحیتیں خرچ کرتے ہیں حتی کہ اس مقصد کے لئے جھوٹ بولنا پڑے تو پرواہ نہیں، صحیح حدیث کا انکار کرنا پڑے تو کوئی خوف نہیں، نبی پاک کے نام پر جھوٹی حدیث بنانی پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں۔ غیر مقلد مولوی جھوٹ بولتے ہیں اور باقی غیر مقلدین خوش ہوتے ہیں، اس پر حضرت نے ایک واقعہ سنایا۔ ایک چوہدریوں کا گاؤں تھا، اس میں کئی چوہدری رہتے تھے۔ کسی کا نام چوہدری موسیٰ، کسی کا نام چوہدری عیسیٰ، کسی کا نام چوہدری ابراہیم تھا، ایک کا نام چوہدری ٹنیا۔ ان کے مولوی صاحب نماز پڑھاتے تو کبھی موسیٰ کا نام آجاتا، کبھی عیسیٰ کا، کبھی ابراہیم کا، کبھی سب کا نام اکٹھا آجاتا اور وہ بڑے خوش۔ لیکن چوہدری ٹنیا کا نام کبھی نہیں آیا تھا اس لئے وہ ناراض۔ آخر اس نے ناراض ہو کر گندم، کپاس، گڑ، شکر، عیدیں بند کر دیں، کچھ دن تو مولوی صاحب نے نقصان برداشت کیا، ایک دن سوچنے لگا کہ آخر میں کب تک یہ نقصان برداشت کروں گا، وہ چوھدری ٹنیا کے پاس گیا، معافی مانگی اور کہا چوھدری صاحب آج آپ کا نام قرآن میں آئے گا چوہدری صاحب بھی خوشی خوشی اگلی صف میں کھڑا ہو گیا، اور جب مولوی صاحب نے پڑھا صحف ابراہیم وموسیٰ وٹنیا۔ تو چوہدری صاحب خوش ہو گیا۔ نماز توڑ کر اچھلتا ہوا مولوی صاحب کے پاس پہنچا اس کو تھپکی دی اور کہا میں آئندہ آپ کو دو بوری گندم دوں گا، کپاس بھی دوگنی دوں گا اور پچھلی کپاس جو رہتی ہے وہ بھی دوں گا۔

غیر مقلد مولویوں اور پروفیسروں کا مقصد ہے فقہ دشمنی، وہ اس کی خاطر فقہ حنفی پر جھوٹ بولتے ہیں، نبی پاک کے نام پر جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں اور صحیح حدیثوں کو ضعیف کہنے کا جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ اور غیر مقلدین عوام چوہدری ٹنیا کی طرح جھوٹ سن کر خوش ہوتے ہیں اور اس کو شاباش دیتے ہیں۔

غیر مقلدین کی ضد! الامان:

غیر مقلد انتہائی ضدی ہوتے ہیں وہ کبھی اپنی غلطی نہیں مانتے: وہ ساری دنیا کو اور دنیا بھر کے داناؤں کو یعنی فقہاء کو غلط کہیں گے مگر اپنی غلطی ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ اس پر حضرتؒ نے تین عورتوں کا قصہ سنایا۔ تین عورتوں کو ان کے مردوں نے گھر سے نکال دیا۔ وہ تینوں ایک جگہ اکٹھی ہو گئیں اور ایک دوسرے کا حال سننے سنانے لگیں، ان میں سے ایک عورت نے کہا میرا خاوند بڑا ظالم ہے، میں بالکل بے قصور ہوں اس نے مجھے ویسے ہی گھر سے نکال دیا، حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ وہ آٹھ آنے کی ہنڈیا بازار سے لایا، ہمارے کتے نے اس میں اپنا سر پھنسا لیا، میں نے ہنڈیا بچانے کے لئے کتے کو ڈنڈے سے مارا وہ مر گیا۔ اس ظالم نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اس

نے اپنے مرے ہوئے کتے کو دیکھا لیکن یہ نہ دیکھا کہ میں نے اس کی آٹھ آنے کی ہنڈیا بھی بچائی ہے۔۔۔۔
دوسری کہنے لگی تیرا تو پھر بھی کچھ نہ کچھ قصور ہے کہ تو نے اس بے چارے کا کتا مار دیا ہے میں تو بالکل ہی بے قصور ہوں پھر بھی اس ظالم نے مجھے گھر سے نکال دیا، اس نے کہا آخر اس کی کوئی وجہ تو ہوگی، بات صرف اتنی سی ہے کہ ایک دن ہمارے گھر مہمان آئے میرے خاوند نے مجھے کہا سویاں پکا دے میں نے پکانی شروع کیں اور بچے نے رونا شروع کر دیا، میں نے جلدی کی تو اس جلدی میں بجائے سویاں کے میں نے کڑاہی میں رسیاں ڈال دیں اور کہا کہ پلیٹ میں ڈال کر مہمان کے آگے رکھیں تو وہ رسیاں تھیں، اس نے اس میں اپنی بے عزتی سمجھی اور مجھے گھر سے نکال دیا، حالانکہ میں نے تو اس کے بچے کیوجہ سے جلدی کی تھی، ۔۔۔ تیسری کہنے لگی دیکھ نا! تیرا تو پھر بھی قصور بنتا ہے کہ تو نے مہمانوں کے سامنے اس کی بے عزتی کی ہے، میرا تو کوئی بھی قصور نہیں تھا پھر بھی اس ظالم نے مجھے گھر سے نکال دیا، اس نے پوچھا آخر بات کیا ہوئی اس نے کہا کچھ نہیں بات صرف اتنی تھی کہ ہماری بیٹی کی بارات آئی ہوئی تھی میرے خاوند نے مجھے اپنے کپڑے اتار کر دیے کہ یہ دھو دے میں نہر پر دھونے لگی گرمی کا موسم تھا میں کپڑے اتار کر نہر میں نہانے لگ گئی ہمارا اونٹ بھی وہیں نہر میں بیٹھا ہوا تھا، نہاتے نہاتے میرے دل میں خیال آیا کہ آج اونٹ پر سوار ہو کر دیکھوں، میں اس پر بیٹھ گئی وہ کھڑا ہو گیا، اور جہاں بارات تھی وہاں آکر بیٹھ گیا، اس کو اس نے اپنی بے عزتی سمجھی اور مجھے گھر سے نکال دیا حالانکہ میرے آگے اونٹ کی کوہان تھی اور پیچھے میں نے ہاتھ رکھا ہوا تھا، ان عورتوں کی طرح غیر مقلد فقہ پر اعتراض کریں گے، امام ابوحنیفہؒ کو غلط کہیں گے فقہاء کا قصور بنائیں گے، اپنی غلطی کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔

غیر مقلدین کی کج فہمی:

لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے ادھر ایک عورت اپنے بچے کو پاخانہ کرا رہی تھی جب چاند نظر آیا تو لوگوں نے شور مچایا کہ چاند نظر آ گیا یہ بھی جلدی میں اٹھی اور چاند کو دیکھا وہ بہت باریک تھا اس نے تعجب کیا اور عورتوں کی عادت کے موافق انگلی بھی ناک پر رکھی انگلی پر لگا ہوا تھا پاخانہ تو کہنے لگی عید کا چاند تو نظر آ گیا ہے لیکن ہے بدبودار، حالانکہ چاند بدبودار نہیں اس کی اپنی انگلی پر پاخانہ لگا ہوا تھا، غیر مقلدین کی حالت بھی ایسے ہی ہے قصور اپنے فہم کا اعتراض کرتے ہیں فقہ و فقہاء پر۔

فقہ اور قرآن کے اوقاف ضروری ہیں:

میں کراچی گیا ہوا تھا وہاں ایک مسجد میں قرآن دیکھا جس میں وقف کے نشان نہ تھے، غیر مقلدین نے یہ قرآن چھاپا تھا، اور اس کے شروع میں لکھا تھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن میں وقف

لگے ہوئے نہ تھے اس لئے ہم نے سنتِ نبویہ کے مطابق یہ قرآن بغیر اوقاف کے شائع کیا ہے، حالانکہ قرآن میں اوقاف کی پہچان بہت ضروری چیز ہے اس کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں اگر یوں کہا جائے روکو۔۔۔مت جانے دو، دیکھو روکو پر وقف کیا تو مطلب یہ بن گیا، کہ اس کو روک لو آگے نہ جانے دو اور اگر یوں کہا جائے کہ روکو مت۔۔۔جانے دو، یعنی وقف کیا جائے روکو مت پر تو اب مطلب اس کے الٹ ہو گیا کہ اس کو جانے دو روکو نہیں، وقف کے بدلنے سے کتنا معنی بدل گیا، اس لئے وقف کی پہچان بہت ضروری اور اہم ہے اگر چہ وقف رسول اللہ کے زمانے میں نہیں لگائے گئے تھے لیکن وہ بھی اوقاف کا لحاظ رکھ کر تلاوت کرتے تھے، صرف عام مسلمانوں کی آسانی کے لئے بعد میں قرآن پر اوقاف لگا دیے گئے، سب ان اوقاف کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں جس کی دلیل خود غیر مقلدین کو بھی معلوم نہیں ہوتی، اس میں وہ تقلید کرتے ہیں اگر تقلید شرک ہے تو یہ قرآن کی تلاوت میں جتنے وقف کرتے ہیں اتنے شرک کرتے ہیں، یہ بھی پتہ چلا کہ جیسے اوقافِ قرآن اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھے لیکن تلاوت کے وقف بھی کرتے تھے اور صحیح وقف کرتے تھے، بعد میں عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے قرآن پر اوقاف لگا دیے گئے تا کہ غلط وقف کرنے کی وجہ سے معنی بدل نہ جائے، اب ان کئے ہوئے اوقاف کے بغیر تلاوت ممکن نہیں، اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فقہ لکھی نہیں گئی تھی لیکن نماز، روزہ فقہ کے مطابق ادا کیا جاتا تھا، بعد میں مجتہد لوگوں کی سہولت کی خاطر فقہ مدوّن کر دی گئی، پس جیسے اب اوقاف کے بغیر تلاوتِ قرآن ممکن نہیں اسی طرح فقہ کے بغیر کتاب وسنت پر عمل اور اللہ ورسول کی اطاعت ممکن نہیں۔

تین نوٹ: اصلی......نقلی......منسوخ

اہل سنت کی مثال اصلی نوٹ کی ہے۔۔۔اہل بدعت کی مثال عید والے نقلی نوٹ کی ہے۔غیر مقلدین کی مثال منسوخ نوٹ کی ہے:۔

مولانا اوکاڑوی ؒ عمل وکردار کے آئینہ میں:

عمل وکردار، اخلاق واعمال، اور ایمان وثمرات ایمان کی بالیدگی کی بنیاد، روحانی پاکیزگی، تزکیہ باطن اور اصلاح قلب پر ہے، اعلیٰ درجہ کی عملی زندگی اور تمام اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ کی جڑ تصوف ہے، تصوف نام ہے اپنے دل کو ماسوی اللہ سے پاک وصاف کرنا، تا کہ دل ودماغ سے مقاصدِ دنیا کے جھوٹے نقوش مٹ جائیں اور رضائے الٰہی والا ایک ہی سچا مقصد نقش ہو جائے۔ اس لئے اہل اللہ فرماتے ہیں ''رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ''
حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں **من تفقه ولم يتوصف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد**

تزندق. ومن جمع بینهما فقد تحقق۔ جس نے فقہ سیکھی، تصوف نہیں سیکھا وہ فاسق ہوا، جس نے تصوف کو سیکھا فقہ نہیں سیکھی وہ زندیق ہوا، اور جس نے فقہ وتصوف دونوں کو سیکھا وہ محقق بنا۔ مولانا اوکاڑوی کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نعمتوں سے بہرہ ور کیا تھا آپ فقہ وتصوف دونوں میں بدرجہ کمال مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے حدیث وفقہ کے اساتذہ محدث زمان حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحبؒ، اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان صاحب ہیں جبکہ تصوف میں آپ کا روحانی سلسلہ ولی دوران، مفسر قرآن، قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے جڑا ہوا تھا۔ ان کے بعد بقیۃ السلف حضرت قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضھم خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے روحانی تعلق قائم کیا جو آخر زندگی تک ہر لحہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔

مولانا اوکاڑویؒ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں:

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ مولانا محمد امین صاحبؒ کو ان کے غیر مقلد استاد نے سوال دے کر مولانا عبدالحنان صاحب کے پاس بھیجا تھا امتحان کی غرض سے لیکن یہ امتحان ہی مولانا مرحوم کے لئے حقیقت شناسی اور ہدایت یافتگی کا ذریعہ بن گیا۔ قرآن وحدیث کے سنہری پردوں میں مستور غیر مقلدیت کے مکروہ چہرے کو پہچان گئے، پہچان کر غیر مقلدیت سے تائب ہو کر نہ صرف یہ کہ حنفی بن گئے بلکہ اس دور میں غیر مقلدین کی فرعونیت کے لئے عصائے موسوی ثابت ہوئے۔ اسی طرح وہ گئے تھے حضرت مولانا احمد علیؒ کے پاس بغرض امتحان لیکن اس امتحان نے مولانا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضرت لاہوریؒ کا گرویدہ کر دیا، اور اس گرویدگی نے مولانا کو حضرت لاہوریؒ کے دامن سے وابستہ کر دیا اور وابستہ کر کے قطرۂ آب درصدف کا مصداق بنا دیا، اس سارے واقعہ کی تفصیل حضرت کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمادیں:

ایک دن میں رسالہ خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا، کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں آنکھیں تو اصل دل کی ہیں اگر روشن ہو جائیں تو اسے حلال حرام کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گذرے تو اسے پتا چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا، میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا، اور کہتے آرہے تھے کسی نے حرام نوٹ لینا ہے یہ حرام ہے حرام، میں نے کہا مجھے دیدو، وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے وہ مجلس کی عبارت سنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں، اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے

ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ایک ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے وہ سیب حلال روپے کا ہے یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا، اور ہم لاہور پہنچ گئے ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی ہم حاضر ہوئے پھل حضرت کے سامنے رکھ دیئے ہماری طرف دیکھا فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے یہ کچھ ہدیہ ہے فرمایا ہدیہ لائے ہو یا امتحان لینے آئے ہو اور آپ نے سب پھل الگ الگ کر دیئے کہ یہ حلال ہیں یہ حرام ہیں، اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا چلے جاؤ تم بیعت کے لئے تھوڑے آئے تھے تم تو امتحان کے لئے آئے تھے، اور ہمیں اٹھا دیا، ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے گاڑی آئی باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا، اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتداء میں اداء کی نماز کے بعد درس کی جگہ پر آپ نے درس قرآن ارشاد فرمایا، درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے میں بھی ساتھ بیٹھ گیا، دیکھ کر مسکرا کر فرمایا اچھا اب بیعت کے لئے آ گئے ہو! میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہو گیا ہوں، حضرت نے بیعت فرمایا اور اسم ذات، استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی، تقریباً چار سال حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں، حضرت کے تعلق کی برکات میں سے یہ تھا کہ اگر چہ میں بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول میں ٹیچر لگ گیا، مگر یہ میرا اصل مشغلہ نہ تھا، الحمدللہ سکول کے چند گھنٹوں کے علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا اپنے گاؤں میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس ختم کیا۔

احیاء العلوم خریدنے کا قصہ:

مولانا نے فرمایا میں لاہور حضرت کے پاس گیا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا احیاء العلوم کتاب لاؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت بعد میں لے لونگا، اصل وجہ یہ تھی کہ جیب میں پیسے کم تھے، حضرت کو علم ہو گیا آپ نے فرمایا آپ کی جیب میں اتنے پیسے ہیں اور اتنے کے ہی کتاب آتی ہے کرایہ میں آپ کو دیدونگا، میں کتاب لے آیا، پھر حضرت نے غالباً دس روپے دیئے میں نے کہا حضرت کرایہ تھوڑا لگتا ہے حضرت نے فرمایا بزرگوں کا پیسہ حلال کا ہوتا ہے اس سے برکت ہوتی ہے اس کو اپنے پاس رکھو، مولانا مرحوم نے فرمایا جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو مجھے اپنا سارا عمل ریا نظر آیا اس لئے میں نے درس دینا بند کر دیا اور مناظرے کی ساری کتابیں اور کاپیاں جلا دیں،

لوگوں نے حضرت کو شکایت کی کہ آپ نے اچھی کتاب دی ہے اس نے درس بند کردیا ہے، چنانچہ حضرت والا نے مجھے بلایا اور فرمایا یہ تو نے کیا کیا؟ میں نے کہا حضرت کتاب کے پڑھنے سے ریا کا اندیشہ ہوا، اس لئے بند کردیا، حضرت نے فرمایا اس کا علاج تو میں ہوں آپ میرے پاس آتے میں علاج بتاتا، پھر حضرت نے عجیب علاج بتایا جب آپ درس دیں اور لوگ آپ کی تعریف کریں تو آپ اس آیت کو پڑھیں **بل الانسان علی نفسه بصیرة ولوالقی معاذیره** کہ یہ لوگ میری تعریفیں کررہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پردہ اتاردیں تو یہ سب مجھے گالیاں دیں۔

نظر کی پاکیزگی:

مولانا مرحوم نے فرمایا سکول میں ایک ماسٹر تھا جو کہتا تھا کہ میں عورت کو چلتا ہوا دیکھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ہے، وہ ایک دن بیٹھا تھا اس کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ وہاں سے گذرنے والی عورتوں کے بارے میں بتارہا ہے کہ یہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، میں بھی تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ گیا، رات کو خواب میں حضرت لاہوریؒ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کھرپا تلاش کرکے لے آؤ، میں تلاش کرتا رہا مجھے نہ ملا، پھر اچانک کھرپا سامنے آگیا، میں نے خوشی سے اٹھا کر حضرت کو دیا، حضرت نے کھرپا لیا اور مجھے گندگی کے ڈھیر پر لے گئے، اس گندگی سے کھرپا بھر کر میری طرف کیا اور کہا اس کو کھا، میں نے کہا حضرت یہ تو گندگی ہے، حضرت نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا جو پہلے گندگی کھا تا رہا ہے وہ یاد نہیں؟ یہ ڈانٹ دل میں ایسی نقش ہوگئی کہ اس کے بعد سے آج تک کسی غیر محرم کی طرف میری نگاہ نہیں اُٹھی۔

دو نعمتیں:

مولانا مرحوم نے فرمایا حضرت اقدس حضرت لاہوریؒ کی توجہ سے یہ یقین کامل ہوگیا کہ اعتماد علی السلف اور فکر آخرت یہی دو نعمتیں ہیں جن سے اس زمانہ میں دین محفوظ رہ سکتا ہے، ان دو میں سے کسی ایک میں بھی تھوڑی سی لغزش ہوگئی تو پھر ایمان کا سنبھلنا مشکل ہے۔

اخلاص وللّٰہیت:

اعلیٰ نصب العین اور کسی خاص مشن پر وہی کام کرسکتا ہے جو علم وعمل کے اعتبار سے اونچا مقام رکھتا ہو اور اخلاق وکردار کے لحاظ سے ایک منفرد شخصیت کا حامل ہو، مولانا مرحوم نے تحفظ حدیث وفقہ اور تمام اہل باطل کی سرکوبی کو صرف مقصد ہی نہیں بلکہ مشن بنایا ہوا تھا اور اپنے اس مشن میں فنا تھے، اخلاص وللّٰہیت اس قدر کہ جس آدمی

کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ اس عنوان پر کام کررہا ہے خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم، حضرت کو اس کے ساتھ ایک روحانی اور قلبی تعلق پیدا ہو جاتا، ہر آنے والے سے اس کا حال دریافت کرتے، اس کے لئے دعائیں کرتے، اس کے کام کی پس پشت تعریف کرتے اس کی کارگزاری دوسروں کو سناتے، اگر ادھر سے کبھی گزر ہوتا تو از خود جا کر اس سے ملاقات کرتے، اس کی حوصلہ افزائی و رہنمائی کرتے، اگر اس علاقے کا کوئی آدمی تاریخ لینے والا آیا تو اس کو اپنے اس کارکن کی طرف متوجہ کرتے، اس کی کارگزاریاں سنا کر اس کے دل میں اس کی اہمیت بٹھاتے اور اس کے ساتھ تعاون پر ابھارتے اور صاف فرمادیتے کہ فلاں صاحب وہاں کام کررہا ہے ہیں آپ لوگوں کے لئے وہی کافی ہیں میرے آنے کی ضرورت نہیں۔ بہرکیف اپنے مشن کے حوالہ سے اپنی، اپنے احباب اور اپنے شاگردوں کی کار گزاریاں سنا کر ان کا تعارف کرانا، تعارف کے علاوہ اپنے مشن کے لئے سامعین کو تیار کرنا، حضرت والا کئی گھنٹے بڑی خوش مزاجی کے ساتھ مختلف احباب کی کارگزاری سنانے، کام کے گر سمجھانے اور اپنے تجربات بتانے میں گزار دیتے، ایسا وہی کرسکتا ہے، جس میں اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہو ورنہ کون اپنا بنایا اور فتح شدہ میدان دوسروں کے حوالے کرتا ہے لیکن مولانا اوکاڑویؒ کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر علاقے میں مختلف حضرات ردغیر مقلدیت کا کام سنبھال لیں حتی کہ وہاں میرے جانے کی ضرورت نہ رہے اور ایک جگہ جم کر تصنیف وتالیف کا کام کروں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ کاغذوں میں منتقل کردوں تا کہ وہ صدقہ جاریہ بن جائے اور بعد والے حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں، اس کا حضرت نے کئی دفعہ اظہار فرمایا، ہمیشہ ہر لکھنے والا کوشش کرتا ہے کہ اگر وہ ایک ورق بھی لکھے تو اس کے نام سے چھپے اور اگر کبھی بغیر نام کے یا کسی اور نام سے چھپ گیا تو وہ خود بتاتا پھرے گا کہ یہ میری تحریر ہے، اپنے نام سے اس کا تعارف خود کرائے گا خاص طور پر جبکہ اس تحریر کو قبول عام حاصل ہو جائے۔ مولانا مرحوم کا معاملہ ہی کچھ اور تھا ان کی کتنی ہی تحریریں ہیں جو بغیر نام کے چھپی ہیں یا بعض دوسرے حضرات کے نام پر چھپی ہیں اور وہ قبولیت عامہ حاصل کرچکی ہیں مگر حضرت نے کبھی بھی کسی مجلس میں اس کا اظہار نہیں فرمایا اور اگر حضرت کے سامنے تذکرہ ہو گیا اس رسالے کا جو آپ کے قلم سے نکلا ہوا ہے مگر کسی دوسرے نام سے چھاپا گیا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ لکھانے والے نے اپنے نام سے چھاپ دیا ہے تو حضرت اس کی تعریف کرکے خاموش ہو جاتے یا دعا فرمادیتے اللہ اور زیادہ کرے زور قلم، یہ جملہ زبان پر نہ لاتے کہ یہ میری تحریر ہے۔ ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جس میں نہایت اعلیٰ درجے کا اخلاص وللہیت ہو۔ اپنی خوبی کو چھپانا اور دوسرے کی خوبی کو ظاہر کرنا، خود احسان کرکے اپنے احسان کو بھول جانا اور دوسرے کی معمولی ہمدردی کا تذکرہ کرنا حضرت کا مزاج اور حضرت کی عادت تھی، میں پہلے لکھ چکا ہوں حضرت والا نے مجھے کچھ کتابیں عنایت فرمائیں اور اکثر آپ کام کرنے والے احباب کو کتابیں دیتے رہتے تھے لیکن کبھی آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا البتہ بعض لوگ اپنی تالیفات جو آپ کے پاس بھیجتے یا کوئی آپ کے

مطلب کی کتاب آپ کو پیش کرتے تو آپ اس کا تذکرہ خوب کرتے، آپ نے ایک دو نہیں سینکڑوں حوالے دوسروں کو بتائے اور دکھائے اور ان حضرات نے اس پر خوب داد حاصل کی مگر مجال ہے کہ یہ دریادل، عظیم انسان، اس کا اظہار کرے لیکن کسی دوسرے نے کوئی اچھی بات کردی تو حضرت اس کا نام لے کر اس کے حوالے سے وہ بات کرتے۔ خطیب وادیب، خطیب لاثانی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ندیم نے باغوالی مسجد میں اپنے خطاب میں فرمایا بڑے رافضی (شیعہ) صحابہ کرامؓ کے ایمان کے منکر ہیں اور چھوٹے رافضی (غیر مقلدین) صحابہ کرامؓ کے اعمال کے منکر ہیں، میں نے اس کا حضرت والا کے سامنے تذکرہ کیا، بعد میں حضرت نے اپنی کئی تقریروں میں اس کا تذکرہ فرمایا اور مولانا عبدالکریم ندیم صاحب کا نام لے کر ان کے حوالہ سے۔ ایک دفعہ مین نے حضرت کے سامنے تفسیر قرطبی کے ایک حوالے کا ذکر کیا کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں **وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه** کے تحت لکھا ہے امت محمدیہ میں جو تہتر واں فرقہ پیدا ہوگا جو یہود و نصاری میں بھی پیدا نہیں ہوا اس کی علامت یہ ہے کہ **هم یعادون العلماء ویبغضون الفقهاء** (وہ علماء سے عداوت اور فقہاء سے بغض رکھیں گے) حضرت نے اپنی مختلف تقریروں میں اس بات کو بیان فرمایا اور میرا نام لے کر اور وہ بھی میری عدم موجودگی میں، اس میں جہاں اپنے اصاغر کی حوصلہ افزائی ہے وہاں اس عظیم مخلص انسان کی عظمت واخلاص کی دلیل بھی ہے: بے شک مولانا اوکاڑویؒ اپنے عمل و کردار کے اعتبار سے ایک عظیم اور مخلص شخصیت تھے۔

پُر وقار سادگی:

حضرت مولانا اوکاڑویؒ اتنے سادہ مزاج، اور کشادہ طبعیت واقع ہوئے تھے کہ تکلفات سے اور نام ونمود کی ظاہری شان وشوکت سے کوسوں دور۔ حضرت نے کسی بڑے سے بڑے پروگرام پر جانا ہوتا یا کسی بڑے اجلاس میں تب بھی دھلے کپڑے بغیر استری کے پہن کر چل پڑتے، جوتی بھی کسی دوسرے نے پالش کردی تو ٹھیک ورنہ جس حالت میں ہے ٹھیک ہے، اور اگر طویل سفر ہوتا تو کپڑے کے تھیلے میں ایک دو جوڑے کپڑے کے ساتھ لے لیتے۔ نہ خادم کی ضرورت نہ تھیلا اٹھانے والے کی ضرورت: حضرت کو پیشاب کی تکلیف کا عارضہ تھا، اگر پیشاب میں دیر ہوجاتی تو بعض مرتبہ گردوں کی تکلیف شروع ہوجاتی، بلڈ پریشر، گھٹنوں میں درد، اور دائمی نزلہ، زکام بھی تھا اس کے باجود آپ ہمیشہ ویگنوں اور بسوں میں سفر کرتے، آپ داعی حضرات کے سامنے نہ اپنی اس تکلیف کا اظہار کرتے نہ کار موٹر کی شرط لگاتے، بلکہ کئی دفعہ فرمایا ہمیں دعوت دینے والے غریب لوگ ہوتے ہیں، ان پر کار کا بوجھ ڈالنا طبیعت گوارا نہیں کرتی، آپ نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ اشتہار میں میرا نام کس انداز سے اور کن القاب سے لکھا گیا ہے نہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ لوگ میرا استقبال کرنے کے لئے آئیں اور مجھے جلوس کی شکل میں شایان

شان طریقہ سے لے جائیں۔ نہ کوئی خاص رہائش کا مطالبہ ہوتا نہ کسی خاص کھانے کا، جیسا بھی کھانا مل گیا حسبِ منشا وہی کھالیا، رہائش کا کمرہ دیکھو تو بستر بڑا سادہ، برتن بقدر ضرورت، نمائش نام کی کوئی چیز نہیں، بس کمرہ میں آپ ہیں ،کتابیں ہیں اور کاغذ، قلم ہے اور آپ ہمہ وقت مطالعہ میں اور لکھنے میں مصروف۔ آپ نمائشی چیزوں سے خوش ہونے کے بجائے کتابوں سے خوش رہتے، ان کو مطالعہ اور لکھنے پڑھنے سے فرصت ہی کہاں تھی جو آپ اپنی آرائش وزیبائش کی طرف توجہ دیتے بلکہ آپ اپنے طلبہ کے لئے بھی نمود ونمائش کے تکلفات کو ناپسند کرتے، اگر کوئی ایسا کرتا تو آپ دبے لفظوں میں اور مزاح کے انداز میں اس کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کردیتے، جب تک مولانا اوکاڑوی کو نہ دیکھا تھا میرے دل، دماغ پر بچپن سے مولانا محمد علی جالندھریؒ پروقار و پر عظمت سادگی کے اعتبار سے چھائے ہوئے تھے، لیکن جب میں نے مولانا اوکاڑویؒ کو دیکھا تو مولانا جالندھریؒ کا عکس نظر آئے، مولانا جالندھریؒ کی طرح آپ میں سادگی ہے مگر پُر وقار، خوش مزاجی ہے لیکن با مقصد، بے تکلفی ہے لیکن سنجیدہ، علمی اور گہری بات ہے مگر انداز بیان عام فہم اور سادہ۔

زہد وتقویٰ:

(۱) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا (جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ کے حوالہ سے پھیلنے والی گمراہی کے بارے میں بڑے حساس، متفکر اور متحرک ہیں، وہ اس عنوان پر وقتاً فوقتاً کہروڑ پکا میں پروگرام کراتے رہتے ہیں) فرماتے ہیں ہمیں حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ کے پروگرام کرانے کے لئے کرایہ، کھانا وغیرہ کے بارہ میں فکر وتردد نہیں ہوا کیونکہ حضرت کی عادت تھی کہ کام کرنے والوں کے قدردان تھے، خدمت میں یا کرایہ میں کمی رہ جاتی تو محسوس نہ کرتے اور نہ کوئی ناگواری ظاہر فرماتے، اور خدمت کی کمی پر شکوہ وگلہ کی بجائے ہر جگہ کام اور کام کرنے والوں کی تعریف فرماتے۔

(۲) حضرت مولانا مرحوم نے احقر کے سامنے بیان فرمایا کہ پہلی مرتبہ جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن جانے کا ذریعہ دو طالب علم بنے، ان بے چاروں کو غیر مقلدین سے واسطہ پڑا اور بہت بُری طرح وہ کراچی میں پروگرام کرانا چاہتے تھے، انہوں نے مجھے خط لکھا کہ ہم پروگرام کرانا چاہتے ہیں، لیکن ہم طالب علم ہیں، اس لئے کرایہ نہ دے سکیں گے، حضرت فرماتے ہیں کہ میرا سندھ میں پروگرام تھا وہاں سے فارغ ہو کر میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن پہنچ گیا، ان طالب علموں کا نام پوچھ کر ان سے ملا انہوں نے نہ پہچانا کہ پہلی ملاقات تھی، جب میں نے ان کو بتایا کہ میرا نام امین ہے تو پھر بھی نہ جان سکے، جب میں نے خط کا تذکرہ کیا تو وہ مجھ سے چمٹ گئے، بڑی محبت سے ملے، بہت خوش ہوئے، پروگرام ہوا، سوال وجواب کی نشست ہوئی، ان دو طالب علموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ

نے کراچی میں کام کرنے کا راستہ کھول دیا، پھر کراچی میں میرے کئی پروگرام ہوئے اور خوب کام ہوا، بالآخر جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی خدمت سپرد ہوئی۔

(۳) حضرت کے آخری سال کے تخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس کے شاگرد مولوی محمد یوسف الحسینی بہاولپوری فاضل باب العلوم بتاتے ہیں کہ حضرت کے کمرہ کے متصل درسگاہ میں مطالعہ کر رہا تھا، حضرت تشریف لائے اور دروازے میں کھڑے ہو کر بڑے پر درد لہجہ میں فرمایا یوسف میں نے تو آپ پر کبھی ظلم نہیں کیا آپ میرے اوپر کیوں ظلم کر رہے ہیں؟ دوبارہ بھی یہی فرمایا میں بہت پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا، یا اللہ مجھ سے کون سی کوتاہی ہوئی جس کو حضرت ظلم سے تعبیر فرما رہے ہیں؟ کہ حضرت نے معافرمایا میں نے آپ سے کہا تھا مجھ سے کتابوں کے پیسے لے لینا آپ نے ابھی تک نہیں لیئے، سالانہ چھٹیاں ہونے والی ہیں، وہ میرے ذمہ رہ جائیں گے، چنانچہ آپ نے وہ پیسے میرے سپرد کر دیئے اور فرمایا جب باب العلوم کہروڑ پکا جلسہ پر آئیں گے تو یہ ادا کر دینا، دراصل حضرت والا ماہ ربیع الاول میں جب چکوال حضرت قاضی صاحب کے ہاں تشریف لے گئے، تو احقر کے تالیف کردہ دو رسالے معذرت نامہ اور اعتراف جرم پانچ پانچ عدد لے گئے، اور آپ نے یہ رسالہ مولوی یوسف صاحب کے ذریعے منگوائے تھے، ان کے پیسوں کی ادائیگی کا حضرت کو فکر تھا، چنانچہ چند دن بعد باب العلوم کے جلسہ ختم بخاری پر تشریف لائے میں نے کچھ دیر کے لئے حضرت کو اپنے مطالعہ والے کمرہ میں بٹھایا۔ حضرت نے بیٹھتے ہی مجھ سے پوچھا کتابوں کے کتنے پیسے ہیں میں نے کہا حضرت کونسی کتابیں فرمایا میں نے معذرت نامہ اور اعتراف جرم کے پانچ پانچ نسخے منگوائے تھے ان کے پیسے رہتے ہیں، وہ وصول کر لیں تاکہ بوجھ ہلکا ہو جائے، میں نے عرض کیا حضرت یہ سب کچھ آپ کا ہی ہے، اگر آپ چاہیں تو بے شک اور بھی لے جائیں، میرے اس جواب پر حضرت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

(۴) مولانا محمد یوسف حسینی صاحب فرماتے ہیں، میں جامعہ کے مطبخ سے حضرت کا کھانا لایا کرتا تھا، ایک دن حضرت نے فرمایا یوسف سالن اتنا ہی لایا کر جس میں بس ایک ہی روٹی بھیگ جائے، اگر اس سے زیادہ لائے تو اس کے جوابدہ آپ ہوں گے میں نہیں۔

(۵) مولانا محمد یوسف بہاولپوری نے بتایا ہمارے تخصص کے ایک ساتھی تھے مولوی محمد یوسف ربانی اس سے حضرت نے لکھنے کے لئے کاغذ لئے، دوسرے وقت حضرت درسگاہ میں آئے تو مولوی محمد یوسف ربانی سے پوچھا ربانی صاحب کاغذوں کے کتنے پیسے ہیں اس نے بتانے سے گریز کیا آپ نے اصرار کیا پھر بھی اس نے لیت ولعل سے کام لیا، تب آپ نے خود ہی اندازہ کر کے اس کو ان کاغذوں کے پیسے ادا کر دیئے وہ کاغذ تھے کتنے آپ سوچتے ہونگے کئی دستے ہونگے نہیں، وہ صرف پانچ چھ کاغذ تھے: لیکن آپ نے اس کے بھی پیسے ادا کر دیئے:

(۶) مناظر اسلام مولانا مظہر جھنگوی فاضل تخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس نے بتایا کہ حضرت نے ہمیں نصیحت کی کہ طالب علموں سے چیزیں مت لینا کہ بعض دفعہ استاذ طالب علم سے ایک چیز لے لیتا ہے وہ بھی شاگرد ہونے کیوجہ سے دیدتا ہے ایک تو وہ شاگرد کے زیر احسان آ گیا، جبکہ استاذ کا لین دین کے اعتبار سے طلبہ کے زیر احسان آ جانا اچھی بات نہیں، دوسرا کچھ طلبہ استاذ کو تحفہ وہدیہ نہیں دے سکتے اب اگر استاذ سب کی طرف برابر توجہ رکھے گا تو ہوسکتا ہے ہدیہ دینے والے اس کو برا محسوس کریں اور توجہ میں فرق کریگا تو یہ استاذ کی دیانت داری کے خلاف ہے۔ پھر بعض دفعہ طلبہ سے ہدیہ کا لینا ہی کسی فتنہ وآزمائش کا سبب بن جاتا ہے، مولانا مظہر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کے اس اصول کی پابندی کی تو ایک موقع پر میں بہت بڑے فتنے سے بچ گیا ورنہ اگر میں حضرت کی نصیحت کے برعکس وہ ہدیہ لے لیتا تو میرے لئے وہ بڑی آزمائش کا سبب بنتا۔

(۷) مناظر اسلام مولانا محمد اصغر راوی ہیں کہ ایک مولوی صاحب نے لیہ کے علاقہ میں حضرت سے تاریخ لی اور حضرت کے انکار کے باوجود انہوں نے پیشگی کرایہ دیدیا۔ آپ کراچی سے اس پروگرام کے لئے تشریف لائے، لیکن لیہ میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی گرفتاری کی وجہ سے حالات بہت کشیدہ تھے پولیس نے ہر طرف ناکہ بندی کی ہوئی تھی اس لئے اس پروگرام پر نہ پہنچ سکے، کچھ عرصے کے بعد وہی مولوی صاحب دوبارہ تاریخ لینے آئے تو انہوں نے دوبارہ کرایہ دینے کی کوشش کی، حضرت نے فرمایا مولوی صاحب وہ پہلے والا کرایہ ابھی میرے ذمہ ہے انہوں نے کہا حضرت آپ تو کراچی سے سفر کر کے آئے تھے اگر پروگرام علاقائی حالات کی وجہ سے نہ ہوسکا تو اس میں آپ کا کیا قصور اس لئے وہ کرایہ اس سفر کا ہوگیا اب جو سفر کریں گے اس کا کرایہ لے لیں، فرمایا آپ نے پروگرام کے لئے کرایہ دیا تھا جب پروگرام ہوا ہی نہیں تھا تو وہ کرایہ اس مصرف پر خرچ نہیں ہوا جس کے لئے دیا تھا لہٰذا وہی پہلے والا کرایہ کافی ہے۔ آپ مطمئن رہیں میں آپ کے پروگرام پر پہنچوں گا اور دوبارہ کرایہ بھی نہیں لونگا، چنانچہ آپ ان کے پروگرام پر پہنچے اور ان کے اصرار کے باوجود کرایہ نہ لیا۔

(۸) جب میں وہاڑی باغ والی مسجد میں خطابت کرتا تھا اس وقت شہری اور علاقائی ضرورت کے تحت میں نے حضرت سے باغوالی مسجد کے لئے وقت لیا، ہم نے شہر اور علاقہ بھر کے علماء کے لئے تربیتی پروگرام رکھا تھا، حضرت تشریف لائے آپ نے صبح مسلسل چار گھنٹے اور ظہر کی نماز کے بعد دو گھنٹے بیان فرمایا، میں بے وسائل ہونے کی وجہ سے کوئی خاص حضرت کی نہ خدمت کر سکا اور نہ اتنی راحت پہنچا سکا اور جب آپ روانہ ہوئے تو کرایہ بھی پورا سورا، اس کے باوجود حضرت بہت خوش تھے کیونکہ ہمارے احباب نے خوب محنت کی تھی اور پروگرام بہت کامیاب ہوا اور از حد مفید ثابت ہوا، دراصل مولانا محمد امین صفدرؒ عبدالدرہم والدینار نہ تھے بلکہ بہت بڑے زاہد، تارک الدنیا، بامقصد زندگی گزارنے اور ایک مشن ونصب العین کو لے کر چلنے والے عظیم انسان تھے اپنے اسی مشن پر پوری زندگی لگادی۔

(۹) خیر المدارس حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری ہوتی تو آپ اپنی کارگزاری سناتے اور ہماری سنتے، میں نے اپنے ایک پروگرام کا حال حضرت کو سنایا، کہ میں ایک پروگرام پر گیا مولانا اصغر صاحب اور ہمارے داعی بھی ہمراہ تھے جب بس میں سوار ہوئے تو میں نے تینوں کا ٹکٹ لیا، پروگرام سے فارغ ہو کر جب واپس آئے تو داعی صاحب بھی الوداع کرنے کے لئے ہمارے ساتھ آئے جب بس پر سوار ہوئے تو وہ بھی سوار ہو گئے اب بھی تینوں ٹکٹ میں نے لئے نہ کرایہ کا تذکرہ انہوں نے کیا نہ ہم نے۔ اس پر حضرت نے ایک اپنا واقعہ سنایا فرمایا میرا کیمل پور کے قریب پروگرام تھا میں اوکاڑہ سے چلا اور راولپنڈی سے ہوتا ہوا پروگرام والی جگہ پہنچا، جب تقریر کر کے کھانا کھا کر چلنے لگا تو انہوں نے مجھے کرایہ دیا میں نے بغیر دیکھے جیب میں ڈال لیا جب بس میں سوار ہوا اور ٹکٹ کے لئے پیسے نکالے تو بمشکل راولپنڈی تک کا کرایہ تھا، میں راولپنڈی پہنچا تو اتر کر ایک صاحب سے کچھ قرض لیا پھر واپس اوکاڑہ پہنچا، پھر فرمایا میری اب تک عادت یہ ہے کہ اگر کوئی کرایہ دیدے تو بغیر دیکھے جیب میں ڈال لیتا ہوں اور اگر کوئی نہ دے تو مانگتا نہیں۔

صبر ورضا اور ہمت واستقامت:

مولانا اوکاڑوی گونا گوں تکلیفوں اور بیماریوں کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کا طویل سفر کر کے پروگراموں پر پہنچتے اور دو، دو۔ تین، تین گھنٹے پوری دل سوزی کے ساتھ بیان فرماتے، اور بیان سے پہلے یا بعد مختلف مسائل سمجھنے والے علماء وعوام آجاتے اور حضرت کئی کئی گھنٹے ان کے سوالات کے جوابات دینے میں مصروف رہتے حتی کہ اہل مجلس اور منتظمین کو ترس آنے لگتا اور خود ہی درخواست کرتے کہ حضرت آپ آرام کرلیں۔

خیر المدارس میں رہتے ہوئے، حضرت کا اکثر وبیشتر معمول یہ رہا کہ آپ جمعرات کے روز گیارہ بجے سفر شروع کرتے اور اپنے پروگراموں سے فارغ ہو کر ہفتہ کے روز واپس آکر سبق پڑھاتے، حتی کہ آپ بعض دفعہ دور دراز کے کسی علاقہ میں جمعہ پڑھاتے پھر رات بھر سفر کر کے صبح کو آتے ہیں درسگاہ میں بیٹھ جاتے، مجال ہے کہ پروگراموں اور سفر کی تھکاوٹ تدریس میں یا آپ کے معمول کے کاموں میں رکاوٹ بن جائے۔

زندگی میں حضرت پر سب سے بڑی آزمائش اور انتہائی ذہنی اذیت کا باعث آپ کے بیٹے عثمان کی گرفتاری تھی، نواز اور شہباز کے ظالمانہ دور حکومت میں کسی بھی اپنے دشمن سے انتقام لینے کا بڑا سہل اور آسان طریقہ یہ تھا کہ اس پر لشکر جھنگوی کے ساتھ تعلق کا الزام لگا دیا جاتا، پس پھر آن کی آن میں درجنوں کے حساب سے سفاک پولیس کے خونخوار درندے بھوکے بھیڑیے کی طرح حملہ آور ہو جاتے اور جو کچھ ان سے بن پڑتا وہ کرتے، کچھ اپنوں اور غیروں کی ملی بھگت سے عثمان کو بھی بڑے ڈرامائی انداز سے اسی الزام میں گرفتار کر کے لاپتہ جگہ میں

منتقل کر دیا گیا، اور بے پناہ تشدد کے بعد قتل میں ملوث ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر ساہیوال جیل میں ڈال دیا گیا، جس کا حضرت کو کئی دنوں کے بعد پتہ چلا، وہ بھی اس طرح کہ جیل کے عملہ میں حضرت کا ایک شاگرد تھا اس نے جیل میں عثمان کو پھٹے کپڑوں میں نڈھال وبدحال دیکھا تو علیک سلیک ہوئی، اس شاگرد نے حضرت کو اطلاع دی اور عثمان کا رقعہ بھی پہنچایا، میں اس سلسلہ میں حضرت کی خدمت میں ملتان حاضر ہوا حضرت نے بڑے درد بھرے انداز میں یہ واقعہ سنایا، اور جب جیل میں عثمان کے پھٹے کپڑوں کا تذکرہ آیا تو پدری شفقت غالب آئی بے اختیار آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، حضرت نے فوراً اپنی عادت کے مطابق آنسو بہاتے ہوئے مسکرائے اور اپنی اس مسکراہٹ میں اپنے غم کو چھپایا اور صبر ورضا کا مظاہرہ کیا، اور فرمایا مجھے خطرہ تھا کہ بچہ کہیں تشدد کی وجہ سے ڈگمگا کر علماء سے متنفر نہ ہو جائے لیکن اس کا رقعہ دیکھ کر دل کو بڑا اطمنان ہوا کہ الحمدللہ عثمان کا ایمان مضبوط ہے، عثمان نے رقعہ میں لکھا تھا ابا جی! اللہ پاک تو بڑے مہربان اور رحیم وکریم ہیں، میری اپنی کوتاہیاں ہونگی جن کی وجہ سے یہ آزمائش آئی ہے آپ گھبرائیں نہیں انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے، اور میں بہت جلد باہر آ کر آپ سے ملاقات کرونگا، اس لئے کہ میں گنہگار تو ضرور ہوں لیکن جس الزام میں مجھے گرفتار کیا گیا ہے اس میں بالکل بے قصور ہوں، آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں، اور مجھ سے آپ کے حق میں یا والدہ کے حق میں کوئی بے ادبی ہو تو مجھے معاف فرما دیں جب یہ جملے حضرت نے فرمائے تو ایک دفعہ پھر آبدیدہ ہو گئے، عثمان صاحب پہلے ساہیوال جیل میں پھر کوٹ لکھپت جیل تقریباً ایک سال رہے، ایک دفعہ کوٹ لکھپت جیل میں ملاقات کر کے آئے تو فرمانے لگے، اس دفعہ عثمان نے عجیب بات کہی کہ ابا جی آپ میرے پاؤں کی بیڑیاں بھی نہ اترا سکے! ساہیوال جیل کے دوران عثمان صاحب اور کچھ سپاہ صحابہ کے نوجوانوں کو مانگا منڈی کی طرف جعلی پولیس مقابلے میں مارنے کے لئے بھی لے گئے، لیکن ابھی زندگی باقی تھی کہ ایک فوجی نے اسی وقت تھانہ میں رابطہ کیا اور عثمان کا حال پوچھا، اس کے بعد ایس، ایچ، او صاحب نے وائرلیس کے ذریعے عثمان کو واپس بلوالیا اور یوں زندگی بچ گئی۔ اس کیس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا، ان کٹھن حالات میں حضرت نے اپنے مشن کے کام میں ذرا برابر فرق نہیں آنے دیا، الخیر میں مضامین کا سلسلہ برابر چلتا رہا، غیر مقلدین کی کتابوں کے جوابات بھی لکھتے رہے، تصنیف کا کام بھی کرتے رہے، اسی عرصہ میں کئی مناظرے بھی کئے تدریس کا کام بھی جاری رہا، اور مطالعہ میں بھی فرق نہ آیا، جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہونے اور پریشان کن حالات میں گھرنے کے باجود ان تمام امور کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو صبر ورضا کے مقام پر فائز ہو اور صاحب استقامت اور صاحب عزیمت ہو اور جس کا رضائے مولیٰ پر پختہ ایمان اور یقین کامل ہو۔

ڈیرہ غازی خان میں پروگرام سے فارغ ہو کر رات بارہ بجے ملتان کے لئے سوار ہوئے، اتفاقاً سیٹ

فارغ نہ تھی بڑی مشکل سے حضرت کوٹاپے پر جگہ ملی اور میں نے کھڑے ہو کر سفر کیا، اس کے ایک ہفتہ بعد حضرت کہروڑپکا تشریف لائے تو فرمایا اس دن ٹاپے پر بیٹھ کر سفر کیا اس کی وجہ سے ابھی تک ٹانگوں میں درد ہے، اتنے تکلیف دہ سفر اور بے آرامی کے باوجود اگلے دن آپ نے پورے اسباق پڑھائے اور مطالعہ وتحریر کا کام بھی کیا، آپ اپنے آخری دورہ سرگودھا پہنچے اور مولانا محمد قاسم صاحب کے ہاں پڑھانا شروع کیا تو پڑھانے کے دوران ہی آپ کو دل کی تکلیف شروع ہوئی جو جان لیوا ثابت ہوئی، درمیان میں جب طبیعت سنبھلی تو طلبہ کو اپنی چارپائی کے پاس بلالیا اور لیٹے لیٹے پڑھانا شروع کیا اور فرمایا یہ میری باتیں یاد رکھنا تمہیں کام آئیں گی، آپ نے لیٹ کر آدھ گھنٹہ پڑھایا، جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور لیٹ کر پڑھانا بھی مشکل ہو گیا تو فرمایا مجھے سوار کردو میں خود ہی گھر پہنچ جاؤں گا لیکن مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی سواری کا انتظام کر کے حضرت کو اوکاڑہ پہنچایا۔

ایک مرتبہ حضرت خیر المدارس ملتان کے جلسہ پر تشریف لائے ظہر کے بعد بیان تھا، حضرت والا کو بخار ہے، شدید نزلہ، زکام ہے، گلہ بند ہے، لیکن اس حالت میں بھی آپ سٹیج پر تشریف لائے اور خطبہ کے بعد فرمایا آج میرا گلہ غیر مقلد بنا ہوا ہے دعا کریں یہ مقلد بن جائے، اس کے بعد آپ نے اس تکلیف کی حالت میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی۔

غالباً تین سال پہلے کی بات ہے میں خیر المدارس ملتان میں حضرت سے ملنے گیا، سردی کا موسم ہے، ناک میں غدود بڑھی ہوئی ہیں اور ان میں ایک میں ریشہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب حضرت بات کرتے تو تقریباً انچ، سوا انچ کے قریب نیچے لٹک آتا، جب یہ حالت ہو جاتی تو حضرت مسکراتے اور دل لگی کرتے کہ یہ غیر مقلد میرے پیچھے پڑا ہوا ہے جب میں بولتا ہوں تو یہ رکاوٹ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے جب یہ اندر سے رکاوٹ پیدا کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو نیچے لٹک کر رکاوٹ پیدا کرتا ہے میں پھر اس کو اوپر کھینچتا ہوں اور خوب زور لگا کر کھینچتا ہوں، یہ پھر آہستہ آہستہ نکلنا شروع کر دیتا ہے یہ اپنا کام کرتا رہتا ہے میں اپنا کام کرتا رہتا ہوں۔ غیر مقلد بھی ضدی ہوتے ہیں یہ بھی بڑا ضدی ہے میں جتنا اس کو اوپر کھینچتا ہوں یہ اتنا نیچے لٹکتا ہے۔ میں حیران تھا اور تعجب کر رہا تھا مولانا کی اولوالعزمی اور ہمت پر اور ایمانی پختگی پر کہ وہ اس حالت میں دو تین گھنٹے پڑھاتے ہیں اور اپنی اتنی بڑی تکلیف کو کتنی خوش مزاجی کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔

حضرت باب العلوم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے اور آپ کی کہروڑپکا یہ آخری آمد تھی، کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں، خوش طبعی میں فرماتے ہیں یہ میرا دانت بھی نخرے باز ہے، جب میں ٹھیک تھا میرا معدہ ٹھیک تھا سخت سے سخت چیز بھی ہضم کر لیتا اس وقت تو اس نے میرا ساتھ دیا میں چیز کو پیسنا چاہتا یہ پیس دیتا اور رگڑ دیتا، اب جب معدہ کمزور ہو گیا اور مجھے پیسنے، رگڑنے کی زیادہ ضرورت ہے یہ نخرے کرتا ہے کبھی آگے سر جھکا لیتا ہے کبھی اندر،

کبھی ادھر ہو جاتا ہے کبھی ادھر، پھر فرمانے لگے یہ بے چارہ بھی کیا کرے اتنے سال اس نے خدمت کی ہے اور میں نے بڑی بے رحمی کے ساتھ اس سے خدمت لی ہے اب بے چارہ تھک گیا ہے، حضرت ہنس، مسکرا بھی رہے ہیں اور دل لگی کی باتیں کر کے اپنے دانت کی تکلیف کو خوش مزاجی اور خوش طبعی میں گزار رہے ہیں۔

اسیری اور رہائی:

بروایت مولانا محمد اصغر صاحب مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا میں قومی اتحاد کی تحریک کے دوران گرفتار ہوا اور ساہیوال جیل میں رکھا گیا، میں نے وہاں درس شروع کر دیا، ایک ٹائم قرآن کا درس، دوسرے وقت حدیث کا، تیسرے وقت فقہ کا اور سوتے وقت تصوف کا، اس سے ہمارے جیل کے ساتھی بہت خوش رہتے۔ جیل کے سرکاری عملہ کی عادت تھی کہ وہ جیل کے ہمارے ساتھیوں کو پریشان کرتے تھے کہ آج فلاں کے گھر یہ حادثہ ہوا ہے، فلاں کو یہ خطرہ ہے تاکہ یہ لوگ پیسے خرچ کر کے ضمانت کرائیں میں ان کو تسلی دیتا وہ ضمانت نہ کراتے تھے، آخر عملہ جیل نے کوشش کی کہ پہلے اس کو رہا کر دیا جائے۔ جیل والوں نے میرے استاذ اور بھائیوں کو کہا کہ اگر مولوی چاہتا ہے تو ضمانت کرالے میں نے کہا استاد جی میں رات کو سوچ کر صبح بتاؤں گا، میں رات کو وظائف پڑھ کر سویا تو میں نے خواب دیکھا کہ میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوں اور قرآن مجید کا حاشیہ خالی ہے، اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے قرآن کریم کے حاشیہ پر لکھا ''بری'' میں نے یقین کر لیا کہ میں بری ہو جاؤں گا، صبح میں نے استاد صاحب کے سامنے انکار کر دیا تو دن کو میرا نام بری ہونے والوں کی فہرست میں آیا ہوا تھا، میں نے کہا میں پتہ کر کے آؤں میری کسی نے ضمانت تو نہیں کرائی؟ جب پتہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ کسی نے ضمانت نہیں کرائی جج نے خود ہی مجھے بری کر دیا ہے۔

سخاوت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو دنیا کے حرص و لالچ اور دنیا کے آزار سے تو آزاد کیا ہی تھا، اس کے ساتھ فراخ دلی، وسعت ظرفی، غناء قلبی اور جود و سخا کی خوبی بھی حضرت میں بخوبی موجود تھی، حضرت کے برادر خورد حضرت کے مسند نشین حضرت مولانا مفتی محمد انور صفدر اوکاڑوی امیر اتحاد اہلسنت والجماعت و رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس ملتان نے فرمایا بعض دفعہ عورتوں کی کشیدگی کی وجہ سے کوئی قریبی رشتہ دار حضرت کے گھر سے دوری اختیار کرتا تو حضرت خود ہی ان کے گھر چلے جاتے اور ان کے بچوں کو پانچ سو، چھ سو دیکر آتے......نیز یہ بھی بتایا کہ جب دار العلوم کبیر والہ میں میری تقرری ہوئی تو حضرت مولانا چند دنوں کے بعد تشریف لائے اور پیسے نکال کر دیئے، فرمایا جگہ بدلنے میں خرچہ ہوتا ہے یہ لے لو تاکہ کوئی پریشانی نہ ہو......مولانا نے ایک عجیب بات یہ بتائی

کہ میں کوئی نہ کوئی کتاب خرید کرتا رہتا حضرت مولانا کو جب پتہ چلا تو فرمایا میری جو اتنی کتابیں ہیں وہ کون پڑھے گا؟ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو میری کتابوں سے لے کر مطالعہ کر لیا کرو، اس کے باوجود میں اپنی کتابیں خرید کرتا رہتا جب حضرت کو پتہ چلا کہ یہ کتاب خرید کرنے سے باز نہیں آتا تو پھر حضرت نے یہ طریقہ بنالیا کہ جو کتاب اپنے لئے خرید کرتے اس کے ساتھ ایک میرے لئے بھی خرید کر لیتے۔ علماء کرام کتابوں کے معاملہ میں بہت بخیل ہوتے ہیں لیکن مولانا اوکاڑوی اس سلسلہ میں از حد سخی اور دریا دل واقع ہوئے تھے۔ میں ایک دفعہ حضرت کے پاس حاضر ہوا، آپ نے فرمایا میری عادت ہے کہ جب میرے پاس کسی کتاب کے دو نسخے آجاتے ہیں تو میں ایک نسخہ کسی اور کو دیدیتا ہوں یہ فرمایا اور جزء رفع یدین خالد گرجاکھی اٹھا کر کہا میرے پاس اس کتاب کے دو نسخے ہیں ایک آپ لے لیں: جب میں نے اس کو کھول کر دیکھا تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اس پر حضرت کے ہاتھ سے حوالہ جات اور نشانات لگے ہوئے تھے، اور بعض جگہ ضروری نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ ایسے ہی ایک مرتبہ ''الرسائل فی تحقیق المسائل'' کا ایک نسخہ عنایت فرمایا اور جب ملتان میں آپ کے تحریر کردہ مقدمہ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ مکتبہ امدادیہ سے چھپی تو مکتبہ سے آپ کو ایک نسخہ ملا تو آپ کے پاس دو نسخے ہو گئے اس لئے آپ نے اپنا ذاتی نسخہ مجھے عنایت فرمایا، جس پر حضرت کے بڑے وقیع نشانات لگے ہوئے ہیں، اسی طرح حضرت کے پاس مناقب امام اعظم للموفق وکردری کی دو جلدیں فوٹوسٹیٹ تھیں، جب یہ کتاب کوئٹہ میں چھپی تو آپ نے وہ مطبوعہ نسخہ خرید کیا اور فوٹوسٹیٹ کی دونوں جلدیں مجھے عنایت فرمائیں۔ جزء القراءۃ اور جزء رفع کا جب آپ نے ترجمہ اور فوائد لکھ لئے تو یہ دونوں رسالے آپ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو دیدیئے، مولانا ابراہیم خلیل آف ڈیرہ غازیخان نے بتایا کہ میں حضرت کے پاس آیا، تو حضرت والا نے مجھے مدار الحق اور انتصار الحق اور چند دیگر کتابیں عنایت فرمائیں، اسی طرح آپ نے رد غیر مقلدیت کے حوالہ سے کام کرنے والے مختلف احباب کو مختلف کتابیں فراہم کیں اور بلاقیمت۔ مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر جب چھپی تو آپ کے پاس ناشر کی جانب سے کچھ نسخے ویسے ہی بھیجے جاتے لیکن آپ وہ ساری کتابیں بلاقیمت کام کرنے والے احباب واصحاب میں تقسیم کر دیتے۔ اسی طرح اگر مناظرہ کے سلسلہ میں کسی مناظر ساتھی کو کتابوں کی ضرورت ہوتی آپ بڑی فیاضی کے ساتھ قیمتی کتابیں عاریۃً عنایت فرماتے...... مختلف ضرورت منداحباب کو ضروری حوالہ جات اور نشانات لگا کر دینے میں اور اپنی تحریرات کے فوٹواسٹیٹ دینے میں بڑی وسعت سے کام لیتے تھے.....

استغناء وتوکل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو غناء قلبی کی دولت سے اتنا وافر حصہ عطا کیا تھا کہ کبھی بھی حضرت والا نے غناء

ظاہری کی کمی کا نہ احساس کیا اور نہ احساس کر کے احساس کمتری میں مبتلاء ہوئے اور نہ ہی اہل ثروت کی دولت سے متاثر ہو کر ان کی بہتری کے قائل ہوتے، طلبہ ہوں یا عوام الناس، امراء ہوں یا غرباء حضرت کا معاملہ سب کے ساتھ یکساں تھا، حضرت کے پاس بعض دفعہ افسران اور دولت مند بھی آتے تھے لیکن حضرت مولانا ان کے ساتھ تفہیم مسائل کی حد تک معاملہ رکھتے، کبھی بھی آپ نے ان لوگوں کے سامنے بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنی کسی غرض کا اظہار گوارا نہ فرمایا حالانکہ اہل ثروت اور افسران طبقہ میں حضرت والا کے استنے قدردان اور چاہنے والے لوگ موجود تھے کہ اگر چاہتے تو ان سے بہت کچھ مفاد حاصل کر سکتے تھے مگر آپ کی غیرت مند طبعیت اور استغناء مزاجی نے اس کو گوارا نہ کیا، پیشکش کے باوجود آپ نے ان کے سامنے اپنی کسی کتاب کی ضرورت کا اظہار نہ فرمایا جب اللہ توفیق دیتے اپنی گرہ سے خود خرید کرتے، دراصل حضرت اوکاڑویؒ ایک بامقصد انسان تھے ان کی نظر میں بامقصد گدا، شاہ تھا اور بے مقصد شاہ، گدا سے ہیچ تر۔ آپ کو اپنے ایک قابل ترین مناظر شاگرد کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ پروگرام پر جاتے ہیں تو اپنی کتابوں کے لئے چندہ کرتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنی ذاتی ضروریات کا اظہار کرتے ہیں، کرایہ کے معاملہ میں جھگڑا کرتے ہیں، حضرت نے ان کو سمجھایا لیکن جب وہ اپنی عادت سے باز نہ آئے تو حضرت نے اسی طرح ان صاحب کو اپنے دل و دماغ سے محو کر دیا کہ پھر کبھی ان کا تذکرہ تک نہ کیا۔ اور توکل علی اللہ کی شان یہ تھی کہ آپ کو بارہا احباب نے متوجہ کیا کہ حضرت آپ کی تمام باطل قوتوں سے ٹکر ہے، آپ سب سے مناظرے کرتے رہتے ہیں اور وہ سب آپ سے وقتاً فوقتاً ہزیمت اٹھاتے رہتے ہیں، اس لئے ہر طبقہ میں آپ کے مخالفین موجود ہیں آپ اپنی حفاظت کیا کریں۔ آپ فرماتے پہلی بات تو یہ ہے کہ موت وحیات کا مالک اللہ ہے، اور موت کا ایک وقت مقرر ہے نہ موت اس سے پہلے آسکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ساتھ پہرے دار رکھ کر الٹا آدمی اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں یہ کوئی بڑی شخصیت ہے گویا وہ ان کی ہٹ لسٹ پہ آجاتا ہے، حضرت کا توکل ہی تھا کہ آپ دور دراز سفر اکیلے کرتے نہ کبھی یہ شرط لگائی کہ مجھے لے جائیں نہ یہ شرط کہ مجھے فلاں جگہ سے وصول کر لیں، ناواقف جگہ پر بھی آپ پوچھ کر خود پہنچ جاتے، اگر کوئی کہتا کہ حضرت ہم آ کر لے جائیں گے تو فرماتے آپ کیا تکلیف کریں گے میں خود ہی آجاؤں گا۔ مخالفین میں گھرا ہوا شخص اتنی جرأت کے ساتھ اور اس انداز کے ساتھ تب ہی کام کر سکتا ہے، کہ دل میں مضبوط ایمان و قلندرانہ جرأت ہو اور توکل علی اللہ کی قوت وطاقت سے مالا مال ہو۔

مبشرات:

کچھ تو مبشرات منامیہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ذیل میں کچھ مبشرات اور ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت کے خادم آپ کے بھتیجے محمود عالم صاحب فرماتے ہیں، میں حضرت کے لئے قرآن کریم روزانہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتا تھا، خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی، حضرت نے فرمایا آپ کا تحفہ مجھے پہنچ رہا ہے اور مزید ستر ہزار پہنچا ہے، میں نے حضرت کے گھر جاکر چچی جان سے پوچھا کہ آپ نے چچا جان کے لئے کچھ پڑھا ہے تو انہوں نے بتایا میں نے ستر ہزار کلمہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا ہے میں نے کہا وہ پہنچ گیا ہے پھر میں نے ان کو یہ خواب سنایا۔

(۲) حضرت اقدس کے بھتیجے اور خادم خاص محمود عالم صاحب حضرت کی وفات کے بعد جامعہ میں دل نہ لگنے کیوجہ سے کبیر والہ اپنے چچا حضرت اقدس مفتی محمد انور صاحب کے پاس چلے گئے اور دار العلوم میں داخلہ لے لیا تو حضرت مولانا نعیم احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس کو حضرت نے خواب میں فرمایا کہ محمود کو یہاں بلالو چنانچہ کچھ دن کے بعد ہی تکوینی طور پر مفتی محمد انور صاحب حضرتؒ کی جگہ خیر المدارس تشریف لے آئے تو محمود عالم بھی ساتھ آ گئے۔

(۳) حضرتؒ کی وفات کے بعد جامعہ خیر المدارس کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اس کوشش میں مصروف تھے کہ مفتی محمد انور صفدر اوکاڑوی زید مجدہم خیر المدارس تشریف لے آئیں لیکن مفتی صاحب اس کے لئے تیار نہ تھے تو حضرتؒ نے خواب میں مفتی صاحب کو فرمایا کہ خیر المدارس چلے جاؤ اس خواب کے بعد مفتی صاحب خیر المدارس کے لئے تیار ہو گئے۔

(۴) حضرت کے خاص شاگرد مولوی مظہر صاحب جھنگوی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایک مسئلہ میں پھنس گیا کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، رات کو خواب میں حضرتؒ کی زیارت ہوئی تو حضرت نے اس طرح سمجھایا کہ ابھی تک ذہن نشین ہے۔

(۵) حضرت کے شاگرد مولانا فخر الدین صاحب نے بتایا کہ جب میں جامعہ سے فارغ ہوا تو میرا ارادہ بنوری ٹاؤن جاکر حضرت سے تخصص کرنے کا تھا چنانچہ حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ جاتے ہوئے میرا خط لیتے جانا تاکہ داخلہ میں دشواری نہ ہو (ان دنوں حضرتؒ کے تخصص میں داخلہ کی شرائط نہایت سخت ہوتی تھیں) ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ جامعہ خیر المدارس کے گیٹ پر کھڑا ہوں اور ایک بوڑھے سے بزرگ جنہوں نے تہبند باندی ہوئی ہے اور لاٹھی ہاتھ میں ہے مجھے کہتا ہیں کہ فخر الدین چل ابو حنیفہ کے پاس جاکے پڑھ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل پڑا خیر المدارس میں بہت انسانوں کا ایک ہجوم تھا، ہم اس سے گزر کر جامعہ کے پلاٹ میں پہنچتے ہیں تو لوگوں کے جمگھٹے میں حضرت اوکاڑویؒ تشریف فرما ہوتے ہیں، میں حضرت سے سلام کرتا ہوں تو حضرت فرماتے ہیں فخر الدین تو بابا جی کی بات سمجھا نہیں، اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے میں بہت پریشان تھا کہ یا اللہ اس کی کیا

تعبیر ہے، جب صبح دس بجے میں مہتمم صاحب کا خط لینے کے لئے جامعہ میں پہنچا تو مہتمم صاحب کے دفتر میں حضرتؒ تشریف فرما تھے مہتمم صاحب نے فرمایا فخر الدین مبارک ہو مولانا خیر المدارس تشریف لے آئے ہیں، چنانچہ پھر میں نے ملتان میں ہی حضرت سے تخصص کیا (یہ واقعہ حضرتؒ نے اپنی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل اپنے بھتیجے محمود عالم صفدر کو بھی سنایا تھا) مولانا فخر الدین صاحب کے پاس حضرت اپنی وفات سے تقریباً آٹھ ماہ قبل تشریف لے گئے تو حضرتؒ نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا فخر الدین میرے سارے ساتھی جا چکے ہیں (مراد حضرت کے مدمقابل مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی اور غیر مقلد مناظر عبداللہ روپڑی وغیرہ تھے) فخر الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ حضرت اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرا وقت بھی قریب ہے۔ چنانچہ جب ملتان آیا تو محمود عالم کو کہا کہ حضرت کے علوم کو سمیٹو۔ چنانچہ حضرتؒ کی وفات کے بعد جب میں نے کہا محمود یہ بات میں نے تمہیں اس لئے کہی تھی تو اس نے کہا اگر آپ وجہ بھی بتا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو جاتا۔

چند ایمان پرور یادیں

سراپا اخلاص:

جامعہ فاروق اعظم رحیم یار خان میں جمعہ کے پروگرام کے سلسلہ میں جانا ہوا، تو حضرت مولانا عبدالغنی طارق اور حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب نے ایک عجیب واقعہ سنایا، فرماتے ہیں چند ماہ پیشتر کی بات ہے حضرت اوکاڑویؒ نے ہمارے مدرسہ میں جمعہ پڑھانا تھا حضرت والا رحیم یار خان تشریف لائے لیکن مدرسہ میں آنے کی بجائے اپنے بھائی اسلم صاحبؒ کے ہاں تشریف لے گئے اور ہمیں اطلاع دی کہ میں انشاء اللہ العزیز گیارہ بارہ بجے آپ کے ہاں پہنچ جاؤں گا، ہم نے عرض کیا کہ حضرت ہم آپ کو لے آئیں گے آپ از خود تکلیف نہ فرمانا، حضرت نے فرمایا نہیں! میں نے مدرسہ دیکھا ہوا ہے میں آ جاؤں گا، ہم نے اصرار کیا کہ حضرت آپ کی شخصیت اور آپ کے مقام کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کو گاڑی میں لے آئیں حضرت نے فرمایا اس تکلف کی ضرورت نہیں! ہم خاموش ہو گئے لیکن ارادہ پختہ کر لیا کہ حضرت کو خود ہی جا کر لے آئیں گے کچھ حالات کا تقاضا بھی یہی تھا، چنانچہ ہم پونے گیارہ بجے کے قریب حضرت کو لانے کے لئے گئے ابھی راستہ میں ہی تھے دیکھا کہ حضرت سائیکل پر خود تشریف لا رہے ہیں، چنانچہ آپ سائیکل پر مدرسہ پہنچے، ہم ندامت کی وجہ سے پانی پانی ہو رہے تھے لیکن حضرت اپنی خندہ پیشانی، خوش اخلاقی، پر مسرت مسکراہٹوں سے ہماری ندامت کو دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اور فرمایا بھائی میں کوئی آپ کا کام تھوڑا ہی کرنے آیا ہوں یہ میرا اپنا کام ہے سائیکل پر آ گیا تو کیا ہوا، حضرت کے اس اخلاص، سادگی اور اعلیٰ اخلاق و کردار کو دیکھ کر دل میں حضرت کی محبت و عظمت کے وہ نقوش قائم

ہوئے جو کبھی مٹ نہیں سکتے، اور ہم برملا کہہ سکتے ہیں۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم. اذا جمعتنا یا جریر المجامع۔

حرام سے اجتناب:

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات کے صفحہ ۲۶۹/ پر ایک واقعہ درج ہے، جناب نذیر حسین صاحب نے حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑہ والوں کے بارے میں یہ واقعہ بھی سنایا کہ ان کے دور مدرسی میں ایک دفعہ رمضان میں ان کے ساتھی مدرس حضرات نے تمام طلباء سے خصوصی فنڈ کی فرمائش کی تاکہ اپنے ذاتی اخراجات کا بندوبست ہو جائے لیکن مولانا محمد امین صاحب نے اس کام میں شرکت سے صاف انکار کر دیا تمام مدرسین نے بہت زور دیا طرح طرح سے انہیں مرعوب کرنا چاہا حتیٰ کہ ان کی بیوی کو بھی واقعات سنا کر اپنا حامی بنا کر زور ڈلوایا لیکن یہ نہ مانے، وقت گزر گیا لیکن شدہ شدہ یہ بات حضرت لاہوریؒ کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپؒ بہت متاثر ہوئے اور ایک خطیر رقم مولانا محمد امین صاحب کے پاس بھیجی کہ آپ حرام مال سے بچ گئے یہ حلال مال آپ کا ہے، یہ حلال مال اس حرام مال سے کہیں زیادہ تھا جو اساتذہ کو ملا تھا۔

مطالعہ، قلم، اور کاغذ:

حضرت مولانا اوکاڑویؒ کی عادت تھی کہ مطالعہ کے دوران قلم اپنے ہاتھ میں رکھتے اور زیر مطالعہ کتاب پر ضروری نوٹ لکھتے جاتے اور اہم باتوں پر نشان لگاتے جاتے اور شروع میں ان کی فہرست بنا دیتے۔ اور اگر مستعار کتاب ہوتی تو ایک کاپی یا کاغذ بھی ساتھ رکھ لیتے اس پر ضروری حوالہ جات اور بعض عبارات نوٹ کر لیتے۔ چنانچہ دو تین سال قبل کی بات ہے حضرت باب العلوم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے میں نے حضرت کو اپنے کمرہ میں ٹھہرایا۔ اور میرے پاس مفتی مہدی حسن صاحب کی ایک تالیف ''الاسعاف'' کا فوٹو تھا جو میں نے عزیز گرامی ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی آف فیصل آباد کی ذاتی لائبریری سے حاصل کیا تھا۔ یہ رسالہ حضرت کو دکھایا۔ حضرت نے رسالہ ہاتھ میں لیا اور فرمایا ایک کاغذ بھی دیدو، قلم جیب سے نکال کر ہاتھ میں لیا اور کاغذ ساتھ رکھا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس میں حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت لیٹے ہوئے تھے جب میں نے رسالہ دیا تو حضرت لیٹ کر مطالعہ کرنے کی بجائے اٹھ کر بیٹھ گئے اور کاغذ قلم لے کر مطالعہ میں مگن ہو گئے حضرت کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ خود کتاب کی طرف جھک کر مطالعہ کرتے اگر سیدھا بیٹھنے میں تھکاوٹ محسوس ہوئی تو ایک کہنی یا بعض دفعہ دونوں کہنیوں کی ٹیک لگا کر مطالعہ کرتے۔ لیٹ کر کتاب کو چہرے کی طرف جھکا کر مطالعہ کرنا کتاب کی اور علم کی بے ادبی سمجھتے اور اس سے منع فرماتے۔

تفرد اور زیادتی ثقہ:

غالباً فیصل آباد کی عدالت کا حضرت نے یہ واقعہ سنایا۔ عدالت میں قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ زیر سماعت تھا۔ حضرت والا نے اپنے دلائل میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مرفوع حدیث بطریق سلیمان تیمی صحیح مسلم کے حوالہ سے پیش کی جس میں ہے اذا قرأ فانصتوا (جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو) غیر مقلد عالم نے جواب دیا کہ اس میں سلیمان تیمی کا تفرد ہے جج صاحب نے تفرد کی وضاحت طلب کی تو غیر مقلد مولوی صاحب نے کہا یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے اس پر تیاری کی ضرورت ہے اس وقت میری تیاری نہیں، حضرت نے جج صاحب سے کہا جناب اگر اجازت ہو تو میں پانچ منٹ میں سمجھا سکتا ہوں، جج صاحب نے اجازت دیدی، حضرت والا نے فرمایا اصل میں اصول حدیث کے دو قاعدوں میں یہ خلط کر رہا ہے ایک ہے ''تفرد'' دوسرا ہے ''زیادتِ ثقہ'' اس کی مثال یوں ہے، کہ اگر دس آدمیوں میں سے نو آدمی کہیں کہ کل جج صاحب عدالت میں آئے تھے اور صرف ایک آدمی کہے کہ نہیں آئے تھے تو یہ تفرد ہے، اور اگر دس آدمی کہیں کہ کل جج صاحب عدالت میں آئے تھے ان میں سے نو آدمی جج صاحب کا لباس نہیں بتاتے لیکن ان میں سے ایک آدمی جج صاحب کی موجودگی بھی بتاتا ہے اور لباس بھی تو یہ زیادہ ثقہ ہے۔ محدثین کے ہاں تفرد قابل قبول نہیں لیکن زیادت ثقہ حجت اور مقبول ہے، اس حدیث میں زیادۃ ثقہ ہے جو قبول حجت ہے، لیکن یہ اس کو تفرد بنا کر اس حدیث کا انکار کرتا ہے، جج صاحب نے غیر مقلد مولوی سے کہا آپ تو کہتے تھے اس میں بہت تفصیل ہے اور مجھے تیاری کی ضرورت ہے انہوں نے تو پانچ منٹوں میں سمجھا دیا ہے اور مجھے تفرد اور زیادۃ ثقہ کی بات اچھی طرح سمجھ آ گئی ہے۔

علماء دیوبند اصلی سلفی ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمودؒ صاحب سے میں نے سنا فرما رہے تھے کہ میں نے بندوق کے شکار کی حلت وحرمت پر تحقیق کی تو بہت سارے حلت کے دلائل میرے سامنے آ گئے میں نے ان کو تحریری شکل میں جمع کر لیا لیکن ہمارے اکابر کی تحقیق یہ ہے کہ بندوق کا شکار حرام ہے اس لئے میں نے اپنے تحریر کردہ دلائل جلا ڈالے تاہم مسلسل غور وفکر کرتا رہا بعد میں حقیقت منکشف ہوئی تو پتہ چلا کہ میں جن کو دلائل سمجھتا رہا وہ اصل دھوکہ تھے جو مزید غور وفکر کے ساتھ دور ہو گئے۔ اس لئے اصل سلفی تو ہم ہیں کہ ہماری تحقیق کی بنیاد اسلاف سے بدگمانی وبداعتمادی اور ذہنی آوارگی نہیں بلکہ اسلاف کے ساتھ موافقت اور نظریاتی وابستگی اور اعتماد علی السلف ہے، اس لئے ہر دیوبندی اعتماد علی السلف کی وجہ سے سلفی ہے اور جو اس معنی میں سلفی نہیں وہ دیوبندی بھی نہیں۔ مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا جب میں نے غیر مقلدین اور مماتیوں کے خلاف عوامی سطح پر کام شروع کیا تو میں اپنی طرف سے کوشش کرتا کہ میں وہی

مسلک اختیار کروں جو حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور دیگر اکابرین دیوبند کا ہے اور اس کی ترجمانی وحفاظت کروں تاہم مزید قلبی اطمینان کے لئے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت فیوضہم اور حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان ہر دو حضرات کو اپنا دیدہ وفہمیدہ مسئلہ سناتا اور ہمیں یہ حضرات جو ہدایات دیتے یا اصلاح فرماتے اس کو بصدق دل قبول کرتا ان حضرات کی تصویب وتائید کے بعد اس کو عام فہم انداز سے عوام میں بیان کرتا اور جب تک ان دو بزرگوں کی مہر نہ لگ جاتی میں اس مسئلہ کو بیان نہ کرتا۔ میں نے ہر پیش آنے والے نئے اہم مسئلہ میں یہی طریقہ رکھا ہے اس لئے میں ان دو بزرگوں کی شہادت عادلہ کے بعد پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ الحمدللہ میں جو کچھ لکھتا ہوں اور جو کچھ بیان کرتا ہوں وہ علماء دیوبند کے مسلک حق کی ترجمانی ہوتی ہے۔

سو پرچیوں کا ایک جواب:

مجلس علماء واہل سنت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاری نذیر احمد شجاعبادی نے بتایا کہ میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں دورہ حدیث شریف کر رہا تھا، ہمیں پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ کا شہر میں فلاں مسجد میں بیان ہے (غالباً قاری صاحب نے سراجاں والی مسجد کا نام بھی لیا تھا) اور وہ غیر مقلدین کا خوب آپریشن کرتے ہیں اور ہر سوال کا فوراً جواب دیتے ہیں چنانچہ ہم نے حضرت کی تقریر سننے کا پروگرام بنالیا اور ہم میں سے دس طالب علموں نے دس پرچیاں تیار کیں ہر پرچی میں دس سوال کئے گئے تھے، مجموعی طور پر ۱۰۰/سوال بنتے ہیں اور ہر سوال دوسرے سوال سے مختلف۔ جب تقریر ختم ہونے کے قریب ہوئی تو ہم نے پرچیاں دینی شروع کردیں، حضرت نے بھی پرچیوں کے جواب دینے شروع کردیئے ہم حیران رہ گئے کہ حضرت نے ہر سوال کا بڑا مدلل اور معقول جواب دیا، اِدھر جواب مکمل ہوئے اُدھر صبح کی اذان شروع ہوئی۔ مگر مجال ہے کہ اتنے طویل بیان اور سوال وجواب کی نشست میں حضرت کی ظرافت، شگفتگی اور خوش گفتاری میں کوئی ذرا برابر فرق آجائے۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

چھوٹوں کی عزت افزائی:

بزرگ علماء کی دو قسمیں ہیں بعض وہ علماء ہیں کہ اگر ان کے سامنے ان کا کوئی شاگرد یا ان کا کوئی متعلق وزنی اور علمی بات کرے اور وہ بڑے عالم صاحب کسی موقع پر وہی بات بیان فرمائیں تو اپنے اس شاگرد یا متعلق کی طرف نسبت وحوالہ کو اپنی عظمت کے خلاف سمجھتے ہوئے ان کی طرف ادنی نسبت واشارہ سے گریز کریں گے جس کی اصل وجہ احساس کمتری ہے لیکن ان کے برعکس بعض عالی ظرف بڑے علماء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے اصاغر کی

عزت افزائی اور حوصلہ افزائی کے لئے ان کی ذکرکردہ کسی اہم بات کا جب تذکرہ کریں گے تو ان کے حوالہ سے کریں گے اور ایسے انداز سے کہ وہ بات استاذ وشاگرد دونوں کے لئے عزت وعظمت کا ذریعہ بن جاتی ہے، اسی طرح اصاغر کی بھی دوقسمیں ہیں بعض تو وہ ہیں کہ جب کوئی بات اکابر حضرات سے نقل کریں گے تو اکابر کی طرف نسبت کرنے کی بجائے وہ اس کو اپنی بات ظاہر کرکے اپنا کمال بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اس کو اپنی جھوٹی عزت کا ذریعہ بناتے ہیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ ان کی عزت اور علمی وقار بنے یا نہ بنے لیکن اس سے اس بات کا وزن ضرور کم ہوجاتا ہے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے اکابر کی بات ان کے حوالہ سے نقل کریں گے تاکہ بات میں زور اور وزن پیدا ہو اور بات مستند ہو، حضرت اوکاڑویؒ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب وہ اپنے اکابر کی بات نقل کرتے تو ان کے حوالہ سے نقل کرتے اس لئے حضرت کی بات کو ہر ایک مستند سمجھتا تھا حضرت کبھی یہ کوشش نہ کرتے کہ اکابرین کی بات کو اپنی بات ظاہر کریں وہ تصنع اور بناوٹ کے کھوٹے سکوں کے ذریعہ مایہ عزت کمانے کے روادار تھے نہ اس ڈھنگ کو جانتے اور مانتے تھے، اسی طرح اپنے شاگردوں اور متعلقین کی باتیں ان کی طرف نسبت کرکے بڑے مزے لے کر بیان کرتے اس سے حضرت کے شاگردوں اور متعلقین میں کام کا جذبہ اور بڑھ جاتا اور حوصلہ بلند ہوجاتا۔

نرم مزاجی:

حضرت پر کچھ جادو کے اثرات تھے جس کی وجہ سے آپ مختلف تکلیفوں میں مبتلا تھے ایک دفعہ تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے ایک وظیفہ پڑھا جس کا اثر یہ ہوا کہ تکلیف میں کمی ہوگئی لیکن جادو کرنے والے پر جادو کے اثرات منتقل ہوگئے اور وہ ان تکلیفوں میں مبتلا ہوگیا، چونکہ جادو کرنے والا حضرت کو معلوم تھا، اس کی پریشانی کا پتہ چلا تو حضرت نے وہ وظیفہ پڑھنا چھوڑ دیا۔

والد کی دعا کا اثر:

حضرت والا نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ میرے والد صاحب نے اپنے شیخ حضرت اقدس سید شمس الحق صاحبؒ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں محمد امین کو عالم بناؤں گا۔ والد صاحب چونکہ باغبانی کرتے تھے اس لئے جب کام پر جاتے تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے، میں بھی والد صاحب کا ہاتھ بٹاتا، چونکہ پیر صاحب کے پاس مجھے عالم بنانے کا وعدہ بھی تھا تو میں نے تہجد کے وقت سنا کہ والد صاحب رو رو کر دعا کر رہے ہیں اے اللہ! اس کو بغیر پڑھے علم عطا کردے، پھر بعد میں والد صاحب نے مجھے پڑھنے پر لگایا لیکن اب میں شوق سے نہیں پڑھتا تھا، اس عرصہ میں میں نے ایک دفعہ رات کے وقت والد صاحب کے کمرہ سے رونے کی آواز سنی اٹھ کر کمرہ کی طرف چلا گیا، دیکھا دروازہ بند ہے اور والد صاحب رو رو کر دعا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے اللہ! جے امین اوداں

نہیں پڑھدا تاں ایہ نوں لنگڑا کر دے جدوں کسے کام جوگا نہیں رہے گا تے آپے ای پڑھے گا، حضرت نے فرمایا جب میں نے دعا سنی تو میری چیخ نکل گئی، والد صاحب باہر آئے پوچھا کیا ہوا بیٹا! فرماتے ہیں میں والد صاحب کے ساتھ چمٹ گیا اور میں نے ان قبولیت کے لمحات میں وعدہ کیا کہ ابا جی اب میں پڑھوں گا رو بھی رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا ابا جی اب میں پڑھوں گا، اور والد صاحب مجھے چوم رہے تھے اور دعا کر رہے تھے اے اللہ امین نوں عالم باعمل بنا دے، امین نوں مجاہد عالم بنا دے، اے اللہ امین نوں اپنے دین لئی قبول کر لے، اے اللہ امین نوں اپنے دین دا امین بنا دے، حضرت فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے شوق سے پڑھنا شروع کیا اور الحمدللہ والد صاحب کی دعائیں ساتھ تھیں، اس لئے دن بدن شوق بڑھتا گیا۔

استاذ کی دعائیں:

ہمارے ہاں جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا میں بسلسلہ ختم بخاری شریف ۱۹/۲۰/ اکتوبر ۲۰۰۰ء مطابق ۲۰/۲۱/ رجب ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات و جمعہ سالانہ پروگرام منعقد ہوا۔ حضرت والا ظہر کے بعد تشریف لائے، تقریباً ہر سال حضرت والاؒ سال کے اخیر میں فکر مند ہوتے تھے کہ پتہ نہیں اگلے سال ہمارے تخصص فی الدعوۃ والارشاد میں طالب علم آتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے میں ہر سال کوشش کر کے کچھ طلباء کو تیار کرتا اس طرح کچھ باب العلوم سے اور کچھ دیگر مدارس کے مل کر جماعت تیار ہو جاتی اس دفعہ باب العلوم سے ہم نے تین فضلاء کو تیار کیا تھا ان میں سے ایک طالب علم مولوی اللہ بخش حضرت کی خدمت پر مقرر تھا، میں نے عرض کیا حضرت اگلے سال تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے لئے ہمارے ہاں سے تین طلباء تیار ہیں ان سے ایک یہ مولوی اللہ بخش ہیں لیکن خلاف معمول حضرت اس پر خاموش رہے اس سلسلہ میں نہ مجھ سے کوئی مزید بات کی اور نہ ہی اس طالب علم سے کوائف پوچھے بلکہ سن کر کچھ دیر خاموش رہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنے ایک ابتدائی استاذ مولانا محمد حسین کے حالات سنانے شروع کئے، فرمایا وہ بڑے زاہد، طاہر، متقی تھے، اور غریب تھے اس لئے والد صاحب وقتاً فوقتاً ان کے پاس کبھی گندم، کبھی آٹا، کبھی لکڑیاں، کبھی سبزیاں بھیجتے رہتے تھے، اور اکثر میں لے جاتا تھا، ان کا والد صاحب کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا اس لئے وہ اکثر ہمارے گھر آجاتے میں ان کو دباتا رہتا وہ مجھے بہت دعائیں دیا کرتے تھے یہ کہا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، پھر مسکراہٹ اور استاذ کی شفقت و محبت میں رواں آنسوؤں کی ملی جلی کیفیت میں فرمانے لگے بڑھاپے میں ان کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ اگر ان کو دباتے رہتے تو نیند آجاتی تھی ذرا ہاتھ ہٹایا فوراً آنکھ کھل گئی، میں کئی دفعہ ان کے پاس کوئی چیز لے کر گیا، حضرت کو دبانا شروع کیا بڑا سکون محسوس کرتے اور سو جاتے ذرا ہاتھ ہٹایا نیند ختم اس لئے بعض مرتبہ ساری ساری رات ان کو دباتا رہتا، ہمارے ہاں

تشریف لاتے پھر بھی اسی طرح دباتا رہتا وہ مجھے بہت دعائیں دیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے یہ ان کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ پھر رات کو عشاء کے بعد حضرت کا بیان ہوا موضوع تھا ''فقہ کی حقیقت اور فقہ حنفی کی سند'' اس پر حضرت نے بڑا تفصیلی خطاب فرمایا، چونکہ حضرت نے فرمادیا تھا کہ میں نے کل منچن آباد میں جمعہ پڑھانا ہے اس لئے اگر رات کو ہی آگے جانے کا انتظام ہو جائے تو اچھا ہے اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی جیش محمد کے شعبہ دعوت والارشاد کے امیر حضرت مولانا شاہ منصور الحق صاحب تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے بورے والا جانا تھا حضرت بھی ان کی گاڑی پر تشریف لے گئے یہ تھی حضرت کے ساتھ میری آخری ملاقات، اور یہی آخری مجلس تھی۔

آج جب حضرت کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کو سوچتا ہوں تو دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

بیتے ہوئے دنوں کی حلاوت کہاں سے لائیں
اِک میٹھے میٹھے دور کی راحت کہاں سے لائیں

اور جب حضرت کی علم وتحقیق، وعظ و پند، لطائف وظرائف سے مرصع پر بہار مجالس کا تصور سامنے آتا ہے تو مغموم فضا کہتی ہے:

بلبل کہاں بہار کہاں باغباں کہاں
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گزر گیا

اے میرے محبوب رہبر! اگر یہ حقیقت مبنی بر صداقت ہے کہ زندگی سے زیادہ موت عزتوں اور عظمتوں کا فیصلہ کیا کرتی تو آپ جن کو برادران اہلسنت والجماعت کہہ کر مخاطب ہوا کرتے تھے آج ان برادران اہلسنت والجماعت کی آنکھیں اشکبار ہیں آج اہل سنت والجماعت کے ہر فرد کا دل افسردہ و پژمردہ ہے اور علم وتحقیق کی دنیا ہر سو اُداس ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

فقہ کی ضرورت:

حضرتؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب قومی اتحاد کی تحریک کے دوران میں ساہیوال جیل میں تھا تو میں قرآن، حدیث، تصوف، اور فقہ پر درس دیا کرتا تھا گرفتار ہونے والوں میں سے کچھ وکلاء بھی تھے۔ ایک دن وہ فقہ کے درس میں کہنے لگے کہ جب ہمارے پاس قرآن وحدیث موجود ہے تو فقہ کی کیا ضرورت ہے، میں نے کہا دراصل فقہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ذریعہ ہے انہوں نے پوچھا کیسے؟ میں نے بتایا کہ دیکھو قرآن وحدیث

میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے لیکن اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چوری کی تعریف کی جائے میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ وکیل ہیں آپ جانتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنے سے پہلے تحقیق کرنی ہوگی کہ مجرم کا یہ عمل چوری کے تحت آتا ہے یا نہیں؟ اس لئے چوری کی تعریف متعین ہونی چاہئے تاکہ فیصلہ ہو سکے کہ یہ چوری ہے یا نہیں؟ میں نے ان سے کہا آپ حضرات چوری کی تعریف کریں اب وہ جو تعریف کریں میں توڑ دوں پھر میں نے فقہ والی تعریف کی اور فوائد قیود سمجھائے چونکہ یہ قانونی چیزیں تھیں ان کو سمجھ آئیں وہ کہنے لگے ہاں یہ سرقہ کی تعریف جامع و مانع ہے۔ اسی طرح میں نے کہا حدیث میں غیر شادی شدہ زانی کو ۱۰۰/ کوڑے مارنے کا اور شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا حکم ہے لیکن زنا کی تعریف کیا ہے جب تک زنا کی تعریف نہ ہو اس قانون پر عمل نہیں ہو سکتا، میں نے انہیں کہا کہ آپ لوگ زنا کی تعریف کریں، وہ جو تعریف کریں میں توڑ دوں، پھر میں نے فقہ والی تعریف کی اور میں نے کہا آپ اس پر کوئی اعتراض کریں وہ اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے، میں نے کہا فقہ دراصل قرآن و حدیث کے قوانین کو نافذ کرنے کی عملی صورت ہے، فقہ میں قوانین شرعیہ کے ان نکات اور ضروری امور کی تنقیح اور وضاحت ہے کہ جن کے بغیر قرآن و حدیث پر عمل اور قرآن و حدیث کا نفاذ ناممکن ہے۔ الحمد للہ وہ سب فقہ کی ضرورت کے قائل ہو گئے، اور فقہاء کے مداح بن گئے۔

ایک دفعہ حضرت نے فرمایا میرا ایک شاگرد غیر مقلدوں کے پاس چلا گیا اور کہا کہ میرے کچھ مسئلے ہیں اگر آپ کے مولوی صاحب مجھے حدیث دکھا دیں تو میں اہل حدیث بن جاؤں گا مگر بنوں گا حدیثیں دیکھنے کے بعد وہ اس کو اپنے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گئے اس نے پوچھا جناب اگر دودھ میں مکھی گر جائے تو کیا کسی حدیث میں اس کے متعلق حکم بتایا گیا ہے؟ اس نے کہا جناب ایک حدیث نہیں جتنی چاہو! اس نے کہا آپ مکھی کے بارے میں ساری حدیثیں مجھے دکھا دیں اس کے پاس حدیث کی جتنی کتابیں تھیں وہ ساری اٹھا کر لے آیا اور مختلف کتابوں سے مکھی کے بارے میں حدیث نکال کر دکھاتا گیا کہ مکھی کو غوطا دے کر نکال دو اور دودھ وغیرہ کھا پی لو، اس شاگرد نے مولوی صاحب کی بڑی تعریف کی کہ واقعی آپ کو علم حدیث آتا ہے اور آپ کو یہ کتابیں بھی یاد ہیں۔ سبحان اللہ! مولوی صاحب بڑے خوش اور پُر امید کہ آج امین کا ایک شاگرد تو غیر مقلد بن رہا ہے، اس نے پھر دوسرا سوال کر دیا کہ حضرت دودھ میں چیونٹی گر جائے تو کیا حکم ہے؟ مولوی صاحب تیور بدل کر کہا یہ شرارت ہے اس نے کہا حضرت میں تو حدیث دیکھنا چاہتا ہوں اور حدیث دیکھنا شرارت نہیں، شرارت تو کم بخت چیونٹی کی ہے کہ دودھ میں گھس گئی پھر دوسری شرارت یہ کی کہ ضد کرتی ہے نکلتی نہیں وہ کہتی ہے حدیث لاؤ میں پھر نکلوں گی اور اس سے ڈبل شرارت بھڑ نے کی ہے وہ چھلانگ لگا کر دودھ میں گھس گیا ہے اور جو اس کو نکالنے لگتا ہے وہ اس کو ڈنگ مارتا ہے اور کہتا ہے حدیث لاؤ ورنہ میرے قریب نہ آؤ حدیث کے بغیر میں نہیں نکلتا۔ اور ادھر لنگڑا مچھر اکڑا ہوا ہے وہ کہتا ہے

میں نے نمرود کو تڑپا دیا تھا، اس کو چیخیں نکلوا دیں تھیں، تم کون ہو؟ خبر دار! حدیث کے بغیر میرے قریب مت آؤ ورنہ میں تمہیں بھی تڑپا کر رکھدونگا، دیکھو حضرت شرارت میں نہیں کر رہا شرارت تو چیونٹی، بھڑ اور مچھر نے کی ہے ایک تو دودھ میں گھس گئے پھر ضد کر لی کہ ہم حدیث کے بغیر ہرگز نہیں نکلیں گے اور ساتھ دھمکیاں بھی دیتے ہیں، تو آپ مہربانی کر کے حدیث دکھادیں تاکہ ان کم بختوں کو نکالیں۔ اب مولوی صاحب غصہ سے لال پیلا اور بھبوکا بن کر کہتا ہے تو امین دا شاگرد ہیں نکل جا۔ اس نے کہا چلو آپ یہ حدیث دکھادیں کہ امین کے شاگرد کو جواب نہیں دینا خیر وہ اٹھکر آ گئے بعد میں اس نے ان غیر مقلدین کو بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ بہت سارے مسئلے ایسے ہیں جو قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں ان کو فقہ نے حل کیا ہے، ایسے مسئلوں کی وجہ سے ہم فقہ کو مانتے ہیں، چیونٹی، بھڑ، مچھر کا مسئلہ قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں فقہ میں ہے۔

فقہی کلیات سے فتویٰ دینا:

حضرتؒ نے فرمایا میں جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں مناظرہ پڑھانے گیا ہوا تھا اس عرصہ میں ایک صاحب نے مجھ سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا میں نے فقہی کلیات کی روشنی میں جواب دیا اور یہ کہدیا کہ فقہی کلیات کا تقاضا یہی ہے جب یہ بات مفتی ولی حسن صاحب کو معلوم ہوئی تو وہ میرے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا مولانا امین صاحب جب تک جزئیات پر عبور نہ ہو محض کلیات سے فتوی نہ دینا چاہئے اس میں بہت غلطی کا امکان ہے بعض دفعہ قاعدہ کلیہ کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے اور متعین جزئی کا حکم اس کے خلاف ہوتا ہے اس وقت تو میں نے یہ بات سن لی لیکن جب واپس آیا تو میں نے مولانا انور صاحب (برادر خورد مولانا اوکاڑوی مرحوم رئیس التخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان و امیر اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان) کو کہا کہ آپ مجھے پندرہ بیس فقہی جزئیات لکھدیں جن کا میں کلیات کے ذریعے جواب لکھوں گا، انہوں نے جزئیات جمع کر دیں میں نے کلیات کی روشنی میں انکا جواب لکھا، پھر اپنے جوابات کو کتب فتاوی کے ساتھ ملا کر دیکھا تو ان میں سے دس بارہ جزئیات کا جواب غلط تھا یعنی کلیات کا تقاضا کچھ اور تھا اور فتاوی میں حکم کچھ اور لکھا ہوا تھا اور فتوی کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی جواب وہی صحیح ہے جو فتوی میں لکھا ہے۔ اب ایک جید مفتی و محدث اور فقیہ عالم کی بات پر حق الیقین کے درجہ تک یقین ہو گیا کہ واقعی کلیات کو دیکھ کر فتوی دینا بہت بڑی غلطی ہے جو کئی غلطیوں کا پیش خیمہ ہے۔

تکلیف، تدبیر، احساس:

منکرین حیات اور منکرین سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کہا کرتے ہیں کہ اگر درمیان میں دیوار ہو جائے تو زندہ آدمی نہیں سن سکتا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام کیسے سن لیتے ہیں؟ حضرت مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس

کے جواب میں ارشاد فرمایا، روح کے بدن کے ساتھ تین تعلقات ہیں (۱) تکلیف شرعی (۲) تدبیر بدن (۳) احساس۔ آدمی جب دنیا میں زندہ ہوتا ہے تو روح کی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے فرائض اس پر عائد ہوتے ہیں اور زنا وغیرہ گناہوں سے بچنا اس پر فرض ہوتا ہے اسی طرح تدبیر بدن کا عمل بھی جاری رہتا ہے معدہ، کھانا ہضم کرتا ہے، جگر خون پیدا کرتا ہے، رگوں میں خون کی گردش جاری رہتی ہے اور گرمی، سردی، خوشبو، بدبو، میٹھا، کڑوا، نرم، سخت وغیرہ تمام امور کا احساس بھی کرتا ہے آنکھ سے دیکھتا ہے کانوں سے سنتا ہے اور جب سو جاتا ہے تو روح سے تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے البتہ تدبیر بدن باقی رہتا ہے کہ نیند میں بھی معدہ، جگر اپنا فرض انجام دیتے رہتے ہیں، گردش خون اور تنفس کی کیفیت جاری رہتی ہے صرف اس ایک ذمہ داری کے کم ہونے سے روح کی طاقت اتنی بڑھ جاتی ہے اور روح کا احساس اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ وہ خواب میں آسمانوں کی سیر کرتی ہے منٹوں سیکنڈوں میں کائنات کی سیر کر لیتی ہے اور حسی رکاوٹیں سب دور ہو جاتی ہیں اور مرنے کے بعد تدبیر والا تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے صرف احساس باقی رہ جاتا ہے عالم خواب میں صرف ایک ذمہ داری کم ہوئی تو روح کے سامنے سب حسی رکاوٹیں ختم ہو گئیں اور موت کے بعد قبر میں جب تدبیر بدن والا تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے صرف احساس والا تعلق رہ جاتا ہے تو یہ حسی چیزیں روح کے احساس میں کیسے رکاوٹ بن سکتی ہیں اس لئے موت کے بعد روح کا احساس عالمِ خواب سے بھی تیز ہو جاتا ہے، اس لئے اگر مردے **السلام علیکم یااھل القبور** سنیں یا نبی علیہ السلام قبر اطہر کے پاس صلوٰۃ سلام سنیں تو یہ بعید از عقل نہیں۔

دریا خان کا مناظرہ:

مابین مولانا محمد امین صفدرؒ و مولانا محمد یونس نعمانی...... حضرت والاؒ نے اس مناظرہ کی روئیداد یوں سنائی:

اسٹام پر تحریر تھی کہ گیارہ بجے مناظرہ شروع ہو جائے گا جو مناظر مناظرہ سے انکار کرے گا اس کی شکست شمار ہو گی، ان کی طرف سے مولوی محمد یٰسین صدر اشاعت التوحید والسنۃ نے موضوع لکھا، اس نے پہلا عقیدہ عذاب قبر کا مسئلہ کہ انسان کو مرنے کے بعد اس کا جسم جلا دیا جائے ریزہ ریزہ ہو جائے تو بھی ہر ہر ذرے میں ایک قسم کی حیات پیدا کی جاتی ہے اس حیات کی وجہ سے اسے عذاب وثواب ہوتا ہے، اس عقیدہ کا منکر کافر ہے۔

دوسرا عقیدہ لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کے وصال کے بعد ان کی ارواح مطہرہ اعلیٰ علیین میں ہیں ان کے اجساد مطہرہ زمینی قبر میں ہیں ان کے درمیان آپس میں قطعاً کوئی حیات کا تعلق نہیں بس مجھے پتہ تھا کہ یونس نعمانی نے اس پر دستخط نہیں کرنے میں نے مولوی غلام فرید صاحب کو کہا تم نے جو عقیدہ لکھا ہے جاؤ نعمانی صاحب سے دستخط کرا کے لے آؤ۔ وہ دستخط کرانے گئے لیکن یونس نعمانی صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا، میں نے کہا اگر

دستخط نہیں کرتے تو اپنی شکست لکھ کر دیدے۔ آخر خدا سے نہیں ڈرا لیکن شکست سے ڈر کر دستخط کر دیئے۔ ادھر پولیس بلالی۔ تھوڑی دیر بعد پولیس آ گئی، اے۔ سی صاحب آ گئے اور کہنے لگے کہ بھائی مناظرہ نہیں ہوگا میں نے کہا جی مجھے ایک بات پوچھ لینے دو۔ میں نے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے صدر کی لکھی ہوئی تحریر پڑھ کر سنائی، اے۔ سی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا تمہیں پتہ ہے اندرا گاندھی مرگئی ہے اس کو جلا کر اس کی راکھ سارے ہندوستان میں بکھیر دی گئی ان کے تحریر کردہ عقیدہ نمبرا۔ کے مطابق اندرگاندھی کا ایک ایک ذرہ ذرہ زندہ ہے لیکن اللہ کے نبیؑ سے اتنا بڑا کونسا گناہ ہوگیا کہ جسم محفوظ ہے تب بھی حیات نہیں اندرا گاندھی سے ان کو اتنا پیار کیوں ہے اور اللہ کے نبی پاک سے دشمنی کیوں ہے۔ اس کا رنگ فق اور منہ کالا ہوگیا۔ کہنے لگا وہ میرا کاغذ دے دو۔ وہ کاغذ میں نے کہیں رکھ دیا بعد میں، میں نے فوٹو سٹیٹ شائع کرادیا اس کا نام ہے ''توحید کے نام پر فراڈ کب تک۔'' ازاں بعد یہ کتابیں لائے تھے دو تین ٹرنک بھر کر، میری کتابیں ایک ٹرنک میں تھیں۔ اے۔ سی کتابیں دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس نے کہا یہ کتابیں کس کی ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سب ہماری ہیں، مجھ سے پوچھا تمہاری کتابیں کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ ٹرنک میں رکھی ہوئی ہیں۔ کہا آپ کی کتابیں تھوڑی ہیں، میں نے کہا یہ سب ہماری ہیں۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا ساری تمہاری ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! اس نے کہا وہ کس طرح؟ میں نے کہا آپ تھانیدار کو بھیجو میں چابی دیتا ہوں وہ کتابیں نکال کر لے آئے۔ جس مسئلہ پر مناظرہ ہے وہ اس کتاب میں لکھا ہوگا۔ اے۔ سی صاحب نے تھانیدار کو کہا بھئی لے آ نکال کر۔ تھانیدار کتابیں لینے گیا تو اے۔ سی صاحب نے آواز دے کر کہا کتابیں اردو کی لے آنا۔ وہ المہند، ترجمان السنہ، سیرۃ المصطفی، معارف القرآن نکال کر لے آیا میں نے نکال کر دکھایا کہ یہ ہمارا عقیدہ لکھا ہوا ہے پڑھ لو۔ اے۔ سی صاحب نے کتابوں میں ہمارا عقیدہ پڑھا پھر تھانیدار کو کہا ادھر سے بھی کتابیں لے آیا میں نے کہا تھانیدار کو کیا پتہ ان کے مناظر بھیجو یہ ان میں سے ایسی کتاب لے کر آئے جو عنایت اللہ سے پہلے کی ہو اور اس میں انکا تحریر کردہ عقیدہ لکھا ہوا ہو میں شکست لکھ کر دیدونگا۔ اے۔ سی صاحب نے نعمانی صاحب کو کہا مناظر صاحب لے آؤ کتاب وہ کہنے لگا او جی خواہ مخواہ لڑائی ہو جائے گی، جھگڑا ہو جائے گا۔ اے۔ سی کہنے لگا اس کی چار کتابیں نہیں لڑیں تیری ایک کتاب لڑ پڑے گی۔ آخر بات کیا ہے: بالآخر اے۔ سی صاحب نے مناظرہ بند کرنے کے لئے جو تحریر لکھی وہ عجیب تھی اس نے لکھا کہ یہ مناظرہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند اور ایک ایسے نئے فرقہ کے درمیان تھا جس کی ابھی تک عقائد کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ جس اے۔ سی صاحب نے لکھا وہ مولوی محمد یسین کا شاگرد تھا، اس سے قرآن پڑھا تھا، مولوی یسین نے اس کو کہا کہ اس سے بہتر ہے کہ تو ہمیں ویسے ہی گولی مار دے یہ تو نے کیا کیا؟ خدا کا واسطہ تو ویسے ہی لکھ دے کہ مناظرہ میں نے بند کیا۔ چونکہ مولوی یسین اے۔ سی صاحب کا استاد تھا اس لئے پہلی تحریر لے کر پھاڑ دی۔ تاہم اس نے

جو بات لکھی وہ صحیح لکھی تھی۔

کرامات پر ایک اشکال کا جواب:

جب کوئی کرامت کا واقعہ سنایا جائے تو فوراً منکرین کرامت کہتے ہیں کہ یہ کرامت کسی صحابیؓ سے تو صادر ہوئی نہیں کیا یہ باکرامت شخصیت صحابہؓ سے بھی اونچی ہے کہ ان کو یہ کرامت نصیب ہوگئی ان کو نصیب نہ ہوئی۔ دراصل بات ہے کہ فضیلت کا دارومدار کرامت پر نہیں بلکہ تقویٰ پر ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم جو جتنا زیادہ متقی ہے وہ عنداللہ اتنا زیادہ مکرم ہے: اور چونکہ کرامت غیر اختیاری چیز ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے۔ وہ چاہے تو کم درجہ والے سے کرامت ظاہر کرادے اور اگر نہ چاہے تو بڑے درجے والے سے ظاہر نہ کرائے۔ اس کی مثال خواب کی طرح ہے بیٹا، بیٹی خواب میں بیت اللہ کی زیارت کر لے تو کبھی کسی نے اعتراض یہ نہیں کیا کہ اس کے ماں باپ کو تو خواب میں زیارت نہیں ہوئی، اس نے خواب میں کیسے زیارت کر لی، اگر شاگرد خواب میں حج کر لے تو کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ جب اس کے استاد نے ایسا خواب نہیں دیکھا تو شاگرد کو خواب کیسے نظر آ گیا اور نہ بیٹا، بیٹی کے خواب دیکھنے پر ماں باپ کو کسی نے یہ کہا ہے کہ جب آپ کے بچوں نے خواب دیکھا ہے تو آپ نے تو ضرور دیکھا ہوگا۔ نہ کسی نے استاد کو کہا ہے کہ جب آپ کے شاگرد نے خواب دیکھا ہے تو آپ نے تو ضرور دیکھا ہوگا ورنہ ماں باپ کا اولاد سے استاد کا شاگرد سے درجہ کم ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی لنگڑا کہے کہ میں نے خواب میں سات آسمانوں کی سیر کی ہے میں مکہ مدینہ گیا ہوں تو کبھی یہ کوئی نہیں کہتا کہ ٹھیک ٹانگ والوں نے تو خواب دیکھا نہیں اس لنگڑے نے کیسے خواب میں سیر کر لی، پس جیسے ایک خواب کم درجہ والے کو اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں بڑے درجہ والے کو نہیں دکھاتے، اسی طرح کرامت غیر اختیاری چیز ہے اللہ تعالیٰ کم درجہ والے کو دے دیتے ہیں بڑے درجہ والے کو نہیں دیتے۔ یہ اعتراض ایسے ہے جیسے کوئی یہ اعتراض کرے موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا والا معجزہ جھوٹ ہے ورنہ افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور عطا کئے جاتے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کوڑھی، مادر زاد اندھے کو برص والے کو ہاتھ پھیر کر تندرست کر دینا مردہ کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندہ کو پھونک مار کر زندہ کرنا جھوٹ ہے ورنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور عطا کئے جاتے کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ معجزہ نبی پاک جو افضل الانبیاء ہیں ان کو تو عطا نہیں ہوئے کم مرتبہ نبیوں کو کیسے مل گئے؟ حالانکہ یہ معجزات قرآن سے ثابت ہیں تو جیسے ان معجزات کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملنا اور نبی پاک کو نہ ملنا آپؐ کے افضل الانبیاء ہونے کے خلاف نہیں نہ اس سے مرتبہ کے اعتبار سے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا لازم آتا ہے اسی طرح اولیاء کرام کو بعض کرامات کا ملنا اور صحابہ کرامؓ کو نہ ملنا صحابہ کرامؓ کے افضل و برتر ہونے کے

خلاف نہیں۔

ثانی مولانا جالندھریؒ:

آج سے تقریباً ۴۷/سال پہلے کی بات ہے میں چک نمبر ۶۴۔ ۱۵ ایل چاندیوالا میں قرآن مجید پڑھتا تھا اس چک کے قریب چک نمبر ۶۵ پھٹو ہے وہاں بھی حفظ قرآن کا مدرسہ تھا، اس کا سالانہ جلسہ تھا مقررین میں ایک مقرر تھے مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، میں نے والد ماجد مولانا محمد عارف صاحبؒ سے مولانا جالندھریؒ کا بارہا نام سنا ہوا تھا اور والد صاحب مولانا جالندھریؒ، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کا بڑے اچھے انداز میں تذکرہ کرتے رہتے تھے اس لئے غائبانہ طور پر ان سب حضرات کی محبت وعظمت کے نقوش دل پر قائم ہوتے گئے اسی عظمت کے مطابق بن دیکھے غائبانہ طور پر ان کی شخصیت کا تصور بھی بنتا چلا گیا، ہمارے استاذ محترم میرے حقیقی ماموں قاری محمد رفیق صاحب نے مدرسہ میں چھٹی کردی چنانچہ ہم دیہاتی بچوں کو تقریر کیا سمجھ آنی تھی محض علماء کی زیارت کے لئے خصوصاً مولانا جالندھریؒ کی زیارت کا شوق دل میں لئے چل پڑے۔ جب اس قریبی چک میں پہنچے تو پتہ چلا مولانا جالندھریؒ تشریف لانے والے ہیں، اڈہ بالکل قریب تھا ہم سب طالب علموں نے سوچا کہ ہم اڈہ پہ چلتے ہیں وہاں حضرت کی زیارت بھی کریں گے اور ان کو لے آئیں گے۔ نماز ظہر کے بعد تقریر کا اعلان تھا، گرمی کا موسم دو بجے کا ٹائم ہے ہم اڈہ پر پہنچ گئے، کچھ دیر کے بعد ایک لوکل بس کچی سڑک پر گردوغبار کا طوفان اڑاتی ہوئی آکر رکی، اس میں سے ایک سیدھے سادھے دیہاتی وضع قطع کے آدمی اترے۔ سر پہ کپڑے کی گول ٹوپی ٹوپی کے گرمی سے بچاؤ کے لئے چادر اوپر رکھی ہوئی ہے دیسی دیہاتی جوتی کھدر کے کپڑے اترتے ہی ہمیں سلام کیا اور پوچھا'' کیوں بھائی ایسے پنڈ وچ جلسہ اے'' ہم نے ہاں میں جواب دیا اور اس کے شوق کو تیز کرنے کے لئے مزید کہا کہ بابا جی جلسہ تے شروع اے، مولانا محمد علی جالندھریؒ وی آن والے نے۔ اتنی بات ہوئی وہ بابا جی مسجد کی طرف روانہ ہوگئے جہاں جلسہ ہو رہا تھا، ہم مولانا جالندھریؒ کی انتظار میں کھڑے۔ اس وقت کچہ کھوہ سے وجیانوالہ تک کچی سڑک ہوتی تھی اور بسوں کے دو تین ٹائم آتے جاتے، کچی سڑک ہونے کی وجہ سے دور سے ہمیں بس تو نظر نہیں آتی تھی البتہ گردوغبار کے اڑتے طوفان سے بس کا اندازہ کرتے تھے، ایک اور بس آنے والی تھی ہم نے کہا چلو اس بس کا انتظار کر لیتے ہیں شاید مولانا جالندھریؒ اس بس پر آجائیں، ہم سخت دھوپ میں ایک گھنٹہ مزید کھڑے ہوئے بالآخر گردوغبار کے طوفان میں رینگتی ہوئی تھکی ماندی بیچاری ایک اور بس پہنچی لیکن اس سے بھی مولانا جالندھریؒ نہ اترے اور کچہ کھوہ کی طرف سے آنے والی اس دن کی یہ آخری بس تھی ہم مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ مسجد میں پہنچے

جہاں جلسہ ہو رہا تھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، ہم نے دیکھا کہ وہی دیہاتی طرز کا آدمی جو پہلی بس سے اترا تھا وہ تقریر کر رہا ہے اور اس کی تقریر پر پورا مجمع عش عش کر رہا ہے مجال ہے کہ کوئی گردن اِدھر اُدھر پھر جائے سب لوگ اسی پر نظر جمائے پوری توجہ سے تقریر سن رہے ہیں اور بات بات پر داد دے رہے پوچھنے پر پتہ چلا یہی مولانا محمد علی جالندھریؒ ہیں۔ آج بھی وہ کچے کی بسیں، ہمارا وہاں انتظار میں کھڑا ہونا، مولانا جالندھری مرحوم کا اتر کر جلسہ کا راستہ پوچھنا، اور ان کی وہ ساری وضع قطع پھر سٹیج پر ان کی شان وشوکت یہ آج بھی اسی طرح آنکھوں کے سامنے ہے، بچپن میں مولانا جالندھری مرحوم کی تقریر تو ہم کیا سمجھتے اتنا پتہ چلتا تھا کہ وہ معراج کا واقعہ بیان کر رہے ہیں مولانا جالندھریؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو عزت وعظمت عطا کی تھی اور ہمارے دلوں میں اس کے مطابق جو تصوراتی نقشہ بنا ہوا تھا اس کے برعکس اس سادگی نے واقعہ یہی ہے کہ میرے دل کو مسخر کر لیا، اس لئے میرے دل ودماغ پر ہمیشہ مولانا جالندھریؒ چھائے رہے: مولانا محمد امین صفدرؒ اپنی عظمت اور سادگی میں مولانا جالندھریؒ کا عکس تھے، میں جامعہ رحمانیہ جہانیاں میں مدرس تھا، پتہ چلا کہ مولانا محمد امین صفدرؒ بہ سلطان پور کے قریب بستی سحر میں تشریف لا رہے ہیں، میں اس سے قبل مولانا مرحوم کے بارے میں دفاع حنفیت، رد غیر مقلدیت کے موضوع کے حوالہ سے متعارف ہو چکا تھا، زیارت بھی کر چکا تھا لیکن ابھی تک ان کی تقریر یا مناظرہ یا کسی مجلس کے سننے کا موقع نہ ملا تھا اس لئے میں نے موقع کو غنیمت سمجھا چنانچہ میں اپنے طلبہ سمیت حضرت کی تقریر سننے کے لئے بستی سحر حاضر ہوا وہاں جا کر پتہ چلا کہ آج اس علاقہ کے اسدی فتنہ کے عقاید ونظریات پر حضرت تقریر فرمائیں گے۔ ابھی تک حضرت سے اتنی شناسائی نہ تھی اس لئے صرف معانقہ ومصافحہ اور مزاج پرسی تک معاملہ محدود رہا، اور وہ بھی سٹیج پر چونکہ میری کرسی حضرت کے ساتھ تھی اس لئے میں نے عرض کیا حضرت آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، فرمایا ابھی تقریر شروع ہونے میں کچھ دیر ہے ابھی کر لیتے ہیں کمال شفقت کہ از خود حضرت کرسی سے اٹھ کر مسجد میں آ کر بیٹھ گئے میں بھی پاس آ کر بیٹھ گیا میں نے عرض کیا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر مقلدیت کے بارے میں مہارت تامہ عطا کی ہے اور سنا ہے کہ سکول سے آپ کی ریٹائرمنٹ قریب ہے اگر آپ وہاڑی باغ والی مسجد میں خطیب لگ جائیں تو وہاں آپ جیسی شخصیت کی بہت ضرورت ہے، حضرت نے فرمایا ابھی تو مجھے کراچی کے حضرات نے دعوت دی ہے وہاں دیکھیں کیا ہوتا ہے ادھر سے کوئی فیصلہ ہو جائے پھر دیکھیں گے، اتنی بات ہوئی اور حضرت سٹیج پر تشریف لے آئے آپ نے خطبہ کے بعد بطور تمہید کے فرمایا فصل کے دو قسم کے دشمن ہوتے ہیں فصل کی کامیابی کے لئے دونوں قسم کے دشمنوں سے حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دشمن تو خارجی ہے جو فصل کو نقصان پہنچاتا ہے وہ ہیں مختلف جانور: باجرہ اور باغ کے دشمن پرندے ہیں اور مکئی، گنے کے دشمن گیدڑ ہیں جو فصل کو نقصان پہنچاتے ہیں، کبھی دوسرے جانور نقصان کرتے ہیں، دوسرا داخلی ہے وہ ہے جو فصل کے اندر گندی جڑی بوٹی پیدا ہو جاتی ہے یا اندر ہی

اندر جو کیڑا پیدا ہو جاتا ہے، فصل کو بچانے اور کامیاب کرنے کے لئے ان دشمنوں سے حفاظت کرنی پڑتی ہے شریعت نے بھی کھیت کی حفاظت کے لئے کتے رکھنے کی اجازت دی ہے اس کے ذریعے بیرونی دشمن سے حفاظت کی جاتی ہے کھاد سپرے اور زرعی ادویات کے ذریعہ اندرونی دشمن کو ختم کر کے فصل کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح دین اسلام والی فصل کے بھی دو قسم کے دشمن ہیں۔ خارجی اور داخلی۔ خارجی دشمن تو کافر ہیں، داخلی دشمن وہ باطل فرقے ہیں اور جو گندی جڑی بوٹی اور فصل خور کیڑوں کی طرح اہل اسلام کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں اور جیسے فصل کو داخلی دشمن سے بچانے کے لئے سپرے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دین اسلام کی فصل کو بچانے کے لئے بھی کبھی کبھی سپرے کرنی پڑتی ہے...... پھر حضرت والا مختلف دین خور کیڑوں اور گندی جڑی بوٹیوں کا یعنی مختلف دین دشمن باطل فرقوں کا ذکر کر کے اسدی فتنہ کا اپریشن اور اس پر سپرے شروع کر دیا، جب حضرت نے اسدی کے باطل عقاید کو کھولا تو عوام الناس کیا، علماء کی آنکھیں کھل گئیں۔ تقریر کو خراب یا بے اثر کرنے کے لئے ابوالخیر اسدی کے بعض مریدین بھی آئے ہوئے تھے جو وقفہ وقفہ سے تقریر کے دوران کھڑے ہو کر بولنا شروع کر دیتے۔ میں نے دو تین دفعہ تو برداشت کیا اور انتظار کیا کہ شاید جلسہ کے منتظمین حضرات اس کا سد باب کریں گے لیکن جب اس کے آثار نظر نہ آئے تو میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جہانیاں کے طلبہ کھڑے ہو جائیں اور اس صورت پر کنٹرول کریں چنانچہ وہ کھڑے ہو گئے اس کے بعد کسی کو درمیان میں بولنے کی ہمت نہ ہوئی مولانا مرحوم کی یہ پہلی تقریر تھی جو میں نے سنی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ علماء میں سے علم و عمل، اخلاق و کردار، عزت و عظمت، فصاحت و بلاغت، لطائف و ظرائف اور سادگی کے اعتبار سے مولانا جالندھریؒ میرے دل دماغ پر چھائے ہوئے تھے، مولانا جالندھریؒ کے بعد کوئی ان جیسا نظر نہ آتا تھا لیکن جب میں نے مولانا محمد امین صفدرؒ میں مولانا جالندھریؒ کی ان تمام صفات کمال کا عکس دیکھا اور ان کو ان تمام صفات کے ساتھ متصف پایا تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی اور دل میں جو عظمت و محبت مولانا جالندھری مرحوم کے متعلق تھی وہ اس ایک ہی مجلس میں اس زندہ جالندھریؒ (مولانا محمد امین صفدرؒ) یا ثانی جالندھریؒ کی طرف منتقل ہو گئی اس کے بعد میں باغوالی مسجد میں چلا گیا وہاں جا کر پورے ضلع وہاڑی میں غیر مقلدین سے واسطہ پڑا اور ان کا دین دشمن ہونا منکشف ہوا تو میں نے رد غیر مقلدیت کو اپنے اساسی مقاصد میں شامل کر لیا اور ایک موضوع کے طور پر اس کو اختیار کر لیا ادھر حضرت والا بھی خیر المدارس میں تشریف لے آئے تو اس مشن کے حوالہ سے حضرت والا سے ربط بڑھ گیا۔ حتی کہ میں نے حضرت والا کو اس مشن میں اپنا رہبر تسلیم کیا، رہبر تسلیم کر کے کئی کئی گھنٹوں کی طویل مجالس میں اور تقاریر میں حضرت سے استفادہ کیا، ہر نئی مجلس میں نئی نئی معلومات رد غیر مقلدیت کے نئے نئے انداز، اور فقہ حنفی کے بارے میں نئے نئے حقائق معلوم ہوتے اور حضرت نے بھی رہبری کرنے میں پوری دریادلی سے کام لیا اس لئے اگر چہ مولانا مرحوم آج کے مروجہ طریقہ کے مطابق

میرے استاذ نہیں لیکن میں نے جو کچھ ان سے سیکھا اور ان سے استفادہ کیا اس کے اعتبار سے اگر میں حضرت والا کو اپنے محسن و مشفق استاذ کے حوالہ سے ذکر کروں تو بجا اور ایک محبوب رہبر کے طور پر یاد کروں تو بجا لیکن جب میں اپنے استفادہ اور حضرت سے اخذ کردہ اور اس بحر علم کی وسعت اور گہرائی کو سوچتا ہوں تو قطرہ از دریا سے بھی کم تر نسبت معلوم ہوتی ہے بس حضرت کی اس عظمت و سادگی نے اور مشن کی وحدت و اکائی نے میرے دل میں حضرت والا کی الفت و محبت کے اتنے خوبصورت نقش بھر دیئے کہ اگر عمر کے تفاوت کو نظر انداز کر دیا جائے تو حضرت کی جدائی کے بعد یہ بات صادق آتی ہے قبضتم ثمرة فواده (تم نے اس کے دل کے میوے کو توڑ لیا ہے؟)

مولانا جالندھری مرحوم کے حوالہ سے ایک اور بات یاد آئی دارالعلوم کبیر والہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی عبدالقادر صاحب زید مجدہ اور احقر مدرسہ انوریہ طاہر والی میں شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی دامت فیوضہم کے پاس تکمیل کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں مخزن العلوم خانپور میں جلسہ ہوا ہم بھی گئے، زیادہ تر مولانا جالندھریؒ کی زیارت کا شوق لے گیا وہاں پتہ چلا کہ حضرت کے پیٹ میں تکلیف ہے اور فلاں کمرے میں ہیں، حضرت مفتی صاحب اور بندہ احقر مولانا جالندھریؒ کے کمرے میں چلے گئے علیک سلیک کے بعد ہم بیٹھ گئے اور حضرت کو دبانے لگے حضرت نے پوچھا کہاں سے آئے ہم نے بتایا طاہر والی سے آئے ہیں، کیا پڑھتے ہو؟ جی تکمیل کرتے ہیں حضرت اٹھ کر بیٹھنے لگے تو میں نے عرض کیا حضرت آپ کے پیٹ میں تکلیف ہے لیٹے رہیں مسکرا کر فرمایا پیٹ نوں تکلیف ہے مینوں تے کجھ نئیں یہ کہا اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ذرا میری بات سمجھو ایک ہے قانون شریعت دوسرا ہے مزاج شریعت، جب شریعت ٹیں کسی قانون کا اعلان کیا جاتا ہے تو بڑا سخت انداز ہوتا ہے۔ الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأته جلدة ولا تأخذ كم بهما رأفة في دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين...... السارقة والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله: زنا اور چوری کے حد کے اعلان کے وقت کتنی سختی ہے، لیکن مزاج شریعت یہ ہے کہ جب اس قانون کو کسی پر نافذ کیا جاتا ہے تو بڑی نرمی کی جاتی ہے، کہ اگر ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو جائے تو حد ساقط کر دو، مجرم کو چھوڑ دو۔

حضرت عمارؓ نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پھیر لیا وہ اس طرف سے سامنے آئے تو آپ نے دوسری طرف چہرہ پھیر لیا، آخر جب انہوں نے چار دفعہ اقرار کیا تو آپ نے کہا اے عمارؓ تجھے دھوکہ لگتا ہے تو نے بوسہ لیا ہوگا، تو نے ہاتھ لگایا، لیکن جب حضرت عمارؓ نے بار بار صاف اقرار کیا تو فرمایا لے جاؤ اس کو سنگسار کرو لیکن اگر یہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں تو تعاقب نہیں کرنا، جانور کو ذبح کرنے کا اعلان کیا تو فرمایا جانور کی تینوں رگیں کاٹو اچھی طرح کاٹو، اعلان کے وقت کتنا سخت انداز ہے لیکن جب عملاً ذبح کرو تو اس میں کتنی

شفقت اور نرمی ہے کہ جانور کو زیادہ دیر تک لٹا کر نہ رکھو، چھری کو خوب تیز کر لو تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو جب تک اچھی طرح حرکت بند نہ ہو جائے چمڑہ نہ اتارو، اسی طرح ایک ہے کفر و شرک کا اعلان دوسرا ہے نفاذ اعلان تو یہ ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ......لئن اشرکت لیحبطن عملک، ان الذین کفروا و کذبوا بآیا تنا اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون ۔اعلان کتنا سخت ہے لیکن جب کفر و شرک کسی پر لاگو کرنا ہو تو کتنی نرمی ہے کہ اگر کسی کی بات میں ۹۹/ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس ایک احتمال کی وجہ سے اس کو کافر نہ قرار دو۔ یہ مضمون اس لئے بیان فرمایا کہ اس وقت گجراتی ٹولہ نے یہ انداز اختیار کیا ہوا تھا کہ بات بات پر کفر و شرک کے فتوی لگاتے۔

اے تے امین دسے گا:

ایک دفعہ حضرت نے فرمایا فقیر والی کے علاقہ میں غیر مقلدین نے جمعہ فی القری کا مسئلہ کھڑا کر دیا، مناظرہ طے کر لیا گیا، قاسم العلوم فقیر والی کے حضرات نے مجھے بلا لیا میں نے وعدہ کر لیا یہ فقیر والی میں میری پہلی آمد تھی اور فقیر والی کے حضرات نے میرا نام کہیں سے سن لیا تھا مجھے دیکھا ہوا نہ تھا، میں جب مقررہ جگہ پر پہنچا تو وہاں ایک مجلس لگی ہوئی تھی میں بھی چپکے سے اس مجلس میں جا کر بیٹھ گیا باتیں ہوتی رہیں میں سنتا رہا چونکہ کسی نے مجھے دیکھا ہوا نہیں تھا اور ظاہری طور پر دیہاتی اجڈ، اس لئے کوئی پہچان نہ سکا جب بات یہاں پہنچی کہ ایک حنفی نے روایت پیش کی کہ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے تو غیر مقلد صاحب نے اعتراض کیا اس کی سند میں فلاں راوی ضعیف ہے میں چپ بیٹھا سنتا رہا، حنفی حضرات پر ضعف کا اعتراض کرنے والے صاحب نے خوب چڑھائی کر رہے ہیں آخر میں حنفی حضرات نے کہا ''اے تے امین آکے دسے گا کہ اے صحیح ہے یا ضعیف'' غیر مقلد نے کہا اس کا جواب آج تک کوئی حنفی نہیں دے سکا امین کیا جواب دے گا اب میں نے مصنف ابن ابی شیبہ جو وہاں رکھی تھی اٹھائی اور یہ حدیث نکال کر غیر مقلدین کے سامنے رکھ دی اور میں نے کہا آپ اس کی سند پر اعتراض کریں: وہ حدیث کی سند دیکھ کر اعتراض کرنے کے بجائے کہتا ہے کہ آپ مولانا امین ہیں میں نے کہا بات امین کی نہیں ہو رہی بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی ہو رہی ہے آپ اس پر اعتراض کریں یا اس کو تسلیم کریں وہ پھر پوچھتا ہے آپ بتائیں تو سہی آپ امین ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں امین ہوں، اب ہمارے ساتھیوں کے چہرے ہشاش بشاش ہو گئے اور اعتراض کرنے والے غیر مقلد کا منہ کالا ہو گیا وہ کہنے لگا میں ایک کتاب لے کر آتا ہوں اور آپ کو جواب دیتا ہوں وہ کتاب کا بہانہ کر کے نکلا پھر واپس نہ آیا۔

کوفی راویوں کو اہل کوفہ جانتے ہیں:

ایک دفعہ حضرتؒ نے فرمایا امام ابوداوٗد نے باب الطلاق البتته میں حضرت رکانہ کی حدیث پر بحث کی ہے یہ حدیث دو طرح آتی ہے ایک یہ کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (پکی طلاق) دی جس میں نیت پر دارومدار ہوتا ہے اگر خاوند ایک طلاق کی نیت کرے تو ایک طلاق بائنہ ہوتی ہے اور اگر تین طلاقوں کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں جب حضرت رکانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے تین مرتبہ اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ تو نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت رکانہ نے تینوں مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہا میں نے ایک طلاق کا ہی ارادہ کیا آپ نے فرمایا کہ پھر آپ رجوع کرلیں اس سے رجوع بالنکاح مراد ہے یعنی دوبارہ نکاح کرلیں، کیونکہ طلاق بائنہ کا حکم یہی ہے اس کے مطابق یہ حدیث دلیل ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں ورنہ اگر حضرت رکانہ نے ایک طلاق کی نیت کی ہو پھر بھی ایک اور اگر تین طلاقوں کی نیت کریں پھر بھی ایک تو اس قسم لینے کا کیا فائدہ؟ اور بے فائدہ قسم کیوں لی گئی معلوم ہوا کہ اگر ایک طلاق کی نیت کرے لفظ البتہ سے تو حکم اور ہے وہ یہ کہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ ایک طلاق بائنہ بنتی ہے اور اگر تین کی نیت کرے تو تین ہوجاتی ہے اور بغیر حلالہ کے پہلے شوہر سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہی حدیث اس مضمون کے ساتھ بھی وارد ہوتی ہے کہ حضرت رکانہ کو نبی پاکؐ نے فرمایا رجوع کرلے یہ کہنے لگے میں نے تین طلاقیں دی ہیں آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تو پھر بھی رجوع کرلے کہ وہ ایک ہے، غیر مقلدین نے اس دوسری حدیث کو لیا اور فتویٰ دیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں، لیکن امام ابوداوٗد نے دونوں حدیثیں نقل کرکے فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ کی طلاق البتہ تھی اور تین طلاقیں نہ تھیں اس کے راوی حضرت رکانہ کے گھر کے لوگ ہیں جو اپنے گھر کا معاملہ زیادہ بہتر جانتے ہیں جبکہ تین طلاقوں کے راوی اجنبی لوگ ہیں اس لئے راجح اور اصح بات یہ ہے کہ یہ طلاق البتہ تھی جس میں نیت پر دارومدار ہوتا ہے، آپ ﷺ نے نیت کی بصورت قسم تحقیق کرکے رجوع بالنکاح کا حکم دیا، اس سے محدثین کا ایک اصول سمجھ آیا کہ جو شاگرد اپنے استاذ کے جتنا زیادہ قریب ہوگا اس استاذ کے بارے میں دور والے شاگرد کی بجائے قریب والے شاگرد کی رائے کا زیادہ اعتبار ہوگا، اس لئے امام بخاری نے صحیح بخاری کے لئے طول مصاحبت کی شرط لگائی ہے یعنی ایک استاذ کے متعدد شاگرد ہوں تو وہ اس کے ہر شاگرد کی روایت قبول نہ کریں گے بلکہ اس شاگرد کی اپنے استاذ سے حدیث قبول کرتے ہیں جو عرصہ دراز تک اپنے استاذ کی صحبت میں رہا ہو کیونکہ دوسروں کی نسبت وہ اپنے استاذ کے احوال کو زیادہ جانتا ہے، ہم اسی اصول کے مطابق کہتے ہیں کہ جتنے کوفی راوی ہیں وہ ثقہ ہیں یا ضعیف؟ ان کے بارے میں اہل کوفہ کی روایت معتبر اور مقدم ہوگی بمقابلہ دور والوں کے کیونکہ دور والوں کو ان کے احوال کی

اتنی خبر نہیں جتنی کہ قریب والوں کو ہے، اس لئے ہمارے نزدیک اگر کسی راوی کی روایت کو امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، نے قبول کیا ہے تو حافظ ابن حجر عسقلانی، وغیرہ کی اس کے بارے میں جرح معتبر نہ ہوگی: لیکن کوفی رواۃ کے بارے میں غیر مقلدین محدثین کے اس مسلمہ اصول کی خلاف ورزی کرکے اہل کوفہ فقہاو محدثین کے ہاں کسی راوی کے ثقہ ومقبول ہونے کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ دور والے جو سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں ان کی رائے مان کر اہل کوفہ رواۃ کو ضعیف کہہ کر ان کی حدیثوں کو رد کرتے ہیں، کیا انصاف یہی ہے؟

احادیث ابی حنیفہ کے ردو قبول کا اصول:

امام ابوحنیفہؒ نے جن احادیث کی بنیاد پر مسائل بیان فرمائے ہیں ان احادیث کی اسناد کے ان راویوں کو دیکھا جائے گا جو امام ابوحنیفہؒ سے اوپر ہیں اگر وہ ثقہ ہیں تو وہ حدیث صحیح حجت ہوگی اگر وہ ضعیف ہوں گے کسی متفق علیہ جرح کیوجہ سے تو وہ حدیث ضعیف ہوگی اور اگر ایک حدیث امام ابوحنیفہؒ سے اوپر کی سند کے اعتبار سے صحیح ہے مگر امام ابوحنیفہؒ سے نیچے آ کر کوئی راوی ضعیف ہے تو اس کے ضعف سے امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہ ضعیف ہوگی نہ اس سے ثابت شدہ مسئلہ غلط ہوگا۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے جب احادیث کی بنیاد پر کوئی مسئلہ بیان کیا ہے غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ ان احادیث کو امام ابوحنیفہؒ سے اوپر ضعیف ثابت کریں: مثلاً امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز میں سوائے تکبیر کے باقی نماز میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد، تیسری رکعت کے شروع میں اسی طرح سجدہ سے پہلے، سجدہ کے بعد رفع یدین نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ ترک رفع کی احادیث کی بنیاد پر بتایا ہے لہٰذا غیر مقلدین ترک رفع یدین کی احادیث کا ضعف امام ابوحنیفہؒ سے اوپر بیان کریں امام ابوحنیفہؒ کے نیچے والے ضعف سے نہ امام ابوحنیفہؒ کے دلائل ضعیف ہوئے ہیں نہ ان کا مسئلہ غلط ہوتا ہے:

امین آپ ٹھیک کہتے ہیں:

حضرتؒ والا نے فرمایا کہ میں غیر مقلدین کے رد میں تقریریں کرتا لیکن مولانا حبیب اللہ رشیدیؒ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال مجھ پر خوش نہیں تھے ایک دن مجھے کہنے لگے امین تو اپنیاں ساریاں صلاحیتاں انہاں غیر مقلداں تے لادیویں گا؟ میں نے کہا حضرت یہ بہت خطرناک فرقہ ہے فقہ کا انکار کرتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کو بُرا کہتے ہیں، صحابہ کے اعمال واقوال کا انکار کرتے ہیں اور خود مجتہد بنتے ہیں، انکا جاہل بھی مجتہد بنا ہوا ہے، ناظم صاحب فرمانے لگے یہ تو پاگل ہیں میں نے کہا پھر ان پاگلوں کو جواب دینے کے لئے ہم میں بھی ایک تو پاگل ہونا چاہئے۔ چلو آپ مجھے وہی ایک پاگل سمجھ لیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد ساہیوال میں غیر مقلدین نے ناظم صاحب کو پریشان کیا اور ان کے بعض اہم آدمیوں کو ڈاواں ڈول کر دیا تو ناظم صاحب نے مجھے بلوایا اور فرمایا مولوی امین

آپ ٹھیک کہتے ہیں یہ تو بڑے خطرناک لوگ ہیں پھر ناظم صاحب نے ساہیوال میں اپنی نگرانی میں میرے کئی پروگرام رکھوائے، بعد میں خود بھی ان کے خلاف تقریر کرنے لگے۔

میں تمہیں خود کرسی پر بٹھاتا ہوں:

مولانا محمد اصغر صاحب راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا میں مخزن العلوم کے جلسہ پر گیا ہوا تھا حضرت درخواستی سٹیج پر تشریف لائے مجھے کرسی پر بیٹھا دیکھ کر برس بڑے تجھے کرسی پر کس نے بیٹھایا ہے؟ مجھے پتہ چلا ہے تو فسادی مولوی ہے ہم فسادیوں کو کرسی پر بٹھایا کرتے۔ چنانچہ مجھے کرسی سے اتار دیا، میں کرسی سے اتر کر نیچے بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد میری تقریر شروع ہوئی تو حضرتؒ نے ساری تقریر سنی جب میں نے تقریر ختم کی تو حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا دعادی اور فرمانے لگے آپ تو بہت اچھی باتیں کرتے ہیں مجھے تو بعض لوگوں نے آپ کے بارے میں بتا رکھا تھا کہ یہ فسادی ہے چلواب میں خود تمہیں کرسی پر بٹھاتا ہوں، پھر حضرت نے خود مجھے ایک کرسی پر بٹھایا۔

میں بندر کو اچھا نچالیتا ہوں:

حضرت فرماتے ہیں ایک مناظرہ میں پروفیسر عبداللہ جب ہر طرف سے گھیرا گیا اور اس کے نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہا تو لاچار اور بے بس ہو کر کہتا ہے میرے سامنے کس مداری کو لا کر بٹھا دیا ہے، حضرت فرماتے ہیں میں نے کہا میں اچھا مداری ہوں بندر کو خوب نچانا جانتا ہوں، پروفیسر صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

جاتا ہے یا میں پولیس بلاؤں:

حضرت فرماتے ہیں ایک دفعہ اکیلا پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کی مسجد میں چلا گیا اس کا بیٹا عبدالحنان مجھے جانتا نہیں تھا میں نے اس کو کہا پروفیسر صاحب سے ملنا ہے ذران کو تو بلادیں پروفیسر صاحب تشریف لے آئے اور بڑے حیران کہ مولوی امین میری مسجد میں؟ بیٹھ گئے ابتدائی طور پر مزاج پرسی کے بعد میں نے پروفیسر عبداللہ کو کہا آج میں آپ سے چند مسائل پر تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں دیکھو سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی ہمیں نہیں دیکھ رہا اگر امتیوں کی تقلید کے بغیر یہ مسائل آپ مجھے سمجھادیں تو میں ابھی اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دونگا اور اگر امتیوں کی تقلید کے بغیر آپ مسائل حل نہ کر سکیں تو پھر آپ کی اپنی مرضی آپ اپنے بارے میں خود فیصلہ کرنا، رفع یدین کے مسئلہ پر میں نے بات شروع کی اور میں نے کہا کہ آپ مجھے رکوع سے پہلے رکوع کے بعد تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کے دوام پر اور دوسری و چوتھی رکعت کے شروع میں اور ہر سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد رفع یدین کی نفی پر ایک صحیح غیر معارض حدیث پیش کریں اب وہ جو حدیث پیش کرے اس میں ایک تو غیر مقلدین کا یہ دعوی عمل

پورا نہ ہو دوسرا اس حدیث کی صحت کے لئے امتیوں کے اقوال پیش کرے میں اس کورد کردوں کہ میں امتیوں کی رائے کی تقلید کیوں کروں، تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اندر چلا گیا میں بیٹھا، جب کچھ دیر ہوگئی اس نے سمجھا کہ امین چلا گیا ہوگا تو باہر نکلا مجھے بیٹھا ہوا دیکھ کر کہتا ہے کہ آپ جاتے ہیں یا میں پولیس بلاؤں، اب میں نے سوچا کہ جانا ہی بہتر ہے چنانچہ میں اُٹھ کر چلا آیا۔

تو گالیاں دے میں قرآن سناؤں گا:

حضرتؒ فرماتے ہیں نواں جنڈاں والا میں مناظرہ کی تاریخ رکھی گئی لیکن شرائط طے نہ ہونے کی وجہ سے مناظرہ نہ ہوسکا دوبارہ پھر ایک تاریخ رکھی گئی، اب مولوی احمد سعید نے آتے ہی اپنی مسجد میں تقریر کی اور مماتیوں کو کہا یہ کہتے ہیں قرآن سنا، کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا کتے کے منہ پر چھتر اور ڈنڈا مارا جاتا ہے، یہاں کوئی کتا اوکاڑہ سے آجاتا ہے اور بھونکنا شروع کر دیتا ہے، کوئی کتا ملتان سے (علامہ تونسوی زیدمجدہ) آجاتا ہے کوئی کتا لاہور سے (علامہ خالد محمود زیدمجدہ) آجاتا ہے اور آپ کہتے ہیں میں ان کتوں کو قرآن سناؤں، کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا، ان کے منہ پر ڈنڈا مارا جاتا ہے۔ جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو ہماری مسجد میں میری تقریر شروع ہوئی میں نے کہا مولوی سعید نے مجھے گالیاں دی ہیں میں نے مولوی احمد سعید کو معاف کیا البتہ جو اس نے دوسروں کو گالیاں دی ہیں وہ ان کا معاملہ ہے ان کی مرضی معاف کریں یا نہ کریں، رہی بات چھتر مارنے اور ڈنڈا مارنے کی تو تم مجھے گالیاں دو گے میں تمہیں اللہ کا قرآن سناؤں گا تم مجھے چھتر مارو گے میں تب بھی میں آج قرآن سنا کر رہوں گا، تم مجھے ڈنڈے مارو گے تب بھی میں قرآن سنا کر چھوڑوں گا اس کے بعد میں نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات اور احادیث پیش کیں چونکہ مماتی لوگ بھی کافی آئے ہوئے تھے وہ سنتے رہے انہوں نے واپس جا کر کہا کہ تم نے تو ان کو گالیاں دی ہیں لیکن انہوں نے گالیوں کے بجائے قرآن سنایا ہے اور حدیثیں سنائی ہیں، اور اپنے مولویوں کے اس رویہ پر بہت افسوس ظاہر کیا اور مولوی احمد سعید تو شرم کے مارے میری تقریر کے دوران ہی چلا گیا تھا۔ ڈیرہ غازیخان کے مناظرہ میں مناظرہ کے دوران مولوی احمد سعید نے چیلنج دے کر کہا کہ ''اگر مولوی امین حیات دے نال فی القبر دا لفظ جاڈ کھاوے تاں میں اپنا نک وڈھا ڈیساں'' حضرت نے پہلے تو مولوی سعید کو اس پر پختہ کرنے کے لئے کچھ دکھانے میں تاخیر کی مولوی احمد سعید نے سمجھا کہ شاید ان کے پاس اس کا ثبوت نہیں اس نے اس بات پر اور زور دیا تب حضرت نے مختلف کتابوں سے حیات کے ساتھ فی القبر کا لفظ دکھا کر فرمایا ''مولوی سعید تیرا نک تے رہیا ای نہیں میں وڈھاں کی''۔

قادیانی مناظر مسلمان ہو گیا:

مولوی محمد قاسم لودھروی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے جامعہ عمر بن الخطاب ملتان میں خطاب کے دوران فرمایا کہ ایک جگہ ایک قادیانی مبلغ کے ساتھ مناظرہ تھا جب مناظرہ شروع ہوا تو قادیانی نے کہا کہ اگر مولوی امین مناظرہ ہار گیا تو میں اس کو سو جوتے ماروں گا، مولانا فرماتے ہیں میں نے کہا اگر آپ کو جوتے مارنے کا شوق ہے تو وہ شوق آپ پہلے پورا کرلیں حق و باطل کا فیصلہ بعد میں کرلیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا یہ شوق پورا نہ ہو سکے میرے اس انداز کا اور مناظرہ میں کامیابی کا اثر یہ ہوا کہ وہ قادیانی مبلغ مناظرہ کے بعد مسلمان ہو گیا۔

یا اللہ میری توبہ:

حضرت مولانا نے فرمایا میرا عبدالقادر روپڑی کے ساتھ مناظرہ ہوا دوران مناظرہ روپڑی صاحب نے ایک حدیث پیش کی میں نے اس کی سند پر جرح کی اور سند کے بعض راویوں کا مجروح ہونا بتایا تو روپڑی صاحب قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا اللہ میری توبہ، یا اللہ میری توبہ گویا وہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ میں نے جو راویوں پر جرح کی ہے، بہت بڑا گناہ کیا ہے، میں نے جب اس کا یہ رویہ اور بہروپیہ پن دیکھا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا کہ یا اللہ توبہ تک تو اس کو میں لایا ہوں آگے قبول کرنا تیرا کام ہے۔

توسل بذات النبی ﷺ:

مولانا اوکاڑوی مرحوم حرمین شریفین تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے ساتھ چمٹ کر دعا کی اللهم انی اتوسل بنبیک وحبیبک محمد صلی الله علیه وسلم آپ نے یہ کہا تھا کہ ایک شرطی آیا اس نے کہا یا شیخ صل الرکعتین ثم ادع (اے شیخ! دو رکعتیں پڑھ کر دعا کیجئے۔) حضرت نے فی البدیہہ جواب دیا ارکعتان منک افضل من ذات الرسول (کیا تیری دو رکعتیں ذات رسول سے افضل ہیں؟ یہ سن کر شرطی لاجواب ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

مسعودی لاجواب ہو گئے:

ایک دفعہ فرمایا کہ کچھ مسعودی فرقہ کے لوگ میرے پاس آئے کہنے لگے ہمارا نام قرآن میں ہے میں نے پوچھا کہاں ہے؟ کہنے لگے ھو سماکم المسلمین (اس نے تمہارا نام المسلمین رکھا ہے) میں نے کہا کہ تمہارے امام مسعود احمد کا نام قرآن میں نہیں ہے، میرا نام ہے "انی رسول امین" انہوں نے کہا اس سے آپ مراد ہیں؟ میں نے کہا کیا المسلمین سے آپ مراد ہیں؟ اس پر وہ لاجواب ہو کر واپس چلے گئے۔

گالیوں کے جواب میں حدیث:

حضرت والا نے فرمایا جامعہ خیر المدارس کے قریب بیری والی مسجد میں چار گھنٹے تقریر ہوئی ایک طرف شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دوسری طرف شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب تشریف فرما تھے۔ غیر مقلدین کی طرف سے کافی پرچیاں بھیجی گئیں جن میں مختلف سوالات تھے اللہ کے فضل وکرم سے سب پرچیوں کے جواب بھی دیئے، پروگرام ختم ہونے کے بعد دونوں شیخ الحدیث صاحبان نے فرمایا کہ جب کوئی سوال ہوتا تو ہم سوچتے اس کا جواب کیا ہوگا؟ لیکن آپ تو آسانی سے جواب دیتے تھے: چونکہ میں نے اپنی پوری تقریر میں غیر مقلدین کو کوئی گالی نہیں دی تھی اس لئے اس کے بعد غیر مقلدین نے اس کے قریب جوابی جلسہ رکھا اور اپنے خطیب کو تاکید کی کہ مولوی امین صاحب نے مدلل تقریر کی تھی پوری تقریر میں اس نے کوئی گالی نہیں دی آپ بھی بس مدلل تقریر کریں گالیاں نہ دیں لیکن وہ غیر مقلد ہی کیسا جو گالیاں نہ دے چنانچہ غیر مقلد خطیب نے سٹیج پر بیٹھتے ہی کہا کہ پہلے کتی کا ایک بچہ یہاں بیان کر گیا ہے، جب اس نے دلائل کی بجائے گالیاں زیادہ دینی شروع کیں تو اس کو غیر مقلدین نے سٹیج سے اتار دیا، لیکن مختصر وقت میں اس نے خوب گالیوں کی گردان پڑھ دی تھی اس لئے اب میرے پاس آئے کہ آپ جواب دیں پہلے تو میں نے کہا چھوڑو اس گالی گلوچ والی تقریر کے جواب دینے کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا تو میں نے اس شرط پر پروگرام دیا کہ میں گالیاں نہیں دونگا اور آپ کوئی غلط نعرہ نہیں لگائیں گے چنانچہ اس شرط کے ساتھ دوبارہ پروگرام طے ہوگیا، جب میں وہاں گیا تو وہ غیر مقلد خطیب کی گالیوں کو لے کر بیٹھ گئے میں نے کہا بھائی میں نہ خود گالیاں دونگا اور نہ اپنی موجودگی میں کسی کو گالی دینے دوں گا، ہاں ایک بات ہے تم خطیب صاحب کی گالیوں کے بارے میں پرچی دیدینا میں مناسب جواب دیدونگا۔ بحمد اللہ مدلل تقریر ہوئی اور گالیوں سے پاک آخر میں جلسہ کے منتظمین نے ایک پرچی بھیج دی کہ غیر مقلد خطیب نے کتی کا بچہ وغیرہ گالیاں دی ہیں اس پر ہمیں کیا کرنا چاہئے، میں نے کہا بھائی گالیاں مجھے پڑی ہیں یہ میری ذات کا مسئلہ ہے میں نے ان کو معاف کر دیا ہے البتہ آپ کو ایک حدیث سنا دیتا ہوں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل میں ایک حاملہ کتیا تھی، اس کتیا کے مالکان کے ہاں مہمان آئے تو کتیا نے کہا میں آج رات مہمانوں کی وجہ سے نہیں بھونکوں گی لیکن اس کے پیٹ میں جو بچے تھے وہ بھونکنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی طرف وحی کی یہ کتی اس امت کی مثال ہے جو تمہارے بعد آئے گی اور فقہاء وعلماء کو گالیاں دے گی۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۸۸) اگر میں فقہاء کو گالیاں دیتا ہوں تو اس غیر مقلد خطیب نے مجھے گالی نہیں دی بلکہ یہ حدیث سنائی ہے کہ فقہاء کو گالیاں دینے والے کتی کے بچے ہیں اور اگر غیر مقلدین فقہاء کو گالیاں دیتے ہیں تو پھر خود فیصلہ کر لیں کہ کتی کے بچے کون ہیں؟ البتہ یہ سوال باقی

رہ جاتا ہے کہ ان کی ماں کون ہے؟ تو ملکہ وکٹوریہ کتیا ہے اور غیر مقلدین جو فقہاء کو گالیاں دیتے ہیں وہ اس کتیا کے بچے ہیں۔ یہ میں نے حدیث سنائی ہے گالی نہیں دی۔

پروفیسر طالب الرحمان کا درس بند ہو گیا:

حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا: پروفیسر طالب الرحمان نے راولپنڈی میں ایک کوٹھی کے اندر درس قرآن شروع کیا، نام تو درس قرآن کا تھا لیکن کام فقہ دشمنی کا تھا، رفتہ رفتہ اس کا حلقہ بڑھنے لگا تو میرے شاگرد فخر الدین کو پتہ چل گیا کہ فلاں کوٹھی پر پروفیسر طالب الرحمان درس قرآن دیتا ہے، ایک درس میں وہ بھی پہنچ گیا درس جب ختم ہوا تو اعلان کیا گیا کہ اگر کوئی صاحب کوئی بات پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتے ہیں ان کو فقہ کی بجائے قرآن وحدیث سے جواب دیا جائے گا۔ مولانا فخر الدین صاحب کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ حضرت آپ بار بار حدیث، حدیث کا لفظ بول رہے تھے ذرا اسکی تعریف بتا دیں کہ حدیث کیا چیز ہے، پروفیسر صاحب نے کہا حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر کا نام ہے اس نے کہا جی ذرا دوبارہ ارشاد فرمائیں تا کہ میں اچھی طرح سمجھ لوں اور یاد کرلوں، اس نے دوبارہ یہی تعریف کی، پھر مولوی فخر الدین صاحب نے کاغذ نکالا اور کہا کہ جی مجھے تو آج پتہ چلا کہ حدیث کس چیز کا نام ہے ذرا تحریر کرا دیں، پروفیسر صاحب نے حدیث کی جو تعریف کی تھی وہ نوٹ کرا دی۔ اس کے بعد مولوی فخر الدین صاحب نے دوسرا سوال یہ کیا کہ جناب آپ نے اپنے درس میں اس پر زور دیا ہے کہ اہل حدیث ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے بتاتے ہیں آپ فرمائیں حدیث کی یہ تعریف قرآن میں ہے یا حدیث میں اگر قرآن میں ہے تو آپ وہ آیت سنا دیں اور اگر حدیث میں ہے تو حدیث سنا دیں، پروفیسر صاحب نے کہا یہ تعریف محدثین کی ہے، یہ (مولوی فخر الدین صاحب) کہنے لگے جناب آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ جواب صرف قرآن وحدیث سے دیا جائے گا اس لئے مجھے یہ تعریف قرآن میں یا حدیث میں دکھائیں آخر پروفیسر طالب الرحمان نے اپنی عزت رکھنے کے لئے کہا کہ میں اس کا جواب اگلے درس دوں گا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگلا درس کب ہوگا، طالب الرحمان نے کہا اس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا، اس نے کہا ہمیں کیسے پتہ چلے گا، آپ کو پتہ چل جائے گا، میں اپنا شیڈول دیکھ کر بعد میں اعلان کروں گا، یہ تاک میں رہے جب دوبارہ درس کا اعلان ہوا تو یہ پھر پہنچ گئے اور ذرا ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، جب درس ختم ہوا تو حسب معمول اعلان ہوا کہ آپ جو چاہیں سوال کریں آپ کو امتیوں کی آراء واقوال کی بجائے خالص قرآن وحدیث سے جواب دیا جائے گا، انہوں نے اپنا سابقہ سوال دہرایا اور کاغذ ہاتھ میں لے کر کہا جناب آپ نے حدیث کی یہ تعریف بتائی تھی یہ قرآن یا حدیث میں دکھائیں؟ اچھا آپ پھر آگئے ہیں: جناب میں تو آپ کے درس کا منتظر رہتا ہوں خاص طور پر اس سوال وجواب

کی نشست کا تو بہت ہی انتظار رہتا ہے آپ یہ تعریف قرآن وحدیث میں دکھائیں تاکہ میں کچھ اور سوال پوچھ سکوں۔اب ذرا مجھے جلدی ہے پھر سہی، چنانچہ یہ آخری درس تھا پھر اس کے بعد اس کوٹھی پر درس بند ہو گیا، پھر ایک اور کوٹھی پر درس شروع ہوا تو یہ وہاں پہنچ گئے اور یہی سوال وہاں کر دیا، اور کہا پروفیسر صاحب میں آپ کا بہت ہی معتقد ہوں آپ جہاں بھی درس رکھیں گے میں ضرور پہنچوں گا بالخصوص سوال وجواب کی نشست میں تو ضرور حصہ لوں گا، اب وہی پرچی نکالی اور کہا کہ حضرت آپ نے یہ حدیث کی تعریف نوٹ کرائی تھی اب ذرا اس کاغذ پر وہ آیت یا حدیث بھی نوٹ کرادیں جس میں یہ تعریف کی گئی ہے، اب بگڑ کر کہتا ہے کہ آپ شرارت کرنے آئے ہیں، جناب قرآن وحدیث کا مطالبہ کرنا یہ تو شرارت نہیں ہے، اگر یہ شرارت ہے تو آپ یہی قرآن وحدیث میں دکھادیں کہ کسی مسئلہ پر قرآن وحدیث کا مطالبہ کرنا شرارت ہے نیز آپ آئندہ یہ اعلان بند کر دیں کہ ہم ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے بتائیں گے اور اگر اعلان کیا ہے تو اس تعریف پر قرآن وحدیث کی آیت یا حدیث نوٹ کرادیں۔آپ مولوی امین کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں آپ چلے جائیں، ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں لیکن آپ کوئی آیت یا حدیث سنائیں کہ مولوی امین کے شاگرد کو جواب دینے کی بجائے نکال دیا کریں۔بس آپ چلے جائیں فوراً چلے جائیں، ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں لیکن یہ بتادیں اگلا درس کب ہوگا اور کہاں ہوگا؟ مجھے کیا پتہ۔ میں خود پتہ کرلوں گا، بالآخر یہاں بھی درس بند ہو گیا۔

غیر مقلدین کا جھوٹا پروپیگنڈا اور غیبی تھپڑ:

غیر مقلدین نے مولانا اوکاڑوی مرحوم کے بارے میں مشہور کیا کہ وہ ویسے تو اہل حدیث کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ان کا داماد غیر مقلد ہے اگر غیر مقلد غلط ہے تو غیر مقلد کو بیٹی کا رشتہ کیوں دیا ہے، اس بات کا غیر مقلدین نے خوب پروپیگنڈا کیا اور ایک اشتہار بھی تقسیم کیا گیا وہ اشتہار میرے پاس بھی پہنچا میں نے حضرت سے اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا تو آپ نے فرمایا غیر مقلدین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے دراصل میرے ایک داماد کا نام محمود ہے اس کے کچھ اور رشتہ دار غیر مقلد ہیں اس دھوکہ میں غیر مقلدین نے اس کو بھی غیر مقلد مشہور کر رکھا ہے حالانکہ وہ عقیدے کے اعتبار سے پکا اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہے۔پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت نے ایک ملاقات میں فرمایا آپ نے دس ہزار والی بات سنی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا پھر حضرت نے اس کی تفصیل یوں بتائی کہ مولوی غلام مصطفیٰ اوکاڑوی اور کچھ غیر مقلدین کے درمیان میرے داماد محمود کے عقیدہ کے بارے میں بات چلی مولوی غلام مصطفیٰ نے کہا وہ اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہے غیر مقلدین نے کہا وہ پکا اہل حدیث ہے اس پر دس دس ہزار کی شرط طے ہوگئی کہ محمود صاحب کے پاس جا کر ان کے عقیدہ کی

تحقیق کی جائے فریقین میں سے جو جھوٹا ثابت ہوا وہ بطور جرمانہ دوسرے فریق کو دس ہزار روپے دیگا، چنانچہ مولوی غلام مصطفیٰ اور کچھ غیر مقلدین محمود صاحب کے پاس گئے انہوں نے بٹھایا، ان لوگوں نے اپنی آمد کا مقصد بتایا محمود صاحب لکھ کر دیں کہ میں الحمد للہ اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہوں اور اس مسلک کو حق سمجھتا ہوں اب تو غیر مقلدین کا چہرہ فک ہوگیا، منہ لٹک گئے، عمر صاحب چائے سے تواضع کرنا چاہتے تھے لیکن غیر مقلدین نے اس بعد انتہائی بے رخی، بے مروتی کا مظاہرہ کیا اور بڑے غصہ کی حالت میں واپس آ گئے بالآخر مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے ان سے دس ہزار وصول کئے حضرت نے فرمایا مولوی غلام مصطفیٰ نے خود یہ واقعہ مجھے سنایا پھر میں محمود صاحب کے گھر گیا تو ان سے بھی پتہ چلا کہ اوکاڑہ سے کچھ لوگ محمود صاحب کے عقیدہ کے بارے میں پوچھنے آئے تھے انہوں نے لکھ کر دیدیا کہ میں اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی ہوں، الحمد للہ اس سے یہ جھوٹا پروپیگنڈا اور اشتہار بازی ختم ہوگئی۔

غیر مقلدیت اور حضرت لاہوریؒ:

حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ کی مجلس میں بات چلی تو حضرت لاہوریؒ نے فرمایا اہل حدیث اہل توحید ہیں میں نے عرض کیا حضرت یہ لوگ تو کرامات کا انکار کرتے ہیں حضرت لاہوریؒ نے فرمایا اگر واقعۃً یہ لوگ کرامات کا انکار کرتے ہیں تو پھر اہل توحید نہیں ہو سکتے، کیونکہ کرامات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جو کسی نیک بندے کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا، جو کام تحت الاسباب ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں لیکن ان میں پھر بھی اسباب کا پردہ حائل ہو جاتا ہے لیکن کرامات جو مافوق الاسباب وجود پذیر ہوتی ہیں یہ تو بغیر اسباب کے محض اور محض اللہ کی قدرت سے وجود میں آتی ہیں، لہٰذا کرامات قدرت الٰہیہ کا مظہر اتم ہوتی ہے اس لئے جو کرامات کا منکر ہے وہ اللہ کی قدرت کا منکر ہے اور جو اللہ کی قدرت کے منکر ہیں وہ اہل توحید کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لاہوریؒ کی غیر مقلدین کے عقائد کی طرف توجہ نہیں ہوئی یا آپ کو جن اہل حدیثوں سے واسطہ تھا وہ کرامات کے قائل تھے اور ان کے عقائد صحیح تھے زمانہ حال کے غیر مقلدین کے عقائد کی طرح وہ بدعقیدہ نہ تھے مثلاً مولانا داود غزنویؒ وغیرہ۔ تاہم کچھ عرصہ ہوا علامہ احسان الٰہی ظہیر کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، ''احباب دیوبند کی کرم فرمائیاں اہل حدیث پر'' اس کا ایک اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بعینہ یہ صورت (یعنی اہل حدیثوں کی مخالفت) مولانا احمد علیؒ کے فرزند اکبر اور جانشین (مولانا عبید اللہ انورؒ) کے بارہ میں معلوم ہوئی اور اہل حدیث کے متعلق ان کے نظریات سننے میں آئے اور اس سلسلہ میں یہ روایت سن کر بڑا ہی تعجب ہوا کہ مولانا احمد علیؒ کی وفات کے بعد شیخ محمد اشرف، حاجی اسحاق حنیف اور عبد المجید ناظم مالیات

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان حضرت لاہوریؒ کے جانشین محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے عرض کی کہ لاہور میں ہمیشہ سے معمول یہ رہا کہ اہل حدیث اور دیوبندی منٹو پارک (اقبال پارک) میں اکٹھے عید پڑھتے ہیں، بنابریں مولانا مرحوم بھی منٹو پارک میں مولانا غزنوی مرحوم کے پیچھے عید کی نماز پڑھا کرتے تھے، اس لئے درخواست لے کر آئے ہیں کہ آپ بھی حسب معمول نماز عید منٹو پارک میں ادا کریں، امامت کے فرائض مولانا محمد اسماعیل صاحب امیر جمعیت اہل حدیث سرانجام دیں گے، تو مولانا محترم نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو اہل حدیث کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی، اس لئے منٹو پارک میں عید پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، رہی بات کہ مولانا مرحوم کی، تو وہ تو اب دنیا سے رخصت ہوگئے اس لئے وہ جانیں اوران کا کام! اور یہ تینوں حضرات حیران وپریشان کف افسوس ملتے ہوئے افسردہ دل واپس لوٹ آئے کہ مدتوں کا اتحاد یوں لمحہ میں جناب مکرم نے پارہ پارہ کردیا۔ (احباب دیوبند کی الخ ص ۹۹)

غیر مقلدین کے عقاید جوشخص بھی پڑھے گا اس کا فیصلہ یہی ہوگا جو مولانا عبیداللہ انورؒ نے فرمایا صرف تقلید کے حوالہ سے غیر مقلدین کا ایک عقیدہ ملاحظہ فرمائیں باقی ان کے دوسرے عقائد ہم انشاء اللہ العزیز اپنی کسی مستقل تصنیف میں عرض کریں گے۔

اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے (الظفر المبین صفحہ ۲۰) (س۔۴) کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہوکر مرا ہو وہ یہ دعا نہ پڑھے رب اغفرلی ولوالدی (اے میرے رب بخش مجھے اور میرے والدین کو)۔

(جواب) مشرکین کے لئے دعاء مغفرت ناجائز ہے (سراج محمدی صفحہ ۴۷ ناشر مکتبہ محمدیہ لاہور) گویا غیر مقلدین کے اس عقیدہ کے مطابق حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب مشرک ہیں۔ ایسے غلیظ عقاید کے بعد غیر مقلدین کے پیچھے نماز کا کیا جواز؟ اس لئے مولانا عبیداللہ انورؒ نے جو فرمایا بجا فرمایا۔

چند ملحدین جو سابق اہل حدیث تھے:

گزشتہ سال ۱۹/ رجب ۱۴۲۱ھ کو مولانا اوکاڑویؒ باب العلوم تشریف لائے تو میں نے حضرت کی خدمت میں اپنا تحریر کردہ ایک اشتہار پیش کیا عنوان تھا ''سابق دیوبندی اور سابق رفیق ملائکہ'' چونکہ آج کل غیر مقلدین نے حنفی عوام کو پریشان کرنے اور غیر مقلد عوام کو مطمئن کرنے کے لئے عام سلسلہ شروع کردیا ہے کہ اپنے مختلف علماء کے نام کے ساتھ ایک لاحقہ لگاتے ہیں سابق دیوبندی حتی کہ ایک اشتہار ایسا بھی دیکھا کہ عالم، قاری، نعت خواں سب سابق دیوبندی، پھر ہمارے حنفی حضرات کو یہ طعنہ دینا کہ کتنے تمہارے علماء اور قراء اہلحدیث

بن رہے ہیں معلوم ہوتا ہے اہل حدیث مذہب حق ہے لیکن آج تک کوئی اہل حدیث عالم دیوبندی نہیں بنا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں نے جوابی طور پر مذکورہ بالا اشتہار ترتیب دیا اس میں شیطان کی زمین و آسمان میں عبادت کے احوال لکھ کر اخیر میں عبارت کی سرخی دیکر لکھا اگر ابلیس لعین کافر مرتد ہوکر جماعت ملائکہ سے الگ ہوا اور رفیق ملائکہ کے منصب عالی سے محروم ہوکر سابق رفیق ملائکہ بن گیا تو کیا اس سے ملائکہ کی عظمت میں کوئی فرق آیا؟ ان کی شان میں کوئی کمی آئی؟ اسی طرح اگر چند مفاد پرست منافق قسم کے لوگ حنفیت کو چھوڑ کر سابق حنفی بن جائیں تو اس سے مذہب حنفی کی حقانیت وصداقت میں کوئی فرق نہیں آتا البتہ ابلیس سابق رفیق ملائکہ کی طرح ان سابق دیوبندیوں کے مردود وملعون ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا، ایک اور اشتہار بھی دکھایا یہودیت غیر مقلدیت کے روپ میں فرمایا یہ دونوں اشتہار میرے تھیلے میں رکھ دیں، اور ساتھ ہی فرمایا میں آپ کو چند سابق اہل حدیث کے نام بتاتا ہوں وہ لکھ لو اور جب دوبارہ اشتہار شائع کرو تو ان سابقین کے نام بھی لکھ دینا مولانا مرحوم نام بتاتے گئے میں لکھتا گیا وہ نام یہ تھے (۱) مرزا غلام احمد قادیانی، سابق اہل حدیث (۲) مرزا قادیانی کا خلیفہ اول حکیم نورالدین سابق اہل حدیث (۳) عبداللہ سلوری قادیانی، سابق اہل حدیث (۴) سکندر خان قادیانی، سابق اہل حدیث۔ واضح رہے کہ یہ سکندر خان مشہور قادیانی ظفر اللہ خان سابق وزیر خارجہ پاکستان کا داماد ہے (۵) بابو الٰہی بخش لاہوری قادیانی، سابق اہل حدیث (لاہور کا یہ پہلا قادیانی ہے) (۶) مولوی احمد حسن امروہوی قادیانی، سابق اہل حدیث، اس نے حضرت شیخ الہند کے رسالہ ادلہ کاملہ کا جواب بھی لکھا تھا۔ (۷) گھٹیالیاں پورا گاؤں قادیانی ہو گیا اور یہ پورا گاؤں سابق اہل حدیث (۸) چک نمبر ۵۵/ٹو ایل اوکاڑہ کے نمبردار غلام قادر، غلام سرور قادیانی، سابق اہل حدیث (۹) مولوی عبدالکریم قادیانی، سابق اہل حدیث (۱۰) نصرت بیگم کا باپ مرزا قادیانی کا سسر میر ناصر نواب قادیانی، سابق اہل حدیث (۱۱) عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث، سابق اہل حدیث وخطیب مسجد چینیانوالی لاہور (۱۲) علامہ جیراجپوری بن مفتی مولوی سلامت اللہ بھوپالی منکر حدیث، سابق اہل حدیث (۱۳) ماسٹر احمد دین امرتسری قادیانی (مصنف صلوۃ الرحمان) سابق اہل حدیث جو بعد میں منکر حدیث بن گیا (۱۴) نیاز فتح پوری منکر حدیث، سابق اہل حدیث (۱۵) سرسید نیچری، سابق اہل حدیث (۱۶) جماعت المسلمین کے امام مسعود احمد کی سربراہی میں سینکڑوں اہل حدیث، اہل حدیث فرقہ کو چھوڑ کر جماعت المسلمین میں شامل ہو گئے اور فتوی دیا کہ اہل حدیث کافر ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا قادیانیوں کی کتاب الاربعین کے پہلے صفحہ پر ایک نام قادیانی کا لکھا ہوا ہے وہ بھی سابق اہل حدیث ہے لیکن اس وقت نام ذہن میں نہیں وہ دیکھ کر لکھ لینا۔ اور فرمایا کہ جو اہل حدیث سابق دور میں عیسائی بن کر سابق اہل حدیث بنے وہ ان کے علاوہ ہیں۔

علم تصوف اور علم مناظرہ کا حسین امتزاج:

بلا شبہ جس طرح تصوف عام اخلاق عالیہ، اعمال صالحہ، کمالات ظاہرہ، کمالات باطنہ اور تعمیر الظاہر والباطن کی بنیاد ہے اسی طرح علمی ترقی کی بھی اساس ہے، علم تصوف کا علم تفسیر علم حدیث اور علم فقہ کے ساتھ امتزاج قابل تعجب نہیں بلکہ ان میں افتراق قابل حیرانی وتعجب ہے لیکن علم تصوف اور علم مناظرہ کا امتزاج عجائبات دنیا میں ایک عجوبہ ہے کیونکہ دونوں کے تقاضے جدا دونوں کی راہیں مختلف، لیکن میدان مناظرہ شاہ سواروں اور مشہور شخصیات میں سے حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے بعد مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ میں تصوف ومناظرہ کا صرف امتزاج ہی نہیں کمال امتزاج تھا، ہمارے علماء وعوام الناس کا ذہن یہ ہے کہ صاحب فلاں شخص تو صوفی ہے وہ کیا مناظرہ کرے گا مگر حیران کن بات یہ ہے کہ اس کے برعکس عصر حاضر کے عظیم مناظر اور استاذ المناظرین مولانا اوکاڑویؒ کامل صوفی بھی ہیں اور بے مثال مناظر بھی، جب وہ مسائل تصوف پر گویا ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ حضرت لاہوریؒ اور حضرت مدنیؒ کے جواہرات تصوف کا ایک بڑا خزانہ ہے جو بڑی فیاضی سے تقسیم ہو رہا ہے اور جب مناظرانہ حیثیت سے معرکہ حق وباطل میں عقلی ونقلی دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باطل پر حملہ آور ہوتے تو مخاطب کا ہر طرف سے گھیرا تنگ کر کے اس کو اس طرح جکڑ دیتے کہ وہ سرنگوں تسلیم ہونے پر یا میدان مناظرہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا گویا مناظرہ کے وقت ابوحنیفہؒ کی روح ان کے ساتھ ہے جو دلائل القاء کر رہی ہے اور مسائل تصوف کی عقدہ کشائی کے وقت شیخ جیلانیؒ نے حضرتؒ کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہے اس کی برکت سے آپ تصوف کے انمول موتی بکھیر رہے ہیں: حضرت مولانا مرحوم نے ایک مرتبہ روحانی کیفیات واحوال پر طویل گفتگو فرمانے کے بعد فرمایا کہ بریلوی کی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے احوال وکیفیات کو عقاید کا درجہ دیدیا ہے حالانکہ روحانی احوال وکیفیات ایک وقتی اور ظنی چیز ہے اس کو عقیدے کا درجہ دینا غلط ہے مولوی غلام مصطفیٰ لودھروی نے بتایا ۱۹۹۸ء کی بات ہے میں جامعہ عمر بن الخطاب ملتان میں زیر تعلیم تھا مولانا اوکاڑویؒ کی خدمت میں اکثر آنا جانا رہتا تھا، میں ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہو گیا وہ یہ کہ میں جب تبلیغی بیان سنتا یا تبلیغی انداز کی کتابیں دیکھتا تو یوں معلوم ہوتا جہاد نام کی کوئی چیز نہیں وہ اسی کو انبیاء وصحابہ کا کام بتاتے اور جب مجاہدین کی تقریر سنتا اور جہاد کی کتابیں دیکھتا تو یوں معلوم ہوتا کہ اصل کام ہے ہی جہاد: تبلیغی بیانات سے معلوم ہوتا کہ تبلیغ فرض عین ہے اور جہادی بیانات سے معلوم ہوتا کہ جہاد فرض عین ہے۔ میں اپنی یہ پریشانی لے کر مولانا اوکاڑویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مختصر جواب دیا کہ جاؤ اپنی تعلیم پر توجہ دو اور ادھر ادھر کی باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود میری پریشانی جوں کی توں باقی رہی، دوبارہ حاضر خدمت ہو کر اپنا مسئلہ ذکر کیا حضرت نے پوچھا کہ آپ کسی کے مرید ہیں؟ میں نے

عرض کیا جی ہاں میں مرید ہوں شیخ طریقت مولانا غلام قادر صاحب آف بصیرہ قندرانی ضلع مظفر گڑھ خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالمالک صاحب قریشیؒ کا، مولانا نے فرمایا ان سے رابطہ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، حضرت نے بحالت غصہ فرمایا جاؤ اپنے پیر خود ہو جاؤ میں مدرسہ میں واپس آ گیا چند دنوں کے بعد میں اپنے شیخ مولانا غلام قادر صاحب زید مجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضرت مولانا اوکاڑویؒ کی ساری باتیں کہہ ڈالیں اور تجدید بیعت کی، پھر واپس ملتان آ کر مولانا اوکاڑویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میں نے تجدید بیعت کر لی ہے اور میں نے اپنے شیخ کا تعارف کرایا، میں جب دوبارہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت الشیخ نے فرمایا کہ مولانا اوکاڑویؒ آئے تھے یہاں، میں نے ان سے پوچھا آپ کسی کے مرید ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں حضرت قاضی مظہر حسین زید مجدہ کا مرید ہوں، مولوی غلام مصطفیٰ نے بتایا کہ جب میں نے مولانا اوکاڑوی مرحوم کی اس بات پر عمل کیا تو الحمدللہ اس وقت سے بڑی دلجمعی کے ساتھ تعلیم میں مصروف ہوں اور اب درجہ موقوف علیہ تک پہنچ چکا ہوں، آج اہل سنت والجماعت کے بعض لوگوں میں جو کچاپن ہے کہ شبہ سے وہ شبہ میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے مسلک کے بارے میں ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں اس کا سبب حضرت نے یہ بتایا کہ دراصل یہ لوگ علماء اور اہل اللہ سے ظاہراً یا باطناً دور ہوتے ہیں یہ ان کی دوری اور بے تعلقی ان کی گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ راہ ہدایت پر استقامت کے لئے دلائل کافی نہیں بلکہ اہل اللہ سے روحانی تعلق بھی ضروری ہے یہ تشخیص و تجویز اسی ذوق تصوف کا ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تصوف کا اعلیٰ ذوق عطا کیا تھا اس کی وجہ سے آپ تصوف کے بڑے پیچیدہ مسائل بہت ہی سہل طریقہ سے سلجھا اور سمجھا دیتے تھے چونکہ غیر مقلدین، جماعت المسلمین، اور اسدی فرقوں نے وحدت الوجود کے پیچیدہ مسئلہ کو لوگوں کی گمراہی کا اور اسلاف بدگمانی کا ذریعہ بنایا ہوا تھا، اس لئے حضرت والا نے احقر کے عرض کرنے پر اس مسئلہ کی عجیب انداز سے وضاحت فرمائی اور اس مشکل ترین مسئلہ کو ایسے طریقہ سے سلجھایا اور سمجھایا کہ آسانی سے مسئلہ بھی سمجھ آ گیا اور اس پر وارد ہونے والے اشکالات بھی دور ہو گئے، ذیل میں مسئلہ وحدت الوجود کی تفصیل جو مولانا کے علوم وہبیہ میں سے ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

وحدۃ الوجود:

جامعہ خیر المدارس ملتان میں اتحاد اہل سنت والجماعت کا حضرتؒ کی صدارت میں اجلاس ہوا میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ وحدت الوجود کا مسئلہ ہمیں سمجھا دیں حضرت والا نے اس پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو فرمائی جو قارئین ''الخیر'' کی نذر ہے ملاحظہ کیجئے۔

ہر کثرت کسی وحدۃ کی طرف سمٹ جاتی ہے مثلاً آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے مرد و عورتیں پیدا ہوں گے

وہ سب ایک لفظ انسان کی وحدۃ میں سمٹ آتے ہیں سب پر لفظ انسان ہی بولا جائے گا اس کو وحدۃ انسانیت کہتے ہیں لیکن آج تک کسی بیوقوف نے وحدۃ انسانیت کا یہ مفہوم نہیں لیا کہ سب ایک ہو گئے ہیں حالانکہ مرد مرد رہا عورت عورت ہی رہی ماں ماں ہی رہی بہن بہن ہی رہی کافر کافر ہی رہا مسلمان مسلمان ہی رہا، وحدۃ انسانیت کا کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ اب بیوی اور بہن کی تمیز ختم ہوگئی ہے کافر اور مسلمان کی تمیز ختم ہوگئی ہے، بلکہ سب کے سب وحدۃ انسانیت میں شامل ہونے کے بعد انسان تو ہیں لیکن ابوجہل ابوجہل ہی رہا عثمانی عثمانی ہی رہا، اسدی اسدی ہی رہا۔

اس کے اوپر وحدۃ حیوانیت ہے، کائنات کے تمام حیوان ایک وحدۃ حیوانیت میں اکھٹے ہوگئے اگر چہ خنزیر بھی حیوان ہے اور اسدی بھی حیوان ہے، یہ دونوں ایک وحدۃ میں اکھٹے ہیں، لیکن اسدی اپنے آپ کو خنزیر اور خنزیر اپنے آپ کو اسدی نہیں سمجھتا۔

اس کے اوپر وحدۃ جسم نامی ہے، جس میں کانٹے دار درخت خنزیر اور اسدی ایک ہی وحدۃ میں شریک ہیں لیکن پھر بھی درخت درخت ہے، خنزیر خنزیر ہے اور اسدی اسدی ہی ہے۔

اس کے اوپر وحدۃ جسم مطلق ہے، جس میں مہاتما بدھ کا بت اسدی، کتا اور تھور کا درخت ایک ہی وحدۃ میں اکھٹے ہوگئے ہیں، لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ اسدی بت بن گیا یا کتا بن گیا ہے۔

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ ہر کثرت کسی وحدۃ کی طرف سمٹ جاتی ہے، لیکن افراد کے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

وحدۃ انسانیت، وحدۃ حیوانیت، وحدۃ جسم نامی، وحدۃ جسم مطلق وغیرہ میں ہم خدا کو شریک نہیں کر سکتے لیکن سب سے بڑی وحدۃ وجود کی وحدۃ ہے خدا پر انسان کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، جسم کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، لیکن وجود کا لفظ بولا جا سکتا ہے، اس لئے وجود کی وحدۃ میں مخلوق کے ساتھ خدا بھی شامل ہے لیکن واجب الوجود، واجب الوجود ہی رہا اور ممکن الوجود ممکن الوجود ہی رہا، خدا خدا ہی رہا، بندہ بندہ ہی رہا، خالق خالق ہی رہا مخلوق مخلوق ہی رہا۔

اسدی کا یہ کہنا کہ وحدۃ الوجود کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدا یا خدا بندہ بن گیا یہ ایسی ہی جہالت ہے جیسے وحدۃ انسانیت میں کوئی کہے کہ ابوجہل اسدی بن گیا اور اسدی ابوجہل بن گیا یا وحدۃ حیوانیت میں کوئی کہے کہ اسدی کتا بن گیا اور کتا اسدی بن گیا اور وحدۃ جسم نامی کا مطلب یہ لے کہ بیری کا درخت اسدی بن گیا اور اسدی بیری کا درخت بن گیا، اسی طرح کی یہ ایک جہالت ہے۔

دنیاء میں مٹی سے پیدا شدہ جتنی چیزیں نظر آ رہی ہیں حلوے کی اصل بھی مٹی ہے اور پاخانہ کی اصل بھی مٹی ہے اسی طرح دودھ اور پیشاب دونوں کی اصل پانی ہے لیکن کوئی بھی ان دونوں میں اتحاد کا قائل نہیں۔

اسدی پہلے جھوٹ بولتا ہے کہ وحدۃ کا معنی اتحاد کرتا ہے حالانکہ اتحاد کے عقیدہ کو خود ابن عربی کفر قرار

دیتے ہیں چنانچہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں اما القول بالاتحاد فھو من مقالات اھل الکفر والالحاد۔

(۲) خالق اور مخلوق میں کوئی ربط باقی ہے یا نہیں جیسے کمہار نے ایک لوٹا بنادیا اب کمہار مرے جیئے لوٹا پڑا ہے کمہار کا اس کے ساتھ کوئی ربط اور تعلق نہیں کیا خدا بھی مخلوق کو پیدا کر کے اس سے لاتعلق ہو گیا ہے؟ اس بارہ میں تین ہی خیال ہو سکتے ہیں کہ خدا کسی اور جگہ رہتا ہے اور مخلوق کسی اور جگہ، آپس میں کوئی تعلق نہ ہو، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خدا کا تعلق چند چنیدہ شخصیتوں کے ساتھ ہوتا ہے، ہندو کہتے ہیں کہ خدا کا تعلق صرف رام چندر اور کرشن کنھیا کے ساتھ ہے، تیسرا نظریہ یہ ہے کہ جو صوفیاء کرام کا ہے کہ خدا جس طرح خالق ہے وہ قیوم بھی ہے ہر ہر مخلوق ہر ہر وقت اس کی محتاج ہے، ایجاد بھی اسی کا کام ہے اور امداد بھی، مخلوق ہر ہر وقت خالق کی مدد کی محتاج ہے لیکن حادث اور قدیم میں کیا ربط ہے باوجود ربط ہونے کے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، جس طرح ہمارے منہ سے جو کلام نکل رہا ہے ہماری زبان کے ساتھ اس کا یقیناً ربط ہے ہماری آنکھ جو کچھ دیکھ رہی ہے مرئی چیزوں کے ساتھ اس کا ربط ہے اسی طرح قوت شنوائی کا کان کے ساتھ ربط ہے لیکن یہ سارے ربط بے چوں و بے چگوں ہیں ان کی ہم الفاظ میں تشریح نہیں کر سکتے، حادث کے تعلقات بھی ایسے ہیں کہ ان کی تشریح الفاظ میں ممکن نہیں تو حادث اور قدیم کے ربط کو الفاظ میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے البتہ ملحدین اس کو حلول کا نام دیتے ہیں اور صوفیاء کرام ظہور کا۔

حلول کا مطلب یہ ہے کہ جیسے چینی یا نمک پانی میں حل کر دیا اب چینی یا نمک کا وجود ختم ہو گیا اس طرح خدا کسی میں حلول نہیں کرتا کہ خدا کا نام ختم ہو جائے، اب عیسیٰ علیہ السلام یا رام چندر رہ جائے۔

ظہور: سورج کا ظہور آئینہ میں ہوتا ہے اس میں سورج کے وجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ آئینہ اس کے ظہور سے چمک پڑتا ہے، اسی طرح خالق کی صفات کا ظہور کائنات میں ہے، کہیں صفت علم کا بھی ظہور ہے۔

صوفیاء کرام حلول کے قائل نہیں اسدی اور عثمانی ان پر جھوٹ بولتے ہیں، شیخ ابن عربی فرماتے ہیں اما الحلول فھو من مقالات اھل الکفر والجھول۔

(نوٹ) وحدۃ الوجود کا مسئلہ نہ اہل سنت عقاید میں ہے اور نہ ہی ضروریات میں سے بلکہ اس کا تعلق احوال سے ہے، صوفیاء کرام پر مختلف احوال گزرتے ہیں، سلوک میں مختلف رنگ ابھرتے ہیں کبھی خوف کا غلبہ کبھی رجاء کا یہ احوال ادلتے بدلتے رہتے ہیں، اس لئے صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کو تلوین بھی کہتے ہیں، اور بعض اوقات غلبۂ حال کے وقت انسان معذور ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث توبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کی مثال یوں دی کہ ایک آدمی کا سارا ساز و سامان حتیٰ کہ طعام و شراب بھی اونٹنی پر تھا اور وہ اونٹنی اس سے گم ہو گئی اب وہ اونٹنی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے لیکن اونٹنی کا کوئی پتہ نہیں چلتا آخر تھک ہار کر وہ لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں، اب اسے صرف موت ہی کا انتظار تھا ایک آہٹ سنائی دی آنکھ

کھول کر دیکھا کہ اونٹنی بمع ساز وسامان پاس کھڑی ہے وہ اٹھا بہت خوشی کی حالت میں تھا اور یہ کہہ رہا تھا اللھم انت عبدی وانا ربک حالانکہ اسنے کہنا یہ تھا اللھم انت ربی وانا عبدک لیکن خوشی کی حالت میں اس کی زبان قابو میں نہ رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اخطأ من شدة الفرح خوشی کے غلبۂ حال میں اس کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا، صاحب حال کی نہ تکفیر جائز ہے اور نہ ہی تقلید، سالک جب تلوین سے نکل جاتا ہے تو پھر مقام تمکین پر پہنچ جاتا ہے اس کو مکان بھی کہتے ہیں، تلوین اور تمکین کی مثال بالکل ایسی ہے ہنڈیا جب پک رہی ہوتی ہے تو خوب ابلتی ہے کبھی بالکل نیچے چلی جاتی ہے یہ اس کے احوال ہیں اور جب بالکل پک جاتی ہے تو پھر ایک حالت سکون میں ہو جاتی ہے اسی کو مکان کہتے ہیں۔

وحدۃ الشہود:

توحید کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ لامعبود الا اللہ، یہ توحید کفر ایمان کا مدار ہے جب تک یہ عقیدہ نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے، توحید کا دوسرا درجہ لامقصود الا اللہ یہ خواص لوگوں کی توحید ہے کیونکہ ریا کاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک فرمایا ہے، اس شرک کے مقابلے میں اخلاص کا نام توحید رکھا گیا، اس توحید کا تعلق کفر ایمان سے نہیں بلکہ مخلص و ریا کار سے ہے، توحید کا تیسرا درجہ لاموجود الا اللہ یہ توحید کشفی کہلاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل میں دین کے تین شعبے بیان فرمائے ہیں (۱) ایمان یعنی عقاید (۲) اسلام یعنی اعمال اور احکام (۳) احسان، اور احسان کے ابتدائی اور انتہائی درجہ کی نشاندہی فرمائی، ابتدائی درجہ کو صوفیاء کرام مراقبہ کا نام دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، اور انتہائی درجہ کا نام صوفیاء کرام نے مشاہدہ رکھا ہے، انِ تعبد اللہ کانک تراہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے، عارف کامل جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خداوند قدوس کی تجلیات کا مشاہدہ شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت اُسے ذات کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی جیسے دن کے وقت ستارے آسمان پر ہیں لیکن سورج کی تجلی اتنی تیز ہے کہ اس کے سامنے ستارے نظر نہیں آتے، اللہ تعالیٰ کی تجلیات تو سورج کی تجلیات سے لاکھوں گنا تیز ہیں اس لئے اس خاص حالت کے وقت انہیں کچھ نظر نہ آئے اور وہ لاموجود الا اللہ پکاریں تو ان پر انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ رات کو سینکڑوں جگنوں نظر آتے ہیں اور چمکتے دکھائی دیتے ہیں لیکن دن کو کوئی جگنوں چمکتا دکھائی نہیں دیتا کسی نے جگنوں سے پوچھا کہ رات کو تیری چمک کتنی اچھی لگتی ہے لیکن دن کو تو نظر نہیں آتا جگنوں نے جواب دیا کہ میں رات کو بھی یہیں ہوتا ہوں اور دن کو بھی یہیں، لیکن سورج کی روشنی کے سامنے میری

چمک ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ گاؤں کا نمبردار گاؤں میں معزز آدمی ہوتا ہے اور گاؤں والے اس کا احترام کرتے ہیں کئی لوگ خادموں کی طرح اس کے آگے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں ایک دن ڈپٹی کمشنر گاؤں میں آ گیا اب نمبردار غلاموں کی طرح بھاگا پھر رہا ہے، اس کے بیٹے نے باپ سے کہا ابا جی آج آپ کو اپنی نمبرداری یاد نہیں رہی تو باپ نے بتایا کہ بیٹا میری نمبرداری گاؤں والوں پر ہے ڈپٹی کمشنر کے سامنے تو میری نمبرداری نہیں چلتی بھکاریوں کی طرح بھاگا پھر رہا ہوں۔

ایک مثال: کہ ایک آدمی ریڈیو پر تقریر کر رہا ہے اور دن کے بارہ بجے ہوتے ہیں وہ پورے زور سے کہہ رہا ہے کہ آفتاب عالم تاب کی حکومت ہے آسمان پر کوئی ستارہ موجود نہیں اور زمین پر ایک جگنو بھی موجود نہیں، دوسرا آدمی اس کی تقریر کو ایسی جگہ سن رہا ہے جہاں آدھی رات کا وقت ہے ظاہر ہے کہ وہ سن کر یہی کہے گا کہ تقریر کرنے والا بالکل جھوٹ بول رہا ہے، آسمان پر ہزاروں ستارے نظر آ رہے ہیں، زمین پر سینکڑوں جگنو چمک رہے ہیں، دونوں اپنی اپنی جگہ سچے ہیں، کیونکہ اس کا مقام اور ہے اور اس کا مقام اور ہے، ایک آدمی کمرے میں بیٹھا ہے اور سورج کی روشنی کی لہر روشندان کے ذریعے پہنچ رہی ہے اور اس لہر میں اُسے لاکھوں ذرات نظر آ رہے ہیں لیکن دوسرا آدمی جو کمرے سے باہر کھڑا ہے جہاں سورج کی روشنی براہ راست آ رہی ہے اس فضاء میں اسے ایک ذرہ بھی نظر نہیں آ رہا، اب دونوں کی بات میں اختلاف ہو گیا جو کمرے میں بیٹھا ہے وہ کہے گا کہ فضاء میں لاکھوں ذرات موجود ہیں اور جو براہ راست سورج کی تجلی میں کھڑا ہے وہ کہے گا کہ سورج کے سواء فضاء میں کچھ بھی نہیں، عوام کا حال کمرے میں بیٹھنے جیسے کا ہے کہ اسے کائنات کی ہر ہر چیز نظر آ رہی ہے لیکن عارف کامل کا حال جو مقام مشاہدہ پر ہے اسے اللہ تعالیٰ کی تجلی کے ظہور کے سامنے کوئی چیز نظر نہیں آتی اس لئے وہ یہی پکارتا ہے، لاموجود الا اللہ، جو لوگ صاحبِ مشاہدہ نہیں ان کو اس کا پابند نہیں کیا گیا۔

(نوٹ) تقلید فقہاء اور مجتہدین کی ہوتی ہے کیونکہ ان کے استنباطی احکام کی بنیاد کتاب وسنت ہے، صوفیاء کرام کے احوال کا تعلق ذوقیات سے ہوتا ہے اور ذوقیات کے لئے الفاظ کا دائرہ بہت تنگ ہے، اس لئے ذوقیات کو الفاظ میں نہیں سمجھایا جا سکتا، مثال کے طور پر ایک آدمی نے سیب نہیں چکھا آپ اسے سیب کی مٹھاس صرف الفاظ سے سمجھانا چاہیں تو بات الجھتی تو چلی جائے گی لیکن اس کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔ اس کے ذہن میں پہلے سے کچھ مٹھاسیں ہیں وہ پوچھے گا کہ کیا سیب کی مٹھاس گڑ جیسی ہوتی ہے؟ آپ کہیں گے نہیں تو وہ کہے گا آم جیسی، تو آپ پھر انکار کریں گے، وہ کہے گا انگور جیسی ہوتی ہوگی تو بات الجھی چلی جائے گی لیکن آپ الفاظ سے سیب کی مٹھاس اور دوسرے پھلوں کی مٹھاس نہیں سمجھا سکتے، اب وہ آپ سے لڑے گا کہ عجیب بات ہے کہ تم گھنٹوں تقریر کر سکتے ہو لیکن سیب کی مٹھاس کا فرق نہیں سمجھا سکتے، تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ اس کو سیب کھلا دیا جائے، جب وہ خود سیب کو چکھے گا اب آپ

اسے کہیں کہ آپ سیب کی مٹھاس لفظوں میں بیان کریں تو وہ یہی کہے گا کہ ذوقیات کے لئے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔

اس لئے صوفیاء کرام کے احوال کا تعلق چونکہ ذوقیات کے ساتھ ہے جس نے اس مقام کا مزہ نہیں چکھا وہ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتا اس لئے وہ خود بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ اس مقام کے نہ ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ بالکل نہ کریں۔

شیخ ابن عربیؒ کے ہمعصر ایک بڑے فقیہ اور محدث تھے شاگردوں نے ایک دن پوچھا کہ حضرت ابن عربیؒ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ زندیق، ملحد اور بے دین آدمی ہے۔

جب شیخ ابن عربیؒ کا وصال ہوا تو وہی عالم رو رہے تھے اور بار بار فرما رہے تھے مات قطب الوقت شاگردوں نے پوچھا کہ آپ نے ہمیں ان کے فیض سے کیوں محروم رکھا، فرمایا ''وہ صاحب حال تھے'' اس لئے وہ تو معذور تھے لیکن اگر تم ان کے پاس جاتے تو ان کی تقلید کر کے تم کافر ہو جاتے، اس لئے صاحب حال صوفیاء کرام کی جس طرح تقلید جائز نہیں ان کی تکفیر بھی جائز نہیں، حدیث قدسی میں ہے من اذالی ولیاً فقداذنته باالحرب.

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد نے مجھ سے پوچھا کہ وحدۃ الوجود کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں، میں نے کہا کہ وحدۃ الوجود کا جو مطلب تیرے ذہن میں ہے اس کو صوفیاء کرام بھی کافر کہتے ہیں لیکن جو مطلب صوفیاء کرام لیتے ہیں کہ مابہ الموجودیت کہ اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے کے بعد قیوم بھی ہیں، اور ہم ایک لحظہ بھی اللہ کی نوازشوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، اس کو تم بھی مانتے ہو، اصطلاحی الفاظ میں لغوی معانی کرنا غلط ہے۔

یہ ایک صوفیاء کرام کا اصطلاحی لفظ ہے وہ کہنے لگا کیا یہ اصطلاح قرآن حدیث سے ثابت ہے، میں نے کہا محدثین نے جو اصطلاحات بنائی ہیں وہ بھی ان معانی میں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہیں تو جب صرف ونحو والوں کو منطق وفلسفہ والوں کو تفسیر فقہ حدیث والوں کو یہ حق ہے کہ اپنی بات کو سمجھانے کے لئے کچھ اصطلاحات مقرر کرلیں تو صوفیا کرام کو اس حق سے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

(نوٹ) میں اخیر میں مناظر اسلام مولانا محمد اصغر تمیمی لودھروی اور مناظر اسلام مولانا محمد یوسف الحسینی بہاولپوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بعض اہم معلومات فراہم کرنے میں مجھے مدد دی اور ان کے خصوصی تعاون سے یہ مضمون مکمل ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو عزیزوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ (آمین)

☆----☆----☆

صاحبزادہ مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ عوام سے لے کر علماء کرام کے طبقہ تک ہر ایک فرد ان کی دینی، علمی خدمات کے پیش نظر ان سے متعارف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی صفات وخصوصیات سے متصف فرمایا تھا۔ مرحوم جہاں ایک زبردست مناظر اور فاضل تھے وہیں ایک کامیاب مدرس اور بہترین مبلغ ومقرر بھی تھے، پھر ساتھ ہی تواضع، عاجزی، اخلاص، للّٰہیت اور تقویٰ جیسے اوصاف نے ان کی شخصیت کو عبقری بنا دیا تھا۔ سرعت مطالعہ اور جودۃ فکر ونظر اور حافظہ وذہن ثابت کے مالک تھے۔ پھر طرہ یہ کہ ہر باطل فرقہ کے نظریات سے نہ صرف پورے طور پر واقف تھے بلکہ بڑی قوت اور دلائل سے ان کے بلیغ رد میں انہیں مہارت تام حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مسلک حق اہل السنّت والجماعت کی ترجمانی کا جتنا کام لیا ہے اور بطور خاص فقہ حنفی کی انہوں نے تقریر وتحریر اور مناظروں کے ذریعہ جو خدمت کی ہے وہ ان کی زندگی کا ایک سنہری باب ہے۔

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں جس قدر علم کی گہرائی اور پختگی نیز اعتدال اور توازن کی ضرورت ہے۔ عام طور پر مناظرانہ طبائع میں اس کا فقدان ہے مگر مولانا میں یہ اوصاف پورے طور پر موجود تھے۔ ان کی تحریرات اور تقاریر، مناظرے پورے طور پر اسی رنگ کے آئینہ دار ہیں جن سے طلبہ، علماء کرام اور عوام الناس ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں گے جو ان کے لئے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات ہیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کرام، مشائخ، فقہاء عظام اور اکابرین کو ان پر مکمل اعتماد تھا۔ مسلک کی ترجمانی اور ابطال باطل کے لئے مناظرہ کے لئے مولانا کا نام حرف آخر اور سند کا درجہ رکھتا تھا، پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل تھا کہ وہ اتنی جامعیت اور شہرت ومقبولیت کے باوجود اکابر سے نہ صرف گہری عقیدت رکھتے تھے بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ نہایت ادب واحترام اور عقیدت کے ساتھ اپنے بزرگ اور اکابر سے ملتے تھے۔

احقر نے ۱۹۸۱ء میں پہلی مرتبہ جامعہ خیر المدارس، ملتان کے سالانہ جلسہ پر بعد ظہر ان کا بیان سنا تھا جس

میں انہوں نے اپنے مخصوص طرز بیان سے فقہ حنفی کی اہمیت اور غیر مقلدیت کا رد فرمایا تھا۔ انداز بیان اتنا سادہ، عام فہم تھا کہ عام شرکاء جلسہ کو بھی بخوبی سمجھ آ رہا تھا۔ مولانا میں یہ ملکہ تو قدرت نے رکھا ہی تھا کہ وہ مشکل سے مشکل مضمون کو عام فہم انداز میں ہر ایک کو سمجھا دیتے تھے۔ اس کے بعد بارہا ان کے بیانات سننے اور مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ میرے والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نور اللہ مرقدہ سے انہیں بہت تعلق تھا۔ حضرتؒ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ دعوت اور بلا دعوت کے ساہیوال تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد حقانیہ اور جامعہ حقانیہ میں ان کے بڑے تفصیلی بیانات ہوتے تھے جو عوام وخواص کے لئے بے حد مفید ثابت ہوئے اور لوگوں کو ان سے بڑا نفع ہوا۔ احقر کو خوب یاد ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ جب پہلی مرتبہ ساہیوال تشریف لائے تو ہم ان کی سادگی کو دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے۔ ان کے ظاہری لباس، انداز سے بالکل معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ اتنے بڑے محقق، مناظر اور اپنے فن کے امام ہیں۔ اس دن یہ عجیب لطیفہ ہوا کہ مولانا اوکاڑویؒ حضرت والد صاحبؒ سے مل کر بیٹھے تو کچھ دیر بعد حضرتؒ کے بارہ میں پوچھنے لگے کہ حضرت کہاں ملیں گے؟ اس وقت حضرتؒ اپنے کمرہ سے باہر تشریف لے جا چکے تھے اور اب تک ایک دوسرے سے باوجود غائبانہ تعلق وتعارف کے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ جب ہم نے بتایا کہ آپ تو حضرتؒ کو مل چکے ہیں تو اس پر انہیں بڑا تعجب ہوا۔ فرمانے لگے کہ یہ جو باہر تشریف لے گئے ہیں یہی حضرت مفتی عبدالشکورؒ صاحب ہیں۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ اتنے میں حضرت بھی وہاں پہنچ گئے۔ مولانا دوبارہ ملے اور معذرت فرمائی کہ مجھے علم نہ تھا۔ میرے خیال میں تو یہ تھا کہ ان سے ملاقات اتنی آسانی سے نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے عالم اور بزرگ ہیں وہ تو ضرور کسی محفوظ مقام پر ہوں گے اور مخصوص وقت میں ملتے ہوں گے۔ یہ اندازہ بالکل نہ تھا کہ اس طرح بلا کسی تردد کے ملاقات ہو جائے گی۔ دونوں حضرات کی یہ پہلی ملاقات اور بالمشافہ پہلی گفتگو اور مجلس تھی جس سے شرکاء خوب مستفید ہوئے۔

حضرت اوکاڑویؒ ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کئے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی۔ پھر اسی موضوع سے متعلق کافی کتب، تحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے لیکن مجھے اب تک منقح طور پر واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور فریق مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے۔ اس پر حضرتؒ نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس سے محل نزاع کی قدرے تعین ہوئی مگر مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور میں واپس چلا آیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ساہیوال جامعہ حقانیہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؒ دروازہ میں کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا، ہنس کے فرمایا کہ تم لوگ کرامتوں کے قائل نہیں ہو۔ کیا یہ کرامت نہیں کہ تم اس وقت پہنچ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اس

لئے یاد کر رہا تھا کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا تفصیلی جواب مل گیا ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وہ آپ تک پہنچا دوں، پھر حضرت نے مجھے وہ مفصل تحریر پڑھ کر سنائی جو اس موضوع سے متعلق حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی تھی۔ اس میں واضح طور پر محل نزاع اور موضوع کی تعیین تھی۔ یہ تحریر حضرتؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ﷺ کے دفتر سے حاصل فرمائی تھی۔ اسے پڑھ کر پہلی مرتبہ واضح اور منقح طور پر موضوع اور محل نزاع کا علم ہوا، جس پر بڑی خوشی ہوئی۔ حضرت اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں نے بہت سے حضرات کو یہ بات بتائی، پھر جب والد صاحبؒ کی کتاب ''حیاۃ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام'' میں یہ تحریر مکمل طور پر طبع ہوئی تو مولانا مرحوم اس سلسلہ میں علماء کرام کو اکثر اس کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔ یہ تحریر پہلی مرتبہ اس کتاب میں طبع ہوئی اس سے قبل صرف قلمی صورت میں محفوظ تھی۔ اس موضوع پر گفتگو اور مناظرہ کے لئے بلاشبہ یہ تحریر اتنی جامع، مانع ہے کہ مزید کسی تحریر کی حاجت نہیں رہتی۔

تقسیم ہند سے قبل غالباً ۱۹۴۵ء میں احناف اور غیر مقلدین کے مابین ہابڑی ضلع کرنال میں ایک مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ دو دن تک جاری رہا۔ اس میں حنفیوں کی طرف سے مناظر حضرت مخدوم العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور غیر مقلدین کی طرف سے غرباء اہل حدیث کے عالم مولانا عبدالستار صاحب دہلوی تھے۔ دوسرے دن کا مناظرہ احقر کے جدامجد حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ فریق مخالف کو شکست فاش ہوئی۔ اس بڑی ذلت کا سامنا ہوا اس کے باوجود انہوں نے اپنی فتح کے اشتہارات اور پمفلٹ شائع کر دیئے اس پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس مناظرہ ہابڑی کے سلسلہ میں غیر مقلدین حضرات نے ایک رسالہ ''شمشیر محمدیہ بر عقائد حنفیہ'' کے نام سے شائع کیا، جس میں حنفیوں پر اعتراضات تھے۔ مولانا اوکاڑویؒ فرماتے تھے کہ جب میں غیر مقلد تھا۔ اس زمانہ میں یہ رسالہ ہر وقت میرے پاس رہتا تھا۔ میں اسے پڑھ کر حنفیوں پر اعتراض کیا کرتا تھا، اس کے بعد انہوں نے ایک مرتبہ تفصیل سے اپنے حنفی ہونے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا جو نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔ یہ واقعہ تجلیات صفدر میں تفصیلاً طبع ہو چکا ہے جو غیر مقلدین حضرات کے لئے بطور خاص درس عبرت ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ایک مرتبہ حضرت اوکاڑویؒ جامعہ حقانیہ تشریف لائے تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ابوالخیر اسدی صاحب کی کتاب ''حقیقت محمدیہ'' پر گفتگو فرمائی اور یہ سوال کیا کہ کیا اس مسئلہ کو متشابہات میں سے قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ انہوں نے مغالطہ دے رکھا ہے۔ ''حقیقت محمدیہ'' کی حقیقت کو وہ نہیں سمجھے۔ پھر اس کی

وضاحت فرمائی، حکیم الامتہ تھانوی قدس سرہ نے اس پر جو کلام فرمایا ہے وہ بھی دکھا کر فرمایا کہ جب اس کی تصحیح تفسیر وتشریح موجود ہے تو اسے متشابھات میں سے کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ مولانا اوکاڑویؒ بہت مطمئن اور خوش ہوئے۔

کافی عرصہ کی بات ہے کہ گرمی کا موسم اور عین دوپہر کا وقت تھا کہ حضرت مولانا ساہیوال تشریف لے آئے۔ ظہر کے بعد احقر سے فرمایا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر احکام القران عربی نکالو اس میں عذاب قبر سے متعلق ایک عبارت کو میں نے حضرت سے حل کرانا ہے۔ احقر نے کتاب دے دی۔ مولانا نے کتاب سے متعلقہ مقام نکال کر مطالعہ فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد فرمانے لگے کہ مسئلہ تو حل ہوگیا۔ بات سمجھ میں آ گئی اب پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ احقر کو تعجب ہوا۔ فرمانے لگے کہ بھائی کافی دنوں سے ایک مقام پر شبہ تھا حل نہیں ہو رہا تھا مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہاں پہنچ کر کتاب دیکھتے ہی بغیر استفسار مقام حل ہوگیا۔ حضرت اقدسؒ کو جب یہ بات مولانا نے بتائی تو ہنس کر فرمانے لگے کہ ''مقام اور جگہ'' کا بھی اثر ہوتا ہے اور واقعتاً حضرت اقدسؒ کا یہ ارشاد ایک حقیقت تھا کیونکہ ہم نے بارہا دیکھا کہ کتاب سے کوئی مقام حل نہیں ہو رہا۔ پوچھنے کے لئے حضرتؒ کے کمرہ میں پہنچے، استفسار سے قبل ہی بات سمجھ میں آجاتی تھی۔ ولنعم ما قال العارفؒ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال   مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

احکام القرآن کی جس عبارت پر اشکال تھا غالباً وہ یہ تھی الثامنة فی ان عذاب القبر یکون علی الروح والبدن جمیعا ام علی الروح فقط او علی البدن فقط. الخ (ص ۹۹ جلد ۴)

پوری عبارت پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ روح مع الجسد پر عذاب کا قول قطعی نہیں ہے، حالانکہ اہل سنت میں سے جمہور اس کے قائل ہیں۔ حضرت والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ احقر کے استفسار پر یہی فرمایا تھا کہ جمہور کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ بعض حضرات کے شذوذ کا، تو اگر اہل سنت میں سے کسی نے فقط روح کی تعذیب کا قول کیا ہے تو اسے اہل سنت کا مسلک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر کسی عبارت کی وجہ سے اشکال نہیں ہوسکتا۔

علم غیب کے عقیدہ پر ایک دفعہ حضرت اقدسؒ سے آپ نے بات فرمائی اور سوال کیا حضرت اس سلسلہ میں کوئی جامع مانع تعریف ہو تو وہ ارشاد فرمائیں۔ حضرت اقدسؒ نے اس سلسلہ میں بوادر النوادر سے حضرت تھانوی قدس سرہ کی عبارت دکھلائی جس کو پڑھ کر مولانا فرمانے لگے کہ واقعتاً جامع مانع عبارت ہے اس سے جامع عبارت ممکن نہیں۔ اس موقع پر مولانا کی بشاشت وخوشی دیدنی تھی۔ انہوں نے بار بار اس پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔

وہ اپنے اکابر سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ ہمارے ہاں قریب ہی ایک جگہ فرو کہ ہے۔ غیر مقلدین حضرات نے وہاں بہت شور مچا رکھا تھا۔ بعض حضرات نے مولانا کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے اور حسب معمول نہایت مفصل اور عام فہم تقریر فرمائی۔ بعد میں ساہیوال حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔

میزبان نے کہا کہ ہمارا ان کا مسلک میں اختلاف ہے۔ یہ لوگ دراصل مماتی تھے۔ حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ مجھے اگر پہلے پتہ ہوتا کہ آپ لوگوں کا حضرت سے اختلاف ہے تو میں تمہیں تاریخ ہی نہ دیتا۔ چنانچہ پھر ان کے اسٹیج پر تشریف ہی نہ لے گئے۔

احقر اشرف العلوم ہرنولی کے جلسہ میں ''ہدایۃ الحیر ان'' جدید (جس میں اقامتہ البرہان کا اجمالی جائزہ ''توضیح البیان'' کے نام سے شامل ہے) مولانا کو پیش کی۔ فرمانے لگے کہ اسنادی بحث میں پڑنے سے یہی تجربہ ہوا سند چاہے کتنی عالی ہو فنی اعتبار سے راوی پر اعتراض کا کچھ نہ کچھ موقع باقی رہتا ہے، اس لئے اسنادی بحث میں اس وقت پڑنا بالکل فضول ہے جب کسی مسئلہ میں تواتر یا اجماع ہو۔

احقر یہ قاعدہ بارہا حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت والد ماجد قدس سرہ سے سن چکا تھا۔ مولانا سے سنکر اس لئے خوشی ہوئی کہ وہ فن مناظرہ کے آدمی تھے اور اس موضوع سے منسلک حضرات عام طور پر اعتدال کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ بحمد اللہ حضرت موصوف میں یہ بات نہیں تھی۔

گذشتہ سال خیر المدارس، ملتان کی شوریٰ کے اجلاس میں حضرت والد صاحب قدس سرہ تشریف لے گئے تو رات کو وہاں علماء کرام اور طلبہ سے خطاب بھی فرمایا۔ اس خطاب میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا بھی شریک تھے۔ صبح مہمان خانہ میں حضرتؒ سے ملنے تشریف لائے۔ کافی دیر تک محو گفتگو رہے۔ دوران کلام حضرت والد ماجدؒ نے فرمایا کہ ہم تو بیکار آدمی ہیں کوئی کام نہ کر سکے۔ آپ حضرات کو دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ خوب کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ بات سن کر مولانا نے حسب عادت ہنستے ہوئے فرمایا کہ حضرت آپ کام کے ہیں یا نہیں یہ بات آپ ان حضرات سے پوچھیئے جن کے خلاف تقریری وتحریری کام آپ نے کیا ہے۔ ان سے پتہ چلے گا کہ آپ کتنے بیکار ہیں۔ سب حضرات یہ بات سن کر بہت محظوظ ہوئے اور مجلس کشت زعفران بن گئی۔

افسوس کہ حضرت مولانا مرحوم سے یہی ملاقات آخری بن گئی۔ اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔ وفات سے قبل سرگودھا پڑھانے تشریف لائے۔ ساہیوال آنے کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا تھا مگر اس کا موقع آنے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت موصوف کا خلا معمولی نہیں کہ وہ آسانی سے پُر ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں اور امت کو ان کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کی سعادت عطاء فرمائیں۔ آمین!

یہ بھی قدرت کے عجائب میں سے ہے کہ حضرت موصوف پر یہ تحریر حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کی جانب سے لکھی جانی تھی، مگر افسوس کہ حضرت کی حیات میں یہ مقدر نہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد احقر نے انہی کی طرف سے ترجمانی کی کوشش کی ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور ان حضرات کے رفع درجات کا اس کو سبب بنا دیں۔ آمین!

❁ ❁ ❁ ❁

مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب (اٹک)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد کو پیدا فرمایا۔ دیگر خصوصیات کے علاوہ جو سب سے بڑا شرف عطا فرمایا وہ ''انسانیت'' ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **الرحمن علم القرآن خلق الانسان** ترجمہ: رحمن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ (سورۃ الرحمٰن) دوسری جگہ فرمایا: **اقرا باسم ربک الذی خلق . خلق الانسان من علق** ترجمہ: اے پیغمبر! پڑھیئے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ (سورۃ العلق) نیز اس انسان کے شرف وفضل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (سورۃ التین) بلکہ ایک جگہ تو عجیب بات ارشاد فرمائی۔ جب آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہو چکا اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس میں روح پھونک چکے تو سب فرشتوں اور جنات کو اس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا: **قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی** حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون سی چیز مانع ہوئی؟ (سورۃ صٓ) یعنی اس آدم کی وجہ شرف وفضیلت ارشاد فرمائی کہ میں نے اس کو خود اپنے قدرت والے ہاتھوں سے بنایا۔ اے ابلیس! تو نے اس کی تخلیق کو دیکھا مگر ان ہاتھوں کو نہ دیکھا جنہوں نے اسے بنایا؟

معلوم ہوا کہ انسان ہونا اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات میں سے سب سے بڑا انعام ہے۔ ہم جس انسان کی بات کر رہے ہیں وہ انسان صرف ظاہری ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ وہ اس کے اندر ایک جوہر ہے جسے انسانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جوہر انسانیت کے اندر نہ ہو تو ظاہری ڈھانچہ کبھی کتے کا، کبھی خنزیر کا اور کبھی سانپ، بچھو کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا: **فمثلہ کمثل الکلب** اور دوسری جگہ فرمایا **اولئک کالانعام بل هم اضلّ** ترجمہ: یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں (سورۃ الاعراف: ۱۷۹)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے اندر انسانیت کا جوہر چمکا، پھر انہی کے متعلق مخبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا: **خیر الناس من ینفع الناس** لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ یہاں خیر الناس

فرمایا، خیر المسلمین نہیں فرمایا۔ شاید یہی حکمت ہے کہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا: ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا اور جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا کہ اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔ (سورۃ المائدہ:۳۲)

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ میں قدرت نے انسانیت کے جوہر کو بدرجہ کمال ودیعت فرمادیا تھا۔ ایک عظیم انسان کی تمام تر صفات آپ میں موجود تھیں۔ اس لئے کہ شروع سے جس ذات والاصفات سے آپ کا روحانی تعلق جڑا، یعنی قطب زمانہ، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

سب کچھ بنا ہے آسان مشکل بنا ہے انسان

اس نہج پر حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت فرمائی۔ چنانچہ اس انسانیت کے وصف سے روشنی لیتے ہوئے حضرت اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے انسانیت کی وہ خدمت کی کہ جس کا تصور بھی اس دور میں محال ہے۔ پہلے عامتہ الناس پر محنت فرماتے ہوئے انہیں قادیانیت، مرزائیت، چکڑالویت، دہریت کے جہنم سے نکالا پھر عامتہ المسلمین پر محنت فرماتے ہوئے انہیں رسومات، بدعات، غیر مقلدیت، مماتیت کے فتنوں کے بچایا۔

حضرت اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب مبارک میں انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا جذبہ صادق ودیعت فرمادیا تھا کہ اس کے لئے آپ نے کبھی زر و جواہر، مال و دولت کی طرف نظر نہ فرمائی بلکہ اپنے شیخ و مربی، حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی طرح ہمیشہ بے لوث خلق خدا کی نفع رسانی کا ذریعہ بنے۔

حضرت لاہوریؒ کا عجیب واقعہ:

ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کراچی تشریف لے گئے۔ اس وقت محدث وقت حضرت علامہ محمد یوسف بنوری، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر موجود تھے۔ سب نے استقبال کیا اور حضرت لاہوریؒ کے تشریف لانے سے حلقہ علماء و مشائخ میں ایک تھرتھلی سی مچی ہوئی تھی۔ قلب پر رعب طاری تھا۔ ایک ہیبت وسطوت تھی۔ حضرت بنوریؒ نے حضرت لاہوریؒ سے پوچھا حضرت! آپ کے پاس کون سا عمل تسخیر ہے کہ تمام علماء، مشائخ اور عامتہ المسلمین کے قلب کھچے چلے آتے ہیں اور ہر ایک زبان پر حضرت لاہوریؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت لاہوریؒ ہے؟ حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اور تو میرے پاس کوئی عمل ہے نہیں البتہ اتنی بات ہے کہ میں نے آج تک دین پر مزدوری نہیں لی۔ سبحان اللہ!

یہی کمال ہمارے مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تھا کہ آپ نے کبھی مال و دولت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ کسی نے کرایہ دے دیا تو قبول فرمالیا ورنہ اس کا مطالبہ بھی نہ کیا۔ ایک مخالف مناظر نے آپ سے کہا کہ مولانا! میں تو اپنے لوگوں کے لئے جان مارتا ہوں، مغز کھپاتا ہوں، تیاری کرتا ہوں کہ یہ مجھے دس ہزار دیتے ہیں۔ آپ کو بھی کچھ ملتا ہے؟ حضرت نے تبسم فرمایا اور فرمایا ہاں۔ مجھے بھی پچیس روپے کرایہ ملا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دین حق اور مسلک اعتدال، صراط مستقیم کی ترویج واشاعت کے لئے تحریراً تقریراً کام کرنے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مخالفین اور معاندین سے بیسیوں مناظرے فرمائے اور ہر مناظرے میں کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔

مناظرہ مجادلہ ہوتا ہے اور اکثر مقاتلہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مناظرے میں بڑے بڑے لوگ انسانیت سے گری ہوئی باتیں کر جاتے ہیں۔ بسا اوقات گالم گلوچ تک بھی آ جاتے ہیں مگر آپ ہمیشہ سلجھی ہوئی اور باوقار، انسانیت والی گفتگو فرماتے۔ ایک دفعہ ایک غیر مقلد نے کہہ دیا امین شیطان ہے اور ساری شیطانی اس کی سکھائی ہوئی ہے۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ نہیں میں تو فقہ کو ماننے والا ہوں اور حدیث پاک میں فقہ کے نہ ماننے والے کو شیطان کہا گیا ہے۔ میں تو فقہ کو مانتا ہوں۔

تو جو لوگ انسانیت کے شرف سے عاری ہوتے ہیں وہ تو اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز فرمایا ہو، خوف خدا، خشیت الٰہی، خدمت انسانیت جن کا اوڑھنا بچھونا ہو وہ بھلا کیسے ایسی گفتگو کر سکتے ہیں جو انسانی شرف ووقار کے خلاف ہو۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نے عجیب بات کہی:

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا
وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام متوسلین، معتقدین، منتبین، تلامذہ احباب اور ہم گناہگاروں کو بھی اس شرف انسانیت سے مشرف فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو تمام عالم میں پھیلانے کی توفیق ارزانی فرمائے اور مخالفین، معاندین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس اور ملت اسلامیہ کی متاع عزیز حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون بیشک یہ دنیا فانی ہے، اور جو بھی اس میں آیا جانے ہی کے لئے آیا مگر کچھ لوگ اپنی پاکیزہ زندگی میں انسانیت کی فلاح ورشد کے لئے کچھ اس طرح کے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ اپنی ذات میں خود مستقل جماعت کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور ان کی حیات طیبہ ایک گھنے درخت کی مانند ہو جاتی ہے جس کے سایہ میں راہ حق کے مسافر آرام کرتے ہیں اسی لئے ان کی رحلت سے ایک عالم ویران ہو جاتا ہے۔ حضرتِ مولانا محمد امین صفدرؒ کی ذاتِ بابرکات بھی یقیناً ایسی ہی تھی۔ آپ نے ساری زندگی "دفاع عن الحق" میں گزاری۔ جن میں سے آخری نو سال جامعہ خیر المدارس میں آپ نے یہ خدمت بڑے مربوط اور مستحکم انداز میں سرانجام دی۔ یقیناً "دفاع عن الحق" کے لئے کسی "مرکز خیر" سے ارتباط بھی ضروری ہے۔ جامعہ خیر المدارس کی مسند "دعوت وارشاد" نے آپ کو اس مبارک مگر کٹھن کام کرنے کیلئے ایک سازگار ماحول میسر کر دیا، جس میں رہ کر آپ نے وہ کام کیے جو شاید ایسے ماحول کے بغیر آپ سرانجام نہ دے سکتے، بس ضروری ہوا کہ آپ کے کارناموں کی جھلک سے پہلے خیر المدارس اور اس کے بانی مرحوم کے ذوق وفکر کی جھلک بھی پیش کی جائے اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے بعض دیندار نوجوان جنہوں نے اپنے حضرات اکابر کے فکر وذوق کو جذب نہیں کیا۔ وہ اس قسم کی خدماتِ جلیلہ کو اس نگاہ عظمت سے نہیں دیکھتے جس کی وہ مستحق ہیں اور بعض تو ان کو باہمی انتشار کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔

اہلِ حق کا امتیاز:

نبی کریم ﷺ کا دین آخری دین ہے۔ اس لئے یہ دین قیامت تک پیش آنے والے حالات میں

انسانوں کی راہنمائی کے لئے ایک جامع مذہب ہے۔ اور چونکہ آپ ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے حفاظتِ دین کے لئے امت محمدیہ میں اللہ پاک علماء ربانیین کی ایک ایسی جماعت پیدا کرتے رہتے ہیں جو ہر خوف وطمع سے بے نیاز ہو کر حق کو سر بلند کرتی رہے، اور باطل کی نشاندہی کر کے اس کی سرکوبی کرتی رہے۔ بے شک باطل ہمیشہ جاذبِ نظر انداز سے ہی آیا کرتا ہے۔ جب ہی تو عوام کی دلچسپیاں اس کے قبول کرنے کی طرف ہوتی ہیں مگر یہ اہل حق تائید خداوندی سے باطل کا مصنوعی حسن بے نقاب کر کے اس کی ضلالت اور شناعت کو لوگوں کے سامنے واضح کرتے رہتے ہیں اور خوش نصیب لوگ باطل کے دامنِ فریب سے ہمیشہ بچتے رہتے ہیں۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.**

کٹھن مرحلہ:

بے شک احقاق حق اور اس کی صداقت وحسن کو نکھارنا دین متین کی بنیادی اور اوّلین خدمت ہے مگر باطل کا ابطال داعیانِ حق کے لئے دشوار ترین مرحلہ ہے۔ اس لئے کہ اسمیں مال جان اور وقت کی قربانی کے علاوہ جاہ ومرتبہ (پوزیشن) کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

انگریز کی سازش:

برصغیر میں جب انگریز نے اپنے قدم جمائے اور ایک منصوبے کے تحت دین کی قدر ومنزلت گھٹانے بلکہ ختم کرنے کے لئے اس نے مختلف محاذوں پر بیک وقت کام شروع کیا تو ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سرکاری طور پر تعلیم کے اداروں میں لارڈ میکالے کا نصابِ تعلیم پڑھایا جائے تا کہ انہی اداروں کے پرودرہ مستقبل میں قوم کے معمار ہوں۔ اس نے خود اپنے نصاب کا مقصد یوں بیان کیا کہ ''ہم نے ایسا نظام تعلیم تجویز کیا ہے کہ جس کا پڑھنے والا شکل وصورت کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوگا مگر دل ودماغ کے لحاظ سے فرنگی ہوگا۔'' جس کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح مسلمان (العیاذ باللہ) دین سے بے گانہ اور بیزار ہو جائے گا۔

قدسی نفوس کا بروقت اقدام:

ان حالات میں اللہ پاک نے قدسی نفوس کی ایک جماعت کو کھڑا کیا۔ جنھوں نے بے سروسامانی کی حالت میں اخلاص وتقویٰ کے ساتھ طاقت کے مقابلے میں صداقت ودیانت کی راہوں سے دیوبند کے شہر میں ایک طالب علم اور ایک استاد سے ایک مدرسہ کی ابتدا کی۔ بانی مرحوم کا مقصود محض تعلیمی ادارے کا قیام نہ تھا بلکہ بقائے دین اور حفاظت دین کے لئے ایک مرکز کی تعمیر تھی۔ چنانچہ قوم نے دیکھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس مدرسہ نے ابطال باطل اور احقاقِ حق کے لئے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ اہل باطل بلبلا اٹھے اور عالم

اسلام خصوصاً برصغیر میں خادمانِ اسلام کو ایک ایسا مرکز مہیا ہو گیا کہ جہاں کے رشد و ہدایت کے چشموں نے ایک عالم کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔

گلشن خیر کی تاسیس:

اولاد جب خود صاحب اولاد بن جائے تو والدین کے ساتھ تعلق قائم رکھتے ہوئے سہولت کی خاطر اپنے الگ الگ مکان تعمیر کر لیتے ہیں، ظاہری اعتبار سے کبھی ان کا فاصلہ بڑھ بھی جاتا ہے۔ مگر مرکز کے ساتھ تعلق بہرحال برقرار رہتا ہے۔ اولاد کے مزاج میں اختلاف بھی ہوتا رہتا ہے۔ مگر والدین کی عظمت واکرام سب کی مشترکہ متاع ہوتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا فیضان جب وسعت اختیار کر گیا تو اس کے فرزندوں نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی مراکز تعمیر کرنا شروع کر دیئے۔ یہ قوم کی خدمت کے علاوہ حفاظت دین کا تقاضا بھی تھا، ان اداروں میں ذوق کے حوالے سے اگرچہ اختلاف بھی ہوتا مگر مرکز سے وابستگی میں سب متحد ومتفق تھے۔

اعقل العلماء، محدث کبیر حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے بھی ۱۹۳۹ء میں جالندھر شہر کے اندر خیرالمدارس کے نام سے دارالعلوم کے طرز پر سادگی وصداقت کے ساتھ ایک ''گلشن'' قائم کیا جو تقسیم کے بعد ملتان منتقل ہو گیا۔ دارالعلوم دیوبند اور خیرالمدارس کے باہمی ارتباط واعتماد کی بھلا اس سے بڑھ کر کیا شہادت دی جاسکتی ہے کہ تقسیم سے پہلے حضرت مولانا خیر محمدؒ صاحب دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہیں۔

خیرالعلماءؒ کا ذوق جامعیت اور اس کے مبارک اثرات:

بانیٔ خیرالمدارس حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندہری نوراللہ مرقدہ کے پیش نظر خیرالمدارس کی تاسیس سے محض نقوشِ علم کی تعلیم وتدریس نہ تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ روحانیت وذوق محبت کا پیدا کرنا بھی تھا اور یہ اس لئے بھی کہ آپ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں سے تھے آپ کے مسترشدین کی ایک جماعت تھی جن میں سے بعض کو آپ نے خلافت سے بھی نوازا آپ کے اسی ذوق کا اثر ہے کہ خیرالمدارس میں رسوخ فی العلم کے اہتمام کے ساتھ طلباء کی تربیت کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ بانی ادارہ میں تعلیم دین کے ساتھ حفاظت دین کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی زندگی میں جہاں بحیثیت مہتمم اور شیخ الحدیث ہونے کے معروف ہوئے وہاں بحیثیت مربی اور پیر طریقت ہونے کے بھی مشہور ہوئے۔ وہ جہاں بقائے دین کے حوالے سے ایک عالم ربانی تھے۔ وہاں حفاظت دین کے حوالے سے ایک کامیاب مناظر بھی تھے۔ آپ نے تحریری وتقریری حوالے سے حفاظتِ دین کے لئے جو جلیل القدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں ماضی قریب

میں آپ کی تحریرات کو جامعہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے یک جا کر کے ''آثار خیر'' کے نام سے جو شائع کرایا اس سے یقیناً جہاں ان کے جد امجد کی روح خوش ہوئی ہوگی۔ وہاں حفاظتِ دین کے خدام کو بھی ایک ذخیرہ میسر آ گیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء. حضرت مولانا خیر محمدؒ کے ذوق جامعیت نے خیر المدارس کو دینی مدارس میں ایک منفرد مقام بخش دیا۔ چنانچہ آپ دیکھیں کہ قوم جس طرح تعلیم کے لئے اپنے بچے اس ادارے میں بھیجتی ہے۔ ویسے ہی روز مرّہ کی الجھنوں میں احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے اس کے ''دارالافتاء'' پر بھی اعتماد کرتی ہے۔ اسی طرح اہل باطل کی یورش کے نتیجہ میں جب کوئی کٹھن مرحلہ پیش آتا ہے۔ تو راہنمائی کے لئے عموماً نگاہیں خیر المدارس کی طرف اٹھتی ہیں اور اس کے فیصلے پر اعتماد و اطمینان کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بھلا کون نہیں جانتا کہ احکام میں ائمہ مجتہدینؒ کی تقلید ایک ایسی محفوظ صاف اور کھلی شاہراہ ہے کہ اس پر چلنے والا ٹھوکروں سے محفوظ رہتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، مگر ماضی میں جب برصغیر میں انکارِ تقلید کا فتنہ اہل حدیث کے نام سے وجود میں آیا تو علمائے ربانین ان خطرات کو بھانپ گئے۔ جو اس حسین عنوان کے حوالے سے قوم کو پیش آنے والے تھے۔ چنانچہ جن شہسواروں نے قوم کو بر وقت آگاہ کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں ان میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بھی نمایاں طور پر تھے۔ آپ نے ''خیر التنقید'' کے نام سے ایک لطیف تالیف کی ......اسی طرح حضرت خیر العلماء نے ''نماز حنفی'' کے نام سے چھ کلمے ایمان مجمل و مفصل نماز کا طریقہ خطباتِ جمعہ وعیدین پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ ترتیب دیا۔ مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے یہ رسالہ بطور خشت اوّل کے ہے جس کے پڑھنے کے بعد وہ غیر مقلدین کے دامِ فریب میں نہیں پھنستے۔ اس میں اہل بدعت کی بدعات و رسوم کے خلاف بھی مختصر مگر دلچسپ انداز میں چھوٹے بچوں کی ذہن سازی کا مواد مہیا کر دیا گیا ہے جس سے بچہ آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ بدعت کا عنوان خواہ کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو مگر وہ صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی مخالف راہ کا نام ہے۔

☆ ملک میں جب ایک طبقہ نے نبی ﷺ کی برزخ میں حیات طیبہ کا انکار کیا اور اس کے ساتھ کچھ ایسے عقائد بھی اپنائے جو اہل السنۃ والجماعۃ (علمائے دیوبند) کے عقائد کے خلاف تھے۔ تو آپ نے ان کی تردید میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ چنانچہ اس دور میں جب یہ سوال اٹھا کہ علمائے راسخین کہیں مل بیٹھیں اور اس ذیل میں مسلک حق کو تحریری طور پر مرتب کریں تو یہ شرف بھی خیر المدارس کو نصیب ہوا۔ چنانچہ حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر زید مجدھم نے اس ذیل میں جو مواد مرتب کیا تھا وہ خیر المدارس میں حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اور دوسرے علماء کرام کی مشاورت سے تسکین الصدور کے نام سے شائع ہوا۔ جو الحمدللہ عوام

وخواص کی راہنمائی کیلئے اس موضوع پر کافی ووافی ہے۔

ذوق وفکر کا اختلاف جس طرح علمی میدان میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی سیاسی میدان میں بھی نمایاں ہوتا ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں طرف اہل حق ہوں ایسے حالات میں عموماً ہر طبقہ کے لوگ اپنے موقف کی ترجیح نمایاں کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں اور بعض انتہا پسند دوسری جانب کے کمالات کا انکار کر کے اپنا نقصان بھی کر لیتے ہیں مگر ایسے لوگ تو واقعی ہی کم ہوتے ہیں جو اپنے موقف کی عظمت کے باوجود دوسری جانب کے حضرات کرام کے کمالات کا اعترف بھی کریں، حضرت مولانا خیر محمدؒ بھی انھی چند لوگوں میں تھے جن کو یہ شرف نصیب ہوا۔ آپ نے ہمیشہ اہل حق کی قدر دانی نسبت حق کی وجہ سے کی سیاسی اختلاف کو محض ایک رائے کا درجہ دیا۔ مگر اس کو بنیاد بنا کر تقسیم وتفریق اور فاصلہ بڑھانے کے قائل نہ تھے، چنانچہ پرآشوب دور میں لوگ دیکھتے تھے کہ خیرالمدارس میں جس طرح حکیم الامت حضرت اقدس حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ رونق افروز ہوتے اسی طرح شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ بھی بانی مرحوم کی دعوت پر تشریف لاتے، آپ کے اس طرز عمل سے فاصلے سمٹتے گئے۔ اور دونوں حلقوں کے احباب ایک دوسرے سے مستفید ہوتے رہے، آپ کے اسی اعتدال کا اثر تھا کہ حضرت بانی مرحوم ''محبوب الطرفین'' بن گئے شاید اسی لئے ملک بھر کے اہل مدارس نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پہلے صدر کی حیثیت سے آپ کی ذات گرامی پر اتفاق کیا جبکہ ناظم اعلیٰ مفکر اسلام حضرت اقدس مولانا مفتی محمود صاحبؒ منتخب ہوئے الحمدللہ کہ خیرالمدارس میں اب تک یہی ذوق زندہ وتابندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل خیر اس ادارے کو اپنا ادارہ سمجھتے ہیں ،اور اس طرح محبوبانِ الٰہی کی دعاؤں میں یہ ادارہ اور اسکے خدام شامل رہتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامع بے غبار اور سلیم ذووق کو قائم ودائم رکھے۔ یقیناً یہ طرز فکر دوسرے اداروں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

ارشادِ خیر کا تسلسل:

الحمدللہ کہ علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت نے آپ کے اس ''ذوق سلیم'' کو جذب کیا اور اپنے اپنے علاقوں میں ''ذوقِ خیر'' سے آراستہ ہوکر خدمت دین کے مختلف شعبوں میں مشغول ہوگئے اس وقت ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں دینی ادارے ایسے ہیں کہ جن میں جامعہ خیرالمدارس کے فضلاء خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں خود یہاں خیرالمدارس میں بھی آپ کے بلاواسطہ ارشد تلامذہ کی ایک جماعت موجود ہے جن میں جامعہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ اور رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بلاشبہ اسوقت حضرت بانی

مرحوم کے بالواسطہ تلامذہ کی تعداد شمار نہیں کی جا سکتی اللہ پاک اپنے فضل سے ان سب اہل خیر کی خدمات کو قبولیت سے نوازیں، آمین،

راہِ خیر کے موانع:

راہ خیر کے موانع میں سب سے بڑا مانع ورکاوٹ ''ھوٰی'' (خواہش نفس) کا اتباع ہے، جو آدمی کو گمراہی کے گڑھے میں برے طریقہ سے پھینک دیتا ہے ''ھوٰی'' کے مقابل ''ھدٰی'' (صراط مستقیم) ہے جس کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین دعوت دیتے ہیں اس موضوع پر رئیس المحدثین حضرت اقدس مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندہ جاوید تالیف ''ترجمان السنۃ'' جلد اوّل میں بڑا مبسوط اور محققانہ کلام فرمایا ہے، راہ خیر کے طالبان کے لئے اس میں دلچسپی کا خاصہ مواد ہے بہرحال جیسا کہ قارئینِ کرام جانتے ہیں کہ خیر کے مقابلے میں شر بھی قیامت تک رہے گا، اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا شر اور اہل شر کی عیاریاں بھی بڑھتی جائیں گی۔ مگر اس صورتِ حال سے اہل خیر کبھی ہراساں نہیں ہوتے۔ ہاں اور چوکنے ہو جاتے ہیں اور اپنی کڑی نگاہیں اہل شر پر مزید تیز کر دیتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ دو عشروں سے عالمی طور پر باطل قوتیں اہل حق کے خلاف کچھ زیادہ ہی ریشہ دوانیاں کرنے لگی ہیں۔ اور انہوں نے مسلمانوں میں داخلی انتشار پیدا کرنے کیلئے بھی مختلف ذرائع اختیار کئے۔ ان حالات میں ہمیں باہمی اتحاد کی اور اس بات کی خصوصاً ضرورت تھی کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے دین کا جو متوارث ذوق وفکر آ رہا ہے اس پر کاربند رہا جائے۔ نئے اختلاف پیدا کرنے سے گریز کیا جائے بلکہ پرانے فاصلوں کو بھی مناسب حد تک کم کر کے عالمی طاغوت کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر بُرا ہو ''اتباع ھوٰی'' کا کہ جس کے نتیجے میں آدمی حق کے نام پر حق کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ تو دینِ اسلام کا کرشمہ ہے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس کی صداقت تو نکھرتی ہی رہتی ہے، اور اس کا حسن دوبالا ہوتا ہی رہتا ہے۔

دورِ حاضر میں اہل باطل نے اہل حق پر جو زبردست وار کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ زہریلا وار ''فکری آزادی'' کا ہے، یعنی دین پر ویسے عمل کرنا جیسے اپنی سمجھ میں آئے۔ خواہ تعامل امت کچھ ہی ہو، اور سلفِ صالحین نے کچھ کہا ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر حضرات صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات خلفاء راشدینؓ کے فیصلے بھی اگر سمجھ میں نہ آئیں تو وہ لائق عمل نہیں سمجھے جاتے اور ''نظریہ ضرورت'' کے تحت بزبان حال کہہ دیا جاتا ہے کہ سلف کے ذوق وفکر کی مدت صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔ یہ ایسا خطرناک طرز فکر ہے جو آدمی کو ''اتباع ھدٰی'' کے عنوان سے ''اتباع ھوٰی'' (خواہش نفس) کا ذوق وفکر بخشتا ہے۔ ایسا آدمی اگرچہ چند ٹھیک چیزوں

پر بھی عمل کر لیتا ہے، مگر وہ اس لئے کہ اس نے یوں ہی سمجھا ہے نہ کہ اس لئے کہ سلف صالحین کا فیصلہ یوں ہے۔ بہر حال یہ ذوق وفکر جب شخصی حدود سے نکل کر اجتماعی شکل میں آیا اور اس نے ایک گروہ کی شکل اختیار کی تو قدیم وجدید حوالوں سے متعدد گروہ وجود میں آ گئے جن میں سے ایک کا نام غیر مقلدین بھی ہے مگر یہ لوگ اپنا حقیقی تعارف کرانے سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں اور انہوں نے اپنا نام ''غیر مقلدین'' کی بجائے صرف اہل حدیث تجویز ہی نہیں کیا بلکہ انگریزی حکومت سے یہ نام الاٹ بھی کرایا، یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ عالم عرب میں اپنے آپ کو اہل حدیث بھی نہیں کہلواتے اس لئے کہ وہاں پر اس عنوان سے یہ لوگ عربوں کو مطمئن نہیں کر سکتے کیونکہ اہل عرب جانتے ہیں کہ ''فقہ'' دراصل حدیث رسول ﷺ کے مقابلے کی چیز نہیں بلکہ مراد رسول ﷺ کا نام ہی فقہ ہے، اس لئے یہ وہاں اپنے آپ کو سلفی کہلوا کر مغالطہ دہی سے ان کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک عجیب طرفہ ہے کہ یہ لوگ سلفی بھی نہیں قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اس موضوع پر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی فاضلانہ تحقیق موصوف کی تالیف ''آثار التشریع'' کے آخر میں ضرور ملاحظہ کریں جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سلفی اور غیر مقلد دو متوازی اصطلاحیں ہیں پس ان کا اپنے آپ کو سلفی کہلوانا خلاف واقعہ ہے۔

نسبت خیر کی تجلّی:

بہر حال ایک سازش کے تحت ان مسائل میں جو حضرات ائمہ مجتہدینؒ کے درمیان مختلف فیھا ہیں ان میں بعض مسائل کی تائید کی آڑ میں دوسرے ائمہ مجتہدینؒ خصوصاً امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے متعلق بدظنی رکھنے اور بدزبانی کرنے کے مشغلہ کو عوام الناس میں رواج دینے کی مذموم کوشش جب تحریک کی شکل میں چلی تو اس نے تفریق بین المسلمین کی ایک نئی راہ کھول دی اور بعض سادہ لوح عوام ''ترک تقلید'' کو ہی دین کا تقاضہ سمجھنے لگے۔ چنانچہ ان حالات میں نگاہیں پھر سے خیر المدارس کی طرف اٹھنے لگیں۔

اللہ پاک جزائے خیر نصیب فرمائے جامعہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ کو کہ انہوں نے اس دینی وقومی ضرورت کا بروقت ادراک کیا اور جامعہ میں التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا اور مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ اس نازک مرحلہ میں قوم کی راہنمائی کریں اور باطل کی سازشوں کو ناکام بنائیں، جس کو حضرت مرحوم نے قبول فرمالیا۔

خیر امینؒ کی چند جھلکیاں:

حضرت مرحوم تقریر وتحریر کے ذریعے ''اِتّباع ھویٰ'' کے فتنہ کو خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو اپنی

مناظرانہ جدوجہد اور فیصلہ کن تحریرات سے تارتار کرتے رہے،''ماہنامہ الخیر'' میں آپ کے مضامین کے تسلسل سے باطل بلبلا اٹھا اہل حق میں خود اعتمادی کی ایک لہر آ گئی اور عہد رفتہ کی یادیں تازہ ہونے لگیں، قدیم اہل تعلق بانی خیرالمدارس حضرت مولانا خیر محمدؒ کو یاد کرنے لگے۔ اور یوں'' تجلی خیر'' کے جلووں سے اہل خیر کی مجالس مزید بارونق ہونے لگیں، الحمدللہ کہ آپ کے تحریری مضامین'' تجلیات صفدر'' کے نام سے متعدد جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں ان کے مطالعہ سے حضرت مرحوم کا ذوق وفکر معلوم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر اور آپ کی خدماتِ جلیلہ کے حوالے سے بہت سے حضرات نے لکھا ہے۔ اور جو لکھا ہے اسمیں یقیناً آنے والوں کیلئے راہنمائی ہے۔ آپ یقیناً اسلام کے مخلص خادم اللہ کے محبوب بندے اور دین کے مزاج شناس اور باطل کی سرکوبی کیلئے وقت کے امام تھے نصرت الٰہی سے آپ نے اپنی محدود زندگی میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جو یقیناً ایک جماعت بھی مشکل سے سرانجام دے، یہاں جامعہ خیرالمدارس میں آپ کی زیارۃ وملاقات نصیب ہوتی رہتی تھی۔ حالات وواقعات کا مشاہدہ بھی کچھ ہوتا رہتا تھا، اس حوالہ سے آپ کی کچھ خصوصیات پیش خدمت ہیں۔

اخلاص وتوکل:

آپ کا سب سے نمایاں وصف اخلاص وتوکل تھا، اگر آدمی صدقِ دل سے دین کی کوئی خدمت کرے تو اس کو قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم کی شہرت اگرچہ مناظرِ اسلام ہونے کی حیثیت سے تھی۔ مگر وہ مناظرہ کے میدان میں ظاہری علوم کے ساتھ باطن کے انوارات سے بھی منور ہو کر اترتے تھے، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی نگاہِ کرم آپ پر پڑی، ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے پھر آپ کے خلیفہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروریؒ سے آپ کا خاص تعلق رہا اور پھر آخر میں حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم کے ساتھ روحانی تعلق نے آپ کے باطنی انوارات کو مزید جلا بخشی، اسی کا اثر تھا کہ آپ میں باطنی صفات واخلاق اعلیٰ پیمانہ پر موجود تھیں، زہد وتقویٰ، اخلاص وتوکل، صبر وشکر، تواضع وللہیت، مساکین سے محبت طلباء سے اُنس۔ تصوف وسلوک کی اہمیت، ائمہ مجتہدینؒ کی عظمت اپنے حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد وانقیاد اور ان سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بے تابی آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر محسوس ہوتی تھیں، پورے ملک میں اہل باطل آپ سے ہزیمت خوردہ تھے مگر اللہ کی ذات پر ایسا بھروسہ تھا کہ کبھی اہل باطل کی یورش سے خوف زدہ نہ ہوتے تنِ تنہا طویل اسفار کرتے، ہم خدام کبھی عرض بھی کرتے کہ کوئی آدمی ساتھ ضرور ہونا چاہیے تو جواباً مسکرا کر صرف یہ ارشاد فرماتے کہ آپ دعا فرمائیں۔

اعتدال:

حق جل شانہ نے مولانا مرحوم کو اعتدال کی نعمت سے خوب نوازا ہوا تھا، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ آدمی جب مناظرہ کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس کا مقصد اپنے مدمقابل کو شکست دینا ہوتا ہے، اس مقصد کے لئے بسااوقات اسکے دل میں ایسے لوگوں کے بارے میں بھی نرم گوشہ پیدا ہوجاتا ہے جو اگرچہ خود اہل باطل میں سے ہوتے ہیں مگر وہ اُس باطل کے خلاف ہوتے ہیں جسکا یہ مدمقابل ہے، مثلا ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص صحابہ کرامؓ کی محبت سے سرشار ہوکر رفض وتشیع کی تردید کرتا ہے مگر بسااوقات اسکے دل میں خوارج کے بارہ میں نرم گوشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یقیناً مناظر حضرات کیلئے یہ بڑا امتحان ہوتا ہے، ایسے موقع پر کبھی ایک فتنہ کی موت دوسرے کی حیات کا سبب بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مرحوم کی اس بارے میں خاص نصرت فرمائی تھی کہ آپ جب کسی باطل کی تردید کرتے تو کوشش فرماتے کہ کہیں کسی دوسرے باطل کو نفع نہ پہنچے۔ چنانچہ آپ کی تحریرات میں جہاں غیر مقلدین کی تردید ہے، وہاں مقلدین کی بے اعتدالیوں پر بھی گرفت نظر آئے گی اور آپ کے بیانات میں جہاں عذابِ قبر کے منکرین کی تردید ہوتی تھی وہاں قبر پرستوں پر بھی گرفت ہوتی تھی، یقیناً یہ جوھرِ اعتدال بغیر نصرتِ الٰہی کے نصیب نہیں ہوسکتا۔

دین کی مزاج شناسی:

اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی مزاج شناسی کی نعمت سے نوازتے ہیں، اس کی نظر ظاہری عبارات واقوال کے ساتھ ساتھ اس کے منشاء اور جذبہ پر بھی ہوتی ہے، اسی لئے مشائخ کاملین مریدوں کی جو اصلاح کرتے ہیں اس میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں، حضرت مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دین کی مزاج شناسی کا وافر حصہ نصیب فرمایا تھا۔ آپ اہل باطل کے اقوال و تحریرات کے ذریعہ ان کی منشاء تک پہنچ جاتے اور پھر اس کی گفتگو کا ایسا طریقہ اختیار فرماتے کہ باطل بے نقاب ہوکر چیخ اٹھتا، غیر مقلدین کی ہرزہ سرائیوں پر آپ جب گفتگو کرتے تو حق وباطل میں اس طرح تفریق کرتے کہ ان کی سازشیں بے نقاب ہو جاتیں، یہاں ایک بات کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا وہ یہ کہ ہمارے بعض سادہ لوح عوام کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ غیر مقلدین جن مسائل میں احناف کرام سے اختلاف کرتے ہیں یہ وہی مسائل تو ہیں جن میں بعض دوسرے ائمہ مجتہدین بھی اختلاف کرتے ہیں تو اس گروہ کی بھلا اس شدت سے تردید کی کیا وجہ ہے، تو جواباً عرض ہے کہ اختلاف جب اجتہاد کے سایہ میں آجاتا ہے تو اختلاف بھی کہلاتا ہے اور اس کا نتیجہ بھی رحمت ہوتا ہے، اور اگر یہ کارنامہ غیر مجتہد سرانجام دے اور ہو بھی بدظنی وبدزبانی سے سرشار تو یقیناً اس کو عناد کہا جائے گا جس کا نتیجہ تفریق ہوتا ہے بھلا کون نہیں جانتا کہ باضابطہ

ڈاکٹری پڑھنے اور سیکھنے کے بعد اگر علاج میں غلطی بھی ہو جائے تو وہ درگزر کے قابل ہوتی ہے اور اگر ڈاکٹری کی چند کتابیں دیکھ کر کوئی شخص علاج شروع کر دے تو وہ قانونی طور پر مجرم ہوگا سو اس بات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد واضح ہو گیا کہ غیر مقلدین کے ساتھ ہمارے اختلاف کی وہ حیثیت ہرگز نہیں جو حضرات مجتہدین کے باہمی اختلاف کی ہوتی ہے ان لوگوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف تقلید اور عدم تقلید کا ہے ان لوگوں کو مسائل واحکام میں اختلاف کا حق دیکر تفریق بین المسلمین کی بھلا کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔ اگر چہ اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ماضی میں بعض باادب مخلصین بھی مذکورہ ''حسین عنوان'' کی وجہ سے اپنی نسبت اس جماعت کی طرف کرتے تھے۔مگر ان کی عمومی قیادت اور جماعت کی اکثریت تو ایسی نہ تھی۔ پس مخلصین تو معذور ہی ہوں گے۔ بہر حال باطل کسی انداز میں ظاہر ہوتا حضرت مرحوم فوراً اس کو پہچان جاتے۔ اسی ذیل میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ اہل باطل یا تو اصطلاحات کے معنی ومفہوم میں تغیر کر دیتے ہیں اور یا پھر حضرات اکابر کی مجمل عبارات کی تشریح اپنے ذوق وفکر کے مطابق کرتے ہیں، اس سلسلہ میں آپ دورِ حاضر کے معتزلہ (مماتی ٹولہ) کا خاص طور پر ذکر کرتے کہ ان لوگوں نے حیات موت، قبر، برزخ، کے معنی ومفہوم میں تبدیلی کر دی، اور اس سے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اہل باطل کے ''طریق واردات'' کو سمجھا جائے تا کہ تردید میں سہولت ہو اسی طرح ایک بار فرمایا کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے سمجھنے کے لئے ''ذوق تصوف'' کا ہونا ضروری ہے مگر چونکہ آج کل یہ ذوق کم ہوتا جا رہا ہے اس لئے کچھ باتیں ہمارے بعض علماء بھی نہیں سمجھ سکتے۔

علمِ کلام کی تجدید:

قرنِ اوّل سے دین کے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں تھیں، اپنے اپنے دور میں علماء ربانیین نے ان کی تردید کے لئے نئے نئے پیرائے اختیار فرمائے۔ حضرت امام ابو منصور ماتریدیؒ امام ابوالحسن اشعریؒ، حافظ ابنِ تیمیہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور پھر آخر میں شیخین کریمین حضرت گنگوہیؒ ونانوتویؒ کے اسمائے گرامی اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ماضی قریب میں اللہ پاک نے ہمارے دیگر اکابر علمائے دیو بند کو بھی اس نعمت سے مشرف فرمایا۔ دورِ حاضر میں حضرت مولانا مرحوم نے بھی اس ذیل میں بڑا تجدیدی کام کیا، جس سے باطل کی سازشیں دم توڑنے لگی، مثلاً غیر مقلدین پہلے ہمارے لوگوں کے پاس آتے اور کہتے کہ نماز میں فلاں اختلافی مسئلہ پر مناظرہ کرنا ہے۔ تو ہمارے لوگ ان کو دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے، مگر وہ نامناسب طرز سے خود کو غالب کرنے کی کوشش کرتے، حضرت مرحوم کے پاس جب کوئی آتا، تو آپ اس سے اصولی طور پر یہ پوچھتے کہ کیا آپ کے نزدیک احناف کی باقی نماز سنت کے مطابق ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو لکھ دیں۔ ورنہ صرف فاتحہ خلف الامام یا صرف آمین پر مناظرہ کا کیا

فائدہ؟ جب تمہارے نزدیک ہماری مکمل نماز ہی درست نہیں تو پھر چند مسائل میں کیوں بحث وتمحیص کرتے ہو، تکبیر تحریمہ سے شروع کریں ان مسائل کا نمبر بھی آجائے گا، باقی آپ کے لئے ضروری ہوگا کہ اپنی پوری نماز مکمل طور پر قرآن وحدیث سے ثابت کریں، چنانچہ دیکھا گیا کہ آپ کے اس طرز سے یہ لوگ بدکنا شروع ہوگئے، حضرت مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگوں میں یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ سائل بن جائیں اور ہم مجیب حالانکہ جیسے انہیں سوال کا حق ہے اسی طرح ہمیں بھی حق ہے، بہر حال آپ نے باطل کی تردید کے لئے ایسے اسلوب اختیار کئے کہ جس سے دور حاضر میں علم کلام کی تجدید ہوگئی اور حفاظتِ دین کے خدام کے لئے اس میدان میں نئی راہیں کھل گئیں۔

جہدِ مسلسل:

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا.

باکمال لوگوں کی زندگی ''لغو'' اور بے مقصدیت سے خالی ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ حصولِ مقصد کے لئے خرچ کرتے ہیں، حضرت مرحوم جیسا علمی شغف احقر نے نہیں دیکھا، اگر آدمی صرف مدرس ہو اور اپنے تمام اوقات کو مطالعہ میں مصروف رکھے تو یہ عمدہ بات تو ضرور ہے مگر عجیب بات نہیں، ہاں اگر کسی کی زندگی کا کچھ حصہ سفر میں کچھ حضر میں اور کچھ مناظرہ میں اور کچھ عدالتوں میں مقدموں کی پیروی میں گزرے، مگر پھر بھی اس کا ذوقِ مطالعہ متاثر نہ ہو تو یہ عجیب بھی ہے اور قابلِ رشک بھی، حضرت مرحوم کو اللہ پاک نے ذوقِ مطالعہ کی نعمت سے خوب خوب نوازا تھا، بارہا دیکھا کہ بیماری کے باوجود مطالعہ میں مشغول ہیں۔ اسفار تو اکثر پیش آتے ہی رہتے تھے مگر ان کی وجہ سے آپ کا نظامِ تدریس یا ذوق مطالعہ ہرگز متاثر نہ ہوتا تھا۔ بارہا دیکھا کہ ساری رات سفر کیا علی الصبح جامعہ میں پہنچے کچھ دیر بعد جب تعلیمی وقت شروع ہوتا تو آپ مسندِ تدریس پر رونق افروز ہوتے اور اس روز بھی اسی نشاط سے پڑھاتے جیسا کہ آپ کا معمول تھا، مزید اس کے ساتھ یہ کہ اس کے باوجود باطل کی سرکوبی کے لئے اس پیرانہ سالی میں بھی اگر کہیں سے تقاضا آگیا تو چلچلاتی دھوپ میں حق کا یہ علمبردار عام بسوں میں سفر کرتا، یقیناً اس جہدِ مسلسل نے آپ کی ذات کو مرجع الخلائق بنادیا تھا الحمدللہ کہ حضرت مرحوم نے اپنے مشن کو لے کر چلنے والی علماء کی ایک جماعت تیار کی جو ان شاء اللہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ رہے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو جنت کا باغ بنائے، اور آپ کے لواحقین ومتبعین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے'' آمین'' ایں دعا از من واز روح الامین آمین باد۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

الحمدللّٰه وسلام علٰی عباده الذین اصطفٰی. امابعد :

شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کا سب سے بڑا علمی اور تعلیمی حادثہ ترجمانِ احناف، وکیلِ اہل سنت، مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر (رحمۃ اللہ علیہ) کی المناک رحلت ہے۔ ۳ شعبان المعظم کو رات ساڑھے دس بجے جامعہ خیر المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا نجم الحق صاحب سلمہٗ نے فون پر اس سانحہ فاجعہ کی اطلاع دی تو کچھ لمحوں کے لئے یقین نہ آیا کہ خوش مزاج وخوش رو، بے تکلف و بے نفس، وقت کے عظیم مناظر، جامعہ خیر المدارس کے شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس، فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان، نکتہ رس ونکتہ آفریں، ہمارے مولانا محمد امین صاحب ہم سے رخصت ہوگئے ہیں۔ انا للّٰه وانا الیه راجعون.

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا : ہمیں سوگئے داستاں کہتے کہتے

حضرت مولانا محمد امین صفدر ہمارے دور کی اُن چند ممتاز ویگانہ ہستیوں میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اُٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ نہایت جوانمردی اور استقامت سے کیا اور بحث ومناظرہ کے میدان میں اُنہیں ہمیشہ شکستِ فاش دی۔ قادیانیت، عیسائیت اور رافضیت کے علاوہ لا مذہبیت اور بدعت کے فتنوں کا بھی آپ نے بھرپور تعاقب فرمایا۔ مناظرہ کے میدان میں حق تعالیٰ شانہٗ نے آپؒ کو غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے ساتھ نکتہ رسی، نکتہ آفرینی، وسعتِ نظر اور استحضار علم کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ صرف اہلِ حدیث حضرات (باصطلاحِ جدید) کے ساتھ آپ کے مناظروں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے، جن میں سے ہر مناظرہ میں مولانا صفدرؒ سُرخرو اور کامیاب قرار پائے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کو اسلاف امت پر اعتماد ویقین کی دولت عطا فرمائی۔

آپؒ کا وجود حق تعالیٰ کی شانِ عطا وجود وسخا کا عظیم نشان تھا۔ جس طرح ہمارے ہی دور کے عظیم مناظر حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ قادیانیت سے تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر علمی دنیا میں

قادیانیت کے خلاف ایسے دلائل و براہین قائم کیے اور قادیانی مبلغین کا تعاقب کر کے اُنہیں پے در پے اتنی شکستیں دیں کہ قادیانی مولاناؒ کے نام ہی سے گھبرانے لگے۔ اسی طرح مولانا محمد امین صفدرؒ بھی ابتداء میں غیر مقلدین کے پاس پڑھتے رہے اور ذہنی طور پر انہی کے ہموار ہے، مگر غیر مقلدین کی غلط بیانیوں اور مغالطہ آمیزیوں نے آپ کی حق پسند وحق جو طبیعت کو بہت جلد اُن سے متنفر کر دیا اور آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ اعتماد علی السلف کے بغیر دین کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ لامذہبیت سے حنفیت کی طرح رجوع کی روئے داد کو آپؒ نے اپنے ایک مقالے ''میں حنفی کیسے بنا؟'' میں بہت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہاں اُس پورے قصہ کا نقل کرنا تو باعثِ طوالت ہوگا۔ البتہ اس کا آخری حصہ جسے مولانا مرحوم نے لطیفہ کا عنوان دے کر بیان کیا ہے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ فرماتے ہیں:

''ایک دن نسائی کا سبق تھا اور مسئلہ قرأت خلف الامام کا۔ میں بھی سبق میں بیٹھا مگر کتاب ہاتھ میں نہ لی۔ استاد جی نے پوچھا: کتاب کہاں ہے؟ میں نے کہا کمرے میں۔ فرمایا: لایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا وہ تو مشرک کی لکھی ہوئی ہے۔ میں کیوں ہاتھ لگاؤں؟ (غیر مقلدین حضرات تمام مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں اور امام نسائیؒ امام شافعیؒ کے مقلد ہیں۔ مولانا کا اشارہ اسی طرف تھا۔ از ہر) استاد جی نے بل تو کھائے مگر خاموش رہے۔ امام نسائیؒ نے باقاعدہ باب باندھا ہے: "**باب تاویل قوله تعالىٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون**" اور پھر حدیث لائے ہیں: **اذا قرأ فانصتوا**. گویا خدا اور رسولؐ دونوں کا حکم ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔ یہ آیت اور حدیث اُستاد صاحب کے خلاف تھی۔ اُستاد صاحب اس حدیث کو شہید کرنے پر تل گئے۔ فرمایا: ''ابو خالد الاحمر مدلس ہے، یہ حدیث جھوٹی ہے۔ ابو خالد الاحمر کا کوئی متابع دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں موجود نہیں۔ میں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بات کی۔ وہ بھی متابع نہ دکھا سکے۔ میں نے آٹھ دس مناظرے کیے، کوئی ماں کا لعل جواب نہ دے سکا۔''

میں تو مطالعہ کر کے بیٹھا تھا۔ دل ہی دل میں استاد جی کی اس جرأت پر شرمسار ہو رہا تھا مگر زبان سے خاموش تھا کہ اُستاد صاحب کی نظرِ عنایت مجھ پر ہوئی۔ فرمایا: ''او حنفی! خالد کا کوئی متابع ہے؟'' حالانکہ میں ابھی حنفی نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا: استاذ جی! آپ اوپر کو منہ اٹھا کر بیٹھے ہیں۔ اس طرح متابع کیسے نظر آئے گا۔ ذرا آنکھیں کتاب پر لگائیں تو اسی کتاب میں اس کا متابع محمد بن سعد انصاری موجود ہے۔ اور میں نے اُٹھ کر اس پر انگلی رکھ دی۔

اب تو استاد صاحب غصے میں گالیوں پر اُتر آئے۔ میں نے آہستہ سے تسبیح نکال کر پاس رکھ دی۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا: آپ نے جو گالیوں کی تسبیح پڑھنی ہو وہ پڑھ لیں۔ پھر مجھے بتائیں کہ آخر آپ کو سامنے پڑی ہوئی کتاب میں یہ متابع نظر کیوں نہیں آیا؟ بس پھر تو لاٹھی سے پٹائی شروع ہو گئی اور مجھے مدرسے سے نکال باہر کیا

گیا۔اب میں ''اعلاء السنن'' اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب محدث فیض پوری کی کتاب ''ستہ ضروریہ'' اور الدلیل المبین'' وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا۔لیکن ابھی ذہن سے غیر مقلدیت نکل نہیں رہی تھی۔کوئی فقہ کا مسئلہ دیکھتا، اس کے لئے حدیث کی تلاش میں بھاگتا۔کئی ماہ بعد پھر ذہن نے پلٹا کھایا۔اب اگر کوئی آیت یا حدیث پڑھتا تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ اس کا جو مطلب ذہن میں آیا ہے وہ مرزا قادیانی کی طرح نیا ہی ہے یا اکابر اور اسلاف نے بھی یہی مطلب سمجھا ہے۔تو اب خود رائی وخود بینی کی بیماری ذہن سے نکلی اور غیر مقلدیت کا روگ دل سے رخصت ہوا اور میں اہلِ سنت والجماعت حنفی مسلک پر جم گیا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس مسلکِ حق پر استقامت نصیب فرمائیں، آمین۔''

مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ شانہ نے تبلیغ وتفہیم اور تعلیم وتدریس کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔مشکل سے مشکل علمی مضامین کو آپ عام مجامع میں ایسے سہل ممتنع انداز میں بیان فرماتے کہ عوام وخواص سب ہی جھوم اُٹھتے۔آپؒ کے تمام خطبات پُرکشش، پُرتاثیر اور مدلل ہوا کرتے تھے۔فن رجال پر آپ کی بہت گہری نظر تھی اور بلا مبالغہ ہزاروں رواۃِ حدیث کے اسماء وکنیٰ اور حالات آپؒ کو ازبر تھے۔اس فن کی بناء پر اہل حدیث حضرات کو مولاناؒ کے مقابلہ میں اُس وقت بہت خفت اُٹھانا پڑتی جب وہ احناف کے استدلال کو کمزور کرنے کے لئے کسی راوی کا مجروح ہونا ثابت کرتے تو مولاناؒ اُسی راوی کی متعدد ایسی روایتیں اُن کے سامنے بیان فرمادیتے جن کو وہ نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اُن پر عمل بھی کرتے ہیں۔لینے اور دینے کا یہ دہرا معیار حدیث تو کیا قرآن کے بھی خلاف ہے۔

مولانا مرحوم اس دور میں بلاشبہ اسلاف کے اخلاص وایثار اور تقویٰ وللّٰھیت کا نمونہ تھے۔وعظ وتبلیغ اور مناظروں کے لئے آپؒ نے سینکڑوں سفر فرمائے ہوں گے، لیکن عام واعظین کی طرح آپؒ کرایہ کے عنوان سے کبھی کوئی رقم طے نہیں فرماتے تھے۔اور سفر کے لئے بھی عام بس یا ریل میں اکانومی کلاس یا سیکنڈ کلاس اختیار فرماتے تھے۔بہت سے ایسے حضرات سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں جو مولاناؒ کو تقریر کے لئے لے گئے اور تقریر کے بعد واپس پہنچا گئے۔نہ ان کی طرف سے کوئی پیشکش نہ مولانا کی طرف سے کوئی مطالبہ۔غالباً آپ اس مسئلہ میں اپنے مرشد اول، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے مسلک پر حتی الامکان عمل کرتے تھے، جو وعظ وتبلیغ کا کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں فرماتے تھے۔حضرت مولاناؒ کو اپنے شیخ حضرت لاہوریؒ سے انتہائی عقیدت ہی نہیں، والہانہ محبت تھی۔ان کی مجاہدانہ زندگی، بے لوث دینی خدمات، اتباع سنت اور مشتبہ مال سے اجتناب کے واقعات آپ سے متعدد بار سننے کا اتفاق ہوا۔ایک مرتبہ آپؒ نے حضرت اقدس لاہوریؒ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''ایک دن میں ''خدام الدین'' میں حضرت لاہوریؒ کی مجلسِ ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا، جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں۔اصل آنکھیں تو دل کی

ہیں۔ اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا، وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آ رہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے، یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلسِ ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوریؒ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے۔ یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا۔ غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں جا پیش کیے۔ حضرتؒ نے پھلوں کی طرف دیکھا، پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: ''بھئی یہ کیا لائے ہو؟'' میں نے عرض کیا: حضرت! زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں، یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا: ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپؒ نے اُن مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں، یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا: ''چلے جاؤ، تم بیعت کے لئے تھوڑا آئے ہو، تم تو امتحان کے لئے آئے تھے۔'' اور ہمیں اُٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے۔ گاڑی آئی۔ باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے۔ مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا۔ میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالا میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرتؒ نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے، میں بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا اب بیعت کے لئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرتؒ نے بیعت فرمایا اور اسمِ ذات، استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔''

مولانا مرحوم علمی تبحر، وسعتِ مطالعہ اور غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے باوجود مجسمۂ انکسار تھے۔ اِس تواضع و بے نفسی کا اندازہ ان کی سادگی، بے تکلفی، محبت بھری گفتگو اور خوش مذاقی سے باسانی ہو جاتا تھا۔ احقر نے ایک مرتبہ ''الخیر'' کے ناظم مولوی فیاض احمد صاحب سلمہٗ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ''میں حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہوں۔'' تھوڑی دیر کے بعد یہ دیکھ کر حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ حضرت مولاناؒ بنفسِ نفیس دفتر ''الخیر'' میں چلے آ رہے ہیں۔ مجھے انتہائی ندامت و شرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ پیغام بھیجنے سے بہتر حاضر ہو جانا ہی تھا، تاکہ حضرت مولاناؒ کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ احقر کی حیثیت مولاناؒ کے شاگردوں سے بھی کم تر ہے۔ یہ ان کی محبت و شرافت، مروّت و اخلاق اور تواضع و بے نفسی کا کمال تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی جہاں تقاریر قوت استدلال، نکتہ شناسی اور نکتہ آفرینی کا بہترین نمونہ ہوتی تھیں وہاں آپ کی تحریر بھی علمی وفقہی نکات اور حقائق ومعارف کا شاہکار ہوتی تھی۔ آپ ۱۴۱۲ھ میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس میں تشریف لائے اور تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی صدرنشینی کو عزت بخشی۔ ۱۴۱۳ھ سے حضرت مولاناؒ نے ''الخیر'' میں باقاعدہ لکھنے کا آغاز فرمایا جو آپ کے سانحہ وفات تک کسی تعطل کے بغیر باقاعدگی سے جاری رہا۔

آپؒ حیرت انگیز حد تک سریع القلم تھے۔ آپ کا مسودہ ہی مبیضہ ہوتا۔ ابتداء میں جب آپ نے ''الخیر'' کے لئے مضامین لکھنے شروع کئے تو میں کافی عرصہ تک یہی سمجھتا رہا کہ مولاناؒ کے پاس مختلف عنوانات پر تحریر شدہ مضامین موجود ہیں۔ انہی میں سے مولاناؒ ہر ماہ مضمون اُٹھا کر دے دیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی یا بدگمانی اس وقت رفع ہوئی جب کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مغرب کے وقت کسی خاص عنوان کے تحت مولاناؒ سے مضمون کی درخواست کی گئی اور اسی رات کی صبح کو مولاناؒ نے ۱۶ سے ۲۰ صفحات تک کا مضمون عنایت فرما دیا۔ میرے استفسار پر ایک مرتبہ مولاناؒ نے فرمایا کہ میں اپنے لکھے ہوئے مضمون پر نظرِ ثانی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ جب میں نظر ثانی کرنے لگتا ہوں تو اس قدر نئے نکات ذہن میں آتے ہیں کہ اگر انہیں شامل کیا جائے تو ایک اور مستقل مضمون تیار ہو جائے۔ اس لئے میں جو قلم برداشتہ لکھتا ہوں وہ ''الخیر'' کے سپرد کر دیتا ہوں۔

مولانا مرحوم غیر معمولی ذہانت وذکاوت میں اسلاف کی یادگار ہونے کے علاوہ فنافی العلم ہونے میں بھی اکابر کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''بحمد اللہ میں مطالعہ سے کبھی نہیں تھکتا۔'' مولانا کامل توجہ اور انہماک سے مطالعہ کرتے تھے اور مطالعہ کے ساتھ ہی اہم علمی نکات اور لطائف و ظرائف کی نشاندہی کتاب کے شروع میں خالی صفحات پر کرتے جاتے۔ اس طرح ایک نئی فہرست وجود میں آ جاتی جو اصل فہرست سے کہیں زیادہ نافع اور عمیق ہوتی۔ مولاناؒ کے زیرِ مطالعہ تمام کتب اس طرح کی الیبلی فہرستوں سے مزین ہیں۔ قرآن کریم کی آیات، صحاح ستہ کی احادیث اور تاریخ وسیر کے واقعات عام لوگ بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، لیکن مولانا انہی آیات واحادیث اور تاریخی واقعات سے ایسے ایسے نکات ولطائف اور حقائق ومعارف اخذ فرماتے کہ سامعین وقارئین ان کی نکتہ آفرینی وبلند خیالی پر عش عش کر اُٹھتے۔ مولاناؒ کی کوئی ملاقات اور مجلس علمی نکات ومعارف اور عالمانہ خوش طبعی سے خالی نہ ہوتی۔ ہم ایسے طلباء کو ان کی مجالست میں بہت سی ایسی قیمتی معلومات لمحوں میں حاصل ہو جاتیں جن کے لئے مہینوں مطالعہ درکار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کا شمار اُن ہستیوں میں ہوتا تھا جن کی رحلت کسی فرد، ادارہ یا انجمن کا غم نہیں پوری ملت ان کی جدائی کے صدمہ سے دل برداشتہ ہے اور اُن کے اُٹھ جانے سے صرف نسبی پسماندگان کے لئے

نہیں بلکہ تمام علمی حلقوں کے لئے ایسا مہیب خلا پیدا ہو گیا ہے جس کے پُر ہونے کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

مولانا مرحوم نے قادیانیت، عیسائیت اور رافضیت کے خلاف ٹھوس علمی کام کے علاوہ برصغیر میں لامذہبیت اور غیر مقلدیت کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے غیر معمولی ہمت اور قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ انہیں اس بات پر شرح صدر ہو چکا تھا کہ فتنوں کے اس دور میں اسلاف پر اعتماد کے بغیر ایمان کی حفاظت ممکن نہیں اور ایمان و اعمال کی حفاظت کے لئے تقلید بہت بڑا اور مضبوط حصار ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ جائے تو انسان قادیانیت، رافضیت یا انکارِ حدیث جیسے فتنوں میں کسی وقت بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ یہ بات بلا خوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس وقت فتنہ ترکِ تقلید پر جس قدر ٹھوس علمی مطالعہ مولانا مرحوم کا تھا کسی اور عالم کا نہیں ہے۔ اہلِ حدیث علماء (باصطلاحِ جدید) مولاناؒ کے علم و فضل، قوتِ استدلال اور مناظرانہ مہارت کے پیشِ نظر اُن سے مباحثہ و مناظرہ سے کتراتے تھے۔ سُنا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور اہلِ حدیث عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے مولاناؒ سے مناظرہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن مناظرہ سے قبل مولاناؒ کی تقریر سن کر مناظرہ کا خیال ترک کر دیا۔ برصغیر میں فقہ حنفی کے فروغ اور دفاع کی تاریخ مرتب کرتے وقت مؤرخ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہیں گزر سکتا۔

یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی : ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

مولاناؒ کی زندگی نوجوان طلباء اور علماء کے لئے قابلِ قدر نمونہ ہے۔ آپؒ نے زندگی کا کوئی لمحہ کسی بے کار اور لایعنی مشغلہ میں نہیں گزارا۔ جامعہ خیر المدارس میں وہ اپنی درسگاہ میں نمازِ فجر سے لے کر رات بارہ بجے تک درس و تدریس اور مطالعہ میں منہمک نظر آتے اور ان کی تمام تر مشقتوں اور کاوشوں کا محور اسلام کی صحیح تعبیر اور اسلاف پر اعتماد کی دعوت تھی۔ عالمِ آخرت میں وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

حاصلِ عمر نثارِ رہ یارے کردہ ام : شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردہ ام

جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ کرام، طلباء عزیز اور کارکنان ہی نہیں تمام درسگاہیں اور در و دیوار بھی مولاناؒ کی جدائی پر غمگین و اُداس نظر آتے ہیں۔ خیر المدارس میں مولاناؒ کا زمانہ تدریس بزرگ اساتذہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولاناؒ کی رحلت سے خیر المدارس اپنی ایک خاص شان، امتیاز، رونق اور بہار سے محروم ہو گیا ہے۔

ہر اک مکاں کو ہے مکیں سے شرف اسدؔ
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

یعنی

احادیث نبوی کا ایک جدید اور جامع انتخاب

اردو ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان فون ، 547309-544913

میرا حضرت سے شاگردی کا تعلق سات سال کے عرصے پر محیط ہے۔ جامعہ میں میرا ایک گھنٹہ فارغ ہوتا تھا تو میں اس کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت کی خدمت میں باقاعدہ حاضری دیتا رہا، حتیٰ کہ بہت سے اسرار و رموز حضرت سے سیکھے۔ بعض اوقات حضرت جامعہ میں تربیتی مناظروں کے لئے مجھے ثالث تجویز فرماتے اور مناظرہ سے قبل مجھے متعلقہ موضوع پر خوب تیاری کراتے۔ یہ سب کچھ حضرت کی شفقت کی بناء پر تھا تو اس تعلق اور ساتھیوں کے اصرار کی بناء پر ان چند سطور اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں استاذ مرحوم کو خراج تحسین پیش کر رہا ہوں۔

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چوں مسیح　　باز پس رفتی و کس قدر تو نہ شناخت دریغ

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی وفات کا کس کو غم نہیں...... ہر دردمند دل ان کی جدائی پر تڑپ رہا ہے...... ہر وہ ذی روح جو دین کے لئے اپنے اندر نرم گوشہ رکھتا ہے...... جب اسے پتہ چلتا ہے کہ مولانا امین اوکاڑویؒ وفات پا گئے ہیں تو منہ سے بے ساختہ انا للہ نکل جاتا ہے...... مولانا سینکڑوں نہیں ہزاروں کو رُلا گئے ہیں مگر ہر اشکبار آنکھ کو یہ قرآنی فیصلہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ...... **کل من علیها فان**...... جب ہر چیز ہی فانی ہے...... کسی نے اس مٹی کے جہان میں ہمیشہ نہیں رہنا...... کسی نے یہاں کے لئے ہمیشگی کا اجازت نامہ نہیں لیا اور نہ لے سکتا ہے...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول اس تلخ حقیقت کا ترجمان ہے کہ...... اگر کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی گنجائش ملتی تو رسول اکرم ﷺ اس میں ہمیشہ زندہ رہتے...... اس جہان رنگ و بو میں دین متین کی ترویج و اشاعت اور نفاذ اسلام کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک ہستی آتی رہی اور قاعدۂ الٰہی کے تحت اپنے وقت پر رخصت ہوتی رہی...... اللہ رب العزت نے ہر دور میں اپنے مقبول بندوں سے کام لیا...... سنت اللہ بھی یہی ہے کہ نبوت والے کام کو نبی اکرم ﷺ کی امت کے علماء ربانیین کے حصے میں رکھا ہے...... اور علماء ربانیین اس آیت مبارکہ...... **عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا**...... کے مصداق ہوتے ہیں...... حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبد العزیزؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، حضرت

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، اس ربانی قافلے کے شہ سواروں میں سے ہیں...... ان ہستیوں نے اپنے اپنے عہد میں ایک ماحول بنایا...... ذہن سازی کی...... دلوں کو روشن کیا...... سوئے ہوؤں کو جگایا...... الغرض یہ قافلہ مردم ساز تھا...... انہی مردم ساز ہستیوں کے قافلے میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بھی شامل ہو گئے۔

دین کی ترویج و اشاعت، بیداری امت، مسائل دینیہ میں حقیقی شعور پیدا کرنے کے سلسلے میں مولانا اوکاڑویؒ کا مجاہدانہ کردار کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا...... آخر حضرت کی ذات میں کچھ تھا تو آج کے علماء انہیں تبحر علمی میں حضرت شاہ انور کشمیریؒ کا ثانی قرار دے رہے ہیں...... جانے قدرت نے ان کی غیر متوقع وفات غم آیات میں کیا حکمت رکھی ہے...... ورنہ آپ اپنی محنت اور نصرت الٰہی کے ساتھ جس مقام پر پہنچ چکے تھے...... کچھ اور زندہ رہتے تو نہ جانے کہاں سے کہاں تک جا پہنچتے...... پروردگار عالم انہیں کچھ اور زندگی عطا کر دیتے تو آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں، فطانت اور سادگی کا ڈنکا اور بجتا...... بلکہ چار دانگ عالم میں بجتا...... ان جملوں سے یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں...... کہ...... مولانا کا علمی رتبہ کم تھا...... یا کم ہے...... بلکہ احساس یہ دلانا ہے کہ وہ پھول جو اپنی بھرپور جولانیوں کے ساتھ بہار دکھا رہا تھا...... اپنے خوش نما، شوخ اور نکھرے ہوئے رنگوں کے ساتھ دنیا والوں کی آنکھوں کو لبھا بھی کر رہا تھا...... یکدم موت کے غیر مرئی ہاتھوں سے دبوچ لیا گیا۔

۴ اپریل ۱۹۳۴ء کا دن یقیناً ایک خوش نصیب دن تھا...... میاں ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے...... علم کے پیاسوں کے لئے...... اور عالم اسلام کے لئے...... کہ اس تاریخ کو ایک اعلیٰ دماغ دھرتی کی گود میں در آیا جس کا نام امین رکھا گیا...... آپ کے بحر علم کے توسط سے پیاسی طبیعتیں، پیاسی زمینیں سیراب ہوئیں...... اور آپ نے اپنے فیاضانہ مزاج کے مطابق اپنے علمی سمندر کی موجوں کو خوب بکھیرا...... اس سلسلے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لیا اور امانت دین کو علماء عوام تک پہنچانے میں اسم بامسمّیٰ ہوئے...... آپ اس دور کے ''در یکتا'' تھے...... آپ کا حافظہ انور شاہؒ کی طرح تھا...... جو کتاب ایک دفعہ پڑھ لیتے وہ ذہن میں ہمیشہ کے لئے کندہ ہو جاتی...... آپ کا حافظہ، علمی تبحر، طہارت وتقویٰ، عبادت و ریاضت، حاضر جوابی، جامعیت اور فقید المثال مناظر ہونا، عوام الناس کے اذہان کی تختیوں پر سالہا سال تک ثبت رہے گا...... اکتیس اکتوبر ۲۰۰۰ء کا دن آپ کے چاہنے والوں کے لئے...... یتیمی کا دن ہے...... آپ زندہ تھے تو آپ کا حلقہ احباب وسیع تھا...... آپ زندہ نہیں تو یہ ''حلقہ احباب بمطابق حلقہ مریداں'' وسیع تر بلکہ وسیع ترین ہو گیا ہے...... آپ سے قربت رکھنے والے اس غم میں سسک بلک رہے ہیں...... یقین نہیں آتا کہ حضرت اوکاڑویؒ دامت برکاتہم سے رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے ہیں۔

علم وعمل، بذل و بخت، حکمت، کلام واتقا   دست قضا نے آہ سب کو بے سروپا کر دیا

مولانا ابوالحسن ندویؒ نے علماء کے لئے اخلاص، اختصاص اور استقامت کو ضروری قرار دیا ہے اور یہ خوبیاں مولانا میں بدرجہ اتم موجود تھیں...... آپ کا وجود اخلاص کا بحر بیکراں تھا...... اخلاص بھی ایسا کہ دین کی خاطر ہر تقاضے پر لبیک کہنا اور کسی سے کسی صلے کی توقع نہ رکھنا، آپ کا مذہب تھا...... آپ دراصل ...... من لا یسئلکم اجرا وھم مھتدون ...... کی عملی تفسیر تھے...... ایک صاحب نے اپنے علاقے میں آپ کے بیان کے لئے تاریخ لی...... آپ نے دے دی...... وہاں پہنچے...... بیان ہوا...... اور آپ کو کوئی پروٹوکول نہ ملا...... حتیٰ کہ کھانے کا بھی نہ پوچھا گیا...... وہی صاحب بعد میں پھر بیان کے لئے تاریخ لینے آ گئے...... آپ نے بخوشی تاریخ دے دی...... بلکہ بعض دفعہ تو ایسا ہوا کہ آپ کو لے جا کر آپ سے تقریر نہیں کرائی گئی لیکن اس کے باوجود آپ نے اگلے سال تاریخ پھر دے دی...... الغرض آج کل کے خطیبوں کی طرح آپ نے کبھی عمدہ سواری، عمدہ خوراک اور دنیاوی صلہ کا قطعاً مطالبہ نہیں کیا بلکہ ازخود اپنے ہی کرائے سے عام تانگہ سواری اور بس پر سوار ہو کر منزل مقصود پر پہنچے...... بلکہ بعض اوقات سخت گردوں کی تکلیف یا شدید بخار میں...... آپ کو دینی تڑپ اور جذبہ للّٰہیت نے تبلیغی سفر پر مجبور کیا......

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال　　　که چوں سوار به منزل رسد پیاده شود

آپ نے حنفیت کے دفاع کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے...... اسی لئے تو کسی نے کہا کہ حضرت امینؒ اوکاڑوی آج کے دور کے امام طحاویؒ تھے...... یعنی جس طرح امام طحاویؒ نے فقہ حنفی کے دفاع میں کارہائے نمایاں انجام دیئے...... اسی طرح مولانا اوکاڑویؒ نے بھی حنفیت کے دفاع میں کارہائے نمایاں انجام دیئے...... بلکہ اگر میں یوں کہوں کہ آپ نے فقہ اسلامی کی حفاظت کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے تو بے جا نہ ہوگا...... کیونکہ آپ اس نظریے پر پہنچے کہ اگر کسی علاقہ میں کوئی ایک فقہ نافذ العمل ہے اور معمول بہ ہے (خواہ وہ فقہ شافعی ہو یا مالکی یا حنبلی) اس علاقہ میں دوسری فقہ کی ترویج و اشاعت فساد کا باعث ہوگی...... اور اس نظریہ میں اخلاص اس وقت ظاہر ہوا جب آٹھ نو سری لنکن شافعیوں نے آپ سے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں عرض کیا کہ ہم فقہ حنفی کو راجح سمجھتے ہوئے حنفی بننا چاہتے ہیں...... لیکن حضرت نے فرمایا کہ آپ کا حنفی بننا سری لنکا میں فساد کا باعث ہوگا...... کیونکہ وہاں فقہ شافعی نافذ العمل اور معلول بہ ہے...... اسی لئے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں غیر مقلدیت کا مسئلہ صرف رفع یدین یا قرات فاتحہ خلف الامام یا آمین بالجہر کا مسئلہ نہیں...... بلکہ یہ پاکستان میں رائج نافذ العمل اور متداول فقہ فقہ حنفی سے بغاوت ہے جو فساد کا باعث ہے اور عوام الناس کو سنت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا ہے...... آپ کا یہ اختصاص آپ کی پہچان بن گیا ہے...... آپ تو مسند علم کے اس زینے پر تھے کہ...... راہ چلتے نور و بشر جیسے مسائل کو حل کر دیتے...... آپ جس فکر کو لے کر گلی گلی چراغ جلا رہے تھے...... انہی چراغوں نے تو عام لوگوں کے دلوں کی تاریک راہوں کو روشن کیا ہے...... آپ کے اسی اختصاص نے

عام آدمی کے وجود پر سے...... بوسیدگی کا چولا اتار کر صاف ستھرے اور صحیح افکار کا لبادہ اوڑھایا...... آپ کا یہی اختصاص مفاد پرست لوگوں کے لئے...... ضرب کاری تھا...... آپ کے مضامین کا ذخیرہ ہوش والوں کے لئے...... ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے......

سمجھیں مرے کلام کو، جو ہوش مند ہیں　　مستی میری بادۂ انگور کی نہیں

سچے اور مخلص مسلمانوں کی استقامت اور ثابت قدمی کی یہی کیفیت ہونی چاہئے...... جیسی حضرت اوکاڑویؒ کی تھی...... آپ استقامت کا پہاڑ تھے...... ہمہ حق گو رہے...... کبھی مصلحت پسندی کا شکار نہ ہوئے...... اسی لئے تو کسی نے آپ کی وفات غم آیات پر کہا کہ اب حق گو اٹھتے جا رہے ہیں...... اور ہم مصلحت پسندوں کے حصار میں گھرے جا رہے ہیں...... صبر و برداشت تو آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا...... تلخیوں اور زیادتیوں کو اللہ کی عدالت میں ڈال کر...... اپنی علمی اور تحقیقی کاوشوں میں لگ جانے والے لوگوں میں سے تھے...... کام...... کام...... اور بس کام...... اس قدر شیدا تھے کہ چاروں طرف نظر دوڑائیں تو اس کی نظیر ملنی مشکل ہے...... دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے...... بیس بیس گھنٹے کام کیا کرتے تھے...... ایک دن میں سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کر لینا...... آپ کی عادت مبارکہ تھی...... محنت کے شیدائی ہی ایسا کر سکتے ہیں کہ ''ردعیسائیت'' پر دو درجن کے قریب جلدیں مرتب کیں...... اپنے خیرخواہوں کو مطالعے کے لئے دیں...... اور آج ان کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں ہیں...... انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ...... کو سامنے رکھ کر جب چپ ہو رہے...... کسی سے کچھ نہ کہا...... آخری ایام میں اپنے ہم رازوں سے اس کا انکشاف کیا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ آپ اپنے اسلاف کا ناموس تھے...... آپ کو جو...... ترجمان احناف، وکیل اہل سنت و الجماعت...... اور مناظر اسلام کے القاب دیئے گئے ہیں...... یہ آپ کی اعلیٰ خدمات کا ادنیٰ مظہر ہیں...... آپ حقیقتاً ان سے بھی اچھے خطابات کے حقدار ہیں...... ان سب باتوں کے باوجود...... آپ اس فانی دنیا کا ایک حصہ تھے...... موت کا بلاوا آیا...... آپ نے لبیک کہا...... اور اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو گئے...... اور...... فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی...... کا حقیقی مصداق بن گئے۔

فنا کی آندھی میں کیا کیا نہ رزق خاک ہوا　　میں سوچتا ہوں یہی دیکھ کر دفینوں کو

آخر میں ایک دو مبشرات ذکر کرتا ہوں...... تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ امین نامی یہ شخص امین دین متین نصرت الٰہی اور وہبی علم سے بنا۔

ایک دفعہ آپ حسب معمول سکول سے تشریف لائے اور پریشانی کے عالم میں کسی سے گفتگو کئے بغیر سائیکل کھڑی کر کے باہر نکل گئے...... اور اپنی زمین کی طرف جانے کی بجائے دوسری جانب کا رخ کیا...... بعد میں

والد صاحب..... گھر تشریف لائے تو انہوں نے حضرت امین صفدرؒ کے بارے میں پوچھا..... تو انہوں نے کہا کہ وہ گم سم آئے اور باہر کہیں چلے گئے..... (حضرت نے فرمایا کہ) میں بالکل ایک طرف ویرانے میں جا کر خوب رویا کہ اے اللہ! تو نے میرے اندر دین کا شوق تو پیدا کر دیا ہے..... لیکن مجھے اتنی استعداد کیوں نہیں دی کہ میں کوئی کتاب خرید سکوں..... (اس وقت آپ کو روح المعانی اور در منثور خریدنے کا شوق ہوا) حتیٰ کہ روتے روتے مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا..... پھر کیا دیکھتا ہوں کہ حضورﷺ مجھے تھپکی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں..... کہ اے امین! پریشان کیوں ہوتا ہے..... تجھے تیری پسند کی کتاب مل جائے گی..... پھر میری آنکھ کھل گئی..... آخر کار اللہ نے جلد ہی اپنے غیبی خزانے سے ان دو کتابوں کے خریدنے کا سامان پیدا کر دیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب میں نے سیرت عائشہؓ پر چھ سو صفحات کی ضخیم کتاب لکھی تو ان دنوں میں مجھے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بارہا زیارت ہوئی..... لیکن افسوس کہ یہ کتاب لاہور کے ایک دکاندار نے ضائع کر دی..... اس کے علاوہ بے شمار شواہد ہیں..... جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو..... اپنے خزانہ غیب سے علم عطا فرمایا تھا..... کثیر تعداد میں علماء..... اور شیخ الحدیث حضرات یہ کہتے ہیں..... کہ حضرت ایسے ایسے اسرار و رموز بیان کرتے کہ عقلیں دنگ رہ جاتیں..... اور یہ یقین ہو جاتا کہ آپ کے پاس وہبی علم ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے..... اور نعم البدل یعنی کوئی دین کا امین پیدا کر دے کیونکہ..... وھو علی کل شئی قدیر.

عمرہ کی سعادت مفت
ارائیں عمرہ گروپ کے زیر انتظام پچاس افراد پر مشتمل ہر گروپ میں سے ایک معتمر کے لئے، بہ ذریعہ
قرعہ اندازی بہ دست اکابر علمائے دیوبند، ساتھ ہی ہر معتمر کے لئے ایک ایک عدد "ذریعۃ الوصول الی جناب
الرسول ﷺ" از شہید الاسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، "عمل مختصر ثواب زیادہ" از مفتی عبدالرؤف سکھروی
دامت برکاتہم، "مجموعہ وظائف مع پنج سورۃ" تصدیق شدہ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی دامت برکاتہم
پاکستان بھر میں مقیم معتمرین شامل ہو سکتے ہیں۔ قرعہ اندازی پاکستان کے کسی بھی شہر میں جب کہ روانگی
اسلام آباد/ کراچی/ لاہور سے ممکن۔ لائسنس یافتہ سعودی اداروں کے پاکستان میں موجود نمائندگان کے
ذریعے سعودی سفارت خانہ یا قونصلیٹ سے ایک ماہ کا ویزہ (دو ماہ کے لئے قابل توسیع)۔ جدہ ایئرپورٹ پر
استقبال، ایئر کنڈیشنڈ کوچ کے ذریعے مکہ مکرمہ تک سفر اور ہوٹل یا عمارت میں رہائش، زیارات مکہ مکرمہ، سفر
اور زیارات مدینہ منورہ۔ مرضی کے مطابق مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں قیام، مملکت سعودی عرب میں مقیم رشتہ
داروں کے پاس رہائش کی اجازت۔ سات/ پندرہ روزہ پیکیج دستیاب، چار روپے کے ڈاک کے ٹکٹ لگا
ہوا جوابی لفافہ بھیج کر منگوالیں۔ رقم کے ساتھ کم از کم چھ ماہ کے لئے کارآمد پاکستانی پاسپورٹ، قومی شناختی
کارڈ، دو عدد رنگین تصاویر (ایک پاسپورٹ سائز، دوسری قومی شناختی کارڈ سائز)، گردن توڑ بخار سے تحفظ
کے ٹیکے کا سرٹیفکیٹ بہ ذریعہ کوریئر سروس ارسال کر دیں۔ انتظامات مکمل ہونے پر تاریخ روانگی سے مطلع
کر دیا جائے گا حصول ویزہ میں پندرہ سے بیس دن لگ سکتے ہیں اس لئے جب تک پاسپورٹ ویزہ کے لئے
جمع نہ ہو جائے ملازمت پیشہ افراد اپنے دفاتر سے چھٹی نہ لیں۔ ہمارا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ نقد رقوم
ارائیں ویلفیئر ٹرسٹ کے دفتر کے علاوہ کہیں جمع نہ کرائیں۔ کراچی میں مقیم افراد کراس چیک جب کہ دوسرے
شہروں میں مقیم افراد بینک ڈرافٹ بنام ارائیں ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، اکاؤنٹ نمبر 02553-5 نیشنل
بینک آف پاکستان، طارق روڈ برانچ، کراچی-75400، یا منی آرڈر ارسال کر سکتے ہیں
ارائیں ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
دوسری منزل، 733-سی، سینٹرل کمرشل ایریا، نزد طارق سینٹر، طارق روڈ، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس لمیٹڈ
پوسٹ بکس نمبر 8930، کراچی-75400، فون: 8539 438 5742/453 (شام 3 سے 8 بجے روزانہ)
فیکس: 8539 453 (21-0092) موبائل: 7720 820 (0300) ای میل: ijazarain@yahoo.com

◎ فیاض احمد عثمانی (ناظم الخیر) ◎

جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ ''الدعوۃ والارشاد'' کے رئیس، ماہنامہ ''الخیر'' کی مجلس مشاورت کے رکن وقلمی معاون، مناظر اہل سنت، وکیل احناف، امام المناظرین، قاطع ادیان باطلہ، فاتح غیر مقلدیت، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱۔اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز منگل، بعد نماز عشاء رات نو بجے اپنے آبائی گاؤں اوکاڑہ (پنجاب) میں حرکت قلب بند ہونے سے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی وفات کی خبر سن کر دل دہل گیا۔زمین پاؤں سے نکل گئی،غم کی وجہ سے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ آج ہم یتیم ہو گئے،امت مسلمہ اپنے روحانی والد کی شفقتوں سے محروم ہو گئی، علماء دیوبند میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے جو شاید ہی پُر ہو۔

استاذ مکرم حضرت مولانا محمد امین صفدر ؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔قوت حافظہ، علمی تبحر، طہارت وتقویٰ، عبادت وریاضت، حاضر جوابی اور فقید المثال مناظر ہونے کی حیثیت سے اپنے زمانے کے ''در یکتا'' تھے۔اگر یہاں یہ کہا جائے کہ تبحر علمی میں دوسرے انور شاہ کشمیری ؒ تھے،فرق باطلہ کے خلاف مناظرانہ حیثیت میں دوسرے قاسم نانوتوی ؒ، عقائد حقہ کی ترجمانی میں دوسرے رشید احمد گنگوہی ؒ اور خلیل احمد سہارن پوری ؒ اور مسلک حق کے تحفظ پر ڈٹ جانے والی چٹان حسین احمد مدنی ؒ تھے،تو بے جا نہ ہوگا۔

محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیری ؒ، ولی کامل حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ اور حضرت مدنی کے خلیفہ اجل قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے تربیت وفیض یافتہ ہونے کے ناطے حق کہنے میں جرأت، دلائل میں قوت، تحریر میں روانگی، عبادت میں انہماک، خوش مزاجی، مہمان نوازی، سادگی اور تقویٰ جیسی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

امت محمدیہ پر آپ کے بیش بہا احسانات ہیں۔آپ نے اپنی زندگی باطل نظریات کی تردید میں وقف فرمادی۔حضور نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ؓ کی جماعت ''جماعت اہل سنت والجماعت'' کے دفاع، نام نہاد اہل حدیث (غیر مقلدین) کی قرآن وسنت دشمنی کو اہل دنیا پر عیاں کرنے اور اہل بدعت وعقائد باطلہ (عیسائیت،

یہودیت، ہندومت، سکھ مت، قادیانیت، پرویزیت ومماتیت کی تردید میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

شعبان ورمضان کی سالانہ چھٹیوں میں سعودی عرب اور برطانیہ کے صاحب علم و دانش حضرات کے انتہائی اصرار پر وہاں کے علماء اور عوام میں مسلک حق کی ترجمانی کے لئے تبلیغی واصلاحی دورہ کا پروگرام تھا، حتیٰ کہ برطانیہ سے تو ویزا بھی آ گیا مگر ادھر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پاس بلالیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ایک مرتبہ حضرتؒ نے خود سنایا کہ اوکاڑہ میں دو عیسائیوں کا آپس میں مناظرہ طے ہو گیا۔ ایک عیسائی جو کمزور تھا، میرے پاس آیا اور مجھ سے کامیابی کے لئے علمی مواد مانگا۔ میں نے کچھ سوالات نمبروار اس کو لکھ کر دے دیئے اور وہ چلا گیا۔ مناظرہ کے بعد اس نے بتایا کہ آپ کے تعاون سے میں نے اپنے بڑے کو شکست دے دی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہی بڑا عیسائی مجھے ملا تو میں نے پوچھا کہ آپ کا جو مناظرہ ہونا تھا کیا بنا؟ اس نے کہا کہ یار! میں وہ مناظرہ ہار گیا تھا، مخالف نے کچھ سوالات ایسے کئے کہ میں لاجواب ہو گیا۔ اس سے بڑی ہتک ہوئی کہ ایک بڑا عالم (عیسائی) چھوٹے سے شکست کھا گیا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ وہ سوالات تو نے ہی لکھ کر دیئے ہوں گے چونکہ اس قسم کے سوالات دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔

اسماء الرجال پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے بڑی محنت و جانفشانی سے اس پر سیر حاصل تحقیقی قلمی مواد تحریر فرمایا کر فیصل آباد یا لاہور کے عالم کو دیا کہ اسے شائع کر دو تاکہ علمائے کرام اور مناظرین کو فائدہ ہو مگر نہ معلوم وہ کتاب ضائع ہو گئی یا یوں کہو کہ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا کہ ابھی تک اس کا کوئی صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ خدا کرے یہ قیمتی متاع ضائع نہ ہوئی ہو چاہے کسی اور نام سے ہی جلد منظر عام پر آ جائے۔

آپ کے لاجواب مناظروں، علمی تقاریر اور تحقیقی و مدلل مضامین سے نہ صرف اپنے اور پرائے حیران و سرگردان ہو جاتے بلکہ باطل پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ مناظروں اور تحریرات میں مخالفین کی گالیوں پر مسکرا کر فرماتے کہ ان بے چاروں کے پاس گالیوں کے سوا ہے ہی کیا؟

ماہ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ سے ماہنامہ الخیر ملتان کے لئے سب سے پہلا تحریری مضمون ''مصافحہ کا بیان'' تحریر فرمایا۔ اس کے بعد حضرتؒ کی وفات تک بلاتعطل مسلسل مضامین چھپتے رہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی چھپتے رہیں گے۔

ایک دفعہ میں نے کہا حضرت! مجھے الخیر کی معرفت کئی خط ملے ہیں جن میں تقاضا کیا گیا ہے کہ غیر مقلدین آج کل ''غائبانہ نماز جنازہ'' کا بہت چرچا کر رہے ہیں۔ اخبارات، بڑے بڑے اشتہارات اور رکشوں کے ذریعے اعلانات کر رہے ہیں تو اس پر کچھ لکھ دیں تو حضرتؒ نے اسی وقت ہی ایک تفصیلی مضمون تحریر فرما دیا۔ اس طرح ''غائبانہ نماز جنازہ'' والی بدعت کا جنازہ نکال دیا۔

اس کے علاوہ جب کبھی فرمائشی مضمون لکھنے کی درخواست کی جاتی تو بلا تامل و بلا تاخیر مدلل و مفصل مضمون

تحریر فرمادیتے۔فضائل اعمال پر اعتراضات، بہشتی زیور پر اعتراضات اور اسی طرح کئی اہم کتب پر اعتراضات کے جوابات بھی حضرت تحریر فرما چکے ہیں جو الخیر کے شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔فللہ الحمد

استاذ محترم کی خواہش تھی کہ ادیان وفرق باطلہ کے خلاف لکھی گئی میری تمام تحریرات بہت جلد منظر عام پر آجائیں تاکہ پیاسے لوگ اس سے اپنی علمی پیاس بجھائیں اور میرے لئے صدقہ جاریہ بن جائیں۔اسی سلسلہ میں مختلف دینی اداروں نے حضرت کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کو الگ الگ کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔چنانچہ مجموعہ رسائل چار جلدوں میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔تجلیات صفدر ایک نئی ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہے تاحال پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں۔یہ جلدیں پاکستان کے معروف دینی ادارے مکتبہ امدادیہ ملتان والے شائع کر رہے ہیں۔نئی ترتیب اور تمام جلدوں کی از سر نو طباعت کی اجازت خود حضرت مولانا مرحوم نے دی تھی۔

جامعہ خیر المدارس کے استاذ مولانا نعیم احمد صاحب نے استاذ مکرم کی اجازت سے حضرتؒ کی زندگی میں ہی اس پر کام شروع کر دیا تھا بلکہ مولانا نے خود فرمایا کہ یہ کتاب پہلے جمعیۃ اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد والوں نے شائع کی ہے اس کی تیسری جلد میں اتنی فحش غلطیاں ہیں کہ میرا اس سے دور تک کا واسطہ بھی نہیں ہے، لہذا اگر الخیر والے شائع کریں تو بہتر ہے، مگر ہم نے مالی حالات کے پیش نظر معذرت کر دی تو مکتبہ امدادیہ والوں نے اس کی ذمہ داری اٹھالی۔چوتھی جلد کی کمپوزنگ حضرت کی زندگی میں ہوئی اس کی پروف ریڈنگ خود استاد محترمؒ نے فرمائی ہے۔

امید ہے کہ بقیہ جلدیں بھی بہت جلد منظر عام پر آجائیں گی۔

حضرت کی تعلیمی مصروفیات:

جامعہ خیر المدارس ملتان میں بحیثیت رئیس شعبہ ''الدعوۃ والارشاد'' اس درجہ کے طلباء کرام کو روزانہ پانچ گھنٹے، درجہ تخصص فی الفقہ کے طلباء کو روزانہ ایک گھنٹہ اور درجہ دورہ حدیث شریف کے طلباء کو ۱۵ دن بعد ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک ہر بدھ کو ''تقابل ادیان'' کے موضوع پر سبق پڑھاتے۔اس کے علاوہ اکثر اوقات یونیورسٹی اور کالج کے پروفیسرز، طلباء اور وکلاء بالخصوص فرق باطلہ کے ڈسے ہوئے مریضوں کو دوائے اطمینان دیتے اور ان کے اشکالات واعتراضات کا انتہائی اطمینان سے ایسا عام فہم جواب دیتے کہ بس ان کے دلوں میں پیدا شدہ وساوس و خطرات کے بادل چھٹ جاتے اور مسلک حق (مسلک علمائے دیوبند) کی حقانیت اور اس سے عقیدت ومحبت دلوں میں جاگزیں ہو جاتی اور کبھی بھی کسی سائل کو نہ ڈانٹا اور نہ ہی اس کو محروم بھیجا۔قاطع رفض وبدعت علامہ علی شیر حیدری، مجاہد ملت مولانا محمد مسعود اظہر، مناظر اسلام مولانا محمد اسماعیل جیسے بڑے بڑے جبال علم بھی حضرت سے

کسب فیض کرتے ہوئے نظر آئے۔

گزشتہ دور حکومت میں جب جمعۃ المبارک کی چھٹی منسوخ کر کے اتوار کو سرکاری چھٹی کرنے کا اعلان کیا گیا تو اس کے خلاف ہمارے مدیر محترم مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ کو ایک حوالہ کی ضرورت پڑی تو اس سلسلہ میں آپ سے رجوع کیا گیا تو حضرت مرحوم نے فی البدیہ (بغیر مطالعہ کئے) فرمایا کہ الفاروق (علامہ شبلیؒ) کے فلاں صفحہ پر یہ حوالہ موجود ہے تو میں نے واپس آ کر دیکھا تو بعینہ وہی صفحہ پایا جس کی حضرت نے نشاندہی فرمائی۔ ایسے بیسیوں نہیں سینکڑوں واقعات ملیں گے۔ یہ صرف اللہ پاک کا حضرت پر خاص کرم تھا کہ اتنی عظیم دولت سے مالا مال ہوئے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید:

استاذ مکرمؒ کی وفات سے ایک یا ڈیڑھ ماہ قبل میں نے اپنے پیرو مرشد مخدوم حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب (اللہ تعالیٰ حضرت کو تا دیر صحت کے ساتھ سلامت رکھیں جو اس وقت کافی بیمار ہیں) مدظلہ العالی کا سلام عرض کیا اور کہا کہ حضرت فرما رہے ہیں تھے کہ حالات کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی حفاظت کا کچھ انتظام ضرور فرمائیں تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ یہاں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر مجھے ایسی (شہادت والی) موت مل جائے تو اور کیا چاہئے؟ دوسرا یہ کہ موت اللہ سے (براہ راست) ملاقات کا ذریعہ ہے، میں اپنی طبعی عمر گزار چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش ہے تو آپ مجھے اس ملاقات سے کیوں روکتے ہیں؟

ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت اپنے پیارے آقا سے ملاقات کے لئے ایسے تشریف لے گئے کہ اب واپسی بالکل محال ہے۔ آپ کے جانے کے بعد یقین ہو گیا کہ "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" اللہ والوں کو پہلے ہی بشارت دے دی جاتی ہے۔

حضرتؒ کے ساتھ ایک یادگار سفر:

استاذ محترمؒ کا معمول تھا کہ آپ دیگر اصلاحی و تبلیغی پروگراموں میں دور سے دور علاقوں میں تشریف لے جاتے۔ اسی طرح جامعہ مدنیہ چکوال کے سالانہ جلسہ سیرۃ النبی ﷺ میں بھی باقاعدگی سے تشریف لے جاتے۔ اپنے پیرو مرشد قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم کے حکم پر ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک تفصیلی خطاب فرماتے۔ گزشتہ سال جب حضرت نے پروگرام بنایا تو میں نے بھی ساتھ چلنے کی درخواست کی جو حضرت نے خوشی سے قبول فرمائی۔ چنانچہ ہم رات نو بجے شالیمار بس کے ذریعے چکوال روانہ ہوئے اور صبح پانچ بجے کے قریب چکوال پہنچ گئے۔ دوران سفر کچھ دیر حضرت کے ساتھ مختلف موضوعات پر باتیں کرتا رہا اور حضرت بھی خوشی سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد میں اونگھنے لگا تو حضرت نے اپنی تسبیح نکالی اور وظائف شروع فرما دیئے اور سارا سفر

اسی طرح وظائف میں گزارا۔

وہاں جمعہ کی نماز سے قبل حضرت نے بیان فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد مقامی مدرسہ کے اساتذہ کرام و طلباء سے خصوصی ملاقات کی۔مختلف سوالات کے جوابات دیئے اوران کو عجیب وغریب نکات سمجھائے اور پھر عشاء کی نماز کے بعد واپس اسی بس سے ملتان کے لئے چل پڑے۔ میں تو راستہ میں سو گیا مگر حضرت ذکر الٰہی اور درود شریف سے رطب اللسان رہے اس طرح فجر کی نماز ہم نے ملتان پہنچ کر پڑھی۔حضرت نے غسل فرمایا، قرآن مجید کی تلاوت کی اور ناشتہ فرما کر تعلیمی سلسلہ میں مصروف ہو گئے۔

حضرت اکثر جمعرات دوپہر کو اپنے تبلیغی واصلاحی پروگراموں میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے، خواہ کہیں بھی جاتے۔ ہفتہ کے دن پہلا سبق ضرور پڑھاتے، ناغہ کرنے سے گھبراتے اور ناغہ کو عیب سمجھتے۔

ایک دن فرمانے لگے کہ میں آئندہ تجھے ساتھ نہیں لے چلوں گا۔اس لئے کہ میرے ساتھ تو وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کروں جبکہ تو میری جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔

☆ بہر کیف اسلامی سرحدوں کا یہ جانباز محافظ و مجاہد دین کی حفاظت، سنت، فقہ حنفی اور عقائد اہل سنت (علمائے دیوبند) پر چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام کے پے در پے حملوں کا اپنے اکابر واسلاف کے طریقے پر دفاع کرتے ہوئے آخر کار ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔

اللہ رب العزت حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور کروٹ کروٹ سکون نصیب فرمائیں۔ پسماندگان، ورثاء علماء اور امتِ مسلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔امت کو گمراہی، لادینیت ولامذہبیت اور آئے روز اٹھنے والے نئے فتنوں اور ہر قسم کی آزمائشوں سے محفوظ فرمائیں۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مناظرِ اسلام، وکیلِ احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وملّی خدمات پر مشتمل "خصوصی نمبر" شائع کرنے پر ماہنامہ "الخیر" کے چیف ایڈیٹر مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور دیگر کارکنان کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(مولانا) حافظ شمس الحق جالندھری - جامعہ خیر المدارس، ملتان

بندہ دارالعلوم کبیر والا میں آنے کے بعد حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کے مناظرانہ کمالات اور دینی خدمات کے متعلق سنتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی مولانا سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ دعا و سلام خوب تھی۔ مولانا سے زیادہ مصاحبت اور رفاقت کا موقع نہیں ملا۔ بندہ یہ سمجھتا تھا کہ مولانا محمد امین صاحب صفدرؒ سکول کے ماسٹر ہیں۔ ان کو مسائل فقہیہ خصوصاً جن میں اہل حدیث سے نزاع رہتا ہے میں پورے طور پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ان کا علم سطحی ہو گا۔ مگر بندہ ایک دفعہ خیر المدارس، ملتان کے جلسہ میں حاضر ہوا اور ظہر کے بعد مولانا محمد امینؒ صاحب کا خطاب تھا اور وہ اپنے موضوع پر بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں تقریر فرما رہے تھے۔ علماء احناف کی تائید اور دوسرے فریق کی تردید بہت وزنی دلائل سے کر رہے تھے۔ اس دن بندہ کو احساس ہوا کہ مولانا کے بارے میں بندہ کے تاثرات صحیح نہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ان مسائل پر بہت گہری نظر تھی۔ بالخصوص احادیث کی صحت و سقم کے بارے میں اور رواۃ کی ثقاہت اور ضعف کے بارے میں ان کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ میں نے ابن حزمؒ کی المحلی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

بندہ کا جب دارالعلوم میں تدریس کا ابتدائی دور تھا اس وقت کبیر والا کے قریبی قصبہ سرائے سدھو میں رفع یدین کے مسئلہ میں ایک مناظرہ ہوا۔ مولانا صفدرؒ صاحب مناظر تھے۔ بندہ اس وقت سنن ابی داؤد پڑھاتا تھا۔ بندہ اور دارالعلوم کبیر والا کے مایہ ناز استاد مولانا احسان الحق تونسوی مرحوم مولانا صفدرؒ صاحب کے معاون قرار پائے اور ہم مناظرے میں شریک ہوئے۔ مناظرے کی سرگزشت بہت طویل ہے اور مناظرے کا انجام بھی ایک الم ناک نتیجے تک پہنچا، کیونکہ ثالث صاحبان دلائل کی قوت سے ناواقف تھے اس لئے انہوں نے دوٹوک فیصلہ کرنے سے گریز کیا۔ بہرکیف اس مناظرہ میں مولانا صفدر صاحب مرحوم کی جودت ذہن مناظرانہ صلاحیت کے پہلو مزید اجاگر ہوئے۔ مناظرہ کے بعد بندہ نے مولانا سے عرض کیا کہ جن مسائل میں آپ غیر مقلد حضرات سے مناظرہ کرتے ہیں وہ مسائل ایسے ہیں جن میں ہمارے ساتھ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کا اختلاف ہے اور ان مسائل میں حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے بلکہ راجح مرجوح کا اختلاف ہے حالانکہ آپ دوسرے مسلک کی اس

طرح تردید کرتے جیسا کہ وہ مسلک باطل محض ہے اور اس مسلک کی قطعاً گنجائش نہ ہو۔ کہنے لگے آپ کی یہ بات صحیح ہے اگر ہمارے مقابلہ میں شوافع اور مالکیہ ہوتے تو ہم یہی اسلوب اختیار کرتے لیکن ہمارے مقابلہ میں غیر مقلدین ہیں جو ہمیں بوجہ تقلید ائمہ کے مشرک کہتے ہیں اس لیے ہمارا اور ان کا اختلاف ان کے غلو کی وجہ سے حق و باطل کا ہو گیا ہے۔

ایک دفعہ بندہ نے عرض کیا کہ غیر مقلد حضرات کے جو معائب اور گمراہیاں آپ بیان کرتے ہیں یہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو ان میں غالی قسم کے ہیں اور جو معتدل ہیں اور صرف مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان سے زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں، نہ ان کی اس قدر سخت تردید کرنے کی ضرورت ہے۔ فرمانے لگے کہ آپ کا چونکہ ان سے واسطہ نہیں پڑا اس لئے آپ ان کو معتدل سمجھ رہے ہیں۔ اس زمانہ میں تقریباً سو فیصد غالی ہو چکے ہیں۔ بندہ اس پر خاموش ہو گیا کیونکہ مشہور ہے **سل المجرب لا تسئل الحکیم**.

مولانا مرحوم میں ایک خاص صفت یہ دیکھی کہ آپ ایک خاص سنت کا مظہر بنے رہتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے **ما رأیت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** یعنی حضور نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر میں نے تبسم کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ مولانا اکثر ملاقات کے وقت متبسم چہرے سے ملتے اور جتنی دیر ان کے ساتھ رہنا ہوتا ان پر یہ صفت غالب نظر آتی۔ ایک اچھے مناظر کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران مناظرہ غصہ ہرگز نہ کرے ورنہ دوران راس ہو کر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور دماغ کی سوچ کند ہو جاتی ہے، مگر مولانا کی یہ صفت خاص تھی کہ غصہ کو قریب نہ آنے دیتے اور مناظرے کے آخر تک ان پر تبسم اور تبسم کے ساتھ متانت و وقار کی کیفیت طاری رہتی۔ غصہ سے کوسوں دور رہتے۔

ایک دفعہ ایک طویل سفر جو ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے ہوا تھا مولاناؒ اور چند اہل علم کے ساتھ ہوا۔ بندہ کو آخر شب میں چند رکعات پڑھنے کی توفیق ملی۔ بندہ جب اٹھا تو دیکھا کہ مولاناؒ تہجد میں مشغول ہیں۔ بندہ سمجھا کہ مولانا شب بیدار بھی ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ مرحوم صرف غیر مقلدین حضرات کے خلاف کامیاب مناظر نہیں تھے بلکہ ہر گمراہ فرقہ سے مناظرہ کرنے میں ان کو مہارت تھی۔ عیسائیت، قادیانیت، رفض اور بدعت کے خلاف کامیاب مناظر تھے۔ اسی طرح مماتیوں کے خلاف کئی مناظرے کئے اور اُن کو شکست دی۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
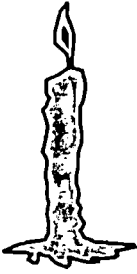
دارالعلوم دیوبند کی اساسی تعلیم اور تربیت میں وہ تمام مقامات موجود ہیں جو قرنِ اوّل سے دارالعلوم کی تاسیس تک مختلف ادوار میں علماء اور اولیاء کے ذریعے خلق خدا تک پہنچتے رہے۔ اردو دانش کدہ لاہور کے دائرۃ العارف میں یہ بات حق کی ترجمانی کے طور پر کہی گئی کہ چونکہ دیوبند کے مؤسس اور بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اعلیٰ درجہ کے متقی اور راسخ عالم تھے اس لئے دیوبند کی سرشت میں ہر دیوبندی کے لئے یہ دونوں باتیں ضروری سمجھی گئی اور حق تعالیٰ شانہ نے ان کو نصیب فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند جو دین اسلام کا ترجمان اور سچا اہل سنت والجماعت اور طائفہ منصورہ کا مصداق ہے اس کے ہر سپوت اور فاضل پر جب علم وعمل کے تناظر میں نظر انصاف ڈالی جائے تو وہ رہتی دُنیا کی ہدایت کے لئے رشد اور رہنمائی کا پورا امام اور ترجمان سمجھا جائے گا۔

امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کائنات رشد وعلم کے روشن آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ان کے بعد بھی ان کا رسوخ علم اور حسن عمل اور پختگی کردار ان کے ترجمانوں سے ملتا رہا ہے جیسے محدث العالم حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری اور فقیہ الملت، محمود الملت والدین حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ ان کے علوم و اعمال کے لئے بے شمار مظاہر ہیں۔ انہی میں سے ہمارے مخدوم بزرگ میدان مناظرہ کے شاہسوار اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اظہر کرامات حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ تھے جن کا حال ہی میں سانحہ ارتحال پیش آیا ہے۔ مولاناؒ عجیب وغریب کیفیات کے حامل اور مقتدر صلاحیتوں کے مالک اور بغیر شک وشبہ کے میدان مناظرہ کے امام اور مجتہد تھے۔ یہ بات ہی اعجاز دین کا مظہر ہے کہ مولانا مرحوم نے دستور علم کے مطابق باقاعدہ کسب علم نہیں فرمایا تھا، مگر انہوں نے علم اور مناظرہ کے میدان میں اس مقام تک پہنچ کر مخالف اور موافق کو علم اور تحقیق کی جلالت کا لوہا منوایا جس کا شاید ہی دور حاضر میں موافق تو چھوڑیئے کوئی مخالف بھی منکر ہو اور ''مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' مولانا نے پرائمری ماسٹر کی حیثیت سے علم کے میدان میں قدم رکھا تو اوکاڑہ میں امام العصر مولانا انور شاہ صاحبؒ کے باغ سر بد کے دو چمکتے دمکتے تاجک، عظیم آستانے مشغول تدریس تھے۔ ایک استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب اور دوسرے استاذ المحققین حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحبؒ یہ دونوں بزرگ اپنے وجود میں علم وعمل کے دو دارالعلوم تھے۔ بقول ہمارے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے فقیہ الہند اور ولی الہند حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ دونوں نے مل کر شیخ العالم شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کو تیار فرمایا، جنہوں نے آگے ایک کارخانے اور فیکٹری کی طرح راسخین اور نقادین علماء تیار فرمائے۔ بالکل اسی طرح حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (ضلع اٹک جھمہ کے رہنے والے بزرگ ہیں) اور حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے مل کر حضرت مولانا محمد امین صاحب مرحوم کو تیار فرمایا اور اس وقت کی بات ہے کہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کو فرماتے ہوئے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نے فرمایا کہ ماسٹر امین ایسا مولوی ہوگا جس سے مولویوں کو فیض ہوگا۔ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔''

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مولانا محمد امین صاحب مرحوم کو ویسے تو اسلام کا ایک معجزہ بنایا تھا اور مولانا جملہ ادیان میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فرض منصبی بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ادا فرماتے تھے مگر فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف اللہ احکم الحاکمین نے ان کو جو قوت گویائی شوکت برہان اور جلالت وہیبت شان نصیب فرمائی تھی وہ جہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کرامات کے مظہر تھے۔ وہاں اسلام کی عزت رفتہ کے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کے سربکف مجاہد مناظر تھے۔ ان کے مناظرے عجیب وغریب تھے۔ رجال اور اسانید پر کام کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ اور علی ابن مدینیؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ تتبع طرق اور اپنے موقف پر دلائل و براہین کا جو انبار لگاتے تھے امام ابو یوسفؒ کا تفقہ اور امام بخاریؒ کی وسعت نظر کی جھلک نظر آتی تھی۔ مولانا کو مناظرہ جیتنا ایسا آسان فرمایا تھا جیسے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے ایک نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم فرمایا تھا۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ غیر مقلدوں کے بڑے بڑے سرغنے جو ان کے ہاں حافظ الحدیث اور امام الحدیث سے کم نہیں سمجھے جاتے تھے، جیسے پیر بدیع الدین پیر جھنڈا، پنجاب کے عبدالقادر روپڑی وغیرہ، مولانا کے سامنے مناظرہ میں آنے کے بعد ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور انہوں نے اعتراف کیا کہ آپ کے مناظرے سے ہمیں دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آئندہ یہ نہیں کہیں گے کہ حنفی استدلال بناء بر حدیث صحیح نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ ہم اپنے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ ہمارا ہر عقیدہ اور علم حدیث صحیح کے مطابق ہے۔ غور کر لیا جائے تو مناظرے سے انہیں ہدایت کا سامان مہیا ہوا یہ اور بات ہے کہ وہ اس سے صحیح فائدہ نہ اٹھا سکے۔

مولانا سے میرا تعارف بہت دیرینہ تھا۔ ان کا ذکر خیر تو اس وقت سنا جب میں طالب علمی کے زمانہ میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی محمد صاحبؒ کے ارشاد کی تعمیل میں نارنگ منڈی شیخوپورہ لاہور ایک علاج کے سلسلہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں غیر مقلدوں سے حضرت مولانا مرحوم کا مناظرہ رکھا گیا تھا۔ بعد میں شاید غیر مقلدوں کی

بھرپور کوشش سے وہ مناظرہ نہ ہو سکا کیونکہ انہیں مولانا مرحوم کے سامنے آنا بہت گراں گذرتا تھا۔ یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک پرائمری ماسٹر کی حیثیت سے اللہ رب العالمین نے اس قدر موہوبہ ملکات نصیب فرماتے ہیں۔ذلک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء بعد میں جب حضرت کی کراچی تشریف آوری ہونے لگی اور ملک کے مقتدر ادارہ جامعہ اسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن میں رہ کر مناظرہ کے دورے پڑھانے لگے اور انتہائی شفقت اور محبت سے اس عاجز اور فقیر کی دعوت پر احسن العلوم میں کئی بار تشریف لائے اور مولانا کے متعدد مناظرے اور بڑے بڑے مغرور اور متکبر لوگوں سے ان کی گفتگو اور اس کے قابل قدر نتائج دیکھے اور ہمیشہ ان پر علمی اعتماد بڑھتا گیا۔

مولانا اس موضوع میں آیت من آیات اللہ تھے بلکہ اپنے دور کے میدان مناظرہ کے ایک خاص طرز کے مجتہد تھے جس کا اعتراف اس میدان کے شناوروں نے بارہا کیا ہے بلکہ بہت سارے مخالفین جنہیں علم وانصاف سے ادنیٰ درجہ کی مناسبت رہی وہ بھی مولانا کے جوہر صلاحیت کے معترف رہے۔والفضل ما شھدت بہ الاعداء صرف دو مثالیں اس سلسلے میں بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہیں۔نیوسعید آباد سندھ میں چند پروفیسر زفتنہ غیر مقلدیت کی سازش سے متاثر ہوگئے۔وہاں کے مخلصین علماء نے اصلاح حال کی کوشش کی۔نتیجتاً مناظرہ کی کیفیت بن گئی۔ان کا خیال تھا کہ چونکہ پیر بدیع الدین پیر جھنڈا بہت بڑے عالم اور غیر مقلدوں کا ہر مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں اس لئے مناظرہ میں ان کی فتح مبین ہوگی۔اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ حضرت مولانا امین صاحب مرحوم کو مناظرے کے لئے دعوت دی گئی۔مولانا تشریف لائے۔اپنے لوگوں نے دیکھ کر مولانا کی ظاہری انکساری اور متواضعانہ شان ان کو متاثر نہ کر سکی بلکہ یہ کہنے لگے کہ پیر صاحب حدیثوں کا بہت بڑا ماہر ہے۔مولانا نے جواباً فرمایا کہ جو احادیث جناب نبی کریم ﷺ کی ارشاد فرمودہ ہیں اور محدثین نے کتابوں میں جمع فرمائی ہیں ان کے اندر ان شاء اللہ تعالیٰ پیر صاحب کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر پیر صاحب نے احادیث گھڑنے کی کوئی فیکٹری لگائی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی چیک کر لیں گے۔اس پر مقامی اہل علم نے فرمایا کہ پیر صاحب کو احادیث زیادہ یاد ہیں اور ان سے حرمین شریفین کے علماء ڈرتے ہیں (جبکہ پیر صاحب حرمین میں بلیک لسٹ تھے)۔

مولانا نے فرمایا کہ حرمین والے ویسے ڈرتے ہوں گے آپ دعا فرمائیں ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ مولانا کی غیرت بھری، گفتگو جو حقیقت میں مناظرے کی پہلی تمہید تھی سن کر ان لوگوں میں جان پڑ گئی اور آپس میں کہنے لگے کہ واقعی مناظرہ جانتے ہیں۔مولانا جب مناظرے میں تشریف لے گئے تو پیر صاحب اپنے مکان پر اپنے خاص پلنگ پر نیم دراز تھے اور چند افراد مصروف خدمت تھے۔مولانا نے السلام علیکم کہا، پیر صاحب نے جواب نہیں دیا اور بڑے کرخت انداز سے کہا تم مناظرہ کرو گے۔مولانا نے فرمایا جی حضرت میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوں۔پیر صاحب نے پندرہ سولہ صفحات پر مشتمل ایک بنڈل کاغذوں کا مولانا کی طرف پھینکا کہ یہ میری شرائط

ہیں، آپ اپنی شرائط لکھ دیں۔ پیر صاحب کا خیال تھا کہ دس پندرہ دن لگا کر میں نے شرائط کا یہ مضمون تیار کیا ہے، مولانا بھی چند گھنٹے اس کے پڑھنے میں اور پھر جوابی شرائط لکھنے میں خاصہ وقت لیں گے مگر مولانا مرحوم نے پیر صاحب کی تحریر کردہ شرائط پر دستخط کر کے پیر صاحب کی خدمت میں واپس کئے اور فرمایا مجھے آپ کی شرائط منظور ہیں۔ آپ کھڑے ہو جائیں اور مناظرہ شروع فرمائیں۔ پہلا حصہ مناظرہ کا شرائط پر ہوگا۔ آپ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل حدیث پر مبنی ہے لہٰذا ان شرائط کو احادیث کی روشنی میں چیک کریں گے۔ پیر صاحب کا رنگ متغیر ہوا اور مولانا کے اس پہلے غیرت بھرے انداز سے وہ جھنجھلا گئے۔ اس کے بعد تقریباً تمام اہم مسائل پر گفتگو رہی اور ہر مسئلہ پر مولانا کے مقابلے پر پیر صاحب کے جھنڈے صرف ہلے نہیں بلکہ بنیادوں سے اکھڑ گئے۔

میرے پاس یہ مناظرہ چار تفصیلی کیسٹ میں موجود ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ مولانا کے تمام مناظروں میں یہ مناظرہ فتح مبین کی شان رکھتا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ فتنے سے متاثرین کو سنایا اور سمجھایا جائے۔ مناظرہ کا یہ حصہ بھی بڑا دلچسپ رہا ہے کہ جب مناظرہ تقلید کے جواز اور عدم جواز پر شروع ہوا اور پیر صاحب اصول حدیث، اصول حدیث کہتے ہوئے اپنی بات دہراتے تھے تو مولانا نے پوچھا کہ اصول حدیث سے آپ کی کیا مراد ہے؟ پیر صاحب نے کہا کہ تقریب نوویؒ اور تدریب سیوطیؒ اور نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجرؒ، مولانا نے دریافت فرمایا کہ یہ حضرات خود مقلد تھے یا غیر مقلد؟ پیر صاحب نے بہت جلدی فرمایا کہ یہ شافعی مقلد ہیں۔ مولانا نے فرمایا آپ کا مناظرہ تقلید کے عدم جواز پر ہے اور اصول حدیث کے لئے حوالہ ان کتابوں کا دیتے ہیں جن کے مصنفین خود معروف قسم کے مقلدین تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ مین کیا کروں۔ اہل حدیث نے کوئی کتاب ہی نہیں لکھی اصول حدیث میں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ اصول حدیث تو چھوڑیئے نماز کی کوئی کتاب جس میں شرائط وغیرہ موجود ہوں اگر چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی غیر مقلد نے لکھی ہو تو اس کا نام بتا دیں؟

ع لذید بود حکایت دراز تر گفتم

پنجاب کے سعید چتروڑ گڑھی سے حیات الانبیاء پر مناظرہ ہوا۔ مولانا کے کمال فراست اور من جانب اللہ موھوبہ ہیبت مناظرہ کا ایسا ظہور ہوا کہ مولانا کی موجودگی میں سعید چتروڑ گڑھی آخیر تک اپنا دعویٰ نہ لکھ سکے۔ مولانا ان سے پوچھتے رہے کہ آپ تقریروں میں کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ستر (۷۰) آیات اور دو ہزار (۲۰۰۰) صحیح احادیث ہیں تو آخر یہ دلائل کس دعویٰ کے ہیں؟ مگر مولانا کے تابڑ توڑ حملوں سے اور بالخصوص موطاء امام مالکؒ کی طرف منسوب ایک راوی کے مطالبہ کرنے پر مولوی سعید چتروڑ گڑھی اپنی پوری جماعت کے سامنے میدان مناظرہ میں جیسے لاجواب ہوئے ہیں وہ کیسٹ کے سفینے میں محفوظ ہے۔

مولوی اسد فیصل آبادی مشہور زمانہ بدعتی کے ساتھ عبارات اکابر علماء دیوبند پر مناظرہ ہوا مگر اس مناظرہ میں مولانا نے عبارات کی جو دلکش اور صداقت و تحقیق سے لبریز توجیہات فرمائیں وہ مستقل علم تحقیق کا ایک باب ہے۔ بلاشبہ ہمارے اکابر مولانا منظور صاحب نعمانیؒ اور امام اہل سنت ترجمان مسلک دیوبند محقق العصر محدث کبیر مفسر عظیم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر بارک اللّٰہ فی حیاتھم القیمہ۔ اپنی کتب اور بالخصوص ''عبارات اکابر'' کے عناوین کے ساتھ جلیل القدر تصنیفات فرما چکے ہیں۔ اگر مبتدعین کے لئے عند اللہ ہدایت مقدر ہوتی تو وہ سنور سکتے تھے لیکن مولانا امین صاحب مرحوم کے مناظروں کے پر ہجوم ماحول نے ان کی آنکھیں روشن کرائیں۔ ہمارے بزرگ اور مخدوم جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین پر علم راسخ کا ایک بحر بیکراں ہیں حضرت العلامہ خالد محمود سلمہ العبود نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مبتدعین کے ساتھ مولانا مرحوم کا غالباً ڈیرہ اسمٰعیل خان میں مناظرہ تھا۔ مناظر حضرت مولانا مرحوم تھے اور حضرت العلامہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا امین صاحبؒ نے تقریری مناظرہ میں ''بدعت خبیثہ'' فرمایا جس پر بدعتی مناظر نے اور ان کے حواریوں نے بہت شور کیا کہ بدعت حسنہ یا سیئہ تو ہے لیکن ''خبیثہ'' کا لفظ آپ کی جعل سازی ہے۔ حضرت علامہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولانا امین صاحب سے سبقت لسانی ہوگئی، مگر بدعتیوں کے شدید مطالبے کے نتیجہ میں جب حضرت مولانا مرحوم نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد پکڑ کر اور ہر دوسرے تیسرے صفحے پر مجددؒ کے الفاظ میں بدعت خبیثہ دکھانے لگے۔ وہ ایک کرامت کی فضاء اور اہل حق کی نصرت من اللہ کا سماں بندھ گیا۔

حضرت علامہ خالد محمود جیسے بحر بیکراں کا حضرت مولانا کی اس فی البدیہہ قوت برہان اور حاضر حوالوں سے متاثر ہونا اہل علم کے ہاں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کی ایک کیفیت کوہاٹ میں غیر مقلدوں کے ساتھ پیش آئی کہ غیر مقلد مناظر نے تقلید اور مجتہدین کے وجود کا شرح حدیث میں ہونے کا انکار کیا۔ مولانا نے بالفعل بخاری جلد اوّل کتاب الجنائز حاشیہ نمبر ۱۰ پڑھ کر دونوں لفظ نقد دکھائے اور یوں پورا ماحول اہل حق کی فتح اور نصرت الٰہی کے ظہور کا نظارہ بنا۔

مولانا مرحوم نے اس عظیم علم اور پھر استعمال علم کی بلند و بالا صلاحیتوں کے باوجود اپنے بڑے اور چھوٹوں سے جس نیاز مندی اور تواضع اور انکساری سے ملتے تھے، اس پر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کی بیعت اور صحبت اور حضرت محقق العصر مولانا سرفراز خان صاحب کی تربیت اور امام اہل سنت ترجمان اہل حق حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی صداقت اور شان دفاع عن الاسلام کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس عاجز اور فقیر کی توجہ دلانے پر ہمارے استاذ اپنے زمانے کے عالمگیر بادشاہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مرحوم کو اپنے ہاں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بڑی شان و شوکت سے طلب فرمایا اور مولانا کی تشریف آوری

پر حضرت مفتی صاحبؒ کی بصیرت اور فراست کے کمالات نے ان کے لئے میدان آراستہ کیا۔ مگر قدرت کو یہ منظور تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد نئی انتظامیہ حضرت مولانا مرحوم کی کماحقہ قدر شناسی نہ فرما سکی۔۔

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

وگر در دم کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بہر حال حضرت مولانا جامعہ خیر المدارس، ملتان منتقل ہوئے اور خیر المدارس کے مرکز اور معدنِ علم ہونے کے ساتھ مولانا مرحوم کا انسلاک بہت برمحل رہا۔ رفیق محترم مولانا قاری محمد حنیف صاحب مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان اور ان کی قابل قدر انتظامیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب اور فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم نے کماحقہ پزیرائی فرمائی۔ فجزاھم اللہ عنا وعن ھذا الدین احسن الجزاء مولانا مرحوم کے احوال پر یہ چند صفحات اور یہ معدودے اوراق قابل کفایت نہیں۔ یہ عاجز وفقیر اس موضوع پر ایک مفصل جلد ترتیب دے سکتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم:اما بعد:

جہاں تک یاد پڑتا ہے حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدرؒ سے میری پہلی ملاقات فیصل آباد میں ہوئی،آپ فیصل آباد ایک جلسہ میں تشریف لائے۔تو ملاقات کے لئے مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمود صاحبؒ کے ہاں بھی تشریف لائے ،یہ آپ کے سرکاری ملازمت ترک کرنے سے دو تین سال پہلے کی بات ہے، آپ اس وقت سرکاری ملازمت ترک کر کے کسی دینی ادارے میں بیٹھ کر تبلیغ واشاعت واسلام کا کام کرنا چاہتے تھے ۔اس سلسلہ میں مشورہ کے لئے ملک بھر کے جید اور ذی رائے علماء کرام سے ملاقاتیں کر رہے تھے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی قیادت میں اس وقت مولانا تاج محمود صاحبؒ سب سے نمایاں تھے حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا آپ کی شخصیت، دینی معلومات اور مناظرانہ صلاحیتوں کی رپورٹیں میرے پاس پہنچتی رہتی ہیں۔آپ کی بیک وقت قادیانیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب باطلہ پر گرفت ہے، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث تنازعات ہزاروں اختلافات کے باوجود یہ سب آپس کے فرقہ واری جھگڑے ہیں، ان پر صلاحیت صرف کرنے کی بجائے جو اسلام کے دشمن مذاہب باطلہ ہیں ان کے خلاف کام کریں تمام بے دین فتنوں میں سب سے زیادہ اسلام دشمن فتنہ قادیانیت کا ہے یہ فتنہ انگریز کا پیدا کردہ ہے آپ اس کے خلاف کام کریں اس وقت رجال کار کی کمی ہے، اگر آپ آمادہ ہوں تو مجلس ختم نبوت کی شوریٰ سے میں خود منظوری حاصل کروں گا، آپ ہمارے مرکزی دفتر ملتان میں بیٹھ کر مناظرین کی جماعت تیار کریں، شرائط جو آپ چاہیں فرما دیں یا مشورہ کر کے لکھ بھیجیں وہ سب بغیر سنے پیشگی منظور کرنے کی میں ذمہ داری لیتا ہوں۔اس وقت وہ نقشہ میرے سامنے ہے کہ مولانا اوکاڑویؒ مسکراتے ہوئے مولانا تاج محمودؒ سے فرمانے لگے کہ حضرت آپ کی مجلس تحفظ ختم نبوت امت محمدیہ ﷺ کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے اس پر تمام طبقات جمع ہوتے ہیں ۔آپ کو معلوم ہے کہ میں غیر مقلد حضرات کے خلاف کام کرتا ہوں اصل میرا محاذ یہ ہے تو پھر آپ کی جماعت شاید مجھے اس کی اجازت نہ دے، مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا کہ علمی انداز میں اپنے مسلک کو بیان کرنے میں وہ

حضرات بھی آزاد ہیں ہم بھی آزاد ہیں۔ البتہ یہ ہے کہ اس پلیٹ فارم سے ہم ان تنازعات کو ہوا نہیں دیتے۔
مولانا اوکاڑویؒ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ اصل بگاڑ تو یہاں (ان لوگوں) سے پیدا ہوتا ہے میں اس کو روکنے کے لئے سرگرم عمل ہوں تاکہ قادیانیوں کو خام مال ملنا بند ہوجائے۔ مولانا تاج محمود صاحبؒ نے فرمایا کہ میری جو رائے تھی عرض کردی ہے آپ اس پر غور فرمالیں، مولانا صفدرؒ کے جانے کے بعد مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا کہ آدمی صاحب صلاحیت ہیں قابو آئیں گے نہیں، لیکن اگر ایسا ہوجائے تو ہمیں فائدہ بہت ہوگا۔ ایک تیار شدہ بنے بنائے مناظر مل جائیں گے۔ سرکاری ملازمت سے فارغ ہوتے ہی آپ کراچی تشریف لے گئے۔ ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا احمد الرحمٰنؒ تھے ان کے ہاں آپ کراچی تشریف لے گئے تو مولانا تاج محمودؒ نے فرمایا، کہ اچھا ہوا پھر بھی ہمارے ہی گھر آئے ملتان نہ سہی، کراچی سہی۔ اُسوقت سے لے کر آخری وقت تک مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کا ختم نبوت کی جماعت سے اخلاص بھرا تعلق رہا سندھ، پنجاب کی کئی ختم نبوت کانفرنسوں میں آپ تشریف لائے اور انتہائی جچے تلے انداز میں ردقادیانیت پر معلوماتی خطاب فرماتے۔

چناب نگر (ربوہ) کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر آپ کو باضابطہ مدعو کیا جاتا اور آپ پابندی سے تشریف لاتے۔ کانفرنس کے دوسرے روز جمعہ صبح کی نماز کے بعد آپ کا طویل ترین (دو یا اڑھائی گھنٹہ) کا بیان ہوتا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے پاکستان بننے سے قبل قادیانیوں کے مرکز قادیان میں ردقادیانیت کی بنیاد رکھی تھی۔ مناظر اسلام مولانا محمد حیات فاتح قادیانؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا عنایت اللہ چشتیؒ اور دوسرے حضرات نے وہاں رہ کر جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں پاکستان بننے کے بعد جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی تو فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کی سربراہی میں مجلس کا شعبہ دارالمبلغین ملتان میں قائم کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا وہاں پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسلم کالونی میں عظیم الشان جامع مسجد ختم نبوت اور مدرسہ قائم کیا۔ گزشتہ دس سال سے دارالمبلغین کی سالانہ ردقادیانیت کی کلاس چناب نگر (ربوہ) میں منتقل کی گئی۔

شعبان المعظم میں مدارس عربیہ کی چھٹیوں کے موقع پر منتہی طلباء و فارغ التحصیل علماء کرام کو یہاں رد قادیانیت و ردعیسائیت پر باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے، حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ باضابطہ اس کے لیکچرار قرار پائے۔ ہر سال بلاناغہ تشریف لاتے، ترتیب یہ قرار پائی کہ فقیر جن دنوں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حاضر ہوتا، مولانا مرحوم چناب نگر پڑھاتے وہ یہاں سے کراچی تشریف لے جاتے تو فقیر کراچی سے چناب نگر حاضر ہوجاتا، مولانا چناب نگر میں ہمیشہ ردقادیانیت پر لیکچرز دیتے، اور صبح آٹھ بجے سے

بارہ بجے تک رات اور رات کو عشاء کے بعد سے رات گئے تک آپ کا لیکچر ہوتا شرکاء بڑی بشاشت اور دلجمعی سے مستفید ہوتے۔ مولانا کی یہ بڑی خوبی تھی کہ وہ مشکل سے مشکل بات کو آسان پیرایہ میں بیان کرنے اور سمجھانے کے ماسٹر تھے ان کا بیان ماسٹر پیس ہوتا تھا۔ موضوع کی پابندی اور سلیج کا اتنا خیال رکھتے کہ کیا مجال ہے کہ بات دوسری طرف جائے۔ موضوع سے ہٹ کر کوئی سوال کرتا تو فرماتے بھائی یہاں سے فارغ ہوکر رہائش گاہ پر یہ سوال کرنا۔ چنانچہ دن رات شرکاء آپ کے ہاں پروانوں کی طرح جمگھٹا کئے رہتے۔ مولانا دلائل گرم، الفاظ نرم کے اصول پر کاربند رہ کر ان کی ذہن سازی کرتے۔ ملتان، چناب نگر، کوٹ ادو، کراچی، سرگودھا ان کورسز میں آپ کے ہاں سے استفادہ کرنے والے طلباء وعلماء کی تعداد کسی طرح دس ہزار سے کم نہ ہوگی اور ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہونے والوں کی تعداد کو بھی شامل کرلیا جائے تو بلا مبالغہ لاکھوں بندگان ہوں گے جن کو آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت سے روشناس کردیا۔ یہ سب مولانا مرحومؒ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

اس سال شعبان ۱۴۲۱ھ کے لئے آپ سے وقت لیا تھا، ہوا یہ کہ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کا سالانہ تبلیغی جلسہ تھا۔ حضرت مولانا مرحومؒ اور فقیر کی رہائش کا جامعہ کے منتظمین نے ایک کمرہ میں اہتمام کیا۔ مولانا منیر احمد صاحب جامعہ باب العلوم کے استاذ حدیث مولانا کے ہم ذوق تھے، وہ اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت پر مامور تھی فقیر کا بیٹا اور بھتیجا وہاں زیر تعلیم ہیں وہ آئے تو ان کو فقیر نے حضرت مرحوم کے پاؤں دبانے کی سعادت پر لگا دیا، مولانا بھانپ گئے۔ فقیر نے عرض کی یہ آپ کا غلام زادہ ہے محروم نہ فرمائیں، راضی ہوگئے۔ فقیر نے عرض کی کہ چناب نگر کے لئے تاریخیں متعین فرمادیں۔ ڈائری منگوائی فرمایا کہ سرگودھا جانا ہے وہاں سے چناب نگر آجاوں گا، وہاں سے آپ سیٹ بک کرادیں کراچی چلا جاؤں گا۔ سرگودھا تشریف لے گئے سفر مختصر کیا وہاں سے گھر اور پھر ایسے سفر پر روانہ ہوگئے جس سفر پر ہم سب نے روانہ ہونا ہے۔

ایک بار مولانا چناب نگر تشریف لائے تو دوران گفتگو ایک عجیب وغریب واقعہ سنایا جسے ''خوفناک انکشاف'' کے عنوان سے ماہنامہ لولاک ملتان کی اشاعت جلد۲ شمارہ۴۔ اگست ۱۹۹۶ء میں شائع کیا تھا آپ بھی پڑھیں اور مولانا کی بالغ نظری کی داد دیں، وہ یہ ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مسلم کالونی (ربوہ) میں منعقد ہونے والے سالانہ ردقادیانیت وردعیسائیت کورس پر شعبان ۱۴۱۸ھ کو (ربوہ) تشریف لائے۔ جمعہ کو عصر کے قریب پہنچے، عصر کے بعد مجلس لگی۔ فقیر راقم الحروف اور مولانا عبداللطیف مسعود سے حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی نے فرمایا۔

''کہ جب ۱۹۸۴ھ میں سیالکوٹ میں اسلم قریشی کے اغوا کے ردعمل میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چل رہی تھی تو مجھے گوجرانوالہ سے بہت زیادہ دعوتیں ملنا شروع ہوگئیں۔ غیر مقلدین کے خلاف تقریروں کا گوجرانوالہ میں بھرپور مربوط سلسلہ چل نکلا۔ غیر مقلدین کے شمشاد سلفی بھی میدان میں آدھمکے تو

اب مناظرہ چیلنج، اشتہار بازی، تقریر، دھواں دھار بیانات ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد گوجرانوالہ میں میرا داخلہ بند کر دیا گیا۔ مگر تعمیل نہ ہوئی تھی میں چھپ چھپا کر جا پہنچا، گھر جا کھ کی مسجد میں تقریر ہونا تھی۔ مگر مسجد انتظامیہ نے ضلعی حکام کے پریشر پر تقریر کرانے سے انکار کر دیا۔ ساتھیوں نے جامع مسجد نور نصرۃ العلوم میں جمعہ کا اہتمام کر دیا۔ میں وہاں گیا۔ جمعہ پر بیان شروع ہوا تو مجسٹریٹ، ڈی ایس پی، دیگر پولیس عملہ سمیت تعمیل کے لئے آموجود ہوئے۔ حضرت مولانا فاروق صاحب مدظلہ نے مجسٹریٹ سے کہا کہ مولانا کی تقریر شروع ہو چکی ہے وہ مکمل ہو جائے۔ جمعہ کے بعد ہم تعمیل کرادیں گے۔ اس پر ڈی ایس پی نے کہا کہ ہم نے ان کو ضلع کی حدود سے بھی باہر کرنا ہے۔ فاروق صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جمعہ کے بعد ہم مولانا کو گاڑی پر بٹھا دیں گے، ان کے ساتھ آپ اپنی پولیس کی گاڑی لگا دیں وہ ضلع کی حدود سے باہر چھوڑ آئے۔ ڈی ایس پی نے کہا کہ نہیں میں تو ابھی تعمیل کراؤں گا، اس پر فاروق صاحب نے اس کے طمانچہ جڑ دیا۔ مجسٹریٹ نے بیچ بچاؤ کرادی۔ مگر ڈی ایس پی کاغذات پابندی لے کر منبر کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ میری تقریر جاری تھی۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ باہر کیا ہوا، یا اب کیا ہونے والا ہے۔ جمعہ ہوا تو محراب کے دروازے سے مجھے نکالا گیا۔ پیچھے سے کسی نے میری قمیض پکڑی مگر میں سمجھا کہ کوئی عقیدت مند مصافحہ کے لئے متوجہ کرنا چاہتا ہوگا۔ میں اس پر توجہ دیئے بغیر محراب سے باہر آیا تو گلی میں گاڑی کھڑی تھی۔ مجھے اس پر بٹھا کر شہر سے چلتا کیا گیا۔ جمعہ کے بعد پولیس نے جب تیاری کی تو میں ان کے ہاتھ سے باہر نکل چکا تھا۔ اب ہم پر مقدمہ قائم ہو گیا۔ گوجرانوالہ کے دوستوں نے ضمانتیں کرالیں میں بھی قبل از گرفتاری عبوری ضمانت کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ ضمانت کنفرم کرانے کے لئے پیشی پر پیشی پڑ رہی تھی۔ مجھے ملتان سے جانا پڑتا، پولیس ریکارڈ ہی پیش نہ کرتی، تو ایک پیشی پر میں اس ڈی ایس پی کو ملنے کے لئے چلا گیا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تپاک سے ملا، فرمایئے! مولانا اوکاڑوی کیسے مزاج ہیں۔ آپ کی تقریر سنی، آپ بہت اچھا متعدل اور مدلل کلام کرتے ہیں۔ آپ کی تقریر سے اس دن بہت متاثر ہوا، بس وہ بدمزگی ہوگئی، پرچہ ناگزیر ہو گیا تاہم میرے دل میں آپ کا بڑا احترام ہے۔ آپ (مولانا) گورنمنٹ ملازم رہے ہیں۔ میں (ڈی ایس پی) اب بھی ملازم ہوں، ہم پیٹی بند بھائی ہیں۔ میں نے ضمانت کنفرم کرانے کے لئے مثل پیش کی آپ کی پولیس کاغذات پیش نہیں کرتی۔ کاغذات پیش ہو جائیں تو ضمانت کنفرم ہو جائے۔ اس نے اسی وقت معلوم کیا کہ تفتیشی کون ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک شیعہ اے ایس آئی ہے۔ اسے بلا کر ڈی ایس پی نے ہدایت کی کہ آج عدالت میں کاغذات پیش کر کے مولانا کی ضمانت کنفرم کرادیں۔ بہت اچھا کہہ کر وہ تفتیشی افسر چلا گیا۔

ڈی ایس پی صاحب میری تقریر سن چکے تھے۔ میری سادگی سے بھی متاثر ہوئے، ویسے بھی کوئی اچھے دیندار آدمی تھے۔ باتوں میں کھل گئے، ادھر ادھر کی ایک آدھ بات چیت کے علاوہ اس نے زور سے قہقہہ مارا۔ اور میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، کہ مولانا محمد امین صاحب! آپ تو ہمارے ہاں یک چکے

ہیں۔یہ سنتے ہی میرا رنگ فق ہوگیا۔اس نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا، ہاں مولانا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔واقعی ہم آپ کو خرید چکے ہیں۔آپ کا سودا ہوگیا ہے ادائیگی ہوگئی ہے۔آپ ہمارے ہاتھوں بک چکے ہیں۔اس نے اتنی جلدی میں یہ باتیں اس اعتماد سے کہہ ڈالیں کہ میرا سانس رک گیا۔سوچوں کہ اے اللہ یہ شخص کیا بک رہاہے، پاگل تو نہیں یا مجھے ماؤف کرنا چاہتا ہے۔میں کچھ فیصلہ نہ کر پایا۔اس کی بات ختم ہوئی تو میں نے پوچھا، اللہ کے بندے میں ایک فقیر درویش آدمی ہوں۔دین کی خدمت دین سمجھ کر کرتا ہوں، مجھے خرید لیا، میں بک گیا، یہ کیا چکر ہے، میں تو اس کا تصور بھی گناہ سمجھتا ہوں۔تو اس نے کہا مولانا اصل بات یہ ہے کہ جب اسلم قریشی کے اغوا کے ردعمل میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چل رہی تھی، تو وقوعہ سیالکوٹ کا تھا مگر اس کی نسبت گوجرانوالہ میں تحریک کا زور تھا۔تمام مکاتب فکر اکٹھے ہوگئے تھے۔ہمیں تحریک بنتی اور پورے ملک میں پھیلتی ہوئی نظر آئی۔تو اوپر صوبائی حکومت سے ہدایت آئی کہ اسے روکا جائے۔صوبائی مرکزی ایجنسیوں کی ہدایت میں اجلاس ہوا کہ یہاں غیر مقلدین اور حنفی مسئلہ نسبتاً زیادہ ہے۔اسے ہوا دیں تو تحریک ختم نبوت کا رخ مڑ جائے گا۔چنانچہ طے ہوا کہ مولانا شمشاد سلفی اور مولانا محمد امین اوکاڑوی کو بلایا جائے اور غیر مقلدین واحناف کے خلاف ان سے تقریریں کرائی جائیں۔چیلنج، اشتہار غرض یہ کہ اس مسئلہ کو اتنی ہوا دی جائے کہ تحریک ختم نبوت کے لئے اتحاد کمزور پڑ جائے اور وہ تحریک کمزور ہوجائے۔چنانچہ میٹنگ میں ایجنسیوں نے کہہ دیا کہ مولانا سلفی تو شاید؟ لیکن مولانا اوکاڑوی کے متعلق تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ رقم لے لیں۔یا اس کے لئے آمادہ ہوجائیں۔تو میٹنگ میں طے ہوا کہ ایک دیوبندی اور ایک غیر مقلد تیار کیا جائے۔ان کو اسی اسی (۸۰،۸۰) ہزار روپیہ دیا جائے۔وہ اپنے اپنے طور پر دیوبندی اور غیر مقلد بن کر اخلاص سے مولانا شمشاد ومولانا اوکاڑوی کو بلائیں۔چنانچہ ہم نے آدمی آپ کے پیچھے لگائے خرچہ ہمارا (گورنمنٹ کا) تھا، وہ مخلص خادم بن کر آپ لوگوں کے بستے اٹھاتے رہے۔آپ کو انہوں نے بلوایا۔اشتہار چھپوائے، خرچہ کیا، دونوں طرف سے دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔مناظرہ کے چیلنج ہوئے، فضا میں تلخی آئی لیکن تحریک ختم نبوت کے لوگوں نے اس کو سنبھال لیا۔مگر ہمارے کاغذات میں آپ کا سودا ہو چکا ہے۔اس پر (مولانا اوکاڑوی) فرماتے ہیں کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔میں تو بس میں، ریل کے تھرڈ کلاس میں، سفر کر کے صرف ٹکٹ پیسے لے کر آتا رہا۔مگر جو داعی تھا اندر سے اس طرح کا عیار نکلا۔مولانا فرماتے ہیں کہ واقعۃً وہ آدمی نیا نیا مخلص بن کر ساتھ لگا تھا، ورنہ اس سے قبل یا اس کے بعد پھر کبھی قریب نہیں آیا۔یہ فرما کر حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی مدظلہ نے فرمایا کہ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح قومی دینی تحریکوں کو فرقہ واریت میں الجھا کر حکومتی ایجنسیاں یا قادیانی ناکام کرتے ہیں۔مولانا نے فرمایا کہ ہم کو اخلاص سے دین سمجھ کر کام کرتے ہوئے بھی نظر رکھنی چاہیے کہ ہماری اس کاوش سے کوئی غلط کار بے دین، غلط براری کے لئے تو فائدہ نہیں اٹھا رہا۔اس پر فقیر راقم الحروف نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

حضرت مولانا محمد امین صفدر قدس سرہ سے یوں تو دنیا متعارف ہے، مگر ناکارہ راقم الحروف کا ان سے تعارف اس وقت ہوا جب وہ عصری اسکول کے استاد تھے۔ ہوا یوں کہ راقم الحروف ۷۶۔۱۹۷۵ء میں دار العلوم کبیر والا میں درجہ سابعہ میں داخل ہوا، وہاں شرح عقائد اور ہدایہ ثالث کے درجہ میں ایک ہم درس سے تعارف ہوا۔ جن کا نام مولوی محمد انور تھا، شناسائی ہوئی تعارف سے دوستی بڑھی اور ہم دونوں شرح عقائد کے سبق کی دہرائی اور تکرار میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے لگے کبھی وہ تکرار کراتے اور کبھی اس ناکارہ کی باری ہوتی۔ اور باتوں باتوں میں حضرت مولانا محمد امین صفدر کا نام آیا تو رفیق محترم جناب مولوی محمد انور صاحب نے یہ انکشاف کیا کہ میں حضرت مولانا محمد امین صفدر کا برادر خورد ہوں، تعلیمی سال پورا ہوا اور ہر ایک نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ اگلے سال راقم الحروف نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور فراغت کے بعد اکابر کی شفقتوں کے سائے میں جامعہ ہی میں رہ پڑا اور پھر میرے شیخ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے میری نالائقیوں کے باوجود مجھے اپنی رفاقت اور خدمت کے لئے اپنے دامن سے وابستہ فرمالیا۔ ابتدائی طور پر ختم نبوت کے کام کے لے میرا انتخاب ہوا اور آخرکار ماہنامہ بینات کے مدیر معاون کے لئے اس ہیچ مداں کا قرعہ فال نکل آیا۔

اس دوران بہت سے اکابر کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا جن میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ بھی تھے، یہ بزرگ آتے تو حضرت شہیدؒ سے نہایت دھیمے انداز اور مسکراتے چہرے کے ساتھ گھنٹوں نہایت علم وتحقیق اور فقہ وفقاہت کی باتیں کرتے۔ ہمارے حضرت شہیدؒ جو اکابر کے قدردان اور معاصر اہل علم کے مرتبہ شناس تھے، ان کا بے حد اکرام فرماتے، ان کو ہدایا سے نوازتے اور ضرورت کی کتب خرید کر پیش کرتے، چونکہ یہ سب اس ناکارہ کے ذریعہ ہوتا، اس لئے حضرت شہیدؒ کی نسبت و برکت سے حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ اس ناکارہ سے بھی بزرگانہ شفقت و

محبت کا معاملہ فرمانے لگے۔ پھر جب ایک بار ناکارہ نے اس کا اظہار کیا کہ آنجناب کے برادر خورد مولانا محمد انور صاحب میرے ہم درس رہے ہیں تو تعلق محبت کے فاصلے سمٹ کر مزید قریب ہو گئے اور یوں موصوف نے اس ناکارہ کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر اپنی شفقتوں کا مورد بنالیا۔ چنانچہ یہ تعلق اس وقت مزید گہرا ہوگیا جب امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، آپؒ کو مستقل طور پر تخصص فی الدعوت الارشاد کے مشرف کی حیثیت سے جامعہ علوم اسلامیہ میں لے آئے۔ اب تو روزانہ گھنٹوں حضرت کی خدمت میں بیٹھنے، ان کے علوم و معارف اور ان کی عبقری شخصیت کو قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ بلاشبہ اب تک ہم نے صرف سنا ہی تھا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ غیر مقلدین کے خلاف بہت بڑے مناظر ہیں اور کوئی غیر مقلد ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ اب الحمد للہ بالفعل اس کے مشاہدہ کا موقع میسر آیا۔ بلکہ اس کا احساس ہوا کہ مولانا کو کسی ایک فن کا مناظر و محقق کہنا ان کی تعریف و توصیف نہیں بلکہ یہ ان کی توہین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کو غیر معمولی حفظ و اتقان کی سعادت سے سرفراز فرمایا تھا، آپؒ کسی ایک موضوع کے متخصص نہیں تھے۔ بلکہ ہر موضوع میں درجہ استناد پر فائز اور امامت و سیادت کی مسند پر متمکن تھے۔ وہ جب کسی موضوع پر بولتے تو بلا تکان بولتے چلے جاتے، ایسا معلوم ہوتا کہ ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی روح بول رہی ہے، وہ جب فقہ و فقاہت کی شرح و تفصیل میں لب کشا ہوتے تو معلوم ہوتا کہ فقہ حنفی کے شارح امام حسن ابن شیبانیؒ، امام زفرؒ اور قاضی ابو یوسفؒ پھر سے زندہ ہو کر آ گئے ہیں۔ دور جدید کے ملاحدہ، زنادقہ اور تجدد پسندوں کی فتنہ پردازیوں کے تار پود بکھیرتے تو معلوم ہوتا کہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ تشریف فرما ہیں اور جب وہ ملت اسلامیہ کی پستی اور کمزوری کے اسباب و وجوہ کی نشاندہی کرتے اور بیمار نفوس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ان کے امراض روحانی و باطنی کی نشاندہی کرتے تو ان پر دور حاضر کے امام غزالیؒ کا شبہ ہوتا، غرض دنیا بھر کا کوئی فتنہ ایسا نہیں تھا جس کی فتنہ سامانیوں کے خلاف ان کے پاس دلائل و براہین کا انبار نہ ہو۔

وہ جس موضوع پر لب کشا ہوتے، ایسا محسوس ہوتا کہ انہوں نے زندگی بھر صرف اس ایک موضوع پر تیاری فرمائی ہے۔ وہ بولتے تو الفاظ و حروف ان کے سامنے پرا باندھے نظر آتے تھے، وہ گھنٹوں بولتے مگر مجال ہے کہ کوئی کلمہ ثقاہت کے معیار سے گرا ہوا ہو۔

بحث و مناظرہ مولانا موصوف کا خاص موضوع تھا، وہ اپنے موضوع میں درجہ امامت پر فائز

تھے بلکہ وہ صرف مناظر ہی نہیں تھے مناظر گر تھے، مناظرہ کے میدان سے عام طور پر اہل علم گھبراتے ہیں مگر مولانا موصوف نے اس فن میں سینکڑوں رجال کار پیدا فرمائے، چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے بقول:

> ''مناظرہ ایک مشکل فن سمجھا جاتا تھا، اور بڑے بڑے شیخ الحدیث اس کے نام سے گھبراتے تھے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ کو، جنہوں نے اس میدان کے رجال کار پیدا فرما کر اس فن کو اس قدر سہل اور آسان بنادیا کہ بحمد اللہ! اب ہمارا فارسی کا طالب علم بھی کجراہوں کے نام نہاد شیخ الاسلام سے مناظرہ کرسکتا ہے۔''

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کی شخصیت، ان کے محیر العقول کارنامے، قوت حافظہ، وسعت علم، دقت نظر، نقطہ سنجی، سرعت مطالعہ، اور اخاذ طبیعت کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اس دور کے نہیں قرون اولیٰ کے انسان تھے۔

مولانا موصوف نہایت متواضع، خلیق، ملنسار، متحمل مزاج، عجز وانکسار اور فروتنی کا پیکر ہونے کے باوجود نہایت حق گو، بے باک اور نڈر تھے۔ اس میں نہ کسی کی رورعایت کرتے تھے اور نہ کسی طرح لاگ لپیٹ سے کام لیتے تھے۔ دینی، اسلامی اور مسلکی معاملات میں حمیت، غیرت، تشدد اور صلابت رائے کے معاملہ میں بہت ممتاز تھے، اس میں کسی قسم کی مداہنت، مصلحت اور نرمی کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کے نزدیک جو بات درست اور صحیح ہوتی اس کو برملا علی الاعلان اور برسر منبر کہہ دیتے اور اس معاملہ میں نہ کسی لومۃ لائم کی پرواہ کرتے اور نہ کسی کی آزردگی خاطر و ناراضگی کا خیال کرتے۔ اپنے عقیدہ وضمیر کے مطابق جس بات کو صحیح سمجھتے اسے پوری جرأت و بے باکی سے بیان کرتے۔ اور رائے عامہ کی طاقت کے سامنے کلمہ حق کو فرض اور افضل جہاد سمجھ کر ادا کرتے۔

انہوں نے ملک بھر میں جابجا مناظرے مباحثے اور تقریریں کیں، مخالف کوناکوں چنے چبوائے جس کی پاداش میں انہیں بے حد اذیتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا، اور انہیں متعدد بار مختلف شکلوں میں اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا، چنانچہ ایک بار ان کے بے قصور صاحبزادے کو جرم بے گناہی میں گرفتار کرایا گیا اور اس پر شدید قسم کے مقدمات بنوا کر تختہ دار تک لے جانے کی کوشش بھی کی گئی، اور سخت ذہنی ایذا پہنچائی گئی، مگر یہ مرد حق آگاہ ان شدائد ومحن کا سامنا کرتا رہا، اور حق کو باطل اور باطل کو حق کہنے یا دونوں

کو گڈ مڈ کرنے کے لئے تیار نہ ہوا:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

موصوف مسلک اعتدال، مسلک امام الائمہ کے معاملہ میں نہایت متصلب واقع ہوئے تھے جبکہ دور حاضر کے دوسرے تمام باطل پرستوں کے مقابلہ میں بھی وہ کسی صاعقہ آسمانی سے کم نہ تھے۔ جہاں کہیں باطل پرستوں نے مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر شب خون مارنے کی کوشش کی اور مولانا کو اس کی اطلاع ہوگئی، تو ازخود وہاں پہنچ کر مسلمانوں کے وکیل صفائی کا کردار ادا کرتے۔ اپنی راحت وآرام اور بیماری کا خیال کئے بغیر مسلسل طویل سے طویل اور تھکا دینے والے سفر کر کے مسلمانوں کی مدد کو پہنچتے، اور جیسے ہی مخالفین کو اس کی اطلاع ہوتی کہ مولانا آرہے ہیں یا آچکے ہیں، تو زمین باوجود وسعت کے ان پر تنگ ہو جاتی۔ اور ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' کے مصداق ان کو چھپنے کو جگہ نہ ملتی۔

موصوف نے ہمیشہ قوت لایموت پر گزارہ کر کے مسلک حقہ کی خدمت کی اور بغیر کسی صلہ وستائش کے احقاق حق کے فرض کو نبھایا۔ ہم نے دیکھا کہ آپؒ ہمیشہ اجلے مگر معمولی لباس میں ہوتے، ان کی سادگی و بے تکلفی سے کسی کو یہ اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ اتنا بڑے آدمی ہیں، وہ اکثر و بیشتر امراض واعذار کا شکار رہتے، مگر اس کے باوجود یہ حریص علم رات رات بھر جاگ کر دس دس جلدوں پر مشتمل ضخیم کتابوں کو نہ صرف ایک ہی رات میں پڑھ لیتا، بلکہ اس پر اہم اور ضروری نوٹ لگا کر متلاشیان حق کی راہنمائی کرتا اور صبح معمول کے چار سے چھ گھنٹے تک مسلسل پڑھاتا، اگر اس دوران کوئی بیمار ذہن اور اغیار کے پراپیگنڈے سے متاثر سائل آجاتا تو گھنٹوں بیٹھ کر حقائق اس کے سینے میں اتارنے کی کوشش کرتا، مگر کسی کو اپنی بیماری و بیداری کی کانوں کان خبر نہ ہونے دیتا۔ یہ ان کا خلوص واخلاص اور مذہب ومسلک سے دلی لگاؤ تھا کہ انہوں نے کبھی اپنی راحت سکون کی پرواہ نہیں کی اور نہ کبھی کسی موقع پر اپنے لئے سامان راحت کا مطالبہ کیا۔ اگر کسی نے کرایہ دیا تو، نہ دیا تو، ہر حال میں وہ خوش دلی سے قریہ قریہ، اور شہر شہر گئے اور مسلمانوں کو حقائق سے روشناس کرایا۔ بلاشبہ حضرت مولانا مرحوم کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل اور مسلک احناف کی صداقت کا برہان تھا۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے ساتھ رضا ورضوان کا معاملہ فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے اخلاف وجانشینوں کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔

مولانا نعیم الدین صاحب (لاہور)

دنیا میں رات دن آنے اور جانے کا سلسلہ جاری ہے، قیامت تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں کسی کو دوام نہیں، لوگ آتے ہیں اور کاروان زندگی سے بچھڑ جاتے ہیں، لیکن بعض شخصیتیں دنیا کو اس طرح داغ مفارقت دیتی ہیں کہ ان کی جدائی کے صدمے سے آنکھیں ہی اشکبار نہیں ہوتیں بلکہ دل روتے ہیں۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم کی شخصیت بھی کچھ ایسی ہی تھی وہ دنیا سے کیا گئے ان کے ہزاروں تلامذہ، متعلقین و منتسبین کی دنیا تاریک ہوگئی۔ دعوت وارشاد، تحقیق وتدقیق، تحدیث وتفقہ اور بحث ونظر کی بزم سونی ہوگئی۔

بچھڑے وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

مولانا مرحوم کے انتقال سے برصغیر پاک وہند حدیث وفقہ رجال وتاریخ اور مناظرہ وکلام کی ایک بے مثال شخصیت سے محروم ہوگیا۔ بالخصوص احناف کے لئے آپ کی وفات ایک ایسا سانحہ ہے کہ برسوں اس کی کسک محسوس کی جاتی رہے گی اور آپ کے رخصت ہو جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پر نہیں کیا جا سکے گا۔ یوں تو ہر شخصیت ہی کسی نہ کسی خوبی کی حامل ہوتی ہے لیکن قدرت نے جس فیاضی کے ساتھ مولانا اوکاڑوی مرحوم کو خوبیوں سے نوازا تھا وہ کم ہی کسی میں نظر آتی ہیں۔

مولانا مرحوم بیک وقت محقق بھی تھے، مفکر بھی تھے، متکلم بھی تھے، مناظر بھی تھے، بحاث بھی تھے، نقاد بھی تھے، فقیہ بھی تھے، محدث بھی تھے، داعی بھی تھے، مبلغ بھی تھے، مدرس بھی تھے، معلم بھی تھے، مقرر بھی تھے، مصنف بھی تھے، عالی قدر بھی تھے، متواضع بھی تھے، عابد بھی تھے، زاہد بھی تھے، غازی بھی تھے مجاہد بھی تھے۔

لَیۡسَ عَلَی اللهِ بِمُسۡتَنۡکَرٍ اَنۡ یَّجۡمَعَ الۡعَالَمَ فِیۡ وَاحِدٍ

راقم الحروف کو مولانا مرحوم سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ نیازمندانہ تعلق بھی حاصل تھا۔ مولانا مرحوم ناچیز پر بے انتہاء شفقت فرمایا کرتے تھے۔ لاہور تشریف لاتے تو اکثر مکتبہ پر قدم رنجہ فرماتے۔ تھوڑی دیر کے قیام

میں وہ پیار دیتے کہ مدتوں یاد رہتا۔

راقم کا مولانا مرحوم سے تعارف اور تعلق خاصا پرانا ہے، پہلی ملاقات کا خاکہ ذہن میں کچھ اس طرح سے آتا ہے کہ دور طالب علمی میں ہمارا اپنے استاذ محترم حضرت قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ (حضرت قاری عبدالرشید صاحبؒ جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق مفتی و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم فاضل دیوبند کے صاحبزادہ تھے۔آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ، طب و قراءت جامعہ مدینہ ہی میں جیّد اساتذہ کرام سے حاصل کیا۔فراغت کے بعد جامعہ ہی میں مدرس مقرر ہوئے۔تقریباً بیس برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نہایت زکی و ذہین اور انتہائی جید الاستعداد عالم تھے۔ہر علم و فن میں دسترس حاصل تھی۔حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ کو آپ سے انتہائی محبت اور تعلق تھا؟ آپ حضرت قاری صاحب کو ''فخر اہل سنت'' اور ''بحر العلوم'' کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔حضرت قاری صاحبؒ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ سے اجازت بیعت حاصل تھی۔۱۸ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء بروز بدھ آپ کا بھرپور جوانی میں بالکل اچانک انتقال ہوا اور قبرستان میانی صاحب میں حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب قدس سرہ کے جوار میں دفن ہوئے رحمه الله ورحمة واسعةً. کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔وہاں بہت سے علماء کرام تشریف لاتے تھے، جن سے ہمیں بھی شرف ملاقات حاصل ہو جاتا تھا۔بہت سے علماء ایسے تھے جن کا نام کانوں میں پڑتا رہتا تھا۔ان اکابر علماء میں سے ایک نام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کا تھا۔ہمارے استاذ محترم حضرت قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ بچپن میں اوکاڑہ میں قیام کے دوران مولانا اوکاڑوی مرحوم کی گودوں میں کھیلے تھے اور دونوں بزرگوں میں ایک قدر مشترک بھی پائی جاتی تھی کہ دونوں کو فرق باطلہ کے رد سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔اس لحاظ سے اکثر حضرت قاری صاحبؒ کی زبان سے مولانا اوکاڑوی مرحوم کا تذکرہ سننے میں آتا تھا۔

غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے کہ ہم گرمی کے دنوں میں حضرت قاری صاحبؒ کی مسجد جانی شاہ مزنگ میں مغرب کے بعد حاضر ہوئے۔حضرت قاری صاحبؒ مسجد کے صحن میں طلباء کے ساتھ تشریف فرما تھے۔آپ کے ساتھ ایک اور مولانا جو بالکل سادہ سی وضع قطع کے دیہاتی سے معلوم ہوتے تھے وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا ''یہ مولانا امین اوکاڑویؒ صاحب ہیں۔ابا جی کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے مناظر ہیں'' نام تو پہلے سے سن رکھا تھا۔آج ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

میانہ قد، کھلتا ہوا کتابی چہرہ، گندمی رنگ، ہلکی سفید داڑھی، سادہ سا لباس، مولانا نہایت تپاک سے ملے ،جیسے پہلے سے جانتے ہوں۔ناچیز نے مولانا سے تعارف کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ حضرت! لوگ کہتے ہیں کہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یہ سب تفرقہ بازی کی باتیں ہیں اور انہی لوگوں سے دین میں اختلاف پیدا ہوا ہے؟'' حضرت

نے سوال سن کر نہایت خندہ پیشانی سے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا جواب سمجھایا، جواب تو الحمدللہ سمجھ میں آ گیا تھا اور دل بھی مطمئن ہو گیا تھا لیکن اب کچھ یاد نہیں کہ مولانا نے اس وقت کیا بیان کیا تھا۔ مولانا کے اس انداز سے ان کی عقیدت دل میں بیٹھ گئی اور ایک تعلق قائم ہو گیا جو بار بار ملاقات کے اشتیاق کا سبب بنتا رہا۔ مولانا سے جس قدر قرب بڑھتا رہا اتنی ہی ان کی عقیدت محبت سے اور محبت گرویدگی سے بدلتی گئی۔ مولانا مرحوم کی شخصیت عجیب باغ و بہار تھی، وہ جس محفل میں ہوتے تھے میر محفل بلکہ یوں کہیئے محفل کی رونق اور جان ہوتے تھے۔ آپ کی محفل میں پریشان سے پریشان اور غمزدہ سے غمزدہ شخص بھی اپنی پریشانیوں اور غموں کو بھول جاتا تھا۔

ایک مغالطہ:

مولانا اوکاڑوی مرحومؒ کا تعلق چونکہ سکول سے زیادہ رہا اس لئے غیر مقلدین حضرات تو از راہ بغض وحسد مولانا کو ماسٹر کہتے ہیں۔ بہت سے اپنے لوگ بھی مولانا مرحوم کو ماسٹر امین کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف ماسٹر تھے، عالم نہیں تھے۔ اس کی بڑی وجہ تو ناواقفیت ہے۔ ان حضرات کو مولانا مرحوم کی علمی وسعت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود مولانا اوکاڑوی مرحومؒ جہاں جاتے از راہ تواضع اپنے آپ کو ماسٹر ہی کہتے۔ اس سے ان حضرات کو غلط فہمی ہوئی اور یہ سمجھنے لگے کہ واقعی آپ صرف ماسٹر ہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اوکاڑویؒ نے درس نظامی کی کتابیں باقاعدہ پڑھی تھیں اور اپنے دور کے اکابر علماء سے علم حاصل کیا تھا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ کی تعلیم مروجہ طریقہ کے مطابق نہیں ہوئی اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ مولانا مرحوم کی تحریر وتقریر اور تعلیم و تدریس اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ آپ کو تمام علوم میں دسترس حاصل تھی۔ بالخصوص فقہ اور حدیث ورجال میں تو ایسی مہارت تھی کہ موجودہ دور میں اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

تحصیل علم کے بعد مولانا مرحوم نے معاشی حالات کی وجہ سے مجبوراً ستیانہ کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں بطور ان ٹرینڈ عربی ٹیچر ملازمت اختیار کر لی، اس دوران آپ ملازمت کے ساتھ ساتھ دینی وملی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

مولانا اوکاڑوی مرحوم کی دینی وملی خدمات:

حضرت اوکاڑویؒ کی دینی وملی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کا اندازہ کرنا اور ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے، ناچیز اپنے محتاط اندازہ سے چند خدمات کا مختصراً تذکرہ ضروری سمجھتا ہے۔

(۱) آپ نے بیس برس اپنے گاؤں کی مسجد میں نماز فجر کے بعد بلا معاوضہ درس قرآن دیا، جس میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس ختم ہوا۔ اس درس کی بنا پر بہت سے گم کردہ راہوں کی اصلاح ہوئی۔

(۲) دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت کے سلسلہ میں ملک کے کونے کونے میں تشریف لے گئے اور خلق خدا کی رشد و

ہدایت کا کام کیا۔

(۳) احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے مختلف فرقوں کے علماء سے سو سے زائد مناظرے کئے جن میں خداوند تعالیٰ نے آپ کو سرخرو فرمایا۔

(۴) مختلف شہروں اور قصبات میں جا کر فرق باطلہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے سوئے ہوئے علماء، وعوام کو جگایا اور ان میں باطل سے ٹکرانے کی خو پیدا کی۔

(۵) فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف پورے ملک میں تن تنہا وہ کام کیا جو ایک بڑی جماعت کے لئے بھی مشکل ہے۔

(۶) آپ نے ذہن سازی کے ساتھ ساتھ افراد سازی پر بھی بھرپور توجہ دی اور ملک کے طول وعرض میں باطل سے نبٹنے کے لئے لاتعداد افراد کی جماعت تیار کر دی۔

(۷) آپ کے وعظ و نصیحت اور احقاق حق کے طفیل ہزاروں افراد نے عیسائیت، مرزائیت، رضا خانیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور دین کے سچے داعی بن گئے۔

(۸) درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تدریس کا کام کیا۔ ان مقامات میں ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ'' علامہ بنوری ٹاؤن کراچی اور ''خیر المدارس'' ملتان سرفہرست ہیں۔

(۹) حالات حاضرہ کے مطابق متعدد رسائل و جرائد میں نہایت وقیع مضامین لکھے جن میں اہل حق کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔ اخیر عمر کے چھ سال متواتر آپ کے مضامین ماہنامہ ''الخیر'' میں چھپتے رہے۔ فتنہ غیر مقلدیت کی تردید سے متعلق مختلف موضوعات پر بہت سے رسائل تحریر فرمائے جو مجموعہ رسائل کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے تحریر کردہ دیگر مضامین ''تجلیات صفدر'' کے نام سے چار جلدوں میں الگ شائع ہو رہے ہیں۔ آپ نے بخاری شریف کے متعدد متنازع مواقع پر انتہائی قیمتی حواشی تحریر فرمائے جو بخاری شریف کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ جزء رفع الیدین، جزء القراءۃ اور شرف اصحاب الحدیث پر کام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خیر المدارس، ملتان میں تدریس کے دوران اس پر کام کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں رسالوں کا ترجمہ کیا اور ان پر تعلیقات رقم فرمائیں۔

(۱۰) زندگی کے اخیر سالوں میں آپ نے رفقاء و خدام کے اصرار پر ''اتحاد اہل سنت'' کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی جس کے امیر آپ ہی بنائے گئے۔

مولانا اوکاڑوی کی خصوصیات وامتیازات:

مولانا اوکاڑوی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ میں بہت سی باتیں ایسی پائی جاتی

تھیں جو آپ ہی کے ساتھ خاص تھیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْبَذَاذَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ ''سادگی ایمان کا حصہ ہے۔'' حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم مولانا اوکاڑوی مرحوم کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ سادگی کا مرقع نظر آتی ہے۔ آپ کے لباس و پوشاک میں سادگی، کھانے پینے اور کردار و گفتار میں سادگی، ملنے جلنے میں سادگی، سفر و حضر اور نشست و برخاست میں سادگی، تقریر و تحریر میں سادگی، الغرض آپ کی ہر چیز اور ہر بات سادگی کا آئینہ دار تھی۔ باوجودیکہ قدرت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور ہر جگہ و ہر طبقہ میں آپ کا اثر تھا لیکن اس کے باوجود آپ میں سادگی اور مسکنت اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ آپ سے ناواقف آدمی کے لئے آپ کو عالم و مناظر سمجھنا مشکل تھا۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم نے راقم سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کراچی کے ایک بڑے مدرسہ میں گیا، وہاں میرے ایک شاگرد مدرس تھے، انہوں نے اس مدرسہ کے ایک بڑے اور نامی گرامی عالم سے میری ملاقات کروائی، تعارف کراتے وقت انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بہت بڑے مناظر ہیں۔ ان عالم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ جناب کی تعلیم کیا ہے؟ کہاں کے فارغ ہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو کچھ بھی نہیں، صرف ایک سکول ماسٹر ہوں۔ اس پر ان عالم صاحب نے فرمایا، پھر تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ مولانا مرحوم نے چونکہ اپنی فطری تواضع اور سادگی کی بنا پر اپنا معمولی تعارف کروایا تھا اس لئے وہ عالم مولانا مرحوم کی قدر و قیمت نہ جان سکے۔

آپ بارہا ناچیز کے مکان و مکتبہ پر تشریف لائے اور عام آدمیوں کی طرح ایسے بے تکلف انداز میں رہے کہ خود ناچیز کو شرمندگی سی ہونے لگی۔ آپ کی زندگی میں نہ کوئی پروٹوکول تھا، نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔ خاموشی سے آتے تھے اور خاموشی سے چلے جاتے تھے۔ نہ کھانے پینے میں تکلف تھا نہ آنے جانے میں۔

سادگی کے ساتھ مولانا مرحوم میں تواضع اور عاجزی بھی انتہا درجہ کی تھی۔ باوجودیکہ آپ ایک کامیاب مناظر، مقبول ترین خطیب و مقرر اور حق کے بے باک ترجمان تھے، لیکن آپ کے قول و فعل سے کسی قسم کی نمود و نمائش، تعلّی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا، جس مقام پر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرتے آپ اسے اپنے اکابر کا طفیل قرار دیتے۔ آپ کا ہر ایک سے ملنے کا انداز مشفقانہ تھا، جس سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ مولانا کو مجھ سے بہت زیادہ تعلق ہے، ناچیز کا جب مولانا سے ملنے کو جی چاہتا ایک خط لکھ دیتا، آپ کسی قریبی پروگرام میں شرکت کے موقع پر تشریف لے آتے۔

مولانا مرحوم کو اکابر علماء دیوبند پر انتہائی درجہ کا اعتماد اور عشق کے درجہ کی عقیدت و محبت تھی۔ اپنی محفلوں میں نہایت عقیدت و احترام سے اکابر کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ کے دل میں یہ بات نہایت راسخ تھی کہ نجات کا

راستہ اکابر کے ساتھ وابستگی میں ہے، آپ اکابر کے مسلک ومشرب پر سختی کے ساتھ کاربند تھے اور اکابر کے مسلک و مشرب سے سرمو انحراف کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کسی ایسے شخص کو دیوبندی ماننے کے لئے تیار نہ تھے جو اکابر دیوبند کے مسلک ومشرب سے ذرا بھی اختلاف رکھتا ہو۔

مولانا مرحوم میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ چھوٹوں کو آگے بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ انہیں علمی میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور کام کرنے کا طریقہ سمجھاتے تھے۔ ناچیز کے پلہ غیر مقلدیت سے متعلق جو تھوڑی سی شدبد ہے سب مولانا کا طفیل ہے۔ راقم نے جب غیر مقلدین سے متعلق ایک کتاب لکھنی شروع کی اور اس کے لئے حوالوں کی ضرورت پڑی تو مولانا نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ اپنی ذاتی اور نایاب کتابوں کا ڈھیر میرے سامنے لاکر رکھ دیا اور جب کتاب تیار ہو کر مولانا کے پاس پہنچی تو ایک ہی رات میں تمام کتاب پڑھ ڈالی اور راقم کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس پر تقریظ لکھ کر دی اور پورے ملک میں اس کا تعارف کروایا۔

مولانا اوکاڑویؒ میں یہ خوبی تھی کہ آپ نایاب چیزوں کو چھپانے کی بجائے ان کو عام کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اگر کوئی استفادہ کی غرض سے مولانا سے کوئی کتاب مانگتا تو مرحمت فرماتے تھے، انکار نہیں کرتے تھے۔ مولانا نے ناچیز کو بہت سی نایاب کتابیں جن کی حوالہ کے لئے ضرورت پڑتی تھی اشاعت کے لئے عنایت فرمائیں۔

مولانا اوکاڑویؒ باوجود یکہ کثیر العیال تھے اور مالی طور پر مستحکم بھی نہ تھے لیکن اس کے باوجود خودداری اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ شدید مصائب وآلام میں مبتلا ہونے کے باوجود کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ دعوتی پروگرام میں شرکت کے لئے کبھی بھی پیسوں کا مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی خوشی سے خدمت کرتا تو چاہے وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو قبول فرمالیتے تھے۔ مولانا مرحوم میں یہ بات دیکھنے میں آتی تھی کہ آپ اپنے اسلاف کی طرح خاموشی کے ساتھ اپنے رفقاء وخدام کی مدد کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ تلامذہ کو اگر کتابوں کی ضرورت پڑتی تو خوشی کے ساتھ فراہم کر دیا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا، غریب ہونے کی وجہ سے کتابیں فراہم نہ کر سکتے تو بڑی تکلیف محسوس کرتے۔ راقم کو ایک دفعہ بتلایا کہ شروع میں مجھے ''نصب الرایہ'' کی ضرورت تھی، وہ ایک جگہ سے معمولی قیمت پر مل رہی تھی لیکن پیسے نہ ہونے کی وجہ سے خرید نہ سکا تو بہت رونا آیا۔ روتے روتے سو گیا۔ خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا کیوں روتا ہے؟ عرض کیا کتاب کی ضرورت ہے لیکن پیسے نہیں کہ خرید سکوں۔ فرمایا صبر کر مل جائے گی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ چند ہی روز بعد مجھے وہ کتاب مل گئی۔ مولانا اس کتاب کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا، کون سی کتاب ہے؟ عرض کیا کہ ''نصب الرایہ'' ہے۔ فرمایا یہ تو احادیث احکام کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

مولانا نے شوق مطالعہ کی تسکین کے لئے اپنے ذاتی صرفہ سے لاتعداد کتابیں جمع فرمائی تھیں۔ ناچیز سے نئی آنے والی کتب کے بارے میں استفسار فرماتے رہتے تھے۔ آپ کا جذبہ تھا کہ کتابوں کے سلسلہ میں خود کفیل ہونا چاہئے۔ مولانا مرحوم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے، ذہن رسا تھا، حافظہ غضب کا تھا، تمام علوم مستحضر تھے، کثرت کے ساتھ احادیث مبارکہ نوک زبان تھیں اوران کے رجال کے حالات ایسے ازبر تھے کہ سن کر حیرت ہوتی تھی، اپنے مناظروں کے احوال اس روانی سے سناتے تھے جیسے کتاب میں دیکھ کر پڑھ رہے ہوں۔ حدیث اور رجال حدیث پر اس قدر گہری نظر تھی کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

مولانا اوکاڑویؒ نے حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللہ مرقدہ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی حیات میں دو بار جامعہ مدنیہ لاہور کے طلباء کو مناظرہ پڑھایا، ہمارے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ رات کو جاگنے کے عادی تھے، جب رات ہوتی تو مولانا اوکاڑویؒ کو بیٹھک میں بلا لیتے اور کئی کئی گھنٹے محو گفتگو رہتے۔ مولانا اوکاڑوی مرحوم جب یہ دعویٰ کرتے کہ یہ حدیث پورے ذخیرہ حدیث میں نہیں ملتی تو حضرتؒ اس پر بڑی حیرت کا اظہار فرماتے۔ حضرت رحمہ اللہ نے مولانا اوکاڑویؒ کے خاص رجسٹر جن میں آپ نے اپنی یادداشتیں اور نوٹس لکھ رکھے تھے ان کی دو کاپیاں کروا کر مدرسے میں محفوظ فرمادی تھیں۔

مولانا اوکاڑویؒ کو بات سمجھانے کا خاص سلیقہ اور ملکہ حاصل تھا۔ بڑے بڑے لاینحل مسائل کو مثال سے سمجھا کر چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ سائل کو اس کے سوال کا ایسا برمحل اور برموقع جواب دیتے کہ کھڑا منہ دیکھتا رہ جاتا، دوچار سوال وجواب قارئین کی ضیافت کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) فرمایا: ایک غیر مقلد پروفیسر صاحب کہنے لگے کہ امام اعظم کا حافظہ بڑا کمزور تھا، اس لئے وہ حدیث میں کیسے معتبر ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ جو شخص ایک رات میں تہجد کے اندر سارا قرآن پڑھ لیتا ہو اس کا حافظہ کمزور ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

(۲) فرمایا: اوکاڑہ میں مجھے ایک غیر مقلد کہنے لگا کہ جی نماز کے بعد دعا مانگنے کی کوئی صحیح حدیث ہے؟ میں نے کہا کہ نماز کے اندر درود ابراہیمی پڑھنے کی کوئی صحیح حدیث ہے؟ جی وہ تو مجھے پتا نہیں، میں نے کہا وہ تم تلاش کرلو پھر میں اس کی (نماز کے بعد دعا کی) سناؤں گا۔

(۳) فرمایا: ایک غیر مقلد نے چٹ لکھی کہ آپ کی نماز نہیں ہوتی؟ میں نے جواباً کہا کہ یہ تو آپ روز کہتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ بتاؤ کیوں نہیں ہوتی؟ کہنے لگا کہ تم ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہو اور ناف سے لے کر گھٹنوں تک ستر کی جگہ ہے، جہاں اگر کپڑوں کے اوپر سے بھی ہاتھ لگ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، میں نے کہا کہ یہ مسئلہ حدیث میں ہے؟ کہنے لگا حدیث میں تو نہیں قیاس کہتا ہے، میں نے کہا کہ پھر آپ کی نماز بھی

نہیں ہوتی، وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ جب آپ سجدہ کر کے اٹھتے ہیں تو ہاتھ کہاں پہ رکھتے ہیں، سر پر رکھتے ہیں یا کندھوں پر؟ بولیئے کہاں رکھتے ہیں؟ یہیں رکھتے ہیں ناں، دونوں رانوں پر! تو آپ کی نماز بھی ٹوٹ گئی کہ ستر کی جگہ ہاتھ لگے۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

(۴) فرمایا: میں ایک جگہ بار روم میں وکلاء کے سامنے تقریر کر رہا تھا، ایک وکیل صاحب کھڑے ہو کر کہنے لگے، مولانا فقہ حنفی حضور ﷺ کے زمانے میں تھی؟ میں نے کہا بالکل تھی۔ کہنے لگے امام ابوحنیفہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے؟ میں نے کہا نہیں تھے۔ جی پھر؟ میں نے کہا پوری بات کرو کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہنے لگے جب امام ابوحنیفہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھے تو فقہ حنفی کیسے تھی؟ میں نے کہا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں فقہ حنفی تھی، امام ابوحنیفہؒ نہیں تھے، کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا حدیث بخاری حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھی؟ کہنے لگے تھی، میں نے کہا کہ امام بخاریؒ حضور علیہ السلام کے زمانے میں تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ تو میں نے کہا کہ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور کے زمانہ کی حدیثیں ہی جمع کی ہیں یہ حدیثیں آپ کے زمانہ میں تھیں، اگرچہ امام بخاری آپ کے زمانہ میں نہ تھے۔ اسی طرح فقہ کتاب وسنت سے ماخوذ مسائل کا نام ہے اور کتاب وسنت حضور علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھیں۔ جیسے امام بخاریؒ نے احادیث کو مرتب کر دیا اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے کتاب وسنت میں موجود مسائل کو مرتب کر دیا ہے، خود نہیں گھڑا۔ چنانچہ امام مجتہد برملا کہتے ہیں **القیاس مظهر لا مثبت** قیاس کتاب وسنت میں موجود مسائل کو ظاہر کرتا ہے، ثابت نہیں کرتا۔

(۵) فرمایا: ایک غیر مقلد نے مجھے خط لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کا نام قرآن وحدیث میں دکھائیں، پھر ہم فقہ حنفی مانیں گے؟ میں نے کہا آپ کے بڑے بھائی (منکرین حدیث) بھی یہی کہتے ہیں کہ بخاری، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کے نام قرآن وحدیث میں دکھا دو تو ہم مانیں گے ورنہ نہیں مانیں گے، کیونکہ قرآن میں **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** ہے۔ **اطیعوا البخاری اطیعوا الترمذی، اطیعوا ابن ماجہ** نہیں۔

مولانا اوکاڑویؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اعتماد وتوکل اور تسلیم ورضا کی صفت عطا فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بے شمار مخالفین اور اعداء موجود تھے جو آپ کو زک پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے لیکن اس کے باجود آپ کسی قسم کی پرواہ کیئے بغیر بے خوف وخطر ہر جگہ آتے جاتے رہتے تھے اور کوئی محافظ ساتھ نہ رکھتے تھے، آپ کو مخالفین کی طرف سے بارہا سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے، آپ کو مارا گیا، گلا گھونٹا گیا لیکن کبھی آپ کی زبان سے حرف شکایت نہیں سنا گیا۔ آپ یہ سب کچھ دین کی خاطر برداشت کر گئے۔ ؎

عشق میں تیرے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

اخیر عمر میں آپ کے صاحبزادے عثمان کی گرفتاری کا سنگین معاملہ بھی آپ کے پائے ثبات میں معمولی سی لغزش نہیں لا سکا۔

راہِ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم نے راستہ بدلا نہ ہم منزل سے باز آئے

مولانا مرحوم شاداں فرحان رہنے کے عادی تھے۔مصائب کے پہاڑ گرنے کے باوجود بھی آپ کے چہرہ سے پریشانی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔شاید شاعر نے آپ ہی کے لئے کہا تھا۔

ہجوم غم میری فطرت بدل نہیں سکتا
کروں میں کیا میری عادت ہے مسکرانے کی

پیرانہ سالی اور کثیر الامراض ہونے کے باوجود مولانا کے مزاج میں چڑچڑاپن اور خشکی نام کو بھی نہیں تھی۔آپ خود بھی ہنسنے کے عادی تھے اور دوسروں کو بھی ہنساتے تھے۔ہمیشہ آپ کے چہرہ پر ایک دل آویز مسکراہٹ رہتی تھی، جو وفات کے بعد بھی چہرے پر بدستور باقی رہی۔

بسا اوقات آپ کوئی ایسا چٹکلہ بیان کرتے تھے کہ محفل کشتِ زار بن جاتی تھی، دوران درس و تقریر کبھی کبھی کوئی لطیفہ سنا دیتے تھے، جس کو سن کر بڑے سے بڑے سنجیدہ آدمی کے لئے بھی ہنسی کو ضبط کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم تقلید کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے، اس میں آپ نے یہ لطیفہ سنایا: ''عید کا دن تھا، ایک شخص کی بیٹی نے سویاں پکائیں، کہنے لگی ابا جی! آپ نے روزہ تو کوئی رکھا نہیں آج سیویاں بھی کھائیں گے یا نہیں؟ کہنے لگے، بیٹی روزہ تو کوئی نہیں رکھا، اگر سیویاں بھی نہ کھاؤں تو کافر ہی مروں گا۔''

ایک دفعہ فضائل قرآن پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک آدمی کی بیوی ناراض ہوگئی، بات نہیں کرتی تھی، بولتی نہیں تھی، (میاں) پریشان ہو کے باہر نکل آیا، سوچتا رہا کہ کیا کروں؟ دوپہر کا سورج انتہائی سر پر آیا تو جلدی سے آ کر لالٹین جلائی اور چارپائی کے نیچے جھانک کر کچھ دیکھنے لگا، بیوی نے دیکھا کہ یہ عجیب حرکت کر رہا ہے تو نہ رہ سکی، کہنے لگی، کیا تلاش کر رہا ہے، کہنے لگا بس یہی تلاش کر رہا تھا جو مل گئی ہے کہ تو کس طرح بات کرے گی اور کیسے بولی گی۔''

ہمارے مدرسہ میں مولانا نے وفات سے چند روز پیشتر طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے طلباء کو بہت ہنسایا، اس دوران آپ نے یہ لطیفہ سنایا کہ ''کسی گاؤں میں ایک پیر صاحب کے دو مرید تھے، وہ آپس میں لڑ پڑے، گرمی کا موسم تھا، پیر صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ بے چارے گرمی میں ہی آ گئے اور جس مرید کا گھر پہلے پڑتا تھا اس کے گھر چلے گئے، مرید نے پانی وانی پلایا اور حضرت پیر صاحب کو دبانے لگا، دوسرے مرید کو پتہ چلا کہ حضرت پیر

صاحب تشریف لائے ہیں تو کہنے لگا اگر اس (پہلے مرید) سے میری بول چال نہیں تو کیا ہوا حضرت تو میرے پیر ہیں، یہ سوچ کر آ گیا، پیر صاحب کی دوسری ٹانگ فارغ تھی یہ اسے دبانے لگا، خوشی میں اس کی انگلی پیر صاحب کی پہلی ٹانگ کو لگ گئی جسے پہلا مرید دبا رہا تھا، اس نے سمجھا کہ اس نے شرارتاً ایسا کیا ہے، یہ میرے حصہ کی ٹانگ تھی اس نے جان بوجھ کر انگلی لگائی ہے، اس نے زور سے مکا مارا تو کون ہوتا ہے انگلی لگانے والا، اس (دوسرے) نے ڈنڈا اٹھایا اور زور سے مارا کہ تو کون ہوتا ہے میری ٹانگ پر مکا مارنے والا، اب وہ (پہلا مرید) کلہاڑا لے کے آ گیا، اس نے کہا کہ آج میں شریک کی ٹانگ رہنے ہی نہیں دوں گا، کاٹ کر دم لوں گا، شریک کی ٹانگ کو، کہتا ہے رہنے ہی نہیں دوں گا، پیر صاحب بے چارے ہاتھ جوڑیں، او خدا کے واسطے ٹانگ میری ہے، نہیں جی شریک کی ہے، اس وقت شریک کی ٹانگ ہے آپ کی نہیں۔"

یہ لطیفہ سنا کر فرمایا کہ صحاح ستہ، مقلدین کی کتب ہیں لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں جی یہ ہماری ہیں، یہ کہتے ہیں تو کہتے رہیں ان کے کہنے سے تو ان کی نہیں ہونے لگیں۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم اپنے لیکچر میں یہ بات سمجھا رہے تھے کہ "کچھ لوگ قرآن و حدیث کو لغت کی کتابوں اور ترجمے والی کتابوں سے سمجھنا چاہتے ہیں، یہ بات غلط ہے، قرآن و حدیث اس طرح سمجھ میں نہیں آتا اور جو اس طرح سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس کا وہی حال ہوتا ہے جو ایک سکھ کا ہوا تھا۔ پھر آپ نے یہ لطیفہ سنایا:

"ایک سکھ انگلینڈ چلا گیا۔ بھوک لگی۔ انگریزی پڑھا ہوا تھا نہیں، ڈکشنری اپنے ساتھ لے کر ہوٹل میں گیا۔ اس کو زبان کا گوشت چاہئے تھا۔ ڈکشنری کھولی تو کہتا ہے (A plate of languages) (ایک پلیٹ زبانوں کی) چونکہ اس زبان کو جو منہ میں ہے انگریزی میں (Tongue) کہتے ہیں اور ایک وہ زبانیں ہیں انگریزی ہے، پشتو ہے، پنجابی ہے، عربی ہے اور اردو ہے۔ ان کو (Languages) کہتے ہیں۔ اب سکھ صاحب اپنی طرف سے پھول رہے ہیں کہ میں بڑا انگریزی دان ہوں کہ "اے پلیٹ آف لینگویجز" اب وہ انگریزی والے سوچیں کہ بھائی کہاں سے لا کر رکھیں ایسی ڈش کہ جس میں تھوڑی سی پشتو ہو، تھوڑی سی پنجابی ہو، تھوڑی سی انگریزی اور تھوڑی سی عربی۔ یہ بے وقوف کہاں سے آ گیا ہے؟ کوئی دوسرا سکھ بیٹھا تھا، اس سے ہوٹل والوں نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا اسے زبان کا گوشت چاہئے۔ وہ اسے دے دیں۔ جب کھا لی اب ذرا چٹخارہ لگا۔ ایک پلیٹ کی اور ضرورت تھی تو پھر ڈکشنری کھولی لفظ "اور" کی انگریزی تھی (And) تو کہتا ہے (One plate and) پھر وہ بے چارے پریشان ہو گئے کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی ہے۔ بہرحال لے آئے۔ پیٹ بھر گیا۔ اب پھل دیکھا کہ چاروں طرف "آلو بخارا" تھا۔ پھر لغت کھولی، اب بخار کے لفظ کا معنی لکھا تھا (Fever) اور آلو کا ملا (Patato) تو کہتا ہے (A plate of patato fever) جو لوگ اسلام کو

اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی بجائے صرف لغت کی کتاب سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایسے سکھوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ایسے سکھوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے۔''

مولانا مرحوم نے ایک موقع پر یہ بات سمجھاتے ہوئے کہا کہ اہل بدعت نے اکابر دیوبند کی صحیح عبارات کے خودساختہ معنی کر کے (جن کی اکابر دیوبند کو ہوا بھی نہیں لگی) ان پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ اس کو واضح کرنے کے لئے آپ نے ایک دلچسپ لطیفہ سنایا: ''کہتے ہیں ایک مرتبہ لکھنو میں ایک بہت بڑے مشاعرے کا اہتمام ہوا۔ موضوع سخن سیدنا حسینؓ تھے، ملک بھر سے بڑے بڑے شعراء کا نام چھپا، مقامی نعت خوانوں نے میٹنگ کی کہ اگر ایسے بڑے شعراء جلسوں میں آنے لگے تو ہماری روزی بند ہو جائے گی، ہمیں کوئی بھی نہ پوچھے گا، اس لئے اپنی روزی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان شاعروں کو چلنے ہی نہ دو، خوب بدنام کرو، ایک نے کہا کہ میں جس جگہ شور مچادوں تم سب شور مچا دینا، بات سمجھ آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ یہ سب مشاعرہ میں پہنچے اور اپنے اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے، ایک بہت بڑے شاعر نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یہ مصرع پڑھا:

کانِ نبی کا گوہرِ یکتا حسین ہے

اس نے بڑی لے سے دو تین مرتبہ یہی مصرع دہرایا تو شور مچ گیا۔ یہ کافر ہے، یہ کافر ہے، پکڑو مارو، ہمارے نبی پاک ﷺ کو ''کانا'' کہتا ہے۔ وہ شاعر گھبرایا، اس نے مصرع بدل دیا:

بحر نبی کا گوہر یکتا حسین ہے

بس پھر کیا تھا، وہ لوگ شور مچاتے ہوئے سٹیج پر چڑھ گئے کہ اس کافر نے پہلے ہمارے نبی پاک ﷺ کو ''کانا'' کہا اور اب ''بہرا'' بھی کہہ دیا۔ العیاذ باللہ، اب دیکھئے جو مطلب ان دو مصرعوں کا ان مخالفین نے بیان کیا اس بے چارے شاعر کے فرشتوں کو بھی اس غلط مطلب کا علم نہ تھا۔ بالکل یہی کچھ خان صاحب نے علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے ساتھ کیا اور جھوٹ بول کر عرب سے یہ فتویٰ لے آئے کہ یہ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔''

مولانا مرحوم نے جو بات بیان فرمائی ہے وہ بالکل حق اور سچ ہے، راقم الحروف اپنا چشم دید واقعہ عرض کرتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کی بات ہے کہ ناچیز نے جامع مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری گیٹ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے ان کی نیابت میں چند جمعے پڑھائے۔ شوال کا پہلا جمعہ تھا کہ اہل بدعت نے مسجد پر قبضہ کے لئے مسجد میں ہجوم کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مسجد کے اندر دائیں جانب کی دیوار میں خود اپنے ہاتھوں سے ''یا یا رسول اللہ'' لکھا اور شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو وہابیوں نے یہ لکھا ہے، یہ گستاخ ہیں، الامان والحفیظ اس قدر دیدہ دلیری، احقر انگشت بدنداں رہ گیا۔ راقم کو اندازہ نہ تھا کہ اہل بدعت ایسی نیچ

حرکت بھی کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کی یہ حرکت سب لوگوں نے دیکھی، سی آئی ڈی کے کچھ افراد بھی آئے ہوئے تھے، وہ بھی یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا اوکاڑوی نہایت خوش مزاج اور لطیفہ سنج تھے۔ آپ میں خوش مزاجی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ احقر نے مولانا سے سنے ہوئے چند پر لطف لطائف ذکر کئے ہیں۔ ان جیسے اور بہت سے لطائف آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مولانا کی خوش مزاجی کا اثر تھا کہ راقم نے مولانا کو کبھی کسی پر غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، صرف ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کریم پارک کے قریب امین پارک کے ایک نئے نئے غیر مقلد بننے والے لڑکے نے مولانا کے سامنے حضرت امام صاحبؒ کی شان میں گستاخی کی، مولانا کو اس قدر شدید غصہ آیا کہ ضبط نہ کر سکے اور زور سے تھپڑ رسید کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس عاقبت نا اندیش لڑکے کا یہ انجام ہوا کہ محلے کے ایک تنور والے نے اسے قتل کر دیا۔ نعوذ باللہ من غضب الجبار، مولانا اوکاڑوی مرحوم کا یہ غصہ دینی غیرت اور حمایت حق میں تھا جو بالکل بجا تھا۔

مولانا مرحوم کی تحریری خدمات کا پیچھے ذکر آ چکا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا مرحوم نہایت زود نویس اور قلم برداشتہ لکھنے کے عادی تھے، کمال یہ ہے کہ آپ کا مسودہ ہی مبیضہ ہوتا تھا۔ اس میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، ناچیز نے بارہا اس کا تجربہ کیا کہ جب کسی نے کسی موضوع پر لکھنے کی فرمائش کی آپ نے قلم برداشتہ مضمون لکھ کر دے دیا۔ ایک دفعہ ناچیز کو غیر مقلدین کی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' کے بارے میں کچھ لکھوانے کی ضرورت پیش آئی، تو آپ نے اچھا خاصا طویل مضمون لکھ کر ناچیز کے حوالے کر دیا۔

ہمارے رفیق کار مکتبہ مدنیہ کے مالک جناب انوار احمد صاحب شہیدؒ

(آپ حضرت مولانا قاری عبدالرشید کے شاگرد اور مرید تھے، عصری تعلیم میں ایم کام کیا تھا۔ کافی عرصہ بیرون ملک گزار کر پاکستان واپس آئے، تو حضرت قاری صاحبؒ نے مکتبہ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ کے مشورہ پر مکتبہ مدنیہ قائم کیا، آپ اسے بڑی محنت سے چلا رہے تھے کہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ/ ۲۸ فروری ۱۹۹۵ء بروز منگل بعد از نماز عصر مکتبہ میں دہشت گردوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ اگلے دن حضرت قاری رشید صاحبؒ کے پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ)

نے مولانا اوکاڑوی سے فرمائش کی کہ اگر آنجناب بخاری شریف کے متنازع مقامات پر اردو میں حاشیہ تحریر فرمائیں تو میں اسے شائع کروں گا۔ مولانا مرحوم نے انوار صاحب شہیدؒ کی بات پر ہاں کی اور چند دنوں میں بہترین حاشیہ لکھ کر پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جناب انوار صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے وعدہ وفا کیا اور مولانا کا تحریر کردہ بخاری کا حاشیہ اپنے مکتبہ سے بخاری شریف کے ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جو عام دستیاب ہے۔

یہاں اس چیز کا ذکر بھی ضروری ہے کہ مولانا مرحوم استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تحریرات خود شائع

نہیں کر سکتے تھے۔آپ کی تحریرات عموماً دوسرے مکتبہ والے ہی شائع کرتے تھے۔مولانا مرحوم اگر چاہتے تو اپنی تحریرات پر اچھی خاصی رائلٹی لے سکتے تھے لیکن مولانا مرحوم نے اپنی کسی تحریر پر کسی رقم کا مطالبہ نہیں فرماتے تھے نہ کتابوں کی اشاعت پر کسی قسم کی رائلٹی کا کوئی تقاضا کرتے تھے،اگر کوئی کتابوں کی شکل میں کچھ دیتا بھی تھا تو وہ طلبہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔اس دور میں مولانا مرحوم کا یہ عمل قابل تعریف ہی نہیں قابل تقلید بھی ہے۔

احقاق حق اور ابطال باطل جسے ہم سادہ زبان میں مناظرہ کہہ لیں اس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا،کوئی فتنہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ سر ابھارے آپ اس کی بیخ کنی کے لئے مستعد نظر آتے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے قدرت نے آپ کو اسی کام کے لئے منتخب فرمایا تھا،کیوں نہ ہو یہ فیلڈ آپ نے اپنے لئے خود منتخب نہیں کی تھی،قدرت کی طرف سے آپ کو سونپی گئی تھی۔چنانچہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ مولانا مرحوم ابھی بارہ تیرہ سال کے تھے کہ حضرت سید شمس الحق قدس سرہ نے آپ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ”ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا،مناظر بنے گا۔“

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

کے مصداق مولانا اوکاڑویؒ وقت کے کامیاب ترین مناظر بنے۔

مولانا اوکاڑوی مرحوم جس زمانہ میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہوئے تو آپ نے شیخ کا ایماء سمجھ کر مناظرہ کرنا چھوڑ دیا تھا،پھر ایک بزرگ نے حضرت لاہوریؒ کو اس بارے میں خط لکھا تو مولانا مرحوم کی حاضری پر فرمایا اگر تمہیں مناظرہ سے منع کرنا ہوتا تو میں زبانی کہہ دیتا،میرے مشورہ کے بغیر ترک مناظرہ کا جو فیصلہ تم نے کیا ہے صحیح نہیں ہے،تمہیں اللہ نے اس کام کے لئے بنایا ہے،اس کے ذریعہ اللہ تم سے کام لینا چاہتا ہے، میری دعائیں تمہارے شامل حال ہیں،انشاء اللہ مناظروں والی بیماریاں یعنی تکبر وغیرہ سے تم بچے رہو گے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے جیسے فرمایا تھا حرف بہ حرف ویسے ہی ہوا۔اللہ تعالیٰ نے مولانا اوکاڑوی مرحومؒ سے مناظروں کے ذریعہ دین متین کی وہ خدمت لی جو کسی بڑی جماعت سے بھی مشکل ہے۔مولانا مرحومؒ نے عیسائیوں،مرزائیوں،رافضیوں،رضاخانیوں،مماتیوں اور غیر مقلدوں سے سو سے زیادہ مناظرے کئے جن کی بدولت ہزاروں افراد کو دولت ایمان اور رشد و ہدایت ملی۔چونکہ مناظروں کے لئے آپ کا انتخاب اللہ کی طرف سے تھا اس لئے کسی مناظرہ میں بھی آپ کو شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ہر مناظرے سے سرخرو ہو کر لوٹے۔

ناچیز کو مولانا مرحوم کے دو مناظروں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔پہلا مناظرہ مکمل نماز کے موضوع پر آپ کے اور شمشاد سلفی صاحب کے مابین کریم پارک لاہور میں راقم کے بڑے بھائی کے گھر ہوا۔دوسرا مناظرہ تقلید شخصی کے موضوع پر آپ کے اور مولانا اللہ بخش ملتانی صاحب کے مابین مدرسہ تدریس القرآن جیا موسیٰ لاہور

میں ہوا۔ یہ دونوں مناظرے ۱۹۸۴ء میں سخت گرمی کے دنوں میں ہوئے تھے۔ اس دوسرے مناظرہ میں علماء دیوبند میں سے حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم، حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمہ اللہ، مولانا حافظ نذیر احمد رحمہ اللہ بھی شریک تھے اور غیر مقلدین کی طرف سے مولانا اللہ بخش کے علاوہ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی اور مولانا عبداللہ چھتوی بھی شریک تھے۔ یہ دونوں مناظرے کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہو گئے تھے۔

یہاں یہ بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین حضرات کی عام عادت ہے کہ چاہے انہیں مناظرہ میں کیسی ہی عبرت ناک شکست ہو اور انہیں کیسی ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ دوسرے ہی دن اپنی کامیابی کے پوسٹر چھپوا کر لگا دیتے ہیں۔ راقم الحروف کو اس کا تجربہ اس طرح ہوا کہ کافی عرصہ پہلے لاہور میں غیر مقلدین کے ایک کیسٹ فروش صمدانی نے ایک بڑا پوسٹر چھپوا کر شہر میں لگایا جس کی جلی سرخی کچھ اس طرح تھی کہ ''حنفی امام ابوحنیفہ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔'' ہم نے یہ اشتہار پڑھا تو حیرت ہوئی، جناب انوار احمد صاحب شہیدؒ کے صمدانی سے تعلقات تھے، انہوں نے صمدانی کو دکان پر بلایا اور پوچھا صمدانی یہ کیا حرکت ہے؟ یقین جانئے اس نے میرے سامنے کہا کہ ''اصل میں یہ ایک کیسٹ ہے جس میں مولانا امین اوکاڑوی اور مولانا عبدالعزیز نورستانی کے مابین مناظرہ کی روداد ہے اور مجھے پتہ ہے کہ اس مناظرہ میں نورستانی صاحب مولانا امین صاحبؒ کے سامنے چل نہیں سکے لیکن میں نے صرف کیسٹ بیچنے کے لئے ایسا اشتہار چھاپا ہے، آخر روٹی بھی تو کمانی ہے۔'' صمدانی نے یہ بات کر کے بات آئی گئی کر دی لیکن ناچیز اس پر سخت افسوس کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا اس طرح لوگوں کو دھوکا دے کر روٹی کمانا جائز ہے؟ یہ تو خیر اشتہار کی بات تھی جو وقتی سا ہوتا ہے۔ تعجب تو اس پر ہے کہ غیر مقلدین حضرات کتابوں کے اندر بھی اس طرح کی غلط بیانی سے نہیں چوکتے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلدین کے نامور محقق اور مورخ ہیں۔ پہلے ناچیز بھی ان کے بارے میں خوش عقیدہ تھا۔ ناچیز کا خیال تھا کہ وہ غیر متعصب اور منصف مزاج ہیں لیکن جب ان کی تازہ کتابیں پڑھیں تو خوش عقیدگی جاتی رہی اور معلوم ہوا کہ : غلط بود آنکہ ما پنداشتیم۔

بھٹی صاحب نے اپنے اکابر کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے ''کاروان سلف'' اس میں آپ نے پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کی مدح سرائی میں انتہائی مبالغہ سے کام لیا ہے اور بہت سے حقائق کو بدل کر پیش کیا ہے۔ ایک مقام پر بھٹی صاحب لکھتے ہیں۔ 'دیوبندی مکتب فکر کے ایک عالم دین مولانا محمد امین اوکاڑوی تھے۔ حافظ صاحب کا ان سے سرائے سدھو میں مناظرہ ہوا تھا، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مناظرہ کس موضوع پر ہوا تھا، البتہ یہ پتا چلا ہے کہ حافظ صاحب اس مناظرے میں کامیاب رہے تھے۔''

(کاروان سلف صفحہ ۳۴۱)

مجھے بھٹی صاحب کی اس بات کے غلط ہونے کا دن کے سورج کی طرح پہلے ہی یقین تھا، تاہم میں نے سوچا کہ مولانا کو یہ حوالہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ مولانا مرحوم ہمارے گھر تشریف لائے تو میں نے یہ حوالہ آپ کے سامنے رکھ کر استفسار کیا کہ حضرت اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، بالکل جھوٹ ہے۔ اس مناظرہ میں عبداللہ بہاولپوری کو عبرتناک شکست ہوئی تھی۔ یقین نہ آئے تو سرائے سدھو جا کر مناظرہ کے دونوں طرف کے صدر صاحبان سے جو ابھی زندہ ہوں گے پوچھ لیں، وہاں کے عوام سے پوچھ لیں، سرائے سدھو کے در و دیوار سے پوچھ لیں۔ مولانا جذباتی انداز میں بار بار یہ فرماتے رہے اور پھر وہاں کے مناظرہ اور خود بہاولپور میں عبداللہ بہاولپوری صاحب کے ساتھ ہونے والے مناظروں کی تفصیل سناتے رہے، ناچیز کو کیا پتہ تھا کہ مولانا اگلے مہینہ ہم سے رخصت ہونے والے ہیں ورنہ احقر ان کی بیان کردہ تفصیلات کو نوٹ کر لیتا۔ راقم الحروف کو غیر مقلدین کی غلط بیانی کا تو پہلے ہی یقین تھا اب حق الیقین ہو گیا۔ بھٹی صاحب نے لکھا ہے کہ انہیں ''یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مناظرہ کس موضوع پر ہوا تھا'' ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ مناظرہ ''قرات فاتحہ خلف الامام'' کے موضوع پر ہوا تھا اور سرائے سدھو کے ایک چوہدری نے کروایا تھا۔

بات چل ہی نکلی ہے تو غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانی کے ایک دو قصے اور سنتے چلئے:

غیر مقلدین کے ایک معروف مضمون نگار جناب عبدالرشید عراقی صاحب نے ایک مضمون ''علماء اہل حدیث کی ماضی کی بعض علمی خدمات پر ایک نظر'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ ان کا یہ مضمون غیر مقلدین کے رسالہ محدث جلد نمبر ۲۶ شمارہ نمبر ۱ میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں عراقی صاحب اپنے علماء کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''وجوب تقلید شخصی'' کے عنوان سے مرشد آباد (بنگال) میں جمادی الاولی (۱۳۰۵ھ) میں مناظرہ ہوا تھا، یہ مناظرہ سات دن جاری رہا، اس مناظرہ میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کامیاب قرار پائے۔ چنانچہ اس مناظرہ کے اثر سے مرشد آباد اور اس کے گرد و نواح کے ہزاروں آدمیوں نے مسلک اہل حدیث قبول کیا۔ اس مناظرہ کی روداد مناظرہ مرشد آباد کے نام سے شائع ہوئی ہے۔'' (محدث جلد ۲۶ ش ۱ صفحہ ۱۲۷)

عراقی صاحب نے اپنے ایک دوسرے مضمون ''علماء اہل حدیث کے تحریری مناظرے'' میں پھر اسی بات کا اعادہ کیا ہے اور پہلے سے بڑھ کر کیا ہے۔ چنانچہ عراقی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''کیفیت مناظرہ (مرشد آباد) مولانا محمد سعید محدث بنارسی بھی اس مناظرہ میں موجود تھے۔ آپ نے بھی اس مناظرہ کی روداد قلم بند کی۔ یہ مناظرہ ایک ہفتہ تک جاری رہا اور مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اہل حدیث ہو گئے۔ مناظرہ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کو شروع ہوا تھا۔''

مزید لکھتے ہیں:

''روداد مناظرہ مرشد آباد یہ کتاب اس مناظرہ کی روداد ہے جو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (اہل حدیث) اور مولانا عبدالحق حقانی (حنفی) کے مابین جمادی الاول ۱۳۰۵ھ بمقام مرشد آباد (مغربی بنگال) ہوا تھا۔ عنوان مناظرہ وجوب تقلید شخصی تھا اور اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ ہزارں کی تعداد میں لوگ اہل حدیث ہوئے تھے۔ اس کتاب کے مرتب مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی تھے۔'' (محدث جلد ۲۷ ش نمبر ۶ صفحہ ۵۰۔۵۱)

عراقی صاحب نے شاید اپنی جماعت کے علماء کی مرتب کردہ رودادوں کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ مولانا عبدالعزیز صاحب مناظرہ میں کامیاب قرار پائے تھے اور ہزاروں آدمیوں نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا تھا اور اپنی سمجھ کو انہوں نے نقل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انتہائی درجہ کی غلط بیانی اور جھوٹ ہے۔ ہمارے پاس ''مناظرہ مرشد آباد'' کی تفصیلی روداد جو شیخ محمد الدین مالک اخبار الاضیار دہلی نے ۱۳۱۱ھ میں شائع کی تھی وہ موجود ہے۔ شیخ محمد الدین مناظرہ میں موجود افراد میں سے تھے، انہوں نے یہ سارا مناظرہ آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے سامنے جب غیر مقلد علماء کی مرتب کردہ رودادیں آئیں جو غیر منضبط، ناقص اور غلط بیانیوں سے بھری ہوئی تھیں تو انہوں نے مناظرہ کے ثالثوں سے مناظرہ کی نقل لے کر شائع کی تا کہ لوگ اصل حقیقت سے واقف ہوں اور اس روداد کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس مناظرہ میں غیر مقلدین کو ایسی شکست ہوئی تھی کہ ندامت کے مارے ان کے چہرے لٹک گئے تھے۔

عراقی صاحب کو چاہئے تھا کہ فتح کا نقارہ بجانے سے پہلے اس روداد کو بھی سامنے رکھ لیتے۔ عراقی صاحب نے اپنے مضمون ''علماء اہل حدیث کے تحریری مناظرے'' میں جو اپنے علماء کی مرتب کردہ رودادوں کو ذکر کیا ہے یہ بھی محل نظر ہے اس لئے کہ تحریری مناظرہ اور مناظرہ کی روداد دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ عراقی صاحب یہ فرق نہیں کر سکے۔ عراقی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مناظرہ مرشد آباد تقریراً ہوا تھا تحریراً نہیں۔ وہاں بعد میں اس مناظرہ کی روداد ضرور تحریر میں لائی گئی تھی۔ کوئی بھی عقلمند آدمی روداد مناظرہ کو تحریری مناظرہ نہیں کہہ سکتا۔

ہندوستان کی جماعت اسلامی کے ایک صاحب تابش مہدی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی ''تبلیغی نصاب'' کے خلاف ایک کتاب بنام ''تبلیغی نصاب ایک مطالعہ'' لکھی تھی، لاہور کی جماعت اسلامی کے کچھ حضرات نے بھی یہ کتاب چھاپ کر یونیورسٹی کے طلباء میں تقسیم کی تھی جس کا ایک نسخہ راقم الحروف کو بھی ایک سٹوڈنٹ نے دیا تھا۔ ناچیز نے جب اس پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ مصنف نے دجل و تلبیس سے کام لیتے ہوئے دیانت و شرافت کا خون کیا ہے اور کچھ نہیں، ناچیز نے اس کا جواب لکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا لیکن جب راقم ۱۹۹۸ء میں دیو بند گیا تو وہاں اس کا جواب مطبوعہ شکل میں ملا۔ احقر وہ جواب خرید کر ساتھ لیتا آیا۔ یہاں آ کر ایک

ناشر صاحب نے اسے چھاپنے کی خواہش ظاہر کی تو راقم نے ان کی خواہش پر کتاب ان کے حوالے کر دی۔ افسوس کہ تا حال وہ کتاب انہوں نے نہیں چھاپی۔ قصہ مختصر بتانا یہ ہے کہ ''تبلیغی نصاب'' کے خلاف لکھی جانے والی یہ کتاب منڈی راجووال ضلع اوکاڑہ کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی لاہور سے چھپوائی اور اس کا یہ حال کیا کہ کتاب کا اصل ٹائٹل اتار کر اپنی طرف سے نیا ٹائٹل لگایا اور کتاب کا اصل نام بدل کر یہ نام رکھا ''دیوبندی ایک گمراہ فرقہ ہے''۔ اس کے اوپر یہ تحریر کیا ''دیوبند انڈیا کے پانچ ہزار دیوبندیوں نے دیوبندی فرقہ چھوڑ کر کتاب و سنت کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا دیوبند ایک گمراہ فرقہ ہے اس سے بچو۔ الامان والحفیظ، اس قدر کذب و افتراء اور اس قدر دھوکہ وفریب شاید دھرتی نے کسی اور فرقہ کی زبانی نہ سنا ہو۔

راقم الحروف تین بار خود دیوبند جا چکا ہے لیکن تحقیق وجستجو کے باجود پورے دیوبند میں ایک گھرانہ بھی غیر مقلدین کا دستیاب نہیں ہو سکا۔ گھرانا تو بہت دور کی بات ہے پورے دیوبند میں ایک فرد بھی غیر مقلدین کا نہیں مل سکا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ غیر مقلدین حضرات جھوٹ بولنے اور اشتہار بازی میں کس قدر دیدہ دلیری سے کام لیتے ہیں۔ ؎

چہ دلاور ست دز دے کہ بکف چراغ دارد

خیر میں مولانا اوکاڑویؒ کے مناظر ہونے کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کا مناظر بننا منجانب اللہ تھا اور آپ کو اس میں تائید ایزدی حاصل تھی۔ آپ نے جہاں بھی جس فرقہ سے بھی اور جس موضوع پر بھی ضرورت پڑی تحریراً و تقریراً مناظرہ کیا۔ ان مناظروں میں جو صعوبتیں آپ نے برداشت کیں ان کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات مولانا مرحوم اپنے پر بیتے ہوئے حالات سناتے تھے تو رونا آ جاتا تھا۔

ناچیز نے بارہا مولانا سے عرض کیا کہ حضرت اب آپ مناظروں میں شرکت کم کر دیں، اب آپ کی صحت، عمر اور حالات اس کے متحمل نہیں ہیں۔ آپ خود مناظروں میں شریک ہونے کی بجائے اپنے شاگردوں کو بھیج دیا کریں۔ مولانا اس کے جواب میں فرماتے تھے کہ ''حق کے دفاع کا معاملہ ہے میں اسے کیسے چھوڑ دوں۔ اس طرح تو بہت سے لوگ راہ راست سے ہٹ جائیں گے۔'' الغرض مولانا مرحوم نے زندگی کے اخیر لمحات تک اہل حق کی جانب سے دفاع کا فریضہ انجام دیا اور مناظرے کرتے رہے۔ آپ کی وفات سے یوں لگتا ہے کہ مناظرہ کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔

اہل علم اس امر سے بخوبی واقف وآگاہ ہیں کہ احقاق حق وابطال باطل نہایت دشوار ترین امور میں سے ہے۔ اس میں خود مسلک اعتدال پر قائم رہنا اور دوسروں پر حق کو واضح کرنا توفیق ایزدی کے بغیر ممکن نہیں، مولانا اوکاڑویؒ کی شخصیت اہل سنت کے لئے اس لحاظ سے قابل فخر بھی تھی اور قابل صد رشک بھی کہ آپ اس پرخار وادی میں قدم رکھنے کے باوجود اہل سنت کے انتہائی صاف وشفاف مسلک پر قائم تھے اور آپ پر موجودہ دور کے تجدد

پسندانہ افکار کے جراثیم اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔

آج کل دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بہت سے اہل علم بعض مسائل میں اکابر کے موقف سے ہٹ کر ایک الگ راہ پر چل رہے ہیں اور ان کے معتقدین نے ''حضرت کا تفرد'' کہہ کر ان کے حق پر ہونے کی مہر ثبت کر رکھی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ راہ ان کے لئے حق کی راہ نہیں ہے، انہیں چاہئے کہ اکابر کے مسلک و مشرب کو اپناتے ہوئے تفرد اور تجدد کے دروازے کو بند کر دیں۔ مولانا اوکاڑویؒ باوجودیکہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے اور علم و عمل سے وافر حصہ پایا تھا لیکن آپ اکابر کے مسلک و مشرب پر سختی سے قائم تھے، اسی کو باعث نجات سمجھتے تھے، آپ نے اکابر کے موقف سے ہٹ کر کسی مسئلہ میں کوئی نیا موقف اختیار نہیں کیا اور اپنے لئے کسی قسم کے تفرد کو روا نہیں رکھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بات چل رہی تھی مولانا مرحوم کی خصوصیات کی، ذہن کے دریچے کھولتا ہوں تو مولانا کی ایک ایک بات یاد آتی ہے۔ مولانا مرحوم میں یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ آپ میں احساس ذمہ داری کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب سکول میں ملازم تھے تو وہاں اور جب مدارس میں مدرس مقرر ہوئے تو وہاں انتہائی پابندی کے ساتھ حاضری دیتے تھے۔ سکول یا مدرسہ سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں اور کتنی ہی سخت تکلیف سے دوچار کیوں نہ ہوں آپ وہاں بروقت پہنچتے تھے۔ اسی طرح اگر آپ نے کسی جگہ تاریخ دے دی ہے تو چاہے کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو وقت پر وہاں پہنچ جاتے تھے۔ ہم نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا کہ آپ سخت تکلیف کا شکار ہیں، چلنا بھی مشکل ہے لیکن آپ مردانہ وار ہمت سے کام لے کر وہاں پہنچتے تھے۔ مولانا کی یہ ادا دیکھ کر ہمارا سر ندامت سے جھک جاتا تھا اور شرم آنے لگتی تھی کہ ایک یہ ہستی ہیں کہ انہیں طوفان آندھی بارش دیگر خطرات دکھ، بیماری، ضعف و نقاہت کی بھی پرواہ نہیں اور ایک ہم ہیں کہ جوانی میں سفر کے نام سے وحشت ہونے لگتی ہے اور مختلف حیلوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا

مولانا اوکاڑویؒ میں ایک بڑی خوبی یہ بھی نظر آئی کہ اپنے معاصرین کی خوبیوں کا برملا اعتراف کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ سے آپ کو انتہائی محبت تھی۔ اکثر ان حضرات کی تعریف فرماتے تھے اور ان کی خدمات کا تذکرہ فرماتے تھے۔ یہ خوبی آج کل ہمارے معاشرہ میں عنقا ہو چکی ہے اور حال یہ ہو چکا ہے کہ ہر بندہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے۔ ہمچو دیگرے نیست۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ناچیز نے جن خوبیوں کا مشاہدہ کیا صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیں، باتیں تو بہت ہیں لیکن راقم الحروف اختصار کے پیش نظر انہیں خوبیوں پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتا ہے۔

بیعت وسلوک:

احکام اسلام کا نام ''شریعت'' ہے اور ان احکام پر چلنے کو ''طریقت'' کہتے ہیں۔شریعت سے تعمیر ظاہر ہوتی ہے اور طریقت سے تعمیر باطن۔اسی تعمیر الظاہر والباطن کو تزکیہ واحسان سے تعبیر کرتے ہیں جو دین کے اندر مطلوب و مقصود ہے۔اس مقصود کے حصول کے لئے بیعت وسلوک کا طریقہ اپنایا جاتا ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے۔مولانا اوکاڑوی چونکہ ایک عرصہ تک غیر مقلدین کے زیر اثر رہے تھے جو بیعت وسلوک کے خلاف ہیں اس لئے حنفیت کی طرف رجوع کے باوجود آپ اس کو غیر ضروری سمجھ کر اس سے بچتے تھے،لیکن بعد میں جب طبیعت خود اس طرف مائل ہوئی تو آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے۔

سفر آخرت:

مولانا مرحوم کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے،مختلف امراض نے گھیر رکھا تھا،ہمت مردانہ اور اشاعت دین کے جذبہ کی وجہ سے اظہار نہیں فرماتے تھے۔ناچیز سے ایک دفعہ فرمایا کہ آج کل جادو کی بڑی کثرت ہے،پرائے تو پرائے اپنے بھی جادو سے باز نہیں آتے۔فرمایا مجھ پر بھی کئی دفعہ جادو ہو چکا ہے۔ایک دفعہ ایسے ہوا کہ حضرت قاضی صاحب نے مجھے ایک نہایت معمولی عمل بتلایا تھا جس سے جادو کرنے والے پر الٹ جاتا ہے۔میں نے وہ عمل کیا تو واقعی جس پر مجھے شبہ تھا اس پر جادو الٹ گیا تھا۔وہ سخت تکلیف کا شکار ہو گیا تھا،مجھ سے یہ برداشت نہ ہوا اور میں نے وہ عمل ترک کر دیا۔(راقم الحروف نے مولانا مرحوم سے وہ عمل پوچھا تھا لیکن آپ نے بتلایا نہیں۔فرمایا مجھے آگے بتلانے کی اجازت نہیں ہے)

خیر مولانا مرحوم کثیر الامراض ہونے کے باوجود اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ستمبر ۲۰۰۰ء میں احقر نے مولانا کو ملتان خط لکھا کہ اگر آپ کا لاہور کا کوئی قریبی پروگرام ہو تو کچھ وقت ہمیں بھی دیا جائے،آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ۷۔۸/اکتوبر جہلم کانفرنس میں شرکت کے موقع پر لاہور آنا ہوگا تو اس موقع پر مدرسہ آؤں گا۔حسب ارشاد آپ ۶/اکتوبر کو تشریف لے آئے۔رات ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمایا۔صبح طلبہ میں تفصیلی بیان ہوا،فارغ ہو کر جہلم تشریف لے گئے۔اسی مہینہ سرگودھا میں دس دن کا پروگرام تھا،اس سلسلہ میں آپ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ابھی چار دن ہی ہوئے تھے کہ آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور آپ باصرار گھر تشریف لے آئے۔

۳ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء منگل اور بدھ کی درمیانی رات ساڑھے آٹھ بجے آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

اسی شب ہمارے یہاں جامعہ میں مراد آباد انڈیا سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے داماد حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے تھے،ہم سب ان سے ملنے میں مشغول تھے کہ ٹیلی فون کے ذریعہ

مولانا اوکاڑویؒ کے انتقال کی خبر ملی۔ یوں لگا جیسے دنیا تاریک ہو گئی ہو۔ چند لمحے پہلے جو خوشیوں کے لمحات تھے وہ غم میں بدل گئے اور اس طرح اچانک فضا سوگوار ہو گئی اور ہر چیز اداس نظر آنے لگی۔ صبح کو ہم مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب زید مجدہم کی رفاقت میں اوکاڑہ مولانا کے گھر پہنچے۔ اس وقت وہاں موجود لوگ غسل کی تیاری کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم مولانا کے غسل اور تکفین و تجہیز میں شریک ہوئے۔ الحمدللہ غسل وغیرہ کے تمام مراحل مسنون طریقہ کے مطابق ادا ہوئے۔

غسل کے بعد مولانا مرحوم کا چہرہ کھل گیا تھا اور آپ کے چہرہ پر وہی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ آپ کے لبوں پر رہا کرتی تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

نمازِ عصر سے قبل مولانا مرحوم کے گھر کے پاس سکول کی گراؤنڈ میں آپ کا جنازہ ہوا جو مولانا مرحوم کے شیخ زادے مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھایا۔ مغرب سے قبل والد کے پہلو میں آپ کی تدفین ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے راہ حق کا وہ مسافر جو اپنے اس سفر میں تھک کر چور ہو چکا تھا راحت و آرام کی ابدی نیند سو گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا کی تدفین کے بعد ہم لوگ واپس ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے مولانا کی روح ہمیں مخاطب کر کے کہہ رہی ہے۔

چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے
چراغ زندگی ہو گا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیر عالم ہے
تمہی ہو گے فروغ بزم امکاں ہم نہیں ہوں گے

مولانا تو ہمیں چھوڑ کر چل دیئے لیکن ان کی یاد بھلائے نہیں بھولتی، یوں لگتا ہے جیسے۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی
نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں
یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے۔

آمین یا ارحم الراحمین آمین

پہلی مسکراہٹ:

غالباً ۱۹۸۰ء کے آخر یا ۱۹۸۱ء کے آغاز کا واقعہ ہے کہ احقر ابھی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں درجہ موقوف علیہ میں زیر تعلیم تھا مقامی حالات وواقعات سے باخبر ایک انتہائی مہربان دوست نے اطلاع دی کہ شہر محلہ بختے والا کی ایک مسجد میں تین چار ماہ سے اوکاڑہ کے ایک پرائمری سکول ٹیچر محمد امین صفدر صاحب ہر ایک دن کے لئے تشریف لاکر خصوصی تربیتی نشست میں غیر مقلدیت سے متعلق مختلف عنوانات پر علماء کرام کو باقاعدہ مناظرانہ تیاری کراتے ہیں۔ غیر مقلدیت کے بارے میں چونکہ صرف حضرت، علامہ، مولوی یا زیادہ سے زیادہ پروفیسر جیسی بھاری بھرکم اصطلاح کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے اب اس میدان میں ماسٹر جیسی بے وزن اصطلاح کو اس کے تمام تر تقدس کے باوجود ذہن قبول کرنے سے انکاری تھا کہ کہاں فقہ، حدیث اور تفسیر جیسے علوم پڑھنے پڑھانے والے علماء اور کہاں ایک پرائمری سکول ٹیچر؟ یہی سوچ اس خصوصی نشست کی طرف توجہ کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ لیکن دوسری طرف یہ خیالات اس سوچ کا رخ تبدیل کررہے تھے کہ قدرت نے اپنے خصوصی انعامات کے دروازے کسی فرد یا طبقہ کے لئے بند نہیں کررکھے۔ بلکہ وہ تو ہر ایک پر مہربان ہے، اب آگے اپنا اپنا ظرف ہے۔ البتہ شرط وہی ہے کہ ماضی کے متواتر نظریاتی سلسلہ کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔ گویا: ؎

جو بڑھ کے خود اٹھائے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

اور پھر موصوف کی تعریف کچھ اس انداز سے کی گئی کہ میں نے بغیر کسی دعوت کا انتظار کئے مذکورہ نشست میں شرکت کا فیصلہ کرلیا۔ اور اسی مہربان دوست کے ذریعہ آئندہ نشست کی تاریخ بھی معلوم کرلی۔

مقررہ تاریخ پر میں اسباق سے فارغ ہوکر نشست میں شرکت کے لئے پہنچا تو کافی تاخیر ہوچکی تھی۔ نشست شروع ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا، درس جاری تھا، مسجد کے صحن میں انتہائی سادہ اور دیہاتی لباس میں

ملبوس ایک عمر رسیدہ بزرگ خالص فقیرانہ انداز میں چند کتابیں اپنے سامنے تپائی پر رکھے درس دے رہے تھے، نہ تو وہ وضع قطع کے اعتبار سے مفکر واسکالر معلوم ہوتے تھے اور نہ لباس وانداز کے حوالہ سے محقق دکھائی دیتے تھے، البتہ ان کے صحت مند، پروقار اور بارونق چہرے پر کھیلنے والی دل آویز اور معصوم سی مسکراہٹ کسی بھی دیکھنے والے کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لینے کی مقناطیسی کشش سے محروم نہ تھی۔

سامعین کی پریشانی:

بزرگ درس دے رہے تھے، اور ایک مخصوص گروہ کے آٹھ دس مولوی حضرات کاغذ قلم لئے سامنے بیٹھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے، میری آمد پر وہ سارے یکدم میری طرف متوجہ ہوئے، اور خطیب مسجد سمیت تمام سامعین کے چہرے اتر گئے، ناگواری و بیزاری کے آثار ان کے چہروں اور آنکھوں سے صاف عیاں تھے۔ میں ان کے لئے اجنبی نہ تھا، البتہ میری بلا دعوت شرکت وآمد ان کی توقع کے سراسر خلاف تھی۔ اور میں اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا۔ بزرگ بھی صورت حال کو بخوبی بھانپ چکے تھے، انہوں نے ایک گہری نگاہ مجھ پر ڈالی اور چہرے پر کسی قسم کا تاثر ظاہر کئے بغیر اپنے جاری بیان کی طرف متوجہ ہو گئے، سامعین کے تیور دیکھ کر انہوں نے مجھے غیر مقلدین کا نمائندہ سمجھ لیا، جیسا کہ بعد میں انہوں نے اپنے خدشہ کا اظہار بھی فرمایا۔ بہر حال یہ صورت حال میری توقع کے برعکس نہ تھی، لہٰذا میں اس کا اثر قبول کئے بغیر آگے بڑھا اور چند سامعین میں ایک سامع کا اضافہ کرتے ہوئے درس میں شامل ہو گیا۔

معلومات کا انمول ذخیرہ:

اس وقت رفع یدین کا موضوع زیر بحث تھا۔ وہ بزرگ انتہائی سادہ مگر دلنشیں انداز میں زیر بحث مسئلہ کے تمام ممکنہ پہلوؤں پر سیر حاصل علمی وتحقیقی روشنی ڈال رہے تھے، موضوع سے متعلق مثبت ومنفی دلائل کے حوالہ سے احادیث کی صحت وضعف کا تحقیقی جائزہ لیا جا رہا تھا، ان کے راویوں پر کتب اسماء الرجال کے حوالہ سے بے لاگ وبے غبار تبصرہ جاری تھا، موضوع کو آثار آئمہ اور اقوال فقہاء سے مدلل ومبرہن کیا جا رہا تھا، اور دلچسپ لطائف، آسان مثالوں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ موضوع کے مالہ وماعلیہ واضح کئے جا رہے تھے، غرضیکہ ایک محدث وفقیہ اور ایک محقق اپنے علوم وافکار کے انمول موتی بکھیر رہا تھا، اس کا طرز بیان اس قدر دلچسپ اور اچھوتا تھا کہ وقت کے تیزی کے ساتھ گزرنے کا احساس ہی نہیں رہا تھا، تقریباً اڑھائی گھنٹے بیت چکے تھے، لیکن تھکاوٹ واکتاہٹ کے دور دور تک کہیں آثار موجود نہ تھے، اور یہ اطمینان دل میں پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ اس نشست میں حاضری دے کر میں نے کسی نقصان کا سودا نہیں کیا، بلکہ ایک ایسا گوہر نایاب ہاتھ آیا ہے جسے نہ پاسکنے کا دکھ

شاید زندگی بھر ختم نہ ہوسکتا، نشست ختم ہونے کے بعد ملاقات کا دور چلا، اور حضرت والد محترم مدظلہ کے حوالہ سے ناچیز کا تعارف ہوا تو معزز بزرگ کی مسرت قابل دید تھی۔

مدرسہ نصرت العلوم میں حاضری:

تعارفی ملاقات کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو میں نے ماسٹر صاحب کو اپنے ساتھ مدرسہ نصرۃ العلوم چلنے کی دعوت دی جو انہوں نے انتہائی خندہ پیشانی سے قبول کرلی، چنانچہ میں ان کو ساتھ لے کر مدرسہ پہنچا، چونکہ حضرت والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ حسب معمول اسباق سے فارغ ہوکر گکھڑ منڈی تشریف لے جاچکے تھے، اس لئے ان سے ماسٹر صاحب کی ملاقات نہ ہوسکی، البتہ عمی مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ (بانی ومہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) اور برادر واستاذی المکرم حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ سمیت دیگر اساتذہ کرام سے تفصیلی ملاقات ہوئی، اس پہلی ہی ملاقات میں غیر مقلدیت اور قادیانیت کے علاوہ ماسٹر صاحب کے شخصی تعارف کے حوالہ سے متعدد مسائل و واقعات زیر بحث آئے تو تمام اساتذہ کرام ان کے وسیع مطالعہ، مضبوط طرز استدلال، اور ان کی متانت و ذہانت سے بہت متاثر ہوئے، غرضیکہ فریقین اس باہمی ملاقات سے اس قدر مسرور تھے کہ پھر گوجرانوالہ میں ماسٹر صاحب کی ہر آمد پر یہ ذیلی نشست بھی باقاعدگی سے ہونے لگی۔

عقیدہ کی وضاحت:

ماسٹر صاحب کی بے تکلفانہ طبیعت اور اپنے بچگانہ ولا ابالی مزاج کی بناء پر چند گھنٹوں میں ہی میں تکلف کی بہت سی منزلیں طے کرکے ان کے ساتھ بہت حد تک بے تکلفی کی فضا پیدا کرچکا تھا، اساتذہ کرام سے ملاقات کے بعد ہمیں تنہائی کے چند لمحے میسر آئے تو میں نے اپنی عادت، اور ذہن میں موجود خطرات و خدشات سے مجبور ہوکر عقیدہ حیات النبیؐ کے بارے میں ان سے سوال کردیا، ماسٹر صاحب کے چہرے پر مخصوص مسکراہٹ کچھ اور نکھر آئی اور فرمایا میں الحمدللہ سنی، دیوبندی ہوں، غیر مقلدیت کے خلاف برسرپیکار ہوں، اور ایسا کوئی بھی عقیدہ نہیں رکھتا جس میں دیوبندیت اور غیر مقلدیت کا ٹکراؤ موجود ہے، میرے نزدیک عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ سے انکار بھی غیر مقلدیت کی پیداوار ہے، میرا اس بارہ میں عقیدہ وہی ہے جو ''المہند علی المفند'' میں موجود ہے، اور جس کی تفصیلی وضاحت آپ کے والد محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنی کتاب ''تسکین الصدور'' میں کی ہے، اور اسی کو الحمدللہ حق جانتا ہوں۔

دو صفدر ایک استاد:

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں نے عقائد و نظریات کے حوالہ سے تربیت اور دیوبندیت کی طرف نسبت حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مدظلہ (اس وقت حضرت مولانا عبدالقدیرؒ صاحب حیات تھے) سے پائی ہے، اور یہ تربیت و نسبت اتنی پختہ اور ٹھوس ہے کہ انشاء اللہ العزیز کسی مقام پر بھی متزلزل نہ ہوگی ماسٹر صاحب یہ نسبت و تربیت ذکر فرما رہے تھے، اور میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے بھی تعلیم و تربیت کی اکثر منزلیں انہی سے طے کی ہیں، یہ بھی اپنا تخلص، صفدر رکھتے ہیں، اور ہمارے والد محترم مدظلہ کا تخلص بھی یہی ہے، آفریں ہے اس استاد پر جس کی تعلیم و تربیت کے زیر اثر اس کا ایک شاگرد تحریری میدان میں مذاہب باطلہ کی صفیں الٹ رہا ہے، اور دوسرا شاگرد تقریری میدان میں اسلام دشمنوں کی نیند حرام کر رہا ہے۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کی غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

بھید جو کھل گیا:

میں نے ماسٹر صاحب سے دوسرا سوال پوچھا کہ آپ ان میزبانوں کو جانتے ہیں جن کے پاس تین چار ماہ سے آپ تشریف لا رہے ہیں؟ فرمایا اس عقیدہ کے حوالہ سے تو میں ان کو نہیں جانتا، میں نے کہا وہ سب مماتی اور پتھری ہیں، ان کا چہرہ متفکر ہوگیا، اور کچھ دیر سوچ کر فرمایا، میں اب سمجھا ہوں کے تمہاری آمدان پر ناگوار کیوں گزری؟ اس وقت تو میں ان کی ناگواری کی وجہ سے آپ کو غیر مقلد سمجھا تھا، تمہارے تعارف کے بعد میں ان کی ناگواری کو ذاتی اختلافات پر محمول کیا، لیکن اب مجھے اس کی اصل وجہ سمجھ آئی ہے، پھر بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں کئی ماہ سے وہاں آ رہا ہوں، لیکن ہر دفعہ سماعت کے لئے ان کی نفری انہی چند حضرات تک محدود ہوتی ہے، میں نے کئی بار ان سے کہا کہ میں اوکاڑہ سے ایک طویل سفر کر کے، اور سکول سے چھٹی لے کر یہاں آتا ہوں، صرف اس مقصد کے تحت کہ میرے پاس امانت کی صورت میں جو خداداد علم و فن موجود ہے اسے زیادہ سے زیادہ افراد کی طرف منتقل کر دوں، لیکن آپ کے ہاں مسلسل حاضری صرف چند افراد ہی کی ہوتی ہے اور صرف وہی استفادہ کے لئے موجود ہوتے ہیں، ہر بار ان کی طرف سے مجھے یہی ایک جواب ملا کہ ہم دعوت دیتے ہیں، لیکن بے حسی سے کوئی آتا ہی نہیں۔

میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ انتہائی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں، ہمیں ایک مرتبہ بھی انہوں نے

دعوت نہیں دی، بلکہ اپنے اس ماہانہ پروگرام کی ہمیں انہیں نے ہوا بھی نہیں لگنے دی، اور ہمیں ایک غیر متعلقہ اور عام آدمی کے ذریعہ اس پروگرام کا علم ہوا، دراصل وہ پلاننگ کے تحت اپنے مخصوص گروہ کے چند افراد کو ہی استفادہ کا موقع دینا چاہتے ہیں، تاکہ اس میدان میں شہر کے اندر ہمیں ان کا احتیاج اور ان کی اپنی فنی برتری قائم ہو جائے، اس لئے وہ ہمارے حضرات کو اس سے محروم رکھنا چاہتے ہیں، ماسٹر صاحب کو اس بات کا دلی افسوس ہوا! میں نے کہا اب آئندہ پروگرام کے لئے انشاء اللہ العزیز میں دعوت دوں گا، آپ حاضری چیک کرلیں، اس کے ساتھ ہی ماسٹر صاحب نے ایک اور عجیب انکشاف فرمایا کہ میں ہر ماہ ان سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے ساتھ ملاقات کا تقاضا کرتا رہا، لیکن ہر بار مجھے یہی جواب ملتا کہ وہ سفر پر ہیں یہاں موجود نہیں، اور میں اگلے ماہ ملاقات کی امید لے کر واپس چلا جاتا، اب یہ حقیقت کھلی ہے کہ مذہبی تعصب اور مسلکی اختلاف کی بناء پر وہ یہ ملاقات کرانا ہی نہیں چاہتے تھے۔

بڑے وثوق سے دنیا فریب دیتی ہے
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں

درخواست جو قبول ہوگئی:

اسی منظر و پس منظر کے حوالہ سے میں نے درخواست پیش کردی کہ اگر آپ بخوشی اجازت مرحمت فرمائیں تو آئندہ کے لئے ماہانہ پروگرام کے سلسلہ میں آپ کی میزبانی کا شرف میں حاصل کرنا چاہتا ہوں، فرمایا میں خود یہی چاہتا ہوں، کیونکہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ آئندہ ماہ کے پروگرام پر تو حسب وعدہ میں ان کے پاس آؤں گا، اس کے بعد معذرت کر دوں گا، اگر آپ اپنی ذمہ داری پر یہ پروگرام جاری رکھنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے، چنانچہ یہ فیصلہ ہوگیا کہ آئندہ ماہ کا طے شدہ پروگرام تو اسی جگہ پر ہوگا، البتہ وہاں مستقبل کے مستقل پروگرام کا باضابطہ اعلان کر دیا جائے گا، اس کے بعد ماسٹر صاحب واپس تشریف لے گئے، اور ان کے ساتھ صرف نصف دن کی یہ میری پہلی ملاقات میرے دل و دماغ پر وہ انمٹ نقوش چھوڑ گئی جو میری حیات مستعار کا ایک انمول اثاثہ ہیں، اس کے بعد گوجرانوالہ کی مجلسی نشستوں، تربیتی پروگراموں، اور عوامی اجتماعات سے لے کر جہلم، چکوال، ایبٹ آباد، سرگودھا، کراچی، شجاع آباد تک کے تبلیغی جلسوں، اور میانوالی جنڈانوالہ، دریاخان اور گجرات کے مناظروں تک مجھے ان کی رفاقت و معیت حاصل رہی۔

تیرے ہوتے ہوئے آجاتی تھی ساری دنیا
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا

باہمی مشاورت:

آئندہ کے مستقل پروگرام کے سلسلہ میں، میں نے شہر کے متعدد احباب سے مشاورت شروع کردی، میری خواہش یہ تھی کہ اس کے لئے جامع مسجد شیرانوالہ باغ انتہائی مناسب ہے، اپنی مرکزیت کے حوالہ سے بھی، مختلف علاقوں سے تشریف لانے والے حضرات کے پہنچنے میں آسانی کے حوالہ سے بھی، اور سب سے بڑھ کر اس حوالہ سے کہ ماضی قریب میں یہ مرکز غیر مقلدیت کے ''فتنہ ثنائیت'' کی سرکوبی کے لئے بنیادی کردار ادا کر چکا تھا، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ''اخبار اہل حدیث'' امرتسر کے حنفیت کے خلاف شر انگیز مضامین کا زور اسی شیرانوالہ مسجد کے خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے اخبار ''العدل'' کے ذریعہ توڑا، یہاں تک کہ فتنہ ثنائیت اپنی موت آپ مرگیا، احباب کی اکثریت نے میری خواہش سے اتفاق کیا، میں نے آخری مشورہ برادر مکرم حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی مدظلہ سے کیا، انہوں نے نہ صرف بحیثیت خطیب مسجد اس کی اجازت دیدی، بلکہ اس پروگرام کی مستقل طور پر نگرانی وسرپرستی بھی قبول کرلی، اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے آئندہ نشست کے لئے شہر اور ضلع کے جملہ علماء اور دینی مدارس کے ذی استعداد طلباء کو بکثرت دعوت نامے جاری کردیئے، چنانچہ اس نشست میں سامعین کی بھرپور حاضری دیکھ کر ماسٹر صاحب بہت خوش ہوئے، نشست کے اختتام پر اعلان کردیا گیا کہ آئندہ سے یہ تربیتی نشست جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں ہوگی۔

سازش جو ناکام ہوگئی:

پرانے میزبانوں کے لئے یہ نئی صورت حال بڑی تشوشناک اور پریشان کن تھی، چنانچہ انہوں نے پہلے خود اپنی میٹنگ کی، اور پھر ماسٹر صاحب کو بھی اس میں شامل کرلیا، ایک طویل انتظار کے بعد میٹنگ کے شرکاء باہر آئے تو سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے، حسرت و بے چارگی ان کی آنکھوں سے صاف جھلک رہی تھی، جب کہ ماسٹر صاحب میری طرف دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکرارہے تھے، میرا خیال اس وقت یہی تھا کہ انہوں نے پروگرام کی جگہ تبدیل نہ کرنے پر اصرار کیا ہوگا، جسے ماسٹر صاحب نے قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا، لیکن ہم وہاں سے فارغ ہوکر نصرت العلوم کی طرف چلے تو راستہ میں ماسٹر صاحب نے میٹنگ کا ایجنڈا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ میرے پاس جمعیۃ اشاعۃ التوحید کا فارم رکنیت لے کر آئے تھے کہ یہ فارم پر کردیں، میں نے ان سے کہا کہ اس جماعت کے ساتھ تو میرا اعتقادی اختلاف ہے، میں اس کا رکن کیسے بن سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ یہ فروعی اختلافات ہیں، آپ توحید وسنت کی دعوت واشاعت کے لئے ہماری تنظیم کا فارم پر کردیں، میں نے کہا عقیدہ حیات النبی ﷺ کا اختلاف فروعی نہیں اصولی ہے، جس کا تعلق اہل سنت والجماعت کے اجماع کے

ساتھ ہے، اس لئے میں یہ فارم پر کرنے سے قاصر ہوں، ان کے اصرار میں شدت آئی تو میرے انکار میں سختی پیدا ہوتی چلی گئی اور میں مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔۔۔میٹنگ کی یہ ساری کارگزاری سنانے کے بعد مجھے فرمایا کہ میں تمہارا انتہائی ممنون ہوں کہ تم نے مجھے ان کے چنگل سے جلدی نکال لیا، ورنہ خدا معلوم ان کے عزائم ومقاصد کیا تھے؟ نصرت العلوم کی اساتذہ کے ساتھ مختصر نشست کے بعد ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت والدمحترم مدظلہ سے ملاقات کے لئے گکھڑمنڈی روانہ ہوگئے، جہاں دونوں بزرگوں کے درمیان تقریباً ایک گھنٹہ تک ملاقات رہی۔

تبلیغی پروگرام اور غیر مقلدین کی بدحواسی:

حسب پروگرام آئندہ سے تربیتی نشست، جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں ہونے لگی، چونکہ ان دنوں غیر مقلدین نے پورے علاقہ میں حنفیت کے خلاف فتنہ برپا کررکھا تھا، اوران کی طرف سے مختلف عنوانات پر چیلنج بازیوں کا بازار گرم تھا، اس لئے ہم نے بھی باہمی مشاورت سے دن کی تربیتی نشست کے علاوہ رات کومختلف مقامات پر تبلیغی ودعوتی پروگرام عوامی سطح پر منعقد کرنے کا فیصلہ کرلیا، پروگرام شروع ہوئے تو ان خالص اصلاحی ودفاعی پروگراموں نے غیر مقلدین کی نیندیں حرام کردیں، اوروہ اس حد تک اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے کہ خفیہ خطوط کے ذریعہ ماسٹر صاحب کوقتل کی دھمکیاں ملنے لگیں، ہمارے پروگراموں میں ہلڑبازیوں کی مذموم کوششیں کی گئیں، یہاں تک کہ اوکاڑویؒ صاحب کی آرام گاہ سے باہر میں اپنے رفقاء سمیت ساری ساری رات مسلح پہرادیتا اور پھر اپنے رفقاء مولانا عبیداللہ عامر وغیرہ سمیت انہیں لاہور تک چھوڑنے کے لئے جاتا، ان عوامی پروگراموں کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہوئے، اور غیر مقلدیت عوامی سطح پر پوری طرح بے نقاب ہوتی چلی گئی۔

ماسٹر یا مولانا؟

جوں جوں ماسٹر صاحب کے علمی وفکری جوہر ہم کھلتے گئے توں توں ان کے ساتھ ہمیں اپنے رویہ پہ ندامت محسوس ہوتی چلی گئی، کہ آج موضوع قسم کی روایات اور بے سروپا قصوں کی بنیاد پر تقریریں جھاڑنے والے پیشہ ور واعظ تو ہمارے ہاں مولانا اور علامہ فہامہ جیسے القابات سے نوازے جاتے ہیں، اور ہماری بدقسمتی کا حال یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے بڑے بڑے علماء زانوئے تلمذتہہ کئے بیٹھے ہیں، اور بڑے بڑے شیوخ اس کی نادر تحقیقات سے استفادہ کررہے ہیں وہ ہمارے ہاں ماسٹر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔جبکہ یہاں تو حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ دینی وسیاسی تعلق قائم ہونے اوران کے رنگ میں رنگے جانے کی بناء پر محمد علی جوہرؒ شوکت علیؒ خان اور ظفر علیؒ خان جیسے سیاسی راہنماؤں کو بھی تاریخ مولانا کے لاحقہ سے یاد کرتی ہے، حالانکہ تاریخ کا مبتدی طالب

علم بھی جانتا ہے کہ وہ علم وفن کے روایتی اعتبار سے گروہ علماء میں ہرگز شامل نہ تھے، لہٰذا میں نے رفتہ رفتہ اشتہارات ولٹریچر سے ماسٹر کا لقب ختم کر کے اوکاڑوی صاحب کو مولانا کے لقب سے مشتہر کرنا شروع کر دیا، بعض نازک وحاسد طبیعتوں کو میرا یہ طرز بڑا ناگوار گزرا، انہوں نے میری مخالفت شروع کر دی، لیکن بزرگ وسنجیدہ علماء کی طرف سے پذیرائی ملنے پر میں نے ان کی مخالفت کی پروانہ کی۔ کیونکہ:

یاں دل میں خیال اور ہے واں مدنظر اور
ہے حال طبیعت کا ادھر اور ادھر اور

مولانا اوکاڑویؒ جہلم میں:

مولانا مرحوم گوجرانوالہ کے ماہانہ پروگرام میں مسلسل ولگاتار تشریف لا رہے تھے، اتفاقاً انہی دنوں غیر مقلدین نے حسب عادت وپروگرام دیگر علاقوں کی طرح جہلم کی فضا بھی مکدر کر رکھی تھی، حضرت جہلمی نور اللہ مرقدہ جو جہلم کے اندر تحریک مدح صحابہؓ کے علمبردار تھے، اس صورت حال سے خاصے پریشان تھے، کیونکہ وہ غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو سنی مقاصد کے لئے نقصان دہ اور "تبرائی تحریک" کے مفاد میں سمجھتے تھے، اس لئے وہ اپنا مشن چھوڑ کر اس دنگل میں کودنے کے لئے تیار نہ تھے، لیکن غیر مقلدین کے پیشہ ور زبان درازوں نے انہیں اپنے امام کی عظمت اور اپنی فقہ کی صداقت کے تحفظ کے لئے اس میدان میں کودنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ انہوں نے مجھے طلب کیا، اور پوچھا کہ تمہارے پاس گوجرانوالہ میں اوکاڑہ سے ایک ماسٹر صاحب آتے ہیں، ان کا مطالعہ غیر مقلدیت کے بارہ میں کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا انتہائی وسیع اور قابل اطمینان، انہوں نے پوچھا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور فسق یزید کے بارہ میں ان کے نظریات کیسے ہیں؟ میں نے کہا وہ بھی ٹھیک ہیں، پھر فرمایا کہ پہلی فرصت میں ہی ان سے جہلم کے لئے وقت لے لو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں، میں نے مولانا مرحوم سے جہلم کے لئے تاریخ لے لی۔

حضرت جہلمیؒ کی اصول پسندی اور مولانا اوکاڑویؒ کا خراج تحسین:

مقررہ تاریخ کو میں مولانا مرحوم کو لے کر جہلم پہنچا، پروگرام شروع ہونے سے قبل حضرت جہلمیؒ مولانا مرحوم کو علیحدگی میں لے گئے، دونوں بزرگ کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو مولانا مرحوم کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھی، اور حضرت جہلمیؒ کا چہرہ مسرت سے تمتما رہا تھا، پروگرام کے بعد واپسی کے دوران مولانا مرحوم نے فرمایا کہ حضرت جہلمیؒ نے علیحدگی میں مجھے فرمایا کہ مولانا یہ فتنوں کا دور ہے، اور ہم نظریاتی لوگ ہیں، ہماری لڑائی بھی نظریاتی ہے، ہم ماضی میں انتہائی تلخ تجربات سے گزر چکے ہیں، اور کسی نئے تجربہ کے ہم متحمل نہیں، اس

لئے اگر آپ ناراضگی نہ محسوس فرمائیں تو حیات النبی ﷺ اور یزیدیت کے بارہ میں اپنا عقیدہ تحریر کر کے اس پر دستخط کر دیں، میں نے اپنا عقیدہ تحریر کر کے اس پر دستخط کر دیئے۔

مولانا مرحوم واقعہ بیان فرمار ہے تھے اور میری نگاہ ان کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرے دل میں یہ خدشہ بار بار انگڑائی لے رہا تھا کہ مولانا نے یہ بات محسوس نہ کر لی ہو، کہیں وہ آئندہ جہلم آنے سے انکار نہ کر دیں، میں ابھی اپنے خود ساختہ خدشات کے تحت مولانا مرحوم کی ذہنی کیفت کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ مولانا نے انتہائی جذباتی اور مسرت آمیز لہجہ میں فرمایا، یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج کے اس پُرفتن دور کے اندر بھی ایسے نظریاتی لوگ موجود ہیں جو کسی قسم کی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر صرف نظریہ کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کا معیار قائم رکھے ہوئے ہیں...... مولانا کے اس ایک جملہ نے میرے دل کا سارا بوجھ اتار دیا۔ اور میں سوچ کر مولانا کی عظمت پہ دل وجان سے قربان ہو کر رہ گیا ان کی جگہ کوئی پیشہ ور خطیب، روایتی واعظ، یا محض رسمی مولوی ہوتا تو اس کا ردعمل کیا ہوتا؟ وہ یقیناً اسے اپنی توہین و تنقیص پر محمول کرتا، لیکن مولانا مرحوم تو روایتی و رسمی دنیا کے آدمی ہی نہ تھے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت جہلمیؒ کا یہ اصولی طرز بھی درحقیقت محض ان کی شخصی سوچ کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی تنظیمی فکر اور جماعتی پالیسی کا حصہ تھا، کیونکہ سابقہ تلخ تجربات کی بنیاد پر تحریک نے ہمیشہ محتاط طرز اختیار کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ بعض کم فہم لوگ تحریک اور اس کے قائدین کو انتہاء پسندی، اور تنگ نظری کے طعن دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

تحریک خدام اہل سنت سے وابستگی:

مولانا مرحوم کو تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی یہ اصول پسندی اتنی پسند آئی، اور وہ اس پر اس قدر فریفتہ ہوئے کہ مستقل طور پر اس میں شمولیت اختیار کر کے اسی سے تنظیمی وابستگی قائم کر لی، جو زندگی کے آخری لمحہ تک برقرار رہی۔ وہ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ افکار و نظریات کے تحفظ کے لئے تنظیمی پالیسی کی صحیح سمت پر تعین بہت ضروری ہے۔ اگر تنظیمی پالیسی درست نہ ہو تو صحیح افکار بھی دیر پا نہیں رہ سکتے، بلکہ ان کے اندر نرمی پیدا ہوتے ہوتے خرابی پیدا ہونے لگتی ہے، اور ماضی وحال کے بے شمار ایسے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں، میں تحریک خدام اہل سنت کو اسی لئے پسند کرتا ہوں کہ اس کی پالیسی کے اندر کسی قسم کی لچک نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس کے کارکنوں کے نظریات بھی ٹھوس اور غیر متزلزل ہیں۔

قائدِ اہل سنت سے بیعت:

بیعت وطریقت کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کا پہلا روحانی تعلق شیخ التفسیر حضرت امام احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لاہوریؒ سے بیعت کے بعد کسی بھی باطل کے مقابلے میں مناظرہ ومباحثہ کے دوران کبھی میرے دل پر گھبراہٹ نہیں آئی، اور نہ کبھی ان کے روحانی فیوضات سے محروم رہا ہوں۔۔۔ حضرت لاہوریؒ کی رحلت کے بعد مولانا مرحوم قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ (بانی وامیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان وخلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) سے بیعت ہوگئے۔ قائد اہل سنت سے ان کا یہ روحانی تعلق تحریک خدام اہل سنت سے وابستگی کے بعد قائم ہوا، مرشد اول کی طرح وہ مرشد ثانی کے روحانی فیوضات کا بھی برملا اعتراف فرماتے تھے، اس بیعت کے بعد وہ اپنے ہر نجی معاملہ میں بھی حضرت اقدس سے مشورہ ضروری خیال کرتے تھے، حتی کہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحبؒ کی دعوت پر جامعۃ الاسلامیہ کراچی جانے، ان کی وفات کے بعد بعض ناسازگار حالات کی وجہ سے واپس آنے اور پھر مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس ملتان میں تدریس کی ذمہ داری قبول کرنے وغیرہ کے تمام معاملات مرشد ثانی کی مشاورت سے طے پائے۔

قائدین تحریک کا مولانا پر اعتماد:

یہ کائنات کا نظام فطرت ہے کہ زندگی کی گاڑی دوطرفہ اعتماد باہمی پر چلتی ہے، صرف یکطرفہ اعتماد سے ترقی کا سفر ناممکن ہے۔ اس نظام فطرت کے مطابق جس طرح مولانا مرحوم کو قائدین تحریک پر اعتماد کلی تھا، اسی طرح قائدین تحریک بھی مولانا مرحوم پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم خود فرمایا کرتے تھے کہ قائدین تحریک کے ساتھ وابستگی سے قبل میں غیر مقلدین خلاف تقریر کے لئے تقریباً ہر اسٹیج پر چلا جاتا تھا، لیکن ان بزرگوں سے تعلق کے بعد الحمدللہ مماتیوں اور یزیدیوں وغیرہ کے اسٹیج پر جانے سے حتمی گریز کرتا ہوں۔ اسی لئے قائدین تحریک کا مولانا مرحوم پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے مولانا مرحوم کو مناظرہ کے لئے اپنا نمائندہ منتخب کرلیا۔

چنانچہ ۱۹۸۷ء میں جب دریاخان، نواں جنڈانوالہ، اور میانوالی وغیرہ علاقوں میں مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کے موضوع پر مناظروں کی فضا گرم تھی تو مولانا مرحوم ایک پروگرام کے سلسلہ میں میرے پاس تشریف لائے تو پریشان سے دکھائی دیئے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ مناظروں کی فضا گرم ہے، لیکن یہ مناظرے کھیل تماشہ بن گئے ہیں جن کا کوئی مؤثر نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، میری خواہش ہے کہ اب طے پانے والے مناظرے جماعتی بنیادوں پر ہوں، تاکہ ان کے مثبت اور دوررس نتائج سامنے آئیں۔ میں نے پوچھا یہ کیونکر ممکن ہے؟ فرمایا کہ ڈیرہ غازی خان کے

مناظرہ میں مولوی احمد سعید کی واضح شکست کے بعد جمعیۃ اشاعۃ التوحید نے اپنے دستور کے جدید ایڈیشن میں یہ شق شامل کردی ہے کہ جماعت کا کوئی شخص صوبائی امیر کی تحریری اجازت کے بغیر کسی قسم کا مناظرہ نہ کرسکے گا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اب جو مناظرے طے ہوں تو میں مدمقابل مناظر سے اس کے اس جماعتی دستور کی روشنی میں اس کے صوبائی امیر کی تحریری اجازت طلب کروں، لیکن یہ بات کرکے مولانا کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نمایاں ہوگئے، میں نے پوچھا اس میں آپ کے لئے کیا پریشانی ہے؟ فرمایا اگر یہی مطالبہ اس نے مجھ سے کیا تو میں کیا کروں گا؟ میں نے پورے وثوق کے ساتھ کہا مولانا آپ اس بارہ میں پریشان نہ ہوں۔ قائدین تحریک آپ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں، بوقت ضرورت وہ آپ کو ان شاء اللہ العزیز ہر قسم کی تحریر دیں گے، میرے اس جملہ سے مولانا مرحوم کے چہرے پر چھائے ہوئے پریشانی ومایوسی کے بادل چھٹتے چلے گئے۔

چنانچہ جب مولانا مرحوم نے حضرت قائد اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہوکر مناظرہ کے سلسلہ میں درپیش مسائل کا تذکرہ کیا تو حضرت اقدس نے پورے اعتماد کے ساتھ فرمایا کہ مولانا آپ ہماری جماعت کے نمائندے ہیں۔ ہمیں آپ کے علم وفہم اور مناظرانہ فنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آپ کا مدمقابل اگر اپنے مرکزی امیر کے اعتماد کی تحریر لائے گا تو اس کے مقابلہ میں میں اپنی تحریر دوں گا۔ اور اگر وہ اپنے صوبائی امیر کی تحریر لائے گا تو ہم بھی آپ کو اپنے صوبائی امیر مولانا جہلمیؒ کی تحریر دیں گے۔ اور پھر پیش بندی کے طور پر حضرت جہلمیؒ کے دستخطوں سے ان کی دستی تحریر بایں مفہوم ان کو فراہم کردی گئی کہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ مناظرہ کے اندر ہماری جماعت تحریک خدام اہل سنت وجماعت کے نمائندے ہیں۔ مناظرہ میں ان کی فتح ہماری فتح ہوگی، اور ان کی شکست ہماری شکست ہوگی، یہ تحریر لے کر مولانا مرحوم جب میرے پاس تشریف لائے تو ان کی آنکھوں میں تشکر واحسان کے آنسو تھے۔ مجھے انتہائی درد دل کے ساتھ فرمایا مولوی صاحب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے اس اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق بخشے، اور مجھے اپنے اکابر اور مسلک کے لئے ذلت ورسوائی کا ذریعہ نہ بنائے۔

میری نسبت تلمذ:

اگرچہ میں مولانا مرحوم کی شدید خواہش کے باوجود اپنی لاابالی طبعیت کی بناء پر بحث ومناظرہ کے اس میدان میں نہ اتر سکا، جس میں لانے کے لئے انہوں نے بہت محنت کی، لیکن مجھے اپنی تمام تر جہالتوں اور کوتاہیوں کے باوجود اس بات کا اعتراف ہے کہ مولانا مرحوم میرے ایک انتہائی شفیق ومہربان استاد تھے، اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرے اساتذہ میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی جیسے جلیل القدر اکابر کے ساتھ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا نام بھی شامل ہے، فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

استاذی المکرم مولانا اوکاڑویؒ کی سیرت وسوانح کے حوالہ سے میں اپنی ذہنی یادداشتوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہوں گا۔ پہلے حصہ میں ان کی شخصیت وکردار کے حوالہ سے بحث ہوگی، اور دوسرے حصہ میں ان کی علمی وتحقیقی خدمات کا تذکرہ ہوگا۔ انشاءاللہ العزیز۔

شخصیت وکردار:

مولانا مرحوم کے ساتھ بیس سالہ رفاقت ومعیت کے دوران میں نے ان کے اندر جو بے شمار خوبیاں اور کمالات دیکھے میرے لئے ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ البتہ ان میں سے بعض اوصاف کا تذکرہ قارئین کے سامنے لانا چاہوں گا، شاید کہ:

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

سادگی:

پہلی ملاقات وزیارت کے حوالہ سے مولانا مرحوم کی سادگی کا اجمالی تذکرہ میں گذشتہ سطور میں کر چکا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ شخصیت وعظمت کے حوالہ سے وسیع وعریض معاشرہ کے اندر ایسے سادہ مزاج شخص کی تلاش یقیناً بہت دشوار ہے۔ بدن پر سادہ سا دیہاتی لباس، سر پر کپڑے کی گول ٹوپی، پاؤں میں گرد سے اٹے ہوئے پرانے سے جوتے، اور ہاتھ میں کتابوں سے بھرا ہوا کپڑے کا سبزی والا تھیلا۔ اگر موسم سردی کا ہوتا تو اوڑھ کر سونے والا کھیس ان کے اوپر ہوتا، زندگی بھر یہی ان کا طرز رہا، متعدد بار ایسا ہوا کہ مسلسل اور طویل سفر کی وجہ سے لباس غبار آلود اور پسینہ کی وجہ سے میلا ہو چکا ہوتا، میرے پاس اسی حالت میں تشریف لاتے تو میں بے تکلفی کی بناء پر انہیں اپنا لباس پہنا کر ان کے کپڑے دھلواتا، انہیں اپنے لباس وغیرہ کی قطعاً کوئی فکر نہ ہوتی کہ وہ کس حالت میں ہے؟ اکثر میں نے انہیں اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ طویل سفر کے دوران ایک، دو جوڑے کپڑے ساتھ رکھ لیا کریں، لیکن ہر بار وہ مسکرا کے یہی فرماتے کہ کپڑوں کی بجائے میں کتابوں کا بوجھ اٹھانا زیادہ پسند کرتا ہوں، میں ان کے اس ذوق شوق کے ہاتھوں لاچار ہو کر کہتا کہ پھر آپ کسی سے کہہ کر کپڑے دھلوا تو لیا کریں، فرماتے کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ البتہ شدید ضرورت پڑ جائے تو میزبانوں سے نظر بچا کر خود دھولیا کرتا ہوں، ان کی اسی سادگی کی وجہ سے عام لوگوں کے لئے پہلی بار ان کی شناخت مشکل ہو جاتی چنانچہ:

ایک دفعہ شدید گرمی کے موسم میں میرے پاس گوجرانوالہ تشریف لائے، دوپہر کا وقت تھا، آتے ہی

فرمایا کہ میں نے غسل کرنا ہے، اور ساتھ ہی کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کل میں فلاں مدرسے میں پہلی بار تقریر کے لئے گیا۔ وہاں مجھے کوئی پہچانتا نہ تھا، میں مدرسہ کے دفتر میں جا کر بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھ کر دفتر میں موجود ایک شخص، دوسرے سے کہنے لگا، ایک تو سفیروں نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے۔ جب دیکھو چندہ مانگنے کے لئے آجاتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بے چارے میرے کپڑے اور تھیلا دیکھ کر مجھے کسی مدرسہ کا سفیر سمجھ رہے ہیں۔ میں نے ان کی باتیں سن کر خاموش بیٹھا مسکراتا رہا، اچانک ان میں سے ایک کہنے لگا کہ آج اوکاڑہ سے مولوی امین صاحب آئیں گے، اور غیر مقلدین کی ایسی تیسی کریں گے۔ میں دل ہی دل میں یہ سوچ کر ہنستا رہا کہ یہ بے چارے اپنے دل میں خدا معلوم میری شخصیت کا کیا تصور لئے بیٹھے ہیں۔ پہلے تو میں نے ان کی گفتگو میں دخیل ہونا مناسب نہ سمجھا، لیکن میری تقریر کا مقررہ وقت قریب تھا، اس لئے مجبوراً میں نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میں نے غسل کرنا ہے، انہوں نے بڑی بیزاری سے جواب دیا کہ غسل کرنا ہے تو مسجد میں جاؤ۔ میں نے کہا بھائی میں بہت دور سے آیا ہوں، اور یہاں ناواقف واجنبی ہوں۔ آپ غسل خانہ تک میری راہنمائی فرمادیں، انہوں نے طنزاً مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا اوکاڑہ سے۔ اوکاڑہ کا نام سن کر وہ چونکے اور پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا محمد امین، پھر تو وہ اپنی گفتگو اور طرز عمل پر بہت پشیمان ہوئے اور معذرت کرنے لگے، اب میں نے آپ سے غسل کرنے ذکر کیا ہے تو مجھے وہ کل والا واقعہ یاد آ گیا۔ اس قسم کے متعدد واقعات مولانا مرحوم کو اکثر پیش آئے۔

مولانا مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جب ہم ان چک میں پہنچے تو کثیر تعداد میں علماء وطلباء وہاں موجود تھے اور ان کے کرب وبیقراری کو دیکھ کر ایک مقامی بزرگ نے اپنے تاثرات بایں الفاظ بیان کئے کہ اس شخص (مولانا مرحوم) نے ایک طویل عرصہ ہمارے ساتھ گاؤں میں گزارا، آدمی صاحب علم وپرہیزگار تھا لیکن اتنے علماء اس کے پیچھے ہوں گے یہ ہمارے وہم وگمان میں نہ تھا، اس کے مقام وعظمت کو تو ہم نے آج پہچانا ہے۔ جب کئی کئی دنوں اور ہفتوں کے بعد وہ اپنا کپڑے کا تھیلا کتابوں سے بھرا ہوا لے کر چک میں واپس آتا تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کہیں ٹیوشن وغیرہ پڑھاتا ہوگا۔ یہ تو ہمیں آج پتہ چلا کہ یہ کسی مدرسہ میں علماء کو پڑھاتا تھا۔ یعنی مولانا مرحوم کی سادگی وسفید پوشی نے انہیں اپنے گاؤں کے افراد کی نگاہوں سے بھی اوجھل رکھا۔

رحم دلی:

انسانی ناتوں کے حوالہ سے تو مولانا مرحوم کی رحم دلی کے بے شمار واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، لیکن گزشتہ دنوں مولانا جمیل الرحمان اختر نے مولانا مرحوم کی رحم دلی کا عجیب واقعہ سنایا، فرماتے ہیں کہ مولانا

حافظ محمد ارشد فاضل پوری (گوجرانوالہ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولانا مرحوم میرے پاس جلہن تحصیل حافظ آباد تشریف لائے، پروگرام کے بعد مولانا کو رخصت کرنے کے لئے ہم سٹاپ پر کھڑے تھے، کہ اچانک ایک ٹرک آیا اور ایک کتا اس کی سائیڈ لگنے سے زخمی ہوگیا، مولانا مرحوم بھاگتے ہوئے گئے اور کتے کو گود میں اٹھالیا، بھاگتے ہوئے قریبی ہوٹل پر گئے اور اس سے شیشہ کا گلاس لے کر اس کتے کو پانی پلایا۔ کتے کی حالت سنبھلی، تو اسے نیچے اتار دیا، اور گلاس پھینک کر اس کے پیسے اپنی گرہ سے ہوٹل والے کو دیئے۔ اس ایک واقعہ سے مولانا مرحوم کے رحم دلانہ احساسات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم نے خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ راہ
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

تحمل و بردباری:

مجھے متعدد مناظروں اور مباحثوں میں مولانا مرحوم کی رفاقت و معیت حاصل رہی۔ وہ اپنے فریق مخالف کو غصہ اور اشتعال دلانے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، لیکن خود غصہ اور اشتعال میں آنا ان سے بہت بعید تھا، میں نے انہیں کبھی بھی کسی اعتراض یا کسی سوال کے جواب پر مشتعل ہوتے نہیں دیکھا۔ سوال و اعتراض کو پورے تحمل کے ساتھ سننا اور مسکرا کر اسکا مدلل و مسکت جواب دینا ان کی فطرت میں شامل تھا۔ سائل اور معترض کی ذہنی نفسیات کو اس کے الفاظ و انداز سے فوراً بھانپ لینا۔ اور اسے اسی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق جواب دینا ان کے حسن تدبر کا ادنیٰ کرشمہ تھا، کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ معترض مولانا مرحوم کے دلائل کے سامنے بے بس ہو جانے کے بعد شخصی حملوں پر اتر آتا، یا دوران تقریر غلیظ گالیوں پر مشتمل رقعہ بازی شروع کر دیتا، لیکن مولانا مرحوم بڑے تحمل سے مسکرا کر فرماتے کہ مجھے گالیاں بے شک کچھ اور دے لو، لیکن میرے دلائل و سوالات کا جواب دیتے جاؤ۔ ایسے بے شمار افراد ہمارے مشاہدہ میں ہیں جو صرف مولانا مرحوم کے تحمل سے متاثر ہو کر گمراہی ترک کر کے راہ راست پر آگئے۔

قوت حافظہ:

مولانا مرحوم کو خدا تعالیٰ نے حافظہ بھی بلا کا دیا تھا، ہزاروں احادیث کے الفاظ، ان کے متفرق طرق اور ان کی مختلف سندیں ان کو ازبر تھیں، متعدد بار ایسا ہوا کہ کسی حدیث کے حوالہ سے کوئی اعتراض و سوال سامنے آیا تو مولانا مرحوم نے اس حدیث کے الفاظ، اس کے طرق، اس کے رواۃ، اور اس کے بارہ میں آثار و اقوال پر اس طرح بحث کی جیسے حدیث، اسماء الرجال، اور شروح حدیث کی تمام کتب بیک وقت ان کے سامنے کھلی پڑی

ہوں۔حتیٰ کہ اکثر اوقات کسی حدیث، اثر یا قول کے بارہ میں سوال پر اس کے حوالہ جات و ماخذ کی لائن لگا دیتے۔ ان کی کتب سے ایڈیشن کے حوالہ سے صفحہ تک کی نشاندہی فرما دیتے۔گزشتہ صدیوں میں تو ایسے حافظہ کے بے شمار حضرات کی خبر ملتی ہے، لیکن ماضی قریب میں اسلاف اہل سنت دیوبند کے اندر محدث کبیر حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کاشمیریؒ کا حافظہ ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔مولانا مرحوم کے خداداد حافظہ کو علامہ کشمیریؒ کے حافظہ کا نعم البدل تو قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ ان کا بدل بلا مبالغہ تھا۔

حاضر جوابی:

حاضر جوابی میں بھی مولانا مرحوم اپنا جواب آپ تھے، کوئی بڑے سے بڑا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ فی البدیہہ ایسا جواب دیتے کہ سائل و معترض ششدر رہ جاتا۔کم از کم میں نے انہیں کبھی کسی سوال و اعتراض پر پریشان یا فکر مند ہوتے نہیں دیکھا، اور نہ کبھی لاجواب ہوتے دیکھا اور پھر ان کا فی البدیہہ جواب اتنا جامع و مدلل ہوتا کہ متعصب و مکار معترض کے لئے بھی راہ فرار اختیار کرنے کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ اور خالی الذہن وغیرہ متعصب معترض اپنا اعتراض واپس لینے اور مولانا کے جوب کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتا۔

علمی گرفت:

مناظرہ اور مباحثہ کے دوران مولانا مرحوم کی علمی و استدلالی گرفت بہت مضبوط اور شدید ہوتی۔فریق مخالف کے لئے ہزار کوشش کے باوجود اس گرفت سے نکلنا ناممکن و محال ہوتا۔بحث آیات قرآنیہ سے متعلق ہوتی یا احادیث نبوی ﷺ سے، فقہی احکام سے متعلق ہوتی یا تاریخ واقعات سے مولانا مرحوم دلائل کے ساتھ فریق خالف کے موقف و نظریہ کے ایسے بخیئے ادھیڑتے کہ وہ اپنے ہی ستدلالات میں الجھ کر رہ جاتا، بلکہ بسا اوقات مولانا مرحوم اسے ایسی ڈھیل دیتے کہ اسے ہوش اس وقت آتا جب وہ مولانا کے دلائل کے جال میں پوری طرح پھنس چکا ہوتا۔مولانا کی اسی شدید گرفت کی وجہ سے کوئی مناظر دوسری بار مولانا کے سامنے آنے کی جسارت نہ کر سکا، گویا

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ ء خون نہ نکلا

علمی سخاوت:

حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے کسی نے ان کے بے مثال حافظہ کا سبب دریافت کیا، تو انہوں

نے فرمایا کہ میں استاد اور کتاب دونوں کا پورا ادب ملحوظ رکھتا ہوں۔ الحمد للہ ان میں سے کسی کی بے ادبی کا مرتکب نہیں ہوتا، میں کتاب کو اپنے لئے کبھی بھی تکلیف نہیں دیتا، بلکہ خود کتاب کے لئے تکلیف اٹھانا اپنے لئے سعادت جانتا ہوں، کتاب کے بالائی حاشیہ کا مطالعہ کرنے کے لئے میں کتاب کو اپنی طرف نہیں پھیرتا۔ بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جانب جا کے کتاب کا وہ حاشیہ دیکھتا ہوں (اصحاب علم بخوبی جانتے ہیں کہ عربی وفارسی کی طرز قدیم پر مطبوعہ اکثر کتب کے متون کے گرد تین اطراف میں حاشیہ ہوتا ہے، بسا اوقات اس کا فوقانی حاشیہ بایں طرز ہوتا ہے کہ اسے پڑھنے اور دیکھنے کے لئے کتاب الٹنی پڑتی ہے۔ لیکن علامہ کاشمیریؒ کتاب الٹنے کی بجائے اس کے احترام میں خود اپنی جگہ سے اٹھ کر حاشیہ کو ملاحظہ کرنے کے لئے دوسری جانب چلے جاتے) میرے فہم ناقص کے مطابق مولانا اوکاڑویؒ (جو کہ بالواسطہ علامہ کاشمیریؒ ہی کے شاگرد تھے) کے وہبی علوم، علمی ترقی، ذہنی کشادگی، اور قوت حافظہ کا راز ان کی بے پناہ علمی سخاوت ہے، کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اشاعت علم کے معاملہ میں بخل سے کام نہیں لیا، بلکہ اپنے تلامذہ کو اپنے پاس موجود ہر قسم کے دلائل و براہین سے مسلح کر دیا، حتیٰ کہ انہیں اپنی نگرانی و سرپرستی میں مختلف فتنوں کے مقابل مناظروں پر بھیج کر انہیں باقاعدہ تیار کیا اور ان کی پوری حوصلہ افزائی و پذیرائی فرمائی۔

مولانا مرحوم کی حیثیت فکر و علم کے اعتبار سے استدلالی میدان میں ایک عظیم کارخانہ اور فیکٹری کی سی تھی۔ جہاں قرآن وسنت اور اجماع وتواتر کی روشنی میں اجتہادی طرز پر ایسے عظیم الشان عقلی ونقلی دلائل تیار ہوتے کہ ہر باطل ان کے سامنے لرزہ براندام نظر آتا، بلکہ چیچہ وطنی والوں نے تو اس بارود سے ایسے خطرناک میزائل تیار کر لئے جنہوں نے قصر غیر مقلدیت کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا، مولانا مرحوم مختلف فتنوں کے مقابلے میں دلائل کے اعتبار سے ایک اجتہادی شان رکھتے تھے، انہوں نے اپنے شاگردوں کو بعینہ اسی طرح تیار کیا، جس طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کو تیار کیا تھا، انہوں نے اپنے تلامذہ کو صرف اپنے تیار کردہ دلائل ہی فراہم نہیں کئے بلکہ انہیں فریق مخالف کی نفسیات کے مطابق انہی کے دلائل سے دلائل اخذ کرنے کا گر بھی سکھایا...... مولانا مرحوم کی علمی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ وہ اپنی ضروری یادداشت کے لئے لکھی گئی کاپیاں اور رجسٹر بھی مکمل طور پر فوٹو اسٹیٹ کے لئے اپنے شاگردوں کو دیدیتے، مولانا مرحوم کی اسی علمی سخاوت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کے بعض خود غرض اور بد طینت قسم کے شاگرد سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے مولانا کے خلاف چیلنج بازیوں پر اتر آئے، جن میں سرفہرست مولوی محمد یونس نعمانی ہے، جس نے فیصل آباد کے اندر مولانا مرحوم سے فن مناظرہ سیکھا، اور پھر مولانا کے خلاف مقابلہ میں نکل آیا، لیکن دنیا نے اس کی ذلت و رسوائی کا ایسا عبرت انگیز نظارہ دیکھا کہ میانوالی اور بھکر کے مناظروں میں اس کی شکست کے بعد اس کی جماعت نے بھی اسے دھتکار دیا۔

نہ گل اپنا، نہ خار اپنا، نہ ظالم باغباں اپنا
بنایا آہ کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا

وسیع المطالعہ:

مولانا مرحوم کو یہ خداداد کمال بھی حاصل تھا کہ برصغیر پاک ہند کے اندر موجود ہر فتنہ کے بارہ میں ان کا مطالعہ اس قدر وسیع و مکمل تھا کہ جس وقت بھی کسی فتنہ کے خلاف بات کرنے کی ضرورت پیش آئی تو مولانا مرحوم کو اس طرح تیار پایا، جیسے ابھی اس فتنہ کے بارہ میں مطالعہ سے فارغ ہوئے ہوں۔ مجھے نہیں یاد کہ کبھی کسی ہنگامی ضرورت کے تحت ایسی صورت پیش آئی ہو اور مولانا نے تیاری کے لئے مطالعہ کی مہلت مانگی ہو، بلکہ اکثر و بیشتر ایسے مواقع بھی آئے کہ مولانا مرحوم کے پاس بحث کے لئے زیر بحث مسئلہ کا بنیادی لٹریچر بھی موجود نہ تھا، لیکن پھر بھی الحمدللہ مولانا مرحوم نے اس مسئلہ کی ایسی مدلل وضاحت فرمائی کہ فریق مخالف لاجواب ہو کر رہ گیا، اور بسا اوقات فریق مخالف کتابوں کا انبار لے کر اچانک حملہ آور ہو جاتا، لیکن مولانا مرحوم انہیں کی لائی ہوئی کتب سے ان کو ہاتھ لگائے بغیر اس طرح ان پر گرفت فرماتے کہ فریق مخالف مبہوت ہو کر رہ جاتا، عام طور پر ہمارے ہاں کے علماء مخصوص موضوع کے مطالعہ تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں، لیکن مولانا مرحوم کو اگر کسی نے عیسائیت کے خلاف لیکچر کے لئے بلایا تو آپ نے اس کا حق ادا کیا، اگر قادیانیت کے خلاف بلایا تو اس کے تار و پود کھول کر رکھ دیئے رافضیت و خارجیت کے خلاف دعوت دی تو اس کے مخفی گوشے اجاگر کر کے رکھدیئے۔ منکرین حدیث کے مقابلہ میں طلب کیا تو ان کی پوری طرح نقاب کشائی کر دی، غرضیکہ ہر فتنہ اور موضوع پر ان کا مطالعہ اس قدر مکمل تھا کہ تمام اہل حق ان کے مطالعہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ شعبان و رمضان کی سالانہ چھٹیوں کے دوران ملک بھر کے مختلف مدارس و مکاتب کے اندر مختلف عنوانات پر علماء اور طلباء کو مناظرانہ تیاری کراتے۔

سریع المطالعہ:

وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ مولانا مرحوم سریع المطالعہ بھی تھے، اکثر و بیشتر وہ میرے پاس جب تشریف لاتے تو میرا ذاتی کتب خانہ ضرور دیکھا کرتے، اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے ذوق کی کتب علیحدہ کر کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے، مطالعہ کے دوران پوری توجہ سے گفتگو بھی فرماتے، میرے سوالات کے جوابات بھی دیتے۔ اس کے باوجود بہت تھوڑی دیر میں ان کتب کے مطالعہ سے فارغ بھی ہو جاتے، اس وقت میرا خیال یہی ہوتا کہ انہوں نے ان کتب پر سرسری نظر ڈالی ہے، لیکن جب بعد میں ان کتب پر میں ان کے حواشی و نشانات کا جائزہ لیتا تو پورے یقین کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا کہ ان کا مطالعہ ادھورا اور نامکمل ہرگز نہ تھا، اپنی ہر آمد پر وہ

کسی نئی کتاب کا سوال کرتے اور میں وہ کتب جو میرے ہاں پہلے سے ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہوتیں ان کے حوالہ کر دیتا اور وہ بڑے خوش ہو کر اس کے مطالعہ میں لگ جاتے۔

ایک دفعہ ایک بچہ چند کتابیں ردی سمجھ کر مسجد میں چھوڑ گیا، میں نے وہ کتابیں اٹھائیں تو ان میں مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اولین کے علاوہ غیر مقلدین کی چند نایاب کتب بھی تھیں، جن میں خاص طور پر مولانا حسین احمد بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۱۰ بھی شامل تھی، اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا مرحوم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے وہ کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ مولانا بہت خوش ہوئے، اور تھوڑی دیر میں ہی انہوں نے ان کا مطالعہ فرمالیا، بٹالوی صاحب کے مذکورہ رسالہ میں جماعت اہل حدیث کی طرف سے حکومت برطانیہ کو وفاداری کا بھرپور یقین دلایا گیا ہے، اور ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقع پر جماعت اہل حدیث کی طرف سے جو ایڈریس پیش کیا گیا، اس میں صاف طور پر اعلان کیا گیا کہ:

> ''ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تا دیر حضور والا کا نگہبان رہے، تا کہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔''

بٹالوی صاحب کے مذکورہ رسالہ میں اس ایڈریس کو قرآن وحدیث کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ:

> ''آزادی مذہبی جو اس سلطنت میں مسلمانوں کو حاصل ہے وہ بجائے خود ایک مستقل دلیل وجواز مسرت ہے، اس آزادی مذہبی کے نظر سے مسلمانوں کو اس حکومت پر اسی قدر مسرت لازم ہے، جس قدر ان کو اپنے مذہب کی مسرت ومحبت ہے، خصوصاً گروہ اہل حدیث کو جن کو بجز اس سلطنت کے اور کہیں ایسی آزادی حاصل نہیں ہے۔ (ص ۱۴)

یعنی ایک طرف مجاہدین حریت جہاد میں مصروف تھے اور دوسری طرف غیر مقلدین اقتدار برطانیہ کے ساتھ وفاداری کی پینگیں بڑھا رہے تھے۔ اور صرف اس لئے کہ دنیا کی یہ واحد گورنمنٹ تھی جہاں غیر مقلدین کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ باقی کسی جگہ انہیں یہ آزادی نصیب نہ تھی، نہ مکہ میں اور نہ مدینہ میں، بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مولانا مرحوم انتہائی سریع المطالعہ تھے۔ مشہور غیر مقلد عالم مولوی ابو عبداللہ غلام علی قصوری نے ۱۲۹۸ھ میں **تحقیق الکلام فی مسئلۃ البیعۃ والالہام** کے نام سے چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس میں بیعت والہام کی حقیقت وشرعی حیثیت سے انکار کیا گیا۔ اس کے دو سال بعد ۱۳۰۰ھ میں ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار غزنوی نے مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی تائید وتصدیق

سے تقریباً پونے دوسو صفحات پر مشتمل ایک کتاب "اثبات الالھام و البیعة بادلة الکتاب و السنة" کے نام سے اس کے جواب میں لکھی۔ مولانا مرحوم نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ بھی میرے پاس کیا۔

زود نویس:

مولانا مرحوم زود نویسی کا کمال بھی بدرجہ اتم رکھتے تھے۔ ان کی تحریرات (جو ان کے مضامین و مقالات کی صورت میں مجموعہ رسائل اور تجلیات صفدر کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔ یا ان کے غیر مطبوعہ رجسٹروں اور کاپیوں میں مرتبہ مضامین و غیر مرتبہ حوالہ جات کی صورت میں موجود ہیں۔ یا ان کے انمول حواشی جو سینکڑوں کتب کے اندر پھیلے ہوئے ہیں، یا ان کے خطوط و مکاتیب جو اندرون و بیرون ملک کے ان گنت مقامات پر بکھرے ہوئے ہیں) کو اگر ان کی تدریسی، تبلیغی، اور سفری مصروفیات کے آئینہ میں دیکھا جائے تو یقین نہیں آتا کہ یہ واقعی ان کی تحریرات ہیں۔ لیکن ان تحریرات کے ایک ایک لفظ کا طرز و استدلال پکار پکار کر اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ میں مولانا مرحوم کے دست و قلم کا مرہون منت ہوں۔ کاش مولانا مرحوم کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب ذوق و استعداد ان کے جمع شدہ حوالہ جات پر محنت کر کے انہیں ترتیب کے زیور سے آراستہ کر کے عوام کے افادہ کے لئے تیار کر سکے۔ تو یہ اس کا مسلک حق پر انتہائی احسان ہوگا۔

تیری عنایتوں کا مجھے اعتراف ہے
مجھ کو مری حیات کا مقصد بتا دیا

اخلاص وللّٰہیت:

مولانا مرحوم کی شخصی خوبیوں میں سے ایک بے مثال خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے اکابر و اسلاف کے تقویٰ کا ایک مکمل اور جامع نمونہ تھے۔ اور انہیں دیکھ کر بلا مبالغہ اسلاف کی للّٰہیت کا عینی اعتقاد حاصل ہوتا تھا، ان کی پوری زندگی کے نشیب و فراز خلوص وللّٰہیت سے مزین تھے۔ اور ان کی مسلکی و علمی، دعوتی و تبلیغی، اصلاحی و تنقیدی ہر قسم کی خدمات خلوص وللّٰہیت پر مبنی تھیں۔ انہوں نے اپنی خدمات کو کبھی بھی مالی مفادات، شخصی اغراض، سیاسی شہرت یا تنقید برائے تنقید کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ انہیں دینی و اخلاقی فریضہ کی حیثیت سے نبھایا۔ وہ رسمی پروٹوکول جیسے رواتی تکلفات سے بالکل بے نیاز تھے، وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود کسی قسم کی وی آئی پی مراعات کے روادار نہ تھے۔ انہوں نے کھانے، پینے، بیٹھنے، سونے اور دیگر ضروریات کے جملہ معاملات میں ہمیشہ میزبان کی سہولت کو پیش نظر رکھا اور کبھی بھی میزبان کو اپنے لئے کسی معاملہ میں تکلیف نہ دی۔ ایک دفعہ ایک پروگرام کے سلسلہ میں چکوال تشریف لائے تو رات دیر سے پہنچے (ان دنوں وہ کراچی میں قیام پذیر تھے) دفتر کے تمام ذمہ

دار حضرات سو رہے تھے، مولانا مرحوم کسی کو جگائے بغیر مسجد میں چلے گئے، اور بغیر بستر کے ہی مسجد کے صحن میں سو گئے۔ اتفاقاً میں بھی اسی پروگرام کے سلسلہ میں رات کو وہیں تھا، صبح مجھے پتہ چلا تو مجھے انتہائی افسوس ہوا۔ میں نے کہا آپ نے دفتر میں سے کسی کو جگایا کیوں نہیں؟ حسب عادت مسکرا کر کمال بے نیازی سے فرمایا کہ رات تھوڑی سی باقی تھی (تقریباً چار گھنٹے) موسم معتدل تھا، بستر کی کوئی ایسی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے میں نے کسی کی نیند کو خراب کرنا مناسب نہ سمجھا۔

مسلک کے لئے جس حد تک ممکن ہوسکتا مولانا مرحوم ہر کسی کی معاونت ورہنمائی فرماتے، اپنی جیب سے خرچ کر کے مسلک کے تحفظ اور اپنے ہم مسلک حضرات کی نصرت واعانت کے لئے پہنچتے۔ کبھی انہوں نے کسی جگہ سے کرایہ نہ ملنے کی شکایت نہ کی۔ انہوں نے کبھی بھی دینی وتبلیغی امور میں اپنی خواہش نفس کو دخل انداز نہیں ہونے دیا۔ حتیٰ کہ مناظروں اور مباحثوں کے اندر بھی انہوں نے ہمیشہ نفس مسئلہ کو ہی دلائل وبراہین کے ساتھ واضح وآشکار کرنے کی کوشش کی۔ کبھی اپنی شخصیت وحیثیت کو اجاگر ونمایاں کرنے یا فریق مخالف کی تضحیک وتنقیص کرنے کی بے جا کوشش نہیں کی اور نہ کبھی مناظرہ کو فتح وشکست کا مقصد وذریعہ بنایا۔ بلکہ ہمیشہ زیر بحث موضوع کو دلائل سے مبرہن کرنے کی طرف ہی توجہ دی۔ ملک کے ایک معروف اسکالر سے کسی آدمی نے اپنے ایک معروف مناظر ومفکر کے طرز مناظرہ اور مولانا مرحوم کے طرز مناظرہ کے درمیان فرق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ مشہور مناظر، مناظرہ کے اندر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے، جب کہ مولانا اوکاڑویؒ اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہی ان کے خلوص وللّٰہیت کی بیّن دلیل ہے۔

حسن اخلاق:

یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ نفرت وعداوت کے خاتمہ اور الفت ومحبت کی اشاعت کے لئے حسن اخلاق ایک اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور یہی وہ تلوار ہے جو دشمن کی بجائے دشمنی کا گلا کاٹ کر معاشرہ کے اندر مستقل اجتماعی حیات کا سامان فراہم کرتی ہے۔ اور یہی چیز انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس میدان میں بھی مولانا مرحوم ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ اور ان کا اخلاق ہم جیسے ناکاروں کے لئے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک بھر کے اندر مولانا مرحوم کے ہزاروں شاگرد موجود ہیں، ایک طویل عرصہ تک میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ مولانا کا جو تعلق وشفقت مجھے حاصل ہے وہ کسی اور کو میسر نہیں۔ لیکن ان کے دیگر تلامذہ سے جوں جوں ربط بڑھتا گیا ہر ایک کو ایسی ہی خوش فہمی میں مبتلا پایا۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ مولانا مرحوم کا جو تعلق میرے ساتھ ہے دوسرے اس سے محروم ہیں۔ میں دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ہر شاگرد اپنے دعویٰ میں سچا تھا۔ کیونکہ مولانا

مرحوم کا اپنے ہر شاگرد کے ساتھ سلوک انتہائی مشفقانہ اور طرز انتہائی بے تکلفانہ تھا۔ وہ اپنے شاگردوں کو صرف مسلکی جذبہ وعمل کی کسوٹی پر پرکھتے۔ اور اسی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک روا رکھتے۔ چونکہ اپنے اپنے مقام پر ہر شاگرد مسلک کے لئے ایک ہمدردانہ جذبہ وعمل رکھتا تھا، اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کے لئے سرگرم عمل تھا، اس لئے اس کے ساتھ مولانا مرحوم کا سلوک ورویہ بھی انتہائی مشفقانہ وسرپرستانہ تھا، لہٰذا اس رویہ کی بنا پر اس کا کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اور پھر مولانا مرحوم کے حسن اخلاق اور خوبی کردار کی اپنے تو اپنے، غیر بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

اکابر پر اعتماد:

مولانا مرحوم کی مذکورہ خوبیاں اور کمالات اپنے مقام پر نا قابل فراموش ہیں، لیکن میرے ناقص علم وفہم کے مطابق ان کا سب سے بڑا کمال ان کی وہ نظریاتی استقامت ہے، جس پر قائم رہنے کے لئے مضبوط حوصلہ اور غیر متزلزل یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر ذی شعور اس حقیقت سے آشنا ہے کہ مخالفت اور مناظرہ کے میدان میں اترنے والے کسی بھی شخص کے لئے راہ اعتدال اور متواتر نظریہ پر قائم رہنا بڑا دشوار ہوتا ہے، کہیں نہ کہیں انسان راہ اعتدال سے ہٹ ہی جاتا ہے۔ مثلاً رافضیت کی تبرائی تحریک نے جب اصحاب ثلاثہؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو اپنی تبرابازی کا نشانہ بنالیا تو ردِعمل میں خارجیت نے حضرت علیؓ حضرات حسنینؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے خلاف اپنی سب وشتم کی توپوں کے دھانے کھول دیئے۔ اور اہل سنت وجماعت کو ان دونوں محاذوں پر اپنے مسلک اعتدال کا تحفظ ودفاع کرنا پڑا۔

بریلویت نے جب اپنے عقیدہ حاضر وناضر کی بنیاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے اور ہر جگہ صلوٰۃ وسلام سننے کا نظریہ ایجاد کیا تو ردِعمل میں مماتیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی حیات اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ اور اہل سنت وجماعت کو اپنے متواتر مسلک اعتدال کے تحفظ کے لئے ان دونوں فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

عیسائیت نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بے پدر کی بناء پر ان کو خدا کا بیٹا قرار دیدیا، تو ردِعمل کے طور پر سرسید احمد خان وغیرہ حضرات نے سرے سے ان کی ولادت بے پدر کے قرآنی وحدیثی نظریہ سے ہی انکار کر دیا، اور اہل سنت وجماعت کو ان دونوں فتنوں کے خلاف میدان میں اترنا پڑا۔

غیر مقلدیت نے جب ائمہ مجتہدینؒ کی تعلیمات کو مسترد کر کے ان کی تقلید کو شرک وبدعت قرار دیدیا تو اس کے ردِعمل میں منکرین حدیث نے ائمہ محدثینؒ کی تمام کاوشوں کو عجمی سازش قرار دے کر ان کی جمع شدہ

احادیث کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اہل سنت و جماعت کو دونوں کے خلاف سرگرم ہونا پڑا۔ غرضیکہ اختلاف ومناظرہ کے دوران راہ اعتدال پر قائم رہنا جتنا ضروری ہے اتنا دشوار بھی ہے۔ لیکن مولانا مرحوم تمام فتنوں کے خلاف قلمی ولسانی جنگ میں اہل سنت و جماعت کے متواتر ومتوارث مسلک اعتدال پر پوری طرح قائم رہے، اور اس کے لئے انہیں اسلاف دیوبند کی تحقیقات پر بھرپور اعتماد تھا۔ مسئلہ احکامات قرآنیہ سے متعلق ہو یا احادیث نبویہ ﷺ سے، اس کا ماخذ فقہ ہو یا تاریخ وہ اس میں اپنے اکابر کی تحقیقات وتعلیمات کو ہی حرف آخر جانتے تھے۔ اور ان سے سرموانحرف وانکار کے روادار نہ تھے۔ بدقسمتی سے دیوبندیت کے اندر بعض ایسے فتنے پیدا ہو گئے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی ودینی خدمات بے پناہ ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر ان کی اجتماعی تحقیق نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ مثلاً منکرین حیات الانبیاءؑ کا دعویٰ ہے کہ باقی تمام مسائل میں اکابر دیوبند کی تحقیقات قابل اعتماد وقابل تقلید ہیں لیکن عقیدہ حیات الانبیاءؑ عندالقبر سماع انبیاءؑ مسئلہ توسل، سماع موتی ، اور عذاب وثواب قبر وغیرہ مسائل میں انہوں نے قرآن فہمی اور حدیث فہمی کے معاملہ میں اجتماعی لغزش کا ارتکاب کیا ہے۔ حامیان یزید کا دعویٰ ہے کہ قرآنی، حدیثی اور فقہی تعلیمات میں تو اسلاف دیوبند کی تحقیقات بالکل بے غبار اور ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ لیکن تاریخ میں ان کا مطالعہ ناقص وکمزور ہونے کی بناء پر وہ تاریخی واقعات کی تحقیق میں بعض مقامات پر اجتماعی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مولانا مرحوم اس قسم کے تمام فتنوں کے لئے ایک برہنہ شمشیر تھے۔ اور مسلک دیوبند کا تحفظ ودفاع اپنے لئے فرض خیال کرتے تھے۔ وہ جہاں اسلاف دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد کرتے تھے وہاں ان تحقیقات کی ترجمانی کے لئے امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ اور قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ اور اپنے تمام شاگردوں کو ان کی کتب ومضامین کے بار بار مطالعہ کی تاکید کرتے تھے۔

ہر نظر بس اپنی اپنی روشنی تک جا سکی
ہر کسی نے اپنے اپنے ظرف تک پایا مجھے

مولانا اوکاڑویؒ کے علوم کسبی نہیں وہبی ہیں! مولانا عبیداللہ انورؒ:

جن دنوں مولانا مرحوم میرے پاس ماہانہ پروگرام کے سلسلہ میں گوجرانوالہ تشریف لاتے تھے، ان دنوں جمعیۃ علماء اسلام دو حصوں میں تقسیم تھی، ایک حصہ کی قیادت حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے ہاتھ میں تھی، جب کہ دوسرے دھڑے کے لیڈر مولانا فضل الرحمٰن تھے۔ دونوں دھڑوں کے درمیان حصول قیادت کی کشمکش عروج پر تھی، اسی اختلاف کے حوالہ سے مولانا عبیداللہ انورؒ نے ملک بھر کے

علماء سے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، چونکہ ان دنوں میرا تعلق بھی جمعیۃ کے درخواستی گروپ کے ساتھ تھا۔ اس لئے حضرت انورؒ نے برادر مکرم مولانا زاہد الراشدی کے ذریعہ مجھے پیغام بھیجا کہ گوجرانوالہ کے آئندہ تربیتی پروگرام پر مولانا اوکاڑویؒ کو لے کر میرے پاس آؤ۔ اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھانا ہے۔

میں اگلے ماہ حسب حکم مولانا مرحوم کو ساتھ لے کر حضرت انورؒ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا۔ نماز عشاء ہم نے جامع مسجد شیرانوالہ میں ادا کی۔ نماز کے بعد حضرت انورؒ کے حکم پر مولانا مرحوم نے مسئلہ تقلید اور مقام امام اعظم ابوحنیفہؒ پر تقریباً ایک گھنٹہ درس دیا۔ اور اس کے بعد ہم مدرسہ قاسم العلوم اندرون شیرانوالہ گیٹ چلے گئے، جہاں حضرت انورؒ سے ملاقات کرنا تھی، ہم نے حضرت انورؒ کے ساتھ بیٹھ کر پرتکلف کھانا تناول کیا اور اس کے بعد دونوں بزرگوں کے درمیان حضرت امام لاہوریؒ کی شخصیت وخدمات کے حوالہ سے گفتگو کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ موسم سرما کی طویل راتیں، گفتگو کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔ اور سحری تک ان گنت عنوانات زیر بحث آچکے تھے، میں محفل کا تنہاء ولاشریک سامع کسی قسم کی تھکاوٹ وبیزاری محسوس کئے بغیر اس طویل گفتگو سے پوری طرح محظوظ ولطف اندوز ہوتا رہا، گفتگو کی طوالت میری توقع کے سراسر خلاف تھی، لیکن اس کی دلچسپیاں اسے روکنے اور ٹوکنے کی راہ میں حائل تھیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی سکول ڈیوٹی پر بہر حال پہنچنا تھا۔ تو میں نے حضرت انورؒ سے عرض کیا کہ انہوں نے اپنی ڈیوٹی پر بھی حاضری دینی ہے۔ حضرت انورؒ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں صاحبزدگان (میاں محمد اجمل قادری اور ڈاکٹر میاں محمد اکمل) کو بلایا، اور انہیں گاڑی پر ہمیں بس اسٹینڈ تک چھوڑنے کا حکم دیا، ہم باہر نکلے تو حضرت انورؒ نے مجھے روک کر فرمایا، اس شخص کی قدر کرو، اس کے علوم کسبی نہیں وہبی ہیں۔ بلکہ انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ اس رات کی گفتگو ریکارڈ نہیں کراسکا۔ ہم وہاں سے تو رخصت ہوئے، لیکن حضرت انورؒ کے آخری ریمارکس میرے قلب پر نقش ہوکر رہ گئے، اور اس کے بعد تو میں ان کی واقعاتی حیثیت کا مشاہدہ متعدد بار کر چکا ہوں۔

ابر، شفق، مہتاب، ستارے، بجلی، نغمے، شبنم، پھول
اس دامن میں کیا کیا ہے ہاتھ وہ دامن آئے تو

خواب میں زیارت نبوی ﷺ:

عمل وتحقیق کے حوالہ سے پہروں بے تکان ومسلسل بولنے والے مولانا مرحوم، اپنی ذات وشخصیت کے حوالہ سے ہمیشہ خاموش رہے۔ جب بھی ان سے ان کی ذات وشخصیت سے متعلق سوال کیا گیا وہ بڑے ڈرامائی وحکیمانہ انداز سے ٹال گئے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات ان سے اس موضوع پر کچھ کہلوانے کے لئے ہمیں بھی اپنے

فن آزمانے پڑتے۔ لیکن اکثر و بیشتر مولانا مرحوم کے حسن تدبر کے سامنے وہ بھی بے جان ثابت ہوتے۔ ایک دفعہ مولانا مرحوم حسب پروگرام تشریف لائے تو انتہائی خوشگوار موڈ میں تھے، میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے دوران گفتگو سوال کر دیا کہ کیا خواب میں کبھی آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی؟ میرے اس اچانک اور غیر متوقع سوال پر مولانا کے چہرے کی مسکراہٹ یکلخت بجھ گئی، اور انہوں نے حسب عادت موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ مولانا مرحوم کے عدم انکار کی بناء پر مجھے شبہ ہوا کہ میرا سوال بے فائدہ و بے مقصد نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے جواب لینے کا تہیہ کرلیا۔ اور اپنا سوال پھر دہرایا، وہ پھر ٹال گئے۔ نہ اقرار نہ انکار۔ بالآخر میری ضد اور شدید اصرار کے سامنے مولانا مرحوم ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے اور بادل نخواستہ فرمایا ہاں! میں نے خواب کی تفصیل دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماہیں اور اردگرد صحابہ کرامؓ بھی موجود ہیں۔ میں حاضر خدمت ہوا اور آپ ﷺ سے مصافحہ کیا۔ آپ ﷺ نے میرے ساتھ مصافحہ فرما کر میرا ہاتھ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔

وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ
کہاں میں، کہاں یہ مقام اللہ اللہ

دستِ صدیقیؓ کی حکمت:

میں نے اپنی جگہ اس بات پر مسلسل غور کیا کہ دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں مولانا مرحوم کا ہاتھ دست صدیقیؓ میں دینے کی حکمت کیا ہے؟ مولانا مرحوم کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مولانا مرحوم کے علمی و فکری کارنامے عہد صدیقیؓ کے واقعات سے بہت حد تک مطابقت رکھتے ہیں، اور یقیناً اسی دستِ صدیقیؓ کی برکات ہیں۔ رحلت پیغمبر ﷺ کے بعد خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبرؓ نے بیک وقت مختلف محاذوں پر جس طرح دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ بعینہ اسی طرح دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم نے بھی بیک وقت متعدد محاذوں پر عظمت اسلام کی جنگ لڑی۔ اور ان لڑائیوں کے اندر مولانا مرحوم کی جرأت واستقامت میں صدیق اکبرؓ کی جرأت واستقامت کا مکمل پرتو نظر آتا ہے۔ جن محاذوں پر صدیق اکبرؓ نے جنگ لڑی۔ انہی محاذوں کے لئے خداتعالیٰ نے مولانا مرحوم کو منتخب فرمایا۔ فرق صرف اتنا تھا صدیق اکبرؓ نے بحیثیت خلیفہ وحکمران جہاد بالسیف فرمایا، جب کہ مولانا مرحوم نے بحیثیت عالم ومحقق جہاد باللسان وبالقلم فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے عہد خلافت میں جن چار فکری محاذوں پر جنگ لڑی ان کا اجمالی تذکرہ کچھ یوں ہے:

پہلا محاذ: عیسائیت:

ان میں سے پہلا محاذ عیسائیت کا ہے۔آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں رومی عیسائیوں کے خلاف حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک لشکر ترتیب دیا، جو آپ کے سفر آخرت کی وجہ سے آپ کی تدفین تک مدینہ منورہ میں ہی رک گیا،حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بار خلافت اٹھانے کے بعد وہ لشکر فوراً روانہ کیا۔گویا آپ کا پہلا محاذ عیسائیت کے خلاف تھا۔ دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم کا بھی پہلا محاذ عیسائیت کے خلاف تھا، جیسا کہ اس کی تفصیل آئندہ سطور میں آ رہی ہیں۔

دوسرا محاذ: منکرین ختم نبوت:

صدیق اکبرؓ نے دوسرا محاذ ان قوتوں کے خلاف قائم کیا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ان میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور سجاد بنت حارث شامل تھے۔ صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف پوری جنگی قوت استعمال کی اور عقیدہ ءختم نبوت کا تحفظ کیا۔ دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم کا بھی دوسرا محاذ منکرین ختم نبوت یعنی قادیانیت کے خلاف تھا اس کی تفصیل بھی آئندہ اور اوراق میں آ رہی ہیں۔

تیسرا محاذ: تارکین زکوٰۃ:

صدیق اکبرؓ کا تیسرا محاذ منکرین زکوٰۃ کے خلاف تھا۔ یہ دراصل صرف انکار زکوٰۃ نہیں تھا، بلکہ یہ سنت کو ترک کر کے ڈائریکٹ قرآن فہمی کا فتنہ تھا۔ کیونکہ انکار زکوٰۃ کے لئے ان کا استدلال براہ راست قرآن سے تھا۔ چنانچہ ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن پاک نے خذمن اموالھم صدقة کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کریں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا تو حکم زکوٰۃ بھی منسوخ ہو گیا، لہٰذا ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ بلاواسطہ قرآن فہمی کی اس تحریک سے آنے والے وقت میں بے شمار مشکلات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے صدیق اکبرؓ نے فی الفور اس کا سدباب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس کے خلاف فوجی قوت استعمال کر کے اسے زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور کر دیا۔ عصر حاضر میں بھی جب سنت واجماع اور تواتر کو ترک کر کے ڈائریکٹ قرآن فہمی کے فتنے اٹھنے لگے تو دست صدیقیؓ کی برکات سے مولانا مرحوم ان کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ منکرین حدیث، منکرین حیات الانبیاءؑ وغیرہ ہم تمام فتنوں کی بنیاد یہی ڈائریکٹ قرآن فہمی کی فکر فاسد ہے۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھا محاذ: فتنہ ارتداد:

حضرت صدیق اکبرؓ کا چوتھا محاذ ان لوگوں کے خلاف تھا جنہوں نے دامن اسلام سے نکل کر ارتداد اختیار کرلیا۔ان مرتدین کے خلاف صدیق اکبرؓ نے پوری عسکری قوت استعمال کی، جب تک کہ وہ دامن اسلام میں واپس نہ لوٹ آئے۔دست صدیقیؓ کی برکت سے مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ باب ارتداد (یعنی ترک تقلید) بند کرنے میں صرف کیا۔اور اپنی تمام فکری و عملی توانائیاں بروئے کار لاکر اس کے آگے ایسے بند باندھ دیئے کہ لاکھوں مسلمانوں کا ایمان وایقان محفوظ ہوگیا۔اس کی تفصیل بھی آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمایئے۔

ہمیں سے رنگ گلستاں، ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں

علمی و تحقیقی خدمات

مولانا مرحوم علم کے حوالہ سے محدثانہ اور تحقیق کے میدان میں مجتہدانہ مقام رکھتے تھے۔خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے خزانہ قدرت سے وہ صلاحیتیں عطا فرمائیں جو عصر حاضر میں کسی فرد واحد کے اندر یکجا تلاش کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار یقیناً ہے۔وہ علم وتحقیق، فہم وفراست اور دلائل وبراہین کے ہتھیاروں سے اس طرح مسلح تھے کہ جو مخالف ایک بار مناظرہ میں سامنے آیا دوبارہ سامنے آنے کی جسارت نہ کرسکا۔انہوں نے کسی مناظرہ کے اندر کبھی بھی پیشہ ور مناظر کی طرح اپنے مناظرانہ اصول تبدیل نہیں کئے بلکہ مسلمہ اصولوں کے تحت ہی ہر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بلکہ اکثر وبیشتر فریق مخالف کے پیش کردہ اصولوں کے ذریعہ ہی اسے ساکت ولاجواب کردیا، یہی مولانا مرحوم کی کامیابی اور عظمت کا بنیادی راز تھا، اور اس کا اعتراف مولانا مرحوم کے بدترین مخالفین بھی کرتے ہیں۔

حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت:

مولانا مرحوم کی فکری وتحقیقی بنیاد تمام فتنوں کے مقابلہ میں صرف اور صرف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات تھے۔اور تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں سنی مذہب کی حقانیت وصداقت ثابت کرنے کے لئے ان کا طرز استدلال بھی انتہائی سادہ اور مؤثر تھا۔ وہ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی نبوی تعلیمات کے علاوہ عملی نمونہ کے طور پر جماعت صحابہؓ بھی دی ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے، اسی طرح نبوی تعلیمات کا عملی نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان کے بغیر سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا تصور ہی اُدھورا وناممکن ہے۔ اس اعتبار سے سنت

نبوی ﷺ کو جماعت صحابہؓ کے عملی نمونہ کے حوالہ سے ماننے والا گروہ ہی برحق ہوسکتا ہے۔ اور وہ صرف اہل سنت والجماعت کا گروہ ہے۔ کیونکہ صرف اسی کے کام میں سنت و جماعت کی محبت واشاعت آشکار ہے۔ اور اسی کے نام میں نبوی تعلیمات کے حوالہ سے لفظ سنت اور عمل صحابہؓ کے حوالہ سے لفظ جماعت شامل ہے۔ یعنی اہل سنت والجماعت، سنت نبوی ﷺ اور جماعت صحابہؓ والے ان کے علاوہ ہر گروہ جماعت صحابہؓ کو اعتقاداً یا عملاً نظر انداز کر کے بلاواسطہ صحابہؓ قرآن وسنت تک پہنچنے کی ناکام ومذموم کوشش کرنے والا ہے۔ مثلاً

روافض تو اپنے قدیم وجدید لٹریچر کے ذریعہ چند صحابہ کرامؓ کے سوا باقی تمام صحابہ کرامؓ کے ایمان و ایقان سے العیاذ باللہ تعالیٰ انکاری ہیں۔ لہٰذا وہ تو جماعت صحابہؓ کو بالاعتقاد نظر انداز کرنے والے ہیں۔ زمانہ قدیم میں معتزلہ، خوارج، جبریہ اور قدریہ وغیرہ تمام مذاہب باطلہ بھی بلاواسطہ صحابہؓ ڈائریکٹ قرآن فہمی کا اعتقاد رکھنے والے تھے۔ عصر حاضر میں منکرین حدیث کے تمام طبقات (نیچری، چکڑالوی، پرویزی، اور خاکساری وغیرہ) بھی قرآنی علوم تک بلاواسطہ صحابہؓ ڈائریکٹ رسائی کا جذبہ ویقین رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود کو اہل قرآن کہتے ہیں اہل قرآن و جماعت نہیں کہتے...... بعینہ اسی طرح عصر حاضر کے منکرین تقلید بھی جماعت صحابہؓ کے بغیر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اہل حدیث و جماعت نہیں کہتے...... اور یہی ان تمام گروہوں کے ناحق ہونے کی بین دلیل ہے۔

ہماری وضع داری ہے جو ہم خاموش ہیں ورنہ
یہ رہزن ہیں جنہیں ہم رہبر منزل سمجھتے ہیں

ہماری پوری نسبت:

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہم مسلک حضرات کی مناظرانہ اصولوں سے ناواقفیت اور سادگی کی وجہ سے بوقت مناظرہ مخالفین ان سے اپنی مرضی و پسند کی نسبت لکھوا کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً غیر مقلدین حضرات بوقت مناظرہ اپنی نسبت اہل حدیث لکھتے ہیں اور ہمارے نسبت حنفی یعنی اہل حدیث بمقابلہ حنفی، اور اس سے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ حنفی، حدیث کے مقابل ہے۔ اسی طرح بریلوی حضرات بوقت مناظرہ خود کو اہل سنت و جماعت لکھتے ہیں اور ہمیں دیوبندی اور اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندیت، مذہب اہل سنت و جماعت کے مقابل ہے۔ اس لئے ہمارے حضرات کو کسی بھی مناظرہ کے وقت مدمقابل کی حیثیت کے مطابق اپنی نسبت ملحوظ رکھنی چاہئے کیونکہ ہمارے مخالفین اکثر بوقت مناظرہ ہماری نسبت ادھوری بیان کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی وہ ہمیں صرف دیوبندی کی

نسبت سے پکارتے ہیں، اور کبھی صرف حنفی کی نسبت سے حالانکہ ہماری چار مستقل نسبتیں ہیں۔ مثلاً

(۱) توحید باری تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وختم نبوت، قرآن پاک کی صداقت اور دین اسلام کی حقانیت قبول کرنے کے اعتبار سے ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہماری نسبت ہے۔ اگر مناظرہ ومباحثہ میں ہمارے مقابل یہودی، عیسائی، سکھ، کیمونسٹ، ہندو، مجوسی، پارسی، ذکری، اور قادیانی وغیرہ میں سے کوئی آئے تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت مسلمان ہوگی، اور ہم اسلام کی نسبت سے ان کا مقابلہ کریں گے۔

(۲) اسلام کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کے مقابلہ میں ہم عقائد ونظریات کے حوالہ سے اصولی طور پر اہل سنت وجماعت ہیں۔ اگر کسی مناظرہ ومباحثہ میں ہمارے مقابل روافض، خوارج، معتزلہ، جبریہ، قدریہ، نیچریہ، منکرین حدیث یا منکرین تقلید وغیرہ فرقوں میں سے کوئی آئے تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت اہل سنت وجماعت کی ہوگی۔ اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔

(۳) اہل سنت وجماعت کے ہاں چونکہ دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ اس لئے ان اصولی دلائل پر متفق تمام طبقات اہل سنت وجماعت ہیں۔ ان کے درمیان پھر اگر کوئی اختلاف ہوگا تو وہ فروعی ہوگا۔ اور فروعی فقہی مسائل میں تقلید یا اختلاف کے حوالہ سے ہم حنفی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی مناظرہ ومباحثہ میں ہمارے مقابل مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ فقہی مذاہب میں سے کوئی ہوگا تو ہماری حیثیت ان کے مقابلہ میں حنفی ہوگی اور ہم ان سے اسی نسبت کے حوالہ سے بحث کریں گے۔

(۴) برصغیر پاک ہند کے اندر سنی، حنفی نظریات کی ترویج واشاعت کے حوالہ سے ہم دیوبندی ہیں۔ اگر کسی مناظرہ ومباحثہ کے دوران ہمارا تقابل فرقہ بریلویت یا فرقہ مماتیت کے ساتھ ہوگا تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت دیوبندی کی ہوگی، اور اسی نسبت سے ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ مذکورہ دونوں مکاتب فکر (بریلوی و مماتی) اہل سنت وجماعت اور حنفیت کے ساتھ اپنی زبانی نسبتیں برقرار رکھنے کے مدعی ہیں۔ اگرچہ ان نسبتوں کے بنیادی اصول ونظریات سے وہ منحرف ہیں۔

گویا ہر محاذ پر فریق مخالف کی حیثیت کے مطابق ہماری حیثیت ونسبت جدا ہے۔ اور اسی نسبت وحیثیت کے مطابق مناظرہ کرنا ہی اصول مناظرہ کا تقاضا ہے۔۔۔ اس اصولی اور ضروری بحث کے بعد آیئے اب ہم ان فتنوں کا سرسری جائزہ لے لیں، جن کے مقابلہ میں مولانا مرحوم نے اہل حق کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر باطل فرقہ کو ذلت آمیز پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ کیونکہ

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

نظریاتی اختلاف:

عیسائیت ایک مسخ شدہ آسمانی مذہب ہے جس کی بنیادی صداقتیں ارباب کلیسا کے اغراض ومفادات کی نذر ہوکر جب مسیح عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئیں تو قرآن مقدس نے اس کی مخفی صداقتوں کو آشکارا کرنے کا بگل بجادیا۔ جب قرآن کے ذریعہ اس مذہب کی حقیقت پر سے کذب وافتراء اور تحریف وتغیر کے نقاب اترنے لگے تو ایک طرف شاہ حبشہ حضرت نجاشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسے مسیح عالم ودانشور اسلام کے دامن نجات سے وابستہ ہوگئے، اور دوسری طرف روم کی مسیحی سلطنت اسلام کے خلاف کھلے تصادم کے لئے پر تولنے لگی۔ اسلام اور عیسائیت کے درمیان اختلافات کے پہلے مرحلہ (۹ ہجری) میں نجران کے عیسائیوں نے قرآن کے چیلنج پر دعوت مباہلہ قبول کرنے کی بجائے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ دے کر پسپائی اختیار کرلی۔

عسکری تصادم:

جزیرۂ عرب کے اندر آباد عیسائیوں نے بظاہر تو جزیہ دے کر پسپائی اختیار کرلی، لیکن درپردہ وہ اسلام کی نظریاتی وفکر بالادستی کا راستہ روکنے کے لئے خفیہ سازشوں اور کوششوں میں مصروف رہے۔ عہد فاروقیؓ میں بیت المقدس سمیت جب رومی سلطنت کے جزیرۃ العرب اور اس سے متصل تمام علاقے فتح کرلئے گئے تو عیسائیت یورپ کی طرف سکڑتی چلی گئی۔ پھر پانچویں اور چھٹی صدی میں جب صلیبی جنگوں کا دوسوسالہ طویل سلسلہ شروع ہوا تو یورپ کی پوری مسیحت ایک طوفان کی طرح فلسطین پر امڈ آئی۔ ان سلسلہ وار لڑائیوں میں تاریخی روایات کے مطابق فریقین کے ساٹھ لاکھ سے زائد افراد قتل ہوئے لیکن سلطان الپ ارسلانؒ، سلطان ملک شاہ سلجوقیؒ، سلطان عمادالدین زنگیؒ، سلطان نورالدین زنگیؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے عیسائیت کی عسکری قوت کا ایسا شیرازہ بکھیرا کہ وہ صدیوں تک اپنے زخم چاٹتی رہی۔

صلیبی جنگوں کا انتقام:

عسکری میدان میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد مسیحی دانشوروں نے نئی حکمت عملی اختیار کرلی اور مسلمانوں کے خلاف عسکری محاذ قائم کرنے کے بجائے سیاسی ڈپلومیسی کا میدان تیار کرلیا۔ ایک طویل المیعاد پلاننگ کے تحت انہوں نے ایک طرف برصغیر سمیت جملہ خلیجی ممالک کو اپنا سیاسی غلام بنالیا۔ اندرونی سازشوں اور بیرونی حملوں کے ذریعہ ترکی کی عثمانی خلاف کا خاتمہ کردیا۔ مسلمانوں کو ایک منظم سازش کے تحت چھوٹی چھوٹی

ریاستوں میں بانٹ کر انہیں جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے بے نیاز کر دیا۔ مسلمانوں کے اندر مختلف قسم کے فتنے پیدا کر کے انہیں نظریاتی طور پر تقسیم میں مبتلا کر دیا......ان کے اندر معاشی اور اخلاقی جرائم کو فروغ دے کر ان کے کردار و عمل کو تباہ اور ان کی اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھ دیں۔ کلچر و ثقافت کے نام پر انہیں ذہنی وجسمانی عیاشی میں مبتلا کر دیا......اور دوسری طرف فلسطین کے اندر اسرائیل کے نام سے یہودی ریاست قائم کر کے عرب ممالک پر ایک ہوا کھڑا کر دیا...... اور یہ سب کچھ صلیبی جنگوں کے سیاسی انتقام کا حصہ ہے۔ خلیج کے اندر امریکی فوج کی مسلسل موجودگی......مشرقی تیمور کو انڈونیشیا کے وفاق سے الگ کر کے وہاں مسیحی حکومت کا قیام......کشمیر کے بارہ میں سلامتی کونسل کی قراردادوں کی مسلسل خلاف ورزی......اور افغانستان کے اندر طالبان حکومت کے خلاف اقتصادی پابندیاں......اس مسیحی انتقام کا بین اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مسیحی مشنریاں برصغیر میں:

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے دوران عیسائیت نے طاقت اور حکومت کے بل بوتے پر یورپ سے درآمد شدہ مسیحی مشنریوں کے ذریعہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے جب چیلنج بازیوں کا بازار گرم کر دیا تو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فاتح عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مہاجر مکی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا ابو منصور دہلویؒ جیسے اکابر نے مناظروں کے میدان میں اتر کر ان امپورٹڈ مشنریوں کو نہ صرف نظریاتی بلکہ علاقائی پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ حتیٰ کہ پادری فنڈر جیسا شاطر مسیح مناظر بھی ہندوستان چھوڑ کر بھاگ نکلنے پر بے بس ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا کیرانویؒ نے ترکی کی عثمانی خلافت کے سربراہ سلطان عبدالعزیزؒ کی خواہش پر عربی زبان کے اندر ''اظہار الحق'' کے نام سے عیسائیت کے خلاف ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی۔ جس کی اشاعت کے بعد یورپ کے پریس نے برملا طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اگر یہ کتاب مسلسل چھپتی رہی تو مستقبل میں مسیحی ترقی کے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ اس کتاب کے متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں اردو زبان میں اس کا ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے مطبوعہ ہے۔

مولانا اوکاڑویؒ مسیحیت کے خلاف میدان میں:

قیام پاکستان کے بعد مسیحی مشنریاں پھر حرکت میں آ گئیں۔ اور انہوں نے ایک طرف پورے ملک کے اندر نئی نسل کی برین واشنگ کے لئے پرائمری اور مڈل سطح کے تعلیمی ادارے قائم کر دیئے۔ مفلس و نادار طبقہ کی ذہن سازی کے لئے فری ڈسپنسریاں اور ہسپتال بنا دیئے اور دوسری طرف تقریر و تحریر کے ذریعہ مسیحی نظریات کی یلغار کر دی۔ اس وقت جو علماء عیسائیت کے خلاف میدان عمل میں اترے ان میں مولانا اوکاڑویؒ مرحوم سرفہرست

تھے۔انہوں نے عیسائیت کے خلاف باقاعدہ مناظرے کیے،ان میں سے ایک مناظرہ شاہدرہ (لاہور) میں ہوا، جو تحریف انجیل کے موضوع پر تھا۔اور عیسائی مناظر نے اس میں تحریف قرآن ثابت کرنے کی بھی ناکام کوشش کی۔مولانا مرحوم اکثر و بیشتر اپنے دروس میں اس مناظرہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔مناظروں کے علاوہ مولانا مرحوم نے مختلف رسائل و جرائد کے اندر مسیحی نظریات کے خلاف ایسے مدلل و مؤثر مضامین لکھے جو اصحاب علم وفہم کے ہاں بہت مقبول ہوئے۔مولانا مرحوم کے چک (۵۵،ٹو،ایل اوکاڑہ) میں مسیحی آبادی کی اکثریت ہے۔اس لئے وہاں کی مسلم نسل کے ایمان وایقان کے تحفظ کے لئے عیسائیت کا مطالعہ ومقابلہ ایک نظریاتی مجبوری بھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ عیسائیت کا ناقدانہ مطالعہ کیا،اور پھر اپنے مخصوص و دلنشین انداز میں عیسائیت کا رد شروع کیا۔اس موضوع پر ان کی وسعت مطالعہ اور ان کے طرز استدلال کی جامعیت کا اندازہ اسی سے بآسانی کیا جاسکتا ہے کہ خود ان کے مرشد اول حضرت امام لاہوریؒ جیسے صاحب کشف وبصیرت نے انہیں انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ جو انہوں نے دسمبر ۱۹۶۱ء میں تحریر فرمایا،اور اب ''تجلیات صفدر'' کے نام سے ان کے مطبوعہ رسائل کی جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔

انجیل برنباس کی برآمدگی:

آج تک عیسائیت کی دعوت وتعلیم کا تمام تر انحصار صرف اناجیل اربعہ (لوقا،متی،مرقس،اور یوحنا کی اناجیل)اور چند دیگر خطوط وصحف پر رہا ہے۔لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں عیسائی محققین کے ذریعہ مسیحی کتب خانوں سے انجیل برنباس کے نام سے ایک ایسی انجیل برآمد ہوئی جس نے مسیحی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔اور اس کی برآمدگی عیسائیت کے لئے کسی ''ایٹمی دھماکہ'' سے کم نہ تھی۔اس انجیل کا اطالوی زبان کا ایک نسخہ ۱۷۰۹ء میں جرمنی کی عیسائی گورنمنٹ کے مشیر پادری کریمر نے ایک عیسائی محقق کے ذاتی کتب خانہ سے برآمد کیا۔جو خفیہ طور پر مختلف ہاتھوں میں سفر کرتا ہوا ۱۷۳۸ء میں براعظم یورپ کی ایک مسیحی ریاست آسٹریا کے دارالحکومت ''ویانا'' کے شاہی کتب خانہ تک پہنچا۔لیکن اسے اس قدر خفیہ و پوشیدہ رکھا گیا کہ چند مخصوص افراد کے علاوہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی گئی۔

البتہ یہ حقیقت مسیحی دانشوروں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ تمام تر حفاظتی تدابیر کے باوجود اسے زیادہ دیر تک انسانی نظروں سے اوجھل رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔اس لئے انہوں نے پیش بندی کے طور پر اپنے محققین ومصنفین کے ذریعہ وسیع پیمانہ پر یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ مسلمانوں نے ایک جعلی انجیل تالیف کرلی ہے۔جو مروجہ اناجیل کی تعلیمات کے منافی ہے۔لیکن اس پروپیگنڈہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عیسائی محققین

نے اس انجیل کا نام منظر عام پر لانا ضروری خیال نہیں کیا۔ دراصل یہ پیش بندی اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ اگر کسی وقت یہ انجیل حفاظتی حد بندیاں توڑ کر عمومی ہاتھوں تک پہنچ جائے تو پہلے سے یہ ذہن سازی موجود ہو کہ یہ اصلی نہیں بلکہ جعلی ہے۔ اور اس کے بارہ میں انسانی ذہنوں کے اندر پہلے سے ہی شکوک وشبہات موجود ہوں، تاکہ اسے باسانی قبول نہ کیا جا سکے۔ مسیحی محققین کے یہ خطرات وخدشات حقیقت سے خالی بھی نہ تھے۔ چنانچہ ان کے خدشات کے عین مطابق اس انجیل کے اطالوی نسخہ کی برآمدگی کے دوسو سال بعد ایک انگریز محقق پادری لانسڈیل لاگ اور اس کی بیوی لارلاگ کسی طرح اس نسخہ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور ان دونوں نے مل کر ۱۹۰۷ء میں اس انجیل کا انگریزی ترجمہ شائع کر دیا۔ پھر اس انگریزی ترجمہ کے ایک سال بعد مصر کے ایک نامور عیسائی اسکالر ڈاکٹر خلیل سعادت نے اس کا عربی ترجمہ شائع کیا، اور اس کے دو سال بعد ۱۹۱۰ء میں مولوی عبدالحکیم انصاری نے اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا۔ اس طرح مختلف زبانوں میں اس کی اشاعت ہوتی چلی گئی۔

انجیل برنباس کی گمشدگی:

اس انجیل کی مسلسل اشاعت اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم نے مسیحی دنیا کو بے حد پریشان کر دیا، اور ان کی طرف یہ پروپیگنڈہ شدت اختیار کرتا چلا گیا کہ یہ انجیل جعلی اور مسلمانوں کی گھڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کے عربی ترجمہ کے مقدمہ میں مسیحی محقق ڈاکٹر سعات اس انجیل کا پس منظر کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ پوپ گلاسیس اول نے پاپائے اعظم بننے کے بعد ۴۹۲ عیسوی میں جن کتب کے مطالعہ پر پابندی لگا کر انہیں ممنوع قرار دیا، ان میں ایک انجیل برنباس بھی تھی۔

گویا ڈاکٹر سعادت کی تحقیق کے مطابق اسلامی عہد سے قبل مسیحیت کے ابتدائی دور میں برنباس کی انجیل کا باقاعدہ وجود ثابت ہے۔ جو پانچویں صدی عیسوی کے آخر تک موجود رہی، پھر ارباب کلیسا نے اس پر پابندی عائد کی، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۵۷۱ھ میں ہوئی۔ یعنی اس انجیل پر ارباب کلیسا کی طرف سے پابندی آپ ﷺ کی ولادت سے تقریباً اسی سال پہلے لگی۔ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پابندی لگنے کے بعد اس انجیل کے اکثر نسخے ضائع کر دیئے گئے، لیکن کسی صاحب ذوق نے اس کا ایک نسخہ اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ جو قرن در قرن چلتا ہوا ویانا کے سرکاری کتب خانہ تک پہنچا۔

مسیحی دانشوروں کے اس اعتراض کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس انجیل کی برآمدگی سے لے کر اشاعت تک کسی مرحلہ میں بھی مسلمان کا نام نہیں ملتا۔ نہ یہ نسخہ کسی مسلمان سے برآمد ہوا اور نہ کسی مسلمان نے برآمد کیا۔ بلکہ اس کا پہلا اطالوی نسخہ ایک مسیحی کتب خانہ سے برآمد ہوا۔ مسیحی گورنمنٹ کے مشیر اور عیسائیت کے

مذہبی راہنما پادری کریمر نے برآمد کیا۔ مسیحی کتب خانہ میں محفوظ کرایا گیا۔ مسیحی محقق نے وہاں سے خفیہ طور پر برآمد کر کے اس کا انگلش ترجمہ شائع کیا۔ مصر کے ایک مسیحی اسکالر نے اسے عربی زبان میں منقول کیا۔ غرضیکہ اس انجیل کا یہ تاریخی سفر اور اس کی برآمدگی واشاعت کے سلسلہ وار تمام مراحل اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتے ہیں کہ عیسائی محققین کا اسے مسلمانوں کی طرف منسوب کرنا سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور پھر مسیحی دانشوروں کا یہ طرز عمل بذات خود بہت سے شکوک کو جنم دیتا ہے کہ اگر ان کے نزدیک یہ انجیل واقعی مسلمانوں کی ایجاد تھی تو ۱۷۰۹ء میں اس کی برآمدگی سے لے کر ۱۹۰۷ء میں اس کی اشاعت مسلسل دوسو سال اسے مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی انہیں آخر کیا ضرورت پیش آئی؟ اسے اسی وقت کیوں منظر عام پر نہ لایا گیا؟ تا کہ اس الزام کے اندر کوئی وزن پیدا ہو سکتا؟ لیکن مسیحی دانشوروں کا صدیوں تک اسے اپنی سرکاری تحویل وحفاظت میں خفیہ طور محفوظ رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا اعتراض بالکل بے جان و بے وزن ہے۔

مسیحی دانشوروں کا اعتراض اور بائیبل کی حقیقت:

مسیحی دانشوروں نے اس انجیل کو جھٹلانے کے لئے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ اس انجیل کی کوئی سند موجود نہیں، حالانکہ مسیحی لٹریچر کے بارہ میں سطحی معلومات رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ مسیحیت کے ہاں سند جیسی جنس نایاب کا تصور ہی محال ہے۔ کیونکہ اس کا تمام تر مذہبی لٹریچر بے سند ہے۔ مولانا مرحوم اپنی ایک غیر مطبوعہ نوٹ بک میں بائیبل کی حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''عربی زبان میں تحریرات کے مجموعہ کو کتاب کا نام دیا جاتا ہے۔ اور یونانی زبان میں اسے بائیبل کہتے ہیں۔ ہم یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہتے ہیں اور وہ خود کو اہل بائیبل قرار دیتے ہیں۔ ان کی بائیبل دو حصوں میں تقسیم ہے، ایک حصہ قدیم کے عنوان سے متعارف ہے، جس میں انتالیس صحیفے ہیں۔ اور انہیں یہودی اور عیسائی دونوں مانتے ہیں۔ دوسرے حصہ کو عہد جدید کا نام دیا جاتا ہے، جسے صرف عیسائی مانتے ہیں۔ اس میں ستائیس صحیفے ہیں۔ یہ عیسائیوں کے پروٹسنٹ فرقہ کی بائیبل ہے۔ جب کہ کاتھولک فرقہ کی بائیبل کا نام'' کلام مقدس'' ہے۔ اس میں چھ کتابیں زائد ہیں۔ بائیبل کیا ہے؟ مختلف لوگوں نے، مختلف زبانوں میں، مختلف علاقوں میں مختلف زبانوں میں، مختلف اشخاص کے بے سند ملفوظات لکھے۔ اور ان کو جمع کر کے بائیبل کا نام دیدیا۔ یعنی کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ نہ تو ان کے جامع کا نام معلوم ہے اور نہ مترجم کا۔''

یہ ہے بائیبل کی حقیقت، درحقیقت اصل انجیل کی گمشدگی پر خود مسیحی محققین بھی متفق ہیں۔ اور جو بائیبل موجود ہے اس کے لکھنے اور جمع کرنے والے لوگ بھی مجہول وغیر معروف ہیں۔ مولانا مرحوم نے انجیل برنباس

پر اپنے مقدمہ کے اندر بائیبل کی ان متعدد کتب کا ذکر فرمایا ہے، جن کی سند موجود نہیں۔ ان کے مصنفین کے نام وحالات تک انسانی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ حتیٰ کہ خود تورات کی کوئی متصل سند موجود نہیں۔ جب ان تمام کتب کو بلاسند بائیبل کے اندر جگہ دی جاسکتی ہے تو پھر انجیل برناس کے بلاسند ہونے کا اعتراض نا قابل فہم ہے۔

اسلام کا اعجاز:

عیسائیت کی الہامی کتب وصحائف بھی آج دنیا میں بے سند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متعدد نسخوں کے اندر باہمی مطابقت موجود نہیں۔ لیکن اسلام کو یہ اعجاز حاصل ہے کہ احادیث مبارکہ، اقوال صحابہؓ اور آثار سلف تک متصل سند کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کے نقل کرنے والے راویوں کے حالات زندگی تک محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شرق تا غرب قرآن پاک کے تمام نسخوں کے اندر مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ اگر کسی وقت دشمنان اسلام نے اس کے اندر تحریف لفظی کرنے کی مذموم کوشش کی تو وہ مسلمانوں نے اپنی تمام تر عملی کمزوریوں کے باوجود ناکام بنادی۔ احادیث وروایات سند وتواتر معنوی کے پیمانہ پر صحت وضعف کے حوالہ سے ممتاز ہیں۔ اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے، جس کی حفاظت منجانب اللہ ہو رہی ہے۔

ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب؟
ہاں اگر حرف غلط ہیں تو مٹادو ہم کو

انجیل برناس بمقابلہ اناجیل اربعہ:

مسیحی دانشوروں کے اعتراض کے جواب میں انجیل برناس کا دیگر اناجیل سے موازنہ بھی ناگزیر تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا مرحوم نے مروجہ بائیبل ہی کے حوالہ سے دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ عیسائیت کے ابتدائی دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے انجیل کے بڑے داعی ومبلغ صرف تین تھے۔

(۱) پہلا مبلغ پطرس تھا، جسے اس کی شرارتوں اور بری خصلتوں کی وجہ سے خود مسیح علیہ السلام نے شیطان قرار دیا، اور انجیل اسے اسی لئے مرتد تسلیم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی انجیل عیسائیوں کے ہاں نا قابل اعتماد ٹھہری، البتہ اس کے شاگرد مرقس کی انجیل بائیبل میں موجود ہے۔

(۲) انجیل کا دوسرا مبلغ پولوس تھا۔ جسے انجیل منافق، جھوٹا اور زبان دراز ثابت کرتی ہے۔ اسی لئے اس کی انجیل بھی قبول نہیں کی گئی۔ البتہ اس کے شاگرد لوقا کی انجیل بائیبل میں شامل ہے۔

(۳) انجیل کا تیسرا مبلغ برناس تھا۔ جس کی تعریف وتوصیف بائیبل کے متعدد مقامات پر موجود ہے۔ تعلیمات بائیبل کی روشنی میں اس کا اصلی نام یوسف تھا۔ لیکن مسیح علیہ السلام کے دیگر حواریوں نے اس کے تقویٰ

وطہارت کے پیش نظر اسے برنباس کا لقب دیا، جس کے معنی ہیں نصیحت کا فرزند۔

لیکن عیسائیت کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے اس پاکباز حواری کی انجیل کو اپنے نظریات فاسدہ کے تحفظ کے لئے انسانی نظروں سے اوجھل رکھنے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں۔

انجیل برنباس سے انکار کی وجہ:

ذہن میں یہ سوال یقیناً ابھرتا ہے کہ انجیل برنباس سے انکار میں عیسائیت کے آخرکون سے مفادات وابستہ ہیں؟ دراصل یہ انجیل عیسائیت کے صدیوں سے مروجہ ان نظریات کی بالکلیہ نفی کرتی ہے جنہیں قرآن بھی خلاف واقعہ قرار دیتا ہے، مثلاً:

(۱) عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتی ہے۔ جب کہ قرآن آپ ﷺ کے بارہ میں حضرت مسیحؑ کی بشارت **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** کے الفاظ سے نقل کرتا ہے۔ اور انجیل برنباس اس قرآنی شہادت کی تائید کرتی ہے۔ اور اس میں اسلام کا کلمہ توحید **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** صاف طور پر مذکور ہے۔

(۲) اسلام اور عیسائیت کے درمیان دوسرا معرکۃ الآراء اختلاف عیسائیت کا عقیدہ تثلیث ہے۔ وہ باپ، بیٹے، اور روح القدس تینوں کو الگ الگ خدا قرار دیکر ان کی وحدت کو توحید کا نام دیتی ہے۔ یعنی تثلیث کو توحید قرار دیتی ہے۔ جب کہ قرآن اس عقیدہ کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے۔ اور انجیل برنباس بھی اس مسیحی نظریہ کی تکذیب کرتی ہے۔

(۳) اسلام اور مسیحیت کے درمیان تیسرا بڑا اختلاف ابنیت مسیح علیہ السلام کا ہے۔ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر ان کے بارہ میں ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جب کہ اسلام اس عقیدہ کی نفی کرتا ہے، اور انجیل برنباس اسلام کی مؤید ہے۔

(۴) اسلام اور عیسائیت کے مابین چوتھا بنیادی اختلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا نہ ہونے کا ہے، عیسائیت انہیں مصلوب مانتی ہے۔ جب کہ اسلام اس نظریہ کی نفی کرتا ہے۔ اور انجیل برنباس بھی اس نظریہ کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔

(۵) اسلام اور عیسائیت کے درمیان پانچواں بڑا اختلاف ذبیح اللہ کے مسئلہ پر ہے۔ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کے جد امجد حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتی ہے۔ اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیتے ہیں، یہاں بھی انجیل برنباس اسلامی نظریہ کو مبنی برحق قرار دیتی ہے۔ یہی وہ اسباب وعلل ہیں، جن کی بناپر عیسائیت نے انجیل برنباس کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ

قرآن اور انجیل برنباس دونوں الہامی کتب نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے کافی حد تک مطابقت رکھتی ہیں۔

یہودی بھی بری ہو گئے:

یہ ایک مسلمہ تاریخ حقیقت ہے کہ عیسائیت نے ہر دور میں حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دینے کا مجرم یہودیوں کو ٹھرایا ہے۔ اسی حوالہ سے صلیب ان کا مذہبی شعار و نشان ہے، اور اسی پر ان کے نظریہ کفارہ کی بنیاد ہے۔ حتیٰ کہ اسی بناء پر عیسائیت اور یہودیت کے درمیان صدیوں تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا ہے۔ لیکن جب یورپ کے عیسائی اور دانشوروں نے فلسطین کے اندر اپنے زیر اثر اسرائیلی ریاست قائم کرنے کی خاطر یہودیوں کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تو گذشتہ صدی کے آغاز میں انہوں نے ''عالمی کیتھولک کانفرس'' عنوان سے ایک مسیحی عدالت قائم کی، جس میں ارباب کلیسا نے یہودیوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دینے کے الزام سے بری قرار دیدیا۔ یعنی اسلام دشمنی میں عیسائیوں نے اپنے نبی اور خدا کے بیٹے کا قتل بھی معاف کر دیا۔ گویا:

میری نگاہ شوق پہ اس درجہ سختیاں
اپنی نگاہ شوخ کی کوئی سزا نہیں

دوسرا محاذ غیر مقلدیت

اہل حق کی ترجمانی کے لئے مولانا مرحوم نے جو دوسرا محاذ منتخب کیا وہ فتنہ ''غیر مقلدیت'' کے خلاف تھا۔ چونکہ مولانا مرحوم تقریباً سترہ سال تک غیر مقلد رہ کر ترک تقلید کی خوفناک وادیوں میں زندگی گزار چکے تھے (اس کے بعد انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیرؒ صاحب اور حضرت مولانا عبدالحنانؒ صاحب کی مخلصانہ کاوشوں سے اہل سنت و جماعت حنفی مذہب اختیار کیا تھا، جس کی تفصیل وصراحت زیر نظر رسالہ کے بعض دیگر مضامین میں مذکور ہے) اس لئے وہ فرقہ غیر مقلدیت کی فطرت، اس کی نفسیات، اس کی نظریاتی پوزیشن، اور اس کی استدلالی حالت و کیفیت سے پوری طرح باخبر تھے۔ لہٰذا انہوں نے اہل سنت و جماعت کی فکری و اعتقادی بنیادوں پر غیر مقلدیت کا ایسا تعاقب کیا کہ وہ چیلنج بازیوں کا راستہ ترک کر کے گوشہ عافیت کی تلاش پر مجبور ہوگئی۔

ماضی قریب میں اس محاذ پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ، (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ (جن کے ساتھ مسئلہ تقلید پر مناظرہ کے بعد مولانا

ثناء اللہ امرتسریؒ غیر مقلد نے یہ عہد کیا تھا کہ میں آئندہ زندگی بھر مولانا وبیرؒ سے کبھی تقریری مناظرہ نہیں کروں گا)اور حضرت مولانا عبدالعزیزؒ خطیب جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ (جن کے ساتھ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مسلم شریف کی حدیث ابوموسیٰ اشعریؒ اذا کبر فکبر واذاقرء فانصتوا پرتحریری مناظرہ کیا، فریقین کی یہ تحریریں اخبار اہل حدیث امرتسر اور اخبار العدل گوجرانوالہ میں شائع ہوتی رہیں۔ فریقین کے متفقہ ثالث حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان تحریرات کی روشنی میں مولانا عبدالعزیزؒ کے حق میں فیصلہ دیا، مولانا امرتسریؒ کی اس عبرتناک شکست کی مکمل روداد کیفیت مناظرہ تحریری کے نام سے شائع ہوچکی ہے) جیسے اکابر خدمات سرانجام دے چکے تھے اور عصر حاضر میں اس محاذ پر تحریری میدان میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور تقریری میدان میں ترجمان اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس سے قبل غیر مقلدین حضرات فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، اور آمین بالجہر وغیرہ چند مسائل میں اپنے خانہ ساز مفہوم کے ساتھ فقہ حنفی کو حدیث رسول ﷺ کا مقابل بنا کر اہل سنت و جماعت کے خلاف انتہائی جارحانہ طرز اختیار کئے ہوئے تھے۔ لیکن مولانا مرحوم کی طرز جدید پر شدید عقلی و نقلی گرفت نے غیر مقلدیت کو جارحیت ترک کر کے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ الحمدللہ آج ملک بھر میں غیر مقلدین کی طرف سے چیلنج بازیوں، اور پمفلٹ سازیوں کا سلسلہ دم توڑ چکا ہے۔ اوران کے اندر مولانا مرحوم کے کسی ادنیٰ شاگرد کا سامنا کرنے کی ہمت بھی باقی نہیں رہی۔ مولانا مرحوم نے فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف جو خدمات سرانجام دیں، کم ازکم وہ میرے احاطہ تحریر سے باہر ہیں! ان میں سے چند خدمات کا بطور خاص تذکرہ افادہ عام کے لئے ضروری خیال کرتا ہوں۔

پہلی خدمت: غیر مقلدیت کی تاریخ:

اس سلسلہ میں مولانا مرحوم نے پہلی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدیت کی تاریخ سے قوم کو پوری طرح روشناس کرادیا۔ اس سے قبل غیر مقلدین یہ دھوکہ دیتے تھے کہ ہم عہد نبوی ﷺ سے موجود ہیں اور حنفیت چوتھی صدی کی پیداوار ہے۔ مولانا مرحوم نے ان کی اپنی کتاب سے یہ حقیقت بے نقاب کردی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل اس فرقہ کا کہیں وجود نہ تھا۔ بلکہ انگریز نے یہ فرقہ اپنی سیاسی ضرورت کے تحت پیدا کیا۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی ضرورت اتحاد بین المسلمین تھی، اور فرنگی سامراج کو اپنے سیاسی استحکام کے لئے افتراق بین المسلمین کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اس ضرورت کے تحت اس نے جو مہرے کھڑے کئے ان میں سرفہرست غیر مقلدیت ہے، اور بے شمار دلائل وشواہد اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نومولود فرقہ کی عمر ڈیڑھ صدی

سے متجاوز نہیں۔آیئے دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

دلیلِ اوّل: یہ ایک دوٹوک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک ہند کے اندر اسلام پہلی صدی ہجری میں داخل ہو چکا تھا۔اس وقت سے لے کر یہاں مسلمانوں نے عبادت کے لئے مساجد تعمیر کیں۔لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل پورے برصغیر کے اندر موجود ہزاروں مساجد میں سے غیر مقلدین کی ایک مسجد بھی ثابت نہیں۔

دلیلِ دوم: عقائد کے اعتبار سے ہر مذہب (اہل سنت و جماعت روافض،معتزلہ وغیرہ) اور فقہی مسلک کے اعتبار سے فقہی مکتب فکری کی کتب صدیوں سے موجود ہیں۔لیکن فرقہ غیر مقلدین کے عقائد ومسائل کی کسی کتاب کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل دستیاب نہیں۔

دلیل سوم: برصغیر کے اندر اسلام کی آمد کے بعد اس کی اشاعت کے حوالہ سے جن علماء وصوفیاء (حضرت علی ہجویریؒ،خواجہ معین الدین چشتیؒ،خواجہ نظام الدین اولیاءؒ،خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ،حضرت مجدد الف ثانیؒ، اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ،وغیرہم) کا تذکرہ ملتا ہے وہ سارے کے سارے اہل سنت و جماعت حنفی تھے،ایک بھی ان میں غیر مقلد نہ تھا۔

دلیلِ چہارم: برصغیر کے اندر اسلام کی آمد کے بعد اس کی حفاظت واستحکام کے لئے جن فاتحین وسلاطین (سلطان محمود غزنویؒ،سلطان شہاب الدین غوریؒ،سلطان شمس الدین التمشؒ،سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ، سردار احمد شاہ ابدالیؒ،نواب سراج الدولہؒ،اور سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ وغیرہم) نے خدمات سرانجام دیں،وہ بھی سارے اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔ایک بھی ان سے غیر مقلد نہ تھا،ان میں سے اگر کسی غیر مقلد کا ثبوت ملتا ہے تو وہ صرف سلطان جلال الدین اکبر تھا،جو ایک نئے دین کا بانی وموجد تھا۔

دلیلِ پنجم: برصغیر کے اندر شریعت وطریقت کے تمام مکاتب بھی اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔یعنی تزکیہ قلب کی خدمات سرانجام دینے والی خانقاہیں اور علوم شرعیہ کی تعلیم وترویج کرنے والے مدارس سب اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔غیر مقلدین کی نہ کسی خانقاہ کا ثبوت ملتا ہے اور نہ مدرسہ کا۔

دلیل ششم: خود غیر مقلدین اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں،چنانچہ نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ خلاصہء حال ہندوستان کے مسلمان کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے،چونکہ اکثر لوگ بادشاہ کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں،اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم،فاضل،قاضی،مفتی اور حاکم ہوتے رہے (ترجمان وہابیہ ص۱۰) نواب صاحب نے یہ کتاب

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد فرنگی حکومت کے ہاں اپنی اور اپنی جماعت غیر مقلدین کی وفاداری ثابت کرنے کے لئے لکھی۔ چنانچہ اس میں فرماتے ہیں کہ" جتنے لوگوں نے (۱۸۵۷ء کے) غدر میں شر وفساد کیا، اور حکام انگلشیہ سے برسرعناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔(ایضاً۲۵)

قطع نظر اس سے کہ یہ جہاد تھا یا فساد؟ نوابؒ صاحب کی تحریرات سے ۲ دو چیزیں بصراحت ثابت ہیں پہلی یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تک برصغیر کے مسلمان صرف اہل سنت و جماعت حنفی تھے، اور دین وحکومت کے ہر شعبہ کے اندر وہی خدمات انجام دے رہے تھے، اس وقت تک غیر مقلدیت کا کہیں وجود نہ تھا...... دوسری یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں لڑنے والے تمام مسلمان بھی اہل سنت و جماعت حنفی تھے۔ اس لئے نواب صاحبؒ اپنی ایک دوسری کتاب میں فرقہ غیر مقلدیت کی پیدائش کا تذکرہ بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقہ نے جنم لیا ہے۔ جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کا دعویدار ہے۔ حالانکہ اس کو علم، عمل اور معرفت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۶۷) ان کا طریقہ دین نہیں بلکہ زمین پر فتنہ اور فساد ہے (ایضاً ص ۶۸)

یعنی فتنہ غیر مقلدیت نواب صاحبؒ کے دور میں پیدا ہوا، وہ اس کی ولادت کے عینی گواہ ہیں۔ اور یہ عینی گواہ اس چیز کی برملا شہادت دے رہے ہے کہ اس فرقہ کے موجد وبانی، علم واتقاء کے حامل نہ تھے، بلکہ شہرت پسند اور ریاکار قسم کے لوگ تھے، جن کا مقصد صرف فتنہ وفساد پیدا کرنا تھا، اور وہ اپنے علم وعمل بالحدیث کے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔ گویا:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جس فرقہ کی بنیاد شہرت وانانیت پسند لوگوں کے ہاتھوں رکھی گئی، اس سے اسلام کی بنیادیں منہدم کرنے اور اسلاف امت پر تبرابازی کرنے کے سوا کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ اس لئے مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ" ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے۔ درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے بہت دور ہیں۔ (فتاوی علماء حدیث ج ۴۔ ص ۷۹)

مولانا غزنویؒ بھی نواب صاحبؒ کی تائید کرتے ہوئے انہی دو چیزوں کا اعتراف فرمارہے ہیں کہ فرقہ غیر مقلدیت نومولود ہے، عمل بالحدیث کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ چنانچہ ایک اور غیر مقلد عالم مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری فرماتے ہیں کہ:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں کہ جس

سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت کے ساتھ دیکھنے میں نہیں آئے، بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، لیکن مخالفین فریق میں ان کا نام غیر مقلد، یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۱۳)

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔ گویا چودھویں صدی کے آغاز میں بھی یہ نومولود فرقہ لوگوں کے لئے غیر مانوس تھا۔

مجھ کو بھی پڑھ کتاب ہوں، مضمون خاص ہوں
مانا ترے نصاب میں شامل نہیں ہوں میں

دوسری خدمت: لفظ اہل حدیث کی بحث:

فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف مولانا مرحوم نے دوسری نمایاں خدمت یہ سر انجام دی ک لفظ اہل حدیث کے حوالہ سے غیر مقلدین کی حقیقت بے نقاب کر دی۔ لفظ اہل حدیث اسلامی تاریخ میں ایک خاص علمی اصطلاح ہے، جو فن حدیث سے واقف اصول حدیث سے باخبر اور لاکھوں احادیث کے حفاظ ائمہ محدثینؒ کے لئے استعمال ہوتی رہی، اور وہی اہل حدیث کہلاتے تھے۔ یہ اصطلاح نہ کبھی مسلکی حیثیت سے استعمال ہوئی اور نہ اس نام کا کبھی کوئی مکتب فکر رہا۔ مسلکی اعتبار سے اہل السنۃ والجمارت ہی کی اصطلاح عہد نبوی ﷺ سے تا حال استعمال ہو رہی ہے، اور امت کے اندر پیدا ہونے والے روافض، خوارج و معتزلہ وغیرہ فرقوں کا مقابلہ اسی مسلکی اصطلاح کے ساتھ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ فن کے اعتبار سے متعارف اہل حدیث بھی مسلک کے اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ ہی کہلاتے تھے۔ اور ویسے بھی اصول حدیث سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ سنت کے اندر کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں، جب کہ احادیث کے اندر بے شمار مقامات پر تعارض موجود ہے۔ اسی تعارض کو ختم کرنے کے لئے اصول حدیث کے ماہرین نے درج ذیل اصول فراہم کئے ہیں۔

پہلا اصول: تعارض کے خاتمہ کے لئے پہلا اصول یہ ہے کہ متعارض احادیث میں سے صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان امتیاز کیا جائے۔ ان میں سے صحیح حدیث واجب العمل ہوگی، اور ضعیف متروک۔

دوسرا اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر متعارض احادیث سب صحیح ہوں تو ان پر عمل نبوی ﷺ کا زمانہ دیکھا جائے گا۔ ان میں سے جو زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہوگی وہ متروک و منسوخ، او جو مؤخر ہوگی وہ ناسخ اور قابل عمل قرار پائے گی۔ مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، نماز کے اندر گفتگو کرنے، اور رکوع و سجود کے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث اگرچہ صحیح ہیں، لیکن متروک و منسوخ ہونے کی بناء پر نا قابل عمل ہیں۔ ان میں سے پہلے

اصول پر بحث ائمہ محدثینؒ کرتے ہیں، اور دوسرے اصول پر ائمہ مجتہدینؒ، ان بنیادی اصولوں سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ حدیث ضعیف بھی ہوتی ہے اور متروک بھی۔ جب کہ سنت نہ ضعیف ہوتی ہے نہ منسوخ۔ حتیٰ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث صحیح اور غیر منسوخ بھی ہوتی ہے لیکن اس سے صرف جواز کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس پر عمل کو سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً بحالت روزہ بیوی کو بوسہ دینا، اور بحالت اعتکاف بیوی سے سر پر تیل لگوانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، لیکن کوئی بھی ان افعال کو سنت قرار نہیں دیتا۔ اس بحث سے یہ ثابت ہو چکا کہ عمل کے حوالہ سے حدیث کی طرف نسبت ناقص اور سنت کی طرف نسبت کامل ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے یہی کامل نسبت پسند فرمائی، اور امت نے ہمیشہ یہی کامل نسبت اختیار کی۔ گویا:

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

خطرناکِ فرنگی سازش:

دراصل امت کے اہل حق کے ہاں صرف اہل سنت و جماعت کی مسلکی اصطلاح ہی ہر دور میں متعارف رہی ہے۔ اس لئے انگریز نے سازش کر کے اہل سنت کے مقابلہ میں اہل حدیث کی اصطلاح جدید متعارف کرائی۔ جس کے پس منظر میں یہ مقاصد تھے۔

مقصد اول: قبل ازیں برصغیر کے اندر شیعہ، سنی دو ہی مکاتب فکر تھے۔ دونوں کے مکاتب و کتب اور عقائد و نظریات جدا تھے۔ جن میں بعد المشرقین موجود تھا۔ اور پھر سلطان حیدر علیؒ، نواب سراج الدولہؒ، سلطان ٹیپوؒ، حافظ رحمت خانؒ، سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی متحدہ فوج کے کمانڈ و جنرل بخت خانؒ جیسے انگریزی حکومت کا مقابلہ کرنے والے تمام مجاہدین اہل سنت و جماعت تھے، لہٰذا اس مسلک کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا برطانوی اقتدار کے لئے ناگزیر تھا۔ اس لئے اس نے حدیث رسول ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کے قلبی وجذباتی تعلق سے فائدہ اٹھا کر سنت کے مقابلہ میں حدیث کا لفظ لا کر اہل سنت کے نام سے ایک نیا مکتب فکر قائم کر دیا۔ تاکہ اس کی مخالفت کو حدیث کی مخالفت کا عنوان دے کر اہل سنت کو بدنام بھی کیا جا سکے اور اس ذریعہ سے اہل سنت کی قوت کو کمزور اور منتشر بھی کیا جا سکے۔

مقصد دوم: فرنگی سامراج کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ فرامین پیغمبر ﷺ کو موضوع بحث بنا کر ان کی عظمت اور ان کی شرعی حیثیت کو مشتبہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ انگریز کی کوشش سے یہ حالات پیدا ہو گئے کہ...... ایک طرف حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ جیسے علماء اہل

سنت قرآن وسنت کی روشنی میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کو فرض قرار دے رہے تھے، اور دوسری طرف نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین دہلوی اور مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے غیر مقلد علماء اسی قرآن وحدیث کے حوالہ سے انگریز کے خلاف جہاد کو فساد اور حرام قرار دے رہے تھے۔ آخر اس سے بڑھ کر فتنہ وافتراق اور کیا پیدا کیا جاسکتا تھا؟...... پھر یہ بھی فرنگی کاوشوں کا ہی نتیجہ تھا کہ باہمی انتشار پیدا کرنے کے بعد، اسی انتشار کی آڑ میں اس نے ایک ایسا فرقہ پیدا کر دیا، جس نے سرے سے حجیت حدیث سے ہی انکار کر دیا، اور حدیث کو عجمی سازش قرار دے کر اس کے خلاف برسرعام نفرت وبغاوت کی فضا پیدا کر دی گئی، حتیٰ کہ ان پر عمل کو بھی صرف عہد نبوی ﷺ تک محدود کر دیا گیا...... حدیث کے خلاف نفرت وبغاوت کی اس فضا کا بنیادی سبب یہ تھا کہ جو طرز تدریس صدیوں سے مدارس کے اندر رائج تھا، اسے یکسر نظر انداز کر کے ایک جدید طرز جاری کر دیا گیا۔ پہلے مدارس دینیہ کے اندر عربی زبان کی استعداد پیدا کرنے کے لئے صرف ونحو جیسے فنون اور عربی ادب کی کتب پڑھائی جاتیں۔ اس کے بعد اصول حدیث سے روشناس کرایا جاتا۔ پھر حدیث پڑھائی جاتی۔ لیکن غیر مقلدین نے حدیث کے نام پر فتنہ برپا کر کے امت پر یہ ظلم عظیم کیا کہ قواعد عربیہ اور اصول حدیث کی ابجد سے بھی بے خبر لوگوں کے ہاتھ میں مترجم بخاری ومسلم تھما دی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ اور راجح ومرجوح روایات کے درمیان فرق کرنے کی اہلیت سے محروم لوگوں کو احادیث کے اندر تضاد نظر آنے لگا۔ جس سے حدیث کے خلاف نفرت وانکار کے جذبات ابھرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ حدیث سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو گئے، اور یہی فرنگی دانشوروں کا مقصد ثانی تھا۔

مقصد سوم: گذشتہ سطور میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اہل حدیث کی اصطلاح صرف اصحاب فن (یعنی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ امام سفیان ثوریؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام یحیٰ ابن معینؒ وغیرہم جیسے محدثین) کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ فرنگی نے سازش کر کے اس اصطلاح کو اتنا عام کر دیا کہ ایک جاہل وگنوار شخص بھی ہاتھ میں مترجم بخاری لے کر اتنا بڑا اہل حدیث ہونے کا مدعی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پر تنقید بھی اپنا فرض منصبی خیال کرتا ہے۔ گویا اس سفید فام عیار نے ایک خالص علمی اصطلاح کی واقعاتی حیثیت کو پامال کرنے کے لئے اس کی عظمت کو مجروح کر کے رکھ دیا۔ حتیٰ کہ کچھ لوگوں کو اپنے لئے صرف اہل حدیث ہونا بھی ناکافی معلوم ہوا، تو انہوں نے ترقی کر کے ''اہل قرآن'' کی منزل حاصل کر لی۔

لگا رہا ہوں مضامین نو کے انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مقصد چہارم: فرنگی دانشوروں نے گہری سازش کے تحت حدیث اور فقہ کو باہم متقابل بنا کر امت کے درانتہائی قابل احترام طبقوں ائمہ محدثینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ اور ائمہ مجتہدینؒ کے خلاف ایسی نفرت پیدا کر دی کہ مترجم بخاری کی اردو عبارت کو بھی صحیح طریقہ سے نہ پڑھ سکنے والا جاہل شخص امام اعظم ابوحنیفہؒ کی غلطیاں نکالنے کی دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے اور یہ اہل حدیث مکتب فکر قائم کرنے کے لئے فرنگی دانشوروں کا چوتھا مقصد تھا۔

تیسری خدمت: لفظ اہل حدیث کی الاٹمنٹ:

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ اہل حدیث مکتب فکر کا قیام انگریزی سازش و پلاننگ کا نتیجہ ہے۔ اور اس کے پس پردہ اس کے کچھ مقاصد وعزائم تھے۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر تیسری خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی کتابوں کے حوالہ سے یہ حقیقت پوری طرح بے نقاب کر دی کہ غیر مقلدین کے لئے اہل حدیث کا عنوان انگریز کی طرف سے سرکاری طور پر الاٹ ہوا۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم عبدالمجید سوہدرویؒ فرماتے ہیں کہ:

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر، اور کاغذات سے منسوخ ہوا۔ اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی، اور انعام میں جاگیر بھی پائی (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

یہ کس قدر دلچسپ حقیقت ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا نام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے رکھا (ملاحظہ فرمائیے تفسیر درالمنثور ج ۲ ص ۳۶ قرطبی ج ۴ ص ۱۶۷ وغیرہ) لیکن غیر مقلدین کا نام اہل حدیث انگریز نے الاٹ کیا۔

یہ بھی نیا ستم ہے کہ حنا تو لگائیں غیر
اور اس کی داد چاہیں وہ مجھ کو دکھا کے ہاتھ

چوتھی خدمت: غیر مقلدین کا عمل بالحدیث:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چوتھی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی تاریخ بھی آشکارا کر دی مثلاً:

(۱) ہندوستان کے اندر سب سے پہلے آمین بالجہر شاہ محمد فاخر الہ آبادی نے شروع کی۔ (نقوش ابوالوفا ص ۳۵)

(۲) سب سے پہلے رفع یدین ۱۸۶۰ء میں یوسف پنشنر (جو بعد میں قادیانی ہو گیا) نے کیا (ایضاً ص ۳۹)

(۳) سب سے پہلے آٹھ تراویح کا فتویٰ مولانا حسین بٹالویؒ نے دیا۔(سیرت ثنائی ص۴۵۲)

اور یہ تینوں شخصیات انگریزی دور کی ہیں۔گویا اس سے پہلے برصغیر کے اندر نہ آمین بالجہر کا رواج تھا، نہ رفع یدین کا اور نہ آٹھ تراویح کا۔یہی وجہ ہے کہ بٹالوی صاحب کے نظریہ تراویح کا رد اسی دور میں ان کے استاد و پیر بھائی (یعنی یہ دونوں میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور مولانا عبداللہ غزنوی کے مرید تھے) مولانا غلام رسولؒ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ نے لکھا، اور وہ بھی مسلکاً غیر مقلد تھے۔

پانچویں خدمت: غیر مقلدین کی فقہ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے پانچویں خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی پوشیدہ فقہ منظر عام پر لے آئے۔اس سے قبل غیر مقلدین فقہ حنفی کے غیر مفتی بہا اقوال کا قرآن وسنت سے تقابل کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور حنفیوں کی فقہ حدیث کے خلاف ہے، دراصل غیر مقلدین، فقہ حنفی کو حدیث کا مقابل بنا کر اپنی مکروہ فقہ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتے تھے۔آیئے ان کی فقہ کی جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) نواب وحیدالزمان خان لکھتے ہیں کہ..... مطلق استعانت بغیر اللہ شرک نہیں۔(ہدیۃ المہدی ص۱۹) نداء لغیر اللہ مطلقاً زندہ ومردہ دونوں کے لئے جائز ہے(ص۲۳) نبی، علی اور غوث کے بارہ میں ہر وقت ہر جگہ سننے اور حاضر ہونے کا عقیدہ شرک نہیں۔(ص۲۵)..... متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں (ص۱۱۲)..... شطرنج کھیلنے، گانا گانے، مزامیر اور مروجہ مجلس میلاد سے نہیں روکنا چاہیے (ص۱۱۸)..... خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدینؓ کے ذکر کا التزام بدعت ہے (ص۱۱۰)..... خلفاء راشدینؓ کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا (نزل الابرار، ج ۲ ص۳۱۸)..... ولیدؓ (بن مغیرہ) معاویہؓ، عمرو بن العاص مغیرہؓ، اور سمرہؓ فاسق ہیں۔(ایضاً ج۳ ص۹۴)

(۲) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ــ بیس رکعت تراویح عمرؓ کی ایجاد اور بدعت ضلالۃ ہے (الانتقاد الرجیح ص۶۲)..... شراب، مردار، کتا، خنزیر، اور پیشاب پاک ہیں (بدور الاہلہ ص۱۵)..... مال تجارت اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں (ص۱۰۲)..... چھ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں سود لینا دینا جائز ہے۔(ص۲۳۶)

(۳) نواب نورالحسن خان لکھتے ہیں کہ..... صحابہ کرامؓ کا قول حجت نہیں (عرف الجادی ص۱۰۱)..... صحابہؓ کا اجتہاد حجت نہیں (ص۲۰۷)..... اجماع کی کوئی حیثیت نہیں (ص۳)..... کافر کا ذبیحہ حلال اور اس کا کھانا جائز ہے (ص۱۰)..... بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح جائز ہے (ص۱۱۱)

یہ چند حوالہ جات مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں، ورنہ غیر مقلدین کی فقہ کے اندر

ایسے شرمناک مسائل موجود ہیں جنہیں نقل کرنے کے لئے بھی بڑا حوصلہ درکار ہے۔ قارئین کرام ان کی تفصیلات حضرت اوکاڑوی مرحوم کے مجموعہ رسائل میں ملاحظہ فرمالیں۔

کیا یہ ظلم نہیں؟

غیر مقلدین کی اس فقہ کا مطالعہ کے بعد غور فرمائیے کہ ہم فقہ حنفی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے اجتہادات کا مجموعہ مانتے ہیں۔ اور انہیں انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور مجتہد کے بارہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اس سے خطاء وصواب دونوں کا احتمال ہے۔ اس کے باجود غیر مقلدین فقہ حنفی کے غیر مفتیٰ بہ اقوال کے حوالہ سے فقہ حنفی کو مطعون کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف غیر مقلدین اپنی فقہ کو ''فقہ محمدی'' کا نام دیکر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ کیا مذکورہ فتوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوسکتے ہیں؟ اگر ہوسکتے ہیں تو غیر مقلدین کو احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت دینا ہوگا، اور اگر یہ فتوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں تو ان فتوؤں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے والا کیا فرمان نبوی ﷺ کے مطابق جہنمی نہیں ہے؟ آخر غیر مقلدین اپنے ان کابر کے خلاف اشتہار بازی کیوں نہیں کرتے؟ کیا انہیں تختۂ مشق بنانے کے لئے صرف امام ابوحنیفہؒ اور ان کے جلیل القدر تلامذہ ہی ملے ہیں؟۔

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

چھٹی خدمت کتب غیر مقلدین کی اشاعت:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چھٹی خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کی اصل کتب (جنہیں وہ عوام کی پہنچ سے دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے) کے عکس شائع کرادیئے۔ ان میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مآثر صدیقی: جو سید علی حسن خان نے اپنے والد نواب صدیق حسن خان کی سوانح لکھی ہے۔ جس میں برطانوی گورنمنٹ کے ساتھ نواب صاحبؒ کی وفاداری اور صلہ میں ملنے والے انعامات کا تذکرہ ہے۔

(۲) ترجمان وہابیہ: جس میں نواب صدیق حسن خان نے یہ ثابت کیا کہ انگریز کے خلاف لڑائی حرام ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی حنفیوں نے لڑی۔ غیر مقلدین نے کبھی بھی جہاد نہیں کیا۔ بلکہ وہ حجرہ نشین قسم کے لوگ ہیں۔

(۳) عرف الجادی من جنان ھدی الھادی: یہ نواب صاحب کے بیٹے نواب نور الحسن خان کی تالیف ہے۔ اس کے مسائل غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کو کافی حد تک بے نقاب کردیتے ہیں۔ اس کے چند حوالے گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔

(۴) الاقتصاد فی مسائل الجہاد: جس میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزی گورنمنٹ کو سایہ رحمت قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا۔ اور بقول مولانا مسعود عالم ندویؒ، اس کتاب کے صلہ میں انعام میں جاگیر پائی۔

(۵) نزل الابرار من فقہ النبی المختار:

(۶) کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق:

(۷) ھدیۃ المھدی من فقہ المحمدی: یہ تینوں کتب نواب وحید الزمان خان کی ہیں۔ جن کے تراجم صحاح ستہ کے بغیر کوئی غیر مقلد مولوی، شیخ الحدیث بھی نہیں بن سکتا۔ اور غالباً یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بات کو پیغمبر کی بات قرار دے کر منوانے کی طرح ڈالی ہے۔ اس کے بعد تو غیر مقلدین کا یہ عمومی مزاج بن چکا ہے۔

آگے جبیں شوق تجھے اختیار ہے
یہ دیر ہے یہ کعبہ ہے، یہ کوئے یار ہے

ساتویں خدمت تقلید کی اہمیت وضرورت:

غیر مقلدین کی طرف سے تقلید کو شرک وبدعت، مقلد کو واجب القتل قرار دینے اور ان کے مال واسباب لوٹنے اور ان کی عورتوں کو بلا نکاح اپنے پاس رکھنے کی فتویٰ بازی کا جو طوفان اٹھا، وہ اصحاب علم کی نظر میں ہے۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر ساتویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انتہائی سادہ اور مدلل انداز سے انہوں نے لوگوں کے سامنے تقلید شخصی کی ضرورت واہمیت واضح کردی کہ تقلید شخصی کے بغیر ایمان کی سلامتی مشکل ہے۔ کیونکہ جب تک انسان تقلید سے وابستہ ہے اس کے اندر انانیت اور کبر پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں، اور جب تک انانیت پیدا نہ ہوگی گمراہی کی طرف اس کے قدم نہ اٹھیں گے ترک تقلید ہی ہر گمراہی کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس لئے مقلد چار دلیلوں (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کو مانتا ہے۔ ان میں سے باعتبار ترتیب پہلی دلیل قرآن، دوسری سنت، تیسری اجماع اور چوتھی قیاس ہے۔ گویا ان میں سے باعتبار رتبہ کمتر دلیل قیاس ہے، اور مقلد اس میں بھی اپنے امام کی تقلید کرتا ہے۔ ظاہر ہے جب تک وہ اس چھوٹی دلیل کو بھی اپنے لئے حجت مانتا ہے کسی بڑی دلیل سے انکار وانحراف کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس مقدمہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ مقلد چار دلیلوں کو مانتا ہے، ان چاروں میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا مقلد نہیں رہتا، غیر مقلد ہوجاتا ہے۔

الحاد وبدعت:

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ دین کے مسلمہ مسائل واحکامات

میں سے کسی کا انکار کر دینا، یہ گمراہی الحاد کہلاتی ہے، اور دوسری یہ کہ اپنی طرف سے کوئی چیز دین کے اندر شامل کر دینا، یہ بدعت کہلاتی ہے۔ سبب دونوں کا ترک تقلید ہے۔ کیونکہ ملحد، تحقیق مجتہد کو نا قابل اعتماد قرار دیتا ہے۔ جب کہ بدعتی مجتہد کی تقلید کو اپنے لئے ناکافی سمجھتا ہے۔ ترک تقلید کا ہر گمراہی وفتنہ کی بنیاد ہونا ایک ایسی واقعاتی حقیقت ہے کہ بڑے بڑے علماء اس کے معترف ہیں۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزادؒ جو اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل میں سرسید احمد خان کی نیچر تحریک کا شکار ہو گئے تھے۔ اپنی اس دور کی قلبی کیفیت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچتے ہیں کہ:

''والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت (یعنی ترک تقلید) پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحاد قطعی کی ہے۔ اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نیچریت کو ہی قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ ضرور کرتا ہوں کہ تیسیر منزل الحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔ سرسید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت (یعنی ترک تقلید) کی ہی پیش آئی تھی۔ اصل یہ ہے کہ عقائد وفکر کے توسیع وتطور کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ تقلید کی بندشوں سے پاؤں آزاد ہوں، وہابیت اس زنجیر کو توڑتی ہے۔ اب اگر اس کے بعد آزادی فکر، بے قیدی اور مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لے تو بلاشبہ یہ نہایت مضر صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے۔ (آزادی کی کہانی خود آزادی کی زبانی ص ۳۶۸) جب (ترک تقلید کے بعد) مجھے نئی روشن خیال کی ہوا لگی تو میں نے نماز بالالتزام ترک کر دی (ایضاً ۴۰۱)

مولانا آزاد مرحوم کے اس واضح اعتراف حقیقت کے بعد یہ بات نکھر کر سامنے آ چکی ہے کہ انسان تقلید کی بندشوں سے آزاد ہو کر کوئی بھی گمراہی اختیار کر سکتا ہے۔ اور یہ ترک تقلید کی ہی نحوست تھی کہ مولانا آزادؒ جیسا بچپن کا مستقل نمازی بھی بے نماز بن گیا۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو لوگ بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں (اشاعۃ السنۃ نمبر۲ جلد۱۱)

غور فرمائیے کہ بٹالوی صاحب جیسا پختہ کار غیر مقلد بھی پچیس سال کے تجربہ کے بعد بالآخر اس اعتراف پر مجبور ہے کہ کفر وارتداد یا فسق و بے دینی کے لئے ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

تقلید واتباع:

غیر مقلدین ایک دھوکہ یہ بھی دیتے ہیں کہ تقلید کا معنی یہ ہے کہ کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا، اور یہ شرعاً جائز نہیں۔ حالانکہ یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ ہر شخص کے لئے درپیش مسائل کے تمام دلائل یاد کر لینا انتہائی دشوار ہے۔ لامحالہ اسے کسی نہ کسی پر اعتماد کر کے درپیش مسئلہ پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ اور پھر غیر مقلدین حضرات تقلید واتباع کو باہم متصادم ومتقابل قرار دیکر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اتباع کرتے ہیں اور حنفی تقلید۔ حالانکہ یہ دونوں لفظ معنی ومفہوم کے اعتبار سے مترادف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے اہل حق نے تقلید ائمہ اختیار کی ہے، اور اس تقلید کو اجماع امت کا درجہ حاصل ہے۔

مجتہد یا مقلد؟

ارباب بصیرت ہر دور میں تقلید کی اہمیت وضرورت اور ترک تقلید کے خطرناک نتائج سے چونکہ پوری طرح واقف رہے ہیں۔ اور وہ گمراہی کے اس بنیادی فلسفہ سے بھی بخوبی باخبر تھے، اس لئے انہوں نے ترک تقلید جیسی مہلک مرض کو کبھی اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد پورے اسلامی لٹریچر میں عملی حوالہ سے ہمیں صرف دو ہی اصطلاحات دستیاب ہوتی ہیں۔ پہلی مجتہد کی اور دوسری مقلد کی۔ یعنی اگر کوئی شخص علم وبصیرت اور فہم واتقاء کے ساتھ معین اجتہادی شرائط کا حامل بھی ہے تو وہ مجتہد کہلاتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنے مقررہ اصولوں پر اجتہاد کرتا ہے تو وہ مجتہد مطلق کہلاتا ہے، اور اگر کسی دوسرے کے اجتہادی اصولوں پر اجتہاد کرتا ہے تو مجتہد فی المذہب کہلاتا ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق ہیں۔ اور امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، اور امام ابوجعفر محمد طحاویؒ وغیرہ مجتہد فی المذہب ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے اصولوں پر اجتہاد کرتے ہیں...... اور اگر وہ شخص معین اجتہادی شرائط کا حامل نہیں تو وہ مقلد ہے، اگرچہ کتنا بڑا محدث ومفسر کیوں نہ ہو؟...... اسی لئے پورے اسلامی لٹریچر میں ان دونوں اصطلاحات کے علاوہ کسی تیسری اصطلاح کا ثبوت نہیں ملتا۔ جن محدثین کے بارہ میں ترک تقلید کا تذکرہ تاریخی کتب میں ملتا ہے، ان کے ساتھ بھی یہ صراحت موجود ہے کہ وہ غیر مقلد نہیں بلکہ مجتہد تھے۔

آٹھویں خدمت: غیر مقلدین کے فریب وفراڈ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے آٹھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ عمل بالحدیث کے پرکشش عنوان سے لوگوں کو دھوکہ دینے والے غیر مقلدین کے فریب وفراڈ پوری طرح آشکارا کر دیئے۔ اور یہ جرأت وجسارت واقعی

غیر مقلدین کو حاصل ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ پر جھوٹ بولنے میں بھی کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتے۔ اور ان کے اکابر واصاغر اس جرأت ودلیری سے جھوٹ بولتے ہیں کہ عام مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) غیر مقلدین کے رئیس المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ جلد ا ص ۴۴۴ اور فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۹ میں صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۴۳ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ لیکن اس میں دھوکہ کے ساتھ اس کی اصلی سند (جو کہ ضعیف تھی) ہٹا کر اس کے ساتھ مسلم شریف ج ا ص ۱۷۳ کی ایک روایت کی سند جوڑ دی۔ غور فرمائیے حدیث رسول ﷺ کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کہ ایک ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس کے ساتھ جعلی سند جوڑنے سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ اور پھر جس طبقہ کے سردار کا یہ حال ہے اس کی جاہل عوام کا کیا حال ہوگا؟

(۲) یہی مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۴۳ میں فرماتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بکثرت ہیں۔ حالانکہ بخاری ومسلم کے اندر اس کی ایک روایت بھی مذکور نہیں۔ صرف اپنے خانہ ساز مذہب کو تقویت دینے کے لئے بخاری ومسلم کے نام سے عوام کو دھوکہ دینا، غیر مقلدیت ہی کا شیوہ ہے۔

(۳) مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد اپنے رسالہ ''اہل حدیث کے امتیازی مسائل'' میں آمین بالجہر سے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا یہ سند اچھی ہے۔ حاکم نے اسے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا۔ حالانکہ یہ روایت ان تینوں کتابوں میں سرے سے موجود نہیں۔ یہ کس قدر کھلی جسارت اور دلیری ہے کہ ایک ہی سطر کے اندر تین محدثین پر صریح جھوٹ۔

(۴) مولوی نور حسین گرجاکھی غیر مقلد نے اپنی کتاب ''اثبات رفع یدین'' ص ۱۹ پر مسلم شریف، ابن ماجہ، مسند دارمی، دارقطنی، ابوداؤد شریف، جزء رفع یدین، مسند احمد اور مشکوٰۃ کے حوالہ سے حضرت وائلؓ بن حجر کی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت نقل کی ہے۔ حالانکہ مذکورہ آٹھوں کتب میں سے کسی کتاب کے اندر بھی یہ روایت موجود نہیں۔ اندازہ فرمائیے دو سطروں میں حدیث کی آٹھ کتابوں پر جھوٹ کتنی بڑی جسارت ہے؟

اسی لئے مولانا مرحوم اکثر غیر مقلدین کا تعارف بایں الفاظ کرایا کرتے تھے کہ:

اہل حدیث کا ایک نشان
نبی پاک ﷺ پہ جھوٹ بہتان
اہل حدیث کی ایک پہچان
رسول ﷺ خدا کے نافرمان
اہل حدیث کی ایک ہی عادت
سنت رسول ﷺ سے کھلی بغاوت

نویں خدمت :انکارحدیث کا نیا روپ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے نویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انکار حدیث کے لئے غیر مقلدین کا اختیار کردہ طرز جدید لوگوں کے سامنے کھل کر آشکارا کر دیا۔اصحاب علم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر انکار حدیث کا ایک مستقل فرقہ موجود ہے،اس فرقہ کے ارباب تحقیق عام طور پر یا تو احادیث کو تاریخ کی طرح ظنی قرار دیکر ان کی شرعی حیثیت کو مجروح وکمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اور یا انہیں عجمی سازش قرار دیکر ان کی حکمی حیثیت سے انکار وانحراف کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔لیکن غیر مقلدین نے فقہی مذہب کی بنیاد پر طبقاتی وعلاقائی تقسیم کے حوالہ سے انکار حدیث کا ایک نیا طرز اختیار کرلیا۔کبھی انہوں نے مؤطا امام محمد،شرح معانی الآثار،اور اعلاء السنن وغیرہ کتب احادیث کو حنفیوں کی کتب قرار دیکر نا قابل تسلیم ٹھہرادیا۔اور کبھی سرزمین کوفہ کے محدثین کو کوفی ہونے کا طعن دے کر ان کی روایت کردہ احادیث کو نا قابل قبول قرار دے دیا۔حالانکہ اس سے پہلے اسلامی تاریخ کے اندر اس عنوان سے احادیث کے اندر تفریق وتقسیم کا قطعاً کبھی وجود نہیں رہا۔احناف کے مدارس میں شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی کتب حدیث صدیوں سے شامل نصاب ہیں۔مثلاً امام بخاریؒ،امام مسلمؒ،امام ترمذیؒ،امام نسائیؒ،اور صاحب مشکوٰۃ وغیرہم سب شافعی المذہب ہیں،اور ان کی کتب احناف کے مدارس میں شامل نصاب ہیں۔امام ابوداؤد حنبلی المذہب ہیں،ان کی ابوداؤد شریف ہمارے ہاں شامل نصاب ہیں،امام مالکؒ کی مؤطا امام مالک ہمارے ہاں شامل نصاب ہیں۔احناف نے کبھی بھی فقہی اختلافات کے حوالہ سے کتب احادیث،یا محدثین سے انحراف نہیں کیا۔لیکن غیر مقلدین نے انکار حدیث کے لئے یہ جدید طرز اختیار کرتے ہوئے یہ حقیقت نظر انداز کردی ہے کہ حنفی کتب کی آڑ میں درحقیقت وہ انکار حدیث رسول ﷺ کا کر رہے ہیں۔اور یہ طرز انتہائی خطرناک ہے۔

غیر مقلدین کی بدنصیبی:

غیر مقلدین عام طور پر یہ مکروہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حنفیوں کا مکہ اور مدینہ کے اسلام سے تعلق نہیں۔کیونکہ وہاں رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ ہوتا ہے اور یہ نہیں کرتے۔لیکن جب غیر مقلدین کو مکہ اور مدینہ کے ان اعمال کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جن پر غیر مقلدین کا اپنا عمل نہیں،تو فوراً کہتے ہیں کہ کیا ہم مکہ والوں کی وجہ سے نبی کی حدیث چھوڑیں۔مثلاً:

(۱) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ والے حنبلی المذہب اور امام احمد بن حنبل کے مقلد ہیں،اور تم تقلید کیوں نہیں کرتے؟ تو جواب ملتا ہے کہ اگر وہ مشرک ہو گئے ہیں تو ہم بھی مشرک ہو جائیں؟

(۲) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں،تم

آٹھ کیوں پڑھتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ وہ اگر بدعت کے مرتکب ہوگئے ہیں تو کیا ہم بھی بدعتی ہو جائیں؟

(۲) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حرمین الشریفین والے بیک وقت ایک ہی جملہ یا ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں تم ایک کیوں کرتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ اگر وہ سنت کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو کیا ہم بھی مخالف سنت ہو جائیں؟

(۴) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ والے غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھتے ہیں اور نہ اس کے لئے اہتمامات منعقد کرتے ہیں، تم اشتہارات شائع کر کر کے غائبانہ نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ وہ اگر سنت ترک کر چکے ہیں تو کیا ہم بھی تارک سنت ہو جائیں؟

غرضیکہ غیر مقلدین نے لینے اور دینے کے پیمانے جدا رکھے ہوئے ہیں۔ حنفی اگر رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ فروعی مسائل میں مکہ اور مدینہ والوں سے اختلاف کریں تو حنفی غلط، اور اگر غیر مقلدین تقلید، تراویح اور طلاق وغیرہ اصولی مسائل میں مکہ و مدینہ والوں سے اختلاف کریں تو مکہ اور مدینہ والے غلط۔ اور پھر غیر مقلدین کے معروف عالم مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

"مرفوع اور صحیح احادیث سے گھبرانا، اور اہل مدینہ کے تعامل سے استدلال معقول معلوم نہیں ہوتا۔ فرمن المطر وقام تحت المیز اب والا معاملہ ہو جائے گا۔ (حجیت حدیث ۱۰۲)

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

دسویں خدمت: غیر مقلدیت کا رد، اُن کی اپنی کتب سے:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے دسویں خدمت یہ سرانجام دی کہ غیر مقلدین کے معروف اختلافی مسائل کا رد، اُن کی اپنی کتب کے حوالہ سے کیا۔ اگرچہ طبقہ غیر مقلدین کا ہر فرد انکار و انحراف کے اس بلند و بالا مقام پہ کھڑا ہے جہاں اسے محدثین و مجتہدین کی کاوشیں بھی ہیچ نظر آتی ہیں۔ لیکن وہ فطری طور پر اتنا تنگ نظر واقع ہوا ہے کہ اگر اسے اس مقام پر فائز کرنے والے اس کے اکابر اسلاف بھی ان کے غیر مقلدانہ مزاج و مسلک کے خلاف کوئی تحقیق پیش کر دیں تو یہ اسے بھی مسترد کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ لیکن ان کے باوجود ہم اس سنگلاخ چٹان کو اس کے اپنے اکابر کی تحقیقات کے تیشہ سے تراشتے رہنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(۱) غیر مقلدین بلا امتیاز ہر قسم کی باریک و موٹی جرابوں پر مسح کو سنت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت والجماعت حنفی عام جرابوں پر مسح کو خلاف سنت اور بدعت سمجھتے ہیں۔ عام جرابوں پر مسح کرنے سے وضوء نہیں ہوتا،

اور اگر وضوء نہ ہوا تو نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۳۲۷ میں مولانا شرف الحق دہلوی فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۴۲۲ میں اور عبدالرحمٰن مبارکپوری فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۴۲۳ میں احناف کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے عام جرابوں پر مسح کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔

(۲) غیر مقلدین، حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے جاری کی گئی جمعہ کی اذان ثانی کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ احناف اسے سنت خلفاء راشدینؓ کی حیثیت سے سنت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے اکابر مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا شرف الحق دہلویؒ بھی فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۴۳۵ میں اسے سنت ہی تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) غیر مقلدین، بلاعذر شرعی، قصداً کپڑا موجود ہونے کے باوجود، بلکہ کپڑا سر سے اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت کہتے ہیں۔ جب کہ احناف اسے مکروہ جانتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے اکابر مولانا محمد اسماعیل سلفی اسے عقل وفراست اور امت کے متوارث عمل کے خلاف قرار دیتے ہیں (ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ علمائے حدیث ج۲ ص۲۸۸) مولانا محمد داؤد غزنویؒ اسے صرف خلاف سنت ہی نہیں بلکہ منافقت، نصاریٰ سے مشابہت اور ناپسندیدہ عمل قرار دیتے ہیں (ایضاً ج۴ ص۹۰) میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اسے خلاف مسنون عمل کہتے ہیں (فتاویٰ نذیریہ ج۴ ص۲۴۰ فتاویٰ ثنائیہ ج۴ ص۵۲۵)

(۴) غیر مقلدین، بیک وقت ایک ہی جملہ یا ایک ہی مجلس میں دی جانے والی تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں۔ جب کہ احناف کا مؤقف یہ ہے کہ آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ، چاروں خلفاء راشدینؓ اور چاروں آئمہ مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ اس طرح تین طلاقیں ہی واقع ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مولانا شرف الحق دہلوی بھی اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے مؤقف کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتے ہیں (فتاویٰ ثنائیہ ج۲ ص۲۱۹) اور مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں بخاری شریف کے مخالف ہیں (فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص۷)

تو لاکھ کر خوشی سے دن رات بے وفائی
ہم ہیں وفا کے عادی ہم تو وفا کریں گے

گیارہویں خدمت: مناظرہ کا عنوانِ جدید:

غیر مقلدین نے اپنے مسلکی قیام کے بعد ہمیشہ چند مخصوص مسائل (فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا، ٹانگیں غیر فطری اور غیر ضروری طریقہ سے چوڑی کرنا وغیرہ) کی بنیاد پر ہی فتنہ اور چیلنج بازیوں کا بازار گرم رکھا۔ اور اشتہار بازی کے ذریعہ مناظرانہ فضا پیدا کئے رکھی۔ لیکن اگر کسی جگہ مناظرہ کی نوبت آ گئی تو عبرتناک شکست کھانے کے بعد کسی دوسری جگہ سے کامیابی کے اشتہار شائع

کردیئے۔ اور پھر وہی مخصوص مسائل دوسری جگہ جا کر چھیڑ دیئے۔ مولانا مرتضٰی حسن چاندپوریؒ، مولانا عبدالعزیزؒ (گوجرانوالہ) اور مولانا کرم الدین دبیرؒ وغیرہ علماء کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھی سردار اہل حدیث مولانا امرتسریؒ جیسا غیر مقلد چیلنج بازیوں سے باز نہ آیا۔ حتیٰ کے غیر مقلدین کی یہ شکستیں اس قدر واضح تھیں کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ:

"علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا ہے، جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا۔ اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا (نتائج التقلید ص ق)

لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین کی مناظرانہ چیلنج بازیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور وہ فتنہ اور فساد کا نفس پھیلاتے رہے۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر گیارہویں خدمت یہ سرانجام دی کہ اہل سنت وجماعت کو مناظرہ کا نیا اور مکمل عنوان دے کر غیر مقلدین کی چیلنج بازیوں کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اور چند مخصوص مسائل کی بجائے غیر مقلدین کو پوری نماز پر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ کہ نماز کے حوالہ سے قیامت کے دن صرف انہی مخصوص مسائل کے بارہ میں تو سوال نہ ہوگا۔ پوری نماز کے بارہ میں سوال ہوگا۔ لہٰذا مناظرہ پوری نماز پر ہونا چاہئے۔ طہارت کے احکامات سے لے کر نماز کی شرائط وارکان وسنن ومکروہات تک ہر ایک مسئلہ پر بالترتیب بحث ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کا مبلغ علم چونکہ صرف انہی چند مخصوص مسائل کے محور پر گھومتا ہے، اس کے علاوہ ان کو نہ کوئی حدیث پڑھائی جاتی ہے اور نہ کوئی مسئلہ سمجھایا جاتا ہے۔ اس لئے وہ پوری نماز پر مناظرہ کے لئے آمادہ نہ ہوسکے۔ اور ویسے بھی وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ ان کے لئے اپنے ہی قائم کردہ دلائل کے مطابق مکمل نماز کی حکمی حیثیت (کہ نماز پنجگانہ کی رکعات میں سے سنت کتنی ہیں اور نفل کتنے ہیں وغیرہ) اور ایک رکعت کے مسائل ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔

بارھویں خدمت: اپنا مسلک اپنی دلیل:

مولانا مرحوم نے اس محاذ پر بارھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انہوں نے سنی مسلمانوں کو "اپنا مسلک اپنی دلیل" کا یہ مسلمہ مناظرانہ اصول ذہن نشین کرادیا کہ اپنے مذہب اور مسلک کو اپنے ہی دلائل وبراہین کے ساتھ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اور اپنے مسلمہ دلائل میں سے کسی دلیل سے دستبرداری دراصل اپنے نظریہ سے دستبرداری کے مترادف ہے۔ کسی گروہ یا فرد کی طرف سے یہ مطالبہ کہ تم اپنا مسلک میرے دلائل سے ثابت کرو عالمی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ الزامی طور پر تو ایسا ممکن ہے کہ میں اپنا مسلک اپنے مدمقابل فریق کے دلائل سے ثابت کروں، لیکن تحقیقی طور پر نہ میں اس کا پابند ہوں، اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ مثلاً

(۱) اگر کوئی یہودی مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنی پانچ نمازیں ،ان کے اوقات ،ان کی رکعات اوران کے احکامات ہماری تورات سے ثابت کرو۔۔۔

(۲) کوئی عیسائی مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنا حج، اس کا وقت، اس کے مناسک وغیرہ ہماری انجیل سے ثابت کرو۔

(۳) کوئی سکھ مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنا روزہ، اس کے وقت کی تعیین اور اس کے مسائل ہماری گرنتھ سے ثابت کرو۔

(۴) کوئی ہندو مناظرہ کے دوران مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اپنی زکوٰۃ، اس کا نصاب اور اس کے مصارف ہماری وید سے ثابت کرو۔

تو ان سب کا یہ مطالبہ کسی بھی دانشمند وذی ہوش کے لئے نا قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ یہ سراسر غیر فطری، غیر عقلی اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کے منافی ہے۔ اس کے ساتھ یہ جان لینا بھی انتہائی ضروری ہے کہ اہل سنت وجماعت کے ہاں اثبات مسئلہ کے لئے دلائل چار ہیں۔ قرآن پاک، سنت نبوی ﷺ، اجماع اور قیاس، اور یہی فقہاء کے مسلمہ اصول ہیں۔ جب کہ فقہ کے اندر مسائل واحکامات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک منصوص اور دوسرے غیر منصوص۔ منصوص مسائل اصولی اور غیر منصوص فروعی کہلاتے ہیں۔ اصولی مسائل کے اندر ہمارے دلائل قرآن سنت اور اجماع ہیں۔ اور فروعی مسائل کے اندر ہماری دلیل قیاس مجتہد ہے۔ اس لئے جب بحث ہماری فقہ کے کسی مسئلہ پر ہوگی تو ہم اس زیر بحث مسئلہ کی اصولی یا فروعی حیثیت کے مطابق اپنے چاروں دلائل میں سے متعلقہ دلیل کے ساتھ اسے ثابت کرنے کا اصولی حق رکھتے ہیں۔ کسی کو ہم پر اپنی غیر متعلقہ دلیل ٹھونسنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں، مثلاً

فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ قیاس مجتہد سے متعلق ہے، اور ہم اس مسئلہ کو قیاس مجتہد ہی کی حیثیت سے مانتے ہیں تو کسی کو ہم سے یہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں کہ اس مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے ثابت کرو۔ ہاں اگر معترض اس مسئلہ کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے خلاف قرآن وسنت کا کوئی حکم قطعی پیش کرے......اسی طرح فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ اگر سنت سے متعلق ہے اور ہم اسے مسنون حیثیت سے ہی مانتے ہیں تو کسی کو ہم سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ اس کا ثبوت قرآن سے پیش کرو۔ ہاں اگر معترض اس مسئلہ کو قرآن کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ قرآن سے اس کے خلاف کوئی حکم قطعی پیش کرے......غرضیکہ جو مسئلہ جس دلیل سے متعلق ہے، اسی دلیل کے حوالہ سے اس پر بحث کی جاسکتی ہے، قرآن سے متعلق ہے تو قرآنی دلیل سے، سنت سے متعلق ہے تو نبوی دلیل سے، اجماع سے متعلق ہے تو اجماعی دلیل سے اور اگر قیاس سے متعلق ہے تو قیاسی

دلیل سے ہی اسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ہاں البتہ پیش کردہ دلیل کے دلیل ہونے پہ بحث کی جاسکتی ہے کہ قرآنی ونبوی تعلیمات کی روشنی میں وہ دلیل دلیل بن سکتی ہے یا نہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن وسنت کے حوالہ سے اس موضوع پر بحث کی جاسکتی ہے کہ اجماع اور قیاس مجتہد دلیل بن سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن وسنت سے یہ ثابت کرنا ہماری شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ غیر مقلدین عام طور پر لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اس لئے وہ ناقابل تسلیم ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ سراسر خلاف عقل ودیانت اور صریح دھوکہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ جب اصول فقہ کے حوالہ سے یہ بات واضح ہے کہ فقہ حنفی دلائل اربعہ سے ثابت شدہ مسائل کا مجموعہ ہے تو پھر صرف اول الذکر دو دلائل (قرآن وسنت) سے اس کے مسائل کے بارہ میں دلیل طلب کرنا اور آخر الذکر دو دلائل (اجماع اور قیاس) کو نظر انداز کرنا کھلا فراڈ اور بددیانتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہی طرز خود غیر مقلدین کے خلاف استعمال کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اسے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے۔ مثلاً:

اگر کوئی نیچری کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کرے کہ قرآنی اور نبوی معجزات، اور برزخی واخروی واقعات وغیرہ نیچر یعنی عقل سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟...... اگر کوئی رافضی کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کردے کہ میں اہل سنت وجماعت کی کتب احادیث بخاری ومسلم وغیرہ کو نہیں مانتا، تم خلفاء اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی خلافت راشدہ ان کے ناموں کی تعین کے ساتھ قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟...... اگر کوئی منکر حدیث کسی غیر مقلدین سے یہ مطالبہ کردے کہ اپنی پانچ نمازیں ان کے اسماء واوقات کی تعین سمیت قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟...... اگر کوئی منکر حدیث کسی غیر مقلد سے یہ مطالبہ کردے کہ بخاری ومسلم کا فلاں مسئلہ قرآن سے ثابت کرو، یا اپنے اختلافی مسائل فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ قرآن سے ثابت کرو، یا بخاری ومسلم کی ہر حدیث کا صحیح ہونا قرآن سے ثابت کرو تو اس کا جواب کیا ہوگا؟...... یقینی بات ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے اس کا ایک ہی جواب ہوگا کہ ہم ان مسائل واحکامات کو حدیث یا اصول محدثین کے حوالہ سے مانتے ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ حجیت حدیث پر مناظرہ کرلو۔ ہم بھی غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ ہم پر بھی اپنے دلائل ٹھونسنے کی بجائے مسئلہ سے متعلق دلیل کے حوالہ سے ہمارے ساتھ بات کرلو۔ لیکن غیر مقلدین یہاں یہ اصول اپنانے پر آمادہ نہیں۔

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تیرہویں خدمت: مناظرہ اصول پر یا فروع پر؟

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے تیرہویں خدمت یہ سرانجام دی کہ مناظرہ کے بنیادی مقاصد و منافات کے حوالہ سے یہ حقیقت پوری طرح ذہن نشین کرادی کہ مناظرہ ہمیشہ اصولی مسائل پر ہی مؤثر و مفید ثابت ہوسکتا ہے، فروعات میں مناظرہ سے ہمیشہ اختلافات و مناظرات کی خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے، مثلاً ایک اصول کے تحت سو فروعات موجود ہیں تو صرف ایک اصول پر مناظرہ سے تمام فروعات کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا، کیونکہ وہ اسی اصل پر مبنی ہیں۔ لیکن اگر اصول کو چھوڑ کر فروعات پر مناظرہ کا میدان اختیار کیا جائے گا، تو ایک کے بجائے سو مناظرے ہوں گے۔ یعنی ہر فرع پر الگ مناظرہ ہوگا۔ اور اصول کا اختلاف پھر بھی بدستور رہے گا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ درخت اصول کی مانند ہے، اور اس کی شاخیں فروع کی مانند، اگر اس کو جڑ سے کاٹ دیا دیں گے تو پورا درخت کٹ جائے گا۔ اور اگر شاخیں کاٹیں گے تو ایک ایک شاخ الگ الگ کاٹنا ہوگی اور درخت بدستور قائم رہے گا...... اس مسلمہ ضابطہ کے تحت اختلافات کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ مناظرہ فروعات کی بجائے اصول پر کیا جائے تاکہ اس کے زیادہ اور مضبوط اثرات مرتب ہوں۔ مثلاً ...... منکرین حدیث، حجیت حدیث سے انکاری ہیں، اگر وہ حجیت حدیث کے موضوع پر بحث و مناظرہ کریں گے تو ذیلی اختلافات خود بخود ختم ہوتے چلے جائیں گے، اور اگر وہ ہر ہر حدیث پر الگ الگ بحث کرنا چاہیں گے تو بحث کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا، کیونکہ احادیث کی تعداد تو از روئے متن ہزاروں تک اور از روئے سند لاکھوں تک پہنچتی ہے...... اسی طرح منکرین تقلید حجیت تقلید سے انکاری ہیں۔ اگر وہ حجیت تقلید کے موضوع پر مناظرہ کریں تو تقلید کے ضمن میں آنے والے تمام مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے، اور اگر وہ ہر ہر فقہی مسئلہ پر الگ الگ بحث کرنا چاہیں گے تو بحث کا دائرہ یقیناً وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ فقہی واجتہادی مسائل کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچتی ہے...... لیکن یہ دونوں طبقے چونکہ امت کے اندر اختلافات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے وہ ہمیشہ وہی طرز اختیار کریں گے کہ جس سے اختلاف کے خاتمہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ منکرین حدیث کی بحث ہمیشہ اسی موضوع پر ہوگی کہ بخاری کی فلاں روایت قرآن کے خلاف ہے اور مسلم کی فلاں روایت عقل کے منافی ہے۔ اور غیر مقلدین کی بحث ہمیشہ اسی موضوع پر ہوگی کہ فقہ حنفی کا فلاں مسئلہ قرآن کے خلاف ہے اور فلاں حدیث کے خلاف یہ دونوں طبقے اصولی مسئلہ پر بحث سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں۔

ہنسی آتی ہے تیری سادگی شوق پر جامی
وہ نظریں بھی ملاتے کب ہیں جو اب دل ملائیں گے

چودھویں خدمت: مقام امام اعظمؒ:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے چودھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح پر لکھی جانے والی سینکڑوں کتب کے حوالہ سے انہوں نے امام اعظمؒ کا مقام انتہائی سادہ، آسان اور مدلل انداز سے اس طرح ذہن نشین کرادیا کہ ہر شخص کے ذہن میں ان کی عظمت اجاگر ہوتی چلی گئی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چاروں ائمہ مجتہدینؒ اپنے اپنے مقام پر صاحب فضل وکمال اور مقام عظمت پر فائز ہیں، ان میں سے کسی ایک کی توہین وتنقیص بھی سلب ایمان کا ذریعہ بن سکتی ہے، لیکن جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ میں بترتیب مراتب فرق موجود ہے، اسی طرح ائمہ مجتہدینؒ کے اندر بھی یہ فرق پایا جاتا ہے، اور ان میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک منفرد وممتاز مقام کے حامل ہیں۔ دیگر ائمہ پر ان کی برتری کے تین بڑے دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: پہلی دلیل یہ ہے کہ ائمہ اربعہؒ میں سے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی تابعی ہیں، جنہوں نے حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔ اگرچہ غیرمقلدین حضرات امام صاحبؒ کی تابعیت سے انکاری ہیں، لیکن جب علامہ ذہبی شافعیؒ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۵۸ میں) امام حافظ ابن کثیر الشافعیؒ (البدایۃ والنہایۃ ج ا ص ۱۰۷ میں) علامہ خطیب بغدادی شافعیؒ (تاریخ بغداد ج ا ص ۳۲۴ میں) علامہ حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ (الخیرات الحسان ص ۲۱ میں) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹ میں) علامہ قسطلانی الشافعیؒ (شرح بخاری ج ا ص ۲۸۲ میں) حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (جامع بیان العلم ج ا ص ۴۵ میں) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا برملا اعتراف فرماتے ہیں تو غیرمقلدین کے انکار کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ اور نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟

دوسری دلیل: امام ابوحنیفہؒ کی باقی ائمہ پر برتری کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ وغیرہ تمام فقہاء ومحدثین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استاد ہیں۔ مثلاً امام مالکؒ اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں۔ اور امام شافعیؒ ان دونوں کے شاگرد ہیں، اور امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔۔۔ اسی طرح امام بخاریؒ متعدد واسطوں سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام اسحاق بن راہویہؒ کے وہ امام عبداللہ بن مبارکؒ اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے۔ امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام احمد بن حنبلؒ کے وہ امام قاضی ابویوسفؒ کے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے، امام بخاریؒ شاگرد ہیں امام یحییٰ بن معین الحنفیؒ کے وہ امام محمدؒ کے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے۔۔۔ غرضیکہ اکثر فقہاء ومحدثین

بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت امامؒ کے شاگرد ہیں۔

تیسری دلیل: امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دیگر فقہاءؒ پر برتری کی تیسری دلیل یہ ہے کہ امت کے تمام طبقات نے بالاتفاق انہیں امام اعظم تسلیم کیا ہے اور کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین کے معروف علماء مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ، مولانا محمد داؤد غزنویؒ، نواب صدیق خان بھوپالی، مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ وغیرہم بھی انہیں امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔ یہ تمام دلائل اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو دیگر فقہاء پر ہر قسم کی برتری وفضیلت حاصل ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

نعمان کا معنیٰ:

امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان بن ثابت کوفی ہے، جو ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ نے اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں لفظ نعمان کے تین معنی بیان فرمائے ہیں۔

(۱) نعمان نعمت سے اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ہاں انسانیت کے لئے سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام ہے۔ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیک نعمتی الخ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس نعمت کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی تدوین امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ ہوئی۔

(۲) نعمان کا معنیٰ ہے خون جو زندگی کی علامت ہے اور پورے بدن میں گردش کرتا ہے۔ یعنی جس طرح خون پورے جسم میں پایا جاتا ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کی محبت تمام اہل حق کے دلوں میں اور ان کی فقہ پوری دنیا کے اندر بکثرت پائی جاتی ہے۔

(۳) نعمان، ایک سرخ رنگ کی خوشبودار گھاس کا نام ہے۔ جس کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ گویا امام ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ کے ذریعہ سنت نبوی ﷺ کی خوشبو دور دور تک پھیلی۔

کنیت ابوحنیفہؒ سے مراد:

غیر مقلدین حضرات عام طور پر بعض مجہول قسم کی روایات کی بناء پر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک بیٹی حنیفہ نامی تھی، جو انتہائی ذہین تھی۔ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ ایک مسئلہ میں پھنس گئے تو اس بیٹی نے اس شرط پر وہ مسئلہ حل کر دیا کہ آپ میرے نام سے اپنی کنیت اختیار کریں گے اور امام نے مجبوراً وہ کنیت

اختیار کی۔ حالانکہ اس افسانوی پروپیگنڈہ کی واقعاتی طور پر کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ امام صاحبؒ کی حنیفہ نامی بیٹی کا ثبوت ٹھوس تاریخی شہادت سے کہیں نہیں ملتا مخالفین امام اعظمؒ نے صرف ان کی جلالت علمی کو داغدار و کمزور کرنے کے لئے یہ واقعہ گھڑا ہے۔ دراصل اس کنیت کے دو اسباب ہیں۔

(۱) پہلا یہ کہ حنیفہ کا معنی ہے دوات اور امام اعظمؒ حصول علم اور تلاش روایات کے لئے اس قدر سرگرم رہتے کہ ہر وقت دوات ان کے ہاتھ میں ہوتی۔ کہ کوئی محدث وفقیہہ جہاں مل جائے اس سے مسائل و روایات حاصل کر کے تحریر کر سکیں، اس بناء پر لوگوں میں ابوحنیفہ یعنی دوات والے معروف ہو گئے۔

(۲) دوسرا یہ کہ امام صاحب نے یہ کنیت خود اختیار کی، دین حنیف کی طرح نسبت کر کے بایں صورت اس کا معنی یہ ہوگا کہ دین حنیف یعنی سیدھے راستہ والا۔ اور جمہور ائمہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ لیکن غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی لا علاج ہے۔

ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں
کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

پندرھویں خدمت: فقہ حنفی کی برتری:

اس محاذ پر مولانا مرحوم نے پندرھویں خدمت یہ سرانجام دی کہ انہوں نے متعدد وجوہ سے تمام فقہی مذاہب پر فقہ حنفی کی فکری و عملی برتری ثابت کی۔ اور اس کے لئے بھی ان کا انداز انتہائی سادہ اور پرکشش تھا۔

پہلی وجہ: فقہ حنفی کی برتری کی پہلی وجہ یہ ہے کہ باقی تینوں ائمہ نے اپنی اپنی فقہ تنہا خود مرتب کی ہے۔ جبکہ فقہ حنفی کو امام اعظمؒ نے اپنے، قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ، امام حسنؒ بن زیاد، امام قاسمؒ بن معن اور امام داؤد طائیؒ جیسے چالیس جلیل القدر تلامذہ کے ساتھ مل کر مدون کیا۔ گویا یہ ایک اجتماعی کاوش ہے۔

دوسری وجہ: باقی تینوں ائمہ نے اپنی فقہ کی تدوین میں ضعیف حدیث کے مقابلہ میں اجتہاد سے کام لیا ہے۔ لیکن امام اعظمؒ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے، کہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے باوجود متن کے اعتبار سے اس کے صحیح ہونے کا احتمال موجود ہے۔

تیسری وجہ: باقی تینوں ائمہ قولِ صحابیؓ کے مقابلہ میں قیاس کرتے ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ قول صحابیؓ کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے، کہ ہوسکتا ہے وہ نبی ﷺ کا قول ہو اور صحابیؓ نے کسی وجہ و مصلحت کی بنا پر نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت مناسب نہ سمجھی ہو۔ اسی لئے مولانا میر محمد ابراہیمؒ سیالکوٹی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو مقدم جانتے تھے کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے۔ اس میں احتمال صحت کا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں'' (تاریخ اہل حدیث ص ۲۷۳)

چوتھی وجہ: فقہ حنفی کی تدوین سے لے کر آج تک امت کے ستر فی صد سے زائد طبقہ نے فقہ حنفی کی عملاً تقلید کی ہے۔ اس کی یہ مقبولیت جہاں رضائے الٰہی پر دلالت کرتی ہے وہاں اس کی برتری کی بھی بین دلیل ہے۔

پانچویں وجہ: باقی تینوں فقہی مذاہب علاقائی حدود میں مقید ہیں، یعنی بعض بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن فقہ حنفی عالمگیر حیثیت رکھتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی خطہ اس سے خالی نہیں۔

چھٹی وجہ: برصغیر پاک ہند کے اندر وسیع پیمانہ پر اسلام کی آمد، اس کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے جملہ امور حنفیوں نے سرانجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی و وسط ایشیائی ریاستوں سے لے کر افغانستان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، اور چین تک فقہ حنفی کے علاوہ مالکی، شافعی حنبلی کوئی فقہی مذہب بھی موجود نہیں۔ اور یہ فقہ حنفی کی دیگر مذاہب پر فکری و علمی برتری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری

تیسرا محاذ: فتنۂ قادیانیت:

کسی دانش مند کا قول ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ مولانا مرحوم کو بھی قادیانیت کے مسئلہ میں کچھ ایسی ہی صورت پیش آئی۔ کیونکہ ان کے چک ۵۵/ٹو/ایل اوکاڑہ میں مسلمانوں کی آبادی تناسب کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے، سب سے زیادہ عیسائی، اس کے بعد قادیانی اور اس کے بعد مسلم آبادی ہے، یعنی سب سے کم تعداد مسلمانوں کی ہے۔ مالی اور سیاسی اثر و نفوذ اور مذہبی تعلیم و تبلیغ کی بناء پر مقامی مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں تھا، چنانچہ اسی فکر کے تحت مولانا مرحوم نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کر کے اپنی خداداد ذہانت کی بناء پر بہت جلد ان کے خلاف مناظرانہ مہارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد مختلف عنوانات (متنبی قادیانی اور حیات مسیح علیہ السلام وغیرہ) پر ان سے کامیاب مناظرے کیے۔

قادیانیت کے خلاف تاریخی جدوجہد:

تحریک قادیانیت انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی کے آغاز ۱۸۸۴ء میں ضلع گورداسپور کی بستی قادیان سے اٹھی۔ اور انگریزی اقتدار کی سرپرستی میں رفتہ رفتہ اپنی جڑیں مضبوط کرتی چلی گئی۔ لدھیانہ کے سنی حنفی

علماء (مولانا عبدالعزیزؒ اور مولانا محمد لدھیانویؒ وغیرہ جو کہ تحریک حریت کے نامور راہنما مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بیٹے تھے) نے تو اپنی بصیرت ایمانی کے تحت ابتدائی مرحلہ میں ہی اندازہ کرلیا کہ یہ تحریک مجددیت کی سیڑھی سے نبوت کی منزل تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے ۱۸۸۴ء میں ہی مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر جاری کردیا تھا۔ انگریزی حکومت کی سرپرستی میں مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے غیر مقلدین کی پذیرائی بھی ابتداءً اس تحریک کو حاصل رہی، جب کہ اس تحریک کے خلاف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حیاتؒ فاتح قادیان، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسے اکابرین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ہمارے امیر مرکزیہ قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کے والد گرامی منزلت حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ نے تو مرزا قادیانی کو عدالت کے اندر ایسا رسوا کیا کہ اسے باقاعدہ قید و جرمانہ کی سزا ملی، قیام پاکستان کے بعد ظفر اللہ خان قادیانی کی وزارت خارجہ کے باعث قادیانیت کو کافی ترقی ملی۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران دس ہزار سے زائد جاں نثاران ختم نبوت شہید کردیئے گئے۔ بالآخر مسلمانوں کی نوے سالہ مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے قانونی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

قادیانیت کے خلاف اس مسلسل جدوجہد میں مولانا مرحوم کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر و تحریر میں قادیانیت کے خلاف یہ مؤقف اختیار کیا کہ مرزا قادیانی کے کردار و عمل کی روشنی میں نبی تو کجا اسے شریف آدمی ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔ غالباً ۱۹۸۰ء میں پتوکی کے اندر قادیانیوں کے ایک مکان میں قادیانیوں کے ساتھ مولانا کا مناظرہ ہوا جس میں مولانا نے قادیانی کتابوں سے ثابت کیا کہ مرزا قادیانی بہت زیادہ گالیاں دیتا اور لکھتا تھا۔ اور قادیانی مناظر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا۔ مولانا مرحوم اس مناظرہ کا عموماً ذکر فرمایا کرتے تھے۔

مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت:

مرزا قادیانی کے نظریات باطلہ کی بنیاد بھی ترک تقلید تھی، اور اس کی غیر مقلدیت پر ناقابل تردید دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل: مرزا قادیانی حدیث کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ”میرے دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ

قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں، اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں'' (اعجاز احمدی ص۳۰)

حدیث رسول ﷺ کے بارہ میں یہ تصور و نظریہ ہی خالص غیر مقلدانہ ہے۔کیونکہ مقلد تو حجیت حدیث کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسری دلیل: مرزا قادیانی اہل سنت و جماعت کے دلائل اربعہ میں سے تیسری دلیل یعنی اجماع امت کا منکر اور مخالف تھا۔اور متعدد مسائل میں اس کا نظریہ اجماع امت کے خلاف تھا۔مثلاً بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر بالرائے۔۔۔حیات مسیح علیہ السلام و نزول مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدہ کا انکار۔۔۔اور دعویٰ مہدویت وغیرہ میں وہ امت کے اجماعی نظریات کے خلاف تھا۔جو اس کے غیر مقلد ہونے کی بین دلیل ہے

تیسری دلیل: مرزا قادیانی، حکیم نورالدین بھیروی کے نام اپنے مکتوب میں اپنی غیر مقلدیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''منشی احمد جان مرحوم جب تک زندہ رہے خدمت کرتے رہے۔۔۔میری نسبت وہ خوب جانتے تھے کہ یہ حنفی تقلید پر قائم نہیں ہیں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں (مکتوب احمدیہ ج۵ ص۵۳)

اس صریح اعتراف و اقرار کے بعد بھی قادیانی کی غیر مقلدیت سے انکار کرنا کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بریلوی حنفی ظاہر کرتے تھے،لیکن حقیقت میں وہ حنفی بھی نہ تھے، اہل حدیث تو کیا ہوتے،البتہ غیر مقلد ہو سکتے ہیں۔کیونکہ وہ نہ فقہ حنفی کے پابند تھے۔نہ وہ صحابہؓ اور تابعینؒ ائمہ سلف کی روش پر چلنا پسند کرتے تھے۔(تحریک آزادی فکر ص۱۸۸)

چوتھی دلیل: مرزا قادیانی کے افعال و اعمال بذات خود اس کی غیر مقلدیت کا واضح ثبوت ہیں،مثلاً وہ فاتحہ خلف الامام مسح علی الجوربین۔۔۔آٹھ تراویح۔۔۔جمع بین الصلوٰتین۔۔۔رفع یدین۔۔اور تین کوس کے سفر پر قصر نماز۔۔۔کا قائل تھا،نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتا تھا۔۔۔وتر ایک پڑھتا تھا وغیرہ اور یہ سب امور ہمارے ہاں غیر مقلدانہ ہیں۔

(نوٹ) مرزا قادیانی کی غیر مقلدیت پر تفصیلی بحث ناچیز کی کتاب ''قادیانی اور غیر مقلدین'' ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھا محاذ: فتنہء انکار حدیث

برصغیر کے اندر ترک تقلید کی ترقی یافتہ صورت میں فتنہء انکار حدیث نمودار ہوا کیونکہ غیر مقلدین نے

جب بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث کے اردو تراجم، علمی اعتبار سے پرائمری سطح کے افراد کے ہاتھوں میں تھما دیئے تو احادیث کے درمیان ظاہری تعارض نے بہت سی طبیعتوں کو ان کے واقعاتی و حقیقی وجود سے باغی و بیزار کر دیا۔ اس لئے کہ ناسخ و منسوخ روایات کے درمیان فرق کرنے کی اہلیت سے محروم لوگوں کے لئے اس تعارض کو دور کرنا ممکن نہ تھا۔ اور تقلید کی بندش سے وہ پہلے ہی آزادی حاصل کر چکے تھے۔ لہٰذا بخاری و مسلم کی چند روایات پر عدم عمل کے حوالہ سے احناف کو مطعون کرنے والے غیر مقلدین کے لئے خود بخاری و مسلم کے وجود و بال جان بن گئے، کیونکہ منکرین حدیث کو بخاری و مسلم سمیت احادیث کی تمام کتب میں سے سازش کی بو محسوس ہونے لگی تھی۔ اسی لئے انہوں نے حجیت حدیث سے انکار کر کے پورے مجموعہ حدیث کو مسترد کر دیا۔ اور جس طرح منکرین تقلید نے اپنے لئے ''اہل حدیث'' کا عنوان تجویز کیا تھا بعینہ اسی طرح منکرین حدیث نے اپنے لئے ''اہل قرآن'' کا لقب اختیار کر لیا۔ مولانا مرحوم نے اس محاذ پر حجیت حدیث کے اثبات کے لئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ اور ترکِ تقلید کے حوالہ سے یہ بات پوری طرح ذہن نشین کرائی کہ یہی وہ بنیاد ہے جو انسان کے اندر دیگر دلائل شرعیہ اور احکامات دینیہ کے خلاف نفرت و بغاوت کے بیج بوتی ہے۔ اور حقیقتاً بھی منکرین حدیث کے تمام سرگروہ غیر مقلد تھے۔ مثلاً

سرسید احمد خان: یہ ایک واقعاتی حقیقت ہے کہ برصغیر کے اندر بانی علی گڑھ یونیورسٹی سرسید احمد خان نے عقل کی بنیاد پر ''نیچریت'' کے عنوان سے ایک ایسے مکتب فکر کی بنیاد رکھی جس نے مابعد کے ہر فتنہ کو بنیادی میٹریل فراہم کیا، اور اس تحریک کی بنیاد بھی ترک تقلید تھی۔ چنانچہ خود سرسید اپنی غیر مقلدیت کا اعتراف بایں الفاظ کرتے ہیں کہ:

''میں سچ کہتا ہوں کہ جس قدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہنچایا ہے، اتنا کسی چیز نے نہیں پہنچایا۔ سچے اسلام کے حق میں تقلید سنکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ (مکتوبات سرسید جلد ا ص ۴۷۳)

سرسید صرف فروعی مسائل میں ہی تقلید کی بندش سے آزاد نہ تھے، بلکہ انہوں نے اہل سنت و جماعت کے اصولی و اجماعی عقائد و نظریات سے بھی مکمل آزادی حاصل کر لی، مثلاً وہ ---نزول وحی ---ملائکہ--- جنات--- جنت و دوزخ---اور معجزات وغیرہ تمام اجماعی عقائد کے منکر تھے۔ اور ان نظریات کے بارہ میں ائمہ مفسرینؒ کی تفسیر قرآن کو یہودی تفسیر قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ ان کی تفسیر احمدیہ، خطبات احمدیہ، مقالات سرسید اور مکتوبات وغیرہ میں اسی کی صراحت مذکورہ ہے۔ اسی لئے ان کے سوانح نگار مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں کہ:

سرسید جس طرح تقلید کو فروع میں ضروری نہیں سمجھتے ، اسی طرح اصول میں بھی نہیں سمجھتے ۔ کیونکہ جس بنا پر حق چاروں مذہبوں میں دائر سمجھا گیا ہے، اسی بنا پر اس کو اشاعرہ اور معتزلہ اور دیگر فرق اسلامیہ میں بھی دائر سمجھنا ضروری ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے اکثر اصولی مسائل میں معتزلہ کی پیروی کی ہے ۔ (حیات جاوید ص ۵۹۵) گویا فروعات میں تقلید کی بندش توڑنے کے بعد سرسید نے اصول میں بھی تقلید کی زنجیریں کاٹ ڈالیں ۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی: تحریک انکار حدیث کے حوالہ سے دوسرا نمایاں نام مولوی عبداللہ چکڑالوی کا ملتا ہے ، وہ بھی نظریاتی اور مسلکی طور پر غیر مقلد تھے اور تقلید کی زنجیریں توڑ کر انکار حدیث کی منزلیں طے کر گئے ۔ (موج کوثر ص ۷۱ تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸ فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۲۸۰) چنانچہ انہوں نے فروعی مسائل میں تقلید سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ۔۔۔ حدیث پر ایمان کو شرک ۔۔۔ شفاعت کے عقیدہ کو خباثت ۔۔۔ نماز تراویح کو ضلالت ۔۔۔ تعدد ازواج کو زنا ۔۔۔ اور معراج کو خواب قرار دے دیا ۔۔۔ حتیٰ کہ عذاب قبر اور سوال نکیرین سے بھی انکار کر دیا ۔

حافظ اسلم جیراجپوری: اس تحریک کے حوالہ سے تیسرا نمایاں نام اسلم جیراجپوری کا آتا ہے، وہ بھی نظریاتی و مسلکی طور پر غیر مقلد تھے (دیکھئے ان کی کتاب نوادرات) فقہی مسائل میں تقلید کی بندشیں توڑ کر وہ ۔۔۔ حجیت حدیث ۔۔۔ معراج جسمانی ۔۔۔ اور معجزات وغیرہ جیسے اجماعی و اصولی عقائد سے بھی منحرف ہو گئے ۔

نیاز فتح پوری: اس تحریک کے حوالہ سے چوتھا نام نیاز فتح پوری کا آتا ہے اور وہ بھی نظریاتی و مسلکی طور پر غیر مقلد تھے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

” مولویوں کے نزدیک اسلام نام ہے صرف کورانہ تقلید کا، اور تقلید بھی رسول و احکام رسول کی نہیں ، بلکہ بخاری و مسلم و مالک وغیرہ کی ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی کیفیت یقین کی اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر شخص اپنی جگہ غور کر کے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے ۔ (من و یزدان جلد ۱ ص ۵۴۷)

چنانچہ نیاز صاحب نے تقلید کی بندشیں توڑ کر اپنے اندر یقین کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے ۔۔۔ معجزات ۔۔۔ عذاب و ثواب قبر ۔۔۔ آخرت ۔۔۔ جنت و دوزخ ۔۔۔ حتیٰ کہ قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے تک سے انکار کر دیا ۔ ظاہر بات ہے کہ ترک تقلید اس سے زیادہ یقین کی حقیقی کیفیت پیدا ہی کیا کر سکتی تھی؟

یہ ترک تقلید اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

عنایت اللہ مشرقی: اس تحریک کے حوالہ سے پانچواں نام علامہ مشرقی کا ملتا ہے۔اور وہ بھی نظریاتی طور پر غیر مقلد تھے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ تم اپنی فقہ اور احادیث اور جہالت اور باطل روایات کے سبب قرآن کریم کی تعلیم میں شور وغل مچاتے ہو(تذکرہ عربی ص ۱۲۵) گویا انہوں نے بھی حدیث سے پہلے فقہ کو ہی ہدف تنقید بنایا ہے۔پھر انہیں قرآن سے یہ علم ملا کہ۔۔ ہر مذہب کی سچائی مشتبہ ہے۔۔۔انگریز حقیقی مومن ہیں۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔۔۔تفسیر قرآن کے لئے اجماع غیر ضروری ہے۔۔۔اسلاف کی اتباع شرک ہے۔۔۔ فرشتے انگریزوں کو سجدے کرتے ہیں وغیرہ (اس کی تفصیلات تذکرہ عربی و اردو میں ملاحظہ فرمائیں)

غلام احمد پرویز: اس تحریک کے حوالہ سے چھٹا نام چوہدری غلام احمد پرویز کا آتا ہے۔وہ بھی تقلید کی بندشوں آزاد تھے، نہ حجیت حدیث کے قائل تھے اور نہ اجماع امت کے حتیٰ کہ ان کی قرآن فہمی کا نتیجہ یہ تھا کہ۔۔رسول ﷺ کو لوگوں پر حکم چلانے کا کوئی حق نہیں (سلیم کے نام)۔۔۔قرآنی احکامات عبوری دور کے لئے تھے (نظام ربوبیت) شریعت محمدیہ ﷺ منسوخ ہے (مقام حدیث (۔۔۔حکومت کو احکامات شرعیہ کے اندر تغیر کا حق ہے آخرت سے مراد دنیوی، مستقل جنت وجہنم سے مراد انسانی کیفیات اور ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات ہیں (سلیم کے نام، لغات، القرآن، ابلیس وآدم) پرویز کے انہی گمراہ کن نظریات کی بناء پر ہی ہندو پاک اور عرب وعجم کے تقریباً گیارہ سو کے قریب علماء نے اس پر فتویٰ کفر جاری کیا جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

پانچواں محاذ: فتنۂ یزیدیت

رافضیت کے ردعمل میں خارجیت کا فتنہ نمودار ہوا۔جس کے سکہ بند طبقہ نے تو کھل کر خلافت علیؓ، صحابیت حسنینؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے خاتون جنت ہونے سے انکار کر دیا۔بلکہ ان عنوانات سے متعلق احادیث صحیحہ سے بھی براءت ظاہر کردی۔۔۔لیکن اس کے نچلے طبقہ نے اپنی سرگرمیاں صرف عدالت یزید ثابت کرنے تک ہی محدود رکھیں، اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فسق یزید کے بارہ میں جمہور ائمہ اہل سنت کے فیصلہ کو شیعی اثرات کا نتیجہ قرار دے دیا۔

اکابر پر عدم اعتماد:

یہ فتنہ بھی ترک تقلید ہی کی پیداوار ہے۔اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اکابرین احناف، اور اسلاف دیوبند کی قرآنی، حدیثی اور فقہی خدمات قابل تسلیم ہیں، لیکن ان کی تاریخ تحقیقات ناقابل اعتماد ہیں۔کیونکہ انہوں نے

فسق یزید کے مسئلہ میں بہت بڑی اجتماعی ٹھوکر کھائی ہے۔ یاد رہے کہ برصغیر کے اندر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لے کر (شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، سید احمد شہیدؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سمیت) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تک تمام اکابرین اہل سنت فسق یزید پر متفق ہیں۔ اور کسی کو بھی اس سے اختلاف وانکار نہیں۔ اس کی تفصیلات قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کی کتاب خارجی فتنہ جلد دوم میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس تحریک خارجیت ویزیدیت کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانیؒ اور علامہ تفتازانیؒ وغیرہ بزرگوں پر تو پیشہ ور غیر مقلدین سے بھی بڑھ کر برستے ہیں ۔۔۔ اور فسق یزید کے معاملہ میں جملہ اکابر واسلاف کو شیعی اثرات سے متاثر ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں ۔۔۔ لیکن اپنے ہی طبقہ کے حضرت علیؓ کی خلافت موعودہ کا انکار کر کے اسے عبوری دور قرار دینے والے ۔۔۔ حضرات حسنینؓ کی صحابیت کا برملا انکار کرنے والے ۔۔۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو 'سیدۃ نساء اھل الجنۃ' تسلیم نہ کرنے والے ۔۔۔ اور اہل سنت کے ہاں متفق علیہ احادیث صحیحہ کو ایرانی ومجوسی سازش قرار دے کر مسترد کرنے والے ۔۔۔ دشمنان اہل بیت کے خلاف ان کی زبانیں اور قلم خاموش ہیں۔

ماخذ قدیم، نظریہ جدید:

اس مسئلہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ برسرعام تقریر وتحریر کے ذریعہ تحقیق اسلاف پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اسے برملا غلط قرار دیتے ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اکابر نے اپنی تحقیقات کے اندر فسق یزید کے بارہ میں باقاعدہ مستند تاریخی حوالے پیش کئے ہیں اور ان کے وہ حوالے جو مودودی صاحب، محمود احمد عباسی اور دیگر جدت پسند مؤرخین کی طرف وقتی یا مرجوح نہیں، بلکہ راجح ومتواتر ہیں، اگر اس کے باوجود ان کی تحقیق ناقابل اعتماد ہے تو کیا آپ کو کوئی ایسا جدید ماخذ دستیاب ہوا ہے جو ان کی نظروں سے اوجھل تھا؟ اگر ایسا ہے تو وہ ماخذ سامنے لایئے۔ لیکن اگر آپ تاریخ طبرانی، کامل ابن اثیر، تاریخ ابن خلدون، اور البدایہ والنہایہ وغیرہ انہی کتب کے حوالہ سے اکابر کی اجماعی تحقیق کو مسترد کرنا چاہتے ہیں جن سے استدلال کر کے انہوں نے فسقِ یزید کا فتویٰ دیا ہے تو آپ کی جدید ونومولود تحقیق کی بناء پر اکابرین اہل سنت کا تیرہ سو سالہ متواتر ومتوارث فیصلہ کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ یزیدی ٹولہ ابھی تک کسی ایسے جدید یا قدیم ماخذ کی نشاندہی نہیں کر سکا جس تک اسلاف کی رسائی نہ رہی ہو۔

حدیث مغفور لھم ، اور فسق یزید:

یزیدی ٹولہ کے پاس عدالت یزید ثابت کرنے کے لئے سب سے وزنی دلیل وہ حدیث بخاری ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۃ القیصر پر حملہ کرنے والے لشکر کے لئے مغفور لھم کی بشارت دی۔ ایک یزیدی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یزید کی عدالت ثابت کرنے اور اس کے فسق سے انکار کرنے کی کوشش کی تو مولانا مرحوم نے حسب عادت مسکرا کر فرمایا کہ میں نے تو اکابر کی تحقیقات کے حوالہ سے فسق یزید کے تین ہی اسباب پڑھے تھے۔۔۔ پہلا سبب اس کا کردار، کہ وہ نماز ترک کرنے، موسیقی سننے، اور گانے والی لونڈیاں رکھنے کا عادی تھا وغیرہ۔۔۔ دوسرا سبب یہ کہ وہ واقعہ کربلا کا ذمہ دار تھا، کیونکہ اس نے کسی ذمہ دار کو سزا نہیں دی۔۔۔ اور تیسرا سبب واقعات حرہ یعنی مکہ اور مدینہ کی حرمت پامال کرنے میں وہ ملوث تھا۔ چنانچہ ۶۴ ہجری میں انہی واقعات کی بنا پر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام نے اس کے لئے اجتماعی بددعا کی، اور وہ اسی رات مرگیا۔۔۔ اب آپ نے فسق یزید کا چوتھا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ وہ یزیدی اس جواب سے بڑا پریشان ہوا اور تعجب سے کہنے لگا کہ اس حدیث سے تو یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے، فسق کیسے ثابت ہوا؟ فرمایا اس حدیث سے صرف یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے یا لشکر کے تمام شرکاء کی؟ اس نے کہا سب کی۔ فرمایا پھر یزید صرف اس حدیث کی مخالفت کر کے تین بار فسق کا مرتکب ہوا۔ کیونکہ اس لشکر میں حضرت حسینؓ بھی شامل تھے۔ اور مغفرت کی بشارت ان کے لئے بھی تھی۔ لیکن یزید نے انہیں شہید کرا کے اس حدیث کی مخالفت کی اور فسق کا مرتکب ہوا۔۔۔ اس لشکر میں وہ بے شمار صحابہؓ و تابعینؒ بھی شامل تھے، جن کے خلاف یزید نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے اس کی حرمت کو پامال کیا۔ اور اس حدیث کی مخالفت کر کے فسق میں مبتلا ہوا۔ اس لشکر میں نواسہ صدیقؓ حضرت عبداللہؓ بن زبیر بھی شامل تھے۔ جن کے خلاف یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر کے کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا۔ اور اس حدیث کی مخالفت کر کے فسق کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔۔۔ یہ حدیث تو فسق یزید کی کھلی دلیل ہے۔ وہ یزیدی لاجواب ہو کر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

کبھی اٹھے، کبھی بیٹھے، کبھی الٹے کبھی تڑپے
نظارہ دید کے قابل ہے تیرے بے قراروں کا

چھٹا محاذ: فتنۂ مسعودیت:

ماضی قریب میں مشرق پنجاب کی سرزمین گورداسپور فتنوں کی پیداوار میں خاصی معروف رہی ہے۔ لیکن زمانہ حال میں کراچی کی سرزمین اس بارہ میں کافی زرخیز ثابت ہو رہی ہے۔ اور وہاں سے آئے روز نت

نئے فتنے نمودار ہورہے ہیں۔ان ہی جدید ونومولود فتنوں میں ایک فتنہ مسعوداحمد کا بھی ہے۔ جو کہ نہ تو کوئی مستند عالم دین تھا، اور نہ کسی معقول دینی علم وفراست کا مالک۔ بلکہ کسی دفتر میں کلرک کے عہدہ پر فائز رہا۔ابتداءً بریلوی مکتب فکر سے وابستہ تھا، پھر جماعت غرباء اہل حدیث سے منسلک ہوگیا۔اور خود کو اہل حدیث کہلانے لگا اس وقت اسے اہل سنت و جماعت اور حنفی وشافعی وغیرہ ناموں سے شرک کی بو آتی تھی۔ پھر جب وہ ترک تقلید منطقی انجام تک پہنچا کر منصب امامت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اسے اہل حدیث کے عنوان سے بھی شرک کی وہی بو محسوس ہونے لگی۔لہٰذا خود کو اہل حدیث کہلانا بھی چھوڑ دیا۔اور ۱۳۸۵ ہجری میں ''جماعت المسلمین'' کے نام سے ایک جماعت قائم کرلی۔جس کی امارت اپنے ہاتھ میں رکھی۔اکثر اہل باطل کی طرح اس نے بھی بدقسمتی سے دینی معاملات میں ناجائز مداخلت شروع کردی۔ جو اس حد تک بڑھی کہ اسے اپنے اور اپنی جماعت کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اندر کفر نظر آنے لگا۔حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی تو مقلد ہونے کے جرم میں کافر ٹھہرے۔اور غیر مقلدین اس کی امارت واطاعت قبول نہ کرنے کے جرم میں۔گویا اس کی دعوت صرف اس کی شخصیت کے محور پر گھومتی ہے، اس کے نزدیک کسی شخص کا ایمان اس وقت تک ناقابل قبول ہے جب تک کہ وہ پوری امت کا متواتر ومتوارث راستہ ترک کر کے خالص اسی کی امارت واطاعت کا حلف نہ اٹھائے۔اوہ اپنی امارت واطاعت کو خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی امارت واطاعت کی طرح لازم وضروری قرار دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

کھلا تضاد:

دیگر باطل پرستوں کی طرح اس کی تحقیقات وتحریرات کے اندر بھی کھلا تضاد پایا جاتا ہے۔مثلاً ایک طرف اس کا دعویٰ ہے کہ فقہ کے چاروں امام برحق ہیں اور ان کا طریقہ واصول سنت کے مطابق ہے(ملاحظہ فرمائیے تلاش حق ص ۸۸) اور دوسری طرف وہ انہیں شریعت ساز یعنی جدید شریعتیں ایجاد کرنے والا قرار دیتا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر وہ شریعت ساز ہیں تو ان کا طریقہ سنت کے مطابق کیسے؟ اور اگر ان کا طریقہ سنت کے مطابق ہے تو پھر ان پر شریعت سازی کا الزام کیوں؟

کس کا یقین کیجئے کس کا نہ کیجئے
آئی ہیں بزم یار سے خبریں الگ الگ

مسعودی فرقہ کا دعویٰ:

مسعودی فرقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔لہٰذا اس نام

کے ساتھ کوئی امتیازی عنوان (سنی، شیعہ، حنفی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، اہل قرآن وغیرہ) شامل کرنا قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر قرآنی تعلیمات سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ فرمان نبویﷺ کے مطابق تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا، جس کا نام اسلام ہے۔ البتہ ان کی شریعتیں جدا جدا تھیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ان کے امتیازی عنوانات یہود و نصاریٰ بھی ذکر فرمائے۔ جب ان کے حقیقی نظریات مسخ ہو گئے تو ان کے صرف امتیازی نام باقی رہ گئے۔ اور اسلام صرف امت محمدیہﷺ کی پہچان بن گیا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی آنے والے وقت میں امت کے اندر پیدا ہونے والے فتنوں کی خبر ملی تو آپﷺ نے ان کے مقابلہ میں نجات و ہدایت یافتہ گروہ کے لئے اہل سنت و جماعت کا امتیازی عنوان خود تجویز فرمایا، لہٰذا احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ اس امتیازی عنوان سے انکار کرنا سنت سے جہالت کی دلیل ہے۔

تباہ کن انجام:

ترکِ تقلید اور امت کے متواتر طرز فکر سے انحراف کی بنا پر مسعودی فرقہ اس انجام تک پہنچ گیا جو ایسے لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔ اور اس کے نزدیک قرآن کی متواتر حیثیت بھی ناقابل اعتماد ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ مسعود احمد لکھتا ہے کہ قرآن کے اندر نہ نماز کا طریقہ ہے، نہ کسی اور عمل کا، اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے، یہ عجیب بات ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۲۲۶)۔۔۔ قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے۔ دعاء مانگ لو تو صلوٰۃ ادا ہو گئی۔ پاکیزگی اختیار کر لو تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ صلوٰۃ میں ریاح خارج ہو جائے تو وضوء سلامت رہے۔ ناچ رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے کوئی حرج نہیں۔ تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں۔ (ص ۲۳۲) قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے (ص ۲۴۶) قرآن پاک میں ایسی آیات بھی پائی جاتی ہیں، جس سے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے (ص ۲۴۷) آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام خونریزی کو بہت پسند کرتا ہے، کیا ان آیات سے دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملے گا۔ (ص ۲۴۸) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہیں کہ حساب کا وقت قریب آ گیا۔ لیکن زمانہ شاہد ہے کہ تقریباً ایک ہزار چار سو سال گزر چکے، وقت حساب ابھی تک نہیں آیا، یہ کیسا قریب ہے؟ (ص ۲۶۴) مسلمانوں کا ایک جم غفیر اس تحریف قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور خود قرآن کی عبارت بھی اس پر شاہد (۲۶۹) مذکورہ اقتباسات کو بار بار ملاحظہ فرمائیے اور اس فرقہ کے نظریات کا جائزہ لیجئے کہ وہ قرآن کو کس قدر نامکمل اور ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے۔ مزید تفصیلات تجلیات صفدر میں ملاحظہ فرمائیے۔

غیر مقلدین کی سازش:

اس مسعودی فرقہ کا قیام دراصل غیر مقلد دانشوروں کی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے فرقہ غیر مقلدیت اہل حق کے ہاں، روافض، خوارج اور معتزلہ وغیرہ فرقوں کی طرح اہل سنت و جماعت سے متصادم ایک فرقہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ اپنی تمام تر کوششوں اور سازشوں کے باجود اپنے آپ کو فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کی حیثیت سے منوانے میں ناکام رہا۔ چنانچہ غیر مقلدین نے نئی پلاننگ کے تحت یہ فرقہ کھڑا کیا۔ جس نے غیر مقلدیت کو بھی فقہ کے مذاہب اربعہ کے ساتھ شامل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش شروع کردی کہ یہ بھی مذاہب اربعہ کی طرح کا ایک مکتب فکر ہے۔ اسی لئے مسعودی فرقہ نے اپنے مسلکی لٹریچر کے ذریعے مذاہب اربعہ کی بجائے مذاہب خمسہ کے عنوان سے غیر مقلدیت کو بھی فقہ کے مذاہب اربعہ کے ساتھ شامل کر کے ان پانچوں کی ایک اصول کے تحت مخالفت شروع کردی، حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدیت قطعاً مذاہب اربعہ سے مختلف ہے۔ اور اس کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے اختلاف کی بنیادیں ہی اصولی ہیں۔ گویا۔

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول گلشن میں کھلے کن کے لئے

ساتواں محاذ: فتنہء مماتیت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے تقریباً دس سال بعد (۱۵، محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء) دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کی مخلصانہ جدوجہد سے اس دارالعلوم کے ذریعہ تیار ہونے والی علماء حق کی جفاکش ٹیم نے برصغیر پاک ہند کے اندر جہاں آزادی وحریت کی بنیادوں پر اٹھنے والی ہر قومی تحریک (تحریک خلافت، ریشمی رومال، ہجرت، ترک موالات، قیام پاکستان وغیرہ میں مرکزی قیادت اور ہراول دستہ کا کردار ادا کیا، وہاں دینی ونظریاتی اساس پر معرض وجود میں آنے والی ہر ملی تحریک (تحریک ختم نبوت، مدح صحابہؓ اور حفاظت حدیث وفقہ وغیرہ) میں بھی ان مجاہدانہ وقائدانہ کردار کسی سے مخفی وپوشیدہ نہیں ہے۔ سنی دیوبندی مکتب فکر کی یہی قوم وملی خدمات دشمنان اسلام کی نگاہوں مین جب کانٹا بن کر کھٹکنے لگیں تو بعض شرپسند عناصر نے اس متحدہ قوت کو تقسیم ومنتشر کرنے کے لئے خفیہ منصوبہ بندی کرلی۔ اور عین اس وقت جب کہ ۱۹۵۳ء کے دس ہزار سے زائد شہدائے ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی سرزمین لاہور سے مدہم نہ پڑی تھی، انہوں نے ایک سوچی سمجھی منظم سازش کے تحت چند باثر افراد کے ذریعہ اہل سنت وجماعت کے

اجماعی واتفاقی عقیدہ ء حیات النبی ﷺ سے انکار کر کے ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی۔ جس نے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کا انکار کر کے قوم کو یہ تأثر دینے کی ناکام ومذموم کوشش کی کہ اس بارہ میں ارباب دیوبند کی علمی تحقیقات ناقابل اعتماد اور قرآنی مفہوم ومقصود کے منافی ہیں۔ اور اس تحریک کی اصل غرض ہی یہی تھی کہ اسلاف دیوبند کی علمی تحقیقات کو پورے عالم اسلام کے اندر جو اعتماد حاصل ہے، اسے مجروح وپامال کیا جاسکے۔ چنانچہ حقائق وواقعات کے آئینہ میں اگر اس جدید ونومولود مکتب فکر کے اعتقادی وفکری طرز عمل کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح وآشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ فرقہ بھی ترک تقلید کی ہی پیداوار ہے۔

دنیا کا واحد بے بنیاد مکتب فکر:

دنیا کا ہر مذہب ومکتب فکر اپنی کوئی نہ کوئی بنیاد اور نسبت ضرور رکھتا ہے۔ اور نسبت پر وہ پورا اعتماد کرتا ہے۔ مثلاً۔۔۔ عیسائیت اپنی بائیبل پر مکمل اعتماد رکھتی ہے۔ اور اپنے فکر وعمل کے لئے اس سے استدلال کرتی ہے، اگرچہ وہ استدلال اس کا تاویلات وتحریفات پر مبنی ہوتا ہے۔۔۔ منکرین تقلید فقہ کو نہیں مانتے حدیث پر اعتماد کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اپنے جملہ مسائل وافکار میں حدیث سے استدلال بھی کرتے ہیں، اگرچہ ان کا استدلال منسوخ ومجروح ومتروک روایات سے ہوتا ہے۔۔۔ منکرین حدیث، صرف قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، لہٰذا وہ قرآن سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ استدلال تفسیر بالرائے پر قائم ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہر مکتب فکر جس کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے، اس پر اعتماد بھی کرتا ہے اور اس سے (صحیح یا غلط) استدلال بھی کرتا ہے۔ لیکن ''فتنہ ء مماتیت'' دنیا کا واحد ومنفرد مکتب فکر ہے جو اپنے معرض وجود میں آنے کے تقریباً چالیس سال بعد بھی اپنی مسلکی ونظریاتی حیثیت وبنیاد متعین نہیں کرسکا۔ کہ طبقات امت یا دلائل شرعیہ میں سے اس کا نظریاتی تعلق کس سے قائم ہے؟ کیونکہ عوام کے سامنے وہ جس سے بھی اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے، خواص کے سامنے اس پر عدم اعتماد ظاہر کر دیتا ہے، گویا:

ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ
خصلت مزاج یار میں رنگ حنا کی ہے

(۱) سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے علیحدگی:

زمانہ اس حقیقت سے پوری طرح واقف وآشنا ہے کہ اس مماتی مکتب فکر کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں شاہ صاحب کے طرز فکر کے تین دور ہیں۔۔۔ پہلے

دور میں شاہ صاحب عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ جیسا کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پنجاب کے صوبائی امیر مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب بے شمار افراد کے سامنے متعدد بار اس بات کا برملا اظہار فرما چکے ہیں کہ جب میرے والد حضرت قاضی نور محمد صاحبؒ حج پر تشریف لے جا رہے تھے، تو شاہ صاحب ان سے ملاقات کے لئے گجرات سے قلعہ دیدار سنگھ آئے، اور ان سے درخواست کی روضہ اقدس پر حاضری کے وقت میرا سلام بھی عرض کر دینا۔ شاہ صاحب کی یہ درخواست اس بات کی ٹھوس شہادت ہے کہ وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ کیونکہ اگر وہ حیات وسماع انبیاءؑ کے قائل نہ ہوتے تو روضہ اقدس پر اپنا سلام پہنچانے کی درخواست نہ کرتے۔ دوسرے دور میں شاہ صاحب نے بریلویت کے عقیدہ حاضر وناضر کے ردعمل میں بڑی شدت کے ساتھ عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ سے انکار کر دیا۔ لیکن اپنے عقیدہ انکار حیاۃ النبی ﷺ کی بنیاد قرآن پاک پر رکھنے کے باوجود قائلین حیات وسماع انبیاء پر فتویٰ کفر صادر کرنے سے گریز کیا، جبکہ تیسرے دور میں ان کے قلب وفکر پر قرآن فہمی کی نئی روشنیاں ظاہر ہوئیں، اور انہوں نے قائلین حیات وسماع انبیاءؑ پر صریح فتویٰ کفر جاری کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی ترجمان ''نغمہ توحید'' کے مئی ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں رجوع الی الحق کے عنوان سے اپنے مطبوعہ انٹرویو میں یہ دعویٰ کیا کہ عدم سماع موتی کا عقیدہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والا قرآن کی نص قطعی کا منکر ومخالف ہے۔ اور قرآن کی نص قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اس لئے سماع موتی کے قائلین کافر ہیں۔ اگرچہ مذکورہ انٹرویو میں انہوں نے حیات وسماع انبیاءؑ کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے نزدیک قرآن پاک کی آیات عدم سماع پر عام ہیں، ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کے لئے کوئی استثنائی صورت موجود نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ اگر عدم سماع موتی پر نص قطعی اور عام ہیں تو پھر سماع موتی کا ہر قائل کافر ہے۔ خواہ وہ سماع انبیاءؑ کا قائل ہو یا غیر انبیاء کا، لیکن اس مسئلہ کا انتہائی دلچسپ پہلو یہ ہے کہ شاہ صاحب کو ان آیات قرآنیہ کے نص قطعی ہونے کا علم تقریباً نوے سال بعد ہوا۔ یہ کس قدر عجیب نص قطعی ہے کہ نوے سال تک اس کے نص ہونے کا ہی پتہ نہیں چلا...... قطع نظر اس سے کہ شاہ صاحب کا یہ نکتہ نظر صحیح ہے یا غلط؟ البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی جماعت کے اہل علم کی اکثریت اس موقف میں ان کی مؤید نہیں۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین نیلوی، مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب (ابن شیخ القرآن) سمیت کوئی بھی قائلین حیات الانبیاءؑ وسماع عند القبر، اور سماع موتی کے قائلین کو کافر قرار نہیں دیتا۔ گویا اس کو اپنے بانی کی تحقیق پر بھی اعتماد نہیں۔ اگرچہ وہ اپنی نظریاتی نسبت اسی بانی کی طرف کرتا ہے۔

(۲) مولانا غلام اللہ خانؒ سے براءت:

یہ حقیقت بھی ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ اس مکتب فکر کی تنظیمی نشوونما اور ترقی میں بنیادی اور مرکزی کردار مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا ہے اور انہی کے تلامذہ کی اکثریت جمعیۃ اشاعۃ التوحید میں سرگرم عمل ہے۔ اور یہ مکتب فکر مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی طرف نسبت کو بھی اپنے لئے باعث فخر وسعادت قرار دیتا ہے۔ لیکن ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی کاوشوں سے مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم نے درج ذیل تحریر پر دستخط کردیئے تھے۔ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ مگر یہ مکتب فکر آج تک ان کی اس تحقیق ونظر پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ گویا ان کی طرف نسبت بھی بلا اعتماد ہے۔

(۳) حضرتِ مولانا حسین علیؒ صاحب سے بیزاری:

یہ مکتب فکر اپنا تعلق رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب (واں بھچراں) سے بھی جوڑتا ہے، لیکن انہوں نے اپنی خودنوشت کتاب ''تحریرات حدیث'' میں جو عقائد تحریر فرمائے ہیں ان پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ص ۲۱۱ پر حدیث من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغة سے باقاعدہ استدلال کیا ہے جبکہ مماتی فکر مکتب اس حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے یعنی یہاں بھی تعلق بلا اعتماد ہے۔

(۴) مسلک دیوبند پر عدم اطمینان:

یہ مکتب فکر اپنے آپ کو مسلک دیوبند کی طرف بھی منسوب کرتا ہے، لیکن اسلاف دیوبند کی انفرادی تحقیقات (جو ان کی کتب میں مذکور ہیں) اور ان کی اجماعی دستاویز (المھند علی المفند) پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت مدنیؒ، علامہ کاشمیریؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت لاہوریؒ سمیت تمام اکابر اہل سنت دیوبند اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں، ان کے اجسام مطہرہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق ہے۔ اور اس تعلق کی بناء پر وہ قبر کے اندر نماز بھی پڑھتے ہیں اور عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔

(۵) فقہ حنفی پر عدم اعتبار:

یہ مکتب فکر فقہ حنفی کی طرف بھی اپنی نسبت ضروری خیال کرتا ہے لیکن فقہاء احناف نے قبر میں میت کی طرف اعادہ روح کا جو نظریہ اور عقیدہ دیا ہے یہ مکتب فکر اس پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں حالانکہ یہ نظریہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے الفقہ الاکبر میں حضرت علامہ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں علامہ شرنبلالیؒ نے نور الایضاح میں علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسائل ابن عابدینؒ اور فتاویٰ شامی میں حافظ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اور عصر عالمگیر کے پانچ سو جید علماء نے فتاویٰ عالمگیری میں اس عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن یہ مماتی مکتب فکر خود کو حنفی کہلانے کے باوجود فقہاء احنافؒ کی تحقیقات پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں۔

(۶) مذہب اہل سنت پر عدم اعتماد:

یہ مکتب فکر اپنی نسبت مذہب اہل سنت و جماعت کی طرف بھی کرتا ہے۔ لیکن ائمہ اہل سنت و جماعت کی اجماعی تحقیقات وعقائد کو بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ حالانکہ تمام ائمہ اہل سنت (امام بیہقیؒ، امام سیوطیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ ابن کثیرؒ، علامہ آلوسیؒ، امام قرطبیؒ، علامہ نسفیؒ، علامہ سمہودیؒ، امام سخاویؒ، امام قدامہؒ، علامہ قسطلانیؒ اور علامہ زرقانیؒ وغیرہم) قبور کے اندر انبیاء کرامؑ کی بہ تعلق روح حیات اور عام اموات کے طرف قبر میں اعادہ ءروح کے قائل ہیں۔ لیکن یہ مکتب فکر ائمہ اہل سنت کی اجماعی تحقیقات پر عدم اعتماد کے باوجود مذہب اہل سنت کی طرف اپنی نسبت کا مدعی ہے غیر ضیکہ یہ مکتب فکر نسبت ہر ایک سے جوڑتا ہے، لیکن اعتماد کسی پر بھی نہیں کرتا۔

احادیث متواترہ سے انکار:

یہی وجہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کی تمام ان احادیث سے بھی انکاری ہے جنہیں تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب ائمہ اہل سنت پر ہی اعتماد باقی نہ رہا تو ان کی متواتر قرار دی ہوئی روایات پر کیوں کر اعتماد ہوگا؟ لہٰذا اس مکتب فکر نے منکرین حدیث کی طرح ڈائریکٹ قرآن فہمی کا راستہ اختیار کیا، اور اپنے فہم کو قرآن قرار دے کر پوری امت کا تمسخر اڑایا۔ مثلاً آپ نے اگر ان کے فہم قرآن کے مقابلہ میں اسلاف دیوبند کی تفسیر قرآن پیش کی تو اس مکتب فکر نے اسے قرآن کے مخالف قرار دے کر نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ اس کا مذاق اڑایا۔ آپ نے فقہاء احناف اور ائمہ اہل سنت کے اقوال وفتاویٰ پیش کیے تو انہیں مخالف قرآن قرار دیکر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ آپ نے احادیث صحیحہ متواترہ سے استدلال کیا تو انہیں بھی قرآن کے برعکس اور ضعیف قرار دے کر ان سے دستبرداری اختیار کر لی۔ اور یہ صرف ترک تقلید کا نتیجہ ہے۔ لیکن:

رہبروں کا بھیس بدلے راہزن تھے تاک میں
کارواں لٹنے سے پہلے راز افشا ہوگیا

مولانا مرحوم کی خدمات:

اس محاذ پر بھی مولانا اوکاڑوی مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش اور قابل تقلید ہیں۔ ماضی قریب کی نظریاتی جدوجہد سے باخبر حضرات جانتے ہیں کہ فتنہ مماتیت کے قیام کے بعد تمام اہل حق نے اس کے خلاف بحث وگفتگو کے لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کو اپنے متفقہ نمائندے منتخب کیا۔ اور یہ دونوں بزرگ اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے۔ گویا تحفظ ناموس رسالت علیہ السلام کا یہ معرکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر لڑا گیا۔ (۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک انقلابی دورہ کیا، اور اس دورہ کے بعد ملتان کے اندر مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا جس میں امیر شریعتؒ کو امیر اور مولانا محمد علی جالندھری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ چنانچہ منکرین حیاۃ الانبیاءؑ کے خلاف اسی پلیٹ فارم پر جدوجہد کی گئی، لیکن آج بدقسمتی سے یہ پلیٹ فارم بھی بے شمار مصلحتوں کا شکار ہو کر رہ گیا ہے) اور ملتان، سکھر، لاہور اور راولپنڈی کے بحث ومناظرہ میں اہل حق کی طرف سے یہی نمائندے مقرر ہوئے۔ پھر اس جدوجہد کے دوسرے دور میں اہل حق نے بالاتفاق مولانا اوکاڑوی مرحوم کو اپنا نمائندہ مقرر کیا، اور انہوں نے حق اور اہل حق کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ ان کے مقابلہ میں فتنہ مماتیت نے ایسی پسپائی اختیار کی کہ اس پر سکوت مرگ طاری ہوگیا۔ گویا

رنگ محفل دیکھنے کو ہوش میں آئے تھے ہم
ہوش پھر اڑنے لگے ہیں رنگ محفل دیکھ کر

مولوی احمد سعید ملتانی کی عبرتناک شکست:

ڈیرہ غازی خان کے قریب مولانا مرحوم اور مولوی احمد سعید کے درمیان مناظرہ ہوا، جس میں مولوی احمد سعید کو عبرتناک شکست ہوئی۔ چنانچہ اس مناظرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ (گوجرانوالہ) نے فرمایا کہ ماسٹر امین کے دلائل واقعی لاجواب تھے، سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے کہا کہ یہ شکست احمد سعید کی شکست ہے ہماری جماعت کی شکست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مماتی حضرات اس مناظرہ کی کیسٹیں منظر عام پر لانے کے لئے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ اس مناظرہ کے بعد جمعیۃ اشاعۃ التوحید نے اپنے دستور کے اندر یہ شق شامل کی کہ آئندہ جماعت کے صوبائی امیر کی اجازت کے بغیر کوئی مناظرہ نہ کر سکے گا۔

ایک خواہش جو پوری نہ ہوسکی:

مولانا مرحوم کے دل میں یہ بڑی خواہش تھی، کہ چونکہ یہ فتنہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا پیدا کیا ہوا ہے، اگر ان کے ساتھ براہ راست گفتگو کا موقع مل جائے تو شاید اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے لیکن متعدد مقامات پر شدید کوشش کے باوجود ایسا ممکن نہ ہوسکا، حتیٰ کہ دریا خان کے اندر دونوں حضرات کی اپنی اپنی جگہ موجودگی میں مقامی حضرات نے سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح شاہ صاحب گفتگو پر آمادہ ہوجائیں۔ لیکن شاہ صاحب نے ان کی خواہش یہ کہہ کر مسترد کردی کہ میں ایک ماسٹر سے بحث کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ وہ ایک سکول ماسٹر ہے۔ جو علم سے کورا اور جاہل ہے۔

شاہ صاحب کا ''مُشکل کُشا'' ماسٹر:

لیکن قارئین کرام حیران ہوں گے کہ یہی سکول ماسٹر چند ہی سال قبل (غالباً ۱۹۸۰ء) گجرات کے اندر شاہ صاحب کی مشکل کشائی کرچکا تھا۔ جب شاہ صاحب کے مریدین غیر مقلدیت کا اثر تیزی سے قبول کررہے تھے، اور معاملہ مناظرہ تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت شاہ صاحب کو پورے ملک کے اندر غیر مقلدین سے مناظرہ کے لئے صرف ایک ہی صاحب علم ملا، اور اس کا نام ماسٹر امین تھا۔ چنانچہ یہ سکول ماسٹر گجرات پہنچا اور شاہ صاحب کی زیر صدارت (اس مناظرہ میں شاہ صاحب صدر مناظرہ اور قاضی عصمت اللہ صاحب معاون تھے) غیر مقلدین کے معروف مناظر حافظ عبدالقادر روپڑی کو شکست دیکر شاہ صاحب کے مریدین کو غیر مقلد ہونے سے بچایا۔ لیکن وہی ماسٹر جب شاہ صاحب کو بحث ومناظرہ کی دعوت دیتا ہے تو اسے جاہل قرار دیکر مذاق اڑایا جاتا ہے۔ گویا

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

میانوالی اور بھکر کے مناظرے جو نہ ہوسکے:

۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں نواں جنڈانوالہ دریا خان (ضلع بھکر) اور میانوالی کے اندر مناظرے طے پائے، جن میں تحریک خدام اہل سنت وجماعت کی طرف سے مولانا مرحوم مناظر احقر (عبدالحق خان بشیر) صدر مناظر اور مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی معاون مناظر تھے اور منکرین حیات کی طرف سے مولوی یونس نعمانی مناظر اور مولوی عبداللہ راشد صدر مناظر تھے، لیکن دریا خان میں پولیس کی مداخلت اور نواں جنڈانوالہ ومیانوالی میں منکرین حیات کے شرائط مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے یہ مناظرے نہ ہوسکے۔

منکرین حیات کی اشتہار بازی:

ان مناظروں میں پتھری ٹولہ کی پسپائی کا مشاہدہ پورے علاقہ کے مسلمان کھلی آنکھوں سے کر چکے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے مولانا مرحوم کے حکم پر مولوی یونس نعمانی کی مسجد گھنڈوالی (میانوالی) کے پڑوس میں ایک مکان کے اندر ڈیرے ڈال دیئے۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا تھا کہ دریا خان کے اندر چند دن قبل جو شرائط مناظرہ طے ہوئی تھیں، جن پر مولوی یونس نعمانی کے بھی دستخط موجود تھے اور پولیس کی مداخلت کی وجہ سے وہ مناظرہ نہیں ہوسکا تھا، انہی شرائط پر میانوالی کا طے شدہ مناظرہ ہوجائے۔ ہم نے اپنے اس مطالبہ کی فوٹو اسٹیٹ نعمانی صاحب کی مسجد کے دروازہ پر نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کے بعد تقسیم کی۔ لیکن نعمانی صاحب پردہ سے باہر نکلنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ چنانچہ دوسرے دن ہم مایوس ہوکر چلے آئے۔ لیکن پتھریوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے اشتہار بازی شروع کردی، ان کی طرف سے پہلا اشتہار ''چکوالی فسادیوں کی کشتی بھنور میں'' کے عنوان سے شائع ہوا تو مولانا مرحوم نے مجھے فوراً اس کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے ''گجراتی فتنہ کا بیڑا غرق'' کے عنوان سے اس کا جواب لکھا، جو مولانا مرحوم نے بہت پسند فرمایا، اس کے بعد پتھریوں نے ''یہ فرار کب تک'' عنوان سے دوسرا اشتہار شائع کیا تو مولانا مرحوم کے حکم پر میں نے اس کا جواب ''توحید کے نام پر یہ فراڈ کب تک؟'' کے عنوان سے دیا، اس کے بعد پتھریوں پر سکوت مرگ طاری ہوگیا۔

اکابرین جمعیۃ اشاعۃ التوحید، اور مولوی احمد سعید ملتانی:

مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی، جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی ایک ایسی دریافت ہیں، جن کی شخصیت اپنے جماعتی حلقہ کے اندر بھی شروع سے متنازعہ رہی ہے۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور ان کا حلقہ تاحیات ان سے بیزار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے جلسہ میں اسے شرکت کی دعوت نہیں دی۔ لیکن سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولوی احمد سعید کی پوری سرپرستی کی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی ملک گیر شہرت شاہ صاحب کی پذیرائی ہی کا نتیجہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے بعض مرکزی رہنماؤں نے اسی بناء پر جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔ چنانچہ مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاعبادیؒ نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید سے علیحدگی کے بعد ''دعوت الانصاف فی جامع الاوصاف'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں جماعت سے اپنے استعفیٰ کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(۱) کچھ عرصہ پہلے بے چاری زلیخا جس کا ذکر دربارہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام قرآن مجید میں آیا ہے، ان (احمد سعید) کی تنقید کا نشانہ تھی۔ اس کی جان چھوٹی تو نواسہء رسول ﷺ حضرت حسین شہیدؓ کربلا کو یزید کا

باغی ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے لیا۔ اور آپ کی شہادت کو ایک باغی کی موت قرار دیا۔ (ص ۲۰)

(۲) (احمد سعید نے کہا) اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کا قائل ابوبکر صدیقؓ ہوں تو وہ بھی کافر ہیں۔ یعنی اگر ابوبکر صدیقؓ میرے سامنے آ کر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا۔ (ص ۲۵)

(۳) شجاع آباد میں (سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی موجودگی میں تشدد گروپ کے واعظ محمد سعید نے کہا تھا کہ وہ گوہ خور ملا جو سماع کا قائل ہے۔ (ص ۳۲)

(۴) ایک عالم نے امام ابن کثیرؒ کی عبارت پیش کرنا چاہی تو محمد سعید نے فرمایا کہ پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا ہے۔ (یعنی والد الحرام) اس محدث کبیر، مفسر، امام وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعۃ التوحید (شاہ صاحب) بنفس نفیس موجود تھے (ص ۳۲)

(۵) ہمارے ہاں شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب اور واعظ محمد سعید خطاب کر رہے تھے۔ توحید کے موضوع پر کہا "بت" نہیں سنتے۔ خدا سنتا ہے۔ بت عام ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے ہوں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا لات ومنات کی مورتی۔ شاہ صاحب نے تصدیقاً سٹیج پر فرمایا کہ یہ نوجوان میری کمی انشاء اللہ پوری کرے گا۔ بجائے اس کے کہ شاہ صاحب اس گستاخ اور مہینِ رسول کے منہ میں لگام دیتے اور اصلاح فرماتے، الٹا اس کی تحسین فرما کر فریب خوردہ محقق بنا دیا۔ (ص ۳۵)

(۶) ان حیا سوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن مجھے نہیں چھوڑتے (یعنی استعفیٰ منظور نہیں کرتے) مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں۔ (ص ۳۲)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا اظہار بیزاری:

ہم گزشتہ اوراق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ مولانا غلام اللہ خاں مرحوم نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی تحریر کردہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی عبارت پر دستخط کر دیئے تھے اور اس کے بعد وہ اسی پر قائم رہے۔ چنانچہ جب سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے تشدد گروپ نے قائلین حیاۃ الانبیاءؑ کی تکفیر کے معاملہ میں شدت اختیار کی تو گوجرانوالہ میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی میٹنگ ہوئی، جس کے بارہ میں مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے مولانا عبد العزیز شجاع آبادیؒ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ: "محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں۔ اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے۔ اور محمد سعید کا بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم، کیا غضب الٰہی ہے کہ تمام امت کو کافر کہہ دینا۔ لاشیئ غلام اللہ۔ (ص ۲۷)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی اس تحریر کو بار بار ملاحظہ فرمایا جائے کہ وہ احمد سعید کو صاف لفظوں میں

منافق قرار دے رہے ہیں۔ بالخصوص مکتوب کا آخری جملہ اس حقیقت کی نشاندہی کر رہا ہے کہ مولانا مرحوم کے نزدیک بھی پوری امت حیات انبیاءؑ اور سماع عند القبر کی قائل ہے۔ اسی لئے جب تشدد گروپ کی شدت کی بناء پر احمد پور شرقیہ کے عبدالقادر خان عباسی نے ایک استفتاء شیخ القرآن کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ:

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر و مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی
الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خان (ص ۲۰۱)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁
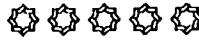
مولانا غلام اللہ خان مرحوم مولوی احمد سعید سے تاحیات بیزار رہے۔ چنانچہ ہمارے پاس ان کے درس کی وہ کیسٹ موجود ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود احمد سعید کی وہ تقریر سنی ہے جس میں اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ بکواس نہ کرنا (العیاذ باللہ تعالیٰ) شیخ القرآن کی یہ کیسٹ ہم نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے مرکزی راہنماؤں تک پہنچائی۔ لیکن ہمیں جواب ملا کہ تمہیں اس کی توحید چبھتی ہے۔ گویا

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

خس کم جہاں پاک: ہے یہ گنبد کی صدا:

جب تک مولوی احمد سعید ناموس رسالت سے کھیلتا رہا۔ اسلاف امت کی پگڑیاں اچھالتا رہا۔ اکابرین امت کا تمسخر اڑاتا رہا۔ اس وقت تک جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے پتھر دلوں پر مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ جیسے علماء کی دردمندانہ اور ناصحانہ صدائیں بھی بے اثر ثابت ہوئیں۔ لیکن جونہی اس کا رخ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کی قیادت کی طرف پھرا، تو سب چیخ اٹھے، شاید ان کے دامن نبوت و اسلاف امت سے زیادہ مقدس تھے۔ پھر ''خس کم جہاں پاک'' کے نام سے ایک بڑی کتاب منظر عام پر آئی۔ جس میں مولوی احمد سعید پر وہی فرد جرم عائد کی گئی۔ جو پچیس سال پہلے سے مولانا غلام اللہ خان وغیرہ بزرگ اس پر عائد کر چکے تھے۔ لیکن نہ کوئی عدالت قائم ہوئی اور نہ فیصلہ ہوا۔ اب وہی فرد جرم عائد ہوئی تو آناً فاناً فیصلہ بھی ہو گیا۔ اسے

جماعت سے فارغ بھی کر دیا گیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت اس کے دست گستاخ میں نبوت، صداقت اور ابن کثیرؒ جیسے اکابر کا دامن تھا، اور آج اس کا ہاتھ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کے دامن تک پہنچا ہے۔ چنانچہ مؤلف لکھتا ہے کہ:

"لیکن افسوس کہ مولانا احمد سعید خان نے جہاں طویل عربی خطبے کی طرح ڈالی، وہاں اپنے مخالفین کے لئے انتہائی نازیبا، فحش اور بے ہودہ الفاظ بر سر منبر کہنے کی رسم بھی جاری کی۔ حضرت اپنی زبان کی دھار سے مخالفین کی کردار کشی کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ اشاعت التوحید والسنہ پاکستان کے سربراہ سمیت تمام قائدین کی اجلی شخصیات پر رکیک حملے کرنے لگے۔ (ص ۱۴۷)

اب ان ڈرامہ بازوں سے کون پوچھے کہ کیا یہ شخصیات پیغمبر ﷺ برحق سے بھی زیادہ اجلی تھیں؟ صدیق اکبرؓ سے بھی زیادہ شفاف تھیں؟ امام ابن کثیرؒ سے بھی زیادہ پاک اور ستھری تھیں؟ آج جب اس کا ہاتھ ضیاء اللہ شاہ اور قاضی عصمت اللہ کے گریبان تک پہنچا تو تمہیں یاد آیا کہ یہ تو ابن کثیرؒ کا بھی گستاخ تھا۔ حالانکہ ابن کثیرؒ کی توہین کا جو حوالہ آج پیش کیا جا رہا ہے، وہ بیس سال قبل ۱۹۸۰ء میں مولانا عبدالعزیزؒ اپنی کتاب دعوت الانصاف میں نقل فرما چکے تھے بلکہ مولانا غلام اللہ خانؒ تو یہ صدا دیتے دنیا سے چلے گئے کہ اس گستاخ کا ہاتھ تو دامن رسالت تک بھی پہنچ چکا ہے لیکن یہاں تو صرف اپنے گریبانوں کی فکر تھی کہ ان سے کوئی نہ کھیلے۔ اپنے دامن کا خطرہ تھا کہ اس کی دھجیاں بکھرنے نہ پائیں۔ اور پھر آج احمد سعید کو کوسنے والو! سے اس مقام تک پہنچانے کا ذمہ دار کون ہے؟ اس پر بھی ذرا غور کر لو۔

زمانہ کی شکایت کیا زمانہ کس کی سنتا ہے
مگر تو نے تو آواز جنوں پہچان لی ہوتی

واقعات ولطائف اور نکات وامثلہ:

مولانا مرحوم کو خدا تعالیٰ نے مشکل سے مشکل کو بات کو آسان اور عام فہم انداز سے سمجھانے کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی بات کو تاریخی واقعات، دلچسپ لطائف اور عجیب نکات وامثلہ کے ساتھ اس طرح سمجھاتے کہ سطحی ذہن کے آدمی کے لئے بھی اسے سمجھنا آسان ہو جاتا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ نے ایک بار مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی کے موضوع پر مولانا مرحوم کا بیان سن کر فرمایا کہ اتنے مشکل موضوع کو اس قدر آسان و دلنشین انداز سے ذہن نشین کرا دینا مولانا کا ہی کمال ہے۔ مولانا مرحوم اپنی تقاریر، دروس، مناظروں، مباحثوں اور سوال وجواب کی نجی محفلوں میں جو واقعات ولطائف وغیرہ بیان

فرمایا کرتے تھے ان میں سے بعض کا ذکر بھی میں اپنے مضمون میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ تاکہ براہ راست ان کی تقاریر سننے سے محروم حضرات ان زیرنظر تحریرات کے ذریعہ محظوظ بھی ہوسکیں، اور مولانا موصوف کے طرز تفہیم سے کسی قدر واقفیت بھی حاصل کرسکیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ ان کے نقل و تحریر کرنے میں کسی قسم کی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

(۱) میں اہل حدیث کیوں ہوا؟

ایک دفعہ گوجرانوالہ میں تقریر کے دوران ایک غیر مقلد نوجوان نے ایک پمفلٹ ''میں اہل حدیث کیوں ہوا؟'' لاکر مولانا مرحوم کو دے دیا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھ سے یہ پوچھو کہ میں حنفی کیوں ہوا؟ میں نے غیر مقلدیت کیوں چھوڑی؟ لیکن ایک شخص کے غیر مقلد ہونے پر تم نے ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ شائع کر دیئے۔ اب کچھ پمفلٹ اس عنوان سے بھی شائع کر دو کہ مرزا قادیانی نبی کیوں ہوا؟ عبداللہ چکڑالوی، نیاز فتح پوری اور اسلم جیراجپوری منکر حدیث کیوں ہوئے؟ سرسید نیچری کیوں ہوا؟ یہ سب غیر مقلدیت کی پیداوار ہیں اب اس کے بھی قادیانی یا منکرِ حدیث ہونے کا انتظار کرو، میں نے فوراً عرض کیا کہ انتظار کی ضرورت نہیں۔ جس کی طرف یہ پمفلٹ شائع ہوا ہے، وہ (مولوی عبدالرحمٰن کیمبل پوری) رافضیت اور اشتراکیت کی حدیں پھلانگ چکا ہے۔ غیر مقلد ہونے کے بعد وہ فیصل آباد کے روافض کے مدرسہ میں بھی مدرس رہ چکا ہے۔ اور اشتراکیت کی حمایت میں بھی اس کے مضامین مختلف اشتراکی رسائل میں شائع ہوچکے ہیں۔ اس نے اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے کے لئے کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کی تمام تفصیلات میں میرا ایک مضمون، جماعت مبلغین اہل سنت کے ایک مطبوعہ پمفلٹ ''وسواس الشیطان علی قلب ملا عبدالرحمٰن'' شائع ہوچکا ہے۔ اور اس نے اپنے اہل حدیث ہونے کی جو خانہ ساز وجوہات تحریر کی ہیں۔ ان کا مختصر مگر مدلل جواب بھی حضرت والد محترم مدظلہ کی طرف سے اسی پمفلٹ میں شائع ہوچکا ہے۔

تو ہے ہر جائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی، اور نہیں اور سہی

(۲) تکمیل دین، تمکین دین، تدوین دین:

دین کی اشاعت و ترقی کے تین مراحل ہیں۔۔۔ پہلا تکمیل دین کا جو الیوم اکملت لکم دینکم کے فرمان خداوندی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ہوچکا ہے۔ دوسرا تمکین دین کا جو ولیمکنن لھم دینھم کے فرمان الٰہی کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے تیس سالہ زمانہ خلافت راشدہ موعودہ میں مکمل ہوا، اور

تیسرا تدوین دین کا جو ائمہ مجتہدینؒ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔ یہ تینوں مراحل دین اور اشاعت دین ہی سے متعلق ہیں، اب ایک طبقہ روافض کا ہے جو خلفاء راشدینؓ کا انکار کر کے تمکین دین تسلیم نہیں کرتا، اور دوسرا طبقہ ان کے چھوٹے بھائیوں یعنی غیر مقلدین کا ہے جو ائمہ مجتہدینؒ کا انکار کر کے تدوین دین کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔

(۳) معجزہ یا امر تشریعی؟

مناظرہ کے دوران مولانا مرحوم نے حدیث رایت موسیٰ قائم یصلی فی قبرہ پیش کی تو مولوی احمد سعید نے کہا کہ قبر کے اندر حضرت موسیٰؑ کا نماز پڑھنا ان کا معجزہ ہے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اس میں دو عمل ہیں۔ ایک حضرت موسیٰؑ کا نماز پڑھنا اور دوسرا حضورﷺ کا ان کو دیکھنا۔ دوسرا عمل تو حضورﷺ کا معجزہ ہے پہلا معجزہ نہیں۔ جیسا کہ اسی واقعہ معراج میں کفار کے سوالات کا جواب دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ حضورﷺ کے سامنے پیش فرمادی۔ اب اس میں مسجد اقصیٰ کا وجود معجزہ نہ تھا، بلکہ حضورﷺ کا مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر اسے دیکھنا معجزہ تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا قبر کے اندر نماز پڑھنا ان کا معجزہ نہیں بلکہ امر شریعی ہے۔

(۴) حضرت موسیٰؑ اور آصف بن برخیا:

ایک شخص نے سوال کیا کہ شب معراج حضورﷺ نے حضرت موسیٰؑ کو چوتھے آسمان پر بھی دیکھا اور قبر میں بھی۔ وہ اتنی جلدی واپس کیسے آ گئے؟ مولانا مرحوم نے فرمایا جیسے اتنی جلدی خود حضورﷺ واپس تشریف لے آئے۔ یا جیسے اتنی جلدی پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت سلیمانؑ کا وزیر آصفؒ بن برخیا کا تخت بلقیس لے آیا تھا۔ سائل نے کہا وہ تو آصفؒ کرامت تھی، فرمایا اسے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ مان لو۔ وہ شخص لاجواب ہو کر واپس چلا گیا۔

(۵) طوائفیں مقلد یا غیر مقلد؟

راولپنڈی کے مناظرہ میں مولوی شمشاد سلفی دلائل سے عاجز آ کر اوچھے حملوں پر اتر آیا۔ اور کہنے لگا کہ فقہ حنفی زنا کا دروازہ ہے۔ اور سارا زنا تقلید کی وجہ سے پھیل رہا ہے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ایک بار مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ سے کہا کہ بازار حسن کی ساری طوائفیں مقلدہ ہیں۔ مولانا چاند پوریؒ نے فرمایا کہ مجھے کبھی اس بازار میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لئے مجھے ان کے مذہب کے بارہ میں کوئی واقفیت نہیں۔ آپ کی آمد و رفت ان کے پاس رہتی ہوگی۔ اس لئے ان کے مذہب کا آپ ہی کو پتہ ہوگا۔ لیکن ان کا پیشہ اور کسب بتاتا ہے کہ وہ غیر مقلدہ ہیں کیونکہ مقلد صرف ایک (یعنی معین امام) کا بن کر رہتا ہے۔

اگر یہ طوائفیں بھی ایک (یعنی خاوند) ہی کی بن کر رہتی ہیں تو وہ مقلدہ ہیں۔ اور اگر ان کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رہیں تو وہ غیر مقلد ہیں۔ اس جواب پر غیر مقلدین منہ چھپانے لگے۔

(۶) عیسائیت کا نظریہ تثلیث اور غیر مقلدین کا نظریہ طلاق:

عیسائیت کے نظریہ تثلیث اور غیر مقلدین کے نظریہ طلقات ثلاثہ میں مکمل مماثلت موجود ہے۔ وہ بھی (باپ بیٹا روح القدس) تین کو جوڑ کر ایک ہی وحدت قائم کر لیتے ہیں اور یہ بھی طلاق کے تین متفرق اجزاء کو جمع کر کے اسے ایک نام دے لیتے ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک طالبعلم علم فلسفہ سے فارغ ہو کر واپس گھر پہنچا تو گھر والوں نے دو انڈے ابال کر اس کے اور اس کے والد کے سامنے رکھ دیئے۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ میں ایک ایسا علم پڑھ کے آیا ہوں جو ان دو انڈوں کو تین بنا سکتا ہے۔ باپ نے خوشی سے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا ایک یہ انڈہ دوسرے یہ انڈا اور تیسرا ان کا مجموعہ۔ باپ کے لئے یہ ثقیل فلسفہ ناقبل فہم تھا اس نے دونوں انڈے اٹھا کر کھا لئے اور بیٹے سے کہا تیسرا تو کھا لے۔

(۷) باپ کے خاندان پر تبرا اور پناہ چچا کے پیچھے:

غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ جب تقلید شرک ہے تو ہر مقلد مشرک ہے۔ خواہ وہ حنفی ہو یا حنبلی۔ لیکن غیر مقلدین کی یہ بدقسمتی ہے کہ حنبلی مشرکوں سے فنڈز دھڑا دھڑ لے کر کھاتے ہیں اور جب وہ حنفیوں کے سامنے کسی مسئلہ میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو امام شافعی و امام احمد وغیرہ کی آڑ لے لیتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ زبان دراز و گستاخ بیٹا جب باپ کے سامنے آتا ہے تو اس کے سارے خاندان کو گالی گلوچ کرتا ہے اور جب باپ جوتا اٹھاتا ہے تو کبھی چچا کے پیچھے چھپتا ہے اور کبھی تایا کے پیچھے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کے پیچھے چھپنے کا اسے حق نہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ امام شافعی وغیرہ ہمارے چچا ہیں۔ جب تم قیاس کو حرام اور تقلید کو شرک کہتے ہو تو تمہیں ہمارے چچاؤں کے پیچھے پناہ لینے اور ان کی اوٹ میں چھپنے کا کوئی حق نہیں۔

(۸) حالات برزخ ماورائے عقل:

ایک شخص نے کہا کہ فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر کے اندر موجود ہے۔ جو لوگوں کے مشاہدہ میں رہتی ہے لیکن اس پر کسی قسم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح بسا اوقات قبر کھودتے وقت کسی میت کی بوسیدہ ہڈیاں وغیرہ مل جاتی ہیں۔ ان پر بھی عذاب یا راحت کا اثر محسوس نہیں ہوتا پھر کیسے مان لیا جائے؟ فرمایا حالات برزخ ماورائے عقل و شعور ہیں۔ لہٰذا انہیں عقلی احتمالات اور شعوری مشاہدات کے حوالہ سے دیکھنا ہی قرآنی

تعلیمات کے منافی ہے اور جہاں عقلی احتمالات جاری نہیں ہوتے وہاں مخبر صادق کی خبر صحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور خبر صحیح عذاب وثواب قبر کو تواتر کے ساتھ ثابت کرتی ہے۔ اور یہی برزخی حالات جاننے کا پیمانہ ہے۔

(۹) حیات طیوری اور عقیدہ تناسخ:

ایک شخص نے سوال کیا کہ شہداء کی ارواح کے بارے میں جب حدیث میں آتا ہے کہ وہ سبز رنگ کے پرندوں کی صورت میں عرش الٰہی کے زیر سایہ قندیلوں میں موجود ہیں۔ اور جنت کی طرف سیر کرتی رہتی ہیں۔ تو پھر قبروں کے اندر وہ کیسے زندہ ہیں؟ فرمایا کہ اگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ ارواح شہداء کے لئے سواریاں ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز اپنے مسافروں کے لئے۔ تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ روح وہاں بھی ہے اور اس کا تعلق علیین اور جسم شہید سے بھی ہے۔ اور یہی مؤقف اہل سنت والجماعت کا ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ روح شہید اس پرندہ کی صورت اختیار کرتی ہے تو یہ مطلب متعدد وجوہ سے غلط ہے۔ اولاً اس لئے کہ انسانی صورت سلب کر کے طیوری شکل میں بدل دینا یہ تو تناسخ ہے اور ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسان صورت بدل بدل کر بار بار جنم لیتا رہتا ہے۔ پہلے جنم میں انسان ہے تو دوسرے میں حیوان۔ اور اسلام کے اندر نظریہ تناسخ کی کوئی گنجائش نہیں...... ثانیاً اس لئے کہ یہ طیوری جسم زیادہ سے زیادہ جسم مثالی کہلائے گا۔ اور جسم مثالی جسم عنصری کے مشابہ ہوتا ہے نہ کہ طیوری اجسام کے۔ پرندہ اور جسم انسانی کے اندر نہ مماثلت ہے اور نہ مشابہت...... ثالثاً اس لئے کہ یہ نظریہ دو موتوں اور دو حیاتوں کے قرآنی نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ طیوری جسم میں داخل ہو کر یہ مستقل تیسری حیات ہے۔ ایک حیات دنیوی اور دوسری برزخی اور تیسری طیوری۔ جو قیامت کے دن اصل جسم کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور یہ قرآن کے منافی ہے۔

(۱۰) سنت، بدعت اور الحاد:

سنت پیغمبر ﷺ کے متواتر وغیر متروک عمل کو کہتے ہیں۔ الحاد کہتے ہیں دلائل شرعیہ میں سے کسی دلیل کا انکار کر دینا۔ اور بدعت کہتے ہیں ایسی چیز کو دین بنا کر دین کے اندر شامل کر دینا جو دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں۔ ان کی مثال اس طرح ہے کہ کرنسی نوٹ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو مارکیٹ کے اندر رائج ہے دوسرا وہ جو کبھی رائج تھا لیکن بعد میں حکومت نے اسے منسوخ کر دیا۔ اور تیسرا جعلی جو چار چار آنے میں بک رہا ہوتا ہے۔ رائج الوقت نوٹ مثال سنت کی ہے اور اس کے چلانے والے اہل سنت والجماعت ہیں۔ منسوخ نوٹ کی مثال الحاد کی ہے اور اسے چلانے والے ملحد ہیں جو متواتر ومتوارث نظریات کو ترک کر کے منسوخ ومتروک روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ اور جعلی نوٹ کی مثال بدعت کی ہے۔ اور اسے چلانے والے بدعتی ہیں۔

(۱۱) دلائل مناظرہ واجتہاد کی ترتیب میں فرق:

ایک مناظرہ کے موقع پر پتھری مناظر نے کہا کہ دلائل کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے قرآن پھر سنت پھر اجماع پھر قیاس اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا یہ تو ترتیب اجتہاد ہے۔ کہ مجتہد کے لئے لازم ہے کہ پہلے قرآن کو دیکھے پھر سنت کو پھر اجماع کو۔ لیکن مناظرہ کے اندر فریقین کے مسلم دلائل میں سے نچلی دلیل کی طرف سے بات شروع کی جاتی ہے۔ مثلاً دو بھائیوں کا اختلاف ہے ایک بھائی چاہتا ہے کہ باپ سے فیصلہ کرالیا جائے۔ دوسرا کہتا ہے کہ نہیں، دادا سے کرانا ہے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اسے باپ پر اعتماد نہیں اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ پتھریوں کے ساتھ نظریاتی تنازعہ ختم کرنے کے لئے ہم علماء اہل سنت دیوبند سے فیصلہ کرالیں لیکن پتھری نہیں مانتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ علماء اہل سنت دیوبند کی اجماعی تحقیقات پر اعتماد نہیں کرتے۔ حالانکہ مناظرہ کے اندر دلائل کی ترتیب اجتہادی دلائل کی ترتیب سے الٹ ہوتی ہے۔

(۱۲) تقلید محدث اور تقلید مجتہد:

محدث الفاظ حدیث کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اور مجتہد مفہوم حدیث کی۔ وہ الفاظ حدیث کی حفاظت کے لئے اصول متعین کرتا ہے۔ اور یہ مفہوم حدیث کی حفاظت کے لئے۔ یہ کس قدر ظلم و ناانصافی کی بات ہے کہ مجتہد کی تقلید کو شرک اور محدث کی تقلید کو ضروری قرار دے دیا جائے؟ امام بخاریؒ اپنی عدالت وحفظ اور اصولوں کی بنیاد پر ایک حدیث کے الفاظ کو صحیح قرار دیں تو غیر مقلدین آنکھیں بند کر کے اسے قبول کرتے ہیں۔ لیکن اگر امام ابوحنیفہؒ اپنی عدالت وفہم اور اپنے اجتہادی اصولوں کی بنیاد پر کسی حدیث کے مفہوم کو صحیح قرار دیں تو غیر مقلدین کہتے ہیں ان کی تقلید شرک ہے۔ حالانکہ نہ محدثین معصوم ہیں اور نہ مجتہدین۔ دونوں طبقوں کے اصول قیاسی واستنباطی ہیں۔ پھر ایک جائز اور دوسرا حرام کیوں؟

(۱۳) لفظ امام اعظم پر اعتراض کا جواب:

غیر مقلدین کی یہ انتہائی بدنصیبی ہے کہ ماننے پہ آئیں تو اپنی خواہشات نفسانیہ کو قرآن وحدیث کا درجہ دیکر مان لیں۔ اور اگر نہ ماننے پر آئیں تو امت کے اجماعی فیصلوں کو قرآن وحدیث کے مخالف قرار دیکر مسترد کردیں ہر ذی شعور جانتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کا لقب ملا اسپر پوری امت کا اجماع ہے حتیٰ کہ خود غیر مقلدین کی اپنی کتب بھری پڑی ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کی نسل جدید حضرت امامؒ کے اس اجماعی لقب پہ بھی معترض ہے اس کا دعویٰ ہے کہ امام عظم تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ کوئی امتی امام

اعظم کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ غیر مقلدین حضرات نبی وامتی کا تقابل قائم کرنے میں ذرا بھی حجاب محسوس نہیں کرتے حالانکہ اہل سنت والجماعت کے ہاں اس کا تصور بھی کفر ہے۔ایک پمفلٹ غیر مقلدین کی طرف سے ایسا ہی شائع ہوا۔تو مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اگر امتی امام اعظم نہیں بن سکتا تو امتی صدیق اکبرؓ کیسے بن سکتا ہے؟ کیونکہ پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر سچا کون ہے؟ پھر امتی فاروق اعظم کیسے بن سکتا ہے؟ کیونکہ پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا کون ہے؟ امتی قائد اعظم کیسے بن سکتا ہے کیونکہ پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر قیادت عظمیٰ کس کی ہوسکتی ہے؟ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کا امام مانتے ہیں نبوت کا نہیں۔اور جب وہ فقہ کے امام ہیں تو ان کا تقابل بھی فقہی ائمہ سے ہوگا۔یعنی وہ فقہی ائمہ امام مالک امام شافعی وغیرہ کے مقابل امام اعظم ہیں۔

(۱۴) منقول ومعمول میں فرق:

غیر مقلدین عام طور پر فقہ حنفی کے غیر مفتیٰ بہ اقوال کی آڑ میں فقہ حنفی کے خلاف زبان درازیاں کرتے رہتے ہیں۔اور پورے ملک میں اشتہار بازیوں اور پمفلٹ سازیاں جاری رکھتے ہیں۔ایسا ہی ایک پمفلٹ لے کر ایک نوجوان مولانا مرحوم کے پاس آیا۔تو مولانا نے فرمایا کہ فقہ کی عبارات دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جو صرف کتب میں منقول ہیں۔اور دوسری وہ ہیں جو ہماری عملی زندگی میں معمول ہیں۔اب معمول کی روایات واقوال کو چھوڑ کر صرف منقول عبارات بیان کرنا صریح دھوکہ اور فراڈ ہے۔جیسے کتب احادیث کے اندر صحیح احادیث دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو متروک ومنسوخ ہیں۔لیکن کتب کے اندر منقول ہیں اور دوسری وہ ہیں جو امت کا معمول ہیں اب اگر کوئی منکر حدیث معمول کی احادیث ترک کر کے صرف منقول روایات کی آڑ میں حدیث کا انکار کرتا ہے۔تو وہ دھوکہ باز ہے اسی طرح فقہ کی محض منقول روایات بیان کرنا اور معمول کی روایات نظر انداز کرنا بھی صریح دھوکہ ہے۔

(۱۵) اسلام ایک یا دو؟

عام طور پر منکرین حدیث لوگوں کے دلوں میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ حدیث پر یقینی ایمان رکھنے کی صورت میں اسلام دو ہو جاتے ہیں۔ایک اسلام قرآن کا اور دوسرا حدیث کا۔اسی طرح منکرین تقلید یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ فقہ کو ماننے کی صورت میں اسلام دو ہو جاتے ہیں ایک اسلام قرآن وسنت کا اور دوسرا فقہ کا۔ حالانکہ اسلام ایک ہی ہے قرآن اس کا متعین اصول ہے حدیث اس کی تشریح ہے اور فقہ اس کی تعبیر ہے لیکن منکرین حدیث وتقلید اپنی علمی وعقلی کمزوریوں کی بنا پر ان کے درمیان تقسیم کی دیوار کھڑا کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔مولانا مرحوم نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک استاد نے اپنے شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ میرے حجرے

سے دوائی کی بوتل لے آؤ۔ بدقسمتی سے وہ شاگرد غیر مقلد یعنی بھینگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد خالی ہاتھ واپس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ استاد جی وہاں تو دو بوتلیں بڑی ہیں کونسی لاؤں؟ استاد کو حیرت ہوئی کہ بوتل تو میں نے ایک ہی رکھی تھی۔ دوسری کہاں سے آ گئی؟ اسے یہ سمجھ ہی نہ آئی کہ یہ شاگرد بے چارہ بھینگا ہے جسے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ یہ مذاق کر رہا ہے۔ استاد نے کہا ایک بوتل کو توڑ دو اور دوسری لے آؤ۔ شاگرد گیا اور ایک پتھر بوتل کی طرف پھینکا۔ بوتل ٹوٹ گئی۔ اب شاگرد بہت پریشان ہوا کہ بوتلیں تو دونوں ٹوٹ گئیں۔ وہ استاد کے پاس آیا اور کہا کہ استاد جی میں نے ایک بوتل توڑی تھی دونوں ٹوٹ گئی ہیں۔ اب استاد سمجھا کہ یہ تو بھینگا ہے۔ جن بھینگوں کو دو دو اسلام نظر آتے ہیں (یعنی وہ قرآن اور حدیث یا قرآن وحدیث اور فقہ کو جدا جدا اسلام سمجھتے ہیں) انہیں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ وہ ان میں سے ایک کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے تو دوسرا خود بخود ختم ہو جائے گا۔

(۱۶) حقانیت اہل سنت:

علمی وتحقیقی حوالہ سے روافض کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت کی حقانیت وصداقت پر بے شمار دلائل موجود ہیں، لیکن مولانا مرحوم نے اپنے دلنشیں انداز میں اس کی ایسی سادہ اور عام فہم مثالیں پیش کی ہیں، جو عام آدمی کو بھی بآسانی ذہن نشین ہو سکتی ہیں۔ اور اس کے لئے فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مولانا اس کی درج ذیل مثالیں دیا کرتے تھے۔

جمع قرآن:

نبوت کے آخری دور میں خدا تعالیٰ نے انسانیت کو جو سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی وہ کلام الٰہی یعنی قرآن پاک ہے۔ جو ابتداءً بذریعہ حفظ محفوظ تھا، لیکن عہد نبوی ﷺ کے بعد جب مختلف معرکوں میں حفاظ قرآن بکثرت شہید ہونے لگے، تو حضرت عمرؓ کی تحریک پر خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع فرمایا۔ یعنی جمع قرآن کی خدمت حضرت صدیق اکبرؓ نے سرانجام دی۔ اب اگر حضرت صدیق اکبرؓ کو روافض مانتے ہیں تو وہ سچے، اور اگر سنی مانتے ہیں تو وہ سچے، پھر جمع قرآن کے پہلے مرحلہ میں قرآن پاک عرب کی مختلف قبائلی زبانوں میں پڑھا جاتا رہا، لیکن جب اس بنیاد پر قبائل کے درمیان خانہ جنگیاں شروع ہوئیں (کیونکہ ہر قبیلہ اپنی قبائلی زبان میں قرآن کو صحیح اور دیگر قبائلی زبانوں میں اسے غلط ثابت کرنے پر مصر تھا) تو خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے سرکاری طور پر دیگر قبائلی زبانوں میں قرأت قرآن پر پابندی عائد کر کے امت کو قراءت قریش پر جمع کر دیا اور جمع قرآن کے دوسرے مرحلے میں قرآن پاک ہر وحدت امت کی خدمت حضرت عثمانؓ نے انجام دی، اب اگر حضرت عثمانؓ کو روافض مانتے ہیں تو وہ سچے، اور اگر سنی مانتے ہیں تو سنی سچے یہ حکمت الٰہیہ

ہے کہ خدا تعالیٰ نے مذکورہ دونوں خدمات حضرت علی المرتضیٰؓ سے نہیں لیں کیونکہ ان کو روافض اور سنی دونوں ماننے کے مدعی ہیں۔ اگر یہ خدمات وہ سرانجام دیتے تو اختلاف پیدا ہو سکتا تھا، روافض کہتے کہ علیؓ ہمارے ہیں اور یہ خدمات ہم نے سرانجام دیں۔ سنی کہتے کہ علیؓ ہمارے ہیں اور یہ خدمات ہم نے سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جھگڑا ہی پیدا نہیں ہونے دیا۔

حفاظت قرآن:

خدا تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے اور اس کا ظاہری ذریعہ حفظ قرآن کو بنایا ہے اور اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حفظ قرآن کی یہ خدمت و ذمہ داری اہل سنت و جماعت نے سرانجام دی ہے۔ جنہوں نے ہر دور کے اندر لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن فراہم کئے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس روافض کے ہاں خوردبینیں لگا کر بھی حافظ قرآن تلاش کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ قرآن پاک جیسی انمول نعمت اہل سنت کے پاس ہے، وہی اس کی حفاظت کے لئے عنداللہ منتخب کیے گئے۔ جو ان کی صداقت کی بین دلیل ہے۔

غلبہء اسلام:

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے تمام ادیان باطلہ پر غلبہء اسلام کا وعدہ فرمایا ہے اور اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ خدمت بھی اہل سنت و جماعت نے ہی سرانجام دی۔ یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کے ساتھ ہر دور میں معرکہ آرائی کرنے والے اہل سنت و جماعت ہی تھے اور انہیں ہی اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لئے منتخب فرمایا۔ مثلاً حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، طارق بن زیادؒ، موسیٰ بن نصیرؒ، یوسف بن تاشفینؒ، محمد بن قاسمؒ، نورالدین زنگیؒ؛ صلاح الدین ایوبیؒ، سلطان محمود غزنویؒ، شہاب الدین غوریؒ، نواب سراج الدولہؒ، سلطان حیدر علیؒ، سلطان فتح علی ٹیپوؒ وغیرہم سارے کے سارے اہل سنت و جماعت تھے، اور انہوں نے غلبہ اسلام کی خدمت سرانجام دی، جو اہل سنت و جماعت کی حقانیت و صداقت کی بین دلیل ہے۔

آرام گاہ رسول ﷺ:

خدا تعالیٰ نے انسانیت کو قرآن کے بعد جو دوسری بڑی نعمت عطا فرمائی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ آپ ﷺ کے گھر مبارک کے اندر دو نمایاں ہستیاں موجود تھیں، ایک آپ ﷺ کی زوجہ

مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور دوسری آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ۔ ان سے حضرت عائشہؓ کو سنی مانتے ہیں روافض نہیں مانتے، جب کہ حضرت فاطمہؓ کو سنی بھی مانتے ہیں اور روافض بھی۔ پیغمبر خدا ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کے لئے خدا تعالیٰ نے حجرہ عائشہ صدیقہؓ کو منتخب فرمایا۔ تاکہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اب سنی علی الاعلان یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ ہمارے گھر میں آرام فرما ہیں، روافض یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ ﷺ حجرۂ فاطمہؓ میں آرام فرما ہوتے تو تنازعہ بن جاتا، روافض کہتے وہ ہمارے گھر میں ہیں اور سنی کہتے ہمارے گھر میں ہیں۔ اس طرح قرآن کے بعد دوسری بڑی نعمت بھی اہل سنت وجماعت کے پاس ہے۔ جو ان کی صداقت کی دلیل ہے۔

تولیت کعبہ:

خدا تعالیٰ نے قرآن اور رسول ﷺ کے بعد انسانیت کو تیسری بڑی نعمت خانہ کعبہ کی صورت میں دی ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں ان اولیاء ہ الا المتقون (پ ۹: انفال ۳۴) ''نہیں ہو سکتے اس کے متولی مگر متقین۔'' اب فتح مکہ کے بعد سے لے کر آج تک اس کی تولیت اہل سنت وجماعت کے پاس رہی ہے۔ ایک دن کے لئے بھی کبھی روافض کے پاس نہیں آئی۔ گویا خدا تعالیٰ کی تیسری بڑی نعمت بھی اہل سنت وجماعت کے پاس ہے، جو ان کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

معیت پیغمبر ﷺ:

پیغمبر خدا ﷺ کے روضہ اقدس کے اندر آپ کی رفاقت ومعیت کے لئے بھی خدا تعالیٰ کا انتخاب بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی معیت کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو منتخب فرمایا۔ جن کو صرف اہل سنت مانتے ہیں۔ اگر وہاں آپ کی معیت کے لئے حضرت حسنینؓ کا انتخاب ہوتا تو پھڈا ہو جاتا، سنی کہتے کہ وہاں ہمارے امام ہیں اور روافض کہتے ہمارے امام ہیں۔ یہ انتخاب الٰہی بھی اہل سنت کی صداقت کی دلیل ہے۔

(۱۷) عصمت وعدالت:

بیسویں صدی عیسوی کے چوتھے عشرہ میں پٹھانکوٹ (انڈیا) سے مودودیت کے نام سے اٹھنے والی صالح سوسائٹی کے قیام کی ایک پرکشش تحریک نے رفتہ رفتہ اسلام کی متواتر ومتوارث تعلیمات کی بنیادیں متزلزل کر کے رکھ دیں۔ اس نے نئی نسل کو ''مودودی افکار'' کے عنوان سے ایک ایسے ماڈرن اور جدید اسلام سے روشناس کرایا جس کے بارہ میں امام لاہوریؒ نے فرمایا کہ مودودی اسلام کا مکہ اور مدینہ کے اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مودودی اسلام کی ایک ایک بنیاد ڈھا رہا ہے۔ مودودی صاحب کے گمراہ کن نظریات کا جائزہ لیا جائے تو ان کی بنیاد بھی ترک تقلید ہی ہے۔ مودودی

صاحب تقلید کی بندشوں سے آزاد ایسے سکہ بند غیر مقلد تھے جو تمام اسلاف پر علی الاعلان عدم اعتماد کا اظہار کر کے تقلید کو گناہ سے بھی بدتر جرم قرار دیتے تھے۔ مستند عالم نہ ہونے کے باوجود محض ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر اپنی دینی تحقیقات میں ان کی خود اعتمادی، انانیت کے درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنی تحقیق کی روشنی میں نبیؐ سے لے کر مجددؒ، اور خلیفہ سے لے کر مجتہد و محدث تک ہر شخص کے اندر وہ عیوب ونقائص نظر آئے جن تک اس سے پہلے کسی کی تحقیقی نگاہ نہ پہنچ سکی۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک ان میں سے نہ کوئی علم کے اعتبار سے کامل تھا، اور نہ عمل کے اعتبار سے قابل تقلید اور پھر جو کچھ مودودی صاحب کے قلم سے ایک بار نکل گیا، اسے وحی آسمانی کی طرح حرف آخر اور ناقابل ترمیم سمجھا گیا۔ اور اپنی بڑی سے بڑی غلطی پر بھی انہوں نے کبھی ندامت محسوس نہ کی۔ حتیٰ کہ غلطی کا احساس دلانے والوں پر بھی انہوں نے برہمی کا اظہار کیا حالانکہ ان کی اغلاط کی نشاندہی کرنے والے حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، اور امام لاہوریؒ جیسے اصحاب علم وکمال تھے۔

مولانا اوکاڑی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ شخصیات کی اتباع اور ان پر اعتماد کی دو ہی بنیادیں ہیں۔ پہلی عصمت جو اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق صرف نبوت ورسالت کا خاصہ ہے اور دوسری عدالت، غیر نبی کے لئے جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کا فکر وعمل اتھارٹی نہیں بن سکتا اور پھر عدالت کے لئے بھی دو پیمانے ہیں ایک پیمانہ صحابہ کرامؓ کی عدالت پرکھنے کا، اور وہ ہے قرآن وسنت دوسرا پیمانہ غیر صحابہؓ کی عدالت پرکھنے کا ہے، اور وہ ہے فن اسماء الرجال۔۔۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کے ہاں جس راوی حدیث کے بارہ میں صحبت نبوت ثابت ہو جائے اس کے بارہ میں جرح وتنقید اور تحقیق مزید کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کے بارے میں "الصحابة کلهم عدول" کا نظریہ اجماعی ہے جبکہ ان سے نچلے درجہ کے ہر راوی کے لئے جرح وتعدیل کے مقررہ اصولوں کی گھاٹیوں سے گزر کر اپنی عدالت ثابت کرنا ناگزیر ہے۔ محدثین کی تقلید فی الروایۃ اور مجتہدین کی تقلید فی الدرایۃ کی بنیاد بھی عدالت ہے۔ اگر کسی محدث کی عدالت مشتبہ ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور اگر کسی مجتہد کی عدالت مشکوک ہو تو اس کا اجتہاد ناقابل قبول ہوتا ہے۔ البتہ محدث کی عدالت کے ساتھ حفظ اور مجتہد کی عدالت کے ساتھ فہم بھی بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقدمہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جن محدثین کی روایت تواتر کے ساتھ قبول کی گئی ہے ان کی عدالت وحفظ بھی متواتر ثابت ہے، اور جن فقہاء کی درایت وفقہ تواتر کے ساتھ قبول کی گئی ہے ان کی عدالت وفہم بھی متواتر ثابت ہے لیکن بدقسمتی سے مودودی صاحب نہ عصمت مانتے ہیں اور نہ عدالت، کیونکہ وہ اپنی تحریرات میں انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ہدف تنقید بناتے ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی۔

کب تم بھٹکے، کیوں تم بھٹکے، کس کس کو سمجھاؤ گے
اتنی دور تو آ پہنچے ہو اور کہاں تک جاؤ گے

(۱۸) صحابہ کرامؓ کی شرعی حیثیت:

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی ونبوی تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی مثال تو اس سرکاری پیانہ کی ہے جو حکومت کی طرف سے ناپ تول کے لئے مقرر ہے۔ کہ نہ تو اس کے وزن ومقدار کو چیلنج کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کمی بیشی کا کسی کے پاس اختیار ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی ہمارے ایمان وعمل کے لئے قرآنی وحدیثی پیانہ ہیں۔

(۱۹) بدعت کی تعریف وتقسیم:

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ: لغوی طور پر ہر ایسی نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، جس کا وجود ماضی کے اندر ثابت نہ ہو۔ جیسا کہ بے شمار ایجادات ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں ہر اس نئے طریقہ کو جو دین بنا کر دین کے اندر شامل کر دیا گیا ہو، اور اس پر دلائل شرعیہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس مجتہد میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

اس اعتبار سے لغوی بدعات اپنانے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ کسی حکم شرعی سے متصادم بھی نہ ہوں، اور ان کے اپنانے سے کوئی حکم شرعی متاثر بھی نہ ہو۔ مثلاً ٹی، وی اور وی، سی، آر وغیرہ لغوی طور پر بدعت ہیں۔ لیکن تصویر کی وجہ سے یہ حکم شرعی سے متصادم ہیں، لہٰذا ان کا استعمال جائز نہ ہوگا اس کے برعکس ریڈیو بھی لغوی طور پر بدعت ہے۔ اور وہ اسلام کے کسی حکم سے متصادم بھی نہیں، لیکن اگر اس پر موسیقی، گانے، قوالیاں وغیرہ سنے تو حکم شرعی متاثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حد تک اس کا استعمال ناجائز ہوگا جبکہ شرعی بدعت اپنانے کی کسی صورت اجازت نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بدعتی کو جہنمی اور اس کی تعظیم کرنے والے کو اسلام کی بنیاد یں منہدم کرنے والا قرار دیا ہے۔ پھر دینی حوالہ سے بدعت لغوی اور بدعت شرعی کے درمیان تقسیم وتفریق بایں الفاظ بھی ہوسکتی ہے کہ جو نئے کام کسی دینی مصلحت کے لئے ایجاد کئے جائیں وہ احداث للدین اور بدعت لغوی کہلاتے ہیں یعنی دین کی اشاعت وترویج کے لئے کوئی نیا طرز اور طریقہ اختیار کرنا ہے، اور یہ جائز ہے، بشرطیکہ کسی حکم شرعی سے متصادم بھی نہ ہو۔ اور اس سے کوئی طرز شرعی متاثر بھی نہ ہو۔ اور جو نئے کام اخروی منفعت کے تحت کئے جائیں وہ اداث فی الدین اور بدعت شرعی کہلاتے ہیں۔ یعنی دین کے اندر کوئی نئی چیز شامل کر دینا، اور یہ ناجائز ہے۔ مثلاً

(۱) مساجد کے اندر قالین، جدید طرز کی صفیں، بجلی کے بلب ٹیوبیں،، پنکھے، پانی کی موٹریں، ٹونٹیاں وغیرہ نئی چیزیں لگانا احداث للدین میں شامل ہے، جو جائز ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق ادائیگی عبادت میں سہولت ومعانت کے ساتھ ہے۔ لیکن مساجد کے اندر غیر منصوص محافل (مروجہ، قل، تیجہ، دسواں، محفل شبینہ وغیرہ) کا

انعقاد احداث فی الدین ہے، جو ناجائز ہے۔

(۲) اذان اور تقاریر و خطبات کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال احداث للدین ہے، جو جائز ہے۔ لیکن اذان کے الفاظ میں کمی بیشی کرنا یا اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا، یا اجتماعات کے اختتام پر قیام کی صورت میں اجتماعی دورد پڑھنا، یا نماز کے بعد بآواز بلند کلمہ شریف کا اجتماعی ورد کرنا، احداث فی الدین ہے، جو ناجائز ہے، کیونکہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

(۳) قرآن پاک کے الفاظ و مفہوم کے اندر کسی نئی تعبیر کا اضافہ کرنا (مثلاً مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کے اثبات کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا، صدیوں بعد پیدا ہونے والی رسومات کا قرآن سے اثبات کرنا، اور اتباع آباء کی آیات کو تقلید ائمہ پر فٹ کرنا وغیرہ) احداث فی الدین ہے جو حرام ہے۔ لیکن قرآن پاک کے اعراب لگانا، اس کے اوقاف مقرر کرنا، اس کی طباعت کرانا، اس کا ترجمہ و تفسیر کرنا، اس کی جلد بندی کرانا، اور اس کو غلاف چڑھانا وغیرہ جملہ امور احداث للدین میں شامل ہیں، اور ان کی کوئی ممانعت نہیں۔

(۴) جنازہ کی بذریعہ سپیکر و منادی اطلاع دینا احداث للدین ہے۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن دعاء مانگنا، اور بعد از دفن قبر پر اذان دینا وغیرہ امور احداث فی الدین ہیں جو ناجائز ہیں۔

(۵) سنت کی اشاعت کے لئے اشتہارات و کتب طبع کرنا، رسائل و پمفلٹ تقسیم کرنا، تبلیغی اجتماعات منعقد کرنا احداث للدین ہے، لیکن غیر مسنون عمل قل، تیجہ، دسواں وغیرہ کا انعقاد کرنا احداث فی الدین ہے۔ جو ناجائز ہے۔

(۶) احادیث صحیحہ کو جمع کرنا، ان کے راویوں کے حالات اکٹھے کرنا، ان رواۃ کی بنیاد پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگانا احداث للدین ہے۔ لیکن احادیث وضع کرنا، یا موضوع روایات سے استدلال کرنا احداث فی الدین ہے۔ اس مختصر بحث کے بعد وہ شکوک بھی رفع ہو جاتے ہیں جو احداث للدین کے زمرہ میں شامل ایجادات کی آڑ میں احداث فی الدین میں شامل رسومات ثابت کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

غیر مقلدین حضرات عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ بھی احداث ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ فقہ احداث نہیں استنباط ہے۔ جو قرآن وسنت سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کی اجازت فرمان نبوی ﷺ اور تعامل صحابہؓ سے ثابت ہے اور اس کی قبولیت پر اجماع امت شاہد ہے۔ لہٰذا اسے احداث قرار دینا صریح دھوکہ ہے۔

(۲۰) سنت وبدعت کی مثال:

مولانا مرحوم دیہاتی طرز کی ایک سادہ سی مثال کے ساتھ سنت وبدعت کے درمیان فرق سمجھایا کرتے تھے۔ کہ سنت کی مثال کاشت کی ہوئی فصل کی ہے، جیسے گندم، چاول، مکئی، کماد، کپاس وغیرہ اور بدعت کی مثال اس فصل کے اندر خود بخود اُگ آنے والی جڑی بوٹیوں کی ہے۔ بوئی ہوئی فصل پوری دنیا میں ایک ہی جیسی ہوتی ہے، لیکن اس فصل کے اندر خود بخود اُگنے والی بوٹیاں ہر علاقہ کی مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح سنت پوری دنیا کے اندر ایک ہی جیسی ہے لیکن بدعات ہر علاقہ کی مختلف ہیں۔ مثلاً اذان بلالؓ سنت ہے، جو پوری دنیا میں ایک جیسی ہے، لیکن اس کے ساتھ شامل کئے ہوئے لاحقے حی علی خیر العمل علی ولی اللہ اور صلوۃ وسلام وغیرہ بدعات ہیں، اور بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔۔۔ اسی طرح نماز جنازہ سنت ہے، اور ہر جگہ ایک ہی جیسا ہے۔ لیکن جنازہ کے بعد دعاء دوران قرآن، اور قبر پر اذان وغیرہ بدعات ہیں اور مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سنت عالمگیر ہے، اور بدعت علاقائی۔

(۲۱) بدعت کی بیک گراؤنڈ:

مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہر بدعت کے پس منظر میں کسی نہ کسی چیز کا بگاڑ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی گاؤں میں تبلیغی پروگرام پر گیا تو کھانے کے دوران انہوں نے دسترخوان پر ایک رنگ برنگا ڈنڈا رکھ دیا، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے ہاں رواج ہے۔ میں نے سوچا کہ اس رواج کے پس منظر میں بھی ضرور کوئی واقعہ ہے۔ میں گاؤں کے ایک بوڑھے اور ضعیف آدمی کے پاس چلا گیا، اور اس سے اس رواج کے بارہ میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ہمارے ہاں رواج تھا کہ مہمان کو جب کھانا دیتے تو کھانے کے بعد دانتوں کے خلال کے لئے کیکر کا ایک کنڈا ساتھ رکھ دیتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہماری نئی نسل نے کنڈے کی جگہ دسترخوان پر سرکنڈا یعنی کانا رکھنا شروع کر دیا۔ کہ مہمان اس سے ٹکڑا توڑ کر خلال کر لے گا اور جب موجودہ نسل جب نئی روشن خیالی کے ساتھ گاؤں میں داخل ہوئی تو اس نے سرکنڈا کو اپنی توہین سمجھا، اور ڈنڈا رکھ دیا۔ اس سے کوئی ضرورت تو پوری نہیں کی جا سکتی لیکن اب یہ صرف ہمارے علاقے کے رواج کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

(۲۲) خیر القرون کے خصوصی انعامات:

آنحضرت ﷺ نے قرون ثلاثہ (قرن صحابہ، تابعین اور قرن تبع تابعین) کو خیر القرون قرار دیا ان

زمانوں کے حوالہ سے امت کو چار چیزیں حاصل ہوئیں اور چاروں خیر ہیں پہلی قرآن ہے وہ بھی خیر۔ دوسری سنت ہے وہ بھی خیر۔ تیسری جماعت صحابہؓ ہے وہ بھی خیر اور چوتھی فقہ ہے وہ بھی خیر۔ ان میں سے کسی چیز کو شر، فساد یا گمراہی قرار دینے والا فرمان نبوی ﷺ کا منکر ہے۔

(۲۳) عقل سے ایجاد و اجتہاد:

عقل خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے بلکہ ایک روایت اول ما خلق اللہ العقل کے مطابق یہی سب سے پہلے پیدا کی گئی یہی عقل انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی لئے فاتر العقل کو مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے یہ عقل اگر دنیوی کاموں میں صرف کی جائے تو اس کے ذریعہ چیزوں کی ایجاد ہوتی ہے۔ اور یہ ایجاد کرنے والا سائنسدان کہلاتا ہے۔ اور اگر عقل دینی امور میں صرف کی جائے تو اس کے ذریعہ اجتہاد ہوتا ہے۔ اور یہ اجتہاد کرنے والا مجتہد کہلاتا ہے سائنسدان نے اسی عقل کے ذریعہ انسانیت کی جسمانی ہلاکت کے ہزاروں سامان (ٹینک، توپ، راکٹ، میزائل، ایٹم وغیرہ) بھی تیار کئے اور اس کی اخلاقی تباہی کے سینکڑوں اسباب (ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا اور کیبل وغیرہ) بھی جبکہ اجتہاد نے اسی عقل کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور اس کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لاکھوں مسائل حل کر کے دیئے۔

(۲۴) ''فقہاء کرام'' مُظہر یا مثبت:

فقہاء کرام امور شرعیہ کے مُظہر ہوتے ہیں مثبت نہیں۔ یعنی وہ مسائل ایجاد نہیں کرتے بلکہ اپنی خداداد بصیرت کے ذریعہ عمومی عقل و فہم سے اوجھل قرآن وسنت کے مخفی و پوشیدہ مسائل واحکامات کو ظاہر کرتے ہیں درحقیقت وہ مسائل قرآن وسنت ہی کے ہوتے ہیں مثلاً کوئی شخص کنواں کھودتا ہے تو نیچے سے پانی برآمد ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کنواں کھودنے والا پانی کا موجد نہیں بلکہ مظہر ہے جس نے مٹی پتھر ہٹا کر پانی کو صرف ظاہر کیا ہے ۔ ایک غوطہ خور سمندر کی تہہ میں جا کر ہیرے جواہرات نکال لاتا ہے تو ان ہیروں کا موجد نہیں کہلاتا بلکہ مظہر کہلاتا ہے کہ اس نے انسانی نگاہوں سے مخفی ہیرے ظاہر کر دیئے۔ ایک کمپنی زمین کی تہوں سے تیل گیس اور دیگر معدنیات سونا چاندی وغیرہ برآمد کرتی ہے تو وہ ان چیزوں کی موجد نہیں کہلاتی صرف مظہر کہلاتی ہے۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین قرآن وسنت کی تہوں سے مخفی مسائل کو صرف ظاہر کرتے ہیں ان مسائل کو ایجاد نہیں کرتے مثلاً بھینس کے حلال ہونے کا ذکر قرآن وسنت کے اندر کہیں بھی موجود نہیں فقہاء کرامؒ نے اس کی عادات و خوراک کے پیش نظر اسے گائے پر قیاس کر کے اس کی حلت کا فتویٰ جاری کیا اب فقہاء نے بھینس کو حلال قرار دینے کا حکم ایجاد نہیں کیا صرف اس کی مخفی پوزیشن کو ظاہر کر دیا وعلیٰ ہذا القیاس تمام اجتہادی مسائل کی یہی پوزیشن ہے۔

(۲۵) تمام احکامات و مسائل کے دلائل کا جاننا ہر ایک پر ضروری نہیں:

احکامات و مسائل کا جاننا تو ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ ان کے بغیر وہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہی نہیں کرسکتا۔ لیکن ان کے دلائل کا جاننا ہر شخص کے لئے ضروری نہیں۔ کیونکہ تمام مسائل واحکامات کے دلائل ازبر کرلینا ہر شخص کے لئے ناممکن ہے۔ اور پھر دلائل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک منصوص یعنی ان پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ کی نص موجود ہے۔ اور دوسرے اجتہادی۔ پہلی قسم میں تو پھر بھی کچھ گنجائش نکل آئے گی کہ اگر کوئی شخص حفظ وحافظہ کی اتنی استعداد رکھتا ہے کہ وہ احکامات و مسائل سے متعلق آیات واحادیث ازبر کرسکے تو ممکن ہے لیکن مسائل اجتہادیہ میں دلائل کی تلاش نہ صرف دشوار بلکہ مضر بھی ہے کیونکہ یہاں فہم فقیہہ ہی دلیل ہے۔ مثلاً علاج کے لئے دوا اور پرہیز مریض پر لازم ہے۔ لیکن اگر مریض دوا کے اجزاء ومفردات اور پرہیز کی حکمتوں اور مصلحتوں پر ہی حکیم وطبیب سے بحث کرتا رہے تو یقیناً اس مریض کا علاج دشوار ہوگا۔ خاص طور پر جب غیر مقلد مریض کو یہ پتہ چل جائے کہ اس دوا کے اندر کچلہ یا سنکھیا موجود ہے تو وہ آسمان سر پر اٹھالے گا۔

(۲۶) تحقیق یا تقلید:

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے دو ہی صورتیں ہیں، تحقیق یا تقلید۔ اگر تحقیق کی اہلیت رکھتا ہے تو تحقیق کرکے احکامات شرعیہ پر عمل کرے گا، اور اگر تحقیق کی اہلیت نہیں رکھتا تو کسی اہل کی تقلید کرے گا۔ لیکن امور دینیہ کے اندر تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہوتا ہے، اور وہی اس کی اہلیت رکھتی ہیں۔ ایک نبی اور دوسرا مجتہد، حکم کے اعتبار سے نبی معصوم ہے اور مجتہد عادل، لیکن غلطی کا احتمال دونوں کے اجتہاد میں موجود ہے۔ یعنی نبی سے بھی اجتہادی خطا ممکن ہے اور مجتہد سے بھی، البتہ نبی اپنی خطاء اجتہادی پر ہمیشہ قائم نہیں رہتا بلکہ بذریعہ وحی اسے خطا کی خبر دے دی جاتی ہے۔ اور وہ اس سے رجوع کرکے اس کی تلافی کرلیتا ہے۔ لیکن مجتہد پر وحی نہیں آتی لہٰذا اس کا خطائے اجتہادی پر ہمیشہ قائم رہنا بھی ممکن ہے۔ گویا خطائے اجتہادی نہ عصمت کے منافی ہے، نہ عدالت کے، نبی کی پیروی کو اصطلاح قرآنی میں اتباع کہتے ہیں، اور مجتہد کی پیروی کو اصطلاح شریعت میں تقلید، دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

(۲۷) تقلید مجتہد: اور اقتداء امام نماز:

عام طور پر غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد، نبی کی اتباع سے نکل جاتا ہے۔ کیونکہ جب نبی کے علاوہ اس نے کسی دوسرے کو اپنا امام بنالیا تو وہ نبی کی اطاعت سے نکل کر امام کی اطاعت میں داخل ہوگیا، حالانکہ غیر مقلدین کا یہ اعتراض سراسر باطل ہے، کیونکہ امام فقہ کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے امام نماز کی، جس

طرح نماز کے اندر مقتدی امام کی اقتداء میں رہ کر بھی پیغمبر ﷺ کی اطاعت سے نہیں نکلتا، اسی طرح مقلد بھی اپنے امام کی تقلید میں رہ کر نبی کی اطاعت میں رہتا ہے۔ اور امام کی حیثیت اسی طرح ہے جیسے جماعت نماز میں مکبر کی، مکبر امام ہی کی آواز آگے پہنچاتا ہے، اب اس کی تکبیر پر رکوع وسجود کرنے والا امام کی اقتداء سے نہیں نکلتا، اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ بے وقوف و نادان ہے۔

(۲۸) فقہاء کے درمیان اختلاف فروعی:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہے البتہ شریعتیں جدا جدا ہیں، اجماعی عقائد (مثلاً توحید، تقدیر، قیامت، جنت، دوزخ، حساب وغیرہ) میں ہم تمام انبیاء کرامؑ کی اتباع کرتے ہیں۔ ملت ابراہیمیؑ کہلانے کا یہی مطلب ہے، لیکن ان کی شریعتوں میں اختلاف کی صورت میں ہم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح اصول تمام فقہاء کرامؒ کے ایک ہی ہیں، فروعات میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ لہٰذا اصول میں ہم تمام فقہاء کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ فروع میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی، اور یہی تقلید شخصی ہے۔

(۲۹) ابوحنیفہؒ و بخاریؒ:

ایک شخص مولانا مرحوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کو تو محدث ابوزرعہؒ نے ضعیف کہا ہے، مولانا نے حسب عادت مسکرا کے فرمایا آپ امام بخاریؒ کو مانتے ہیں، اس نے کہا جی انہیں کون نہیں مانتا؟ فرمایا ان کے استاد ان کو نہیں مانتے، ان کے فلاں فلاں استاد اور فلاں فلاں محدث نے ان پر شدید جرح کی ہے، مولانا نے جب امام بخاریؒ پر جرح کی گردان کی اور فرمایا ابوزرعہ نے انہیں بھی ضعیف کہا ہے تو وہ پریشان اور حواس باختہ ہو کر کہنے لگا کہ پھر ہم کدھر جائیں؟ امام ابوحنیفہؒ پر جرح موجود ہے، امام بخاریؒ بھی جرح سے محفوظ نہیں پھر ہم کیا کریں؟ مولانا مرحوم نے قہقہہ لگا کر فرمایا یا دونوں کو مان لو اور یا دونوں کو چھوڑ دو۔ کہنے لگا کہ امام بخاریؒ کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، لیکن ان پر جرح کا کیا کریں؟ مولانا نے اس کی پریشانی میں حقیقت بھانپ کر بڑے تحمل سے فرمایا، کہ پانی اگر بالٹی یا ٹب میں ہو تو گندگی کا ایک قطرہ بھی اسے ناپاک کر دیتا ہے۔ لیکن پانی اگر سمندر یا دریا میں ہو تو گندگی کے نالے بھی اس میں گر کر اسے ناپاک نہیں کر سکتے۔ حدیث کے عام راویوں کی حیثیت تھوڑے پانی کی ہے، جن پر ہلکی جرح بھی اثر انداز ہوتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ جیسے ائمہ کی حیثیت سمندر کی ہے۔ لہٰذا ان پر ایسی جرحیں مؤثر نہیں ہو سکتیں۔ وہ شخص مولانا مرحوم کے ہاتھ پر امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں نفرت وعداوت سے توبہ کر کے رخصت ہوا۔

(۳۰) اجتہاد کا مقصد ہی تقلید ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور پوچھا تم بحیثیت گورنر فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا، اللہ کی کتاب سے، فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں وہ فیصلہ موجود نہ ہوا تو؟ عرض کیا سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تجھے وہ فیصلہ سنت سے بھی نہ ملا تو؟ فرمایا اجتھد برأی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر خوشی سے فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے اپنے رسول کے قاصد کے لئے وہ چیز پسند کرلی، جسے خدا اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ اس حدیث سے تین چیزیں معلوم ہوئیں پہلی یہ کہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو قرآن وسنت میں مذکور نہیں دوسرے یہ کہ ان مسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کو پسند فرمایا تیسری یہ کہ اجتہادی مسائل تقلید ہی کے لئے ہوتے ہیں، اگر اجتہادی مسائل میں تقلید کی گنجائش واجازت نہ ہوتی تو آپ پیش آمدہ مسائل میں حضرت معاذؓ کو اجتہاد کی اجازت نہ دیتے۔

(۳۱) پیغمبر کی طرف سے ترغیب اجتہاد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے اہل افراد کو خود اجتہاد کے لئے تیار کیا، اور انہیں اجتہاد کا طرز طریق سکھایا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بیوی کو بوسہ دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اس وقت حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں سیب پکڑا ہوا تھا، آپ ﷺ نے وہ سیب لے کر اپنے ہونٹوں سے لگالیا، اور پوچھا میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر اس سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مجتہدین کو اجتہاد کے لئے عملاً تیار بھی کر رہے ہیں، اور اجتہاد کی ترغیب بھی دے رہے ہیں۔

(۳۲) مجتہد اور مفسد کے اجتہاد میں فرق:

غیر مقلدین اجتہاد کو شیطان کا عمل قرار دیتے ہیں، کہ سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا، حالانکہ قرآن پاک نے ایک ہی مقام پر دو قسم کے اجتہاد کا ذکر فرمایا ہے، ایک اجتہاد مجتہد کا، اور دوسرا اجتہاد مفسد کا، حضرت آدمؑ کے بارہ میں دو قسم کے اجتہاد ہوئے، ایک ملائکہ کا اور دوسرا ابلیس کا۔ ملائکہ کے اجتہاد کے بعد جب **انی اعلم مالا تعلمون** کی نص وارد ہوئی تو انہوں نے اپنا اجتہاد واپس لے لیا۔ لیکن ابلیس کا اجتہاد نص وارد ہونے کے بعد تھا، اور وہ اسی پر اڑا رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کا اجتہاد مجتہد کا اجتہاد تھا، اور ابلیس کا اجتہاد مفسد کا اجتہاد تھا، لہٰذا مجتہد کے اجتہاد کو مفسد کے اجتہاد پر قیاس کرنا قرآن کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔

(۳۳) تقلید آباء اور تقلید فقہاء کے درمیان تمیز:

غیر مقلدین، تقلید کو شرک اور قرآن کی مخالفت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن نے تقلید کی دو واضح قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک مشرکین کے دعویٰ **بل نتبع ماالفینا علیه اٰباء نا** کے الفاظ سے، اور دوسری **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون** کے حکم خداوندی کے الفاظ سے، ان میں سے پہلی تقلید بحکم قرآن حرام ہے، اور دوسری تقلید بحکم الٰہی واجب، اسی لئے نماز کی ہر رکعت میں **اهدنا الصراط المستقیم ، صراط الذین انعمت علیهم** کے الفاظ سے دوسری تقلید پر کاربند رہنے کی دعاء کا حکم ہے، اور **غیر المغضوب علیهم و لا الضالین** کے الفاظ سے پہلی تقلید سے بچنے کے لئے دعاء کی تاکید کا حکم ہے۔ پہلی تقلید کو تقلید آباء اور دوسری کو تقلید فقہاء کہتے ہیں، تقلید فقہاء کو تقلید آباء پر قیاس کرکے اس کا انکار کرنے والا اگر قصداً جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو قرآن کا مخالف ہے، اور اگر ناواقفیت و بے خبری کی بناء پر ایسا کرتا ہے تو قرآن سے جاہل ہے۔

(۳۴) مجتہد پر طعن جائز نہیں:

مجتہد کے بارہ میں ہمارا اہل سنت و جماعت کا نکتہ نظر یہ ہے کہ **المجتهد یخطئی و یصیب** کہ مجتہد سے خطاء وصواب دونوں احتمال موجود ہیں۔ لیکن حدیث بخاری میں فرمان نبوی ﷺ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کی صورت میں بہرحال اجر ملتا ہے، اگر اس کا اجتہاد صواب پرمبنی ہوتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے، اور اگر اس سے اجتہاد میں خطاء واقع ہوجائے تو اسے ایک اجر پھر بھی ملتا ہے، یعنی اجر سے وہ کسی صورت محروم نہیں۔ جب وہ اجر سے محروم نہیں تو اسے اس کی خطاء پر مطعون کرنا، اور اسے تنقید و تشنیع کا نشانہ بنانا کیونکر جائز اور درست ہوگا؟

(۳۵) مفہوم تقلید اور غیر مقلدین کا ذوق:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید کا معنی ہے پٹہ۔ اور پٹہ جانور کے گلے میں ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مقلد جانور ہوتا ہے حالانکہ یہ غیر مقلدین کی لغت سے ناآشنا اور حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ لغت میں تقلید کا معنی ہار بھی آتا ہے اور پٹہ بھی اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی اور حیوانی ضرورت کی دو الگ الگ چیزوں کے لئے اگر ایک ہی لفظ مستعمل ہو تو پھر اس کی نسبت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کی ضرورت کا معنی مراد لیا جاتا ہے اور اگر اس کی نسبت حیوان کی طرف ہو تو پھر معنی اس کی ضرورت کے مطابق ہوگا۔ تو تقلید کا معنی یک طرفہ طور پر صرف پٹہ کرنا ایک خالص حیوانی سوچ ہے۔ اور پھر حدیث میں بھی اس کا معنی ہار ہی موجود ہے۔ چنانچہ بخاری ج۱ ص۴۸ اور مسلم ج۱ ص۱۶۰ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ **استعارت من اسماء قلادة** یعنی حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماءؓ سے ہار مانگا۔ اور جن ائمہ کرامؒ نے فقہاء کرامؒ کی اتباع وپیروی

کے لئے تقلید کا لفظ تجویز کیا ہے، ان کی نظر یقیناً حدیث پر ہوگی نہ کہ محض لغت پر۔ اور پھر غیر مقلدین یہ تو سوچیں کہ وہ مقلد کو حیوان قرار دیکر امت کے کتنے ہی جید اکابر پر یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بڑے شوق سے دنیا فریب دیتی ہے
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں

(۳۶) تقلید محدثین جائز اور تقلید فقہاء ناجائز کیوں؟

غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ لیکن محدثین کی تقلید کے شرک میں وہ خود بھی مبتلا ہیں کیونکہ حفاظت حدیث کے دو میدان ہیں، ایک محدثین کا جو الفاظ حدیث کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، اور دوسرا مجتہدین کا جو مفہوم حدیث کا تحفظ کرتے ہیں، الفاظ حدیث کی حفاظت کے لئے محدثین نے جو طرز اختیار کیا وہ بلا دلیل ماننا غیر مقلدین کے ہاں مستحسن بلکہ واجب ہے، اور مفہوم حدیث کی حفاظت کے لئے فقہاء نے جو طرز اختیار کیا وہ بلا دلیل ماننا شرک ہے۔

(۳۷) فقہا کی تقلید حرام اور مولوی کی تقلید جائز کیوں؟

غیر مقلدین کے نزدیک تقلید فقہاء حرام ہے لیکن خود غیر مقلدین کی اکثریت اپنے علاقہ کے مولوی کی تقلید میں مبتلا ہے۔ کیونکہ تقلید کہتے ہیں بلا دلیل کسی کی بات کو اعتماد کی بنیاد پر مان لینا۔ اب کتنے غیر مقلدین ہیں جنہیں تمام احکامات شرعیہ کے دلائل آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوں۔ کسی غیر مقلد کو طہارت اور وضوء کی بھی ساری حدیثیں یاد نہیں ہونگی۔ ان تمام مسائل میں وُہ صرف اپنے مولوی کی تقلید کرتا ہے۔ حیرت ہے کہ ابوحنیفہؒ کی تقلید شرک اور محمد جونا گڑھی کی تقلید جائز۔

(۳۸) صحابہؓ و تابعینؒ کے فتاویٰ:

خیر القرون میں مصنف عبدالرزاقؒ اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ہزاروں فتاویٰ سامنے آئے، جن پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ لیکن امت نے ان فتاویٰ کو اس وقت بھی بلا دلیل مانا اور تا حال ان کو مانتی چلی آئی ہے، کسی نے کبھی ان کے بلا دلیل ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

(۳۹) اندھی تقلید کا مطلب:

غیر مقلدین کہتے ہیں مقلد اندھی تقلید کرتا ہے۔ حالانکہ وہ عقل کے اندھے، اندھی تقلید کا مفہوم ہی سرے سے نہیں جانتے کیونکہ اندھی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اندھے کے پیچھے (یعنی جاہل جاہل کے پیچھے، یالا مذہب لا مذہب کے پیچھے) چلے تو اسے عرف عام میں اندھی تقلید سے تعبیر کیا جاتا ہے، ظاہر بات ہے کہ اس

صورت میں جسمانی ہلاکت، دینی گمراہی اور روحانی تباہی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ لیکن مقلد جو تقلید کرتا ہے وہ اندھی نہیں۔ کیونکہ وہ خود اگر چہ بے علم یا کم علم ہے لیکن اس کا امام و مقتدا جاہل نہیں، بلکہ علم و بصیرت رکھنے والا ہے۔ اسی لیے وہ امام کی تقلید کرتا ہے تا کہ اپنی جہالت وکم علمی کی بناء پر کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے۔ اندھے مقلد تو غیر مقلدین خود ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام تر جہالتوں اور کم علمیوں کے باوجود اپنی نظریاتی لگامیں، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے بیناؤں کی بجائے نواب وحید الزمان اور محمد جونا گڑھی جیسے اندھوں کے ہاتھوں میں دے رکھی ہیں۔ جو مرزا قادیانی، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے لوگوں کو تو گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل چکے ہیں، اور باقی غیر مقلدین کو دھکیلنے کی کوشش میں ہیں۔

(۴۰) نفاذ اسلام اور فقہی مسالک:

غیر مقلدین کے مشہور مناظر حافظ عبدالقادر روپڑی نے ایک دفعہ اپنی تقریر میں ایک مثال دی (اور وہ ایسی بے تکی مثالیں دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں) کہ فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے دین آپس میں تقسیم کرلیا ہے۔ اور ہر ایک کے پاس دین کا چوتھائی حصہ ہے، دین کی مثال ایک روپے کی ہے، ان چاروں مذاہب کے پاس ایک چونی ہے۔ اور اہل حدیث کے پاس پورا روپیہ ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں سکول ماسٹر ہوں، میں نے یہ حساب اپنی زندگی میں پہلی دفعہ سنا ہے، کہ ایک روپیہ کی چار چونیاں چار آدمیوں کو بانٹ دینے کے بعد روپیہ پھر بچ جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غیر مقلدین کی یہ بدنصیبی ہے کہ کبھی ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ فقہ مکمل طور پر قرآن وسنت کے خلاف ہے، اور کبھی کہتے ہیں کہ ہے وہ پوری دین کے مطابق لیکن وہ دین کا چوتھائی حصہ ہے۔

مولانا مرحوم نے فرمایا کہ فقہی مسالک کو چونیوں سے تشبیہ دینا یہ غیر مقلدانہ مثالیں ہیں۔ جو خلاف حقیقت ہیں، ان کی صحیح اور حقیقی مثال اس طرح ہے کہ یہ چاروں فقہ کے مذاہب ہیں، اور مذہب کا معنی ہوتا ہے راستہ، یعنی ان راستوں کے ذریعہ قرآن وسنت تک پہنچنا، تو اس سے معلوم ہوا کہ فقہ مذہب یعنی راستہ ہے منزل نہیں۔ منزل محمدی ﷺ ہی ہے۔ فقہ کو منزل قرار دے کر دھوکہ دینے والے حقائق سے چشم پوشی اختیار کر رہے ہیں۔ مثلاً چار آدمی راولپنڈی سے لاہور جانا چاہتے ہیں، ایک نے جی ٹی روڈ کا راستہ اختیار کرلیا، ایک نے موٹروے کا راستہ، ایک نے ریل کا راستہ اور ایک نے ہوائی راستہ اختیار کرلیا، چاروں کی منزل ایک ہے، لیکن راستے جدا جدا ہیں۔ اسی طرح مذاہب اربعہ کی منزل ایک ہی ہے۔ صرف راستے جدا ہیں۔ فقہ حنفی کی منزل بھی سنت محمدی ﷺ ہے، فقہ مالکیؒ کی منزل بھی وہی ہے اور فقہ شافعی و حنبلی کی منزل بھی وہی ہے۔ جس ملک میں جس

فقہ کے ماننے والوں کی اکثریت ہے وہاں اسی فقہ کے نفاذ سے اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے۔ سعودی عرب کے اندر حنبلیوں کی اکثریت ہے۔ تو وہاں اسی فقہ کے نفاذ سے اسلام کا نفاذ ممکن ہے اور پاکستان میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی اکثریت ہے۔ لہٰذا یہاں نفاذ اسلام کا راستہ صرف اور صرف فقہ حنفی ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

(۴۱) نبی کا رکھا ہوا نام ناپسند:

ہمارا نام اہل سنت و جماعت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا، یہی نام متواتر و متوارث ہے۔ اسی نام کے اختیار کرنے والوں کو آپ ﷺ نے ناجی قرار دیا ہے۔ اب جو لوگ اللہ کے نبی کا رکھا ہوا یہ نام پسند نہیں کرتے اور اپنے لئے انہوں نے الگ نام تجویز کرلیا ہے۔ وہ اللہ کے نبی کے کام کو کیسے پسند کریں گے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مسنون و متواتر اعمال واذکار کے معاملہ میں اکثر ہم سے الجھتے رہتے ہیں۔

(۴۲) الفاظ کے بجائے مفہوم میں تبدیلی:

بعض فتنے تو قرآن وحدیث کے الفاظ کے اندر ہی تغیر و تبدل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اکثر فتنے قرآن وحدیث کے الفاظ کی بجائے ان کے مفہوم کے اندر تبدیلی پیدا کر کے گمراہی پھیلاتے ہیں اسی سے بچنے کے لئے خداتعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپ ﷺ نے اپنی سنت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کا نمونہ دیا ہے۔ اگر یہ نمونہ پوری طرح انسان کے پیش نظر رہے تو گمراہی کا قریب آنا ممکن ہی نہیں۔ اس کی مثال اسی طرح سمجھئے کہ حکیم نے میرے مرض کے لئے خمیرہ گاؤزبان تجویز کیا اور کہا کہ بازار سے جا کر خرید لو۔ بازار میں دھوکہ بازی اور فراڈ عام ہے۔ مجھے دوکاندار نے پگھلا ہوا گڑھ ڈبی میں بند کر کے دے دیا۔ اور میں اسے خمیرہ گاؤزبان سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں اگر حکیم صاحب نے مجھے خمیرہ چیک بھی کرادیا ہوتا اور چکھا دیا ہوتا تو اس کا نمونہ میرے سامنے ہوتا۔ اور دوکاندار سے دھوکہ نہ کھاتا۔ اسی طرح نمونہ صحابہؓ کے بغیر فہم سنت اور نمونہ رسول ﷺ کے بغیر فہم قرآن نرا دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اور اسی دھوکہ کے ذریعہ اکثر فتنے قرآن وسنت کے مفہوم کے اندر تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ میں صحابہ کرامؓ کو معیار حق اور ان کے اقوال وافعال کو حجت نہیں مانتا وہ سنت نبوی ﷺ کے حقیقی مفہوم کے اندر تغیر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جو کہے میں سنت رسول ﷺ اور حدیث پیغمبر ﷺ کو حجت تسلیم نہیں کرتا وہ قرآن پاک کے حقیقی مفہوم میں تبدیلی کرنے کا مذموم پروگرام رکھتا ہے۔

(۴۳) نمونہ کے بغیر فہم قرآن کا نتیجہ:

مسجد کے اندر جماعت کھڑی تھی۔ لیکن ایک شخص جماعت کی نماز ترک کر کے ایک کونہ میں کھڑا اپنی

نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد ایک آدمی نے اس سے پوچھا خدا کے بندے تو تکلیف کر کے مسجد میں آیا بھی۔ لیکن جماعت میں شریک نہ ہوا اور اکیلے اپنی نماز پڑھی، کتنی بدنصیبی کی بات ہے۔ وہ کہنے لگا بدنصیبی تو تمہارے لئے ہے جو قرآن کی مخالفت کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہو۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا قرآن پاک میں آتا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھی کہ نماز تنہا پڑھو۔ اب اس نے نمونہ کے بغیر قرآن کی خودساختہ تفسیر کے ذریعہ ایک حکم قرآنی اور سنت نبوی ﷺ کو ترک کر دیا۔ یہی حال ہے نمونہ کے بغیر فہم قرآن کے دعویداروں کا۔

(۴۴) فقہ کی حیثیت گائیڈ کی ہے:

ایک شخص نے کہا فقہ تو قرآن وحدیث کے مخالف ہے مولانا مرحوم نے فرمایا کہ فقہ قرآن وحدیث کی مخالف نہیں۔ بلکہ تمام دلائل شرعیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی مثال اسی طرح ہے کہ جیسے سکول کے نصاب کے اندر مختلف مضامین کی مختلف کتابیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اردو، تاریخ، اسلامیات، ریاضی وغیرہ۔ تو طلبہ کی سہولت کے لئے ایک کتاب گائیڈ کے نام سے ترتیب دی جاتی ہے۔ جس میں تمام مضامین کا قابل ذکر اور ضروری مجموعہ آ جاتا ہے۔ کوئی پاگل یہ نہیں کہتا کہ یہ گائیڈ اصل مضامین کی کتب کے خلاف ہے۔ اسی طرح فقہ احکامات شرعیہ کا گائیڈ ہے۔ لہٰذا اسے قرآن وسنت کے خلاف قرار دینے والا پاگل و بےوقوف ہے۔

(۴۵) اصل اور نقل:

یہ دنیا بڑی ظالم ہے، اپنے اغراض ومفادات کے لئے ہر اصل چیز کی نقل تیار کر لیتی ہے۔ جعلی انجکشن، جعلی دوائیاں، جعلی پنکھے، غرضیکہ ہر چیز کی نقل تیار کر لی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس دنیا نے اصل ولیوں کے مقابلہ میں نقلی ولی۔ اصلی نبیوں کے مقابلہ میں نقلی نبی، اور حقیقی خدا کے مقابلہ میں نقلی اور جعلی خدا بھی تیار کر لیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم تھا کہ میری امت کے اندر میری سنت کی ۷۲ نقلیں تیار ہونگی، اس لئے پہلے سے خبردار کر دیا کہ ان نقلوں اور نقالوں سے بچنا، اور صرف اہل سنت و جماعت سے تعلق قائم واستوار رکھنا ان کے علاوہ باقی سارا جعلی ونقلی مال ہوگا۔

(۴۶) تولیت کعبہ اور حنفی:

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تولیت کعبہ کی ذمہ داری متقین کے سپرد ہوگی۔ اور تقویٰ ہی تمام عقائد کی صحت اور تمام اعمال کی قبولیت کا معیار ہے۔ چنانچہ ۱۷۰ ہجری سے لے کر ۱۲۶۴ ہجری تک (تقریباً گیارہ سو سال) کعبۃ اللہ کی تولیت حنفیوں کے پاس رہی۔ اس کے بعد حنبلیوں کے پاس آئی۔ اور ابھی تک انہی کے پاس ہے۔ اگر حنفی مخالف قرآن وسنت ہیں تو متقی نہیں کہلا سکتے۔ اگر وہ متقی نہیں تو تولیت کعبہ کی ذمہ داری ان

کے پاس کیسے رہی؟ لہٰذا حکم قرآنی کے پیش نظر ماننا پڑے گا کہ حنفی متقی صحیح العقیدہ ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے انہیں تولیت کعبہ کا شرف بخشا۔

(۴۷) نفاذ اسلام کا ادھورا مطالبہ:

آج کل لوگ اسلامی نظام کے حوالہ سے صرف قرآن وسنت کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ مطالبہ نہ صرف ادھورا بلکہ انتہائی خطرناک بھی ہے کیونکہ ایسا مطالبہ کرنے والا اجماع امت اور قیاس مجتہد کے دلیل شرعی ہونے کا منکر ہے۔ جب کہ ان کے بغیر اسلامی نظام کی اصلی وحقیقی صورت پیش کرنا ناممکن ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ قیاس شرعی کا منکر بدعتی ہے۔ اسے عدالت شرعیہ کا قاضی بنانا جائز نہیں۔

(۴۸) اجماع امت معصوم ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ان اللہ لا یجمع امتی علیٰ ضلالۃ**۔ میری امت کسی گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اجماع امت محمد ﷺ **معصوم عن الخطاء** ہے یہ اجماع خلفاء راشدینؓ کی خلافت راشدہ پر ہوا۔ تو وہ حجت۔ **الصحابۃ کلھم عدول** کے نظریہ پر ہوا تو وہ حجت اور فقہاء کرامؒ کے مذاہب اربعہ کی تقلید پر ہوا تو وہ حجت۔ اسی لئے فہم قرآن وسنت کے لئے بنیادی اتھارٹی بھی اجماع ہی ہے۔

(۴۹) الہام کی شرعی حیثیت:

نفس الہام حق اور صحیح ہے اس سے انکار قرآنی ونبوی تعلیمات سے انحراف ہے۔ لیکن اس کا تعلق دلائل سے نہیں۔ صرف مبشرات سے ہے۔ یعنی کسی اچھے کام پر شاباش یا کسی غلط کام پر جھڑک اور ڈراوا۔ لہٰذا اس کے ذریعہ احکامات شرعیہ کے اندر کمی بیشی حرام وناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص الہام کے نام سے کسی حکم شرعی میں تغیر وتبدل کرتا ہے تو وہ ملہم نہیں ملحد ہے۔ اور الحاد کا نام الہام رکھنا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کا نام بکری رکھ دیا جائے۔

(۵۰) فقہ ایک حصار ہے:

فقہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ کسی کو قرآن وحدیث پر جھوٹ نہیں بولنے دیتی۔ بلکہ ان کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور حصار کا کام دیتی ہے۔ اس حصار کو توڑے بغیر کوئی فرد وفرقہ قرآن وحدیث پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دینی معاملات میں من مانی کرنے کے لئے ہر باطل گروہ پہلے اسی حصار کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۵۱) بدعت کا موجد شیطان ہے:

امام غزالیؒ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ شیطان کے چیلے سر پر مٹی ڈالے روتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ اور آ کے کہا کہ تم بڑی محنت اور کوشش کر کے ایک شخص سے خلاف شریعت کام کراتے ہیں۔ لیکن جب وہ توبہ کرتا اور روتا ہے تو اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور ہماری ساری محنت رائیگاں چلی جاتی ہے۔ شیطان نے انہیں کہا کہ لوگوں کے اندر بدعات عام کر دو اور ان کے دلوں کے اندر اس کا اجر وثواب بٹھا دو۔ جو کام وہ گناہ سمجھ کر

کرتا ہے ان سے توبہ کرلیتا ہے۔ لیکن جب وہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرے گا تو اس سے توبہ بھی نہیں کرے گا۔ لہٰذا اس کی تلافی بھی نہ ہوگی۔ بالفاظ دیگر چور، چوری کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے تو توبہ بھی کرسکتا ہے لیکن بدعتی بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔ توبہ کیسے کرے گا؟ علاج تو وہی کرے گا جو بیماری کو بیماری سمجھے گا اور اگر مالیخولیا کا مریض اپنے مرض کو صحت قرار دیتا ہے تو علاج کیسے کرائے گا؟

(۵۲) حنفیت اور بدعات:

ایک شخص نے مولانا مرحوم سے کہا کہ حنفی بدعات کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ اعتراض ایک دفعہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی کیا تھا۔ جس کے جواب میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ نے فرمایا کہ اگر آپ ان بدعات کا ثبوت فقہ حنفی سے فراہم کردیں تو مان لوں گا کہ یہ بدعات اپنانے والے حنفی ہیں اور اگر آپ اس کا ثبوت فراہم نہ کرسکیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ بدعتی فقہ سے باغی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔ اگر آپ کے پاس جواب ہے تو آپ دے دیں۔ وہ لاجواب و خاموش ہوکر رہ گیا۔

(۵۳) حدیث نبی کی یا حنفیوں کی؟

غیر مقلدین حضرات اکثر حضرت امام محمدؒ کی مؤطا امام محمد، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار اور علامہ نیمویؒ کی آثار السنن وغیرہ کتب حدیث کی روایات کو یہ کہہ کر مسترد کردیتے ہیں کہ یہ حنفیوں کی ہیں۔ حالانکہ حدیث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اگرچہ نقل کرنے والا حنفی ہو یا شافعی؟ ہمارے ہاں اس کو شریکہ کی لڑائی کہتے ہیں۔ جیسے ایک پیر صاحب کے دو مرید تھے۔ دونوں کا آپس کے اندر اختلاف تھا۔ ایک دفعہ پیر صاحب ان کے گاؤں میں گئے تو دونوں مرید خدمت کے لئے حاضر ہوگئے۔ اور پیر صاحب کی ٹانگیں دبانے لگے۔ ایک نے ایک ٹانگ اور دوسرے نے دوسری ٹانگ دبانی شروع کی۔ اچانک ایک مرید کی انگلی دباتے ہوئے پیر صاحب کی دوسری ٹانگ سے جالگی جسے دوسرا مرید دبا رہا تھا۔ اسے بڑا غصہ آیا کہ اس نے میرے حصہ کی ٹانگ کو انگلی کیوں لگائی ہے۔ اس نے پیر صاحب کی دوسری ٹانگ پہ مکہ مار دیا۔ پہلے کو غصہ آیا اس نے ڈنڈا اٹھایا اور پیر صاحب کی دوسری ٹانگ پہ زور سے ڈنڈا مارا۔ دوسرا کلہاڑا لے آیا کہ میں نے آج شریک کی ٹانگ کاٹ دینی ہے۔ پیر صاحب چیخ رہے ہیں کہ یہ میری ٹانگ ہے۔ شریک کی نہیں، لیکن مرید مصر ہیں کہ یہ شریک کی ٹانگ ہے۔ بعینہٖ یہی حال غیر مقلدین کا ہے۔ انہیں سارے سمجھا رہے ہیں کہ مؤطا امام محمد اور شرح معانی الآثار میں بھی احادیث رسول ﷺ کی ہیں، لیکن غیر مقلدین مصر ہیں کہ نہیں یہ رسول ﷺ کی نہیں یہ حدیثیں حنفیوں کی ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔ یہ چند نکات وامثلہ میں نے عرض کردی ہیں۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں ان کی تقاریر و دروس کے اندر موجود ہیں۔ اگر وہ جمع کی جائیں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

آخری مسکراہٹ:

ہم نے زیر نظر مضمون میں اپنے قلمی و تحریری سفر کا آغاز مولانا مرحوم کی پہلی مسکراہٹ سے کیا تھا۔ اور اپنے اس سفر کا اختتام ان کی آخری مسکراہٹ پہ کر رہے ہیں۔ ان کے سفر آخرت کی خبر سن کر برادر مکرم مولانا قاضی

ظہور حسین اظہر مدظلہ، مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب، مدرس جامعہ امدایہ چکوال اور مولانا محمد شفیق صاحب چکوال وغیرہ کی معیت میں اوکاڑہ پہنچے۔ ان کے چک کے اندر غمزدہ علماء و طلباء کا ایک جم غفیر تھا۔ ہر ایک کے چہرے سے درد و الم ٹپک رہا تھا۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ ہم مولانا کی آخری زیارت کے لئے ان کی چارپائی کی قریب پہنچے تو ان کے چہرے پر وہی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جو ہمیشہ ان کے چہرے کی زینت رہی۔ ہر طرف ان کی اسی مسکراہٹ کا چرچا تھا۔ یہی مسکراہٹ موضوع بحث تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میرا یہ محسن استاد کل تک جو مسکراہٹ لے کر میرے جیسے اپنے ہزاروں شاگردوں اور تعلق والوں کے پاس جاتا تھا۔ وہی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجائے آج اپنے مالک و خالق کے حضور جا رہا ہے تو بھی کس قدر مطمئن ہے۔ نہ اسے کل فکر تھی۔ اور نہ آج فکر مند ہے کیونکہ اس نے صرف اپنے آقا کی سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاری ہی نہیں، بلکہ اپنے آقا کی سنت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی واری بھی ہے۔ خداوند عالم اسے اگلی منزلوں میں حضور پیغمبر ﷺ کی شفاعت، اصحاب نبوت کی معیت، ائمہ اہل سنت کی رفاقت اور اسلاف دیوبند کی ہم نشینی نصیب فرمائے کہ یہی اس کا حق ہے۔ آمین یارب العالمین۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

مکتبہ رحمانیہ لاہور کی چند اہم مطبوعات
قصص القرآن
(کامل چار جلد)
از: مولانا محمد حفظ الرحمٰن
قرآنی قصص اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی سوانح حیات اوران کی دعوتِ حق کی ایک مستند اور تاریخ وتفسیر پر شاندار محققانہ کتاب
(مجلد چار جلدیں) اعلیٰ کاغذ وعمدہ طباعت
قصص الانبیاء
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور ائمہ اربعہؒ کے حالات پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے۔
ارواحِ ثلاثہ
از: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے خاندان اور علمائے دیوبند کی دلچسپ حکایات
داستان یوسف علیہ السلام
از: حافظ محمد اسحٰق دہلوی
حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا مشہور اور سچا دلچسپ قرآنی قصہ
شمائل ترمذی (مترجم)
از: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ
آقائے نامدار حضور اکرم ﷺ کے شمائل وعادات مبارکہ پر مفصل اور مستند کتاب
یہ کتاب "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے نصاب میں شامل ہے۔
اسوۂ رسول اکرم ﷺ
از: ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ
آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے "اسوۂ حسنہ" ہے آپ ﷺ کی اطاعت میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اس سلسلہ میں مذکورہ بالا کتاب انتہائی آسان اور عام فہم زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ علماء، طلباء اور عوام الناس کے لئے نافع اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا بہترین ذریعہ ہے۔
الفاروق
از: علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ
خلیفہ راشد، امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے حالات زندگی، دینی خدمات اور عظیم کارناموں پر ایک محققانہ کتاب ہے۔
تاریخ اسلام
از: شاہ معین الدین ندوی رحمہ اللہ
آغاز اسلام سے آخری خلیفہ کے زوال تک کا ایک تاریخی مستند مجموعہ ہے
چار حصے (2 جلدیں)
احیاء العلوم کا اردو ترجمہ مذاق العارفین
مصنف: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ
(چار جلد کامل مجلد اعلیٰ)
امام غزالی رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب "احیاء العلوم" کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ "تصوف وسلوک" اور "اسلامی فلسفہ" کی زندہ جاوید کتاب ہے۔
مترجم: مولانا محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ
کیمیائے سعادت کا اردو ترجمہ (امام غزالیؒ)
اسرار وتصوف، تزکیہ نفس اور اصلاح ظاہر وباطن پر بے مثال کتاب کا نہایت مستند اردو ترجمہ ہے۔ کتابت وطباعت اعلیٰ، مضبوط جلد۔
ان کے علاوہ درسی وغیر درسی تمام کتب کا مرکز
تمام کتب یکمشت خریدنے پر خصوصی رعایت
فہرست کتب مفت طلب فرمائیں
ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور
E-mail Address:
Maktaba-rehmania@hotmail.com

عظیم محدث، متکلم صوفی، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کی ولادت ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء اور وفات ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ موافق ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء منگل کی شب نو بجے ہوئی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کے ذریعہ جب حضرت کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھی تو دل پر ایک چوٹ لگی، جس کا اثر ابھی تک ختم نہیں ہوا کیونکہ بندہ بچپن سے ہی حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک سب سے پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت اس وقت ہوئی جب بندہ جامعہ عثمانیہ میں بالکل ابتدائی درجات میں زیر تعلیم تھا۔ ان دنوں حضرت منتہی طلبہ کو مناظرہ سے متعلق درس دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس وقت سمجھ اتنی نہیں تھی کہ میں حضرت کی باتوں کو سمجھ سکتا۔ بہر حال مجلس درس میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً حضرت کی زیارت اور تقاریر سننے کا موقع ملتا رہا۔ پھر جب میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث میں تھا تو وہاں بھی حضرت تمام طلبہ کو چند دن پڑھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد جب میں جامعہ دار العلوم کراچی میں تخصص کر رہا تھا تو ان دنوں خوش قسمتی سے حضرت جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے مشرف کے طور پر کام کر رہے تھے۔

بندہ کے ایک بہت ہی محترم رفیق مولانا عبد المالک صاحب بنگلہ دیشی بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص فی الحدیث کر کے دار العلوم کراچی میں تخصص فی الافتاء کر رہے تھے۔ ماشاء اللہ علم حدیث کے بارے میں ان کی وسیع معلومات ہم سب ساتھیوں کے لئے حیرت انگیز اور قابل رشک تھیں وہ چونکہ بنوری ٹاؤن میں تخصص کر کے آئے تھے اور بہت باصلاحیت تھے اس لئے ان کا حضرت سے بہت قریبی تعلق تھا ان کی معیت میں بھی کئی دفعہ حضرت کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہوا تو ان کی وجہ سے بھی حضرت اوکاڑوی صاحبؒ ہم سب کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے اور بہت اہم علمی باتوں سے نوازتے تھے۔

ایک دفعہ دار العلوم کراچی میں ہم درجہ تخصص کی درس گاہ میں بیٹھے پڑھ رہے تھے کہ اچانک کسی نے آ کر

بتایا کہ دارالافتاء میں حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب تشریف لائے ہیں اور دارالافتاء کے حضرات کے ساتھ مختلف علمی موضوعات پر گفتگو فرما رہے ہیں۔ ہم فوراً دارالافتاء پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہم سمیت دارالافتاء کے دوسرے مفتی صاحبان دائرے کی شکل میں بیٹھے بڑے ہی انہماک کے ساتھ حضرت کی گفتگو سن رہے ہیں۔

کراچی میں حضرت کی طبیعت بہت زیادہ ناساز رہتی تھی اس لئے حضرت زیادہ کراچی میں قیام نہیں فرما سکتے تھے بلکہ وہاں سے تشریف لے آئے۔ تخصص سے فارغ ہونے کے بعد جب بندہ جامعہ عثمانیہ شورکوٹ میں درس و تدریس میں مشغول تھا تو اس وقت حضرت مولانا مرحوم جامعہ خیر المدارس، ملتان میں شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے نگران واستاذ کے طور پر تشریف فرما تھے۔ ایک دفعہ میں خیر المدارس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہاں بھی الحمدللہ خاصی دیر تک حضرت کے گراں قدر ملفوظات سننے کا موقع ملا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت جس کمرے میں تشریف رکھتے تھے وہ بھی کوئی زیادہ اچھی حالت میں نہیں تھا۔ اسی دوران ایک طالب علم پلیٹ میں تربوز کاٹ کر لایا۔ تربوز زیادہ عمدہ نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ پتہ نہیں حضرت پسند فرمائیں گے یا نہیں، مگر حضرت نے دوسرے طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر بڑی رغبت کے ساتھ وہ تربوز تناول فرمایا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے حضرت کے ہاں اس تربوز کی بھی بہت قدر ہے جو ہماری نظروں میں زیادہ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ واقعی اللہ والے اللہ کی ہر نعمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک دفعہ شورکوٹ میں ہم نے اک مختصر سے جلسے کا پروگرام بنایا تھا اور حضرت کو اس میں بیان فرمانے کی زحمت دی تھی۔ حضرت جمعرات کے روز ظہر اور عصر کے درمیان شورکوٹ تشریف لائے۔ رات کو بیان فرمایا جس سے سامعین بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ بیان سے فارغ ہونے کے بعد بھی کافی دیر تک حاضرین کے مختلف سوالوں کا جواب بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مرحمت فرماتے رہے۔ رات کو بندہ کے گھر پر قیام فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت جامعہ مدنیہ شورکوٹ کینٹ کے سالانہ جلسے میں تشریف لے جا رہے تھے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے شورکوٹ شہر کے لاری اڈے والی مسجد میں تشریف لائے۔ مولانا محمد عابد ندیم صاحب مدظلہ نے حضرت کو دیکھا تو اصرار کے ساتھ جامعہ عثمانیہ میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت تھوڑی دیر کے لئے جامعہ میں تشریف لائے۔ چائے وغیرہ نوش فرمائی پھر فرمایا کہ مجھے شورکوٹ کینٹ جانا ہے۔ حضرت اکیلے سفر فرما رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں حضرت کے ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے! چلیں لاری اڈے سے ایک عام سی گاڑی میں بیٹھ کر ہم شورکوٹ کینٹ پہنچے۔ شام کا کھانا بھی حضرت کے ساتھ کھانے کی سعادت ملی۔ رات کو قیام بھی حضرت ہی کے کمرے میں رہا۔ میں تو پڑا سویا رہا مگر جب بھی رات کو آنکھ

کلی حضرت کو مشغول ذکر پایا۔

یہ مختلف واقعات ہیں جو راقم کے ذہن میں منتشر طور پر نقش ہیں ان تمام واقعات میں جس چیز نے بندہ کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ حضرت کی تواضع، بے انتہا عاجزی وسادگی وانکساری و بے نفسی کا وہ عالم ہے جو آج کل کے اہل علم میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ آخری دم تک ٹرین اور عام بسوں میں طویل سے طویل سفر کر کے مسلمانوں کی علمی راہنمائی فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل کی بے بہا دولت عطا فرمائی تھی۔ حدیث، اصول حدیث اسمائے الرجال پر بڑی گہری نظر تھی مگر اس کے باوجود خودرائی، بڑائی اور تعلی کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ بحث ومناظرہ کے وقت فریق مخالف کی اشتعال انگیز اور گھٹیا گفتگو کے باجود حضرت بہت زیادہ تحمل و بردباری کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ مدمقابل کتنا ہی جوش دکھاتا حضرت کبھی بھی جذبات یا طیش میں نہیں آتے تھے بلکہ بڑے ہی حوصلہ کے ساتھ دوسرے کو صحیح بات سمجھانے کی کوشش فرماتے تھے۔

الحمدللہ! حضرت نے بڑی ہمت، بردباری اور پامردی کے ساتھ اپنے اسلاف کرام کے راستے کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور تادم حیات اس کی حفاظت میں لگے رہے۔ مطالعے کی وسعت، ذہن کی ذکاوت، تحریر وتقریر کی قابل رشک صلاحیت کے باوجود کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو سلف صالحین کے موقف سے ذرا بھی مختلف ہو۔

یہی وہ نایاب جوہر ہے جو کسی انسان کی علمی، دنیوی واخروی صلاح وفلاح کا ضامن ہے اور جس سے آج کل کے بیشتر مفکرین اور دانشور حضرات خالی ہیں، جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ خود بھی صراط مستقیم سے منحرف ہو چکے ہیں اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم سے ہٹانے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ھولاء المفسدین اپنے اسلاف سے جڑے رہنے کا ہی نتیجہ تھا کہ تمام معاصر علماء و بزرگان دین کی نظروں میں آپ بہت زیادہ اعتماد کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ہندوپاک کے علماء تو حضرت کے معترف تھے ہی جب عرب علماء کو حضرت کا پتہ چلا تو وہ بھی حضرت کی مدح سرائی کیے بغیر نہ رہ سکے۔

بندہ کی ڈاک میں الحمدللہ اس خط کا عکس بھی محفوظ ہے جو عرب کے مایہ ناز حنفی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے نام تحریر فرمایا تھا۔ بندہ کے رفیق درس مولانا عبدالمالک صاحب جن کا ذکر مضمون کے شروع میں بھی آچکا ہے ایک عرصہ تک ریاض (سعودی عرب) میں حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ قدس سرہ کی زیر نگرانی تحقیق وتصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ انہوں نے حضرت شیخ ابوغدہ کے سامنے حضرت مولانا مرحوم کی علمی ودینی خدمات کا تعارف کرایا تو شیخ یہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور عربی میں حضرت مولانا کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ وہ خط مولانا عبدالمالک صاحب نے بندہ کے نام جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کے پتے پر ارسال فرمایا تھا اور مجھے یہ خط حضرت تک پہنچانے کا حکم فرمایا تھا۔ میں نے اصل خط تو حضرت کو بھیج دیا تھا۔ یقیناً وہ حضرت کی ڈاک میں محفوظ

ہوگا مگر اس کی ایک فوٹو کاپی اپنے پاس رکھ لی تھی۔اس کا عکس یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

إلى الأخ الفاضل الكريم والشيخ العلامة الجليل مولانا محمد أمين صفدر الأوكاروي حفظه الله ونفع به

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد فأحمد الله تعالى إليكم، وأرجو أن تكونوا بخير من الله ونعمة وعافية سابغة. حدثني الأخ الفاضل والمحب الوفي الشيخ محمد عبد المالك عن فضائلكم وكريم شمائلكم، فزدت بها سرورا وحبورا بمعرفتكم ولقائي لكم في الأيام السالفة. زادكم الله تعالى على تمادي الأيام فضلا وعلما ونفعا وخيرا، وأرجو منكم أن تتكرموا علي بالدعوات الصالحة في الأوقات الراجحة والخواطر السانحة، فإنه مغنم مشترك تؤمن عليه الملائكة فالحمد لله على الحب في الله، وجزاكم الله عن العلم وأهله خير الجزاء، والله يرعاكم، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

الرياض ٢٩/٤/١٤١٥ أخوكم راجي الدعاء: عبد الفتاح أبو غدة

خط کا ترجمہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم ومکرم فاضل جلیل شیخ علامہ مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی، حفظہ اللہ ونفع بہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد میں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح خیریت وعافیت سے ہوں گے۔ مجھے بھائی مولانا عبدالمالک صاحب نے جناب کے فضائل و حالات کے بارے میں بتایا۔ مجھے آپ کے حالات جان کر بے حد خوشی ہوئی اور اس پر بھی بہت مسرت ہوئی کہ اس سے پہلے میری آپ سے ملاقات ہو چکی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے علم وفضل نیز نافع اور خیر کے کاموں میں دن دگنی، رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ بھی مجھے بابرکت اوقات اور خاص لمحات میں اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے کیونکہ دعا تو ایک ایسی دولت ہے جس میں دوسروں کو شریک کیا جاتا ہے۔دعا کرنے پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔اس دین کی خاطر محبت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو علم اور اہل علم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا بھائی، دعاؤں کا طلبگار

عبدالفتاح ابوغدہ

الریاض: ۲۹/۴/۱۴۱۵

نصف صدی پر محیط اپنی زندگی میں الحمد للہ وقت کے بڑے بڑے مشائخ واہل طریقت، علماء وصلحاء، مدرسین ومقررین، متکلمین ومناظرین، مبلغین وداعین، محدثین ومفسرین اور علوم عالیہ وآلیہ کے ماہرین کی زیارت و ملاقات کے مواقع میسر آئے اور آتے رہتے ہیں۔ درجات ومراتب کے تفاوت کے ساتھ سبھی اخلاص وللہیت کے مظہر، زہد وتقویٰ کے دلکش منظر، شجاعت وجرأت اور غیرت وحمیت کے پیکر خدمت اسلام اور دفاع دین قیم کے علمبردار، اتباع سنت کا نمونہ اور فقہ اسلامی کے مہکتے پھول تھے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اسی گلدستہ کے ایک گل سرسبد اور اسی سلسلۃ الذھب کی ایک اہم کڑی وکیل احناف، مناظر اسلام، یادگار اسلاف مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ اعلیٰ مدرس تھے تو بہترین مصلح ومربی بھی، رجل رشید تھے تو درفرید بھی، سنجیدہ ومتین تھے تو محقق عالم دین بھی، نکتہ رس کامیاب مناظر تھے تو فقہ حنفی کے شناور بھی، ذکی وفطین تھے تو حاضر دماغ وذہین بھی۔ آپ کی سادگی ومسکنت، عجز وتواضع اور بے تکلف رہن سہن اور معاشرت کی وجہ سے کوئی شخص عالم تصور بھی نہ کرسکتا تھا کیونکہ تصنع وبناوٹ اور تکلف کا ان کے پاس کو بھی گزر نہ تھا، ایک شخص کو بھی اسی درد سے سمجھاتے جس درد سے جماعت کو۔ ''قرآن وسنت اور اس کے رجال پر کسی بھی زاویہ سے حملہ آور افراد و اشخاص کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو گہری بصیرت اور حساس دل عطا فرمایا تھا۔ دور حاضر کے فتنوں میں سے کوئی فتنہ اس کا تعلق انکار قرآن سے ہو یا انکار حدیث سے، انکار ختم نبوت سے ہو یا انکار صحابہ سے۔ انکار تقلید سے ہو یا گستاخی فقہائے مجتہدین سے۔ انکار حیات سے ہو یا انکار عذاب قبر سے کسی کے بارہ میں سکوت ومصلحت کوشی آپ کے مشرب میں جائز نہ تھی۔ اکابر کی روش پر اپنے خداداد علم صحیح کی روشنی میں صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنا اپنا فریضہ تصور کرتے تھے۔ تاہم تحریر ہو یا تقریر دونوں میں احتیاط وشائستگی اور متانت آپ کا شعار تھا۔ آپ اہل قلم تھے تو ماشاء اللہ ثابت قدم بھی۔ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جتنا بڑا عالم ومقرر ہو اس کی تقریر مشکل ہوتی ہے۔ عام سامعین اس سے مستفید نہیں ہوسکتے لیکن مولانا کا یہ خاص وصف تھا کہ عظیم عالم ہونے کے باوجود مشکل سے مشکل بات کو بڑے

آسان پیرائے میں بیان کرتے کہ غیر عالم کم فہیم آدمی بھی دلچسپی سے سنتا، سمجھتا اور محظوظ ہوتا۔

راقم السطور نے پہلی بار حضرت صفدر رحمہ اللہ کو مسجد جانی شاہ واقع ٹمن روڈ لاہور میں دیکھا۔ وہ اپنے استاذ محترم استاذ العلماء والفضلاء حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب کی مزاج پرسی کے لئے آئے تھے۔ ان دنوں آپ کا قیام اوکاڑہ میں تھا۔ سکول ٹیچری کی سادہ چادر میں ایک ہیرا مستور تھا۔ بحر العلوم مولانا قاری عبدالرشید رحمہ اللہ بقید حیات تھے۔ انہوں نے ہی حضرت صفدر رحمہ اللہ سے میرا تعارف کرایا۔ اس کے بعد بھی یاد پڑتا ہے لاہور ایک دو بار ملاقات ہوئی۔ مسجد جانی شاہ لاہور میں ان کا درس قرآن بھی ہوا۔ عزیز القدر مولانا عبدالحفیظ صاحب سلمہ اللہ نے پہلی بار ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے آپ کا درس سنایا۔ ماشاءاللہ سادہ مگر پر مغز اور کارآمد باتوں پر شامل تھا۔ سن کر حضرت صفدر رحمہ اللہ کی دقت نظر کا اندازہ ہوا۔ یہ وہ وقت تھا کہ انہیں چیدہ چیدہ علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

جب ریٹائرمنٹ کے بعد مولانا نے اوکاڑہ سے باہر قدم رکھا اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی گئے اور پھر خیر المدارس، ملتان میں شعبہ تخصص کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور میدان مناظر میں کود پڑے تو ان گنہگار آنکھوں نے وہ عالم بھی دیکھا کہ جب کوئی ان سے ناواقف نہ تھا اور ان کی شخصیت محتاج تعارف نہ رہی تھی۔ بقول شاعر۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
میرے اب یہاں رازداں اور بھی ہیں

ایک مرتبہ پنڈ دادن خان دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں بھی تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں ملاقات ہوئی۔ ہمارے ادارہ اشرفیہ فیض القرآن پنڈ دادن خان کے استاذ عزیزم قاری تاج محمد رحیمی نے طویل عرصہ کے بعد خیر المدارس، ملتان میں منعقد ہونے والے دستار بندی کے اجتماع میں شرکت کا ارادہ کیا۔ ختم بخاری شریف بھی اسی موقع پر رکھا گیا تھا۔ پروگرام کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے آخری حدیث کے مَالَہٗ وَمَا عَلَیْہِ بیان کرنا تھے۔ اس طمع میں، میں نے بھی ملتان جانے کا پروگرام بنا لیا۔ قاری تاج محمد رحیمی نے حضرت صفدر کا نام تو سنا تھا، دیکھا نہ تھا۔ حضرت صفدر سے مسجد کے سامنے ملاقات ہو گئی، پہچان لیا۔ بڑی محبت سے ملے۔ میں نے ۱۲ بجے کے بعد کا وقت بھی ان سے لیا لیکن برادر محترم قاری محمد ادریس صاحب ہوشیار پوری اصرار کر کے اپنے مدرسہ لے گئے۔ مولانا مرحوم انتظار کرتے رہے ہوں گے اور مجھے وہاں تاخیر ہوگئی۔ رہ رہ کر آج اس کا افسوس ہوتا ہے کہ نامعلوم کتنی علمی وکارآمد باتیں مولانا کی ملاقات میں ملتیں۔ مولانا سے میری آخری ملاقات چناب نگر ''ختم نبوت کانفرنس'' پر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے سال ہوئی۔ حضرت شہید کو میں نے اس سال پہلی اور آخری مرتبہ دیکھا تھا۔

عام طور پر فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف مناظر کی حیثیت سے آپ معروف تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فرق

باطلہ میں ہر فرقہ کے خلاف آپ سیف اللہ المسلول اور ھل من مبارز کی صدا لگاتے ہوئے اکھاڑے میں اتر کر حریف کو چت کر دینے والے تھے۔ چنانچہ غیر مقلدین، منکرین ختم نبوت (قادیانی) اور منکرین حیات النبی ﷺ سے آپ کے متعدد مناظرے ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ہر محاذ پر آپ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ رفع اللہ درجاتہ

البتہ حضرت علامہ صفدر رحمہ اللہ کا علمی تجزیہ یہ تھا کہ تمام فتنوں کی اصل علت ترک تقلید اور رائے کی آزادی ہے۔ خواہش نفس کی اتباع میں فقہائے مجتہدین سے بیزاری اور ترک تقلید ام الامراض والخبائث ہے۔ اسی مہلک بیماری سے تمام فتنے جنم لیتے ہیں۔ انسان لامذہب ہو جاتا ہے اور اس میں ہر ضلالت و کج روی اپنی جگہ بناتی چلی جاتی ہے، پھر قرآن و سنت پر عمل کا دعویٰ محض ایک ڈھونگ ہو جاتا ہے اور اس پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے: ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

جب قرآن کریم اور صحاح ستہ کے اردو تراجم دیکھنے کی بدولت ایک جاہل یا واجبی سا علم رکھنے والا شخص بزعم خویش مجتہد بن کر تقلید کا قلادہ اتار پھینکے گا اور مسلم الثبوت فقیہ و مجتہد کی بجائے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے گا تو اسے اہل حدیث کی بجائے لامذہب کہنا ہی بجا رہے گا۔ مولانا صفدرؒ اپنے ملفوظات و تحریرات اور تقاریر و بیانات سے اس لاعلاج بیماری کا علاج فرماتے اور تعصب و عناد سے پاک نفوس شفایاب ہو کر جاتے۔ ہاں مگر بقول بقراط

مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

دو ہی راستے:

میدان عمل میں پیشرفت اور سفر طے کرنے کے اکابر اسلام کے ہاں دو ہی راستے ہیں۔ تیسری کوئی راہ بھی اپنانا اپنے آپ کو قعر مذلت و ضلالت میں ڈالنے کے ہم معنی ہے۔ (۱) کوئی باصلاحیت و مستعد انسان متعلقہ تمام علوم میں امکانی سعی و کاوش کے ذریعہ مہارت و ترقی کر کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہو جائے اس کے لئے تو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہے۔ فان اجتھد و اصاب فلہ اجران وان اجتھد فاخطا فلہ اجر واحد (۲) جو اس مرتبہ کا نہ ہو وہ مجتہد و فقیہ کی تقلید کرے۔ الحاصل دو راستے ہوئے۔ اول اجتہاد و تحقیق۔ دوم تقلید۔ امت مسلمہ کے اساطین علم کا اس پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ نے طبقہ مجتہدین میں جو مقام ائمہ اربعہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل بالخصوص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم) کو عطا فرمایا اور جو مقبولیت ان حضرات کی فقہ کو حاصل ہوئی دوسرا کوئی ان کے ہم پلہ نہیں اور یہ کہ ان کے بعد اس شان کا کوئی مجتہد آج تک پیدا نہیں ہوا۔

مت سہل انہیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہم کی مقبولیت کا اندازہ فاضل محقق برادر کرم فرما مولانا عبدالقیوم حقانی کی ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات'' نامی کتاب میں درج کردہ ذیلی رپوٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جائزہ:

عظمت ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کی شان قبولیت، افاقیت اور قبولیت عامہ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتب فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۱۹۱۱ء کے مطابق دنیا بھر میں زیدیہ مکتب فکر کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰،۰۰،۰۰۰)، اثنا عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ (۱،۳۷،۰۰،۰۰۰) اور اہل سنت والجماعت میں سے امام احمد کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰،۰۰،۰۰۰)، امام مالک کے مقلدین تقریباً چار کروڑ (۴،۰۰،۰۰،۰۰۰)، امام شافعی کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ (۱۰،۰۰،۰۰،۰۰۰)، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلدین اور فقہ حنفی کے پیروکار تقریباً چونتیس کروڑ (۳۴،۰۰،۰۰،۰۰۰) سے زائد پائے گئے۔ گویا عالم اسلام کا سواد اعظم امام ابوحنیفہؒ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

بعد کی صدیوں میں امت مسلمہ اسی سنہری اصول پر کار بند رہی ہے۔ اجتہاد وتحقیق یا تقلید، اجماعی اصول نے اس کی اجازت نہیں دی کہ صلاحیت اجتہاد سے عاری بڑے سے بڑا محقق عالم بھی مجتہد کا مقام لے کر اپنے آپ کو تقلید سے ماورا خیال کرے۔ چہ جائیکہ جاہل یا اسلام کی بنیادی تعلیمات کی شُد بُد رکھنے والا لِلعَدِم القائلِ بِالْفَصل ایسا نہیں تھا کہ مجتہد بھی نہ ہو اور تقلید بھی نہ کرے۔

زاہد تسبیح میں زنار کا ڈورا نہ ڈال
یا مسلمان کی طرف ہو یا برہمن کی طرف

ایک اللہ والے کا کہنا ہے:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

جب اللہ تعالیٰ کسی کی پردہ دری (اور اس کو ذلیل ورسوا) کرنا چاہتے ہیں تو اس کا میلان پاکباز بندوں پر طعن وتشنیع کی طرف کر دیتے ہیں۔ یہی حال عصر حاضر کے غیر مقلدین کا ہے۔

سیدنا امام ابوحنیفہ کو کوسے بغیر انہیں چین نہیں آتا۔ کبھی کہتے ہیں ان کو تو صرف ۱۷۔۱۹ احادیث یاد تھیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ فن حدیث میں ضعیف تھے۔ کبھی فقہ حنفی کے مسائل پر جرح کرتے ہیں کہ وہ احادیث کے خلاف ہیں وغیر ذلک، حالانکہ حدیث ہو یا فقہ دونوں میں وہ مسلّم مقتداء اور امام بلکہ رئیس الائمہ مانے جاتے ہیں۔

(۱) صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کے جامعین و مرتبین میں کوئی ایسا نہیں جو بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ کے شاگردوں میں شامل نہ ہو۔ (۲) اسی طرح محدثین کی واضح اکثریت حضرت امام ابوحنیفہؒ یا باقی ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم) میں سے کسی کی مقلد ہے یا پھر بعض مجتہد۔

فقیہ الامت سید مہدی حسن رحمہ اللہ جو ازھر ہند دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی رہے ہیں اپنی کتاب "کشف الغمة بسراج الامة" میں ایک غیر مقلد کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ امام ابوحنیفہ کو سب محدثین نے من جهة الحفظ (حافظہ کے اعتبار سے) ضعیف کہا ہے۔ لکھتے ہیں یہ قول محدثین پر افترا ہے۔ صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے۔ مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا اور پھر انہیں کی شاگردی بے واسطہ یا باواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابوحنیفہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوا جاتا ہے۔

محدثین کی اسناد کے دس سلسلے:

کئی سطور کے بعد حضرت مفتی سید مہدی حسن رحمہ اللہ نے تمام محدثین کی اسناد حدیث کے ۱۰ سلسلے ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ ان سلسلوں میں دنیا بھر کے تمام محدثین جکڑے ہوئے ہیں اور ان تمام میں محدثین کرام بلا واسطہ یا بالواسطہ امام صاحبؒ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ پس امام ابوحنیفہ کو ضعیف ماننے سے یہ تمام ضعیف قرار پائیں گے۔

(۱) امام بخاریؒ۔ احمد بن منیعؒ کے شاگرد اور احمد بن منیع امام وکیع بن جراح کے شاگرد اور امام وکیع امام ابوحنیفہ کے شاگرد۔

(۲) امام بخاریؒ علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی جناب وکیع کے شاگرد اور وکیع امام ابوحنیفہ کے شاگرد۔

(۳) امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ مکی بن ابراہیمؒ کے شاگرد اور مکیؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

(۴) امام ابوداؤد (صاحب سنن ابی داؤد) اور امام مسلم، امام احمد بن حنبل کے شاگرد اور امام احمد فضلؒ بن دکین ابونعیم کے شاگرد اور فضلؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد۔

(۵) امام ترمذی (صاحب سنن ترمذی) امام بخاری کے شاگرد، امام بخاری حافظ ذھلی کے شاگرد، حافظ ذھلی فضل بن دکین کے شاگرد اور وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

(۶) امام بیہقی (صاحب سنن کبریٰ) امام دارقطنی اور امام حاکم (صاحب مستدرک) کے شاگرد اور یہ دونوں امام ابواحمد حاکم کے شاگرد اور ابواحمد، ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری، حافظ ذھلی کے شاگرد اور حافظ ذھلی، فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین امام ابوحنیفہ کے شاگرد۔

(۷) امام احمد، امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی، امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد اور امام محمد، امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام ابویوسف خود بھی امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

(۸) امام طبرانی (صاحب معاجم ثلثہ) اور امام ابن عدی دونوں امام ابوعوانہ کے شاگرد اور ابوعوانہ، مکی بن ابراہیم کے شاگرد اور مکی بن ابراہیم (استاذ امام بخاری اور امام مسلم) امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

(۹) امام ابویعلی موصلی (صاحب مسند ابویعلی) امام یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین، فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل امام ابوحنیفہ کے شاگرد۔

(۱۰) امام ابن خزیمہ (صاحب صحیح ابن خزیمہ) اسحاق بن راھویہ کے شاگرد اور اسحاق بن راھویہ اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور امام احمد بن حنبل اور امام دارمی اور حافظ ذھلی (سب کے سب) فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

امام ابویوسف یعقوب شاگرد امام ابوحنیفہؒ کے ۱۰ سلسلے:

سید مھدی حسنؒ صاحب نے محولہ بالا کتاب میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے دو جلیل القدر شاگردان جناب قاضی امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کی جلالت وعظمت اور ان کی مرکزیت کو اجاگر کرنے کے لئے محدثین کی اسناد حدیث کے دس دس سلسلے مزید ذکر کئے ہیں جنہیں ملاحظہ کرنے کے بعد شیخ سمیت ان کی ثقاہت وصداقت، امانت ودیانت، قرآن وسنت اور فقہی روایات میں ورع وتقویٰ کے بارہ میں کوئی منصف شک وشبہ نہیں کرسکتا۔

(۱) حافظ ابونعیم، ابویعلی، ابوالقاسم بغوی (تینوں) فن حدیث میں بشر بن ولید کے شاگرد اور بشر بن ولید، امام ابویوسف کے شاگرد ہیں۔

(۲) امام ترمذی اور ابن خزیمہ، امام مسلم کے شاگرد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد، اسد بن عمرو قاضی کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے شاگرد ہیں۔

(۳) امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری، احمد بن منیع بغوی کے شاگرد اور احمد بن منیع، اسد بن عمرو کے شاگرد اور اسد امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے شاگرد ہیں۔

(۴) امام بیہقی، امام دارقطنی اور امام حاکم کے شاگرد اور یہ دونوں ابواحمد حاکم کے شاگرد اور ابواحمد، ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن ابی الازھر کے شاگرد اور بشر امام ابویوسف کے شاگرد۔

(۵) دارقطنی، بغوی کے شاگرد اور امام بغوی علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی، بشر کے شاگرد اور بشر امام ابویوسف کے شاگرد۔

(۶) امام حاکم، ابن حبان کے شاگرد اور ابن حبان ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن ابی الازھر کے شاگرد اور وہ امام ابویوسف کے شاگرد۔

(۷) امام ابوداؤد (صاحب سنن ابی داؤد) علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی، بشر کے شاگرد اور وہ امام ابویوسف کے شاگرد۔

(۸) امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابن خزیمہ، امام ابوزرعہ (پانچوں) حافظ ذھلی کے شاگرد اور حافظ ذھلی بشر کے شاگرد اور بشر قاضی ابویوسف کے شاگرد۔

(۹) امام بخاریؒ علی بن جعدؒ کے شاگرد اور علی بن جعد امام ابویوسفؒ کے شاگرد ہیں۔

(۱۰) ابن مردویہ، ابومحمد عبداللہ کے شاگرد اور ابومحمد عبداللہ ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی موصلی، یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، ابوزرعہ، ابن ابی الدنیا، ابوالقاسم بغوی اور خود ابویعلی (آٹھوں) علی بن جعد کے شاگرد اور علی بن جعد جناب امام ابویوسف کے شاگرد ہیں۔

امام محمدؒ شاگرد امام اعظم رحمہ اللہ کے ۱۰ سلسلے:

(۱) امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابوزرعہ، امام ابن ابی الدنیا (پانچوں) امام احمد بن حنبل کے شاگرد اور امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی (روایت حدیث میں) امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۲) علی بن مدینی اور بخاری (دونوں) معلیٰ بن منصور کے شاگرد اور معلیٰ بن منصور امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۳) ابن مردویہ، ابوالقاسم طبرانی کے شاگرد اور طبرانی، امام طحاوی کے شاگرد اور امام طحاوی، یونس بن عبدالاعلیٰ کے شاگرد اور یونس بن عبدالاعلیٰ، علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۴) امام ابوعوانہ، ابن عدی کے شاگرد اور امام ابن عدی جناب ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی موصلی، یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین، علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۵) ابن مردویہ اور حافظ ابونعیم (دونوں) ابوالشیخ اصفہانی کے شاگرد اور اصفہانی اور ابن حبان (دونوں) ابو

یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی، یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۶) ابو حاتم، علی بن معبد کے شاگرد اور وہ امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۷) قاسم بن سلام، علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد بن حسن کے شاگرد ہیں۔

(۸) محمد بن اسحاق (صاحب مغازی) علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۹) اسحاق بن منصور، علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔

(۱۰) امام بخاری اور امام ترمذی (دونوں) یحییٰ بن اکثم کے شاگرد اور یحییٰ بن اکثم فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔تِلْکَ عشرۃٌ کامِلۃٌ

فائدہ: اسناد محدثین کے مذکور بالا تیس سلاسل مبارکہ سے واضح ہوا کہ صحاح ستہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) و دیگر کتب احادیث کے جامعین و مرتبین سب کے سب سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور فیض یافتگان میں شامل ہیں۔وَکفٰی بھم عِزًّا و کرامۃً وَفضْلاً

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں

اور سنئے:

امام ابو یوسف القاضی، امام وکیع بن جراح، امام یحییٰ بن معین، امام عبداللہ بن مبارک، امام محمد، امام مکی بن ابراہیم، امام یوسف بن خالد سمتی، امام یحییٰ بن سعید القطان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) جیسے عظیم الشان حضرات جو صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کے جامعین و مرتبین کے اساتذہ میں آتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلد اور ان کے قول پر فتویٰ دینے والے حنفی تھے۔ خود بخاری میں ۳۴ بڑے بڑے حنفی اماموں سے روایات لی گئی ہیں۔

سوال:

(۱) یہ ہے کہ اگر غیر مقلدین کے بقول حضرت امام حنیفہ رحمہ اللہ علیہ ۱۷۔۱۹۔ احادیث کے حافظ تھے اور ان کی فقہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اور ان سمیت امام مالک، امام شافعی، امام احمد (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی تقلید کرنے والا پکا مشرک اور دوزخی ہے تو کیا امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، ابن ماجہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) و دیگر محدثین کرام کو حدیث و فقہ کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنے وقت میں ایسے ناقص العلم امام اور اس کے شاگردوں کے سوا کوئی نہیں ملا؟

(۲) صحاح ستہ والوں کے اساتذہ کرام میں بہت سے ایسے حضرات ہیں جو ائمہ ثلاثہ کے علاوہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دینے والے حنفی مقلد تھے اور تقلید کرنا لا مذہبوں کے ہاں شرک ہے تو ان حضرات نے مشرکین سے دین کا علم کیوں سیکھا؟ اس وقت دنیا میں کیا مومن و موحد موجود نہ تھے؟

(۳) کیا امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی وغیرہم نے تقلید جیسے شرک کو رد کرنے اور خود بچنے کی بجائے ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کر کے سنگین جرم نہیں کیا؟ اور کیا پھر ایسے لوگوں کی جمع کردہ حدیث کی کتابوں پر اعتماد کرنا اور اس بنیاد پر لوگوں سے جھگڑتے پھرنا حماقت نہیں؟ آخر لا مذہب (غیر مقلد) ایسے لوگوں کی احادیث کی کتابیں کیوں پیش نہیں کرتے جو نہ مجتہد تھے نہ مقلد اور وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرنے والے کو پکا مشرک جانتے تھے۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کے ہاں بخاری شریف کے پائے کی کتاب ''بلوغ المرام'' کی پیشانی پر علامہ ابن حجر عسقلانی کے نام ساتھ ''الشافعی'' لکھا ہوتا ہے۔ تو کیا غیر مقلدین کے پاس اپنے مدارس میں طلبہ کو پڑھانے کے لئے ایک مقلد مشرک شخص کی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

برادر زادہ محمد محمود عالم صفدر

وقت کے عظیم محقق و مدقق فخر اسلاف، پاسبان احناف، میدان مناظرہ کے شاہسوار، قلم و قرطاس کے بے تاج بادشاہ، امام ابن تیمیہ کی یادگار، امام طحاوی کے علوم کے وارث جو اساتذہ کے لئے محب بھی، شاگردوں کے لئے محبوب بھی، صاحب عقل بھی، اہل دل بھی، استاذ بھی، مربی بھی، شاہسوار بھی اور سپہ سالار بھی۔ قابل فخر بھی اور قابل رشک بھی۔ صراط مستقیم کا مسافر بھی اور علماء کے لئے منزل بھی، خود اکابر کے نقش قدم پر چلنے والا اور بعد والوں کے لئے مشعل راہ بھی۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے رحمہ اللہ کے عظیم روحانی فرزند حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نورہ اللہ مرقدہ کی بارگاہ عالیہ میں ان کے خادم خاص اور بھتیجے محمود عالم صفدر کا عاجزانہ اظہار عقیدت۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ قرآن پاک میں خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے:
وربک یخلق ما یشاء ویختار ''تیرا رب پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔'' دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جن کو رب ذوالجلال اپنے دین متین کی خدمت کے لئے چن لیتا ہے۔ ایسے لوگ اگرچہ بزم جہان میں آتے تو دیر سے ہیں مگر اپنا نام صدیقین اولین میں لکھوا جاتے ہیں، جن کا وجود مسعود اس جہان والوں کے لئے نعمت عظمیٰ، ان کا علم لوگوں کے لئے باران رحمت، ان کا تقویٰ و طہارت امت کے لئے نمونہ، ان کی جرأت و شجاعت آنے والوں کے لئے مشعل راہ، جن کے اخلاص وللّٰہیت میں آخرین کے لئے درس اخلاص ہوتا ہے، جن کی زندگی کے روز و شب آنے والی نسلوں کے لئے ایسی تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں جو سنہری حروف سے لکھی جاتی ہے اور آنے والی نسلیں اس تاریخ کو پڑھ کر اپنے بڑوں کی زندگی کے روز و شب دیکھ کر صراط مستقیم تلاش کرتے ہیں اور پھر اس صراط مستقیم پر چل کے جنت کے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسی ہی نابغہ روزگار اور جلیل القدر شخصیات میں سے سلطان المحققین، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی شخصیت بھی تھی۔

ایسے ہی افراد کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسے افراد اگرچہ بزم ہستی میں آتے تو اکیلے ہیں لیکن جب جاتے ہیں تو سارا عالم سوگوار چھوڑ کے جاتے ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آج اگرچہ حضرت اوکاڑویؒ کی رحلت کو سات ماہ گزر چکے ہیں لیکن عالم اسلام اسی طرح سوگوار ہے جیسا کہ آپ کی وفات حسرت آیات کے دن سوگوار تھا۔ علم وفضل کی محفلیں جو حضرت کے وجود مسعود کی برکت سے لگا کرتی تھیں وہ ویران ہو چکی ہیں۔ علماء اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرتؒ کی موت علم وحلم، تدبر وحوصلہ، جرأت وشجاعت، فہم وفراست، عقل ودانش کی موت ہے۔

چونکہ حضرت اوکاڑویؒ کی زندگی ایسی تاریخ سے مزین ہے جس کو دیکھ کر آنے والی نسلوں کے ڈگمگاتے پاؤں راہ حق پر جم سکتے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی حیات طیبہ کے واقعات کو مرتب کیا جائے تاکہ آنے والے لوگوں کے لئے یہ واقعات تاریخ کے درخشندہ ابواب بن جائیں۔ چونکہ میرے شیخ ومربی اور تایا جان حضرت اوکاڑویؒ کے مضامین آٹھ سال تک ماہنامہ الخیر کے ماتھے کا حسین جھومر بنتے رہے اس لئے ماہنامہ ''الخیر'' کا ایک خصوصی نمبر حضرت کی یاد میں شائع ہونے کا پروگرام بنا تو یہ ناکارہ بھی مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری اور حضرت تایا جان کی حسین یادوں کو تازہ کرنے کے لئے حاضر خدمت ہے۔ **فللہ الحمد**

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے حضور اقدس کا ارشاد گرامی نقل فرمایا ہے۔ **انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجرا ولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن .....**

''اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو اجر امت کے پہلوں کا سا دیا جائے گا۔ یہ لوگ معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں گے اور اہل فتن سے لڑیں گے۔''

آج سے تقریباً نصف صدی قبل کا واقعہ ہے کہ چک نمبر ۵۵/۲۷ اوکاڑہ کی سرزمین پر دو بھائی کھڑے ہیں۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ فلاں قریبی چک میں مرزائیوں نے لٹریچر تقسیم کیا ہے۔ میں نے اس کا جواب دینے جانا ہے۔ آپ نے اگر ساتھ جانا ہو تو چلے جانا۔ چھوٹا بھائی غصہ میں آ کر کہتا ہے کہ کچھ دن پہلے تو تجھے مرزائیوں نے مارا ہے، اب پھر مار کھانی ہے۔ بڑا بھائی کچھ دیر خاموش ہو جاتا ہے، پھر اس کی آواز سکوت کو توڑتی ہے اور چھوٹے بھائی سے گویا ہوتا ہے اللہ نے ہمیں جتنا علم دیا ہے قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھ ہو گی کہ اس کا حق ادا کیا تھا یا نہیں؟ بڑے بھائی کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات چھوٹے بھائی کے دل ودماغ پر گہرے نقوش چھوڑتی ہے۔ چنانچہ چھوٹا بھائی بھی ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور سائیکل پر پہنچ کر مرزائیت کے لٹریچر کا جواب دیا جاتا ہے۔ (یہ چھوٹے بھائی جانشین حضرت اوکاڑوی امیر اتحاد اہلسنت والجماعت حضرت اقدس مفتی محمد انور صفدر اوکاڑوی مدظلہم تھے)۔ اس وقت علیم وخبیر ذات کے سوا کون جانتا تھا کہ

یہ بڑا بھائی مستقبل میں عقل ودانش، علم ووقار، تدبر اور مکارم اخلاق جیسی عظیم صفات کا جامع علماء، حق کے سر کا جھومر، میدان مناظرہ کا شہسوار مرجع العلماء والصلحاء بنے گا، اور وہ چھوٹے بھائی کی تربیت بھی اسی طرح کرے گا کہ وہ اس کے جانے کے بعد اس کا مشن سنبھال سکے گا۔

اس کے ایک ایک نقطے پر بڑے بڑے اکابر علماء سر دھنا کریں گے، اس کی ایک ایک تحریر فرق ہائے باطلہ پر ضرب حیدری کا کام دے گی، اس کی وجہ سے باطل خیالات کے حامل لوگوں کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون ختم ہو جائے گا، اس کی زبان میں ایسی تلوار کی کاٹ ہوگی کہ جب باطل کے خلاف گفتگو کرے گا تو قصر باطل کی کڑیاں زمین پر آنا شروع ہو جائیں گی، پھر آن ہی آن میں باطل عقائد کی عمارت کھنڈر میں تبدیل ہو جایا کرے گی۔ ایک وقت تھا دینی غیرت وحمیت سے سرشار یہ مردِ قلندر عیسائیت اور مرزائیت کو پے در پے شکستیں دے کر زخم چاٹنے پر مجبور کر دیتا ہے اور یکا یک دنیا کے سامنے مناظر اسلام رئیس المحققین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی صورت میں آسمان علم کے افق پر طلوع ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے علوم کی روشنی پوری آب وتاب کے ساتھ پھیلنی شروع ہو جاتی ہے اور پھر وہ علوم وفنون، اسرار ورموز کا بے تاج بادشاہ بن جاتا ہے۔ اس کی وسعت مطالعہ دیکھ کر امام ابن تیمیہؒ اور قوت حافظہ دیکھ کر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور احادیث پر گہری نظر دیکھ کر امام طحاویؒ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ پھر اس عظیم محقق ومدقق بے مثل مناظر کو ذات باری تعالیٰ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں پہنچا دیتی ہے۔

فطرت خود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

شیخ کی صحبت اور دعاؤں ہی کا اثر تھا کہ آپ اپنے اندر اپنے شیخ کی بہت ساری صفات جذب کئے ہوئے تھے۔ آپ تواضع وانکساری، زہد وتقویٰ، علم وحلم، جرأت وشجاعت، بلند ہمتی اور وسعت ظرفی، اعراض عن الدنیا اور احقاق حق وابطال باطل میں اپنے پیر ومرشد حضرت لاہوریؒ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ رات کو سونے سے قبل اکثر حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا مطالعہ کر کے سوتے، کبھی فرماتے کہ میں تو حضرت لاہوریؒ کے لئے عار ہوں۔ حضرت لاہوریؒ کے متعلق آپ کے واقعات تو متعدد ہیں، عاجز کا مقصد ان ہی واقعات کو ذکر کرنا ہے جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں۔ حضرتؒ نے ایک مرتبہ عاجز کو بتایا کہ جب میں آخری مرتبہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں گیا تو جب میں نے واپسی کے لئے اجازت چاہی تو فرمایا اور بیٹھ جاؤ یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ چار یا پانچ گھنٹوں تک یہ مجلس جاری رہی، پھر جب میں نے رخصت ہونے کے لئے اجازت چاہی تو فرمایا آپ میرے جنازے میں شریک نہیں ہوں گے۔ میں ملاقات کے بعد واپس آ گیا، پھر کچھ دن کے بعد ساہیوال کسی کام کے لئے گیا، جب عصر کی نماز کے لئے جامعہ رشیدیہ پہنچا تو مدرسہ خالی ہے۔ نہ اساتذہ نظر آ رہے ہیں، نہ طلبہ۔ میں نے

چھوٹے طالب علموں سے پوچھا کہ مدرسہ کیوں خالی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کو نہیں پتہ کہ حضرت لاہوریؒ کا انتقال ہو گیا ہے اور ظہر کے وقت جنازہ بھی ہو گیا ہے۔ میرے ذہن میں فوراً حضرت کی یہ بات آئی ''آپ میرے جنازے میں شریک نہیں ہوسکیں گے'' یہ حضرت لاہوری ہی کی پاکیزہ توجہات کا اثر تھا کہ آپ جہاں بھی تقریر کے لئے تشریف لے جاتے آپ کی طرف سے نہ تو فیس کا مطالبہ ہوتا نہ ہی اس کی طرف التفات۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا جو حضرتؒ نے بندہ کو خود سنایا تھا۔

حضرتؒ کا واقعہ حضرتؒ کی زبانی:

اوکاڑہ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک مولوی صاحب تھے۔ بہت مخلص، بلا معاوضہ دین کی خدمت کرتے۔ ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور کہا ''ہمارے علاقہ میں شیعہ سنی جھگڑا ہو گیا ہے آپ آ کر رافضیت کے خلاف تقریر کر جائیں اور یہ بھی سن لیں کہ بس پر جتنا کرایہ لگتا ہے آٹھ آنے وہی دوں گا اور بس سے اتر کر کچھ کلومیٹر پیدل سفر بھی ہے۔ میں نے تاریخ دے دی۔ مقررہ تاریخ کو میں نے سائیکل بس پر رکھا اور وہاں پہنچا۔ بقیہ سفر سائیکل پر طے کیا۔ جا کر تقریر کی اور واپس آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مولوی صاحب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی تقریر کے بعد شیعہ نمبردار نے بہت بڑی مجلس کروائی ہے۔ آپ نے تقریر کے لئے چلنا ہے لیکن شرط وہی آٹھ آنے کرایہ اور سائیکل کا سفر۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ کو سائیکل بس پر رکھا اور سٹاپ پر اتر کر سائیکل پر سوار ہوا اور چک کی طرف چل پڑا۔ جب میں چک کے قریب پہنچا تو چک کا نمبردار جو کہ رافضی تھا راستہ میں کھڑا ہے۔ جب مجھے دیکھا تو میرے سائیکل کے سامنے آ کر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا جو تم ہم سے لکھواتے ہو لکھوالو ہم تمہیں تنگ نہیں کریں گے، لیکن مہربانی فرما کر تقریر نہ کرو کیونکہ آپ نے پہلے جو تقریر کی تھی پتہ نہیں مولوی صاحب نے آپ کو کرایہ بھی دیا تھا یا نہیں لیکن تمہاری تقریر کے جواب میں، میں نے جو مجلس کروائی ہے میرا اس پر چالیس ہزار خرچ ہو گیا ہے کیونکہ جوذا کر کراچی سے آیا وہیں سے کار کروا کر آیا لیکن تمہارے ایک سوال کا جواب بھی کسی کو نہیں آیا۔ اب اگر تو نے تقریر کر دی تو میرا چالیس ہزار اور خرچ ہو جائے گا۔ لہٰذا مہربانی کر کے میری حالت پر رحم کریں۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب جن کی دعوت پر میں آیا ہوں ان کو منالو۔ چنانچہ اس علاقہ کے بڑے روافض نے مولوی صاحب سے معافی مانگی تب جا کر ان کی جان چھوٹی (بندہ کے ذہن میں نہیں کہ اس دوسرے سفر میں حضرت نے تقریر فرمائی تھی یا نہیں) چنانچہ کچھ دنوں کے بعد پھر وہ مولوی صاحب آ گئے کہ اب ایک اور مسئلہ ہے کہ میرے چک میں اکثر بریلوی ہیں۔ ان کے بچے میرے شاگرد ہیں۔ پورا سال میرے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ سال میں ایک ہی دفعہ ان کا پیر آتا ہے اور جب بھی وہ آتا ہے مسجد میں جھگڑا کروا کے جاتا

ہے۔لہذا آپ اس بارے میں کچھ کریں۔چنانچہ میں کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا بشیر احمد پسروری خلیفہ حضرت لاہوریؒ کو لے کر اس گاؤں پہنچ گیا۔پہلی مجلس ذکر میں ہی چالیس کے قریب نوجوان حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ان میں بریلوی نمبردار کے بھی تین بیٹے شامل تھے۔ان نوجوانوں نے داڑھیاں رکھ لیں۔نمازیں شروع کر دیں۔تین دن کے بعد حضرت پسروریؒ واپس تشریف لے آئے پھر جب بدعتی پیر آیا اب نوجوان طبقہ جو حضرت کا مرید ہو چکا تھا انہوں نے کیا دیکھا کہ حضرتؒ کا قیام مسجد میں، بدعتی پیر کا گھر میں۔حضرت ہر وقت عبادت میں رہتے ہیں جبکہ بدعتی پیر خدمت کروانے میں لگا رہتا۔چنانچہ یہ ہوا کہ جس گھر میں بدعتی پیر ڈیرہ جمائے بیٹھا تھا ان کا لڑکا حضرت پسروریؒ کا مرید ہو چکا تھا۔اس نے بدعتی پیر کو کہا آپ نماز نہیں پڑھتے۔بدعتی پیر نے جواب میں کہا میری نماز مکہ مدینہ میں ہوتی ہے۔نوجوان نے کہا کہ روٹیاں یہاں کھاتا ہے اور نماز مکے مدینے میں۔جا روٹیاں بھی وہاں جا کر کھا۔بدعتی پیر نوجوان کی اس بات کو نا قابل برداشت سمجھتا ہوا اس گھر سے ہجرت کر کے دوسرے گھر پہنچ گیا۔

ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست

بدعتی پیر صاحب دوسرے گھر میں پہنچے اور اس گھر کی عورتوں سے معانقہ وغیرہ کر ہی رہے تھے کہ اس گھر کا نوجوان جو حضرتؒ کی صحبت کی لذت اٹھا چکا تھا پہنچ گیا۔اس نے جب یہ ماجرا دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔پیر نے کہا فیض منتقل ہو رہا ہے۔نوجوان سمجھدار تھا۔فوراً بولا پیر صاحب پھر اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لیتے آتے تاکہ میں اس سے معانقہ کر کے فیض حاصل کر لیتا۔بدعتی پیر صاحب اس اچانک حملے سے سٹپٹا اٹھے اور فرار میں ہی عافیت سمجھی اور ہجرت کر کے تیسرے گھر۔وہاں جا کر دریافت کیا کہ آخر وجہ کیا ہے کہ ساری کی ساری فضا بدلی ہوئی ہے۔اس پر لوگوں نے بتایا کہ ایک دیوبندی پیر صاحب کچھ دن قبل تشریف لائے تھے۔ان نوجوانوں نے انہیں دیکھ لیا ہے اس لئے آپ سے متنفر ہو گئے ہیں۔یہ خبر بدعتی پیر پر بجلی بن کر گری۔اسے اپنی کرسی کی چولیں ہلتی نظر آنے لگیں اور اس نے سوچا کہ جعلی پیری کی گدی کو زوال سے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنا چاہئے۔چنانچہ اس پروگرام کے تحت جعلی پیر نے بھرپور حملے کی تیاری کر لی اور فتووں کی توپ فٹ کر کے حضرت کے خلاف پہلا فتویٰ داغا کہ دیوبندی پیر گیارہویں کا ختم نہیں دلواتے لہذا گیارہویں والے پیر کے خلاف ہیں۔(سبحان اللہ جعلی پیر کے صغرے کبرے پر قربان)۔

چنانچہ سارے گاؤں میں بدعتیوں نے اس توپچی فتوے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دن رات ایک کر کے حضرت کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔چنانچہ وہ مولوی صاحب پھر تشریف لائے اور تازہ صورت حال بتلائی۔میں کچھ دنوں کے بعد پھر حضرتؒ کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔حضرتؒ نے بیان شروع فرمایا تو بریلویوں نے شرارت کی غرض سے مسئلہ پوچھا کہ گیارہویں کا ختم دینا جائز ہے یا نہیں؟ نیت بریلویوں کی یہ تھی کہ حضرتؒ نفی میں جواب دیں گے اور

ہم شور مچا دیں گے۔ حضرتؒ خداداد فہم وفراست کی وجہ سے حقیقت حال کو پہچان چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے جواب ہی ایسے انداز میں دیا کہ بدعتی خائب وخاسر ہو کر بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو گئے؟

قوت حوصلہ:

رب ذوالجلال نے آپ کو ہمت واستقلال کی چٹان بنایا تھا۔ حلم وحوصلہ اور قوت برداشت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ میدان مناظرہ میں مدمقابل کے شور وغوغا کا تلاطم آپ کی بلند ہمتی اور وسعت ظرفی کی چٹانوں سے ٹکرا کر ہمیشہ پاش پاش ہوتا رہا اور حضرت ہنستے مسکراتے وزنی دلائل کیساتھ دشمن پر ایسی ضربیں لگاتے کہ اسے دم دبا کر بھاگنے یا سٹیج پر ناچنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آتا۔ ایسے اوقات میں مسکرا کر جواب دینا آپ کی وسعت ظرفی کا پتہ دیتا ہے۔ ؎

کہہ رہا تھا جوش دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے وہ اتنا ہی خاموش ہے

اس پر حضرتؒ کا ہی سنایا ہوا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ فرمایا:

ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا ہمارے چک میں تین آدمی مرزائی ہو گئے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر جمعہ کے بعد تشریف لائیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس کو جمعہ پر تقریر کروانی چاہئے تا کہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کریں۔ یہ جمعہ کے بعد کا کہہ رہا ہے۔ خیر میں نے ہاں کر دی اور دل میں یہی سوچا کہ جمعہ سے پہلے پہنچوں گا۔ چنانچہ جمعہ سے پہلے میں وہاں پہنچ گیا۔ مولوی صاحب کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ مولوی صاحب جمعہ دوسرے چک میں پڑھاتے ہیں۔ اب مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ مولوی صاحب نے جمعہ کے بعد کی دعوت کیوں دی تھی؟ اب ساتھ بریلویوں کی مسجد تھی۔ میں وہاں چلا گیا۔ مولوی صاحب کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ تمہارا بیعت کا تعلق کس سے ہے؟ اس نے کہا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے۔ میں نے کہا پیر صاحبؒ کی فلاں فلاں کتابیں تیرے پاس موجود ہیں جو مرزائیت کے خلاف لکھی گئی ہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ بھی عجیب مرید ہیں کہ پیر صاحبؒ کی کتابیں بھی آپ کے پاس نہیں۔ اب جب جانا تو لے کر آنی ہیں اور لے کر بھی دو عدد آنی ہیں۔ ایک اپنے لئے ایک میرے لئے۔ بس اتنی سی بے تکلفی سے مولوی صاحب مانوس ہو گئے اور کہا کہ آپ جمعہ پر تقریر فرما دیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ ساری گفتگو کا مقصد ہی میرا یہی تھا۔ میں نے ہاں کر دی۔ چنانچہ جمعہ پر میں نے مرزائیت کے خلاف تقریر کی۔ تقریر کے دوران تو کوئی نہ بولا نماز کے بعد شور مچ گیا۔ جو نئے مرزائی بنے تھے ان میں ایک ریٹائرڈ فوجی بھی تھا۔ میں نے انہیں سمجھانا چاہا تو

تو بھی مجھے کہتا ہے کہ میں تیرے بیٹوں کو دو دو سے مارتا ہوں اور ایک کرتا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ تو پہلے دو دو سے مار لے تا کہ تیرا مسئلہ حل ہو جائے پھر تو میری بات غور سے سنے گا۔ میری اس بات کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ معافی مانگی اور بیٹھ گیا۔ میں نے سمجھایا ان کے اشکالات کے جوابات دیئے تو تینوں مرزائی مسلمان ہو گئے۔

وسعت مطالعہ:

حضرتؒ کا مطالعہ اتنا وسیع تھا کہ جب کسی مسئلہ پر تقریر فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ ساری زندگی اسی مسئلہ پر صرف کی ہے اور جب بھی جس مسئلہ پر تقریر کے لئے درخواست کی جاتی تو فوراً تیار ہو جاتے۔ جیسے پہلے سے تیاری میں ہوں۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ جب حضرت عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا میں مدرسہ عربیہ صولتیہ کے مہتمم صاحب نے درخواست کی کہ حضرت عیسائیت کے بارے میں کچھ کیسٹیں ریکارڈ کروا دیں۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا کب؟ حضرت نے فرمایا چاہے ابھی کروا لو۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ تیاری نہیں کریں گے۔ فرمایا تیاری ہے۔ چنانچہ پانچ چھ کیسٹیں اسی وقت ریکارڈ کروا دیں جن کو سن کر وہ فرمانے لگے کہ ہماری ساری عمر تردید عیسائیت میں صرف ہوئی لیکن جو باتیں آپ نے بتائی ہیں ہمیں بھی معلوم نہ تھیں۔

آپ کی تقریر علمی تحقیقات اور استدلالات سے بھرپور ہونے کے باوجود عام فہم اور پرمغز ہوتی تھی۔ بڑے بڑے اکابر آپ کی تقریر کو سنا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بخوبی لگا لیں گے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (مہتمم جامعہ حنفیہ بورے والا) نے بتلایا کہ آج سے بیس سال قبل جامعہ خیر المدارس، ملتان کا سالانہ جلسہ تھا۔ میں سٹیج سیکرٹری تھا۔ جب حضرتؒ کا بیان شروع ہوا تو مناظر اہلسنت حضرت علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب سٹیج پر تشریف لے آئے۔ میں نے کرسیوں پر بیٹھنے کی درخواست کی تو زمین پر بیٹھ گئے اور کہا کہ حضرت مولانا کی تقریر سننے آئے ہیں اور سامعین میں بیٹھ کر سنیں گے۔

ایک مرتبہ کراچی تشریف لے گئے۔ چار دن کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر بتایا کہ چار دن میں ۳۲ جلدوں کا مطالعہ کر کے آیا ہوں اور اپنے کام کے حوالے بھی ساتھ لکھ کر لے آیا ہوں۔ جس شخص کی سرعت مطالعہ کا یہ حال ہو اس کے مطالعہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

ایک مرتبہ ایک جامعہ کے شیخ الحدیث پریشان حالت میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ حضرت بخاری میں (یا حدیث کی کسی اور کتاب کا نام لیا) لکھا ہے کہ ازواج مطہرات نے کانوں کے نیچے سے بال کٹوائے تھے۔ یہ تو فیشن ہوا؟ حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ حج یا عمرہ کے موقع پر قصر کا واقعہ ہے۔ یہ جواب سن کر شیخ الحدیث

صاحب بہت خوش ہوئے۔ مولانا شاہد معاویہ صاحب (ناظم اعلیٰ اتحاد اہلسنت والجماعت، پاکستان) نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں حضرتؒ کے گھر گیا۔ میں حضرت کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اتنی دیر میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ فلاں مولوی کہتا ہے کہ پندرہ شعبان کا روزہ ثابت نہیں۔ (وہ مولوی غیر مقلد تھا اور یہ آنے والا شخص بھی غیر مقلد تھا) حضرت نے فرمایا کہ وہ مولوی جاہل معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کیسے جاہل کہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ سنن ابن ماجہ میں ہے اور جس کو صحاح ستہ کا پتہ نہیں وہ جاہل نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر غیر مقلد بولا کہ آپ نے کون سی پڑھ رکھی ہے (میں شیخ کی تواضع پر قربان) حضرت نے فرمایا کہ چل تیری بات مان لیتا ہوں کہ میں نے نہیں پڑھی لیکن اگر تجھے دکھا دوں تو مان جائے گا۔ اس پر میں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے ابن ماجہ کا مطالعہ کتنی مرتبہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا ساٹھ مرتبہ بالاستیعاب ابن ماجہ کا مطالعہ کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت کا ایک مقالہ شیخ الفتاح ابوغدہ نوراللہ مرقدہ نے پڑھا تو کئی خطوط لکھے کہ حضرت آپ مجھے حدیث کی سند عنایت فرمائیں۔ حضرت اپنی عادت مبارکہ کے مطابق یہ کہہ کر ٹالتے رہے کہ میں کون سا عالم ہوں۔ پھر شیخ ابوغدہ نے ایک شاگرد حضرت کے پاس اسی مقصد کے لئے بھیجا لیکن حضرت نے اس مرتبہ بھی معذرت کر لی اور سند عنایت نہ کی۔

قوت حافظہ:

آپ اگرچہ شاگرد ایسے کہ اساتذہ نے اپنا محبوب سمجھا۔ استاد ایسے کہ بڑے بڑے علماء آپ کی شاگردی پر فخر کرتے نظر آتے۔ محدث ایسے کہ آنے والوں کے لئے معتبر ٹھہرے۔ مناظر ایسے کہ ہر ایک گوشہ زمین آپ کا حلقہ اثر ٹھہرا۔ ذہین ایسے کہ بڑے سے بڑے مشکل مسائل کو آسان سے آسان تر بنا دیا لیکن ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر جو نعمت رب ذوالجلال نے آپ کو عنایت فرمائی تھی وہ قوت حافظہ کی نعمت تھی جس کی وجہ سے آپ چلتے پھرتے عظیم کتب خانہ تھے۔ بچپن ہی سے آپ کے استاد مکرم حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نوراللہ مرقدہ نے آپ کے حافظہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ انور شاہ ثانی ہے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ علماء کرام کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ نورالانوار کی ایک عبارت کے بارے میں بحث چل پڑی کہ یہ متن کی عبارت ہے یا شرح کی؟ حضرت نے فرمایا کہ متن کی عبارت ہے۔ ایک مدرس صاحب فرمانے لگے یہ شرح کی عبارت ہے اور وہ فرمانے لگے کہ میں سولہ برس سے نورالانوار پڑھا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا چلو کتاب منگوا لیتے ہیں۔ جب کتاب منگوا کر دیکھا تو عبارت متن کی نکلی۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے تمام علماء حضرت کی قوت حافظہ پر حیران رہ گئے۔

بندہ کو اسباق میں اگر کوئی اشکال ہوتا یا سمجھنے میں کمی رہ جاتی تو حضرتؒ سے پوچھتا تو ایسے بتلاتے جیسے

پہلے سے مطالعہ کر کے بیٹھے ہوں۔ مشکل سے مشکل عبارات منٹوں میں حل فرمادیتے۔ شرح عقائد کے سبق میں برہان تطبیق پر بندہ کو شرح صدر نہ ہوا۔ حضرت سے عرض کیا کہ سمجھادیں۔ حضرت نے برہان تطبیق سمجھا بھی دی اور اس پر کچھ اعتراض بھی کر دیئے جو کسی کتاب سے نقل نہیں کئے ہوئے تھے بلکہ حضرت نے اپنی طرف سے کئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ تو پھر علامہ تفتازانی سے آگے نکل گئے۔ فرمایا نہیں۔ میرے اندر اگر ایک خوبی ہے تو ننانوے خامیاں ہیں اور علامہ میں اگر ایک خامی ہے تو ننانوے خوبیاں ہیں۔ میں ان کے ساتھ کس طرح مل سکتا ہوں۔ حضرت کی قوت حافظہ کا اندازہ آپ حضرات اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔

مولانا شاہد معاویہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں ملتان حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کہتے تو ہیں کہ ابوبکر بن ابی شیبہؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں، ہم نے پڑھ رکھا ہے کہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ تیس مرتبہ بخاری میں آیا ہے۔ میں بخاری کو کھول چکا ہوں۔ تیس مرتبہ مل نہیں رہا۔ حضرت نے فرمایا تجھے کتنی مرتبہ ملا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سترہ مرتبہ ملا ہے۔ حضرت نے فرمایا تجھے صفحے آتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ بتلادیں۔ حضرت نے فرمایا پہلی جلد میں چھ جگہ آتا ہے اور صفحے گنوانا شروع کر دیئے کہ 162 پر آیا ہے۔ 263 پر آیا ہے۔ 274 پر آیا ہے۔ 411 پر آیا ہے۔ 547 پر آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دوسری جلد کے بھی بتاؤں؟ میں نے عرض کیا حضرت ٹھہریں میں لکھ لوں۔ حضرت نے لکھوانے شروع کئے کہ دوسری جلد میں 564 پر آیا ہے۔ میں دیکھنے لگا، مجھے نہیں ملا۔ میں نے عرض کیا حضرت مل نہیں رہا۔ فرمایا تجھے نہیں ملے گا اس لئے کہ عبداللہ اوپر ہے۔ ابن ابی شیبہ نیچے لکھا ہے۔ پھر بتانا شروع فرمایا کہ 581 پر آیا ہے۔ 590 پر آیا ہے۔ 625 پر آیا ہے۔ 641 پر آیا ہے۔ 743 پر آیا ہے۔ 838 پر آیا ہے۔ 847 پر آیا ہے۔ 848 پر آیا ہے۔ 856 پر اور 955 پر آیا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے صحیح بخاری کا کتنی مرتبہ مطالعہ کیا ہے؟ فرمایا بالاستیعاب ۳۲ مرتبہ مطالعہ کیا ہے ویسے تو اکثر دیکھتا رہتا ہوں۔

آپ اپنی تحریر میں اس وقت تک حوالہ نقل نہ کرتے تھے جب تک اصل کتاب سے نہ دیکھ لیتے۔ ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ اپنی پوری زندگی میں صرف دو حوالے اصل کتاب میں دیکھے بغیر دیگر مصنفین پر اعتماد کر کے دے دیئے۔ ان میں بھی بعد میں پریشانی ہوئی۔ آپ اصل کتابوں سے حوالے خود چیک کر کے لکھتے تھے، تبھی تو آپ کی تصنیفات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

حضرت اقدس مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم (استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا) نے آپ کی وسعت علمی پر ایک لطیف نقطہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کوئی شخص اگر کسی دوسرے شخص پر دعویٰ کرے کہ تیرے گھر میں فلاں چیز نہیں؟ یہ اسی وقت کہہ سکتا ہے جب دوسرے کے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا ہو۔ حضرت نے غیر

مقلدین پر سوالات کئے اور فرمایا کہ ان کے جواب میں غیر مقلد قیامت کی صبح تک حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ حضرت کا غیر مقلدین سے یہ سوالات کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ پوری دنیا کے ذخیرہ احادیث پر آپ کی گہری نظر ہے۔ حضرت والا نے اس طرح کے دندان شکن سوالات ایک دو نہیں بلکہ ایک ہزار کئے ہیں۔

تردید عیسائیت میں حضرت کا کردار:

حضرت کا عیسائیت کے بارے میں بہت وسیع مطالعہ تھا۔ عیسائی پادریوں کو مناظروں میں پے در پے شکستیں دیں تو پادری آپ کے نام سے ہی گھبرانے لگے اور پادریوں کو جب پتہ چلتا کہ مناظرے میں مدمقابل آپ ہیں تو ان کو راہ فرار ہی میں عافیت نظر آتی۔ اس پر دو واقعات یاد آ گئے۔

عیسائی سے مناظرہ:

حضرتؒ نے فرمایا: ایک عیسائی سے میرا مناظرہ تھا۔ پادری کہنے لگا کہ آپ ایک دلیل ایسی پیش کریں کہ جس سے حضور نبی کریم ﷺ کا نبی ہونا ثابت ہو جائے جس کا میں انکار نہ کر سکوں؟ میں نے کہا میں اگر سو دلائل بھی پیش کروں تو تو ان کا کچھ نہ کچھ جواب دینا شروع کر دے گا۔ پادری کہنے لگا کہ کیا آپ دلیل نہیں دینا چاہتے؟ میں نے کہا دلیل دینا چاہتا ہوں لیکن ایسے طریقے سے کہ صرف ایک ہی دلیل کام کر جائے۔ پادری نے کہا وہ کیسی دلیل ہوگی؟ میں نے کہا کچھ ایسے انبیاء علیہم السلام بھی ہیں جن کو ہم دونوں نبی مانتے ہیں۔ مثلاً ابراہیمؑ ہیں، موسیٰؑ ہیں، عیسیٰؑ ہیں جن کے نبی ہونے کو آپ مانتے ہیں۔ آپ ان کے نبی ہونے کی دلیل پیش کریں تا کہ ایک پیمانہ بن جائے کہ نبی کی نبوت اس قسم کی دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔ پیمانہ آپ بنائیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے پھر اس کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر دلیل انشاء اللہ میں دے دوں گا جس میں بات بالکل کھل کر سامنے آ جائے۔ اس پر پادری نے یسعا نبی کی کتاب کھولی اور اس سے ایک عبارت پڑھی کہ ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام امانوئیل رکھے گی۔ میں نے کہا اس سے آپ کا کیا مطلب؟ پادری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے۔ میں نے کہا یہ قاعدہ کلیہ ہے؟ اگر یہی قاعدہ کلیہ ہے تو پہلے آدم علیہ السلام کے لئے کوئی پیشین گوئی ثابت کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کے لئے کوئی پیشین گوئی بتائیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کوئی پیشین گوئی بتائیں۔ کوئی ایسا قاعدہ کلیہ بتائیں جو ہر جگہ فٹ آ سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں اس عبارت سے بھی یہ نہیں مانتا کہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ زور آپ اس بات پر لگائیں گے کہ اس میں کنواری کا لفظ ہے لیکن میں اسی کو غلط سمجھتا ہوں۔ یہ دیکھو میرے ہاتھ میں یہودی بائبل ہے۔ اس میں جوان عورت لکھا ہے۔ کنواری نہیں لکھا یہ تمہاری ریفرنس بائبل ہے جس کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے جوان عورت یہ عبرانی

کا لفظ ہے یہ اسی بائبل میں اٹھارہ جگہ آیا ہے، سترہ جگہ آپ نے بھی ترجمہ جوان عورت کیا ہے اور اس جگہ ترجمہ آپ کبھی کنواری عورت کرتے ہیں اور کبھی جوان عورت کرتے ہیں، تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس جوان عورت سے حضرت آمنہ مراد ہیں اور حضرت محمد ﷺ حضرت آمنہ کے اکلوتے بیٹے تھے، نہ ان کی کوئی بہن تھی نہ بھائی تھا، بلکہ ان کا صرف ایک ہی بیٹا ہوا ہے اس لئے اس کو تو میں بھی دلیل بنا سکتا ہوں، آپ کی دلیل تو نہیں بنتی۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ اسی کتاب کا باب نمبر 53 بھی مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ پادری کہنے لگا جی ہاں۔ میں نے کہا پھر اس باب نمبر 9 کو آپ ان پر کیوں چسپا کر رہے ہیں کیونکہ سخت اختلاف ہے۔ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ معاذ اللہ کہ وہ ایک مردمردود غمناک رنج کا پیٹا ہوا آدمی تھا اور ہماری بارگاہ میں اس کی کوئی قدر نہیں، لیکن یہاں لکھا ہے کہ وہ امانوئیل ہوگا، خدا اس کے ساتھ ہوگا اور یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں یا تو آپ باب نمبر 53 مسیح علیہ السلام کے بارے میں مانیں یا باب نمبر 9 مانیں پھر میں نے کہا کہ میں امانوئیل کسے مانوں، کیونکہ امانوئیل کا معنی ہے جس کے ساتھ خدا ہوا۔ اس کو مانوں جو کہتا ہے ان اللہ معنا خدا ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ما ودعک ربک وما قلی تجھے خدا نے چھوڑا نہیں اور نہ تجھ سے ناراض ہوا یا میں آمانوئیل اسے مانوں جس نے چھ گھنٹے صلیب پر (معاذ اللہ) یہ نعرہ لگایا ہوا یلی ایلی لما شبکتنی اے اللہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا، جس کو اللہ چھوڑ دے وہ آمانوئیل نہیں ہوتا۔

جب میری بات یہاں تک پہنچی تو عیسائی بیٹھے تھے وہ سب وکیل یا پروفیسر تھے، ان میں کوئی ان پڑھ آدمی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک وکیل کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری درخواست ہے کہ آپ بات بند کر دیں کیونکہ ہمارا پادری آپ کی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ ہم نے نتھانی پادری کے پاس گاڑی بھیجی ہے وہ چند منٹ کے بعد تشریف لے آئیں گے پھر آپ ان سے بات کریں۔ میں نے کہا جب تک وہ آئے اس وقت تک تو بات چلنے دیں، آپ کے پادری نے پیشین گوئی پر بات شروع کی کہ جس کی پیشین گوئی سچی ہو وہ نبی ہوتا ہے۔

عجیب پیشین گوئی:

میں بھی پیشین گوئی کرنے لگا ہوں، اتنی جلدی کس کی پیشین گوئی سچی نہیں ہوئی، جتنی جلدی اس مجلس میں میری پیشین گوئی سچی ہوگی۔ وکیل صاحب کہنے لگے وہ کیا؟ میں نے کہا جو آدمی پادری کو لینے گیا ہے اگر اس نے بتلا دیا کہ وہاں امین (حضرت مولانا محمد امینؒ) موجود ہے تو وہ کبھی نہیں آئے گا اور اگر اس نے یہ نہ بتلایا تو وہ آ تو جائے گا لیکن یہاں آ کر مناظرہ ہرگز نہیں کرے گا۔

آخر وہی بات ہوئی کہ پانچ سات منٹ کے بعد وہ آ گیا اور اپنے مناظر کی طرف جانے کی بجائے

میرے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا آپ ادھر جا کر بیٹھیں کیونکہ آپ مناظرہ کے لئے آئے ہیں۔ وہ پادری کہنے لگا کہ مجھے یہ بتلایا ہی نہیں گیا کہ آپ یہاں ہیں ورنہ میں کبھی نہ آتا۔ میں نے کہا اب تو آ گئے ہو اب مناظرہ کرو، اس پر وہ پادری کہنے لگا کہ کوئی عقل مند آدمی جلتی آگ میں چھلانگ نہیں لگا سکتا اس لئے میں آپ سے مناظرہ نہیں کرتا۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ میری پیشن گوئی سچی ہو گئی ہے۔ پہلے پادری کے بقول تو (معاذ اللہ) مجھے نبی ماننا چاہئے لیکن میں یہی کہتا ہوں کہ میرے نبی ﷺ پر ایمان لے آؤ جس کا میں امتی ہوں وہ بات تو ختم ہو گی لیکن عیسائیوں کو غصہ بہت تھا، پھر ایک پادری کو بلا کر لائے، اس سے بھی میں نے یہی کہا کہ ایک اتفاقی پیمانہ بنا لو پھر آگے چلیں گے، اس نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے یہ ان کا معجزہ ہے، دریا پر لاٹھی ماری تو راستے بن گئے، یہ معجزہ ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اب ایک پیمانہ تو متعین ہو گیا، میں نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے جس دریا پر لاٹھی ماری تھی وہ دریا پہلے آسمان پر تھا یا چوتھے آسمان پر۔ وہ پادری کہنے لگا نہیں جی زمین پر تھا۔ میں نے کہا لاٹھی پانی پر پہنچی تھی یا دور رہی تھی، پادری نے کہا پانی پر لگی تھی۔ میں نے کہا یہ بہت بڑا معجزہ ہے اسی بناء پر موسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے بھی نبی مانا، عیسائیوں نے بھی مانا اور مسلمانوں نے بھی ان کو نبی مانا۔

لیکن اب ہماری طرف بھی توجہ فرمائیں، حضرت محمد ﷺ زمین پر تشریف فرما تھے، آسمان کے چاند کی طرف صرف انگلی سے اشارہ فرمایا، انگلی چاند تک نہیں پہنچی لیکن اللہ تعالیٰ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ارشاد ربانی ہے اقتربت الساعة وانشق القمر میں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ زمین پر ظاہر ہوا تو کسی یہودی عیسائی اور مسلمان کو ان کے نبی ہونے پر شک نہیں رہا اور جس نبی ﷺ کا معجزہ آسمان پر ظاہر ہو چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو اس نبی کی نبوت میں کون عقل مند شک کر سکتا ہے؟ یہ تو اسی قسم کی حماقت ہو گی جس طرح کوئی یہ کہے کہ زمین سے جو مٹی کا تیل نکلتا ہے اس کے جلانے سے روشنی ہوتی ہے لیکن آسمان کا سورج روشنی نہیں دیتا، جس کا معجزہ زمین پر ظاہر ہو اس کو تو آپ نبی مان رہے ہیں اور جس کا معجزہ آسمان پر ظاہر ہوا اس کے نبی ہونے میں کیوں شک کرتے ہو، اس پر سب وکلاء کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ بات بند کر دیں کیونکہ واقعی آپ کی دلیل اتنی وزنی ہے کہ اب دو ہی صورتیں ہیں (۱) یا ہم ایمان لے آئیں (۲) یا ہم ضد کر لیں، تیسری کوئی بات نہیں اس لئے اب آگے مناظرہ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

تردید مرزائیت اور حضرتؒ:

جہاں آپ نے دوسرے مذاہب باطلہ سے مناظرے کئے وہاں آپ تردید مرزائیت میں بھی کسی سے

پیچھے نہیں تھے بلکہ آپ کے مناظروں کی ابتداء ہی مرزائیت سے ہوئی اور الحمدللہ آپ نے دوسرے مذاہب باطلہ کی طرح میدان مناظرہ میں مرزائیت کو بھی پے در پے شکستوں سے دوچار کیا۔ ایک مرتبہ آپ ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ قدرتی طور پر اسی ڈبہ میں مولانا لعل حسین اختر صاحبؒ بھی سوار تھے۔ حضرتؒ نے جونہی مولانا کو دیکھا جھٹ سے ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور مرزائیت کے بارے میں تقریباً ایک گھنٹہ تک گفتگو کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا نے تین مرتبہ الحمدللہ فرمایا۔ حضرتؒ نے مولانا سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ آپ سے ملاقات کے بعد یقین ہوگیا ہے کہ میرے بعد مرزائیت کے بارے میں میرا جانشین موجود ہے۔ (یہ حضرتؒ کا نوجوانی کا زمانہ تھا اس قدر مطالعہ اس وقت تھا، بعد میں کس قدر ہوگا)۔

ایک مرتبہ کراچی میں ۱۶ یا ۱۸ پولیس افسر مرزائی ہوگئے جو کسی کے قابو میں ہی نہ آئیں۔ پھر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ علیہ نے حضرت کو بلوایا۔ حضرت کراچی تشریف لے گئے تو حضرت کے سمجھانے پر دو کے سوا باقی سارے مسلمان ہوگئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرتؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف فرما تھے۔ سات مرزائی ہر روز ایک اور عالم دین جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کی بہت اخلاص سے خدمت کی ہے کے پاس آتے اور چلے جاتے۔ حضرت اقدس علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم دیکھتے کہ یہ مرزائی روزانہ آجاتے ہیں، پتہ نہیں ان کے اشکالات کے جوابات نہیں ملتے یا کوئی اور چکر ہے؟ اسی طرح تین چار دن ہوتا رہا۔ ایک دن قدرتی طور پر دوسرے عالم دین جن کے پاس مرزائی روزانہ آتے وہ کہیں دعوت پر چلے گئے۔ اب جب وہ مرزائی آئے تو علامہ خالد محمود صاحب نے انہیں فرمایا کہ آج میں تمہیں نئی دکان پر لے چلتا ہوں۔ چنانچہ انہیں حضرت کے پاس لے آئے۔ حضرت نے ان کے اشکالات کے تسلی بخش جواب دیئے تو ساتوں کے ساتوں مرزائی مسلمان ہوگئے۔

اسی طرح شیخوپورہ کے علاقے میں دو بھائی تھے ایک ڈاکٹر دوسرا وکیل۔ انہیں سے ایک مرزائی ہوگیا۔ دوسرے بھائی نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مسلمان ہوجائے لیکن جو مرزائی تھا وہ کسی کو بھی ہاتھ نہیں دیتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرتؒ کو لے گئے۔ حضرت کے سمجھانے پر مسلمان ہوگیا اور حضرت کے قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی دولت سے نوازا ہے۔ میری تمنا ہے کہ آپ میری بیٹی سے نکاح فرمالیں تاکہ ہمیں آپ سے رشتہ داری کی سعادت حاصل ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میرے ذخیرہ آخرت کے لئے تمہارا اسلام ہی کافی ہے۔

حضرت سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی حیات مسیح پر بھی مناظرہ کیا ہے؟ فرمایا کہ مرزائیوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ حیات مسیح پر مناظرہ تو کرنا ہے لیکن امین سے نہیں کرنا۔ آپ کے دست مبارک پر ستر سے زائد

مرزائیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔(فللہ الحمد)

حضرت نور اللہ مرقدہ اور سرتاج المحدثین امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

حضرت کو امام صاحبؒ سے خاص الفت اور محبت وانس اور عشق تھا۔ آپ نے پوری زندگی امام اعظم رحمہ اللہ کا دفاع کرتے ہوئے بسر کردی۔ اسی وجہ سے علیم وخبیر ذات نے آپ کو فقاہت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اپنے ابتدائی دور میں ایک خواب دیکھا تھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ آپ کے دائیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ آپ کے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ خالق کائنات آپ کو ظاہری اور باطنی علوم دونوں سے نوازے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں قسم کے علوم سے نوازا تھا۔ آپ کا ظاہری علم تو لوگوں پر کچھ نہ کچھ ظاہر ہو ہی گیا لیکن باطنی علم آپ کی خواہش کے مطابق پوشیدہ ہی رہا۔ حضرت رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ کے درمیان جو عظمت وعقیدت، فنائیت ومحویت کا رشتہ تھا یہ رب ذوالجلال کو ایسا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کئی صفات امام صاحب کی صفات کے مشابہ کردیں۔ امام صاحب محسود حضرت بھی محسود، امام صاحب کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے حضرت بھی کبھی غیبت نہ کرتے۔ امام صاحب وسیع الظرف حضرت بھی وسیع الظرف۔ آخری نسبت جو ذات باری تعالیٰ نے آپ کے اور امام کے درمیان قائم کردی وہ یہ کہ امام صاحب کی وفات حسرت آیات بھی شعبان میں حضرت کی وفات حسرت آیات بھی شعبان میں۔

(یہ ایک اہم نکتہ مولانا محمد طیب صاحب نے بیان فرمایا تھا)۔ نیز امام ابوحنیفہؒ اور حضرت اقدس تایا جان نور اللہ مرقدہ کے درمیان نسبت کا اندازہ اس خواب سے اچھی طرح ہوتا ہے، جو حضرتؒ نے وفات سے دو ماہ قبل بندہ کو سنایا۔ حضرتؒ نے فرمایا کے مولانا فخر الدین صاحب نے بتایا کہ میں نے جب خیر المدارس سے دورہ حدیث کرلیا تو میرا ارادہ بنوری ٹاؤن میں تخصص کرنے کا ہوا لیکن چونکہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الدعوۃ والارشاد میں داخلہ کی شرائط نہایت سخت تھیں اس لئے حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب زید مجدہم نے فرمایا جاتے وقت مجھ سے سفارشی خط لیتے جانا۔ جس صبح میں نے کراچی کے لئے رختِ سفر باندھا تھا اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جامعہ خیر المدارس کے دروازے پر کھڑا ہوں اور ایک ضعیف سفید ریش بزرگ ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑے ہیں۔ تہبند نصف پنڈلی تک ہے اور مجھے فرماتے ہیں: فخر الدین! چل ابوحنیفہؒ کے پاس جاکے پڑھ اور میری انگلی پکڑ لیتے ہیں اور چل پڑتے ہیں۔ جب ہم مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں تو انسانوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے باتیں کررہے ہوتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ خیر ہم لوگوں سے گزرتے ہوئے مدرسہ کے پلاٹ میں پہنچ جاتے ہیں جہاں امام صاحبؒ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ باباجی لوگوں کو ادھر ادھر کرکے مجھے امام

صاحبؒ کے پاس لے جاتے ہیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ استاد صاحب (حضرت اوکاڑویؒ) تشریف فرما ہوتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں فخر الدین! تو باباجی کی بات نہیں سمجھا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی، خیر صبح نماز پڑھ کر ذکر و تلاوت میں لگا رہا پھر اپنے مادر علمی خیر المدارس پہنچا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو خواب سنایا۔ حضرت نے فرمایا ہم کوشش تو کر رہے ہیں کہ حضرت مولانا یہاں تشریف لے آئیں۔ دعا کریں کہ ایسا ہی ہو۔ چنانچہ دو یا تین دن بعد جب میں خیر المدارس میں حضرت مہتمم صاحب سے خط لینے گیا تو دفتر میں کیا دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں اور مہتمم صاحب اور شیخ الحدیث صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ شیخ الحدیث صاحب زید مجدہم نے مجھے دیکھ کر فرمایا فخر الدین! مبارک ہو، تمہارا خواب پورا ہوا۔ چنانچہ پھر حضرت شیخ نے حضرت استاذ المکرم کو میرا خواب سنایا۔

مولانا فخر الدین کے اس خواب سے آپ حضرات حضرت تایا جان کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگا چکے ہوں گے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشدہ

علم تعبیر:

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے علم تعبیر سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ دو سفید رنگ کی گائیں ذبح کر کے لٹکائی ہوئی ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہارے والد اور چچا غیر ملک تو نہیں گئے ہوئے۔ اس نے عرض کیا دوبئی گئے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کو وہاں قتل کر دیا گیا ہے لاشوں کا انتظار کرو۔ چنانچہ چار گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ فون آ گیا اور وہ شخص روتا ہوا آیا اور حضرت کو بتایا۔ اسی طرح ایک عورت نے خواب دیکھا کہ ایک سفید بیل ہے اور ایک سیاہ رنگ والا سیاہ بیل سفید بیل کو مار دیتا ہے۔ حضرت سے تعبیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس کا بھائی اس کے خاوند کو قتل کر دے گا۔ آدھا گھنٹہ ہی گزرا ہو گا کہ وہ عورت روتی ہوئی آ گئی اور بتایا کہ میرے بھائی نے میرے خاوند کو قتل کر دیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرتؒ بہت کم تعبیر بتلایا کرتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ خواب کی تعبیر پوچھی تو فرمایا میں نے دعا کی تھی یا اللہ مجھ سے علم تعبیر واپس لے لے۔ چنانچہ قبول ہوئی۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے یہ دعا کیوں فرمائی؟ اس پر حضرت نے بتایا کہ میں جب بھی رات کو خواب میں دیکھتا کہ مسجد کا مینار گر رہا ہے، صبح پتا چلتا کہ فلاں عالم دین فوت ہو گیا ہے۔ اس پر حضرتؒ نے بتایا کہ معبر جو تعبیر بتا دے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ بندہ

کو جب کوئی خواب نظر آتا حضرت سے عرض کر دیتا، اگر تعبیر اچھی ہوتی تو بتا دیتے ورنہ نہ بتاتے۔ (معبر جو تعبیر بتائے وہ پوری ہو کے رہتی ہے) اس پر حضرتؒ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ مچھلی اس کے کھیسے کھا گئی وہ ایک معبر کے پاس گیا۔ اس نے بتایا کہ تیرا مال ہلاک ہو جائے گا وہ اس کے بعد دوسرے معبر کے پاس چلا گیا۔ اس نے تعبیر بتائی کہ تیری اولاد اور بیوی ہلاک ہو جائے گی۔ تیسرے کے پاس گیا اس نے کہا ویسے ہی ہو گا جیسے تو نے خواب میں دیکھا۔ چنانچہ تینوں تعبیرات پوری ہوئیں۔ وہ اس طرح کہ وہ ہجرت کر کے گھر والوں کے ساتھ بمع مال وزر کشتی پر سوار ہوا۔ کشتی غرق ہو گئی، مال اور اولاد سب ہلاک ہو گئے۔ خود دریا میں پڑا ہوا تھا کہ مچھلی آئی اور آ کر اس کے کھیسے کھا گئی۔ چنانچہ تینوں تعبیریں پوری ہوئیں۔ چنانچہ حضرت نے جو دعا فرمائی تھی کہ علم تعبیر واپس لے لیا جائے قبول تو ہوئی لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ علم تعبیر باقی رہا اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت تعبیر بتا دیا کرتے تھے۔

احقاق حق کے لئے مشقت:

حضرتؒ کے بیٹے محمد عمر صاحب نے مجھے بتایا کہ آج سے تقریباً بارہ سال قبل اوکاڑا کی جی ٹی روڈ پر ایک مولوی صاحب میرا پوچھتے پچھاتے میری دکان پر پہنچے۔ میں نے خیریت دریافت کر کے پانی وغیرہ پلا کر آنے کی غرض دریافت کی تو اس نے کہا کہ حضرت مولانا محمد امین صاحب سے ملاقات ہو جائے گی؟ میں نے کہا جی ہاں گھر میں ہیں۔ چنانچہ میں جب دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے آیا تو مولوی صاحب کو بھی ساتھ لیتا آیا اور آنے کی وجہ بھی دریافت کی۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ میں حیدر آباد سے آیا ہوں۔ میرا ایک قریبی رشتہ دار لندن میں مقیم ہے تو جس جگہ وہ مقیم ہے کچھ اور مسلمان بھی ساتھ رہتے تھے۔ مرزا طاہر نے ان مسلمانوں کو لاوارث سمجھ کر ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور وہاں اپنی تقریریں شروع کر دیں جس سے وہاں کے مسلمان سخت اضطراب میں ہیں۔ چنانچہ میرا رشتے دار بھی ان لوگوں میں شامل ہے۔ وہ اگرچہ عالم تو نہیں ہے لیکن دین کا جذبہ ضرور رکھتا ہے۔ اس نے مجھے مرزا طاہر کی تقریباً بارہ کیسٹیں بھیجی ہیں کہ پاکستان سے اس کا جواب ریکارڈ کروا کے بھیجو۔ میں کیسٹیں لے کر کراچی گیا۔ وہاں کے علماء نے بتایا کہ اگر اس کا جواب آپ نے ریکارڈ کروانا ہے تو مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کے پاس جانا پڑے گا۔ چنانچہ اب میں طویل سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔

اس کا یہ واقعہ ختم ہوا ادھر ہم گھر پہنچ گئے۔ میں نے والد صاحب کو بتایا کہ ایک مولوی صاحب اس مقصد کے لئے حیدر آباد سے تشریف لائے ہیں۔ والد صاحب نے مولوی صاحب کو بٹھایا اور کھانا وغیرہ کھلایا اور خود تقریباً دس بارہ بجے کیسٹیں سننے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھ ساتھ چارپائی کے اردگرد کتابوں کے ڈھیر بھی لگنا شروع ہو گئے۔ جب میں شام کو گھر واپس آیا تو تقریباً آٹھ کیسٹیں سن چکے تھے۔ جب بارہ بجے رات گئے بارہ کیسٹیں سن کر

فارغ ہوئے تو بجائے آرام کرنے کے خالی کیسٹوں پر جواب ریکارڈ کرنا شروع کر دیا۔ ساری رات اور دوسرے دن دو پہر تک جواب ریکارڈ کرتے رہے اور تقریباً بارہ بجے دو پہر تک جواب مکمل ہو گیا۔ مسلسل چوبیس گھنٹے کی دماغی محنت اور ساری رات نیند نہ کرنے کی وجہ سے آنکھیں سرخ اور نزلہ اور بخار ہو گیا تھا۔ جب دو پہر کو میں کھانا کھانے کے لئے آیا تو میں نے پوچھا کہ مولوی صاحب کہاں گئے؟ والد صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ بازار کا کہہ کر گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور والد صاحب کو ڈبہ دے کر شکریہ ادا کر کے واپس روانہ ہو گئے۔

تقریباً بیس منٹ بعد والد صاحب ان کو واپس کر کے رخصت ہوئے تو آ کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا آپ ساری رات بے آرام رہے۔ مسلسل محنت کی وجہ سے نزلہ اور بخار بھی ہو گیا اور آپ صرف مٹھائی کا ڈبہ لے کر خوش ہو رہے ہیں (کیونکہ اباجی مولوی صاحب کو رخصت کر کے ہنستے ہوئے تشریف لائے تھے) میں نے جب یہ بات کی تو والد صاحب نے سمجھانے کے انداز میں فرمایا بیٹا آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے؟ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ رہی بات اس مشقت کی جو میں نے کی ہے تو میری کیسٹ سن کر اگر ایک آدمی بھی راہ راست پر آ گیا تو اس کا جو اجر مجھے قیامت کے دن ملے گا اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

ایک آزمائش اور انعام:

حضرت رحمہ اللہ کے چک میں اکثر مرزائی ہیں۔ ایک مرتبہ مرزائیوں نے وہاں قبرستان بنانے کی کوشش کی۔ کچھ بے ضمیر قسم کے مسلمان بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت تمام تر توانائیاں اس بات پر صرف کر رہے تھے کہ یہاں قبرستان نہیں بننے دینا۔ جب سب لوگ پنچائیت میں اکٹھے ہوئے منافق قسم کے مسلمان بھی مرزائیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مرزائیوں نے قانون گو کو پیسے بھی دے رکھے تھے لیکن ادھر حضرت اوکاڑوی اور حاجی شکر اللہ صاحب کے والد حاجی محمد طفیل اور چند مخلصین ڈٹے ہوئے تھے کہ یہاں مرتدین کا قبرستان نہیں بننے دینا۔ پنچائیت میں قانون گو نے حضرت رحمہ اللہ کو کہا سارے لوگ قبرستان بننے پر راضی ہیں، مولوی صاحب آپ خواہ مخواہ ٹانگ اڑا رہے ہیں؟ آپ کو پتہ نہیں کہ آپ سرکاری ملازم ہیں۔ آپ کی نوکری ختم ہو سکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا قانون گو صاحب آپ بھی سرکار کے نوکر ہیں اور مرزائیوں سے رشوت لے کر ان کو قبرستان کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ میں تمہارے خلاف درخواست دے کر تمہاری نوکری ختم کرواتا ہوں۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ کی اس دھمکی کا اس پر اثر ہوا اور وہ قبرستان کے لئے جگہ دینے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد مرزائیوں نے آپ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ ہوا یوں کہ ایک مسلمان نے رمضان المبارک میں کسی عورت سے منہ کالا کیا۔ حضرت نے صبح درس میں بغیر اس کا نام لئے وعظ و نصیحت فرمائی کہ رمضان المبارک میں ایسی حرکت کرنا اور زیادہ باعث عقاب ہے۔ اب

مرزائیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس آدمی کو حضرت رحمہ اللہ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس آدمی کے رشتہ داروں اور مرزائیوں نے مل کر حضرت رحمہ اللہ کا درس قرآن جو کہ بیس سال سے جاری تھا بند کروا دیا۔ یوں مرزائی جو چاہتے تھے مسلمانوں نے اس کو پورا کر دیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سو کھلیں گے۔ چنانچہ پھر شہر میں بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا جو بڑھتا بڑھتا پورے ملک میں پھیل گیا اور یوں حضرتؒ کا فیض پوری دنیا میں پھیلا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک پھیلتا رہے گا۔

زیارت و بشارت:

اسی وجہ سے کہ حضرت نے مرزائیت کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جب بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو مرزائیوں نے کوشش کر کے حضرت کو گرفتار کروا دیا۔ آپ جب جیل میں گئے تو وہاں درس قرآن، درس حدیث اور تصوف اور فقہ پر درس جیل میں شروع فرمائے۔ گھر کی مالی حالت کافی پریشان کن تھی اب پولیس افسر چاہتے تھے کہ حضرت ضمانت کروالیں۔ حضرت ضمانت نہیں کرواتے تھے کیونکہ مجرم ہی نہیں تھے۔ ایک رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کے سامنے قرآن رکھا تو صفحے کی طرف پر لکھا ہوا تھا جیسے حاشیہ لکھا ہوا ہے (بری) چنانچہ آپ اس خواب کے بعد مزید پختہ ہو گئے۔ آخر اس خواب کے ایک ہفتہ بعد آپ کو بغیر ضمانت کے رہا کر دیا گیا۔

حضرت رحمہ اللہ اور منکرین حیات الانبیاء:

موجودہ زمانے کے فتنوں میں سے خطرناک ترین فتنہ منکرین حیات الانبیاء کا فتنہ ہے جو منکرین حدیث کی طرح نام قرآن کا لے کر حیات کا انکار کرتا ہے، جس طرح منکرین حدیث قرآن کا نام لے کر احادیث کا انکار کرتے ہیں اور یہ فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ جب یہ فتنہ شروع ہوا تو حضرات اکابر علماء حضرت علامہ خالد محمود صاحب، حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذیؒ، محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ جیسے اکابر علماء نے ان لوگوں کا تعاقب کرنے کے لئے حضرت ہی کا اسم گرامی چنا اور پھر حضرت نے (مماتیوں کو) ہر مناظرے میں شکست دے کر علماء دیوبند کا سر فخر سے بلند کر دیا اور پھر وہ لوگ جو شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کو مناظرے کا چیلنج کرتے نہیں تھکتے تھے۔ حضرت اوکاڑوی کے نام ہی سے گھبرانے لگے اور ایسا وقت بھی آیا کہ ایک مرتبہ مولوی احمد سعید چتروڑگڑھی جب حضرت اوکاڑوی سے مناظرہ کرنے سے بھاگا تو گنوں کے کھیت نے اسے پناہ دی۔ (واقعہ آگے آتا ہے) سعید چتروڑگڑھی ابتداً تو بڑے شوق سے حضرتؒ سے مناظرہ

کرنے آیا تھا لیکن پہلے ہی مناظرے سے گھبرا گیا کہ کس شیر کی کچھار میں پھنس گیا ہوں اور مناظرے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہنے لگا کس شخص کے سامنے تم نے مجھے لا کھڑا کیا تھا۔ اس کو تو اسماء الرجال پر بھی بہت عبور حاصل ہے۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ ابتداء جب یہ فتنہ اٹھا تو مجھے نقطہ اختلاف کا کوئی پتا نہیں تھا کیونکہ ہمارے اوکاڑے میں یہ فتنہ شروع ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ جب عنایت اللہ شاہ گجراتی نے خیر المدارس کے جلسے پر اس عقیدے کا اظہار کیا تو اوکاڑا میں مولانا ضیاء الدین صاحبؒ نے تمام علماء کی میٹنگ بلوائی اور فرمایا اب تک ہم عنایت اللہ شاہ کو بلواتے رہے ہیں اب کسی مولوی نے اگر اوکاڑہ میں اسے بلوایا تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے گا۔ اگر ہمیں یہ بھی پتا چلا کہ وہ یہاں سے گزر رہا تھا اور کسی نے اسے پانی پلا دیا تو ہم اس سے بھی بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ اس سے یہ ہوا کہ ہمارے علاقے میں یہ فتنہ آیا ہی نہیں۔

سب سے پہلا مناظرہ:

جب دو بیلی میں سب سے پہلا مناظرہ طے ہوا تو حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم، محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خانصاحب صفدر دامت برکاتہم، بقیۃ السلف فقیہ العصر حضرت اقدس سید مفتی عبدالشکور ترمذیؒ نے مناظرے کے لئے حضرت رحمہ اللہ کا اسم گرامی پیش کر دیا اور حضرت کو اطلاع بھجوا دی کہ مناظرہ آپ نے کرنا ہے۔ اگر تیاری نہ ہو تو ہمارے پاس مواد موجود ہے آ کر تیاری کر لیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بھی پتا نہیں تھا کہ نقطہ اختلاف کیا ہے؟ ادھر ہماری مناظرے سے دو دن قبل غیر مقلدین سے لڑائی ہو گئی اور میں تیاری کے لئے نہ جا سکا۔ میں عین مناظرے کے وقت پہنچا۔ مماتیوں نے جب یہ سنا کہ امین آ رہا ہے تو کوشش کر کے پولیس کو کہہ کر مناظرہ بند کروا لیا اور پھر بعد میں خوب شور مچایا کہ امین بھاگ گیا ہے۔ خیر میں حضرت اقدس مولانا سرفراز خانصاحب کے پاس پہنچا کہ یہ مناظرہ تو ان کے ڈر کی وجہ سے ختم ہو گیا بعد میں پھر مناظرہ تو ہو سکتا ہے، لہٰذا مجھے تیاری کروائیں۔ حضرت سمجھاتے رہے لیکن مجھے سمجھ نہ آیا۔ میں واپس آ گیا، پھر میں پروگرام پر سرگودھا سے آگے گیا تو واپسی پر بس میں پتا چلا کہ پاکستان میچ جیت گیا ہے۔ کل سکول میں چھٹی ہو گی۔ میں بہت خوش ہوا اور رات کرساہیوال مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کے مدرسہ میں چلا گیا۔ میں دروازے میں داخل ہوا تو حضرت مجھے دیکھ کر میری طرف جلدی جلدی چلتے بھی آ رہے ہیں اور زور زور سے فرما رہے ہیں آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ولی اللہ ہوں۔ میں نے کہا حضرت مجھے تو پہلے ہی یقین تھا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ کو آج کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ حضرت ترمذی صاحب نے فرمایا میں صبح سے دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ امین کہیں سے آج آ جائے تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ صبح سے میں یہی دعا کر رہا تھا۔ اب آپ آ گئے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ولی اللہ ہوں۔ میں نے

کہا خیر ہے؟ آپ اتنا کیوں یاد فرما رہے تھے، تو فرمایا کچھ مواد مماتیوں کے بارے میں آیا ہے۔ آپ کو مطالعے کے لئے دینا تھا تا کہ مناظرہ کے لئے تیاری کر لیں۔ چنانچہ میں نے مطالعہ کیا اور پھر اصل نکتہ اختلاف سمجھ میں آیا۔

کبیر والا کا مناظرہ:

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب میں سب سے پہلے تقریر کے لئے لکڑ ہٹہ گیا تو دارالعلوم کبیر والا سے مفتی محمد انور صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا، شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم حضرت اقدس تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحبؒ یہ سارے حضرات میرے ساتھ گئے۔ میں نے رات وہاں تقریر کی۔ اب وہاں کی اشاعۃ التوحید والسنۃ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا آپ نے واپس نہیں جانا کل مناظرہ ہو گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مولانا مفتی انور صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا واپس آ کر کتابیں لے گئے۔ میں رات وہیں رہا۔ صبح پھر میں نے درس دیا تو ان کے پانچ سات آدمی پیچھے آ کر بیٹھ گئے اور درس سننے لگے۔ جب درس ختم ہوا تو وہی حق نواز جس نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا رات میں نے آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا لیکن جب سعید نے سنا کہ کل امین سے مناظرہ کرنا ہے تو بھاگ کر گنے کے کماد میں چھپ گیا۔ ہم ساری رات اسے تلاش کرتے رہے اور سوئے بھی نہیں لیکن وہ ملا نہیں اس لئے اب آپ کو سعید کے استاد مولوی اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے جو بھی آئے میں تیار ہوں۔ اب ہم حق نواز کی حویلی میں چلے گئے، وہاں جتنے آدمی بیٹھے تھے سارے ان پڑھ۔ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آپ میں سے عربی کون کون پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کر سکیں گے۔ فائدہ کچھ بھی نہیں ہو گا کیونکہ آپ میں تین قسم کے آدمی ہوں گے۔ ایک جو میرے ساتھ ہیں وہ مجھے زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی نہ کہوں اور ایک ان کے ساتھی ہیں جو ان کو زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ کہوں تو درمیان والے بے چارے پریشان ہوں گے کہ پتا نہیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا یہ دین کی بات ہے علماء دیوبند کی اردو تفاسیر اور حدیث کی کتابوں کے اردو ترجمے موجود ہیں تو میرا خیال ہے کہ بحث اس طریقے سے ہو کہ میرا کام آیت یا حدیث نکال کر دینا ہو اور یہ حق نواز جو اردو پڑھا ہوا ہے یہ پڑھ کے سنا دے۔ آپ سب اس کو اچھی طرح دیکھ لیں اور مولوی اللہ بخش کا کام بھی اتنا ہی ہو کہ یہ آیت یا حدیث نکال کر دے یہ ہمارا آدمی سب کو پڑھ کر سنائے گا اور دکھائے گا۔ کوئی جلد بازی بھی نہیں ہے۔ ایک دو آیتیں یا حدیثیں ہو جائیں تو مسئلہ تو حل ہو جائے گا کیونکہ جب آپ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی دلائل موجود ہیں۔ لوگ کہنے لگے یہ تو بہت اچھا طریقہ ہے۔ اب میں نے تفسیر معارف القرآن رکھ لی اور ترجمان السنہ۔ میں نے معارف القرآن سے آیت شہداء نکال کر دے دی۔ حق نواز نے

پڑھی، ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں۔ اس نے نکالی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا اب اس نے یہ آیت پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ اس میں نہیں ہے کیونکہ آیت شہداء کے تحت شہداء کی حیات کا لفظ ہے۔ یہاں تو کسی کا ذکر ہی نہیں۔ پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یصلون میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور ترجمہ کرو۔ قرآن کی آیت میں یہ بحث نہیں تھی کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف۔ یہاں یہ بحث بھی ہوگی کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف۔ محدثین کے اقوال مذکور ہیں کئی محدثین کے اقوال ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔ جب یہ حدیث میں نے پڑھی سب نے دیکھی تو حق نواز نے مولوی اللہ بخش کو کہا اس کا آپ جواب دیں۔ اس نے کہا یہ قائل ہیں دنیوی زندگی کے اور اس میں دنیوی کا لفظ نہیں آیا۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر حدیث تو بے فائدہ ہوئی۔ نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے ایسی بات فرمائی جو کسی کے کام کی نہیں۔ میں نے کہا کیا تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث نکمی بات ہوتی ہے۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ متواتر ہے۔ اس میں حضرت پاک ﷺ کی قبر مبارک کا ذکر ہے اور مسلمان تو مسلمان کافر بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک ﷺ کی قبر مبارک مدینے میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو بتادو۔ سب کہنے لگے کہ وہیں قبر ہے۔ میں کہا کافر بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک میں قبر ہے اس میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے وہی جو سیدہ آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا۔ جب کہتے ہیں کہ اس قبر میں حیات ہے تو دنیا والا جسم ہی فائز الحیوۃ ہے۔ ہم جو اس حیات کو دنیوی کہتے ہیں اس کا مطلب اتنا ہی ہوتا ہے کہ دنیا والا جسم فائز الحیوۃ ہے، جیسے ہم جب کہتے ہیں معراج جسمانی تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ جسم بھی معراج پر گیا، اسی طرح جب ہم کہتے ہیں دنیوی حیات تو اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم فائز الحیوۃ ہے۔ میں نے کہا پتا چل گیا کہ تینوں باتیں یقینی ہیں۔ (۱) حدیث متواترات میں سے ہے۔ (۲) حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے۔ (۳) اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، خواب وخیال والا نہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو مولوی اللہ بخش کھڑا ہو گیا اور کہا اگر امین سے مناظرہ کروانا تھا تو ہمیں پہلے بتاتے ہم تیاری کر کے نہیں آئے۔ چنانچہ اس طرح احمد سعید چتروڑ گڑھی کے استاد کو شکست ہوئی اور مناظرہ کروانے والا حق نواز جوان کا دہان کا صدر تھا حیات الانبیاء کا قائل ہو گیا۔ اسی طرح ایک مناظرے میں احمد سعید قرآن کی آیت پڑھتا اور مرزے کی طرح ترجمہ غلط کرتا۔ حضرت نے فرمایا کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا مطلب وہ لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب حضرت نے آیت شہداء تلاوت فرمائی تو اس نے حضرت کو کہا اگر کسی نے اس سے حیات ثابت کی

ہوتو حوالے دو۔ میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔ اب حضرت حوالہ پڑھتے اور پھر اس سے پوچھتے کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تا کہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی بڑے پریشان ہوئے۔ ایک نے تو کھڑے ہو کر کہا اس کو (سعید کو) اب ہم واپس جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے کیونکہ اس نے ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔

عنایت اللہ گجراتی کا مناظرہ سے انکار:

ایک مرتبہ حضرت رحمہ اللہ جہلم جلسے پر گئے، واپسی پر گجرات پہنچے تو احباب نے اصرار کیا کہ درس دے دیں۔ اب اکثر لوگ تو جہلم درس پر گئے ہوئے تھے۔ یہاں ساتھی کم تھے تو مماتیوں نے دیکھا کہ مجمع کم ہے تو عنایت اللہ گجراتی نے بارہ آدمی حضرت پر حملہ کے لئے بھیج دئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ مسند احمد میں جو حدیث آتی ہے کہ اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ اور میرے ابا جی کا روضہ تھا میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے ہیں تو اب میں پوری طرح سنبھل کے آتی ہوں۔ عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے۔ وہ کہنے لگے یہ حدیث جھوٹی ہے۔ جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اماں جی ایسی جاہلانہ بات نہیں کرسکتیں کیونکہ جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہوسکتی ہے وہ دوپٹے سے بھی پار ہوسکتی ہے۔ یہ بالکل حماقت والی بات ہے۔ اماں جی کبھی ایسی بات نہیں فرماسکتیں۔ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا لوہا کتنا موٹا ہو اس سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو اس سے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھی ہے تو مٹی سے نظر کے پار ہونے سے کپڑوں سے نظر کا پار ہونا لازم نہیں آتا۔ اب ان میں سے جو ان کا بڑا تھا، وہ پروفیسر تھا، کھڑا ہوگیا، اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا۔ اس نے حضرت کو کہا جس انداز سے آپ نے حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا مشن یہی ہے لیکن آپ نے جس انداز سے ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہا لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں اس لئے اس جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ عنایت اللہ شاہ صاحب سے بالمشافہ بات کرلیں تو ہم مان جائیں گے اور اعلان کردیں گے کہ اشاعتیوں کی بات صحیح نہیں ہے۔
حضرت رحمہ اللہ نے گھڑی دیکھی اور فرمایا میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹہ یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔ ان چار گھنٹوں کے اندر اگر بات کروانی ہو تو کرواسکتے ہیں کیونکہ پھر میں نے واپس جانا ہے۔ اب وہ لوگ ڈیڑھ گھنٹے بعد واپس آئے اور آکر کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن اس نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے بات نہیں کرتا۔ اگر مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا قاضی مظہر حسین

کولاؤ یا سرفراز خان صفدر کولاؤ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آ جائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ گفتگو ایسے انداز سے ہو کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے۔اس نے درس دیا ہمیں سمجھایا، ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد ہمارے ذہن میں نہ کوئی عقلی شبہ باقی رہا نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا۔لہذا آپ مہربانی فرما کر اس سے ضرور بات کریں، لیکن عنایت اللہ شاہ نے انکار کر دیا۔اب ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی جماعت سے نکل رہے ہیں۔

شجاعباد کا واقعہ:

اسی طرح حضرتؒ نے بتایا کہ ایک مرتبہ شجاعباد میں جلسہ تھا۔ جب میں تقریر کے لئے وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا کہ آپ کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کر لیں۔ آپ کی تقریر آخر میں ہو گی۔ میں نے پوچھا پہلے کن کن کی تقریر ہے۔انہوں نے بتایا فلاں فلاں اور عنایت اللہ شاہ کا نام بھی لیا۔میں نے کہا پھر تو آپ نے اپنا جلسہ خراب کر لیا کیونکہ عنایت اللہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اور وہی اس نے بیان کرنا ہے۔اس کے بعد جب میری تقریر ہو گی تو غیر مقلدین مجھے اسی مسئلہ کے بارے میں چٹیں دیں گے تا کہ ان کی جان چھوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ آپ عنایت اللہ شاہ کو کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لے رات کو تقریر نہ کرے۔عنایت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا میں تقریر کروں گا اور اسی وقت کروں گا، اسی مسئلہ پر کروں گا خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی کہ سارے نبی اسی عقیدہ پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ، سارے تابعین، سارے تبع تابعین، سارے فقہاء اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔اب ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ میں کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ چار پانچ نوجوان میرے پاس آ گئے اور کہنے لگے سن رہے ہیں۔ میں نے کہا سن رہا ہوں۔ میں نے لیٹے ہوئے کہا عنایت اللہ سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔اب ان نوجوانوں نے یہ لکھ کر نیچے میرا نام لکھ کر چٹ عنایت اللہ کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتا چلا جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا۔اب رقعہ پڑھنے کے بعد اس کو سارے نبی، صحابہ تابعین، تبع تابعین سارے بھول گئے اور کہنے لگا ایک آدمی ہے جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا۔ وہ ہے ابن عبدالهادی حنبلی جو مجھ سے پہلے میرے عقیدے کا تھا۔اب چونکہ عنایت اللہ نے میرا نام لے لیا تھا پھر میں نے خود چٹ بھیجی۔ میں نے کہا اب نبی اور صحابہ آپ کو بھول گئے ہیں، صرف ایک نام پیش کیا ہے۔ چلو اسی پر فیصلہ کر لو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں آپ بھی دستخط کریں۔ وہ تو کہتا ہے کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ میرا ساتھی ہے وہ تو تمہارے دستور کے مطابق اشاعۃ التوحید والسنہ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔اب جب اس نے میری چٹ پڑھی تو کہا مناظرہ علماء کا

کام ہوتا ہے میں تو طالب علم ہوں۔تو قارئین حضرات اس بات سے خوب اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ کبھی مناظرہ سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے کے لئے حضرت رحمہ اللہ کو جاہل اور کبھی اپنے آپ کو طالب علم کہنا پڑتا تھا۔

واقعہ چک سہو:

اسی طرح حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جب حضرت والا کی تعزیت کے لئے اوکاڑا تشریف لائے تو مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ چوک سہو میں مماتیوں نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔علماء دیوبند نے حضرت اقدس رحمہ اللہ سے بنوری ٹاؤن رابطہ کیا۔حضرت نے فرمایا میں پہنچ جاؤں گا۔ایک آدمی مجھے بھی لینے آ گیا۔میں نے اسے کہا آج میرے آرام کا خیال بالکل نہ کرنا جس طرح ہوسکتا ہے لے جاؤ۔ وہ مجھے موٹر سائیکل پر لے کر وہاں پہنچا تو وہاں مماتیوں کی جانب سے احمد سعید چتروڑگڑھی پہنچ چکا تھا اور بڑے زور و شور سے اعلان ہو رہا تھا کہ ہمارا شیر پہنچ چکا ہے۔اب ہمیں حضرت اوکاڑویؒ کا انتظار تھا کہ حضرت تشریف لے آئے۔اب انہوں نے تو یہ سوچ رکھا تھا کہ امین کراچی سے نہیں آئے گا، ان کو یہ تو پتا نہیں تھا کہ جہاں بھی دین کی ضرورت پڑتی ہے امین وہاں ہی پہنچتا ہے، اس کو پیسوں کی لالچ نہیں ہوتی۔(یہ کلمات کہتے وقت حضرت شاہ صاحب کے آنسو جاری ہو گئے) چنانچہ ادھر دیوبندیوں کی جانب سے بھی اعلان کر دیا گیا کہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ مناظرہ کے لئے تشریف لا چکے ہیں۔اب جب مماتیوں نے حضرت کی آمد کا اعلان سنا تو راہ فرار کی سوجھی اور صبح اعلان کر دیا کہ ہمارے مناظر کو حیاتیوں نے اغوا کر لیا ہے۔رات تک جس کے بارے میں نعرے لگ رہے تھے کہ ہمارا شیر ہے اب اسے اغوا کروا دیا گیا تا کہ حضرت اقدس اوکاڑوی رحمہ اللہ کے سامنے آنے سے شیر کا پول نہ کھل جائے اور اس کا حشر اس گدھے کا سا نہ ہو جس نے شیر کی کھال پہنی تھی۔خیر ادھر دیوبندیوں کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ ہم سب تو مسجد میں موجود ہیں تمہارے شیر کو کس نے اغوا کر لیا ہے۔چنانچہ یوں اغوا کا ڈرامہ رچا کے مماتی، حضرت سے اپنی جان چھڑا گئے۔

حضرتؒ میں افہام وتفہیم کا ملکہ:

حضرت رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم کا ملکہ بہت زیادہ عطا فرمایا تھا۔مشکل سے مشکل مسائل مثالیں دے کر ایسے آسان انداز سے حل فرما دیتے کہ غبی سے غبی آدمی بھی سمجھ جاتا۔بندہ جب صرف کی کلاس میں بیٹھا تو استاذ محترم نے سبق میں پڑھایا ضرب میں ض فا کلمہ، ر اعین کلمہ اور ب لام کلمہ ہے۔مجھے یہ سمجھ نہ آیا اور مدرسہ سے بھاگنے کی سوچنے لگا۔جب حضرت کو بتایا تو حضرت نے ایسے عام فہم انداز میں سمجھایا کہ میں خوش ہو گیا۔ ایک مرتبہ لاہور کے ایک جج نے حضرت سے پوچھا کہ قرآن میں کہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔حضرت نے

فرمایا تو نے قرآن پڑھا ہے۔اس نے کہا جی۔حضرت نے پوچھا قرآن میں کہیں لکھا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔حضرت نے فرمایا تو نے قرآن پڑھا ہی نہیں۔وہ جج کہنے لگا مجھے کسی نے کہا ہے کہ آپ یہ مسئلہ مجھے سمجھا دیں گے۔حضرت نے فرمایا قرآن میں تو ہے ماقتلوہ وما صلبوہ نہ قتل کیا ان کو نہ سولی چڑھایا، پھر اس نے کہا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر حضور نبی کریم ﷺ آخری نبی تو نہ ہوئے۔حضرت نے پوچھا تیرے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا چار۔حضرت نے فرمایا آخری کون سا ہے؟ اس نے کہا جو آخر میں پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا اب تیرے چاروں لڑکے مجھے ملنے آئیں، سب سے چھوٹا پہلے کمرے میں داخل ہوا، بڑے بعد میں۔اب تمہارے بیٹوں میں سے آخری بیٹا کون؟ اس نے کہا وہی جو آخر میں پیدا ہوا۔حضرت نے فرمایا اسی طرح اگرچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بعد میں تشریف لائیں لیکن آخری نبی ہمارے نبی ہی ہیں کیونکہ آخر میں یہی پیدا ہوئے۔اس پر جج صاحب بہت خوش ہوئے کہ آپ نے تو مجھے بہت جلد مسئلہ سمجھا دیا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت کراچی اپنے گھر سے مدرسہ کے لئے نکلے۔ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ایک لڑکا باہر کھڑا رو رہا تھا۔حضرت سے ملا اور پوچھا مولانا امین صاحب آپ ہی ہیں۔حضرت نے فرمایا محمد امین میں ہی ہوں۔اس پر وہ لڑکا روتے ہوئے کہنے لگا آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔حضرت نے فرمایا میرے ساتھ درسگاہ میں آجائیں وہاں بیٹھ کر بات کر لیں گے۔وہ ساتھ چلا آیا اور رو بھی رہا ہے۔درسگاہ میں آکر حضرت نے رونے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا میں پہلے بے نماز تھا۔اب کچھ عرصہ قبل تبلیغی جماعت کی برکت سے نمازیں شروع کیں۔ پچھلی بھی قضا کی ہیں۔اب مجھے ایک آدمی جو کہ اہل حدیث ہے اس نے کہا تیری نماز نہیں ہوتی۔میں اب رو رہا ہوں کہ پہلے بڑی مشکل سے پچھلی نمازیں قضا کی تھیں اب پھر کرنی پڑیں گی۔مجھے کسی نے آپ کا بتایا ہے کہ وہ آپ کو مسئلہ سمجھا دیں گے۔اب میں آپ کے پاس حاضر ہوں۔حضرت نے پوچھا کہ اس آدمی نے دلیل کیا دی تھی کہ تیری نماز نہیں ہوتی۔اس نے کہا مجھے اس نے یہ کہا تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہے۔میں نے کہا نہیں۔تو اس نے کہا حدیث میں آیا ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔لہٰذا تیری بھی نہیں ہوتی۔حضرت نے آنے والے نوجوان سے پوچھا کہ کیا جمعہ خطبہ کے بغیر ہو جاتا ہے۔اس نے کہا نہیں۔حضرت نے پوچھا تجھے خطبہ آتا ہے۔وہ بولا نہیں آتا۔ فرمایا پھر تیرا جمعہ خطبہ کے بغیر نہیں ہوتا لیکن خطیب کا خطبہ سب کی طرف سے ہو جاتا ہے۔اسی طرح امام کی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ہو جاتی ہے۔پھر حضرت نے پوچھا اذان کے بغیر نماز ہو سکتی ہے۔اس نے کہا نہیں۔فرمایا تو نے صبح کی اذان کہی؟ اس نے کہا نہیں۔فرمایا دیکھو فقط مؤذن کی اذان پورے محلے کے لئے کافی ہو جاتی ہے اسی طرح امام کی قراءت بھی مقتدی کی طرف سے ہو جاتی ہے۔اب وہ لڑکا جو چند منٹ پہلے رو رہا تھا کہ مجھے پچھلی نمازیں قضا کرنی پڑیں گی خوش ہو گیا اور کہا کہ اب میں بھی غیر مقلدین کو اسی طرح تنگ کروں گا جس طرح انہوں

نے مجھے پریشان کیا تھا۔

بریلوی مناظر کی غلط بیانی:

حضرت والا کو جو انہام وتفہیم کا ملکہ ذات باری تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے بڑے بڑے الجھے ہوئے مسائل کو درست کر دیتے تھے۔ایک مناظرے کا واقعہ حضرتؒ نے مجھے خود سنایا۔علاقے کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا۔حضرت نے بتایا کسی علاقہ میں بریلویوں کے ساتھ مناظرہ طے ہوگیا۔دیوبندیوں کی طرف سے صدر مناظرہ میں تھا اور مناظر ایک اور مولوی صاحب۔میں نے اس سے پوچھا کہ تو مماتی تو نہیں ہے۔اس نے کہا نہیں۔میں نے احتیاطاً اس لئے پوچھا کہ مماتی بسا اوقات درمیان میں گڑبڑ کر دیتے ہیں۔لہذا اس کے کہنے سے میں مطمئن ہو گیا۔جب مناظرہ شروع ہوا تو بریلوی مناظر نے کتاب اٹھا کر کہا تمہارے اشرف علی تھانوی نے تھانہ بھون بیٹھ کر الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ پڑھا ہے یا تم بھی پڑھو ورنہ اشرف علی تھانوی کو مشرک کہو۔اب دیوبندیوں کی جانب سے جو مناظر تھا وہ چونکہ مماتی تھا اور یہ لوگ ویسے ہی علماء دیوبند کے خلاف ہیں وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر اشرف علی تھانوی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا ہے تو وہ کافر ہے۔اب اس پر بریلویوں نے شور مچا دیا کہ لکھ کر دو کہ اشرف علی کافر ہے۔اب میں پریشان ہوگیا کہ یہ تو سارا معاملہ ہی گڑبڑ ہوگیا ہے۔اگر پہلے پتا چل جاتا کہ یہ مولوی مماتی ہے تو میں اس کمبخت کو مناظرہ ہی نہ کرنے دیتا۔خیر میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا میں صدر مناظر ہوں۔مجھے حق پہنچتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کروں اور میں نے بریلوی مولوی صاحب سے کہا آپ صرف اتنا واقعہ نہ پڑھیں بلکہ پوری عبارت پڑھیں،اب میں بار بار یہ کہوں کہ پورا واقعہ پڑھو وہ نہ پڑھے تو جو آدمی مناظرہ کروا رہا تھا کسی پیر کا بیٹا تھا اور کالج وغیرہ سے بی اے وغیرہ تک تعلیم یافتہ تھا اس لئے وہ متعصب نہیں تھا۔وہ مجھے کہنے لگا آپ ہی پورا واقعہ پڑھ دیں۔میں نے بریلوی مناظر سے کتاب اپنے ہاتھ میں لی اور پڑھنی شروع کی۔

واقعہ:

مولانا ظفر احمد عثانی حج یا عمرہ پر جانے لگے تو حضرت تھانویؒ نے انہیں فرمایا جب روضہ پاک پر حاضری ہو تو میرا بھی سلام عرض کرنا۔مولانا وہاں تشریف لے گئے۔جب روضہ پاک پر حاضر ہوئے،صلوٰۃ وسلام پڑھا لیکن حضرت تھانویؒ کا سلام کہنا بھول گئے۔وہیں بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی تو سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا آپ نے اشرف علی تھانوی کا سلام کیوں نہیں پہنچایا۔مولانا نے عرض کیا میں بھول گیا۔اس پر حضرت پاک ﷺ نے فرمایا اشرف علی کو میرا سلام کہنا اور کہنا تو جو شرک وبدعت کے خلاف کام کر رہا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔جب مولانا واپس تشریف لائے تو حضرت تھانویؒ نے پوچھا کیا میرا سلام بھی پہنچایا تھا۔اس

پر مولانا نے پورا واقعہ حضرت کو سنایا۔ جب حضرت تھانویؒ نے یہ واقعہ سنا تو رونے لگے اور بار بار فرماتے کہ پھر کہو۔ حضرت پاک علیہ السلام نے کیا فرمایا تھا اور صلوٰۃ وسلام بھی پڑھنے لگے اور مریدین کو فرمایا آج مجلس ذکر میں ذکر کی بجائے الصلواۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھیں گے اور تصور یہ کریں گے کہ ہم روضہ پاک پر کھڑے ہیں۔ اب جب میں نے یہ واقعہ پڑھا تو وہ آدمی جو مناظرہ کروا رہا تھا بریلوی مناظر سے پوچھتا ہے کیا واقعہ ایسے ہی ہے جیسے انہوں نے پڑھا ہے تو بریلوی مناظر بولا واقعہ تو ایسے ہی ہے، اس پر وہ آدمی کھڑا ہوا اور کہا بس مناظرہ ہو گیا ہے، جن دیوبندیوں کے اشرف علی تھانوی ایسے ہیں کہ رسول پاک علیہ السلام سلام بھیج رہے ہیں ان دیوبندیوں کے بڑے کیسے ہوں گے؟ میں اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ میرے علاقے میں کسی مولوی کو اجازت نہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف کچھ کہے۔ تو یوں حضرت رحمہ اللہ کی فہم وفراست اور وسعت مطالعہ کی برکت سے مناظرہ کی شکست فتح میں تبدیل ہو گئی۔

ایک اور مناظرہ:

بریلوی مناظرین ''عبارات اکابر'' پر مناظرہ بڑے زور وشور سے کرتے تھے۔ ان کے مشہور مناظر مولوی سعید اسد نے حضرت سے بھی عبارات اکابر پر مناظرہ کیا لیکن اسے اس ایک مناظرے میں ہی اندازہ ہو گیا کہ حضرتؒ اوکاڑوی کیا چیز ہیں؟ ہوا یوں کہ گوجرانوالہ کے قریب کسی علاقے میں عبارات اکابر پر بریلوی حضرات نے دیوبندیوں سے مناظرہ طے کر لیا۔ اب ہمارے ساتھی حضرت رحمہ اللہ کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا میری تو تمہارے ساتھ شناسائی نہیں ہے۔ میں نصرۃ العلوم پہنچ جاؤں گا وہاں سے آ کر مجھے لے جانا۔ چنانچہ حضرت وہاں پہنچ گئے اور وہ ساتھی وہاں سے آ کر لے گئے۔ اب ہماری جانب سے جو صدر مناظر تھا اس کا نام محمد یوسف تھا اور بریلویوں کی جانب سے بھی صدر مناظر جو تھا اس کا نام بھی محمد یوسف تھا لیکن وہ ان کا مولوی تھا۔ اب جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی سعید اسد نے جب حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی گرفت دیکھی تو بہت پریشان ہوا اور تقریباً پون گھنٹہ گفتگو کرنے کے بعد ہی گھبرا گیا۔ اب اسے جان چھڑانے کی سوجھی تو اسنے مولوی یوسف کو اشارہ کیا جو بریلوی تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور اعلان کر دیا۔ میں محمد یوسف پہلے دیوبندی تھا، اب بریلوی ہو گیا ہوں۔ لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ دیوبندی محمد یوسف بول رہا ہے۔ اب اس کے اس اعلان پر مناظرہ میں شور مچ گیا تو مناظرہ کروانے والا آدمی جو اس علاقے کا نمبردار تھا آیا اور حضرت رحمہ اللہ سے کہنے لگا حالات خراب ہو گئے ہیں، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔ خطرہ ہے کہ آپ پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ حضرت وہاں سے تشریف لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت چکوال یا جہلم کے علاقے میں پروگرام کے لئے گئے تو بیس کے قریب آدمی حاضر ہوئے۔ ان میں وہ نمبردار بھی تھا جس نے مناظرہ کروایا تھا۔ اس نے کہا آپ کا مناظرہ تو لڑائی پر ختم ہو گیا تھا۔ جب شام ہوئی تو

میں نے اپنے چک کے پڑھے لکھے طبقہ کو اکٹھا کیا اور کہا کہ اس وقت تو ہم مناظرہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مناظرہ کی کیسٹ موجود ہے اسے سنتے ہیں تاکہ پتا چلے کہ امین نے کیا کہا اور سعید اسد نے کیا کہا۔ چنانچہ ہم نے وہ کیسٹ سنی اور سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ سچے ہیں، وہ جھوٹے۔ لہذا ہم سارے کے سارے آدمی دیوبندی ہوگئے۔

اس واقعے کے بعد پھر سعید اسد عبارات اکابر کے موضوع پر حضرت رحمہ اللہ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب کسی علاقے میں (مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا) نور و بشر کے موضوع پر سعید اسد حضرت رحمہ اللہ کے مقابلے میں آیا لیکن لینے کی بجائے دینے پڑ گئے اور گجرات کے مناظرے کی طرح شور مچا کر بھاگنے میں عافیت سمجھی۔ اس مناظرے کا واقعہ بھی اجمالاً حضرت رحمہ اللہ نے مجھے سنایا تھا۔

واقعہ:

حضرت رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اور علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہم وہاں مناظرہ کے لئے پہنچے تو جس مکان میں ہمیں بٹھایا گیا وہ بھی کٹر بریلویوں کا تھا۔ ہوا یوں کہ ہم اس مکان میں جا کر بیٹھ گئے تو کوئی سلام تک نہ کرنے آیا۔ اب میری (حضرت رحمہ اللہ) کی توجہ تو ان باتوں کی طرف نہیں جاتی لیکن علامہ صاحب نے محسوس فرما لیا اور مجھے کہا کیا بات ہے کسی نے سلام تک نہیں کیا۔ اب جو آدمی ہمیں لے کر آیا تھا جب وہ پانی لے کر آیا تو علامہ صاحب نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ گھر بریلویوں کا ہے۔ اس پر علامہ صاحب نے فرمایا کسی دیوبندی کے گھر کیوں نہیں بٹھایا تو اس نے بتایا پوری بستی میں دیوبندیوں کا ایک بھی گھر نہیں ہے۔ اب علامہ صاحب ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ اٹھے اور جا کر ڈیرہ اسماعیل خان مولانا علاؤالدین صاحب کو فون کر دیا کہ ہم اس طرح پھنس چکے ہیں۔ فوراً آدمی لے کر پہنچو۔ مولانا علاءالدین صاحب بس بھر کے آدمیوں کی پہنچ گئے۔ وہاں آ کر انہوں نے حالات دیکھ کر پولیس کو فون کیا تو کافی پولیس کے آدمی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اب پولیس کہے مناظرہ نہیں ہونے دینا۔ مولانا علاءالدین صاحب نے فرمایا اب مولوی اکٹھے ہو چکے ہیں انہیں ذرا لڑ لینے دیں۔ چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا، ادھر دیوبندیوں کی جانب سے میں مناظر تھا اور علامہ صاحب معین مناظر تھے اور بریلویوں کی جانب سے مولوی سعید اسد تھا۔ چنانچہ گفتگو ہوتی رہی۔ جب انہیں شکست واضح نظر آنے لگی تو ایک اس علاقے کا بدمعاش اٹھا اور کھڑے ہو کر اعلان کر دیا ہم بریلوی جیت گئے۔ دیوبندی ہار گئے، اس پر لوگوں نے اس کی خوب اچھی طرح پٹائی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مناظرہ ختم ہو گیا اور وہ بریلوی کی جو مسجد تھی شام تک پولیس نے اس کو تالا لگا دیا۔ چنانچہ اس مناظرے کے بعد پھر کبھی ان لوگوں کو حضرت سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ابھی حضرت کی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل وہاڑی میں علماء دیوبند نے کچھ بریلوی افراد پر مقدمہ کروا دیا تھا تو بحث کے

لئے حضرت رحمہ اللہ تشریف لے گئے، مگر کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ علماء دیوبند کے اس شیر کے سامنے آتا۔ ان کی طرف سے یہی مطالبہ رہا کہ امین اوکاڑوی کے علاوہ کوئی اور بات کرے، اس سے ہم بات نہیں کرتے حالانکہ ان کے بڑے بڑے نامی گرامی مناظر موجود تھے، لیکن علم کے بحر بے کراں کے سامنے سارے شرم سار کھڑے تھے کیونکہ انہیں پتا تھا کہ ہر ایک کو دھوکا دیا جاسکتا ہے مگر مولانا امین کو دھوکہ دینا ہمارے بس میں نہیں۔

عثمانی فتنہ اور حضرت رحمہ اللہ:

کیپٹن عثمانی کا فتنہ شروع ہوا تو حضرت نے اس کا مقابلہ کرنے میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑی۔ الخیر میں ان کے رد میں مضامین بھی دئے جس سے عثمانی سر پیٹ کے رہ گئے اور حضرت کو خط لکھا کہ کسی اور کا بھی پیچھا کرو ہمارا ہی پیچھا کرتے رہنا ہے۔ خود کیپٹن عثمانی سے جب حضرت کی بات ہوئی تو حضرت نے پوچھا تو کسے مانتا ہے؟ اس نے کہا صرف قرآن مانتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اپنی بات پر پکا رہنا۔ پھر فرمایا قرآن میں ہے انی لکم رسول امین اور اس امین سے مراد میں ہوں لہٰذا اگر تو قرآن کو مانتا ہے تو مجھے رسول مان، اس پر کیپٹن عثمانی کہنے لگا مجھے پورے کراچی میں کسی مولوی نے لاجواب نہیں کیا تو واحد آدمی ہے جس نے مجھے خاموش کرادیا ہے۔

عثمانی کا حضرتؒ کو دیکھ کر مناظرہ سے فرار ہونا:

حضرت کو لاہور اطلاع ملی کہ عثمانی یہاں آرہا ہے۔ پہلے بھی کافی لوگ عثمانی ہو چکے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر ان دنوں لاہور ضرور آئیں۔ حضرت لاہور پہنچ گئے لیکن عثمانیوں کو کہیں سے حضرت کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ انہوں نے یہ کیا کہ جہاں دن کو پروگرام تھا وہاں رات کا رکھ لیا، جہاں رات کا تھا وہاں دن کا۔ اب عثمانی ایک جگہ تو کامیاب ہو گیا۔ جب حضرت وہاں پہنچے تو وہ دو پہر کو وہاں سے تقریر کر کے جا چکا تھا۔ اب ہمارے لوگ بھی ناراض کھڑے تھے کہ حضرت پہنچ گئے۔ لوگ گلہ شکوہ کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا مجھے جوان کا اشتہار ملا ہے اس کے مطابق رات کو یہاں پروگرام ہونا تھا۔ خیر اب پتا کرو کہ رات کو عثمانی نے کہاں تقریر کرنی ہے تاکہ وہاں موقع پر پہنچا جاسکے۔ چنانچہ پتا چل گیا۔ اب حضرت نے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیا، ہر ایک کو کچھ کچھ کتابیں تھما دیں کہ چادروں کے اندر چھپالیں اور خود حضرت رحمہ اللہ بھی کتاب بغل میں دبائے اسٹیج پر پہنچ گئے۔ حضرت نے چادر سے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ چنانچہ سٹیج پر پہنچ کر عثمانی سے سوال کر دیا۔ جب عثمانی نے حضرت کی طرف دیکھا تو قدرتی طور پر حضرت کے چہرے سے چادر ہٹ گئی۔ جب عثمانی نے دیکھا تو ایک ہی چیخ ماری یہ تو امین ہے اور مجمع میں چھلانگ لگا دی۔ مجمع سے ہوتا ہوا اپنی گاڑی کے قریب پہنچا۔ ابھی گاڑی پر بیٹھا ہی تھا کہ آگے سے بریلویوں کا کوئی جلوس آ گیا۔ حضرت نے زور سے فرمایا یہ گستاخ رسول ہے پھر کیا تھا کہ بریلویوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور عثمانی کی خوب

لتریشن کر دی۔ پولیس نے آ کر جان چھڑائی۔ اب عثمانیوں نے پولیس کو کہا یہ سارا امین کا کام ہے وہ یہیں سرخ جیکٹ میں کھڑا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں میں نے جلدی جلدی جیکٹ اتار کر الٹی کر کے پہن لی جس سے سرخ رنگ نیچے چھپ گیا اور نیلا رنگ اوپر آ گیا۔ اب پولیس والے سرخ جیکٹ میں حضرت کو تلاش کر رہے ہوں اور حضرت بڑے آرام و سکون سے نیلی جیکٹ میں وہاں کھڑے تھے۔ خیر عثمانی کو چوٹیں کافی لگیں۔ اس کے بعد کراچی جا کر پندرہ بیس دن کے بعد عثمانی فوت ہو گیا۔ اس پر کراچی کے احباب نے حضرت کو لکھا اگر ہمیں پتا ہوتا کہ ایک ہی پٹائی سے اس نے مرجانا ہے تو ہم کب سے اس کی پٹائی کروا دیتے۔

میں نے ایک مرتبہ حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس جن بھی پڑھتے ہیں تو خاموش رہے۔ پھر ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب کو میں ملنے کے لئے گیا تو وہ باہر دروازے پر کھڑے ہنس رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے، مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ تو وہ کمرے میں لے گیا۔ سامنے ایک آدمی پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔ مجھے مولوی صاحب کہنے لگے جن کو حاضر کیا ہوا تھا تو باتوں باتوں میں مجھے کہنے لگا جلدی کر مجھے دس روپے ادھار دے۔ میرے استاد مولانا امین صاحب تیرے پاس آ رہے ہیں۔ میں نے ان کے لئے بوتل لانی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے دس روپے دیئے اور خود دروازے پر آپ کی انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی مولوی صاحب نے بات ختم کی ہی تھی کہ چادر سے پیپسی کی بوتل باہر نکل آئی۔ حضرت نے فرمایا میں نے تو نہیں پینی، کیا پتا تو چوری کر لایا ہو۔ اس پر وہ جن کہنے لگا استاد جی آپ کو تو میں حرام نہیں پلا سکتا۔ آپ مولوی صاحب سے پوچھ لیں میں ان سے دس روپے ادھار لے کر گیا ہوں۔ اس پر میں نے وہ بوتل پی لی اور اس کو کہا آئندہ اس آدمی کو تنگ نہیں کرنا۔ چنانچہ جن وعدہ کر کے چلا گیا، آئندہ تنگ نہیں کروں گا۔

حضرت جامعہ خیر المدارس میں جس کوارٹر میں پہلے مقیم تھے وہ کافی بوسیدہ تھا، جس وقت وہ گرا اس وقت میں لیہ گیا ہوا تھا۔ جب میں ملتان آیا تو حضرت مدرسہ کے اندر منتقل ہو چکے تھے۔ حضرت نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے حافظ محمد معاویہ صفدر کو یہ واقعہ سنایا کہ جب وہ مکان گرا تو لوگ پریشان ہو گئے کہ شاید حضرت اندر ہیں لیکن میں درسگاہ میں تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جنوں نے بتایا کہ ہم نے وہ مکان گرایا ہے۔ وجہ یہ بتائی کہ اس کی چھت کافی بوسیدہ تھی، گرنے کے قریب تھی۔ ہمیں خطرہ تھا کہ کہیں حضرت پر نہ گر جائے۔ تین چار دن تک ہم نے اس کی چھت کو تھامے رکھا، جب اس کو تھامنا ہمارے بس سے باہر ہو گیا تو اس انتظار میں تھے کہ کب حضرت کمرے سے نکلیں، جب حضرت درسگاہ چلے گئے تو ہم نے چھت گرا دی تاکہ کہیں حضرت کے اوپر نہ گر جائے۔

حضرت والا کا کشف:

جہاں حق تعالیٰ نے حضرت کو ظاہری علوم سے خوب خوب نوازا تھا وہاں روحانیت میں بھی حضرت رحمہ

الہدایہ مع نصب الرایۃ
ترتیب و تحشیہ نصب الرایہ
مولانا مفتی منظور احمد تونسوی
مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان
درس نظامی میں "ہدایہ" کو جو مقام و اہمیت حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے، صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ مسائل شرعیہ کو فقہ حنفی کی روشنی میں دلائل نقلیہ و عقلیہ کیساتھ جس اسلوب کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور احسن استدلال کے جو نادر اور اچھوتے نمونے پیش کرتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ صاحب ہدایہ نے مسائل کو مبرہن کرنے کے سبب جو احادیث شریفہ ذکر کی ہیں ان کی تخریج مختلف ادوار میں جلیل القدر علماء نے کی ہے ان میں علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی "نصب الرایہ" کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔
ملتان میں مکتبہ شرکت علمیہ جو درسی کتب کو حسن ترتیب اور جدید اسلوب کے ساتھ طبع کرنے کا خاص ذوق رکھتا ہے نے اس سال ہدایہ کو نصب الرایہ کی جدید ترتیب و حاشیہ کیساتھ شائع کیا ہے علاوہ ازیں تصحیح اغلاط کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ خدمت جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتی منظور احمد تونسوی مدظلہ نے انجام دی ہے۔
"ہدایہ" کے اس نسخہ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر صفحہ کے حواشی اور متعلقہ احادیث کی تخریج اسی صفحہ پر ہے۔ اس سے ہدایہ کے مطالعہ میں انتہائی سہولت ہو گئی ہے۔
فی الحال مکتبہ شرکت علمیہ نے اس ترتیب کے ساتھ "ہدایہ" جلد اول یعنی کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک شائع کیا ہے۔ امید ہے باقی جلدیں بھی جلد منظر عام پر آجائیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز
کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ
۴۹۰ صفحات، مجلد
مکتبہ شرکت علمیہ
بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان فون 547309-544913
FAROOQ COMPUTER ARTS

اللہ بہت اونچے مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔لیکن حضرت کی خواہش کے مطابق آپ کا روحانی مقام لوگوں سے چھپا ہی رہااور حضرت کی وفات کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ آپ کیا چیز تھے؟ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے کیا کیا روحانی تصرفات کا ظہور رہوا، کن کن کے سامنے ہوا، اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔صرف ایک واقعہ حضرت رحمہ اللہ علیہ کے کشف کا اور ایک اپنا خواب ذکر کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

حضرت کے سب سے چھوٹے بیٹے محمد معاویہ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں کراچی میں کچھ دوستوں کے ہاں چلا گیا۔ بدقسمتی سے صبح کی نماز ہم سب سے قضا ہوگئی۔ جب میں واپس آیا تو اباجی سخت غصے میں تھے اور فرمایا صبح کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟ میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ والد صاحب کو کیسے پتہ چل گیا، پھر میں نے ان ساتھیوں سے پوچھا کہ آپ میں سے تو کسی نے نہیں بتایا؟ انہوں نے کہا ہم نے بتا کر خود پھنسنا تھا۔اب ہم سب بہت حیران ہوئے کہ والد صاحب کو کس نے بتایا؟ آخر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا تعالیٰ نے ہی بتایا ہے کیونکہ جن کو معلوم تھا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی وہ ہم خود ہی تھے اور ہم میں سے کسی نے نہیں بتایا تھا۔

خواب:

بندہ کو حضرت رحمہ اللہ وفات کے کچھ دنوں بعد خواب میں ملے۔حضرت مسجد سے نکل کر جوتا پہن رہے ہیں۔میں سامنے کھڑا ہوں۔ مجھے دیکھ کر خوب ہنستے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کو میرا تحفہ مل گیا تھا۔حضرت فرماتے ہیں وہ بھی مل گیا تھا اور ستر ہزار اور بھی مل گیا ہے۔ جب میں صبح بیدار ہوا تو سوچنے لگا کہ یہ ستر ہزار کیا ہے اور کس نے بھیجا ہے؟ کافی سوچ و بچار کے بعد ذہن میں آیا کہ حضرت کے گھر والوں نے کلمہ طیبہ نہ پڑھا ہو۔جب میں اوکاڑا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی گھر والوں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔

جب حضرت کا بیٹا محمد عثمان گرفتار ہوا تو حضرت پریشان تو تھے ہی لیکن عثمان کی ملاقات کے لئے نہیں گئے۔چوہدری شکر اللہ صاحب جو کہ حضرت کے چک کے نمبردار بھی ہیں اور انہوں نے حضرت کی بھائیوں سے بھی بڑھ کر خدمت کی ہے وہ حضرت کے مزاج سے واقف تھے۔انہوں نے سوچا کہ یوں کام نہیں بنے گا۔خود حضرت کی ملاقات عثمان کے ساتھ کروائی جائے تاکہ بیٹے کو سلاخوں کے پیچھے بند دیکھ کر محبت پدری جوش میں آئے گی تو پھر حضرت کی دعا اثر دکھائے گی۔چنانچہ یہ سوچ کر وہ فرماتے ہیں میں نے حضرتؒ کو عرض کیا کہ عثان کی ملاقات کے لئے جانا ہے آپ بھی ساتھ چلیں۔جواب میں حضرت نے فرمایا میرے گھٹنوں میں درد ہے۔میں نے عرض کیا گاڑی پر جائیں گے۔واپس بھی اسی پر آجائیں گے۔چنانچہ ہم گئے،اب حضرتؒ ''عثمان'' کو مل کر ایک طرف کھڑے ہوگئے اور میں بظاہر باتوں میں مشغول ہوگیا اور چوری چوری حضرت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کیا کرتے ہیں۔

حضرت کے چہرے پر آنسو رواں تھے اور کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا اب عثمان رہا ہو جائے گا۔ جب واپس ہوئے تو راستے میں مجھے فرمایا شکر ہے اللہ کا کہ عثمان نے رہا ہونا ہے لیکن پہلے دو آدمی اندر جائیں گے۔ میں سمجھا شاید ان دو آدمیوں کے بارے میں فرما رہے ہیں جنہوں نے جھوٹا مقدمہ کروایا ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ ان دو آدمیوں سے حضرات کی مراد سابقہ دو وزیر تھے (شکر اللہ کی اس بات کی میں بھی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ ایک مرتبہ حضرت گھر سے واپس تشریف لائے تو مغرب کے بعد میں حضرت کو دبا رہا تھا تو حضرت نے مجھے بھی فرمایا تھا کہ دو آدمی جو وزیر ہیں اندر ہوں گے اور پھر عثمان رہا ہوگا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اس بات کو حرف بحرف پورا کر دکھایا۔

حضرت رحمہ اللہ باوجود اس قدر علمی شخصیت ہونے کے انتہائی خوش طبع تھے۔ بڑے تو بڑے چھوٹوں سے بھی اس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے کہ وہ حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کے بعد کئی کئی دن تک اس کی حلاوت محسوس کرتے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم طاہر اللہ حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا حضرت مجھے بریلوی کے خلاف تیاری کروا دیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے ہنس کر فرمایا بریلوی تو میرے سسرال ہیں، میں ان کے خلاف تجھے کیسے تیاری کرواؤں۔ میں قریب ہی بیٹھا تھا۔ حضرت کی شفقتوں کی وجہ سے مذاق وغیرہ بھی کر لیتا تھا۔ میں نے جلدی سے عرض کیا کہ غیر مقلدین بے وقوف ہیں وہ بھی آپ کو رشتہ دے دیں تو ان کی بھی جان چھوٹ جاتی کہ وہ بھی آپ کے سسرال بن جاتے۔ اس کے بعد جب بھی طاہر اللہ کمرے میں حضرت کے پاس آتا تو فرماتے میں تجھ سے ڈرتا ہوں کیونکہ تو میرے سسرال کے خلاف ہے۔ میں حضرت کے پاس کوارٹر میں رہتا تھا حضرت تقریر کے لئے تشریف لے گئے، میں باہر کا دروازہ لگا کر سو گیا۔ حضرت نے آ کر کافی کھٹکھٹایا لیکن میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ ساتھ جناب اسلم شاہ صاحب کا گھر تھا وہ باہر نکل آئے۔ سیڑھی لگائی اور دیوار پھاند کر دروازہ کھولا گیا۔ یہ شکر ہے کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ حضرت آ کر کتابیں رکھ رہے تھے کہ ایک کتاب گرنے کی آواز پر میں اٹھ بیٹھا۔ اب حضرت بجائے ناراض ہونے کے مسکرا دیئے اور فرمایا جب تو نے نہیں اٹھنا تھا تو اتنے زور سے دروازہ کھٹکنے پر بھی نہ اٹھا اور جب اٹھنا تھا تو ایک کتاب کے گرنے سے اٹھ بیٹھا۔ حضرت خوب ہنس بھی رہے تھے اور یہ فرما بھی رہے تھے۔

ایک مرتبہ کسی آدمی نے حضرت کے سامنے یہ بات کر دی کہ حضرت قاضی صاحب بہت سختی کرتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا اگر حضرت قاضی صاحب اس قدر سختی کا معاملہ نہ فرماتے تو آدھی دیوبندیت مماتیت اور بقیہ آدھی خارجیت کا شکار ہو جاتی، ایک سبق میں فرمایا قیامت کے دن جب اہل بیت کو شفاعت کی اجازت ملے گی تو وہ قاضی صاحب کو آوازیں دے دے کر بلائیں گے کہ قاضی آ جاؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہمارا دفاع کیا، آج ہماری سنی جا رہی ہے ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں آ جاؤ۔ حضرت سے جو آخری مجلس جامعہ خیر المدارس

میں وفات سے ایک ہفتہ پہلے ہوئی اس میں بھی حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کا تذکرہ فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ فرمایا میرے مضامین کو شائع کرنے کی جرأت کوئی نہ کرتا کیونکہ غیر مقلدین کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں لیکن مہتمم صاحب (حضرت اقدس مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ) نے یہ ہمت کی کہ ''الخیر'' میں میرے مضامین شائع کرنے شروع کیے۔

مجاہدات:

فتنوں کے خلاف کام کرنے میں حضرت کو بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ حضرت مجدد الف ثانی کی طرح ثابت قدم رہے اور مخالفین کی مخالفتوں اور شور وغوغا کی آندھیوں میں ہمیشہ مسکراتے رہے۔ بڑے بڑے مصائب کو مسکرا کر سہہ لینا آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ آپ لایخافون لومۃ لائم کی تصویر بنے رہے۔ آپ کے خلاف مخالفین نے بہت سازشیں کیں لیکن کوئی سازش بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی اور آپ ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا کی عملی تصویر بنے رہے۔ صراط مستقیم کے اس عظیم راہبر پر حق گوئی اور مسلک علماء دیوبند کے تحفظ کی پاداش میں قاتلانہ حملے بھی کئے گئے۔ جادو بھی کیا گیا، زہر بھی دی گئی۔ (ان واقعات کی تفصیل آگے آتی ہے) آپ کے بیٹے حافظ محمد عثمان کو 302 کے جھوٹے کیس میں کال کوٹھڑیوں میں رکھا گیا لیکن ان تمام مصائب کے باوجود راہ حق کا یہ عظیم مسافر آخری وقت تک اکابر کے مسلک کی ترجمانی کرتا رہا۔ وصال سے کچھ سال قبل آپکو ایک ایسا سانحہ پیش آیا جو تکوینی طور پر گویا آپ کے مراتب علیا کی تکمیل کا موجب ہوا۔ وہ حادثہ ہوش ربا اور صدمہ جانکاہ یہ پیش آیا کہ آپ کے فرزند حافظ محمد عثمان صاحب کو مرزائیوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت گرفتار کروایا۔ اس گرفتاری سے اصل مقصد محمد عثمان صاحب کا جعلی پولیس مقابلہ کروانا تھا۔ قدرت باری تعالیٰ کی غیبی طاقت نے قتل ہونے سے بچالیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت محترم رشید مرتضیٰ قریشی صاحب کی صورت میں ظاہر ہوئی جنہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ عثمان کا کیس لڑا۔ محترم رشید مرتضیٰ پر شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی صحبت کے گہرے نقوش ہیں۔ بلا خوف لومۃ لائم بڑے بڑے جابر ججوں اور پولیس افسران کو للکار دیتے ہیں۔ آئی جی پنجاب جہانزیب برکی کا جب پورے ملک میں طوطی بول رہا تھا قریشی صاحب اس کے حارسین کی صفوں سے گزرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے پوچھا قریشی صاحب کیسے تشریف لائے۔ فرمانے لگے تمہاری گردن کا ناپ لینے آیا ہوں کہ پھانسی کا پھندا کتنا بڑا ہو۔ اس پر برکی ششدر رہ گیا۔ قریشی صاحب نے کہا ہاں ہاں یا تو ان بے گناہ لوگوں کے والدین سے صلح کرو، معافی مانگو جن کو تم نے پولیس مقابلوں میں ہلاک کروایا ہے

ورنہ پھندا تیار ہے۔اس کے بعد پھر جب گاڑی میں بیٹھتے تو کچھ دیر بعد پیچھے دیکھ لیتے۔حضرت کے بیٹے محمد عمر نے پوچھا قریشی صاحب خیر ہے۔فرمایا ہاں۔وقت کے جابر کو للکارا ہے اب دیکھتا ہوں کہ کہیں میری گاڑی کے پیچھے کوئی مسلح شخص تو نہیں آ رہا کیونکہ کسی وقت بھی پیچھے سے گولی آ سکتی ہے۔تو خیر قریشی صاحب کی مخلصانہ کوششیں، حضرت کی اور ہزاروں لوگوں کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور محمد عثمان صاحب ڈیڑھ سال بعد باعزت طور پر رہا ہو گئے۔

حضرت کے بڑھاپے کے عالم میں یہ حادثہ ایسا روح فرسا تھا کہ حضرت سے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی دل لرزتا تھا،لیکن آپ اس حادثہ فاجعہ پر بھی رضا بالقضا کی تصویر بنے رہے،البتہ بیٹے کے مصائب پر آنکھوں سے بہنے والے آنسو زخم جگر کی غمازی کرتے تھے۔ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی به ربنا حق گوئی اور تردید عیسائیت کی پاداش میں عیسائیوں نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر دیا۔آپ اس وقت شور کوٹ مولانا بشیر احمد حسینی کے پاس تشریف لائے ہوئے تھے جس کے چند لقمے کھانے کے بعد حضرتؒ کو قے آ گئی، ہسپتال لے جایا گیا لیکن چونکہ اللہ نے ابھی دین کا کام لینا تھا اس لئے زندگی محفوظ رہی لیکن زہر سے معدے میں ایسے زخم ہوئے جو پوری زندگی اذیت کا سبب بنتے رہے۔آپ یہ بتایا نہیں کرتے تھے اور اسی زہر کا اثر وفات حسرت آیات سے کچھ دیر قبل ظاہر ہوا جس کی وجہ سے قے آئی۔یوں آپ کی وفات ایک نوع کی شہادت بھی ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ دہاڑی کے علاقے میں مناظرہ تھا۔حضرت جب وہاں جانے کے لئے بس اسٹینڈ پر پہنچے تو کچھ لوگ کار لے کر کھڑے تھے کہ ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔حضرت نے فرمایا مجھے تو اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں کہ گاڑی لینے کے لئے آ رہی ہے۔میں تمہارے ساتھ نہیں جاتا۔خیر انہوں نے منت سماجت کر کے حضرت کو کار پر بٹھا لیا اور روانہ ہو گئے۔راستے میں جنگل میں جا کر حضرت کو اتار لیا اور پستول سے تین فائر کئے، تینوں مس ہوئے تو ان غیر مقلدین میں ایک نیا غیر مقلد بھی تھا،اس کا اس پر گہرا اثر ہوا تو اس نے دوسرے غیر مقلدین سے کہا کہ اب مناظرہ ہی کروانا ہے۔چنانچہ حضرت کو چھوڑ دیا۔جب حضرت مقام مناظرہ پر پہنچے تو غیر مقلد مناظرین راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ مولانا محمد یوسف صاحب (میاں چنوں والے) کی گاڑی پر کسی جگہ سے تقریر یا مناظرہ کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔راستہ میں سڑک پر درخت گرا ہوا تھا۔چنانچہ متبادل راستہ اختیار کر کے ملتان پہنچے۔کچھ دنوں کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ اس رات غیر مقلدین کی ایک جہادی تنظیم کے ۲۲

کمانڈوز اسلحہ سمیت راستے میں چھپ کر بیٹھے رہے کہ جب آئے گا اور ہم حملہ کر دیں گے، لیکن آپ نہ آئے۔ اب میں حنفی بن گیا ہوں اس لئے آپ کو بتا رہا ہوں۔ ویسے تو حضرت رحمہ اللہ کو اکثر لوگ حفاظتی انتظام کے لئے عرض کرتے رہتے۔ ایک مرتبہ حضرت کے ایک خاص قریبی دوست نے جب زیادہ زور دیا تو اسے فرمایا میری موت گولی سے نہیں آنی۔

وفات حسرت آیات:

وفات سے کچھ دن قبل حضرت یونہی بیٹھے بیٹھے فرمانے لگے بعض بزرگوں کو پتا چل جاتا ہے کہ موت کا وقت قریب ہے۔ اس پر ایک واقعہ سنایا کہ ایک پیر صاحب (حضرت نے ان کا نام بھی لیا تھا لیکن مجھے یاد نہیں) کو اشارہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے مریدین کو خطوط لکھ کر بلوا لیا۔ جس دن وفات تھی جمعہ کا دن تھا، غسل فرمایا، جمعہ پڑھایا۔ مریدین سے ملے اور پھر خود ہی چارپائی پر لیٹ کر راہیٔ دار البقاء ہو گئے۔ پھر فرمایا ہمارے بچپن میں ایک باباجی عیدگاہ میں جمعہ پڑھنے آتے۔ ہم مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ جمعہ کے دن کپڑے دھوتے وہ کہیں دیہات سے جمعہ کے دن تشریف لے آتے، کپڑے وہیں دھوتے جب خشک ہو جاتے تو پہن کے عیدگاہ کے بیرونی دروازہ کے ساتھ اونچی سی جگہ بنی ہوئی تھی اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور تسبیح پڑھتے رہتے۔ جب اذان جمعہ ہوتی تو مسجد میں آ کر بیٹھ جاتے۔ ان کا یہ معمول تھا۔ ایک مرتبہ ایسے ہی آئے، کپڑے وغیرہ دھو کر پہنے پھر دروازے کے قریب اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھ گئے۔ جب اذان ہوئی تو اپنی جگہ سے نہ اٹھے تو بچے اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور ڈرتے ہوئے آہستہ سے کہیں بابا اٹھ اذان ہو گئی ہے، جب کئی مرتبہ ہم نے کہا لیکن وہ نہ اٹھا۔ اتنی دیر میں دو بڑے آدمی بھی آ گئے اور ہمیں ڈانٹنے لگے کہ بابا کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ ہم نے کہا یہ اذان کے وقت مسجد میں چلا جاتا تھا آج اٹھتا ہی نہیں۔ جب انہوں نے باباجی کو ہلایا تو پتا چلا کہ بابی جی تو اگلے جہان میں پہنچ چکے ہیں۔

اسی طرح ہمارے چک میں دکاندار تھا۔ بابا سلطان رمضان المبارک میں افطاری کے وقت دس منٹ قبل گاہکوں کو سودا وغیرہ دینا بند کر دیتا۔ حقہ وغیرہ بناتا، پھر روزہ افطار کر کے سودا وغیرہ بیچتا۔ ایک دن اسی طرح بیٹھا ہے، حقہ سامنے تھا، افطاری کا انتظار ہو رہا تھا۔ گاہک کھڑے تھے جب افطاری کا وقت ہوا تو وہ افطاری نہ کرے، گاہک کہنے لگے بابا جلدی افطاری کر اور ہمیں فارغ کر لیکن وہ افطاری نہ کرے۔ جب لوگوں نے ہلایا تو پتا چلا کہ بابا سلطان تو اگلے جہاں میں افطاری کرنے پہنچا ہوا ہے۔

جب حضرت نے یہ تین واقعات سنائے تو میرے دل میں خیال آیا کہ عرض کروں کہ اگر آپ کو قبل از

موت اطلاع مل جائے تو مجھے بتا دینا، لیکن خواہش دل میں ہی رہی۔ عرض نہ کر سکا۔ اب سوچتا ہوں شاید حضرت ان واقعات کے سنانے سے مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہو کہ مجھے بھی پتا چل چکا ہے۔

وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل بخار ہو گیا تھا۔ ناک کی غدودیں تو تقریباً چار سال سے بڑھی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے نیند بہت کم کرتے تھے۔ بندہ جب عرض کرتا حضرت کچھ سو لیا کریں، فرماتے قبر میں سونا ہی ہے اور کیا کرنا ہے۔ بخار کی وجہ سے کچھ پروگرام بھی منسوخ کر دیئے۔ تقریباً چھبیس رجب بروز منگل مدرسہ میں دورہ حدیث اور تخصص کے طلبہ کے پرچے چیک کرنے کے لئے تشریف لائے۔ بدھ ۲۷ رجب دوپہر بارہ بجے کے قریب ہنسی خوشی مسکراتے ہوئے جامعہ سے رخصت ہوئے۔ آہ کسے معلوم تھا کہ دوبارہ اس نابغہ روزگار شخصیت کا دیدار نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت کو کچھ دن قبل دادا جی رحمہ اللہ (حضرت کے والد مرحوم) خواب میں ملے اور کہا امین تو نے آنا نہیں، جماعت تیار ہے تو آ اور ہمیں آ کر نماز پڑھا۔ (منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں) حضرت اس اشارہ غیبی سے سمجھ چکے تھے کہ سفر آخرت قریب ہے۔ چنانچہ کچھ دن قبل اپنے شاگرد رشید مولانا مظہر حسین جھنگوی کو فرمایا: ''ہن سانوں لوگ لبھن گے تے اسی لبناں نیں'' (ہم کو لوگ ڈھونڈیں گے لیکن ہم ملیں گے نہیں) کاش حضرت کے الفاظ کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا اور مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس جلیل القدر شخصیت کے آخری لمحات ہیں، میں حضرت سے لپٹ جاتا، ہاتھ چوم لیتا، پاؤں دھو کر پی لیتا، دعائیں لے لیتا لیکن یہ یقینی بات ہے کہ موت کو پوشیدہ رکھنے میں حق تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں۔

تو بات چل رہی تھی حضرت کے آخری ایام کی (آج ہی صبح میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جامعہ خیر المدارس کی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ مسجد میں حضرت کے پیچھے بیٹھا ہوں اور دل میں سوچ رہا ہوں کہ حضرت تو زندہ ہیں۔ میں نے تو حضرت کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا، پھر دل میں خیال آتا ہے کہ وفات والا قصہ خواب تھا، لیکن پھر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ اتنی دیر میں والد صاحب سحری کے لئے اٹھا دیتے ہیں) انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ خیر بات چل رہی تھی کہ حضرت بدھ کے دن جامعہ سے جڑانوالا سید طفیل شاہ صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ علاقہ میں پڑھانے گئے تو چوہدری شکر اللہ صاحب جس پر حضرت بھائیوں سے بھی زیادہ شفقت فرماتے تھے وہ گاڑی پر لے کر گیا۔ واپسی پر حضرت نے اسے فرمایا اب میرا وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ چنانچہ ہفتے کے دن سرگودھا پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے، سوموار کے دن دل کی تکلیف ہوئی، ہسپتال لے گئے تو فرمایا مجھ پر جادو ہے۔ کچھ فرق نہیں پڑے گا (حضرت پر کافی عرصہ سے سخت قسم کا جادو تھا

اس جادو کے اثرات حضرتؒ کے لڑکے محمد عمر پر بھی تھے) وصیت وغیرہ فرمادی اور فرمایا مجھے گھر پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر منگل سارا دن طبیعت خراب رہی، ذکر اور استغفار ہی کرتے رہے، اگر گھر والے قریب بھی آتے تو نظر التفات کم ہی فرماتے۔ رات عشاء کی نماز مسجد میں پڑھ کر تشریف لائے، تقریباً ساڑھے آٹھ بجے کے قریب اپنی اہلیہ محترمہ کو فرمایا کچھ سردی محسوس ہو رہی ہے، وہ چائے بنانے کے لئے نکلیں۔ کچھ دیر بعد حضرت کے بیٹے حافظ محمد علی صاحب نیند سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اباجی آسمان کی طرف جا رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں (حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ کو جب یہ بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا مرحوم صاحب کرامت تھے۔ آخری وقت میں بھی ان کی کرامت کا ظہور ہوا اور روح متشکل ہو کر آسمانوں کی طرف گئی) اور میں دیکھ کر اس کمرے کی طرف بھاگا جہاں اباجی تھے۔ میں نے ادھر یہ دیکھا ادھر ہم سب بہن بھائیوں کے سر پر بادل تھا وہ اوپر اٹھنا شروع ہو گیا جب میں بھاگتا ہوا کمرے میں گیا تو اباجی لیٹے ہوئے تھے اور ہاتھ دل پر تھا۔ میں نے شور مچایا تو دوسرے افراد بھی جمع ہو گئے۔ چچا محمد سلیم آ گئے جو کہ حکیم ہیں اور نبض دیکھ کر فرمایا بھائی صاحب نے جہاں پہنچنا تھا پہنچ چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

یوں ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ بوقت اشراق گنگا نگر (انڈیا) سے طلوع ہونے والا علم وحکمت، زہد وتقویٰ کا سورج ۴ شعبان ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت عشاء اس افق دنیا سے غرب ہو کر دار آخرت کے افق پر طلوع ہو گیا اور یوں مجھ پر حضرت کی سات سالہ شفقت میرے قلب وجگر پر گہرے اور اَن مٹ نقوش چھوڑ کر تمام ہو گئی۔

آہ! وہ شخص ہم سے روٹھ کر چلا گیا جو جس راستے سے گزرا وہ راستے منتظر ہی رہے کہ وہ علم کا عظیم سمندر لوٹ کر آئے جس نے بھی آپ سے ایک مرتبہ ملاقات کی دوبارہ دیکھنے کی تمنا ہی کرتا رہا۔ وہ جس سے ملا اس کے دل ودماغ پر اپنی ذہانت وفطانت تواضع وانکساری، اخلاص ومحبت کے ایسے نقوش چھوڑے کہ وہ آپ ہی کا ہو کر رہ گیا۔ جو آیا تو ایک تھا گیا تو لاکھوں کو رلا کر چلا گیا۔ آہ! اب کون عیسائیت کو قاسم نانوتویؒ اور رحمت اللہ کیرانویؒ، مرزائیت کو مولانا لال حسین اخترؒ کے لہجے میں للکارے گا۔ یا اللہ! حنفیت کی کشتی کو ایک ناخدا کی ضرورت تھی، ہر طرف طوفان اور آندھیاں ہیں۔ اس کشتی کے لئے حضرت ہی کے خاندان سے ایک اور امین صفدر پیدا کر دے۔

آمین یا رب العالمین . برحمتک یا ارحم الراحمین

....

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حیات مستعار کے شب وروز پورے کر کے سفر آخرت کے لئے چل دیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ایک نہ ایک دن ہم سب نے یہ سفر کرنا ہے بلکہ دنیائے رنگ وبو میں آنا ہی دلیل ہے جانے کی۔ نہ پہلے کوئی رہا ہے نہ آئندہ کوئی رہے گا۔

جو کل تھے یہاں مقیم آج کہیں انکا نام ونشان نہیں

ارشاد خداوندی ہے: کل من علیها فان اسی حقیقت کی ایک عرب شاعر نے کیسی عمدہ نفیس ترین تعبیر کی ہے:

لو كانت الدنيا تدوم لواحد لكان رسول الله فيها مخلدا

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کا سراپا علم وحکمت، فہم وفراست، فضل وکمال، دانائی وزیرکی، بیدار مغزی و حاضر جوابی جیسے گوناگوں اوصاف وکمالات کے علاوہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل ومکمل دسترس ومہارت، اسماء الرجال پر ایک ماہر فن کی پوری پوری نپی تلی جرح وتعدیل اور ناقدانہ بصیرت وجولانی کے ساتھ ساتھ آں موصوفؒ کے زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، عبادت وریاضت جیسے ان گنت محاسن ومحامد اور کمالات وفضائل تو وہ حضرات جانیں جو ان مراتب بلند وبالا پر فائز ومتمکن اور ان راہوں کے راہی وشناسا ہوں گے۔

بندہ ناتواں جیسا تہی دامن علم وعمل جسے ان کوچوں کی گرد راہ تو کجا دور دور تک نہ تعلق وواسطہ اور نہ ہی ربط ولگاؤ ایسا ہیچ مدان علم وعمل اور ننگ فضل وکمال ان اوصاف وکمالات پر کیا خامہ فرسائی کرے۔

البتہ ایک ادنیٰ درجہ کا ظاہر بیں طالب علم ہوں اور اہل علم وفضل کی ظاہری عادات واطوار کو دیکھ بھال کر ان منتخب شخصیات کے قول وفعل سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو دیکھتا، سیکھتا اور پرکھتا رہتا ہوں۔ اس لئے کہ اہل علم اپنے قول وفعل، ظاہری رکھ رکھاؤ، چال چلن اور عادات واطوار میں اسلام کی تعلیمات کا مظہر اور چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر ہوا کرتے ہیں۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی دیگر تعلیمات میں سے سادگی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور مولانا اوکاڑویؒ سادگی کے اس وصف خاص میں اسوہ حسنہ کا کامل ومکمل نمونہ ہی نہ تھے بلکہ مظہر اتم تھے۔ اس وصف

خاص میں جماعت اہل علم کا دوسرا کوئی بھی فرد ان کا اس میں شریک وسہیم نہ تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

مولانا اوکاڑوی اپنے لباس و پوشاک، رہن سہن، خورد و نوش میں از خود طبعاً کمال درجہ کی سادگی پر نہ کے قائل ہی نہیں بلکہ عامل بھی تھے۔ انجان و ناواقف جسے پہلے کبھی بھی مولانا سے ملاقات، آمنا سامنا نہ ہوا ہو وہ ہرگز ہرگز یہ تصور بھی نہ کر پاتا کہ اس حیثیت، مرتبہ اور قد کاٹھ کا عالم فاضل نامور محقق و مناظر اس قدر سادہ بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری دامت برکاتہم مدیر مجلہ ''زم زم'' نے مولانا مرحوم کے اسی سراپا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''مگر مولانا صدر امین صفدر مرحوم کی ذات بالکل نرالی تھی۔ مجھے ملنے آئے تو بدن پر ایک معمولی کرتا اور ایک معمولی لنگی اور ایک معمولی سی ٹوپی اور ایک بہت کم قیمت کا رومال تھا۔ مناظر اسلام کی یہ سادگی اور تواضع دیکھ کر مجھے اپنے اکابر یاد آ گئے۔'' (زم زم جلد ۳ شمارہ ۶)

زمانہ حال شہرت ناموری، محض پروپگنڈے کے کھوکھلے نعروں اور بلند بانگ دعوؤں کا ہے۔ ہر کس و ناکس، بزعم خود عزت وعظمت کے خود ساختہ القابات اور جبہ و دستار کے سہارے اتراتا پھرتا ہے حالانکہ ایسے تہی دامن لوگوں کا نہ کردار گفتار سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی لباس و پوشاک اور وضع قطع میں اتباع شریعت کا پاس لحاظ اور نہ ہی چال ڈھال اور بود و باش میں تعلیمات نبوی کا نمونہ۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب کبھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان تشریف فرما ہوتے اور باہر سے کوئی ناواقف وانجان مسافر آ جاتا تو اسے دریافت کیے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ تم میں سے محمد ﷺ کون ہیں؟

گویا ذات نبوت کے لئے نہ کوئی مخصوص نشست گاہ تھی اور نہ ہی کوئی نمایاں کروفر اور نہ ہی کسی قسم کی امتیازی نام ونمود تھی جو ہر وارد و صادر کو اپنی طرف متوجہ کر پائے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کو فیاض ازل حضرت حق تعالیٰ جل شانہ نے جہاں دیگر بے پناہ کمالات اور گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان تمام میں اہم ترین کمال وخوبی مولانا کا سراپا ہنستا مسکراتا چہرہ تھا۔ سفر ہو یا حضر، مسند درس وتدریس ہو یا معرکہ مجادلہ ومناظرہ، حلقہ بزم یاران کہن ہو یا دل وجان سے نہ چاہنے والوں کا گروہ رقیباں، غرض کہ مولانا کو جس کسی نے دیکھا اور جس حال میں دیکھا ہمیشہ ہر گھڑی ہنستے مسکراتے دیکھا۔ زندہ دل، نیک طبیعت ایسے کہ یبوست وناگواری، چہرہ پر بل وتیوری کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ گویا مولانا اوکاڑوی اور

ہمہ وقتی دل آویز مسکراہٹ ایک ذات کے دو نام تھے۔ ہنس مکھ، خوش خرم تبسم زیر لب، چہرے پر عنا دل کو پیار آئے۔

تبسم تھا اس رنگ سے ان کے لب پر ۔۔۔ میں سمجھا کوئی جام چھلکا رہے ہیں

ایسے باکمال اس دنیا رنگ و بو میں نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

اتباع سنت میں ہمہ وقتی ہنستا مسکراتا چہرہ گویا مولانا کی طبیعت اور فطرت ثانیہ بن چکا تھا۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ولا رانی الا تبسم نبوت کے اس وصف خاص کی پیروی میں مولانا مرحوم اپنا دوسرا کوئی شریک و سہیم نہ رکھتے تھے۔ محبوب جان ﷺ کی ان طبعی اداؤں پر جان چھڑکنے والے مخلصین کا دیگر معمولات نبوی پر عمل کا جو حال ہوگا وہ دیدہ باید!

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذی اصطفی اما بعد ۔یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب بندہ ناچیز جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس پر مامور تھا، بالخصوص تجوید کے اسباق میرے ذمہ تھے۔ جامعہ کے سابق رئیس استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمتہ اللہ علیہ نے سالانہ امتحان کے اختتام پر مجھے حکم دیا کہ دورہ حدیث کے طلبہ کا ایک گھنٹہ تجوید اور مشق کا بھی رکھا گیا ہے،اس کی ذمہ داری تم قبول کرو اور ان حضرات کو کچھ دن مشق کراؤ۔ بندہ نے بسر چشم اس کو قبول کیا اور تعمیل حکم میں ایک گھنٹہ تجوید کا شروع کرادیا۔اس دوران جب میں اپنے گھنٹہ سے فارغ ہو کر نکلتا تو عموماً جو چہرہ سب سے پہلے میرے سامنے آتا وہ مناظر اہل سنت وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ ہوتا تھا۔میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے اس سے قبل سطحی طور پر واقف تھا اور ساتھیوں سے ان کے اوصاف و کمالات سنتا رہتا تھا۔لیکن بالمشافہ ملاقات اور تلمذ کا شرف حاصل نہ کر سکا تھا۔بس میری اور حضرت علامہ اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات یہیں سے شروع ہوئی اور پھر روز بہ روز الحمد للہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔وقتاً فوقتاً آپ کے علوم و معارف اور علمی بصیرت سے فیض یاب ہونے کے مواقع بھی میسر آئے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اس علم و دانش کے سمندر کو اللہ رب العالمین نے اتنی بھاری بھر کم علمی شخصیت ہونے کے باوجود تواضع و خاکساری کا نمونہ بنایا تھا۔آپ اپنے اساتذہ و اکابر کا صحیح نمونہ تھے۔ چونکہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے برخوردار قاری محمد معاویہ سلمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ادارے جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن میں بحیثیت مدرس درجہ ناظرہ قرآن مجید پچھلے کئی برس سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس لئے حضرت والا جب بھی کراچی تشریف لاتے ہمارے جامعہ میں ضرور تشریف فرما ہوتے تھے اور پہلے سے فرمادیتے تھے کہ اس مرتبہ اتنے روز کا قیام ہوگا۔فلاں فلاں پروگرام ہوں گے۔آپ کی مسجد الفلاح کراچی میں کس روز بیان ہوگا یا جمعہ اگر خالی ہوتا تو حضرت انتہائی شفقت کے ساتھ بلا تکلف جمعہ کے لئے خود تشریف لے آتے تھے۔چنانچہ کئی مرتبہ حضرت کا بیان ہوا۔اور جامعہ کے طلبہ و اساتذہ اور علاقے کے عوام کو استفادے کا سنہری موقع میسر آیا۔

اگر چہ حضرت اوکاڑوی سے بندہ کا تعلق صرف چند برس ہی سے قائم ہوا لیکن اس دوران تھوڑا بہت جو

بھی موقع استفادے کا ملا الحمدللہ اس سے بہت ہی زیادہ نفع ہوا کیونکہ رسمی طور پر سند یافتہ عالم ہو جانے کے بعد ہمارے اندر ایک بنیادی خامی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنے آپ کو فارغ التحصیل عالم سمجھنے لگتے ہیں اور عملاً اس کا مطلب ہوتا ہے فارغ عن التحصیل یعنی اب ہمیں کچھ حاصل کرنے کی چنداں حاجت نہیں رہی، حالانکہ درحقیقت اب ہم میں اس بات کی کچھ اہلیت پیدا ہوتی ہے کہ مناظر اہل سنت علامہ اوکاڑوی جیسے محقق و مدقق کی علم و تحقیق سے لبریز گفتگو کو سن کر کچھ بات کو سمجھنے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کا ذوق اور جستجو ہم میں پیدا ہو۔ یہ بات میں نے اپنے مشفق مربی اور استاذ نامور محدث و ناقد محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ میں پائی کہ حضرت کا انداز درس اتنا دلنشین اور تحقیق انیق سے اتنا مزین ہوتا کہ ایک مرتبہ اس کا ذائقہ چکھنے کے بعد چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ حضرت والا بار بار کتب متعلقہ کی مراجعت کرواتے جاتے تھے۔ طالب علم سے کتاب اٹھواتے اور اس کتاب کی بائے بسم اللہ سے تائے تمت تک ہر نمایاں اور بنیادی خصوصیت کا بالتفصیل ذکر فرماتے۔ مصنف کا پورا تعارف کرواتے، اس موضوع کی دوسری کتابیں مطبوعہ وغیر مطبوعہ متقدمین و متاخرین مصنفین کی بھی بتاتے تھے اور یہ بھی بتا دیتے تھے کہ یہ کتاب اگرچہ مطبوعہ نہیں میں نے اس کا نسخہ فلاں زمانے میں فلاں کتب خانے میں دیکھا ہے یا فلاں فہرست کتب میں اس کا تذکرہ دیکھا ہے۔ غرض تمام معلومات بلا تکلف انتہائی فراخدلی کے ساتھ طالب علم کو مدلل طریقے پر فراہم کر دیتے تھے، اور اس معاملے میں قطعاً بخل سے کام نہ لیتے تھے۔

حضرت اوکاڑوی بھی تقریباً انہی خصوصیات اور صفات سے مزین تھے۔ کسی بھی مسئلے سے متعلق پوری پوری معلومات طالب علم کو فراہم کرنا مراجعت کے لئے متعلقہ کتابوں کی نشاندہی کرنا اور یہ بتانا کہ یہ مسئلہ یا یہ واقعہ احادیث کی کن کن کتابوں میں ہے ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ اس معاملے میں الحمدللہ حافظہ و قوتِ ذاکرہ اتنا ساتھ دیتی تھی کہ سننے والے انگشت بہ دنداں رہ جاتے تھے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات وھبیہ سے مزین فرمایا تھا۔ یہی وجہ کہ کہ مروجہ، اصطلاحی اور متداول کتب جن میں کئی ایسی بھی ہیں جن کو آپ نے درس گاہ میں پڑھا مگر بسا اوقات ان کتابوں کے مسائل بلا تکلف اور برموقع و محل ایسا بیان فرماتے کہ اچھے اچھے ذی علم بھی آپؒ کے فضل و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکتے۔

آپؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی اکابر بزرگوں اہل اللہ خصوصاً حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور درحقیقت یہ انہی کا فیض ہے۔

رب العزت نے ہر باطل کی سرکوبی، ہر گمراہی کی بیخ کنی اور فتنہ کے سدباب کے لئے آپ کو پیدا فرمایا تھا۔ دور حاضر میں جو دراصل فتن اور دعاۃِ ضلال کا زمانہ ہے اس کا ایک عنوان غیر مقلدیت بھی ہے۔ دوسری طرف مودودیت ہے، مرزائیت ہے، پرویزیت ہے، رفض و شیعیت ہے، پھر ان سے جنم لینے والے ان گنت فتنے اور

گمراہیاں ہیں جن کی ہر محاذ پر تردید کرنا اور بر موقع سرکوبی کرنا حضرت کی زندگی کا مشن تھا اور جس طرح آپ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی ذہن سازی فرماتے اسی طرح کالج ویونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کی بھی ذہن سازی فرمایا کرتے تھے۔ دوران وعظ وتقریر، اسی طرح دوران تدریس ومناظرہ حضرت انتہائی شگفتگی وشائستگی کے ساتھ انتہائی پرسکون انداز میں علمی جواہر پاروں کے موتی نچھاور فرماتے رہتے تھے۔ اس دوران بات بات پر مسکراہٹ اور معصومانہ ہنسی کا انداز ان کے جذب وکیف اور وجدانی کیفیت کی غمازی کرتا تھا۔ میں اپنی ناقص معلومات کے مطابق اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں نے کسی مشکل سے مشکل سوال واعتراض اور انتہائی پیچیدہ اشکالات کے سامنے بھی حضرت کو کبھی گھبراہٹ وپریشانی یا غصہ وجذبات سے مغلوبیت کی حالت میں نہیں دیکھا۔ درشتگی وکرختگی غالباً ان کی لغت سے خارج تھی۔ ایسا پتہ چلتا تھا کہ یہ برہمی اور دشنام طرازی کی الف۔ب سے بھی واقف نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے وہ حضرات بھی اس کی گواہی دیں گے جنہوں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے یا انہیں کچھ وقت ان کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا ہو۔

آپ نے ایک مقولہ سنا ہوگا کہ جب اللہ کسی کو حسن دیتا ہے تو اس میں نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ اسی سے یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان علم وتحقیق کی ان بلندیوں کو چھولیتا ہے کہ جہاں ہر ایک کی رسائی ممکن نہ ہوتو اس میں خود اعتمادی کچھ ضرورت سے زیادہ پیدا ہو جاتی ہے جس کی بدولت اس میں تفردات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ تفرد وانفرادیت کسی عالم دین کے لئے انتہائی مہلک اور پر خطر ہے اس لئے موجودہ دور میں اکثر فتنوں اور افتراق کی بنیاد یہی تفرد ہے۔ حضرت اوکاڑوی کو اللہ تعالیٰ نے باجود علمی کمالات کے نہ صرف اس تفرد سے محفوظ رکھا بلکہ ان کے اندر اپنے اسلاف واکابر جیسی تواضع وانکساری بھی پیدا فرمائی۔ چنانچہ ہر ایک کو وقت دینا، اس کی بات پوری توجہ سے سننا، اور حتی الامکان اس کی تسلی کرانا عام طور پر سادہ کپڑے ولباس زیب تن کرنا، کوئی خاص ہیئت نہ اپنانا، اپنے تلامذہ اور چھوٹوں سے بے تکلف گفتگو کا انداز، ہر ایک سے اس طرح پیش آنا جیسے کہ سب سے زیادہ تعلق اسی سے ہے، عام طور پر ریل گاڑی سے سفر کرنا اور پھر عام ڈبے میں سفر کرنا، اپنی تعریف وتوصیف سے قلب کا متوحش ہونا امتیازی سلوک سے طبیعت پر گرانی ہونا اور اس جیسی بعض دوسری خصوصیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں خصوصی طور پر صدیقیت کا وصف پیدا فرمایا تھا جو دراصل صدق نیت کی بھی نشاندہی کرتا تھا۔

یوں تو ہم سب اس بات کے عادی ہوگئے ہیں کہ دور حاضر میں جو بھی اکابر علماء وصالحین دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ہم رسمی طور پر اپنی تقریروں وتحریوں میں ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ مگر ان کی سادہ زندگی بے غرضی وبے نفسی، اخلاق وللّٰہیت سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے اور اپنے آپ کو اپنے اسلاف واکابر کا نمونہ بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ شہرت وناموری کے جذبات سے اپنے دل ودماغ کو فارغ نہیں کرتے، وقت

سے پہلے بڑا بننے کا شوق ہمیں دامن گیر رہتا ہے۔ آج کل کے طلبہ علوم دینیہ و اساتذہ و علماء کے اتنے وسائل ہیں کہ نئی کتابیں جو بیروت و حجاز اور ایران وغیرہ سے چھپ کر لا تعداد آ رہی ہیں انہیں شوق سے خریدتے ہیں اور الماریوں اور بک شیلف کی زینت بناتے رہتے ہیں۔ مطالعہ کرنے کا وقت ہمیں ملتا نہیں، اپنی دلچسپیاں اور علائق و مصروفیات اتنی ہیں کہ انہی سے ہمیں فرصت نہیں جو کتاب ہاتھ میں لینے کا موقع ملے جبکہ ایک طالب علم اور خصوصاً عالم دین کے لئے مطالعہ لازمی ہے۔ اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرنا، اجتماع یعنی یکسوئی کو اختیار کرنا بالعموم اب یہ بات ہمارے ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ پھر مطالعے کی وسعت کے ساتھ یادداشت کا ساتھ دینا بھی ضروری ہے یعنی جو کچھ مطالعہ کیا جائے اسے ہضم بھی کر لے اور موقع آنے پر اس سے صحیح کام بھی لے لے اور نفس مطالعہ کے علم سے جو زیغ و ضلال اکثر پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے شر سے بھی محفوظ رکھے، اتنے وسیع مطالعہ کے باوجود اس میں اپنے اکابر و اسلاف سے بداعتمادی نہ پیدا ہو بلکہ اس تعمق اور دقت نظر کو بھی انہی اساتذہ اور بزرگو کا فیض اور ان کی جوتیوں کا صدقہ سمجھے۔

روز بروز نئی تحقیقات کی روشنی میں فرق ضالہ اور دعاۃ ضلال کی تردید میں منہمک ہو کر کوئی نیا فرقہ نہ کھڑا کر دے، ان تمام خطرات کا منڈلاتے رہنا اور ایسے تمام امراض کے جراثیم کا دل و دماغ میں موجود رہنا فی زمانہ کوئی انوکھی بات نہیں لیکن حضرت اوکاڑوی علیہ الرحمۃ پر قدرت کی جہاں اور گوناگوں مہربانیاں تھیں۔ اس میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ رب العزت نے حضرت والا کو اس تشتت و افتراق سے کوسوں دور رکھا اور آخر دم تک آپ اپنے اکابر علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ دور حاضر کے نوجوان علماء و مناظرین اس سے سبق سیکھیں اور اپنے اساتذہ و بزرگوں سے وابستگی کو کبھی ختم نہ ہونے دیں کہ اس کے علاوہ ہماری شناخت و تشخص کچھ بھی نہیں۔ بسا اوقات اکثر سوالات کے جوابات تفصیلی طور پر برجستہ تحریر فرما دیتے اور اس کی اشاعت ہو جاتی تھی جبکہ مضمون سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے اس کے تحریر کرنے میں خاصا وقت اور قابلیت صرف کی ہوگی لیکن درحقیقت یہ قابلیت کی کارفرمائی نہ تھی بلکہ قبولیت تامہ اور اخلاص و توجہ الی اللہ کا نتیجہ تھی۔ یہ توفیق حق ہے جس کو ارزانی ہو جائے:

دادِ او را قابلیت شرط نیست　　　بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

گذشتہ سال یعنی ۱۴۲۰ھ حضرت والا ہمارے جامعہ میں تشریف فرما ہوئے۔ رات یہاں قیام فرمایا۔ صبح سویرے کہیں اور کا پروگرام تھا۔ بندہ نے عرض کیا حضرت مدرسہ میں کنواں کھودا جا رہا ہے تا کہ طلبہ کی ضروریات احسن طور پر پوری ہوں۔ لہٰذا مؤدبانہ التماس ہے کہ حضرت اپنے دست مبارک سے اس کی ابتداء فرمائیں۔ آپ نے بلا تکلف کدال لے کر کھودنا شروع کر دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کی یہ کرامت تھی کہ الحمد للہ پانی وافر مقدار میں میٹھا نکل آیا اور اب تک ایسا ہی ہے۔ میں عرض کیا کرتا کہ حضرت یہ پانی نہ صرف شیریں ہے اور عام

پانیوں کی طرح میٹھا ہے بلکہ اس میں حنفیت اور تقلید کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے (بطور ظرافت)

آخری ملاقات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۴۲۱ھ میں شش ماہی امتحان کے موقع پر ہوئی۔ اس وقت بھی آپ نزلہ و بخار کی تکلیف کے باوجود جامعہ میں تشریف لائے۔ مسجد میں بعد نماز مغرب بیان بھی فرمایا۔ بعد نماز عشاء درس بھی دیا اور والد بزرگوار حضرت مولانا قاری عبدالحق صاحب مدظلہ کی عیادت کے لئے مکان پر تشریف بھی لائے اور دعائے خیر فرمائی۔ پھر اگلی صبح جامعہ احسن العلوم میں درس حدیث کی وجہ سے رات ہی کو تشریف لے گئے کہ صبح سویرے وہاں درس دینا تھا اور پھر مزید آگے کا پروگرام طے تھا، اسی سفر میں کراچی میں آپ نے ہومیو پیتھک علاج بھی شروع فرمایا جس سے غالباً معتد بہ فائدہ نہ ہوا۔ اکثر معالجین کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ جب تک آپ مکمل آرام نہ فرمائیں اس تکلیف سے آپ کو راحت نہیں مل سکے گی، لیکن واجبی طور پر نیند و آرام بھی حضرت کو بہت کم میسر آتا تھا۔ چہ جائیکہ مکمل آرام کا موقع ملتا یہ تو جیسے ان کی فہرست میں داخل ہی نہیں تھا۔ مسلسل سفر، مطالعہ، تدریس تصنیف و تالیف اور ایک ایک دن میں تقریروں کے کئی کئی پروگرام یہ وہ عوامل واسباب تھے جو اچھے اچھے نوجوانوں کو بھی مضمحل کر کے رکھ دیتے تھے، جبکہ حضرت پہلے ہی مریض تھے بلکہ انہی کے بقول کراچی چھوڑنے کا سبب یہی تھا کہ ان کی صحت یہاں بہت خراب رہنے لگی تھی، لیکن مصروفیات اور معمولات میں کبھی تخلف نہیں دیکھا گیا۔

یہی ہمارے بزرگ واکابر کی شان تھی کہ حوادث واعذار کے معمولات کو متاثر نہیں کرتے تھے۔ بہر حال اس سلسلے میں حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا مذاق و مزاج یہ تھا کہ یہ عمر بہت تھوڑی سی ہے اس کو مکمل آرام وراحت کی نذر نہیں کرنا چاہئے بلکہ جتنا اپنے سے بن پڑے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ آخری ایام میں معمولات میں تخلف نہیں دیکھا گیا۔ وہی پانچ چھ گھنٹے طلباء کو پڑھانا، اسی رفتار سے مطالعہ کرنا اور الخیر وغیرہ رسائل کے مضامین لکھنا پھر طلبہ مدارس عربیہ کے علاوہ اساتذہ وعلماء سے ملاقاتیں کرنا اور یونیورسٹی وکالج کے اساتذہ وطلباء کو جو فرق باطلہ کے ڈسے ہوئے ہوتے دوائے راحت وسکون فراہم کرنا اور ان کے دلوں کو مسلک اہل حق پر مطمئن کر دینا تمام ذمہ داریاں حضرت والا بیک وقت پوری فرماتے۔ اسی طرح اپنے شب وروز دین حنیف کی حفاظت، سنت مطہرہ کی آبیاری، فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہوئے مورخہ ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کو خالق حقیقی سے جاملے۔

قاری محمد معاویہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے عشاء کے بعد یہ روح فرسا خبر سنائی اور حیرت وافسوس کے جذبات سے دوچار کر دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کراچی میں ہوتے ہوئے فوری طور پر حضرت کے جنازہ وتدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ حق تعالیٰ جل ذکرہ حضرت ممدوحؒ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مراتب میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے مشن کو جاری رکھنے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کی جملہ تلامذہ وپسماندگان کو توفیق مزید نصیب فرمائے۔ آمین۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی (ڈیرہ اسماعیل خان)

فلنصبر ولنحتسب فان المصاب من حرم الثواب

حُزنان لو بکت الدموع علیهما

عینای حتی تؤذنا بذهاب

لم تبلغا معشار من حقیهما

فقد الامین وفرقت الحافظ من الاحباب

الخیر بابت شعبان ۱۴۲۱ھ کی یہ خبر ہی کم اندوہناک نہیں تھی کہ خیر المدارس کے ناظم مالیات جناب عبدالمنان صاحب کے برادر اصغر تیس سال کی بھرپور جوانی میں سالہا سال سے طالبان افغانستان نقد نافذانِ اسلام ومحافظان دین وایمان کی معیت میں عظیم جہاد کے درجات عالیہ حاصل کرنے والے حافظ عبدالغفور صاحب اپنے عظیم مقصد غازیان اسلام کی ایک قسم کی حراست میں لسان نبوت یا ام حارثہ ابنک فی جنت الفردوس کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور انشاء اللہ ثم انشاء اللہ (واللہ حسیبہ) فزت ورب الکعبہ کے ورد کے ساتھ رب کریم کے حضور میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے شکوہ ناز میں یہ گنگنا رہے ہوں گے کہ:

زاں یار دلنوازم شکریست باشکایت

گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو ایں حکایت

شکر اس کا کہ پندرھویں صدی کی طویل مسافت کے باوجود حضرت حارث صحابی خادم رسول اللہ ﷺ کی سنتِ سنیہ کو دہرایا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا سامان ہی اتار رہا ہے کہ ایک سہم عائر نے ملک الموت بن کر وصال الٰہی کی دعوت دی اور آپ نے بہ ہزار مسرت اسے قبول فرمالیا۔ هنیا لارباب النعیم نعیمها اور آپ یہی اپنے غازیان اسلام بھائیوں کی خدمت میں مصروف حارث (خادم) کاسب یا حارس نگہبانی کرتے ہوئے سہم غرب سے شہید ہوئے۔

فما اشبه الیوم با لبارحة بہرحال یہ تو مقام شکر تھا۔ شکوہ اس کا کہ کاش مجھے پھر زندہ کرکے جوہر

شجاعت الاسلام اور لذت شہادت چکھنے کا اور بھی موقع دیا جاتا۔ لودددتُ ان اُقتل فی سبیل اللہ ثم اُحیٰ ثم اُقتل ثم اُحیٰ ثم اُقتل کی تمنا پوری نہ ہونے کی طبعی شکایت اور حسرت بہرحال جنت میں باقی رہی۔ ماشاء اللہ والا مربید اللہ

حادثہ ثانیہ بلکہ داھیۂ کبریٰ:

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت جسے امت مسلمہ مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کے نام سے پہچانتی تھی چھن جانا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

بنے تھے یوں تو ہم روز ازل سے غم اٹھانے کو
نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے

فی زمانہ آپ نے دینی فتنوں بالخصوص تقلید اسلام کی ربقہ سے سر نکالنے والوں کا جو مکمل اور مدلل تعاقب فرمایا اور ان کے حرکات شنیعہ کا ایک بڑا ذخیرہ جو آپ کے پاس محفوظ تھا سینہ سے سفینہ الخیر کے ذریعہ ملک و بیرون ملک سواد اعظم کے لاکھوں افراد تک پہنچایا۔ وہ دین قیم کی اس خدمت میں حق یہ ہے کہ منفرد تھے فجزاہ اللہ احسن ما جزیٰ احدا من العلماء الحففین العالمین الکاملین فی امت محمد ﷺ۔ اس کا شدید صدمہ ''الخیر'' اور اس کے باشعور قارئین کو ہی ہوسکتا ہے۔ آپ اور آپ جیسی خالص علمی شخصیتوں کے سرّی شہادتوں کی حکمتیں تو خدا جانے مگر ایک حکمت الٰہیہ یہ بھی مضمر ہوسکتی ہے کہ اسے اعداء اسلام فرقہ واریت کا نام دے کر اسلام اور علماء اسلام کے خلاف استعمال نہ کرسکیں اور ساتھ ہی خود ہم جیسے غفلاء بروزن علماء کاش کہ یہ سمجھ سکیں کہ شہید حنفیت حضرت امین جیسی خالص علمی شخصیت کو خود رب کریم کیوں امت سے چھین رہے ہیں، بالخصوص ان سیاسی محاذوں پر جو اسلام کے نام سے کام کر رہے ہیں۔ انتہائی باعث عزت ہے جو کہ بار بار متعدد اور مختلف اتحادوں کے نام سے اکٹھے ہوکر ہر قسم کے مطالبات پر بار بار آواز اٹھا سکتے ہیں لیکن نظام حکومت کی تین بنیادی کفریات (۱) آخری فیصلہ اسمبلیوں کی اکثریت کا (۲) دستور ساز اسمبلیوں میں غیر مسلموں کی باعزت شوکت اور (۳) بالغ رائے دہی کے ذریعہ انتخاب۔

افسوس صد افسوس کہ اس امریکی تثلیث کے خلاف بھرپور آواز اٹھانے کی جرأت سے محروم ہیں۔ فتنوں کی یلغار میں مولانا محمد امین اور مولانا محمد موسیٰ خان کی وفات بھی کیا امریکہ کی سازش ہے اور جب یہ دشمنان اسلام کی سازش نہیں ہے تو پھر اسلام کے نام لیواؤں سے رب رحیم و کریم کی ناراضگی کی ہی کھلی علامت ہے جس کے متعلق پیغمبر اسلام علیہ وعلی آلہ واصحابہ الف الف صلوٰۃ وسلام نے چودہ سو سال پہلے واضح الفاظ

میں تنبیہ فرمادی تھی کہ: ان اللہ لاینتزع العلم انتزاعا ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذا لناس رؤسا جُھّالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ......اس لئے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اگر دین کے نام لیوا حضرات کو خداوند قدوس کی ناراضگی سے اپنے آپ کو اور ملک کے عوام بالخصوص دینی مدارس مساجد اور خانقاہوں اور مراکز تبلیغیہ کو بچانا ہے تو مختلف شاخوں کو چھانٹنے کی بجائے کفر کی ان بنیادوں کے خلاف بھرپور آواز اٹھانی ہوگی ورنہ ہر سعی ناتمام اور ہر آرزو بے ہنگام ثابت ہوگی۔ طبقہ علماء کا یہ ادنیٰ خادم عرصہ آٹھ سال سے یہ آواز ایک ایک جماعت پر اتحاد اور ہر جریدہ اسلامیہ تک اپنے ضعف ونقاہت اور بے اثری و بے رسوخی کے باجود پہنچا رہا ہے مگر یہ صدا صدا بصحرا ثابت ہورہی ہے۔ صاحب اختیار حکمرانوں کو تو اس کے بغیر کیا کہا جاسکتا ہے کہ فما اصبرھم عی النار

نالہ دلگیر نہیں آہ میں تاثیر نہیں　　　اب تو ملنے کی مگر آپ سے تدبیر نہیں

اور بھاری بھرکم اثر ورسوخ رکھنے والے زعماء جو بزعم خود اسلامی نظام کے نام سے کام کررہے ہیں ان کو یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا:

خرد نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے

وکیل حنفیت، پاسبان مسلک اہل سنت علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ صاحب کے متعلق چند یادداشتیں اور واقعات عرض کر رہا ہوں تا کہ اس کارِ خیر میں اس ناچیز کا کچھ حصہ شامل ہو جائے۔ شاید کہ نجات کا بہانہ بن جائے۔ بندہ ناچیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اوکاڑویؒ سے شاگردی کا شرف بخشا۔ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی محلہ جہلم میں اکثر تشریف لاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ تو گیارہ دن جامعہ میں قیام فرمایا اور ''رد فرق باطلہ'' خصوصاً غیر مقلدین اور منکرین حیات النبی ﷺ کے خلاف طلباء کو تیاری کروائی۔ ہر روز مسلسل چار گھنٹے کا حضرت کا درس ہوتا تھا۔ طلباء کو لکھواتے تھے، جب سمجھتے کہ ان کو تھکاوٹ ہو رہی ہے کوئی لطیفہ سنا دیتے اور اپنے مناظروں کے عجیب وغریب واقعات سناتے۔ جن سے طلباء کی تھکاوٹ بھی دور ہوتی اور علمی فائدہ بھی ہوتا۔ طلباء جو سوال کرتے بڑی شفقت سے جواب دیتے رہتے۔

جب تک حضرت اوکاڑویؒ کا تعارف نہ تھا ہم سمجھتے تھے کہ بریلوی تو جاہل ہیں لیکن غیر مقلدین اور مماتی ٹولہ علم والے ہیں۔ ان سے بحث کرنے کے لئے اچھی بھلی تیاری کی ضرورت ہے لیکن جب حضرت رحمہ اللہ کی تقاریر اور درس سنے تو یہ سمجھ آئی کہ غیر مقلدین بریلویوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں اور اسی طرح مماتی ٹولے کے پاس بھی قرآن کا فہم بالکل نہیں۔ یہ لوگ قران کا نام لے کر عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر جامعہ حنفیہ جہلم میں چھ گھنٹے مسلسل درس دیا اور پھر دوپہر کا کھانا کھا کر سفر شروع کیا۔ گوجرانوالہ میں نماز ظہر کے بعد عصر تک بیان فرمایا اور پھر وہاں سے لاہور کا سفر فرمایا اور لاہور میں نماز عشاء کے بعد دو تین گھنٹے بیان فرمایا۔

جامعہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ بندہ ناچیز ان کی خدمت پر مامور تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضرت آپ سکول بھی پڑھاتے ہیں اور تبلیغی جلسوں پر بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ دونوں کام کیسے سرانجام دیتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میں چھٹیوں کے علاوہ اس جگہ کے لئے تاریخ دیتا ہوں کہ رات کو بیان کر کے صبح سکول پہنچ جاؤں۔ دن کا کھانا بالعموم چھوڑ دیا ہے کہ راستے میں کہیں قضائے حاجت کی ضرورت نہ پڑے تا کہ گاڑی

سے لیٹ نہ ہو جاؤں اور پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔

ایک دفعہ ہمارے ہاں ٹمن مدرسہ اہل سنت حیات النبی ﷺ میں تشریف لائے۔ نماز جمعہ سے قبل حضرت کا بیان تھا۔ حضرت کو بخار تھا، میں پریشان ہوا کہ حضرت کیسے بیان فرمائیں گے؟ تو میری کیفیت پہچان گئے اور فرمایا فکر نہ کریں میں تقریر پوری کروں گا۔ پھر حضرت نے گھنٹہ سے زیادہ بیان فرمایا۔ مدرسہ کا نام سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا مدرسہ بڑا ضروری ہے۔ یہ کام بنیادی اور پائیدار ہے۔ جمعہ پڑھا کر حضرت کا رات کو تلہ گنگ شہر میں حضرت مولانا قاری عبدالحمید صاحب فاروقی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جگہ پروگرام رکھا ہوا تھا، لیکن فرمایا کہ صحت ٹھیک نہیں اس لئے ان سے معذرت فرمائی اور فرمایا ہفتہ کو سالانہ سنی کانفرنس بمقام بھیں ضلع چکوال میں، میں نے ضروری بیان کرنا ہے۔

حضرت اقدس مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی نور اللہ مرقدہ اور اپنے شیخ وکیل صحابہ ولی کامل مجاہد اسلام اہل سنت حضرت اقدس سیدی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور ان بزرگوں کا بہت زیادہ ادب فرماتے تھے۔

اور فرماتے کتابوں میں جو بزرگوں کے ایک دوسرے کے ادب کے واقعات پڑھے تھے وہ عملی شکل میں ان بزرگوں میں دیکھے ہیں۔ فرمایا کہ میں جہلم مدرسہ میں حاضر ہوا۔ حضرت اقدس سیدی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فون آیا تو حضرت جہلمی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے باادب اور دوزانو بیٹھ کر سنا تو میں حیران ہوا کہ کتنا ادب فرماتے ہیں۔ فرماتے تھے ان بزرگوں کے پاس آ کر قول وفعل میں موافقت دیکھی ہے ورنہ اکثر جہاں گیا ہوں قول وفعل میں تضاد نظر آتا ہے۔ اسی عقیدت کی بنیاد پر حضرت نے حضرت اقدس سیدی ومرشدی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ ہر باطل کے خلاف اہل سنت کی تلوار تھے اور مسلک حقہ کے پاسبان اور مناظر تھے۔ فرماتے تھے اتنا تجربہ ہو گیا ہے کہ ہر باطل کے ساتھ جو بھی شرائط ہوں میں مناظرے کے لئے تیار ہو جاتا ہوں۔ اتنے بڑے علامہ اور مناظر ہونے کے باوجود سادگی اور تواضع بہت زیادہ تھی۔ مال وجاہ کی ہوس بالکل نہ تھی۔ تحریک خدام اہل سنت والجماعت سے کے بزرگوں سے اس لئے بھی عقیدت زیادہ تھی کہ مسلک حق کی حفاظت کی خاطر یہ بزرگ اپنے پرائے کا لحاظ اور فرق نہیں کرتے۔ اکابر علمائے دیوبند کے مسلک کی پاسبانی کو ہر حال میں مقدم رکھتے ہیں۔ یہی اہل حق کا شیوہ ہے اور ہونا چاہئے۔

عیسائیت، قادیانیت، پرویزیت، شیعیت، خارجیت، یزیدیت، غیر مقلدیت، مودودیت، مماتیت وغیرہ ہر باطل کا بڑی جرأت واستقامت سے حضرت نے مقابلہ فرمایا اور اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ حضرت رحمہ اللہ

نے صرف زبانی نہیں بلکہ تحریراً بھی یہ کام سرانجام دیا اور علماء حق کے لئے بڑی آسانی فرمادی۔ ان کے رسائل اور ”تجلیات صفدر“ صدیوں تک امت کی رہنمائی کا عظیم سرمایہ ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ طریقت میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ولایت کو ظرافت میں چھپا رکھا تھا ورنہ صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ حضرت کی ایک کرامت تو وصال کے بعد آپ کے چہرہ مبارک پر مسکراہٹ تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ صرف آواز نہیں آرہی ورنہ یقیناً ہنس رہے ہیں، جیسا کہ مسلم شریف کے راویوں میں سے حضرت ربعی یا ربیعی کا واقعہ ہے کہ جب ان کو غسل دینے لگے تو وہ مسکرانے لگ گئے۔

حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت جو آپ نے خود بیان فرمائی تھی میرے پاس حضرت کی وہ کیسٹ بھی موجود ہے۔ فرمایا گجرات میں کچھ لوگ مجھ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باقاعدہ پروگرام بنا کر آئے۔ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی حیات مبارکہ اور سماع عند القبر کے منکر تھے۔ میں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور ﷺ اور میرے ابا جان حضرت صدیق اکبرؓ کی مبارک قبریں تھیں تو میں پورے پردے کے بغیر بھی چلی جاتی تھی لیکن جب حضرت فاروق اعظمؓ کی قبر مبارک بنی تو پورے پردے کے ساتھ جاتی تھی کیونکہ وہ میرے لئے غیر محرم تھے۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ اگر صحیح حدیث ہے تب بھی عقل کے خلاف ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ اماں عائشہؓ ایسی بات نہیں کہہ سکتیں۔ حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ میں نے ان کو دو مثالوں سے سمجھایا کہ یہ بات حضرت عائشہؓ کا فرمان عقل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک مثال تو یہ دی ہے کہ بجلی کا کھمبہ کتنا بڑا ہوتا ہے لیکن اس میں کرنٹ پہنچ جاتا ہے، لیکن کاغذ جتنا بڑ رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس سے بجلی پار نہیں ہوتی۔ بعض چیزیں موصل ہوتی ہیں اور بعض غیر موصل اس لئے قبر سے مٹی کے اندر سے نگاہ باہر آجاتی ہے لیکن کپڑے سے پار نہیں ہوسکتی۔ دوسری مثال یہ دی کہ ایک آدمی جاگ رہا ہے اور کہے کہ مجھے بیت اللہ شریف نظر آرہا ہے تو لوگ نہیں مانتے۔ اگرچہ اس کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہو لیکن ایک آدمی سو رہا ہو بیدار ہو کر کہے کہ میں خواب میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا، تو ہم سب مان لیتے ہیں۔ اب اگر اس سے پوچھا جائے کہ اور کون کون طواف کر رہا تھا تو وہ کہے گا کہ فلاں فلاں آدمی تھے۔ پھر اس سے سوال ہو کہ وہ آدمی آپ کو ننگے نظر آرہے تھے یا کپڑوں میں تو وہ کہے گا کپڑوں میں۔

اب یہ کوئی نہیں کہیگا کہ جو نگاہ اتنی دور نیند کی حالت میں پہنچ گئی وہ ان کپڑوں سے کیوں پار نہیں ہوئی۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ سن کر وہ آدمی مجھے کہنے لگا کہ ہم آپ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تھے، چھرے ہمارے پاس ہیں لیکن جس طرح آپ نے ہمیں مسئلہ سمجھایا ہے پہلے کسی نے نہیں سمجھایا ورنہ ہم انکار نہ کرتے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ

حضرت آپ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری سے مناظرہ کر لیں تا کہ ہمیں ان کی جماعت چھوڑنا آسان ہو جائے کیونکہ ہم ان کی جماعت کے اہم رکن ہیں۔ مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ میں نے سکول جانا ہے، تین گھنٹے مزید ٹھہر سکتا ہوں۔ آپ لوگ ان سے بات کر لیں ورنہ پھر کسی وقت طے کر لیں۔ جب وہ لوگ شاہ صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ امین جاہل ہے۔ میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا۔ ان آدمیوں نے کہا کہ ہمیں تو انہوں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ انکار حیات سے توبہ کر گئے۔

ایسی ہی کرامت علامہ اوکاڑویؒ کے پہلے شیخ قطب زماں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مشہور ہے کہ کچھ لوگ آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کی مسجد شیرانوالہ میں گئے کہ یہ گستاخ رسول ہے۔ معاذ اللہ۔ لیکن جب گئے تو اتفاقاً حضرت لاہوریؒ شان رسالت ہی بیان فرما رہے تھے۔ انہوں نے سنا تو حیران ہو کر کہنے لگے کہ یہ تو سچے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ پھر انہوں نے توبہ کر لی۔

ہمارے شہر ٹمن کے ایک مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد صدیق اکبر صاحب دامت فیوضہم جو کہ خیر المدارس میں افتاء کا کورس کرتے رہے ہیں انہوں نے حضرت کا واقعہ سنایا کہ سفر میں حضرت اپنے ساتھ کوئی ساتھی لینا پسند نہ فرماتے۔ ایک دفعہ کسی ساتھی نے اصرار کیا کہ حضرت میں آپ کے ساتھ سفر کروں گا تو فرمایا کہ شرط یہ ہے کہ راستہ میں میرے ساتھ باتیں نہ کرنا کیونکہ اپنے ذکر وظیفہ کی کمی جو مدرسہ اور گھر میں رہ جاتی ہے وہ سفر میں پوری کرتا ہوں۔

ایک دفعہ میں نے عرض کی حضرت آپ کی صحت اور عمر کا تقاضا یہ ہے کہ گاڑی ہونی چاہئے۔ جلسہ والوں سے مطالبہ کرنا چاہئے۔ فرمایا ان لوگوں پر بوجھ بننا مناسب نہیں۔ میں عام گاڑیوں میں ہی سفر کروں گا۔ اپنے مرشد حضرت اقدس امام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ عقیدت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ کسی حادثہ کی وجہ سے حضرتؒ کچھ زخمی تھے لیکن اس حال میں بھی ۱۲ ربیع الاول کو رحمۃ للعالمین ﷺ کانفرنس چکوال میں تشریف لائے اور مفصل بیان فرمایا۔

فرمایا کہ ایک دفعہ میں ایک مدرسہ کے جلسہ میں حاضر ہوا۔ غیر مقلدین کے خلاف بیان تھا۔ وہاں پتہ چلا کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری بھی آئے ہوئے ہیں تو میں نے منتظمین جلسہ سے کہا کہ شاہ صاحب کی تقریر بعد میں کرانا میری تقریر پہلے ہو جائے، کیونکہ اگر ان کی تقریر پہلے ہوئی تو وہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے خلاف حسب عادت بولیں گے تو مجھے ان کا رد کرنا پڑے گا۔ اس سے غیر مقلدین خوش ہوں گے لیکن شاہ صاحب نے منتظمین سے اصرار کیا کہ میں ان سے پہلے تقریر کروں گا اور مسئلہ حیات النبی ﷺ پر یعنی اس کا رد ہی کروں گا۔ جب ان کی تقریر شروع ہوئی اور حسب معمول انہوں نے انکار حیات کا بیان شروع کیا تو میں نے چند احباب جو میرے پاس موجود

تھے ان سے کہا کہ شاہ صاحب جو بیان کر رہے ہیں ان سے قبل اہل سنت والجماعت میں سے کسی عالم کا یہ عقیدہ نہیں۔ ان لوگوں نے اپنی طرف سے چٹ لکھ کر شاہ صاحب کو دے دی کہ مولانا محمد امین صفدرؒ یہ فرماتے ہیں تو انہوں نے میرا نام لے کر کہا کہ ان کے مطالعے کی کمی ہے ورنہ ابن عبدالہادی حنبلیؒ کا یہی عقیدہ ہے۔ اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے خود چٹ لکھ کر بھیج دی کہ ابن عبدالہادی حنبلیؒ کی کتاب دیکھ لیتے ہیں اگر اس کا عقیدہ آپ کے ساتھ ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہو جاتا ہوں اور اگر اس کا عقیدہ میرے ساتھ ہے تو آپ ضد چھوڑ دیں۔ جب شاہ صاحب نے یہ چٹ پڑھی تو کہنے لگے کہ مناظرہ کرنا تو علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔ اصل وجہ یہ تھی کہ ابن عبدالہادی حنبلیؒ حیات النبی ﷺ اور عندالقبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں۔ غیر مقلدیت کی بیماری کے لئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سپیشلسٹ تھے۔

ان کے ساتھ ساتھ مولوی آپ کے مقابلے میں عاجز آ جاتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ایک مناظرہ میں غیر مقلدین کتابوں کا ٹرک بھر کر لائے اور میرے پاس ایک آدھ رسالہ تھا۔ انہی کی لائی ہوئی کتابوں سے ان کو لاجواب کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیان فرماتے تھے کہ شاہ صاحب گجراتی سے پہلے علماء، فقہاء، محدثین، محققین، متکلمین تو کجا کسی چور، زانی، شرابی بھی جو سنی ہو اس نے نبی کریم ﷺ کی حیات فی القبر اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر اور آپ ﷺ کے جسم مبارک سے روح کے تعلق کا انکار نہیں کیا۔

ایک دفعہ جہلم جامع مسجد گنبد والی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تین گھنٹے بیان فرمایا۔ اڑھائی گھنٹے چٹوں کا جوب دیتے رہے اور فرمایا کوئی سوال ہے تو لاؤ۔ غیر مقلد مناظر مولوی شمشاد سلفی آیا ہوا تھا۔ اس نے آدمی بھیجے جن کے ہاتھوں میں مناظرہ کے چیلنج کا اشتہار تھا۔ حضرت نے چیلنج قبول فرما لیا اور اعلان فرمایا کہ پوری نماز پر مناظرہ ہوگا لیکن آخر کار غیر مقلدین کے نمائندے خود آ کر مناظرہ سے معذرت کر گئے اور وعدہ کیا کہ ہمارے علماء، فقہ حنفی کے خلاف نہیں بولیں گے۔

ایک دفعہ حضرتؒ نے خود واقعہ سنایا کہ اوکاڑہ کے علاقہ میں ایک مرزائی مناظر نے شور مچایا۔ لوگ مجھے لے گئے۔ میں نے اس سے کہا تو اپنا دعویٰ بیان کر۔ اس نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد تشریعی نبی نہیں آ سکتا غیر تشریعی آ سکتا ہے۔ میں نے کہا سادہ لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ تیرے نزدیک نبی آ سکتا ہے رسول نہیں آ سکتا۔ اس نے کہا یہی مطلب ہے۔ میں نے کہا اپنے دعویٰ پر دلیل بیان کر۔ اس نے آیت پڑھی...... **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین**...... میں نے کہا کہ یہ تو ہماری دلیل ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا رسول کیسے آ سکتا ہے؟ ایسی آیت پیش کر جس

میں یہ ہو کہ اب نبی آ سکتا ہے، رسول نہیں آ سکتا۔ اس پر وہ لاجواب ہو کر کہنے لگا کہ آپ نے مجھے ایسا چکر دے دیا ہے کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ کیا بیان کروں۔

ایک جگہ کا حضرت نے واقعہ سنایا کہ ہمارے اہل سنت دوستوں سے شیعہ نے کہا کہ تم کہتے ہو ہمارے ہاں حافظ نہیں ہیں۔ ہم حافظ پیش کرتے ہیں۔ وہ لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے وہاں جا کر شیعوں سے جو اپنے آپ کو حافظ ظاہر کر رہے تھے کہا کہ تمہارے ماتھے پر تو یہ نہیں لکھا ہوا کہ تم شیعہ ہو۔ پہلے تم یہ تحریر دو، وضاحت کرو کہ یہ موجودہ قرآن محرف ہے کیونکہ شیعہ اثناعشریہ ہونے کے لئے تحریف قرآن کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اس پر بالکل لاجواب ہو گئے کیونکہ ان کا مقصد تو لوگوں کو یہ دھوکا دینا تھا کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں لیکن اب ان کا عقیدہ تحریف سامنے آیا ہے تو اور زیادہ پریشان ہو گئے۔ تحریف قرآن کا شیعی عقیدہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی کتاب ''تنبیہ الحائرین''

اہل بدعت کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ لوگ جو بدعات کرتے ہیں ان سے یہ سوال کرو کہ فقہ حنفی میں اس کا حکم کیا ہے اور وہ حکم فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے نکال کر دکھا دو۔ اپنے سکول کا ایک واقعہ سنایا کہ وہاں ایک مولوی صاحب نے اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کی بحث ماسٹر صاحبان میں چھیڑ دی۔ میں نے جا کر اس سے پوچھا کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ اس نے کہا مباح ہے۔ میں نے کہا مباح کی تعریف کر۔ اس نے کہا آپ ہی بیان کر دیں تو میں نے کہا کہ مباح کی تعریف تو یہ ہے کہ جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ نہ ہو۔ اس نے کہا یہی تعریف ہے تو میں نے کہا کہ یہ عجیب ہے کہ ویسے تو درود شریف پڑھنے سے ایک دفعہ پڑھو تو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو اذان سے پہلے پڑھنے سے آپ کے کہنے کے مطابق کوئی ثواب ہی نہیں۔ یہ سن کر وہ سکول سے ایسا بھاگا کہ پھر کبھی آتا ہی نہیں تھا۔

ایک دفعہ خود سنایا کہ ماہنامہ ''الخیر'' کے لئے صرف دو گھنٹوں میں شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور فسق یزید سے متعلق مضمون لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب علم اور ذہانت سے نوازا تھا۔

اس ناکارہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات و ارشادات جس طرح ذہن میں آئے عرض کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے، ان جیسا جذبہ، اخلاص، استقامت عطا فرمائے اور ان کے علوم سے مستفیض فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین!

مولانا عبدالغنی طارق لدھیانوی مدظلہ (رحیم یار خان)

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی النبیّ واصحابہ وعلیٰ ابی حنیفۃ واحبابہ .... وبعدفاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . کل نفس ذائقۃ الموت . وقال اللّٰہ تعالیٰ کل من علیہا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الموت جسریوصل الحبیب الی الحبیب ، وقیل لوکانت الدنیاتدوم لواحد لکان رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) فیہا مخلّدا.

اوائل شعبان ۱۴۲۱ھ میں بندہ پر اس وقت گویا صاعقہ آسمانی گر پڑی جب اچانک یہ خبر کان میں پڑی کہ استاذ مکرم، رہبر کامل، جبل علم، مجتہد وقت، ولی کامل، صوفی باصفاء، عالم باعمل، ماہر فن اسماء الرجال، فاتح غیر مقلدیت، قاطع مماتیت، شمشیر اسلام، ترجمان اہلسنت، وکیل احناف، امام المتکلمین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی ہمیں بے سہارا، بے آسرا چھوڑ کر دار فانی سے دار بقاء کی طرف، دار عمل سے دار جزا کی طرف دار مصائب سے دار راحت کی طرف، اور مخلوق سے خالق کی طرف انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر سن کر گھڑی بھر کے لئے سکتہ کی سی کیفیت کا عالم رہا، زبان بولنے سے، کان سننے سے، دل ودماغ سوچنے سے اور پاؤں حرکت سے رک گئے۔

جب افاقہ ہوا تو زبان بجائے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے اس خبر کا انکار کر رہی تھی، دل ودماغ اس بات کو اپنے اندر جگہ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ جب ہاتھوں میں حرکت پیدا ہوئی تو ڈرتے ڈرتے فون کو ہاتھ لگایا۔ ایک جگہ، دوسری جگہ، تیسری جگہ سے تسلی بخش جواب نہ ملا تو امید بڑھ گئی، چہرہ پر رونق لوٹنے لگی، دل ودماغ خوشخبری دینے لگے، ہاتھ پاؤں کی حرکت میں روانی آ گئی، آخر جب چوتھی جگہ فون کیا تو وفات کی تصدیق سے کئی گنا زیادہ سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی، آنسو جاری ہوگئے، دل ودماغ سے آواز آنے لگی کہ قیامت قائم ہوگئی، دل اس لمحے زندگی سے زیادہ موت کو پسند کرنے لگا کیونکہ حضرت کے بعد زندگی ایک فضول چیز نظر آنے لگی، وقت کے ضیاع کا

یقین ہونے لگا،

اب ہماری ہر بات اور ہر سوال کا جواب کہاں سے ملے گا؟ یہ باتیں ذہن میں گردش کرنے لگیں۔

حضرت کے بعد ان جیسا کون ہوگا؟ کہاں سے آئے گا؟ یہ سوالات ابھرنے لگے۔ ابھی یہ حالت ختم نہ ہوئی تھی کہ شہر کے علماء کرام اور طلباء کے مجھ تک یہ خبر پہنچانے کے لئے تانتا بندھ گیا۔ ہر آنے والا حضرت کے غم میں بجائے کمی کے اضافہ کا سبب بنتا رہا، بار بار چہرہ بے رونق، زبان ساکت، ہاتھ بے حرکت، پاؤں سے چلنے کی سکت چھنتی رہی۔ اگر میں اس لمحہ کی کیفیت کو حضرت فاطمہؓ کے الفاظ میں بیان کروں تو ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ سیدہ فرماتی ہیں

صبّت عليّ مصائب لو انّها　　　صبت على الايام صرن لياليا

اس لمحہ سے لے کر آج تک دل ودماغ حضرت کی موت کی تصدیق کرنے سے انکاری ہے اور نہ جانے یہ کیوں ہے؟ دراصل حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کا نام نہیں تھا بلکہ وہ مسلک علماء دیوبند کی پہچان بن گئے تھے۔ ان کے نام سے مسلکِ حق یعنی مسلکِ اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی پہچانا جاتا تھا۔

ان کے نام سے تمام فتنے دب جاتے تھے۔ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ ماہر فن نہیں بلکہ ماہر فنون تھے، فاتح مذہب نہیں بلکہ فاتح مذاہب تھے اور قاطع اہل باطل تھے۔

اہل باطل کو مالیخولیا نہیں بلکہ امین صفدر خولیا ہو گیا تھا:

حضرت استاذ کے نام سے غیر مقلدیت (اہلحدیث) مماتیت (منکرین حیات النبی وسماع النبی عند القبر) مرزائیت، عیسائیت، اسدیت (اسدی) پرویزیت (منکرین حدیث) بریلویت، شیعیت، مودودیت، مسعودیت (مسعودی فرقہ جماعت المفسدین کراچی) عثمانیت (فرقہ عثمانی کراچی) چتروڑیت (گستاخ رسول کا ایک ٹولہ) یزیدیت اور دیگر اہل باطل کانپتے اور تھرتھراتے تھے۔

ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضرت استاذ ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ مناظرہ کے نئے اصول وضع کئے، مناظرہ کو نیا رنگ دیا، مناظرہ میں باطل نے جو صدیوں محنت کر کے عنوانات ہی بدل دیئے تھے ان کی نشاندہی کی۔ باطل کی خوب باطنی تلاشی کی تا آنکہ ان کے خبث باطن کو ظاہر کر دیا۔ ان کی ملمع سازی کو واضح کر دیا۔ ان کے بظاہر پرکشش ناموں کی (خواہ وہ اہل قرآن ہوں یا اہل حدیث، حزب اللہ ہو یا اشاعۃ التوحید والسنہ) دھجیاں بکھیر دیں۔

عوام وخواص کے لئے مسلک حق معتدل مذہب واضح فرمایا۔ ہر موضوع پر جس میں صدیوں سے ابہام واجمال تھا بقدر ضرورت ابہام کو دور فرمایا۔ اجمال کی تفصیل بیان فرمائی۔

جب حضرت کے مضامین میں سے بعض مضامین (جیسے غائبانہ نماز جنازہ، ایصال ثواب، تعویذ کی

حقیقت، اثبات عذاب قبر، تین طلاق، رفع الیدین وغیرہ) نظر سے گزرے تو مذہب حنفی کے بارے میں اطمینان قلب نصیب ہوا۔ دل باغ باغ ہوگیا۔ دل سے دعائیں نکلیں۔ اشکالات رفع ہوئے۔ قرآن وسنت واقوال سلف کے معنی ومطلب اور مفہوم میں باطل نے جو جعل سازی اور کذب بیانی کی وہ ساتوں زمین تلے دب کر رہ گئی۔ حقیقت کیا تھی اس سے شناسائی ہوئی۔ مناظرہ کا فن جس کے سیکھنے کے لئے رجال پیدا کئے جاتے تھے وہ حضرتؒ کی صحبت میں بچوں کا کھیل معلوم ہونے لگا، اس بارے میں غزالیٔ زمان، رئیس الاتقیاء، رہبر شریعت، صوفیٔ باصفا، محدث اعظم پاکستان، امام المفسرین، شیخ الحدیث، علمی دنیا میں انقلاب بپا کرنے والی بیسیوں کتب کے عظیم مصنف استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ "مناظرہ ایک مشکل ترین فن تھا کہ اس کے نام سے شیخ الحدیث بھی کانپتا تھا اللہ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی کو کہ انہوں نے اس فن کو اتنا سہل کر دیا ہے کہ اب ہمارا فارسی پڑھنے والا طالب علم اھل باطل کے نام نہاد شیخ الحدیث سے بھی مناظرہ کر سکتا ہے۔"

یہی وجہ تھی کہ استاذ مکرمؒ کی وفات پر حضرت الشیخ مدظلہ نے فرمایا کہ "اتنا غم مجھے کبھی اپنے عزیز واقارب پر نہیں ہوا جتنا مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کی وفات پر ہوا"

میرے بعض تلامذہ حضرت استاذؒ کی وفات کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے کہ حضرت اب کیا ہوگا؟ اس پر میں نے ان سے کہا کہ ان ہم لوگوں کو تو مطمئن کریں گے لیکن ہمیں کوئی مطمئن کرنے والا نہ ہوگا۔

رائے ونڈ سالانہ اجتماع پر حضرت مولانا منیر احمد مدظلہ، استاذ حدیث باب العلوم کہروڑ پکا سے ملاقات ہوئی، حضرت نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ عرض کیا حضرت حال سے تو اسی روز بے حال ہو گئے تھے جس روز استاذ مکرمؒ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔

حضرتؒ کی وفات کے بعد اب تک اس موضوع پر کام کرنے کی طرف طبیعت مائل نہیں ہو رہی۔ یہ سوال بار بار دل ودماغ میں گھومتا ہے کہ اب اگر کسی موقع پر کوئی مشکل پیش آ گئی تو اس کے حل کے لئے کس کے دروازے پر دستک دوں گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت استاذؒ کے درجات بلند فرمائے حضرتؒ کا کچھ سرمایہ تجلیات صفدر اور مجموعہ رسائل کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ تجلیات صفدر کی بیس تیس جلدیں حضرت کی زندگی میں چھپ جاتیں شاید وہ مشکل مراحل میں حضرت کی غیر موجودگی کا احساس کم کر دیتیں لیکن وائے ناکامی ایسا نہ ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے خیر المدارس کے مدیر فاضل اجل مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ کو اور ماہنامہ "الخیر" کے ناظم حضرت مولانا فیاض احمد عثمانی صاحب مدظلہ کو جنہوں نے اس عزم کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم حضرت استاذؒ کے بیانات کا سلسلہ جاری رکھیں گے واقعی یہ ایک اہم کام ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے۔

جیسے تکرار عبادات میں تھکان نہیں بلکہ چستی پیدا ہوتی ہے خصوصاً حج جیسے عمل سے۔ بعینہ اسی طرح

حضرت استاذ اوکاڑویؒ کے مضامین میں یہ کشش ہے کہ بندہ انہیں ہزاروں دفعہ پڑھ کر بھی نہیں تھکتا اور نہ ہی کسی قسم کی اکتاہٹ ہوتی ہے بلکہ ہر دفعہ ایک ہی مضمون کو پڑھنے سے نئی نئی گرہیں کھلتی ہیں اور عجیب وغریب عقدے حل ہوتے ہیں۔ حضرت کی وسعت نظری، کمال علم، فن استدلال اور تفہیم کا نہایت سہل انداز تھا کہ حضرت کے انداز بیان سے جس قدر ایک عالم مستفید ہوتا اتنا ہی ایک عامی انسان بھی استفادہ کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سادگی، تکلف سے بے خبری، طمع ولالچ سے کوسوں دور، مجسمہ عجز وانکساری، ماحضر پر قناعت جیسی صفات سے مالا مال تھے۔

سوال واسراف کو چھوڑیئے اشراف نفس سے بے خبر، ہر ایک سے محبت، مخالفین مسلک علماء دیوبند سے نفرت گویا الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے اگر میں متنبی کے

مضت الدھور وماأتین بمثلہ ولقد أتا فعجزن عن نظرائہ

کے بارے میں یہ کہوں کہ گویا یہ حضرت استاذؒ کے لئے ہی متنبی نے کہا تھا تو ذرہ بھر بھی بے جا نہ ہوگا۔

حضرت استاذؒ کے بعد بندہ نے اس بات کو غنیمت جانا کہ حضرت کی کیسٹوں کو ملک بھر سے جمع کرلیا جائے تاکہ درھم الکیس خزینہ دفینہ محفوظ ہو جائے اور پھر خطبات صفدر کے نام سے ان کو افادہ عام وخاص کے لئے پیش کر دیا جائے اس سلسلہ میں بندہ نے مختلف مقامات سے رابطہ کر کے ایک معتد بہ ذخیرہ جمع کرلیا ہے اس سلسلۃ الذھب کی پہلی کڑی یعنی خطبات صفدر کی جلد اول شائع ہو چکی ہے۔ تمام متعلقین حضرت اوکاڑویؒ سے اپیل ہے کہ جس صاحب کے پاس حضرتؒ کی جس قدر کیسٹیں ہوں وہ تمام ہم تک پہنچانے کا انتظام کرے آمدورفت کے خرچہ کے علاوہ کیسٹوں کی قیمت بھی دی جائے گی۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی (بہاولپور)

ترس گئے تیری آواز دل کشا کے لئے
پکار وادی خاموش سے خدا کے لئے

یہ ۶۷ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ میں عثمانی مسجد گول چوک اوکاڑہ میں خطیب تھا۔ پانچ وقت نماز پڑھانا، صبح کا درس دینا اور آٹھویں دن جمعہ پڑھانا میرے فرائض میں تھا۔ باقی اوقات میرے فارغ تھے جن میں مطالعہ کا شغل جاری رہتا تھا۔ مختلف دوست احباب یا اراکین مجلس منتظم برائے مسجد سے میل ملاقات علمی غیر علمی گپ شپ ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن ایک مولوی نما نوجوان ماسٹر صاحب مجھے ملنے آئے۔ میں نے انہیں اندر بٹھا لیا۔ چائے پلائی، بات چیت شروع ہوئی تو ان کی گفتگو میری ذہنی سطح سے بہت بلند تھی۔ وہ علم اسماء الرجال کے متعلق گفتگو کرتے تھے کبھی کسی راوی پر جرح شروع کر دیتے کہ ابن حسین نے اس کے متعلق یہ کہا ہے، یحییٰ بن سعید یہ کہتے ہیں، امام نسائی نے یہ فرمایا ہے، دار قطنی کے یہ ریمارکس میں بیہقی نے ان کے متعلق یہ کہا ہے اور امام بخاری یہ فرماتے ہیں۔

الغرض یہ بالکل نا قابل اعتبار ہے اور یہی راوی غیر مقلدین کی رفع یدین والی ابن عمرؓ کی حدیث میں آتا ہے یا یہی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت میں موجود ہے جسے ابن خزیمہ نے تخریج کیا ہے۔ علی ھذا القیاس وہ غیر مقلدین کے مستدلات کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے جس کو میری بلا جانے۔ سچ یہ ہے کہ اس وقت تک مجھے اس موضوع سے قطعاً کوئی حس نہیں تھا اور میں ان کی یہ خشک گفتگو سن کر بور ہو گیا اور میں دل میں تمنا کرنے لگا کہ یہ صاحب اٹھ کر چلے جائیں تو بہتر ہے۔ یہی وہ نوجوان ماسٹر ہے جو بعد میں بنوری ٹاؤن کراچی کا تخصص میں شیخ الحدیث بنا اور یہی ہے مناظر اسلام وکیل احناف امام اہل سنت ''حضرت مولانا محمد امین صفدر'' صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور یہی ہیں جن کے پاس جھک کر ہمیں جانا پڑا اور منتیں کر کے ان سے وقت لینا پڑا۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب مرحوم و مغفور کا علمی حدود اربعہ بس یہی

ہے کہ وہ ایک سکول ماسٹر تھے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ اسی زمانے میں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی سے سبق پڑھنے کے لئے اسٹیشن کے پاس موجود ان کے مدرسہ میں جایا کرتے تھے۔ اسی طرح مولانا ضیاء الدین اور شہر کے دیگر علماء سے بھی استفادہ فرمایا کرتے تھے۔

مستند عالم دین:

جس طرح سکول ماسٹر حضرات پرائیویٹ طلباء تیاری کر کے بی اے، ایم اے کر لیتے ہیں اسی طرح مولانا مرحوم نے جز وقتی طور پر درس نظامی پڑھا بھی اور اس کا امتحان بھی دیا۔ پھر کثرت مطالعہ جودت ذہنی اور قوت حافظہ نے ان کو ''بیہقی وقت'' بنا دیا تھا۔ ہر دینی، مذہبی اور علمی موضوع اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے پانی کر دیا تھا۔ وہ ہر موضوع پر برجستہ گفتگو کر سکتے تھے، بلکہ سیر حاصل اور اعتماد بخش بیان بھی کر سکتے تھے۔ ان کو موضوع کے لئے تیاری کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ موضوعات کو ضرورت تھی کہ انہیں حضرت مولانا محمد امین صاحب مرحوم کی زبان سے بیان ہونے کا موقع ملے۔ وہ کامیاب مناظر تھے۔ وہ فتح مند وکیل تھے، وہ اہل سنت کی زبان تھے اور وہ احناف کے امام وقت تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی مناظرے، کسی مجادلے، کسی درس اور کسی بیان کی قطعاً کوئی پریشانی نہ ہوتی تھی۔ ہمیں معلوم تھا کہ ہمارے پیچھے وہ بیٹھے ہوئے ہیں جو ہر معاملے کو سنبھال لیں گے مگر اب ہم یتیم ہو گئے ہیں، بے آسرا اور بے سہارا ہو گئے ہیں، ان کے جنازہ کے اجتماع میں سپاہ صحابہ کے امیر اور مشہور مقرر مولانا علی شیر حیدری دامت برکاتہم نے اپنی بے بسی کا اظہار کر کے ہم سب کی ترجمانی کر دی تھی۔ مائیک کے سامنے آپ فقط اتنا ہی کہہ سکے کہ مجھے جب کبھی کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو میں مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ جایا کرتا تھا مگر اب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کس کے پاس جایا کروں گا۔ یہ کہا اور زار و قطار روتے ہوئے اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ میں نے ان کے نوحہ غم میں ایک شعر بھی لکھا:

؎ آں محدث آں مفسر، عالماں را شیخ کل مفتیاں ہم ریزہ چینش، فتویٰ اش وجہ یقین

(یہ پوری نظم ہے جو اوکاڑوی نمبر میں دیکھی جا سکتی ہے)

موہبت الٰہی:

ان کے علوم اور ان کے استدلالات کسبی نہیں تھے بلکہ بلاشبہ وہبی تھے۔ ان کے بیان کا مقصد ان کے بیان کی ترتیب، ان کے بیان کا مواد اور ان کا انداز بیان سب کچھ نرالا، سب کچھ انوکھا، سب کچھ لائق تقلید لیکن سب کچھ ناقابل تقلید یعنی ہم چاہنے کے باوجود اس کی تقلید نہیں کر سکتے۔ ہر مشہور مقرر کی ان کے جانے کے بعد ایک کاپی وجود میں آ چکی ہے اسی کے لہجے، اسی کی آواز اور اسی کے انداز میں تقریر کرنے والے مل جاتے ہیں مگر مولانا

صاحب مرحوم کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ وہ نور اور وہ روشنی ہم کہاں سے لائیں گے جس سے ذہنوں کو جلا ملے گی، جس سے عقلیں روشنی پائیں گی، جس سے تفکر اور تدبر کی وسعت اور گہرائی نصیب ہوگی۔

ہم کراچی میں تھے مولانا محمد امین صاحب کا بنوری ٹاؤن میں درس ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا بھی باہر کھڑے سن رہے تھے۔ مجھے فرمانے لگے فضل الرحمٰن کتابیں تو ہم نے بھی پڑھی ہیں لیکن یہ انوکھے استدلالات اور عجیب و غریب استنباطات تو اوپر سے نازل ہو رہے ہیں۔ یہ کتابی چیزیں نہیں یہ تو غیبی عطائیں ہیں اور ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

رفع یدین کے قضیئے کا حل:

آپ سے پہلے ہم اس مسئلے میں مخالفین کی تو کیا خود اپنے مقتدیوں اور مریدوں کی تسلی بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ رفع کی احادیث ہیں بھی زیادہ اور ہیں بھی صحاح کی غیر مقلدین ان کا ڈھیر لگا دیا کرتے تھے جس سے سننے والوں پر ایک رعب سا پڑ جاتا تھا۔ حضرت مولانا نے ہمیں ایک نیا رستہ دکھایا جو بہت مختصر اور اقرب الی المنزل ہے۔

آپ نے فرمایا یہ سب احادیث ثبوت رفع یدین کی ہیں جس کے ہم منکر نہیں۔ ہم تو دوام و استقرار کے منکر ہیں اس لئے ان میں سے کوئی بھی حدیث خواہ وہ بخاری و مسلم کی ہو یا ابوداؤد و ترمذی کی وہ ہمارے خلاف ہے ہی نہیں اور نہ ہمیں اس کے جواب دینے کی ضرورت ہے کیونکہ ان سے زیادہ سے زیادہ رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے اور اثبات کے ہم بالکل قائل ہیں۔ اب ثبوت کے بعد آنحضرت ﷺ کی آخری نماز تک اس کے باقی رہنے کی صحیح حدیث اگر کسی کے پاس ہے تو وہ پیش کرے اور ہم سے انعام حاصل کرے اور ہمیں قائل بھی کرے لیکن فما زالت تلک صلوته حتی لقی اللہ پیش کرنے سے یہاں بات نہیں بنے گی کیونکہ اس کے ضعف بلکہ موضوعیت پر خود محدثین کا اجماع ہو چکا ہے۔

میرا اپنا واقعہ:

میں نے ایک کتاب تین مشہور اختلافی مسائل کا حل لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کی اور میں نے پوچھا حضرت ہم اتنی شدومد سے جو رفع یدین کی مخالفت یا انکار کرتے ہیں کہیں وہ ولا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا کے زمرے میں تو نہیں آجائے گی؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم کثرت رفع کی احادیث سے متاثر ہو دیکھو! چاند دیکھنے والے ہزاروں لوگ ہوتے ہیں مگر چاند تو ایک ہی ہوتا ہے جو آدھ گھنٹے کے بعد جب غروب ہو جائے تو اس کے وجود کا فی الوقت کوئی بھی قائل نہیں رہتا۔ اب اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا پھرے کہ چاند تو ہے اسے ہزاروں لوگوں نے دیکھا ہے تو اسے کہیں گے بھلے مانس چاند نکلا ضرور تھا مگر اب وہ افق پر موجود نہیں ہے وہ غروب

ہو چکا ہے۔اسی طرح رفع یدین کے ثبوت کی اگرچہ بیسیوں احادیث ہیں مگر حدیث جابر بن سمرہؓ کے بعد اب ان میں سے کوئی بھی موثر نہیں رہی اس لئے امام نسائی نے ثبوت کے بعد ترک رفع یدین کا باب بھی باندھ دیا ہے جس میں حدیث ابن مسعود ذکر کی ہے اور جزء رفع یدین امام بخاری میں امام اوزاعیؒ نے برملا اعتراف کیا ہے کہ ذالک الامر الاول (صفحہ۸۲ مترجم) پہلے ایسے ہی تھا مگر اب نہیں ہے اور ابتدائی دور میں تو بہت سے ایسے معاملات تھے جو آیت وقوموا الله قانتین کے نزول کے بعد ختم ہو گئے۔

اس کے باوجود کہ ہم مدعی نہیں ثبات و دوام کے منکر ہیں، دلیل ہمارے ذمے نہیں ہے پھر بھی حضرت جابر بن سمرہؓ کی مسلم شریف والی حدیث ہماری زبردست دلیل ہے کہ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ (صفحہ۱۸۱) اور یہ ایک قولی حدیث ہے جبکہ مدعیوں کے پاس تمام فعلی احادیث ہیں جن میں کئی ایک احتمالات ہوتے ہیں۔قولی حدیث ایک بھی نہیں اسی احساس کے ماتحت وہ ہماری قولی احادیث کو مجروح یا ماؤل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نیز فرمایا حضور علیہ السلام کی طرف سے نہ تو رفع یدین کا حکم ثابت ہے نہ ہی اس کی کوئی فضیلت اور نہ ہی آپ نے یہ فرمایا کہ جو شخص رفع یدین نہیں کرے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔پھر یہ فرض واجب یا سنت و مستحب کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو عمل کثیر کی وجہ سے مکروہ سے کم ہرگز نہیں ملحوظ رہے کہ آپ کے ہاں مگو کی حالت بالکل نہ تھی۔آپ اگر مگر کے قائل نہ تھے جیسے آپ سے پہلے حنفی علماء کہہ دیا کرتے تھے کہ اجی یہ بھی سنت ہے، وہ بھی سنت ہے اگر کوئی رفع یدین کر لے تو کوئی قیامت تو نہ آ جائے گی۔میرے مہربان قاری! قیامت تو آ ہی گئی جب تو نے اپنا موقف و مسلک چھوڑ دیا اور مخالف کے موقف کو صحیح تسلیم کر لیا تو قیامت آنے میں کون سی کسر رہ گئی۔

منصفانہ موقف:

حضرت مولانا اوکاڑوی مرحوم بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی غیر مقلد رفع یدین عند الرکوع پر مناظرے کا چیلنج کرتا ہے تو تم مناظرے کے لئے تیار ہو جاتے ہو حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ نماز رکوع کے وقت سے شروع نہیں ہوتی وہ تو نیت اور تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے تو درمیان سے جا کر مناظرہ کرنے کی کیا تک ہے۔غیر مقلدوں کی نماز کا تو شروع ہی ثابت نہیں۔درمیان سے رفع یدین پر بات کرنے کا کیا فائدہ وہ تو نیت ہی کو ثابت نہیں کر سکتے کہ نیت میں کیا کیا چیزیں سوچنی ہیں؟ تکبیر تحریمہ مقتدیوں نے کیوں آہستہ آواز سے کہنی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ بحیثیت امام بالجہر کہا کرتے تھے، پہلے اس پر مناظرہ ہو پھر سبحانک اللہ کے آہستہ پڑھنے پر جبکہ جہر کی روایت بالکل ثابت ہے تو مقتدی آہستہ کیوں پڑھیں وغیرہ وغیرہ تو جب غیر مقلدوں کی نماز کی

شروعات ہی سنت سے ثابت نہیں تو انہیں رفع عندالرکوع پر مناظرہ کرنے کا کیا حق ہے؟ پھر ٹانگیں چوڑی کرنے کی کون سی حدیث ان کے پاس موجود ہے۔ کسی صحابی یا تابعی کا عمل پیش نہ کریں کیونکہ یہ ان کے نزدیک حجت ہی نہیں۔ پھر اگر ٹانگیں چوڑی کر کے قیام کرنا ان کے نزدیک سنت ہے تو سجدہ میں جاتے وقت ان کو سمیٹنے کی کوئی سی حدیث وہ اپنے پاس رکھتے ہیں؟ ورنہ اس چوڑی حالت میں سجدہ میں جا کر دکھائیں جو ناممکن ہے۔

آمین بالجہر آمین بالسرّ کا مسئلہ:

آمین بالجہر کے سبب سے بڑے مدعی اور سب سے بڑے محدث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب جهر المأموم بالتامين بڑے دھڑلے سے قائم کیا لیکن اس کو ثابت کرنے کے لئے مقتدی کے آمین بالجہر کی کوئی حدیث بھی انہیں نہ مل سکی تو فضیلت آمین کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ **اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه** (صفحہ ۱۰۸) تو اس میں آمین کہنے کا مسئلہ ہے نہ کہ آمین بالجہر کا اور کہنے میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ لہٰذا امام بخاری اپنے مدّعیٰ کو ثابت نہ کر سکے اور دعویٰ بلا دلیل کر کے آگے گزر گئے۔

ابن ماجہ کی متعلقہ حدیث بالکل ضعیف ہے جس میں بشر رافع ضعیف اور عم ابی ہریرۃؓ مجہول ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اگر ایک دو دفعہ بالجہر کہی بھی ہے تو وہ بحیثیت امام کے اور بطور تعلیم کے تھی جیسے کتاب الاسماء والکنی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ لہذا یہ لوگ ہمارا یہ چیلنج کبھی بھی قبول نہیں کر سکتے کہ رسول اللہ ﷺ امام ہوں، ابوبکر وعمر، عثمان، علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقتدی ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے مقتدیوں نے بالجہر آمین کہی ہو۔ یہ بات دنیا کی کسی کتاب سے قطعاً ثابت نہیں کی جا سکتی نہ حدیث صحیح سے، نہ حدیث ضعیف سے بلکہ نہ ہی حدیث موضوع سے۔ دیدہ باید۔

صلوات الرسول کے باب الوتر کی تعریف:

اب جناب نے ویسے تو میری کتاب کو بطور تصحیح دیکھا اور سنا مگر باب الوتر کی بطور خاص تحسین فرمائی۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا لکھا ہے اگر میں خود باب الوتر لکھتا تو وہ بھی ایسے ہی لکھتا۔ گویا تو نے عمدہ ترتیب اور بہتر استدلال سے لکھ کر مجھے اس کے لکھنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضرت نے میرے ساتھ موافقت فرمائی اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ یہ بھی گویا میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ نیز اس کتاب میں مردوں اور عورتوں کی نماز کا فرق بھی آپ ہی کی رہنمائی میں لکھا گیا ہے۔

منقبت ابو حنیفہؒ:

اسی دوران ایک دفعہ فرمایا کہ کیا تو شعر بھی کہہ لیتا ہے۔ میں نے کہا الحمد للہ! میں تو صاحب دیوان شاعر ہوں۔ آپ نے فرمایا اردو میں حضرت امام صاحب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منظوم مدح نہیں ملتی اگر تو نظم میں مدح امام لکھ سکتا ہے تو ضرور لکھ دے۔ میں نے کہا میں تو اسے اپنی سعادت سمجھ کر لکھوں گا۔ اس کے بعد میں نے اپنی مشہور مدحیہ نظم امام صاحب کے نام سے لکھی جو صلوات الرسول کے شروع میں درج ہے۔ اس کے ابتدائی اور آخری اشعار یوں ہیں:

امام المسلمین ہے ابو حنیفہؒ — امیر المومنین ہے ابو حنیفہؒ

بشارت جس کی پیغمبر نے دی ہے — وہ فارس کا مکیں ہے ابو حنیفہؒ

مرتب جس نے کی شرح پیمبر — وہ امت کا امیں ہے ابو حنیفہؒ

زمیں جس کی فقہ سے ہے منور — وہ اک مہر مبیں ہے ابو حنیفہؒ

فقاہت کی اگر انگشتری ہو — تو اس کا شہ نگیں ہے ابو حنیفہؒ

اور آخر میں ہے:

اگر باقی فقیہ مثل فلک ہیں — تو پھر عرش بریں ہے ابو حنیفہؒ

مقلد ہوں اسی کا میں کہ افضل — امام کل زمیں ہے ابو حنیفہؒ

پوری نظم صلوات الرسول میں ملاحظہ فرمائیں تو یہ نظم آپ ہی کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔ آپ نے اسے پسند فرمایا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ یہ کل بیس اشعار کی نظم ہے جس میں امام صاحب کے مشہور شاگردوں کا بھی تذکرہ ہے۔ تقبل الله مني وجعله مغفرة لذنوبي.

صلوات الرسول کی تصحیح وتقریظ:

حضرت مولانا قدس سرہ بہاولپور تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث جامعہ مدینہ بہاولپور کے ہاں جامع مسجد ون یونٹ چوک میں ٹھہرے۔ میں بھی زیارت واستفادہ کے لئے حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا حضرت میں نے نماز کے مستدلات حنفیہ پر ایک کتاب لکھی ہے جو قلمی صورت میں میرے ہاتھ میں تھی۔ آپ اسے دیکھ کر اس کی تصحیح بھی فرمادیں اور تقریظ بھی لکھ دیں۔ آپ نے کتاب لے کر ادھر ادھر سے دیکھی اور فرمایا یہ کام اتنی عجلت سے تو نہیں ہوسکتا۔ میں نے رمضان المبارک بنوری ٹاؤن کراچی میں گزارنا ہے تم یہ کتاب لے کر وہاں آجاؤ اور مختلف مجالس میں مجھے سنادو۔ اطمینان ہو جانے کے بعد میں تصحیح بھی کروں گا اور تقریظ بھی لکھ دوں گا۔ چنانچہ میں چلا گیا اور بیس روز حضرت کے ساتھ رہا۔ کتاب کی سماعت کرائی اور تقریظ لکھوائی۔ کتاب چھپ

گئی تو ایک نسخہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی حضرت دوسری اشاعت کے لئے اسے مزید دیکھ لیں۔ آپ نے کتاب رکھ لی اور اپنے ساتھ اسے چک نمبر...... میں لے گئے۔ اسے ناقدانہ طور پر دیکھا اور پھر ایک مجلس میں مجھے فرمایا، میں نے کتاب دیکھی ہے اور اس میں ایک بہت بڑی غلطی نظر سے گزری ہے۔ میں نے عرض کیا نشاندہی فرما دیں تاکہ میں اسے صحیح کر سکوں۔ فرمایا وہ میں نے کتاب میں نشان لگا کر رکھا ہوا ہے اور وہ چک میں پڑی ہوئی ہے۔ کتاب لاؤں گا تو تجھے بتاؤں گا۔ مگر افسوس یہ موقع پھر کبھی نہ آیا اور آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ع کتنے ہی ارمان تھے جو دل کے دل میں رہ گئے

اشاعت السنہ کی تلاش:

ایک دفعہ اچانک اور غیر متوقع طور پر میرے ہاں خانقاہ تشریف لائے اور فرمایا مجھے ایک کتاب کی تلاش ہے اور سنا ہے کہ اس علاقہ میں وہ کسی مولوی کے پاس موجود ہے۔ میں نے غور کیا تو ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ مولوی رشید احمد نور پوری کے پاس ہو سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا تشریف رکھیں، ناشتہ فرمائیں پھر چلیں گے۔ آپ غریب خانہ میں کچھ دیر کے لئے رک گئے اور ماحضر تناول فرمانے کے بعد ہم نور پور چلے گئے۔ مولانا رشید احمد صاحب سے حضرت کا تعارف کرایا اور گزارش کی کہ حضرت کو اشاعت السنہ کی فلاں جلد کی ضرورت ہے۔ مطالعہ فرما کر واپس کر دیں گے۔ اللہ ان کا بھلا کرے انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ ہچکچاہٹ کے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے وہ نایاب کتاب ہمارے سپرد فرما دی۔ حضرت اسے ساتھ لے گئے اور چند دن کے بعد واپس پہنچا دی تو میں مولانا رشید احمد صاحب کو دے کر سرخرو ہو گیا۔

سفر آخرت اور زیارتِ آخریں:

مجھے رات کے بارہ بجے کے قریب فون موصول ہوا کہ مناظر اہل سنت، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی قدس سرہ اس دنیا سے منہ موڑ کر دار آخرت کی طرف چلے گئے ہیں۔ پہلے تو یقین نہ آیا کہ ہم اس نعمت خداوندی سے واقعی محروم ہو چکے ہیں۔ پھر دوسرے اور تیسرے فون پر یقین کرنا ہی پڑا کہ واقعی آنجناب ہمیں یتیم کر کے دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میں اور حضرت مولانا محمد شہباز صاحب خطیب مسجد مہاجرین جنازہ میں شرکت اور آخری دیدار کے لئے بعد نماز فجر خانقاہ شریف سے روانہ ہو کر ایک بجے کے قریب آپ کے چک نمبر 55/2-L پہنچ گئے۔ نماز ظہر کے بعد لائن میں لگ کر آپ کا آخری دیدار کیا اور کئی بار کیا۔ آپ غسل و کفن کے بعد چارپائی پر منہ کھولے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر کوئی شخص بھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ ہنستا مسکراتا چہرہ، لبوں پر تبسم، آنکھوں میں چمک، جسم میں ملائمت کے سبب زندگی کی علامتیں موجود تھیں مگر آپ نہیں تھے۔

بقول اقبال مرحوم:

نشان مرد مومن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اس کا صحیح مصداق اگر کسی کو دیکھا ہے تو وہ مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی تھے۔ چہرے پر مسکراہٹیں بکھری ہوئی تھیں، انوار وتجلیات رقص کناں تھے، وہ ہنستے ہوئے اس دنیا سے جارہے تھے۔ ان کو اپنے رب کریم سے مغفرت کا یقین تھا، اپنے رسول امین ﷺ سے شفاعت کی امید تھی، وہ پسماندگان اور عقیدت مندوں کو یہ پیغام دے کر جارہے تھے کہ میں تو اپنے فرائض سے پوری طرح عہدہ برآ ہو کے جارہا ہوں اب تم جانو اور تمہاری دنیا۔ گویا وہ زبان حال سے کہتے ہوئے جارہے تھے کہ:

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اور حضرت بلالؓ کی طرح یہ فرماتے جارہے تھے کہ **غدا نلقی الاحبہ محمدا و حزبہ** یعنی کل کو اپنے آگے گئے ہوئے دوستوں سے ملاقات ہوگی۔ حضرت محمد ﷺ اور آپ کی مقدس جماعت سے اور مخالفین کو یہ پیغام دیتے جا رہے تھے کہ تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مجھے میرے فرائض سے غافل کرنے کے لئے اپنی سی پوری کوشش کر لی مگر دیکھو میں سرخرو ہو کے کامیاب اور بامراد ہو کے جارہا ہوں، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ میں نے دفاع حنفیت کے لئے ایک فوج کی فوج تیار کر دی ہے جو تمہاری مذبوحی حرکات پر خندہ زن رہے گی اور تمہیں دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کی یہ امید پوری کر کے دکھائیں گے **واللہ الموفق لکل خیر**

مگر

زود رفتی ہم کستی وعدہ ما خادماں حق ترا منزل دید اندر بہشت صادقین

اهل خیر سے ضروری گزارش
مُلک کی عظیم دینی درس گاہ
جامعہ خیر المدارس ملتان
جس میں تقریباً ساڑھے تین ہزار طلباء و طالبات
علمِ دین حاصل کر رہے ہیں، جس کا سالانہ بجٹ
ایک کروڑ چالیس لاکھ سے متجاوز ہے اور تعمیری
اخراجات علاوہ ہیں۔
اہلِ اسلام اس کارِ خیر میں نقد اور سامانِ تعمیر کی
فراہمی کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔
جامعہ کا کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 1592 مسلم کمرشل بینک، دہلی گیٹ ملتان
الداعی الی الخیر
(مولانا) محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس، ملتان
فون نمبرز: 545783 (061)-544440 (061) فیکس: 545524 (061)

اہل اسلام کے لئے خوشخبری
اپنی اولاد اور اہلِ خانہ کو دین سے روشناس کرائیں۔
ممتاز دینی ماہنامہ الخیر کے سالانہ خریدار بنیں جس میں ہر ماہ دینی، اصلاحی اور ادبی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔
الخیر ہر اسلامی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔
الخیر کے مطالعہ سے آپ اپنی دینی معلومات میں اضافہ اور زندگی میں دین پر عمل کی ضرورت محسوس کریں گے
الخیر عصرِ حاضر کے لادینی نظریات کے خلاف بے لاگ تنقید کرتا ہے۔
الخیر میں ملک کے مایۂ ناز علماء کی نگارشات شائع ہوتی ہیں۔
الخیر کا مطالعہ خود بھی کیجئے اور اپنے دوستوں کو بھی اس کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے!
"الخیر" میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
قیمت فی پرچہ =/۱۶ روپے
پاکستان میں سالانہ چندہ =/۱۸۰ روپے
چھ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
نمونہ کا پرچہ مفت طلب کریں۔
سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹری
ریاست ہائے متحدہ امریکہ، آسٹریلیا، برطانیہ
جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے وغیرہ
۳۵ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
مسقط، بحرین، عمان، ایران
بنگلہ دیش، مصر، انڈیا وغیرہ ۳۰ امریکی ڈالر
رابطہ: فیاض احمد عثمانی ناظم ماہنامہ الخیر اورنگ زیب روڈ ملتان (پاکستان)
فون: ۵۴۵۷۸۳
۵۴۴۴۴۰

آہ صد آہ! کل تک جنہیں ہم حضرت اوکاڑوی مدظلہ کہا کرتے تھے، جن کے سامنے بیٹھ کر تشنگان علم اپنی پیاس بجھاتے تھے جن کی آمد سے باطل میدان مناظرہ میں کانپ جاتا تھا، آج انہیں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھ رہے ہیں! حقیقت تو یہ ہے مولانا ممدوح کی ہستی ایک نادر روزگار اور اہل سنت والجماعت کی عظیم المرتبت ومقبول ترین ہستی تھی، ان کی ذات علم وبصیرت اور ایمانی فراست کا متحرک پیکر تھی، آپ نے اس لادینی دور میں جس طرح دینی تحقیق اور علمی اصولوں کا دائرہ عوام وخواص کے لئے وسیع کیا اور مشکل سے مشکل مسئلہ کو آسان اور عام فہم زبان میں بیان کیا، یہ خداداد ملکہ بس انہیں کا حصہ تھا!

میدان مناظرہ میں ان کے مدبرانہ کارنامے تعلیم وتصنیف اور ارشاد وہدایت کی زریں خدمات اظہر من الشمس ہیں! گویا ان کی ایک زندگی میں بہت سی زندگیاں جمع تھیں، وہ ان عالی مرتبت افراد میں سے تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے۔ بالليل رهبان وبالنهار فرسان۔ آپ کی جامعیت کے سبب یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ وليس من الله بمستنكر . ان يجمع العالم في واحد۔

مولانا کی حیات کے اتنے مختلف گوشے ہیں کہ ہر ایک گوشہ مستقل مضمون ومقالہ کا محتاج ہے مگر اس کے باوجود حق ادا نہ ہوگا۔ اور نہ آئندہ نسلیں اس کا یقین کر سکیں گی کہ اس پرفتن دور میں بھی ایسی فوق العادۃ شخصیت تھی، ایسی جامع شخصیت کا وجود بس اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔

حافظہ کے متعلق کتابوں میں امام بخاری، امام ترمذی، امام اعظم، امام محمد، سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے واقعات ضرور پڑھے تھے مگر آنکھوں سے امین فکر اسلاف حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدرؒ کو دیکھا گویا ہم نے اکابر کو نہیں دیکھا۔ مگر ان کی تصویر ضرور دیکھی۔ جب بھی کسی سند یا فقہی جزئی پر بات ہوتی تو مولاناؒ اس انداز میں فوراً جواب ارشاد کرتے گویا انہیں سوال کا پہلے سے علم تھا۔

عموماً حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ سائل سے بے توجہی وبے مروتی سے پیش آتے ہیں یا ہفتہ بعد آنے کا کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے، مگر کہاں سے لاؤں آج وہ پیکر اخلاق ووفا کہ جب بھی ان کی خدمت میں دشمن کا ستایا ہوا

عام آدمی بھی مسئلہ لے کر آیا تو حضرت ممدوحؒ اس طرح خندہ پیشانی سے پیش آئے کہ تسلی وتشفی کے بعد وہ حضرت کا ہی ہو کر رہ گیا۔

حضرت اوکاڑویؒ سے میری پہلی ملاقات ۱۹۸۰ء میں بمقام ترنڈہ محمد پناہ جلسہ کے دوران ہوئی، ان دنوں میں مدرسہ عربیہ انوریہ طاہر والی میں استاذ الکل فی الکل حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہ کی خدمت میں حمد اللہ، قاضی، میر زاہد، شمس بازغہ وغیرہ کا طالب علم تھا حضرتؒ کا موضوع تقریر مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام تھا، تقریر کے بعد ملاقات ہوئی، تعارف ہونے پر اتنی شفقت فرمائی جو ضبطِ تحریر میں نہیں لا سکتا۔

بعد ازاں ۱۹۹۰ء سے متواتر ہر سال ہمارے مدرسہ عربیہ فرقانیہ دار المبلغین کوٹ ادو۔ میں تفسیر قرآن مجید کے کورس میں تشریف لاتے، بلکہ سرپرستی فرماتے، سالانہ نقشبندی اجتماع میں حضرت کا خطاب نہایت مفید رہتا، آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ اتنے بڑے استاذ اور مصروف علمی شخصیت ہونے کے باوجود کبھی بھی کوٹ ادو تشریف آوری سے عذر نہ فرماتے، از راہ شفقت فرمایا کرتے تھے یہ تو فن کے امام کی جگہ ہے (مناظر اسلام حضرت العلامہ دوست محمد صاحب قریشیؒ) اور ہم ویسے بھی اماموں کو ماننے والے ہیں!

اصاغر نوازی کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ جولائی کا مہینہ تھا جمعہ کا دن دو پہر کے وقت میرے گھر کا دروازہ کھٹکا باہر گیا تو حضرت اوکاڑویؒ کھڑے ہیں حیران رہ گیا مدرسہ میں تشریف لے جانے کا عرض کیا تو فرمایا ابھی نماز جمعہ سے قبل کوٹ سلطان میں خطاب کرنا ہے، گزر رہا تھا مناسب سمجھا ملاقات ہو جائے۔

جب بھی ملاقات ہوتی فرماتے کوئی نئی چیز ہے، اس کے بعد کوئی نہ کوئی تحقیق ارشاد فرماتے، دوران سفر ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں میں نے بخاری شریف ج ۲/ کتاب الطلاق کی روایت پیش کی جس میں هل تهب المكة نفسها للسوقة کے الفاظ ہیں اور روافض کے اعتراضات بھی بیان کیے ...... فرمانے لگے دیکھیں گے، تقریباً چار ماہ کے بعد ملاقات ہوئی، میں نے دوبارہ عرض کیا تو مسکرا کر فرمایا آپ نے کیا دیکھا میں نے عرض کی حضرت مجھے یہی الفاظ ان کی کتاب اعلام الوری ص ۱۵۰/ پر مل گئے ہیں بہت خوش ہوئے، بعد نماز عصر طلباء کو خطاب کے دوران اسی روایت اور جواب کو ارشاد فرمایا اور ساتھ بندہ کے متعلق فرمایا یہ انہوں نے تلاش کیا ہے! اللہ اللہ کیا وسعت ظرفی تھی، واقعی بڑوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں، ایک مرتبہ مسئلہ ایصال ثواب پر بحث فرما رہے تھے تو بندہ نے ان کی خدمت منکرین کی طرف سے پیش کیئے جانے والے دلائل کے ضمن میں آیت ربانی ان ليس للانسان الا ماسعیٰ ۔ بیان کی سبحان اللہ، آپ نے نہایت ہی عمدہ اور عام فہم جواب ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں صرف اتنا ذکر ہے کہ جو محنت کرے گا اسی کو مزدوری ملے گی یہ کہیں مذکور نہیں کہ وہ اپنی مزدوری لے کر کسی اور کو دے بھی نہیں سکتا، یعنی ایصال ثواب کرنے والا اللہ تعالیٰ سے پڑھنے کا یا اپنے عمل کا ثواب لے کر میت

کو پہنچاتا ہے جس سے کہیں منع نہیں۔

آخری ملاقات ۲۹/ستمبر بروز جمعہ ۲۰۰۰ء نقشبندی اجتماع کوٹ ادو میں ہوئی، آپ بہت لمبے سفر سے تشریف لائے اور فوراً خطاب کی تیاری فرمانے لگے خلاف معمول بار بار فرمایا کیا بولنا ہے؟ میں نے عرض کی آپ کا اپنا گھر ہے جو طبیعت چاہے بیان فرمادیں یہاں تک کہ اسٹیج پر بیٹھنے کے بعد پھر فرمایا کیا بولنا ہے، تو میں نے مسئلہ حیات انبیاء بیان کرنے کے متعلق عرض کی، نہایت مختصر وقت میں نہایت فاضلانہ بحث فرمائی، یوں میری پہلی اور آخری ملاقات مسئلہ حیات انبیاء کے حوالہ سے ہوئی۔

آج جبکہ حضرت ہم میں موجود نہیں مگر حقیقت یہ ہے وہ ہم میں غیر موجود بھی نہیں، کیونکہ انکا مشن، انکا علم، ان کا نمونہ عمل اور ان کی محبت دلوں میں موجود ہے یقیناً پسماندگان کے لئے جہاں حسی جدائی ایک مصیبت عظیمہ ہے وہیں ان کی معنوی معیت وجہ سکون وقرار بھی ہے، تمام حلقہ احباب ارادت کا حق یہ ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد ان کے مشن پر پہلے سے زیادہ محبت لگن کے ساتھ کام کریں، آخر میں اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ درخواست ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرماویں، ان کے عزیز واقارب کی حفاظت فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

مکتبہ امدادیہ ملتان کی علمی پیشکش
مرقاۃ المفاتیح (شرح عربی) مشکوٰۃ المصابیح
مع مقدمہ البضاعۃ المزجاۃ
لسلطان المحدثین ملا علی القاری رحمہ اللہ
کامل 11 جلد
درس نظامی میں شامل حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ شریف کی بے بدل اور لاجواب عربی شرح
صحاح ستہ کی اکثر احادیث کی توضیح وتشریح کے لئے بھی یہ کتاب کافی ہے۔
ہمارا یہ مطبوعہ نسخہ صحت میں دیگر مطبوعہ نسخوں سے بدرجہا بہتر ہے۔
کاغذ، طباعت وجلد بندی نہایت عمدہ
قیمت-/1800 روپے۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا
علماء وطلباء کے لئے خصوصی رعایت
مصنف ابن ابی شیبہ (عربی)
کامل مجلد 9 جلد
قیمت-/2400 روپے
علماء وطلباء کے لئے خصوصی رعایت
مصنف:
امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی "متوفی ۲۳۵ھ"
☆ احادیث مقدسہ کا جامع ترین مجموعہ جس میں بلا امتیاز تمام فقہی مسالک کے دلائل جمع کئے گئے ہیں۔
☆ اس کی تصحیح میں حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔
☆ مطبوعہ نسخوں کے علاوہ قلمی نسخوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور بعض احادیث جو دوسرے مستند نسخوں میں ہیں، ان کا اضافہ کیا گیا ہے۔
☆ نیز درہم الصرۃ فی تحقیق تحت السرۃ اور النکت الطریفۃ فی ردود ابن ابی شیبۃ علیٰ ابی حنیفۃ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔
☆ نیز کتاب "الرد علیٰ ابی حنیفۃ" میں کئے گئے 125 اعتراضات کا مدلل ومسکت جواب صفحہ بصفحہ بھی درج ہے۔
☆ مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات انیقہ اور دیگر مفید اضافہ جات جو کسی دوسرے مطبوعہ نسخہ میں نہیں، اس نسخہ میں شامل ہیں۔
ہر صاحبِ علم کی ضرورت
فہرست کتب مفت طلب فرمائیں
ملنے کا پتہ
مکتبہ امدادیہ
ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
فون نمبر: 061-544965

یہ دنیا عارضی ہے، اس دنیا میں جو بھی آیا اُسے ایک نہ ایک دن ضرور جانا ہوتا ہے اوران جانے والوں میں فرق ہے۔ بعض بے چارے ایسے ہیں جن کے جانے سے دنیا والوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ بعض ایسے اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں جو اس ادا سے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کہ جن کو بھلانے اوران کی جدائی کے زخم مندمل ہونے میں عرصہ دراز لگتا ہے۔ گزشتہ سال ۲۰۰۰ء میں فرزندانِ دیوبند کو پے در پے ایسے زخم لگے جس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ صفر المظفر میں داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ شعبان المعظم میں مناظر اہل سنت، سرمایہ دیوبند مولانا محمد امین اوکاڑویؒ بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کی جدائی کے آنسو خشک نہ ہونے پائے تھے کہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ ابھی ان کی یادوں کے تذکرے ہو رہے تھے کہ خطیب ایشیاء حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ اور ان کے بعد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ جیسی ہستی دار الفناء سے دار البقاء کی طرف روانہ ہو گئی۔

مذکورہ ہستیاں ایسی ہیں جن کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے وقت دل پر چوٹ لگتی ہے، آنکھوں سے آنسو بے ساختہ نکل پڑتے ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے وقت ہاتھوں میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دربار عالیہ میں دعا ہے کہ ہمیں یہ صدمے برداشت کرنے کی ہمت دے۔ ان سب میں استاذیم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے ساتھ میرا بہت زیادہ وقت گزرا ہے اس لئے میں اس وقت حضرت استاد جی کے بارے میں چند باتیں قارئین ''الخیر'' سے کر کے اپنے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کروں گا۔

پہلی ملاقات:

استاد جی کی غائبانہ تعریف تو میں نے کئی بار اپنے زمانہ طالب علمی میں سنی، لیکن باقاعدہ تعارف دورہ حدیث والے سال ہوا...... میں دورہ حدیث کے لئے ۱۹۹۴ء کے آخر میں جامعہ بنوری ٹاؤن گیا جب ۱۹۹۵ء کے آخر میں دورہ حدیث کا امتحان دے کر فارغ ہوا تو وہیں تقابل ادیان کا کورس کرنا تھا اور اس دن میں بہت زیادہ خوش تھا کیونکہ اس میں بڑے بڑے جید قسم کے علماء مناظرین تشریف لا رہے تھے جن کی زیارت اوران سے

استفادہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ خیر اللہ اللہ کرکے تمام علماء تشریف لائے۔ ایک دن جب میں درس گاہ میں داخل ہوا تو سامنے مسند پر ایک نورانی شکل والی ہستی بالکل سادہ مسکراتی ہوئی نظر آئی، بعد میں معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سلطان المناظرین مولانا محمد امین اوکاڑوی ہیں۔ اس کے بعد سے ایسا تعلق ہوا جو کہ آخر تک قائم رہا۔ کراچی سے فارغ ہونے کے بعد میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا کے پاس داخل ہو گیا۔

طلبہ کے ساتھ سلوک:

طلبہ کے ساتھ استاد جی ایک مشفق باپ کی طرح پیش آتے۔ طلبہ چاہے اپنے مدرسے کے ہوں یا دوسرے مدرسے کے یا اس کے علاوہ ہوں سب کے ساتھ اس طرح ملتے کہ پہلی ہی ملاقات میں حضرت کے گرویدہ ہو جاتے۔ ان میں خصوصاً وہ طلباء جو استاد جی کے پاس درجہ دعوت والارشاد میں پڑھتے تھے اُن کا ایسا تعلق ہو جاتا کہ جدا ہونے کے بعد طلباء استاد جی کے لئے بے چین ہو جاتے اور استاد جی پڑھنے کے دوران فارغ ہونے کے بعد تک ان کی نگرانی کرتے اور ہر مشکل موڑ پر ان کا تعاون کرتے۔ ۱۹۹۶ء میں میری تشکیل تدریس کے لئے جامعہ خیر المدارس کی ایک شاخ مدرسہ ضیاء العلوم ٹبہ سلطان پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی میں ہوئی وہاں جاکر مجھے کچھ کتابوں کی اشد ضرورت پڑی جو کہ میرے لئے پریشانی کا خاصہ سبب بنیں۔ مالی لحاظ سے بھی اتنی کمزور حالت کہ جو اس پریشانی کو دور کر سکے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ خیر چند دن گزرے کہ ایک ساتھی مطلوبہ کتب لے کر میرے پاس آیا اور کہا کہ مولانا محمد امین اوکاڑوی نے بھیجی ہیں۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا بعد میں پتہ چلا کہ استاد جیؒ میرے مدرسے سے آنے جانے والے ساتھیوں سے حالات معلوم کرتے جب انہیں میری پریشانی کا علم ہوا تو فوراً اپنی ذاتی کتب مجھے بھجوا دیں۔ اسی طرح بوقت ملاقات تمام حالات معلوم کرتے اور کئی مشکل مقامات میں نے استاد جیؒ سے بڑے احسن انداز میں حل کروائے۔ اسی طرح کئی مجبوریوں کے تحت مجھے وہاں سے چھوڑ کر ملتان شہر کے قریب ایک گاؤں میں امامت وخطابت کے لئے جانا پڑا۔ وہاں بھی استاد جیؒ مکمل نگرانی کرتے اور قیمتی مشوروں سے نوازتے۔ پچھلے سال شوال میں، میں نے عرض کیا استاد جی! آپ میرے گاؤں میں چلیں وہاں پر میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارا گاؤں ہر قسم کے فتنے سے پاک تھا اس لئے استاد جی کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ استاد جیؒ کے تعلق کی وجہ سے دلی خواہش تھی۔ استاد جی! میری مسجد دیکھ لیں اور گاؤں بھی دیکھ لیں۔ چنانچہ شوال کے آخر میں استاد جی کے ساتھ پروگرام سیٹ ہو گیا اور میرا کافی پروگرام تھا کہ کسی کار میں لے جاؤں اور وہاں بڑی دعوت کا پروگرام ہو لیکن استاد جی نے منع فرما دیا کہ تکلفات کی ضرورت نہیں۔ تمام حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک موٹر سائیکل اور معمولی سے کھانے کا انتظام کر دینا۔ خیر ایک ساتھی کے ذریعے موٹر سائیکل کا انتظام ہوا۔ استاد جی عصر کے وقت وہاں پہنچے اور عصر کے بعد مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ گفتگو کی اور حضرت لاہوریؒ کے واقعات سنائے جس سے لوگ بہت محظوظ ہوئے اور آج تک اس کی چاشنی محسوس

کرتے ہیں۔ بعد ازاں عشاء کی نماز کے فوراً بعد استاد جی کا عام خطاب ہوا۔ چونکہ یہ گاؤں تمام فتنوں سے پاک تھا اس لئے استاد جی نے صرف اعمال صالحہ اور فکر آخرت کے موضوع پر اڑھائی گھنٹے خطاب فرمایا جس کے آج بھی لوگ گن گاتے ہیں۔ خیر المدارس کے ایک استاد کو جب میں نے یہ کارگزاری سنائی تو حیران رہ گئے کہ حضرت کا غیر مقلدیت کے بارے میں خوب مطالعہ ہے۔ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے غیر مقلدیت کو خوب دھویا ہو گا لیکن پرانے موضوع سے ہٹ کر ایک نئے موضوع کی طرف آئے اور اڑھائی گھنٹے بولے۔ حضرت واقعی بحر علم تھے جس طرف چلتے تو چلتے ہی چلے جاتے۔

پابندی وقت:

یہ باتیں تو طالب علم سے تعلق کی تھیں جو کہ صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر شاگرد کے ساتھ ایسا تعلق اور اس کا خیال تھا جیسا آپ نے دیگر کئی مضامین میں پڑھا ہے کہ استاد جیؒ ثانی انور شاہ کشمیریؒ کہلاتے تھے جس طرح استاد جیؒ اکابر علماء دیوبند کے علمی جانشین تھے اسی طرح پابندی وقت وعاجزی میں علماء دیوبند کے پرتو تھے یعنی علماء دیوبند کی ہر ہر ادا اُن میں تھی۔ جتنا عرصہ ہم استاد جی کے پاس پڑھتے رہے ہمیشہ استاد جی کو وقت سے پہلے درس گاہ میں پایا، چاہے کتنا ہی دور کا سفر ہو اور کتنی ہی مشکل برداشت کرنی پڑے وقت سے پہلے مدرسے پہنچ جاتے۔ اسی طرح ایک دفعہ ہم استاد جی کے ساتھ سفر میں تھے جس کی تفصیل تجلیات صفدر میں سفر سندھ کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس سفر میں، میں اور ایک ساتھی علی جان شہزاد ساتھ تھے۔ جب ہم لاڑکانہ سے واپس ہوئے تو ہمیں روہڑی اسٹیشن پر چھوڑنے کے لئے ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب اور مولانا مشتاق احمد صاحب جتوئی اپنی گاڑی میں آئے۔ ڈاکٹر صاحب ہماری سیٹوں کی ریزرویشن کے لئے اسٹیشن گئے تو وہاں سے پتہ چلا کہ پہلے سپر ایکسپریس آ رہی ہے اور اس میں بالکل ایک سیٹ بھی نہیں ہے البتہ اس کے فوراً بعد کوئٹہ ایکسپریس آ رہی اس میں آپ کو برتھیں مل جائیں گی لیکن صبح نماز کے وقت ملتان پہنچ جائے گی اور کوئٹہ صبح آٹھ بجے کے قریب پہنچے گی لہٰذا استاد جی نے جب اگلی بات فرمائی تو ہمارے ہوش اڑ گئے اور ہمارے پاؤں سے زمین نکل گئی کہ استاد جی نے فرمایا کہ میرے شاگردوں کے لئے کوئٹہ میں برتھوں کا انتظام کرو اور مجھے وقت پر مدرسے پہنچنا ہے لہٰذا میں سپر میں نیچے فرش پر بیٹھ کر جاؤں گا۔ جب ہم نے یہ بات سنی تو ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ آج ایک فخر دیوبند ملکہ وکٹوریہ کی اولاد کو مات دینے والا میدان مناظرہ کا شہسوار اپنے شاگردوں کے لئے بالکل اپنے بیٹوں کی طرح برتھوں کا انتظام کر رہا ہے اور خود نیچے فرش پر عام سواریوں کے ساتھ بیٹھ کر جانا چاہتا ہے۔ خیر ہم نے انکار کر دیا کہ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اور ہم نے نیچے فرش پر بیٹھ کر سفر کیا، البتہ ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے گارڈ نے اپنے کمرے میں ایک جگہ بکسے پر بیٹھنے کی اجازت دی اس طرح ہم نے ساری رات مجاہدے کے ساتھ گزاری۔ خیر صبح ہم نے نماز خیر المدارس میں جا کر پڑھی۔ ساری رات کے تھکے ہارے صبح نماز پڑھتے ہی جا کر سو گئے۔ استاد جی

حسب معمول تلاوت کرنے کے بعد درس گاہ میں چلے گئے۔ کوئی تھکاوٹ، کوئی نیند ان کے آڑے نہیں آئی۔ اسی طرح استاد جی ہمیشہ دور دور کے سفر کرتے اور وقت پر مدرسے پہنچتے۔ ایک دفعہ استاد جی پنڈی پروگراموں پر گئے۔ جمعرات کو روانہ ہوئے۔ جمعہ پنڈی پڑھانا تھا اور رات کو سفر کر کے ہفتہ کو مدرسے پہنچنا تھا۔ ہفتہ کی صبح ہمیں استاد جی نظر نہ آئے۔ ہم نے کہا چلو آج چھٹی ہوگئی اگر استاد جی آ بھی گئے تو وہ آرام کریں گے۔ یہ سوچ کر ہم ناشتہ وغیرہ میں مصروف ہوگئے۔ جب کلاس کا ٹائم شروع ہونے کے بعد درس گاہ میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ استاد جی اپنی مسند پر جلوہ افروز تھے اور مسکرا کر فرمانے لگے کہ میں پنڈی سے وقت پر پہنچ گیا اور تم مدرسے میں رہتے ہوئے بھی وقت پر درس گاہ میں نہ پہنچ سکے اور فرمانے لگے پنڈی والوں نے مجھے کہا کہ ہم آپ کو جہاز کے ذریعے بھیجتے ہیں لیکن جہاز پر سے ملتان پہنچتا تو میرا وقت ضائع ہو جاتا اس لئے وقت بچانے کے لئے میں نے سادی بس کا سفر کیا اور فرمایا کہ پروگرام میں کھانے کا وقت بھی نہ ملا۔ پروگرام لمبا ہو گیا اگر میں کھانا کھاتا تو میری بس نکل جاتی اس لئے میں کھانا چھوڑ کر مدرسے پہنچ گیا۔ اسی طرح ہمیں سمجھانے کے لئے فرماتے کہ میں سکول کے زمانے میں بھی خوب پابندی کرتا۔ رات میں پنڈی، چکوال، سرگودھا ہوتا اور صبح وقت پر سکول پہنچ جاتا، اسی لئے میری اس حالت کو دیکھ کر میرے بعض سکول کے دوست بطور مذاق کہا کرتے کہ امین کو کسی بڑے پیر کی بددعا ہے کہ ہمیشہ سفر میں رہتا ہے کبھی اس کو آرام نہیں۔ خیر اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

عاجزی:

اکابر علماء دیوبند کی دوسری صفت استاد جی میں عاجزی کی تھی کہ عاجزی استاد جی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بقول شیخ سعدیؒ کے:

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

☆ نومبر ۹۵ء میں رائے ونڈ جانے کا اتفاق ہوا وہاں میرے کئی دوسرے اساتذہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جن کے پاس میں نورانی قاعدہ سے لے کر مشکوٰۃ والے سال تک پڑھتا رہا جن میں مولانا محمد حسن صاحب صدر مدرس جامعہ مدنیہ بستی لکھن صادق آباد ضلع رحیم یار خان، دوسرے مولانا عبدالغفور صاحب مدنی اور مدرسے کے مہتمم حافظ عبدالرحمٰن صاحب لکھن...... مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا عبدالغفور صاحب بھی جامعہ بنوری ٹاؤن فاضل اور استاد جی کے شاگرد ہیں، نے فرمایا کہ اگر استاد جی رائے ونڈ آئیں تو ہمیں بتانا۔ ہم زیارت کے لئے حاضر ہوں گے۔ دوسرے دن استاد جی بھی تشریف لائے، بوقت ملاقات میں نے عرض کیا میرے اساتذہ جو آپ کے شاگرد ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس لئے اگر حکم ہو تو میں انہیں بلا کر لاؤں؟ فرمایا، ابھی ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ چلو تمہارے استادوں سے ہم خود چل کر ملتے ہیں اور اٹھے چل دیئے۔ جب ہم ان کے حلقے میں پہنچے تو

تمام اساتذہ تشریف فرما تھے، وہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اتنی بڑی ہستی خود چل کر پہنچ گئی۔ خیر وہاں بیٹھ کر خوب اپنے اور بزرگوں کے واقعات سنائے جو کہ آج بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں...... ایک دفعہ کسی بات پر اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جھنگ میں ایک بزرگ حافظ صاحب شیعہ کے محلے میں دین کا خوب کام کر رہے تھے۔ انہیں شیعوں نے چیلنج کیا کہ (ان حافظ کا نام مجھے بھول گیا ہے) اگر تم سچے ہو تو مناظرہ کر لو، جو ہار گیا تو وہ اپنا مذہب چھوڑ دے گا۔ وہ میرے پاس آئے۔ کہا میں بہت غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ مناظرہ کراؤں۔ میرے پاس روٹی کا خرچہ بھی نہیں ہے۔ مسلک کا معاملہ ہے اگر آپ چلیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ فرمایا میں نے حامی بھر لی اور وہاں جا کر مناظرہ کیا اور اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو اس بزرگ نے خوش ہو کر مجھے پانچ روپے دیئے اور میں خوشی سے واپس آ گیا۔ فرمایا کہ جب شیعہ کو پتہ چلا کہ ان کے مناظر کو صرف پانچ روپے ملے ہیں تو انہوں نے دوبارہ چیلنج کیا کہ اب امین کو بلواؤ اب وہ جیت کر دکھائے تو ہم سنی ہو جائیں گے۔ خیر وہ بزرگ پھر آئے کہ اب دوبارہ مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں وقت پر پہنچ جاؤں گا۔ فرمایا کہ وہ جگہ سٹاپ سے کافی دور تھی اس لئے مجھے ایک ساتھی سائیکل پر لینے کے لئے آیا۔ میں اس کے ساتھ سائیکل پر سوار ہو کر مناظرہ گاہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں چند آدمی آئے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ خدا کے لئے آپ مناظرہ نہ کریں کیونکہ دوسری طرف مناظرہ کرانے والے ہم ہیں۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ آپ کو صرف پانچ روپے ملے ہیں اس لئے آپ دوبارہ نہیں آئیں گے۔ ہم نے چیلنج کر دیا اور آپ پھر آ گئے۔ پچھلی دفعہ ہمارا مناظر کراچی سے سپیشل کار پر آیا تھا۔ ہمارا چالیس ہزار خرچ ہوا ہے اس لئے ہم میں ہمت نہیں کہ مناظرہ کروائیں۔ برائے مہربانی آپ واپس چلے جائیں۔ میں نے کہا کہ آپ مناظرہ کرانے والے بزرگوں سے ملیں جو وہ کہیں گے وہی ہوگا۔ اس طرح دوبارہ میرا صرف بیان ہوا اور میں واپس آ گیا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک فاتح مناظر کس عاجزی سے پانچ روپے لے کر دوبارہ پھر دین کی تبلیغ کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے استاد جیؒ کی زندگی بھری پڑی ہے اور استاد جی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ جلسے والوں پر بوجھ نہ پڑے، نہ کسی قسم کی سواری کا مطالبہ، نہ ہی کھانے پینے اور فیس کا مطالبہ۔ میں نے اکابر علماء دیوبند کا جو مزاج کتابوں میں پڑھا بعینہ استاد جیؒ کو پایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد جیؒ کی خطائیں معاف فرمائے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر کی اور شاگردوں کو صبر کرنے اور استاد جی کے مشن پر کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

موت ایک اٹل قانون ہے۔ایسا قانون جس سے کوئی ذی روح مستثنیٰ نہیں۔دنیا میں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا۔گویا ہر انسان کا یہاں آنا جانے کی تمہید ہے اس لئے موت ہر ایک کو آتی ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، بادشاہ ہو یا گدا، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، چھوٹا ہو یا بڑا، مگر جب آتی ہے تو یہ نہیں دیکھتی کہ ان کے چلے جانے سے کون کون سے چمنستان رنگ و بو اجڑ جائیں گے، کس کس کے گلستان پر قیامت صغریٰ برپا ہو جائے گی۔

استاد محترم و مکرم مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت وکیل اہل سنت ترجمان احناف دعوت و ارشاد کے نکتہ سنج علم و عمل کے کوہ گراں درس و تدریس کے امام اور اکابر علماء دیوبند کی روایات کے امین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی بھی اسی اٹل قانون کا شکار ہوئے۔

روشنی جس کی حریم روح کو چمکا گئی
ظلمت مرگ اس ستارے کو بھی آخر کھا گئی

بیسویں صدی کے آخری چار پانچ سالوں میں ایسے مردان حق آگاہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے جن کے علم و فضل، تقویٰ و تدین، جرأت و ایثار، شجاعت و بسالت پر آسمان کو بھی رشک تھا۔حضرت مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا ایوب جان بنوری، حضرت مولانا سبحان محمود، حضرت مولانا محمد موسیٰ خان بازی، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید، حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہید، حضرت مولانا عبید اللہ چترالی شہید، حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری ایسے اکابرین امت اس جہانِ عارضی کو الوداع کہہ گئے۔یہ حادثات فاجعات یکے بعد دیگرے ایسے پیش آئے جن سے عقول سلیمہ کو دھچکا لگا۔سوچ و فکر کا رشتہ قوت متخیلہ سے کٹ گیا۔

آتا نہیں سمجھ میں کہ کیا کیجئے عارفی
دل کی کچھ ایسی حالت بے اختیار ہے

اور اسی صدی کے بالکل شروع میں قافلہ علماء حق کا ایک اور مسافر راہی ملک عدم ہوا۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

حضرت اقدسؒ اپریل ۱۹۳۴ء میں بیکانیر ضلع گنگاپور بھارت میں ایک درویش خدامست جناب صوفی ولی محمد رحمہ اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ایک سیلانی بزرگ حضرت مولانا سید شمس الحق (فاضل دیوبند) نے محمد امین رکھا۔

صوفی ولی محمدؒ نے اپنے اس لائق صد آفرین فرزند کو قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کے لئے ایک غیر مقلد استاد حافظ محمد رمضان کے پاس داخل کرا دیا۔ حافظ صاحب کی تبلیغ سے آپ غیر مقلد بن گئے۔ اس کے بعد مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کے پاس بعض کتابیں پڑھیں۔ اس لئے غیر مقلدیت ہی آپ کا مسلک اول ٹھہرا بلکہ ابتداء آپ غیر مقلدیت کے پکے داعی تھے۔

لیکن اکابر علماء دیوبند کی توجہات کی برکت سے آپ کی زندگی کی کایا پلٹ گئی اور حضرت امام العصر کشمیریؒ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کے سمجھانے سے آپ نے غیر مقلدیت چھوڑ کر تقلید کا قلادہ پہنا اور اس سے خوب فیض حاصل کیا۔ اس طرح آپ نے حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی اور حضرت مولانا عبدالحنانؒ سے بھی کافی اکتساب فیض کیا۔

ابتدائی طور پر آپ نے امام وقت سلطان الاولیاء دارالعلوم دیوبند کے نامور سپوت حضرت شیخ الہندؒ کے مشن کے وارث حضرت الامام سندھیؒ کے علوم کے ترجمان شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے اصلاح باطن کا تعلق قائم کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لاہوری کے فیض صحبت سے یہ یقین ہو گیا کہ اعتماد علی السلف اور فکر آخرت یہی دو نعمتیں ہیں جن سے اس زمانہ میں دین محفوظ رہ سکتا ہے۔

حضرت لاہوریؒ کے راہی آخرت ہو جانے کے بعد آپ نے تعمیر باطن میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید خلیفہ اجل قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی طرف رجوع کیا۔ حضرت اقدسؒ کو خالق ہست و بود نے ذہانت و فطانت اور حکمت و دانشمندی سے خوب خوب نوازا تھا۔ ہر نئے سے نئے اٹھنے والے فتنے کے خلاف آپ کے پاس قرآن و سنت کے دلائل و براہین کا انبار ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی خداداد قابلیت، وسعت مطالعہ اور استحضار علمی کی بناء پر مسلک حق کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا بھرپور تعاقب کیا۔ غیر مقلدیت، بریلویت، عیسائیت، قادیانیت، جماعت المسلمین اور دوسرے بازی گروں کے مقابلے آپ نے سو سے زیادہ مناظرے کئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میدان ہمیشہ آپ کے ہاتھ میں رہا اور کامیابی ہر لمحہ آپ کے قدم چومتی رہی۔

آپ مخالف کے ساتھ دلائل کی زبان میں بات کرتے تھے۔ اپنے موقف پر براہین قاطعہ کے ایسے انبار لگا دیتے کہ مقابل کو چپ سادھ لینے کے بغیر کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ حضرت اقدسؒ مقابل پر آوازیں کسنے اور اس کو

بے ہودہ کلمات استعمال کرنے کے ہرگز روادار نہ تھے بلکہ آپ کی ذات پر اگر اس کی طرف سے کوئی غیر اخلاقی حملہ ہوتا تو آپ خاموش رہتے اور جواب دینے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔

کسی مناظرے میں ایک غیر مقلد عالم نے آپ کو تین بار شیطان کہا۔ آخری بار آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ آپ نے مجھے تین بار شیطان کہہ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا۔ اب ذرا میری بات کا بھی جواب دیجئے، مگر جواب ہوتا تو دیتا۔ حضرت اقدسؒ کے مزاج میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوران درس بات سے بات پیدا کر کے خود بھی ہنستے اور طلبہ کو بھی ہنسا کر مجلس کو زعفران زار بناتے۔ گویا کہ آپ اس شعر کے مصداق تھے:

وہ میرے سامنے سنجیدگی کا دھارے روپ
سنا سنا کے نئے چٹکلے ہنساؤں اسے

حضرت اقدسؒ کی زندگی کا ایک پر لطف پہلو آپ کا ذوق مطالعہ تھا۔ آپ کثرت سے مطالعہ فرماتے تھے اور اس قدر انہماک سے مطالعہ کرتے کہ اپنے اردگرد کی چیزوں کی خبر تک نہ رہتی۔ جامعہ خیر المدارس میں جب راقم آثم تخصص فی الفقہ کا طالب علم تھا تو حضرت اقدس کو اکثر رات کے پچھلے پہر تک مطالعہ میں مستغرق پایا۔

ایک مرتبہ درس کے دوران فرمانے لگے کہ چوالیس (۴۴) جلدوں پر مشتمل کتاب (نام لئے بغیر) کا مطالعہ صرف چار دن میں پورا کیا، اور آپ کا مطالعہ بھی تو اس قسم کا تھا کہ ساتھ ساتھ کتاب پر نوٹ اور حواشی بھی تحریر فرماتے۔ حضرت اقدسؒ کی کسی بھی کتاب کا شاید کوئی ایسا صفحہ ملے جس پر آپ کا کوئی نوٹ تحریر نہ ہوا ہو۔

حضرت اقدسؒ کائنات آب وگل سے کیا گئے بس ہم کو یتیم کر گئے۔ چمنستان خیر جامعہ خیر المدارس مضطرب ہے۔ مسند دعوت وارشاد اجڑ گئی، فقہ حنفی کا پاسبان نہ رہا، فرق باطلہ کا زور توڑنے والا رخصت ہوا، اپنے اغراض فاسدہ کی تکمیل کے لئے بعض بھولے بھالے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے کر اسلام میں لامذہبیت پیدا کرنے والوں کی سرکوبی کرنے والا کوچ کر گیا۔

آخر میں مجاہد ملت حضرت شورش کشمیری کے روح سے معذرت کرتے ہوئے ان کے چند وہ اشعار زینت قرطاس بناتا ہوں جو انہوں نے امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بارے میں کہے تھے:

دل انقلاب حال سے نالاں ہے دوستو شیرازۂ حیات پریشاں ہے دوستو
ناساز گار آب و ہوا ہے کہاں چلیں صرصر کی زد میں نظم گلستاں ہے دوستو
جو کچھ سلوک ہم سے چمن میں کیا گیا تاریخ اس پر ششدر و حیراں ہے دوستو
آخر کہاں چلا گیا سالار کارواں؟ کس سے کہیں کہ حشر کا ساماں ہے دوستو
چکمہ دیا اجل نے غریب الدیار کو لوٹا ہے فصل گل میں خزاں نے بہار کو

حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی (لاہور)

۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء بمطابق شب ۳ شعبان پونے نو بجے اس خبر نے ذہن کو متحیر اور قلب وجگر کو چیر کر رکھ دیا کہ مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑویؒ عالم فناء سے عالم بقاء کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون متحیر ذہن کی سوچوں اور پارہ پارہ قلب وجگر کی کرچیوں سے ہوک اٹھی:

یوں تو فانی ہے ہر اک شی اس جہاں کا ہر بشر　　لیک تیرا جانا چھلنی کر گیا قلب و جگر
ہوک سی اٹھتی ہے دل میں، ہو رہی ہے چشم تر　　چاہتا ہے جی کہ ہو جائے سب یہ جھوٹی خبر

پورے عالم میں اس بے مثل عالم کے درد کی کسک محسوس کی گئی۔ سبھی کے دل روئے، سبھی کی آنکھیں پرنم ہوئیں کہ قافلہ ملت بے سہارا ہو گیا۔ ملت اسلامیہ یتیم ہو گئی۔ سبھی کو فکر لاحق ہوئی کہ اب مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹاؤں، مہمات ومسائل کے ہجوم میں ہماری نگاہیں اس کو تلاش کریں گی مگر وہ نہیں ملے گا۔ پھر تھوڑی ڈھارس بندھی کہ وہ تو یقیناً نہیں ملے گا مگر اس کے مبارک قدموں کے نشانات ہمیں ضرور ملیں گے جوان شاء اللہ نشان راہ ثابت ہوں گے۔ جن راہوں سے وہ گزر گیا وہ ہمیں منزل کا پتہ دیتی رہیں گی۔ عمل کی شاہراہ پر وہ جتنے چراغ روشن کر گیا اس سے ہمیں روشنی ملتی رہے گی۔ حضرت اوکاڑویؒ کی حیات جاوداں کے چند پہلوؤں پر جسارت سے قبل حضرتؒ کی ابتداء زندگی کے حالات جو آپ نے اپنی شاہکار تصنیف تجلیات صفدر جلد اول میں رقم فرمائے ہیں پیش خدمت کرتا ہوں۔

حالات اُن کے، قلم اُن کا:

ہمارا خاندان بستی غزاں شہر جالندھر بھارت سے تعلق رکھتا ہے۔ قوم آرائیں ہے۔ والد صاحب رحمہ اللہ کا نام ولی محمد اور دادا جی کا نام پیر محمد تھا۔ باپ بیٹے دونوں کا پیشہ باغبانی تھا۔ دونوں حضرات پابند صوم وصلوۃ اور بہت عابد تھے۔ کچھ زمین بیکانیر میں تھی۔ میری پیدائش بیکانیر ضلع گنگانگر کی ہے، پھر ضلع فیصل آباد بچیانہ اسٹیشن کے قریب

چک نمبر۱۲۴ جھبلاں راں میں آباد رہے۔ یہاں ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ جو فاضل دیوبند تھے تشریف لائے۔ والد صاحب نے ان سے عرض کیا کہ میرے بچے جو پیدا ہوتے ہیں وہ چند دن یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، زندہ نہیں رہتے۔ تین لڑکے اور ایک لڑکی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت سید شمس الحق صاحب رحمہ اللہ نے والد صاحب سے فرمایا ولی محمد! گھبراؤ نہیں تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھوؤ گے۔ ہاں یہ نیت رکھو کہ مجھے اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو میں عالم بناؤں گا۔ اس کے بعد میں پیدا ہوا اور میرا نام انہی بزرگوں نے محمد امین رکھا۔ پھر یہ سیلانی بزرگ ہمارے علاقے سے صادق آباد تشریف لے گئے۔ میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب رحمہ اللہ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔

حضرت اقدس سید شمس الحق شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بھائی سید نور الحق شاہ صاحب لاہور ٹکسالی دروازہ میں ایک مسجد کے خطیب تھے اور بہترین طبیب تھے۔ حضرت سید شمس الحق صاحب علاج کے لئے صادق آباد سے لاہور تشریف لائے۔ اس وقت میری عمر بارہ یا تیرہ سال کی تھی۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں بھی لاہور گیا۔ حضرتؒ کی زیارت ہوئی۔ حضرتؒ نے والد صاحب سے پوچھا یہ محمد امین ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا یہ محمد امین ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اسے عالم بنائیں۔ حضرت اقدس چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے سر جھکا کر سلام عرض کیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا۔ مناظر بنے گا۔ میں اب تک سوچا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرف بخشا۔

میری تعلیم:

والد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے غیر مقلدین کے ہاں ناظرہ قرآن پڑھنے کے لئے داخل کرا دیا۔ حافظ محمد رمضان صاحب میرے استاد تھے۔ ان کی تبلیغ سے میں غیر مقلد بن گیا۔ پھر مولانا عبدالجبار صاحب محدث کنڈیلوی کے پاس کچھ کتابیں پڑھیں۔ میری پیدائش ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء کی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت اقدس مولانا عبدالقدیر صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی جو اس وقت عیدہ گاہ اوکاڑہ میں مدرس تھے کہ سمجھانے سے میں حنفی بن گیا اور حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی رحمہ اللہ فاضل دیوبند، حضرت مولانا سید عبدالحنان صاحب نور اللہ مرقدہ تاجک حضرو فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند سے تعلیم حاصل کرتا رہا اور حدیث پاک بھی میں نے آپ سے پڑھی۔ آپ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین صاحب چک نمبر ۱۱ ایل ۔۴ سے کچھ تعلیم حاصل کی اور

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالمجید صاحب سیتاپوری حال مفتی جامعہ مدنیہ لاہور سے بھی بہت استفادہ کیا۔ یہ تمام حضرات اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ:

عیدگاہ کے مدرسہ میں، میں جب زیر تعلیم تھا تو حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی پسروریؒ خلیفہ اجل حضرت اقدس شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ تشریف لائے۔ طلباء زیارت و مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت سے میری کوئی سابقہ جان پہچان نہ تھی۔ سب طلباء کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمارہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانے کے بعد بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے بائیں طرف بٹھالیا اور باقی طلباء سے مصافحہ فرماتے رہے۔

جب طلباء ختم ہو گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے، نام پوچھا اور فرمایا کہ یہ (یعنی یہ عاجز) بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے۔ پھر حضرت نے بڑی محبت سے مجھے بیعت کی ترغیب بھی دی۔ میں چونکہ غیر مقلدیت سے ادھر آیا تھا، بیعت کو بدعت اور دنیاوی دکانداری سمجھتا تھا اس لئے میں نے بار بار انکار کیا کہ یہ کون سی ضروری چیز ہے لیکن حضرت نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایا اور اس بات پر آمادہ فرمالیا کہ بیعت حضرت شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ سے کروں۔ میں نے ہاں تو کرلی مگر مولانا کے تشریف لے جانے کے بعد خیال بھی نہ رہا۔ ایک دن میں رسالہ خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں، آنکھیں تو اصل دل کی ہے۔ اگر روشن ہو جائیں تو اسے حرام و حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ کمرہ میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کسی نے حرام کا نوٹ لینا ہے، یہ حرام ہے، یہ حرام ہے۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا تم کیا کرو گے؟ میں نے وہ مجلس ذکر کی عبارت سنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں۔ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے کے اور ایک حرام کے روپے کے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے لے لئے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ایک ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے، وہ حلال کا، یہ کینو حرام کا ہے۔ وہ حلال کا اور ہم لاہور پہنچ گئے۔ ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی، ہم حاضر ہوئے۔ پھل حضرت رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیئے۔ ہماری

طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا ہدیہ لائے ہو یا امتحان لینے آئے ہو اور آپ نے سب پھل الگ الگ کر دیئے کہ یہ حلال ہیں یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے منع فرمایا، چلے جاؤ تم بیعت کے لئے تھوڑے آئے تھے۔ تم تو امتحان کے لئے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے۔ گاڑی آئی باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا۔ میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چل گیا اور اگلے دن فجر کی نماز شیرانوالہ میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر آپ نے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے تو میں بھی ساتھ بیٹھ گیا، دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا! اب بیعت کے لئے آ گئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرت نے بیعت فرمائی اور اسم ذات واستغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ تقریباً چار سال حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی۔ حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برناباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا۔ حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ حضرتؒ سے تعلق کی برکات میں سے یہ تھا کہ اگرچہ میں بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول میں ٹیچر لگ گیا۔ مگر یہ میرا اصل مشغلہ نہ تھا۔ الحمد للہ! سکول کے چند گھنٹوں کے علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا۔ اپنے گاؤں میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس مکمل ختم کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی دعاؤں اور توجہات نے اس عاجز کو دین کا ایک سپاہی بنا دیا۔ مرزائی، اہل بدعت (بریلوی) اور شیعہ کے علاوہ عموماً دور حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک الحمد للہ! ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً سو مناظرہ ہوا جس میں اللہ پاک نے اپنے اکابر کے اس غلام کو ہر جگہ سرخرو فرمایا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے فریب سے نکلے، اللہ پاک قبول فرمائے۔

حضرت لاہوریؒ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ ان کی دعائیں اور توجہات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے، چونکہ میرا گاؤں ۲-۵۵۷ قادیانیوں کا گاؤں ہے اس لئے ان سے مناظرے ہوتے رہتے۔ بزرگوں کی توجہ کی برکت سے اس موضوع پر بھی الحمد للہ کبھی شکست کا سامنا نہ دیکھا پڑا۔ پھر میں نے بائبل پر محنت کی اور عیسائیوں سے مناظرے کئے۔ الخ۔

درس وتدریس:

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے اصرار پر سکول کی ملازمت چھوڑ کر جامعۃ العلوم الاسلامیہ

بنوری ٹاؤن میں التخصص فی دعوۃ والارشاد کی خدمت سرانجام دیتے رہے، لیکن کراچی کی آب وہوا موافق نہ آئی اور حضرت وہاں سے واپس تشریف لاکر مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان کے اصرار پر خیرالمدارس میں رئیس الدعوۃ والارشاد کے عہدے پر فائز ہوگئے اور تادم آخر اسی شعبہ سے منسلک رہے۔

انداز بیان:

حضرت مناظر اہل سنت رحمہ اللہ جب علم وحکمت، اسرار ومعرفت کے گوہر بے مثال نچھاور فرماتے تو سامعین کا ایمان تازہ ہو جاتا۔ قلوب عقائد واعمال کی اصلاح کی طرف مائل ہو جاتے، پھر سننے والا مرزائی، مرزائی نہ رہتا۔ ختم نبوت کا شیدائی بن کے اٹھتا۔ رافضی رافضی نہ رہتا اصحاب رسول ﷺ کا سپاہی بن جاتا۔ غیر مقلد غیر مقلد نہ رہتا بلکہ تقلید کے انوارات سے سینہ منور کر کے جاتا۔ غرض جو کوئی مذہب اہل سنت سے بیزار شریک بیان ہوتا اسی مذہب حق کا ترجمان بن کے جاتا۔

تمام دنیا کو جو دیتا پھرا حق کا پیام
وہ جس نے رد کئے باطل عقائد و اوہام

انداز تحریر:

حضرت ترجمان اہل سنت کا انداز تحریر اتنا سلیس وشگفتہ ہوتا کہ عام سے عام آدمی نہ صرف سمجھ جاتا بلکہ سمجھانے کے لائق ہو جاتا۔ حضرت کی تحریر اتنی مدلل و پُرمغز ہوتی کہ رد کی غرض سے پڑھنے والا قاری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

شوخی تحریر تیری کس قدر تھی تابناک اسلام کی خاطر تھا تو بدر منیر
دین وملت کیوں نہ ہوں نازاں تیری خدمات پر فقہ حنفی کے محافظ دین احمد کے مشیر

حضرت رحمہ اللہ کے بکھیرے گئے نقوش متاخرین کے لئے قابل عمل دستور حیات ہیں لیکن میں تو یہ کہوں گا۔

رو رہے ہیں انگلیوں کو آج قرطاس و قلم
جا چھپا ہے اب کہاں پر ہائے وہ معجز رقم

حضرت مرشدی مدظلہ سے تعلق وعقیدت:

حضرت اوکاڑوی کا حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضہم سے عقیدت و محبت کا جو گہرا تعلق تھا اس کا انداز حضرت کی اس تحریر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: ”حضرت لاہوریؒ کے بعد میرا

روحانی تعلق شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ ان کی دعائیں اور توجہات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔"

حضرت وکیل صحابہؓ کے زیر سرپرستی ہونے والے تبلیغی جلسوں خصوصاً جہلم، چکوال، بھیں ساری مصروفیات چھوڑ کر شرکت فرماتے۔ اکثر آپ کا بیان پہلے دن ہو جاتا لیکن حضرت مدظلہم کا بیان سننے کے لئے دوسرے دن تک ٹھہرے رہتے اور دوران بیان دوزانو تشریف فرما ہوتے۔

سفر آخرت:

جامعہ خیر المدارس، ملتان سے تعلیمی سال مکمل کر کے کچھ پروگراموں میں شرکت فرمائی۔ سرگودھا میں طبیعت ناساز معلوم ہوئی تو اپنے گاؤں چک نمبر ۵۵ تشریف لے گئے لیکن دو روز ہی گھر میں قیام رہا اور بالآخر ۳۱ اکتوبر رات پونے نو بجے داعی حق کو لبیک کہتے ہوئے عالم فنا سے عالم بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. آناً فاناً اطلاع پھیل گئی، ہر کوئی تصدیق کے لئے ادھر ادھر فون کرنے لگا کہ کاش کہیں سے کوئی کہہ دے کہ یہ خبر جھوٹی تھی۔ محض افواہ تھی۔ دور دراز والوں نے رات ہی سے سفر شروع کر دیا۔ راقم الحروف دن ایک بجے حضرت کے آبائی گاؤں پہنچا تو گاؤں کے در و دیوار گاؤں کی فضا میں ایک عجیب قسم کی سوگوار تبدیلی محسوس ہو رہی تھی۔

بدلا ہوا ہے رنگ گلوں کا تیرے بغیر
خاک سی اڑی ہوئی ہے سارے چمن میں

نماز جنازہ کا وقت ۳ بجے سہ پہر مقرر کیا گیا۔ مقررہ وقت تک جنازہ گاہ میں علماء، طلباء اور عوام الناس کا جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ دور دراز سے علماء کرام تشریف لائے تھے۔ کراچی سے مولانا مفتی زرولی خان، فیصل آباد سے شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد، چکوال سے حضرت قائد اہل سنت مدظلہ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی ظہور حسین صاحب اظہر، گوجرانوالہ سے مولانا عبدالقدوس خان قارن ابن شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے علاوہ مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد طفیل شاہ صاحب فاضل دیوبند، مولانا امیر حسین گیلانی و دیگر سینکڑوں علماء، طلباء تشریف لائے تھے۔

جنازہ سے قبل مولانا امیر حسین صاحب گیلانی نے فرمایا کہ اس علماء کے مجمع کو دیکھ کر یہ کہنا کس قدر بجا ہے کہ حضرت اوکاڑویؒ استاذ العلماء تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اوکاڑویؒ کو امام اعظم امام ابوحنیفہؒ سے محبت و عشق کی بنا پر یہ اعزاز بخشا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے بھی شعبان کو انتقال فرمایا تھا اور آج جب حضرت اوکاڑویؒ کا سفر آخرت ہے تو بھی شعبان کا مہینہ ہے۔

مولانا زرولی خان صاحب زید مجدہم نے فرمایا کہ میں اور آپ اس ہستی کے اٹھنے پر کیا سوگوار ہوں گے۔ سوگوار تو آج علم ہے جسے بے آسرا چھوڑ کر یہ تشریف لے گئے ہیں۔ میں یہ بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ حقیقتاً مولانا کے سوگوار آج شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ہیں۔

مولانا علی شیر حیدری نے فرمایا کہ میں کیا کہوں مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ بے شمار مسائل جب مجھے الجھائیں گے تو میں کس کے پاس جاؤں گا؟ گویا بزبان حال یہ کہہ رہے تھے۔

اب تشنگان علم کی کیسے بجھے گی پیاس
فنون کا بحر و بستان چلا گیا
تصنیف کا امام وہ قلم کا شہسوار
فہم و خرد کا مہر درخشاں چلا گیا

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ جو اکابر علماء موجود ہیں محدود الفاظ میں حضرت کو خراج عقیدت پیش کریں، لیکن حضرت کے بھائی نے درخواست کی کہ واپس جانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ لہذا جنازہ پڑھایا جائے۔ یوں مولانا قاضی ظہور حسین صاحب اظہر ابن حضرت قائد اہلسنت وکیل صحابہؓ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے متعلقین واہل خانہ کے اصرار پر نماز جنازہ کے لئے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ نماز جنازہ کے بعد تدفین کے لئے آبائی قبرستان کا رخ کیا گیا۔ قبرستان چونکہ دور تھا اس لئے عقیدت مند بڑھ چڑھ کر چارپائی کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کر رہے تھے اور کثیر مجمع کے چلنے کی وجہ سے اڑتی ہوئی دھول سرگوشیاں کر رہی تھی۔

یہ اک ساجد و عابد یہ پیکر ایثار
یہ اک دور، یہ مقصد، یہ علم کا مینار
یہ دین مصطفوی کا مجاہد عرفاں
یہ مجتہد، یہ مبلغ یہ ہادی دوراں

قبر میں اتارنے کی سعادت راقم الحروف کے ساتھ کراچی و صفرو سے آئے ہوئے مہمانوں کو نصیب ہوئی۔ بندہ نے گرہیں کھول کر قبلہ رخ منہ کرتے ہوئے آخری دیدار کیا۔

چھپ گئے وہ ساز ہستی چھیڑ کر
اب تو بس آواز ہی آواز ہے
رشیدی میری دعا ہے قرار ان کو ملے
جوار رحمت پروردگار ان کو ملے

مناظر اہل سنت، وکیلِ احناف، امام المناظرین، میرے انتہائی مشفق ومہربان استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی (نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ یقیناً قوتِ حافظہ، علمی تبحر، طہارت وتقویٰ، عبادت وریاضت، حاضر جوابی اور فقید المثال مناظر ہونے کی حیثیت سے اپنے زمانے کے ''دریکتا'' تھے۔ ان کے چند ایک قیمتی ملفوظات نذر قارئین ہیں۔

1۔ حنفی وہ ہیں جو سیدنا امام ابوحنیفہؒ کی راہنمائی میں بواسطہ جماعتِ صحابہ کرامؓ سنتِ نبوی ﷺ پر عامل ہیں۔

2۔ مذہب اس راستے اور واسطے کو کہتے ہیں جو بواسطہ جماعت صحابہؓ منزلِ محمدی تک پہنچتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت حنفی کہتے ہیں۔

3۔ مذہب صحابہ کرامؓ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتا ہے اور فرقہ صحابہ کرامؓ اور نبی پاک ﷺ سے کاٹتا ہے۔

4۔ کسی بھی لامذہب (غیر مقلد) سے مناظرہ کرنے سے قبل شرائط مناظرہ' موضوع' منصف اور مقام وتاریخ متعین وتحریر کرلیں۔ اور بوقت مناظرہ نہ خود موضوع سے ہٹیں نہ ہٹنے دیں۔

5۔ علمائے کرامؒ کو چاہیے کہ اپنے مسلک (حنفی) کو کھل کر بیان کریں۔ اپنے مسلک کو عام کریں، آپ کے لوگوں کو اپنے مسلک کی معلومات نہیں ہوتیں اسی لئے وہ گمراہی کا شکار ہوتے ہیں۔ آپ دوسروں کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے لوگوں اور اپنے مسلک حنفی کی طرف توجہ کریں۔ اسی پر محنت کریں، اسی کو عام کریں۔

6۔ اب مناظروں کا دور نہیں رہا۔ نہ ہی اب مناظروں سے جھگڑا ختم ہوتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ آپ مناظروں کی بجائے نوجوان تیار کریں، ان کو اپنا مسلک سمجھائیں تاکہ وہ گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔

7۔ تم لوگوں کے سوالات کے جواب دو مگر ایک دو سوال اپنے بھی ان کو دو یہ بھی ضروری ہے۔

8۔ جب دور دراز سے لوگ حضرت صفدرؒ صاحب سے جلسہ یا مناظرہ کے لئے وقت لینے آتے تو مسکرا کر ارشاد فرماتے: تم کب تک ''امین'' کو بلواتے رہو گے؟ میاں اپنے علماء کو مجبور کرو، مقامی علمائے کرام کو اس طرف راغب کرو۔ وہ اپنے مسلک پر تحقیق کر کے ان فتنوں کا مقابلہ کریں۔''

9۔ میں ہر ماہ میں ایک مرتبہ (اپنے پیر و مرشد) حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضری دیتا تھا اور حضرت کی محبت و شفقت سے بہرہ اندوز ہوتا تھا۔

10۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی میں جب یہ ناکارہ حضرت صفدرؒ صاحب کے یہاں شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد میں زیرِ تعلیم تھا تو ارشاد فرمایا کہ فقہ حنفی کی اساس کے بارے میں تم یہ شعر لکھ لو، کام آئے گا۔

فقہ حنفی کی چار اساس قرآن و سنت و اجماع و قیاس

11۔ اس ملک (پاکستان) میں دو رافضی ہیں، ایک بڑا رافضی، اور ایک چھوٹا رافضی، بڑا رافضی ہمارے قرآن کو غلط کہتا ہے، چھوٹا رافضی ہماری نماز کو غلط کہتا ہے۔ درحقیقت ہیں دونوں ہی ''دین دشمن''۔

12۔ جام پور ضلع راجن پور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران ارشاد فرمایا کہ: امام اعظمؒ نے اپنی زندگی میں پچپن ۵۵ حج کئے ظاہر ہے وہ جب حج کے لئے جاتے ہوں گے مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس پہ حاضری کے لئے جاتے ہوں گے تو نماز تو پڑھتے ہی ہوں گے۔ اگر امام اعظمؒ کی نماز غلط (خلافِ سنت) ہوتی تو اعتراض کا حق مکے اور مدینے والوں کو تھا یا جام پور والوں کو؟ معلوم ہوا امام اعظمؒ کی نماز خلافِ سنت نہیں بلکہ سنت کے عین مطابق ہے۔ اور کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

13۔ غیر مقلدیت کا وسیع پیمانے پر پھیلاؤ صرف اور صرف علمائے احناف کی غفلت و سستی کے باعث ہے۔ انہیں چاہیئے اس موضوع پر تحقیق کر کے اپنے نوجوانوں کو گمراہی سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔

14۔ غیر مقلدیت اور قادیانیت انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔

15۔ انگریز کے دور سے پہلے زندہ یا مردہ کسی غیر مقلد کا ثبوت نہیں ملتا، نہ ان کا کوئی مدرسہ، نہ مسجد، نہ کوئی تفسیر و کتاب نہ کوئی پمفلٹ اور شر انگیز اشتہار نہ کوئی قبر۔

16۔ جس کو اتباع کرنی ہو وہ سلف کی اتباع کرے۔

17۔ چاروں مذہب (مذاہب اربعہ) اہل السنت والجماعت ہیں، ان سے باہر نکلنے والے ''غیر مقلد'' اہل بدعت بھی ہیں اور دوزخی بھی۔

18۔ بڑے ہی شرم کی بات ہے کہ غیر مقلدین امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور علامہ ابن حجرؒ وغیرہ کو مقلد ہونے کی حیثیت سے مشرک بھی سمجھتے ہیں پھر انہی کی مرتب کردہ احادیث و روایات پر اعتماد کر کے خود کو عامل بالحدیث اور موحد بھی کہتے ہیں۔

19۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ خود اگر امام شافعی کی بات کو حجت مان لیں تو موحد، کوئی دوسرا اگر اس طرح کرے تو اس کو مشرک کہتے ہیں۔

20۔ جو غیر مقلد چاروں اماموں کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے اور بدزبانیاں کرتے ہیں وہ یقیناً اہل السنت والجماعت سے فارغ ہیں۔

21۔ الحمدللہ ہماری مکمل اصول کی کتابیں ہیں۔ ہم قادیانیوں اور غیر مقلدوں کی طرح بے اصول نہیں ہیں۔ اس لئے اصول لکھنا ہو تو (پھر) ہماری اصول کی کتابوں سے لکھو۔

22۔ اس فرقہ کے جاہل (غیر مقلد) عربی کی ایک عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے' عربی کی (حدیث کی) عبارت تک نہیں پڑھ سکتے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھ لیتے ہیں۔ مگر ماہرین کتاب و سنت کی غلطیاں نکال سکتے ہیں۔

23۔ غیر مقلد اتنا بڑا جاہل ہے کہ اسے نہ علم تحقیقی ہے نہ علم تقلیدی۔ اس لئے نہ وہ خود نماز کے ارکان کتاب و سنت سے اخذ کر سکتا ہے نہ مجتہد سے سیکھتا ہے۔ وہ جاہل ہی پیدا ہوتا ہے، جاہل ہی رہتا ہے۔ اور جاہل ہی مرتا ہے۔

قیامِ حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

24۔ بہشتی گوہر پر جب غیر مقلدین نے مختلف اعتراضات کئے تو حضرتؒ نے ماہنامہ الخیر ملتان ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ میں چھپنے والے اپنے مضمون میں تحریر فرمایا بہشتی گوہر کا مسئلہ نہ کسی آیت کے خلاف ہے نہ کسی حدیث کے خلاف' نہ ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی کے خلاف، مگر فقہ سے دلی بغض ان (غیر مقلدین) کو ایسے بیہودہ اعتراضات پر مجبور کرتا ہے۔

25۔ غیر مقلدین احادیث نبویہ میں ٹکراؤ کی پالیسی کے قائل ہیں فوراً دو احادیث کو آپس میں ٹکرا کر ایک کو صحیح اور دوسری کو من گھڑت کہہ دیتے ہیں۔ اس طرح ایک حدیث کو مان لیا دوسری کا انکار کر دیا اور اس نکارِ حدیث کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا۔

26۔ کیا غیر مقلد غور کریں گے کہ وہ حدیث کی خدمت کر رہے ہیں یا واقعۃً اس کی عظمت کو یکسر ختم کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ایسے نادان دوستوں سے حدیث کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

27۔ اس (غیر مقلد) فرقہ میں ہر ان پڑھ بھی اپنے آپ کو علامۃ الدھر سمجھتا ہے۔ جس طرح کنوئیں کا مینڈک سمندر کے مینڈک کو کہہ رہا تھا کہ اس کنوئیں سے بڑے پانی کا خزانہ خدا تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔

28۔ آج کل دین بیزاری کا دور ہے اور دین بیزاری غیر مقلدین کی ہی حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ اس وقت ملک کے کونے کونے سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ بیسیوں غیر مقلد ہر شہر میں منکرِ حدیث ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن خود ساختہ اہل حدیث ان کو راہ راست پر لانے کے لئے (نہ تحریراً نہ تقریراً) کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس گناہ کو چھوڑ کر توبہ کریں، ورنہ اب آپ (غیر مقلدین) اپنے لائے ہوئے سیلاب ''انکارِ حدیث'' کو روکنے سے عاجز ہو چکے ہیں۔

29- اللہ تعالیٰ دین حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور لادین غیر مقلدین کے وساوس سے محفوظ فرمائیں۔

آمین یا اللہ العالمین.

آہ! مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ

حافظ محمد صاحب (میانوالی)

یوں تو یہ جہان فانی ہے اور اس میں رہنے والا ہر فرد امیر ہو یا غریب، نیک ہو یا بد، طویل العمر بوڑھا ہو یا جوان و بچہ ہو ہر کسی نے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے۔ دوام و بقاء صرف رب ذوالجلال والاکرام ہی کو ہے۔ مگر کچھ حضرات جب جاتے ہیں تو بقایا صالحات ایسی چھوڑ جاتے ہیں جو انہیں نئی زندگی کی جلا بخشتے ہیں۔

وہ نہیں مرتے کبھی جیتی ہیں جن کی نیکیاں

ہمارے برادر بزرگ اور ممدوح محسن مناظر اسلام وکیل احناف قاطع الحاد فاتح مرزائیت قاہر بر غیر مقلدین مولانا محمد امین اوکاڑوی صفدرؒ ایسے ہی بے مثال اور یگانہ روزگار عظیم انسان تھے۔ ہم انہیں تحریک خدام اہل سنت کے سٹیج پر بارہا سنتے، علمی دلائل سے محظوظ ہوتے اور مناظرہ کی منصفانہ ابحاث سے شادکام ہوتے تھے۔ آپ کے فن مناظرہ کے متعلق ہمارے تاثرات یہ ہیں۔

(۱) مناظرہ اگرچہ ایک شرعی ضرورت ہے حکمت اور موعظت کے تحت جب فریضہ دعوت تبلیغ ادا کر دیا جائے اور مخالف کٹ حجتیوں کے ساتھ ''میں نہ مانوں'' پر اصرار کرے تو قرآن کریم نے تیسرا موقع وجادلهم بالتی هی احسن کا دیا ہے کہ بہت اچھے طریقے سے جدال و مناظرہ کرو (اپنے دلائل دو اور ان کے شبہات توڑو) اگرچہ گمراہوں اور تعصبیت پانے والوں کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔

مگر آج کل یہ بے اعتدالی زبان درازی، فحش گوئی اور بدکلامی کی آماجگاہ بن گیا ہے اس لئے اس کا موقع کم ملتا ہے اور کامیابی شاذ نادر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا اوکاڑویؒ کا کمال یہ ہے کہ سو سے زائد مناظرے کیے، دوستانہ ماحول برقرار رکھا نہ خود سیخ پا ہوئے نہ دوسرے کو بدزبانی کرنے دی، نہ جھگڑا پڑا نہ پولیس کو دست اندازی کا موقع ملا، مخالف کو کھلی شکست ہوئی، سینکڑوں کو ہدایت ملی، اتباع سنت کا خدائی حکم غالب رہا اور کلمة الله هی العلیا کا نظارہ ہر جگہ ایک عالم نے دیکھا۔ اسے ہم آپ کی للّٰہیت و خلوص ہے بلکہ کرامت سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہیں ہے۔

(۲) مخالف کے دلائل کو غور سے سننا اس کا نقص کرنا، کمزور پہلو کو واضح کرنا، دلیل اور دعویٰ میں عدم مطابقت اور بے ربطی بتلانا، مدعا کو دلائل واقعیہ سے مبرا اور محروم ثابت کرنا، مناظرہ کی اصل روح رواں ہے۔ اس کے

ذریعے مولانا ہنس مکھ لہجہ میں مقابل پر ایسے چھا جاتے کہ وہ مبہوت ہو کر راہ فرار پر مجبور ہو جاتا تھا۔

(۳) جیسے مولانا کا انداز بیان انتہائی سادہ، گھن گرج سے پاک، تعلی اور تفاخر سے مبرا، لاحاصل تمثیلات اور استعارات سے خالی، شوخی اور چرب زبانی سے دور ہوتا تھا وہ دلآویز باتوں اور پر حقیقت دلیلوں سے مخالف کو گھائل کر دیتے اسی طرح ظاہری سفید رنگ معمولی، لباس سادہ، وضع قطع پر متانت چہرہ، نورانی جبین، دمکتے گال، سرگیں نگاہ اور پر ہیبت جلال و جمال سے بیگانوں کو اپنا بنالیتے تھے اور انتہائی ظرافت اور خوش خلقی سے ہر کسی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

(۴) محض تبلیغ دین، اعلاء حق اور مسلک علماء دیوبند کے تحفظ و ترقی کی خاطر طویل اسفار کرتے۔ ریل سیکنڈ کلاس یا بس اور کوچ سے بغیر رفیق اور دوست کے چل پڑتے اور داعیان جلسہ کو اپنی آمد اور تقریر سے محروم نہ کرتے۔

مجھے اپنا تجربہ ہے کہ میرے مدرسہ جامعہ قرآن وسنت بن حافظ جی ضلع میانوالی میں ابھی جمعہ کا انتظام نہیں ہے برائے جمعہ ایک دوسری جگہ موسیٰ خیل کے لئے میں نے بذریعہ خط تاریخ لی۔ مولانا کا خیر المدارس ملتان سے جواب آیا کہ میں نے جمعہ کی رات مسجد نور مسلم بازار میانوالی میں خطاب کرنا ہے، ان سے بھی مل لیں۔ میں چند دن پہلے وہاں گیا۔ مولانا کا پروگرام بتایا، جو ان کی دعوت سے تھا اور یہ بھی کہ جمعہ موسیٰ خیل پڑھانا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کیا کہ ہمارے یہاں کوئی پروگرام نہیں ہے اور مولانا اوکاڑوی نہیں آئیں گے۔ میں مایوس ہوا اور پھر میانوالی آپ کو لینے نہیں گیا۔ چند دن بعد میں چکوال بھیں کے جلسہ میں مولانا سے ملا اور اپنی محرومی کی وجہ پوچھی تو مولانا نے ناراضگی سے فرمایا کہ تم میانوالی والے عجیب ہو، مجھے بھی خراب کیا، میں تو مقررہ تاریخ میں مسجد نور میانوالی پہنچ گیا۔ انہوں نے جلسہ کرایا نہ درس دلایا، تم بھی نہ تھے۔ میں سیدھا چکوال آ گیا۔ یہ سن کر مجھے اپنی محرومی اور غفلت پر بہت ندامت ہوئی۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے اور آپ کو درجات عالیہ سے نوازے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ:

فاتحہ خلف الامام میں مناظرہ کی ایک جھلک:

مولانا کے ایک رسالہ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز (ص ۲۰۔۲۱) سے یہ ماخوذ ہے۔

(۶۷) ہم نے پیر بدیع آف جھنڈا، حافظ عبدالقادر روپڑی پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کو مناظروں میں کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری باجماعت نماز جو صدیق اکبرؓ کے پیچھے پڑی تھی۔ اس میں ثابت کریں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پہلی رکعت میں صدیقؓ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں صدیق اکبرؓ نے مقتدی بن کر فاتحہ پڑھی تھی مگر وہ ہرگز ہرگز ثابت نہ کر سکے۔

(۶۸) آنحضرت ﷺ کے معراج سے پہلے سورت فاتحہ نازل ہو چکی تھی۔ نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی کیا آپ کسی حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے پہلے ان کو فاتحہ یاد کرائی تھی، پھران سب نے آپ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

(۶۹) جب غیر مقلدین کو یہ یقین ہوگیا کہ ہم آیت واذا قرئ القرآن الخ کے بعد کی ایک بھی صحیح صریح حدیث پیش کرنے سے عاجز ہیں تو انہوں نے وسوسے ڈالنے کا کام شروع کردیا واذا قرئ القرآن کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں: ''کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے۔ ہم سورت فاتحہ قرآن میں دکھاتے ہیں کہ فاتحہ قرآن ہے وہ ایک قرآن بھی ایسا نہیں دکھا سکتے جس میں فاتحہ نہ ہو۔ ہم بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ فاتحہ قرآن ہے وہ ایک حدیث بھی ایسی نہیں دکھا سکتے جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو کہ فاتحہ قرآن نہیں ہے۔ ہاں حدیث ہو یا نہ ہو ضد میں پکے ہیں۔''

(۷۰) احادیث صحیح کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قراءت سے منع فرمایا ہے، فاتحہ قراءت نہیں ہے میں نے روپڑی کے سامنے ۷ احادیث پیش کیں کہ فاتحہ قراءت ہے۔ تم ایک حدیث سے ثابت کرو کہ فاتحہ قرأۃ نہیں بعد والی سورۃ ہی قراءت ہے مگر وہ آج تک ایک بھی ایسی حدیث نہیں پیش کر سکے، ہاں ضد پر بدستور قائم ہیں۔

(۷۱) قرآن وحدیث میں مقتدی کو انصات (چپ رہنے) کا حکم ہے، روپڑی صاحب نے کہا آہستہ زبان اور ہونٹوں سے پڑھا جائے تو یہ انصات کے خلاف نہیں۔ ہم نے بخاری مسلم سے دکھایا کہ حضرت ابن عباس ؓ سے ثابت ہے کہ زبان کی حرکت یا ہونٹ ہلنا انصات کے خلاف ہے مگر روپڑی صاحب اپنی ضد پر قائم رہے صرف نعرے لگے مسلک اہل حدیث زندہ باد۔

(۷۲) حافظ ابن عبداللہ (مالکیؒ المتوفی ۶۰ ھ) فرماتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے مقتدی کی رکعت پوری شمار ہونے پر امت کا اتفاق ہے (بحوالہ امام الکلام) مولوی ارشاد الحق اثری بھی مانتے ہیں کہ جمہور اسی بات کے قائل ہیں کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جائے گی۔ (توضیح الکلام جلد ا صفحہ ۱۴۲) مگر غیر مقلدین پوری امت کے خلاف اس ضد پر ہیں کہ وہ رکعت نہیں ہوتی کسی مناظرہ میں وہ ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکے کہ آنحضرت ﷺ نے رکوع میں ملنے والے کو رکعت دہرانے کا حکم دیا ہو۔

فتاویٰ ستاریہ میں عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث نے احادیث اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے مگر غیر مقلدین ان سب احادیث اور اجماع کے منکر ہیں۔

مولانا اوکاڑوی کا ایک عثمانی پروفیسر سے مکالمہ:

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ابھی کراچی میں ہو گزرا ہے، اس نے محمود احمد عباسی کی طرح موحد کہلا کر ایک نیا فرقہ بنایا۔ قرآنی تشریح میں من مانی کر کے تمام محدثین، مفسرین اور علماء متکلمین کو مشرک گمراہ بنا دیا۔ اپنا لٹریچر ایسے

پھیلایا کہ دین سے ناواقف جدید تعلیم یافتہ طبقہ پرویزیوں، مرزائیوں اور کیمونسٹوں کی طرح پوری امت سے الگ رہ کر چند قرآنی آیات سناتا رہتا ہے۔ اتفاقاً ایک مسجد میں ایک اسلامیات کے پروفیسر سے آپ کا یہ دلچسپ مناظرہ ومکالمہ ہوگیا جو مولویوں پر خوب برس رہے تھے کہ یہ فرقہ پرست ہیں، تبلیغ دین پر تنخواہ لینا حرام ہے، عذاب قبر ماننا شرک ہے وغیرہ۔

پروفیسر: یہ مولوی فرقہ پرست ہیں اور فرقہ پرستی شرک ہے، کوئی حنفی ہے، کوئی شافعی ہے، کوئی مالکی ہے، کوئی حنبلی۔

محمد امین: آپ تو پروفیسر ہیں، اپ کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ یہ چاروں مذہب ہیں نہ کہ فرقے۔ فرقے نظریات کے اختلاف سے بنا کرتے ہیں اور ان مذاہب میں عقائد ونظریات میں اتفاق ہے، صرف علمی راستے میں اجتہادی اختلاف ہے۔ یہ چار راستے ہیں اور چاروں راستوں کی منزل ایک ہی ہے، منزل محمدی۔ حدیث پاک میں نبی اقدس ﷺ نے ان فرقوں کا ذکر فرمایا جو نبی پاک ﷺ کی سنت اور اجماع امت سے کٹنے والے ہیں اور جو نبی پاک ﷺ کی منزل سے ملانے والے ہیں وہ مذاہب ہیں۔ آپ پروفیسر ہو کر مذہب اور فرقہ میں فرق نہیں جانتے؟ آپ نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی باتیں یاد کی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتیں نہیں۔ وہ جھٹ بولا میرا تعلق عثمانی صاحب سے ہی ہے۔ میں نے کہا پھر تو تو خود بھی فرقہ پرست ہے اور پکا مشرک ہے۔ اس نے امت میں سے دین سے ناواقف چند لوگوں کو ساتھ ملا کر ایک فرقہ بنالیا ہے۔ اب اس کا فرقہ بھی چار پانچ فرقوں میں بٹ چکا ہے۔

پروفیسر: چلو فرقہ ہی سہی مگر اس نے اپنے فرقے کا نام تو قرآن پاک سے دیکھ کر رکھا ہے (حزب اللہ)

محمد امین: یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مرزائیوں نے شہر بسایا اور اس کا نام قرآن سے دیکھ کر ''ربوہ'' رکھ لیا حالانکہ نہ اس ربوے کا قرآن سے کوئی تعلق ہے نہ اس حزب اللہ کا قرآن سے واسطہ۔

عثمانی اور قرآن:

پروفیسر کہنے لگا عثمانی نے قرآن کی تعلیمات کو عام کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو خود عثمانی کو کہا تھا کہ تو قرآن کو نہیں مانتا اور قرآن کی وہ آیات پیش کیں جن میں قبر کا ذکر تھا۔ (ولا تقم علی قبرہ) آپ اس منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہوں، آپ ﷺ یقیناً اس گڑھے پر کھڑے ہونا چاہتے تھے۔ قرآنی آیات اور احادیث متواترہ میں اس گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ محدثین نے جتنے باب باندھے اسی قبر کے لئے باندھے، فقہاء کے قبر جتنے مسائل بیان کئے وہ اسی قبر کے بیان کئے، مگر عثمانی نہ قرآن کو مانے نہ احادیث متواترہ کو، نہ محدثین اور فقہاء کے اجماع کو۔ وہ کہتا ہے کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں (عذاب برزخ صفحہ ۲۔۹) آپ قرآن پاک کی ایک آیت پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو، صرف ایک صحیح حدیث پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے

جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو۔ میں نے کہا تم بھی منکر قران ہو اور عثانی بھی منکر قرآن تھا۔ میں نے خود اسے کہا تھا تو کتاب وسنت کا منکر ہے۔ مجھ سے مناظرہ کر دتو یہ پروفیسر بھی اپنے ڈاکٹر کی طرح چپ ہو گیا۔ (تجلیات صفدر صفحہ ۳۶۱)

زمین جنبد نہ جنبد گل محمد

مولانا اوکاڑویؒ کا تقویٰ:

مناظرین بالعموم نجی مجالس میں اپنے کارنامے شوخی سے بتلاتے ہیں۔ زبان درازی اور ردّ وقدح کی عادت بن جاتی ہے۔ غیبت سے بچاؤ تو بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم نے آپ کو نجی محفل میں خاموش ہی پایا۔ گویا تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ کسی نے مسئلہ پوچھا تو مختصر جواب دے دیا۔ امام اہل سنت ترجمان دیوبندیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام برکاتہم سے تو خاص عقیدت تھی۔ ان کی دعوت پر یا تحریک خدام کے ہر جلسہ میں شرکت فرماتے اور تائید احناف اور غیر مقلدین کے مایہ ناز مسائل پر خوب سیر حاصل بحث کرتے۔ ہر سامع بہت دلچسپی سے استفادہ کرتا اور مطمئن ہوتا۔ کیا مجال کہ گلہ طعن، بدگوئی یا گھٹیا بازاری، لہجہ سے کوئی بات منہ سے نکلے۔ نماز باجماعت کی پابندی قابل دید تھی۔

اگر چہ عمر بحث ومکالمہ میں گزاری مگر تحقیق وانشاء پردازی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آمین۔ فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، تقلید ائمہ وغیرہا ہر مسئلہ پر چھوٹا بڑا رسالہ یادگار لکھ گئے ہیں۔ غیر مقلدین سے ۲۰۰ سوالات تجلیات صفدر مجموعہ رسائل رد غیر مقلدین میں ضخیم کتابوں کے علاوہ مرزائیت کا بھی خوب رد کیا۔ عیسائیت اور رافضیت کو بھی للکارا۔ فتنہ انکار حدیث، لامذہبیت، جعلی نبوت یہ سب فتنے غیر مقلدین کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت بنوریؒ سے ایوبی دور میں فضل الرحمانی فتنہ الحاد کے خلاف مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو کراچی بلا لیا تھا، اسی طرح مولانا محمد حنیف جالندھری نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں تخصص فی الدعوات والارشاد کی صدر نشینی بخش دی اور آپ ۱۴۱۴ھ سے تا وفات ''الخیر'' کو اپنے علوم ومعارف سے جگمگاتے رہے۔

غیر مقلدین کو چیلنج

فرمایا کہ: میں نے بار بار یہ چیلنج کیا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کی ایک ہی حدیث پیش کر دو جس میں حضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ میری اُمت میں ایک فرقہ ہوگا جو اجماع اُمت کا منکر ہوگا، فقہ کا انکار کرے گا، قیاس شرعی کو نہیں مانے گا، میری امت کے مجتہدین کو شیطان کہے گا اور مقلدین کو مشرک کہے گا، اُس کا نام اہلحدیث ہوگا۔ ایسی کوئی حدیث ہے تو ہمیں بھی لکھ کر دے دو تا کہ ہمیں بھی پتہ تو چلے۔

الحمدللّٰہ الذی له البقاء و کتب علیٰ غیره الفناه والصلاة والسلام علیٰ خاتم النبیین وسیدالرسل الاتقیاء محمد واله الاصفیاء وصحبته الاذکیاء، مادام تهمی العیون بالبکاء وتسلّی القلوب بالعزاء. وبعد.

ہمارے بعداندھیرارہے گا محفل میں بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

یا للاسف! کہ اہل علم، اہل قلوب، اہل نظر اور صالحین کے قافلے بڑی سرعت سے منزل عدم کی طرف رواں دواں ہیں، دنیا علم وعمل کے پیکروں سے روز بروز ویران اور تاریک ہوتی جارہی اور رہ رہ کر لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی بار بار یاد آرہا ہے کہ:

یذهب الصالحون الاوّل فالاوّل ویبقیٰ حفالة کحفالة الشعیر والتمر لایبالیهم اللہ بالة (مشکوۃ شریف) ترجمہ: صالح لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور پیچھے انسانوں کی تلچھٹ رہ جائے گی، جیسے کھجور یا جو کی تلچھٹ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی"۔

ایک اور حدیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ رب العزت کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

ان اللّٰہ لایقبض بالعلم انتزاعاینتزعه من قلوب العبادولکن یقبضه بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالما اتخذ الناس رؤوساجهالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا. (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: بے شک حق تعالیٰ شانہ علم کو یوں نہیں قبض کریگا کہ بندوں کے قلوب سے چھین لے بلکہ قبض علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا، یہاں تک کہ ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا، تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے وہ بغیر جانے بوجھے فتویٰ دینگے، خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔

ابھی اقلیم قلم کے شاہ، ورع وتقویٰ کے پیکر، للّٰہیت کے امین، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ دنیا کے افق سے غائب ہوئے۔ ان کے چلے جانے کا زخم ابھی تازہ تھا کہ اس زخم کو ایک اور چرکا لگا کہ ختم نبوت کے حدی خواں، مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر، گلستان بنوری کے گل سرسبد، علم ومعرفت

کے بحر زخار، مرشد العلماء والمجاہدین، لاکھوں مسلمانوں کی مودت ومحبت کے مرکز، حکیم العصر، فقیہ العصر، حضرت سیدی ومرشدی سندی ومولائی مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ چند اسلام دشمنوں کی ناپاک سازش کا نشانہ بنے اور ہمارے زخمی دل کو مزید زخمی کر کے خود شہادت کی خلعت فاخرہ پہن کر ہم سے جدا ہو گئے، ہم یتیم ہو گئے، زندگی بجھ گئی، بے کیف ہو گئی۔

ابھی ان زخموں سے خون غم رس رہا تھا کہ ہمارے اس زخم کو جس سے ہم پہلے ہی جاں بلب تھے ایک کچوکہ اور لگا۔ امام المناظرین، مخزن محاسن اخلاق، ناشر عقیدۃ الاکابر، جامع العلوم النقلیہ والفنون العقلیہ، ذوالمجد الفاخر والفہم الباہر، فخر المقلدین، فاتح عیسائیت وقادیانیت وغیر مقلدیت، فقیہ النفس، صاحب البصیرۃ التامہ، وحید العصر، حضرت اقدس لاہوری کی حکمت کے راز داں، علوم انوری کے وارث حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑی نور اللہ مرقدہ رحلت فرمائے عالم جاوداں ہوئے۔

ان لہ مااخذ، ولہ مااعطی، وکل عندہ باجل مسمیٰ، اللھم اغفرلہ، وارحمہ، وعافہ واعف عنہ، واکرم نزلہ، ووسع مدخلہ، وابدلہ داراً خیراً من دارہ، واھلاخیراً من اھلہ، وزوجاً خیراً من زوجہ، اللھم لاتحرمنااجرہ ولاتفتنابعدہ.

مولانا امین ”ختم نبوت کے جرنیل، علماء دیوبند کے سرخیل تھے، وہ فقہ حنفی کے وکیل تھے، ان کا قد میانہ روی کے ساتھ دراز، رنگ گندمی، آنکھوں میں علم وحیا کا رنگ، مسجع داڑھی، وہ قرآن کے شیدائی، حدیث کے فدائی، فقہ کے نباض تھے، ان کی سوچ فاضلانہ، بات عالمانہ، لہجہ مناظرانہ، تخیل عارفانہ، مزاج ظریفانہ تھا، ان کے افکار میں گہرائی، گفتار میں رہنمائی، تدبر میں رعنائی، طبعیت میں صفائی، ظرف میں بڑائی، قرطاس وقلم سے آشنائی تھی، وہ توحید سے سرشار، شرک سے بیزار، محبان اسلام کے لئے شجر سایہ دار، دشمنان اسلام کے لئے شجر خاردار، لامذہبوں کے لئے برہنہ تلوار تھے، وہ مصداق رحماء بینھم واشداء علی الکفار تھے، وہ علم کا خزینہ، معرفت کا نگینہ، دماغ وفکر کا گوہر آبگینہ تھے، ان کا لباس بھی سادہ، مزاج بھی سادہ مگر چہرے پر بے نیازی کی تمکنت تھی، وہ صلابت وثقاہت کے امام تھے، ملت اسلامیہ کے نگہبان، حریم نبوت کے پاسبان تھے، وہ مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ اور مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مدظلہ کے معتمد رفیق کار اور جامعہ خیر المدارس کا مرکز ومدار تھے۔

جناب کے القاب میں حیراں ہے قلم

کسی ایسی شخصیت کے متعلق قلم کو جنبش دینا، جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ رب العزت کا خاص اجتبائی، عطائی، نوازشی معاملہ ہو، تلوار کی دھار سے زیادہ تیز، آگ سے زیادہ گرم اور انتہائی کٹھن مرحلہ ہے۔ کیونکہ اس سے ناواقف قارئین کو مبالغہ آمیزی کا گمان ہوتا ہے، اہل نظر کو سطحیت اور کوتاہ بینی کی شکایت رہتی ہے جبکہ

حاسدین وزائغین کے دلوں پر شرارے لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ادھر اپنا یہ حال ہے کہ :

بجھا چراغ اٹھی بزم کھل کے رو اے دل وہ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

مئے خانہ ہے ویران کوئی جام نہیں ہے رندوں کی بھری بزم اک نام نہیں ہے

طوفاں کی رکتی ہوئی نبضیں ہیں بتاتی جو پیڑ گرا ہے وہ کوئی عام نہیں ہے

حق تعالیٰ شانہ، کی عنایات ازلیہ نے میرے حضرت اقدس اوکاڑی قدس سرہ کو قافلہ ہستی کے لئے مینارۂ نور بنادیا تھا، ان کے وجود مسعود سے علم وحلم اور فقاہت کی مسندیں استوار تھیں۔میرے حضرت اقدس کے سینہ بے کینہ میں ملکات حمیدہ اور جذبات صالحہ کے ساتھ فقہ حنفی اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آتش محبت بڑی تیز اور شدت کے ساتھ بھڑک رہی تھی۔میرے حضرت اقدس اپنے علمی تبحر، قوت حافظہ، طہارت وتقویٰ، عبادت وریاضت اور فقید المثال مناظر ہونے کی حیثیت سے عصر حاضر کے لئے ''دریگانہ'' تھے۔یوں تو حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا مگر چند خوبیاں بڑی عجیب تھیں۔

☆ دنیا کی نمود ونمائش اور جاہ مال سے انہیں کوئی محبت ودلچسپی نہیں تھی۔لباس وخوراک جو کہ انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات ہیں، میرے اقدس اس معاملے میں بھی بڑے سادہ واقع ہوئے تھے۔

☆ دوسری یہ کہ میرے حضرت اقدسؒ ریاضت ومجاہدہ کے خوگر ہوگئے تھے، وفات تک اس میں ذرا بھر بھی فرق نہ آیا۔پیرانہ سالی، ضعف واضمحلال کے باوجود سرگودھا میں آٹھ گھنٹے تک مسلسل بخار کے عالم میں درس دیتے رہے اور یہی انکا آخری درس تھا۔

☆ تیسرے یہ کہ میرے حضرت اقدسؒ کو فن رجال سے خصوصی شغف اور اس میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے۔کہ حضرت اقدس مولانا عبدالرشید نعمانی علیہ الرحمۃ کے بعد آپکے پائے کا اسماء الرجال کا ماہر شاید ہی کوئی ہو۔

☆ چوتھے یہ کہ میرے حضرت اقدسؒ کو صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ اور سادات اہل بیتؓ سے محبت والفت کا خاص اختصاص تھا۔

☆ علم حدیث کے علاوہ فقہ حنفی اور سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے میرے حضرت کا عشق قابل دید تھا۔ میرے حضرت اقدسؒ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے عاشق صادق، ان کے وکیل اور ان کے مذہب کے بے نظیر داعی ومناد تھے۔وہ حضرت امام اعظمؒ پر معاصرین اور اصاغر کی بے جازیادتیوں کا جواب ماہرانہ انداز سے دیتے مگر بایں ہمہ دامن ادب ہاتھ سے نہ جاتا۔

☆ میرے حضرت اقدسؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطالعہ کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا اور مطالعہ بڑی سرعت

ے فرماتے اوراس کوذہن میں محفوظ بھی فرمالیتے۔

میرے استاذ مکرم، پیکر للّٰہیت حضرت اقدس مولانا فصیح احمد صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:''حضرت اقدس ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب شہید نوراللہ مرقدہ نے ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ''کشف النقاب'' یادگار چھوڑی ہے۔ جس کی کل ۳۰ جلدیں ہیں (بدقسمتی سے اب تک ۵ جلدیں مطبوعہ ہیں، خدا کرے قارئین کی امانت جلد قارئین تک پہنچ جائے اور حضرت شہید کے لئے صدقہ جاریہ بنے)۔ حضرت اقدس اوکاڑی نوراللہ مرقدہ روزانہ رات کو ایک جلد بعد عشاء مطالعہ کے لئے لے جاتے اور صبح بعد نماز فجر واپس فرمادیتے۔ یعنی حضرت اقدس شہید کی تین سال کی محنت کو میرے حضرت اقدس اوکاڑی نے تیس دنوں میں مطالعہ فرمالیا۔''

☆ میرے حضرت اقدسؒ اپنے درس میں بیٹھے ہوئے طلبہ کو یا تقریر سننے والے سامعین کو فقط روایتی تقریر کر کے فارغ نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں عام فہم مثالوں کے ذریعے اور اپنی زندگی کے مناظرانہ واقعات ظریفانہ انداز میں سنا کر نہایت محظوظ فرماتے۔ ایک دفعہ از راہ مذاق فرمایا کہ لوگوں کو ''مالیخولیا'' کی بیماری ہوتی ہے۔ غیر مقلدوں کو ''ماسٹر خولیا'' کی بیماری ہے.... کیونکہ میرے حضرت اقدس اوکاڑیؒ سکول ٹیچر تھے لہٰذا غیر مقلدان کو ''ماسٹر امین'' کہا کرتے تھے۔ اور یہ بھی میرے حضرت اقدس کی علمیت وحقانیت کا زندہ اور جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ جہاں کوئی شخص غیر مقلدوں کو لاجواب کرتا ہے تو غیر مقلدین بجائے دلائل کا جواب دلائل سے دینے کے حسب عادت گالیوں پر اتر آتے اور گالیاں بھی میرے حضرت اقدس کو (آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں)۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو ''ماسٹر خولیا'' ہے۔

☆ میرے حضرت اقدس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حاضر جوابی کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، بلکہ بقول حضرت اقدس مولانا عبدالغفور ندیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی سوال کا جواب ان کے ذہن میں پہلے محفوظ ہوتا اور پیشانی پر دھرا ہوتا تھا۔ اس کی صرف دو مثالیں عرض کرتا ہوں:۔

''ایک مناظرہ میں میرے حضرت اقدس نے جب یہ حدیث پیش کی کہ باجماعت نماز میں امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے تو غیر مقلد مناظر نے جواب دیا کہ یہ حدیث ہے؟ میرے حضرت اقدس نے فرمایا بالکل، کہنے لگا میں قیاس کروں، میرے حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے امام نے منع کیا ہے کہ جب حدیث آجائے تو قیاس مت کرنا، کہنے لگا میں کرونگا، میرے حضرت اقدس نے فرمایا کرلو اپنے لئے ہمارے لئے نہ کرنا۔ (بات رونے کی ہے کہ اس کمبخت نے قیاس کیا کیا؟) اس نے کہا کہ اگر امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہوتی ہے تو پھر میرا قیاس ہے کہ امام (مولوی) کی بیوی بھی سب کی بیوی ہوتی ہے۔ میرے حضرت کھڑے ہوئے اور فرمایا دوستو! حضرت سیدنا امام اعظم نے وقت ضرورت قیاس کئے ہم ان پر عمل کرتے ہیں الحمدللہ.....

غیر مقلدوں کو چاہئے کہ ان کے مولوی نے آج زندگی میں پہلا ہی قیاس کیا ہے اس پر عمل ضرور ہو جائے۔''

اسی طرح شمشاد سلفی سے مناظرہ تھا۔ مناظرہ کے دوران اس نے اپنی فطرت سلیمہ سے مجبور ہو کر کہا کہ:

''چکلوں پر ساری حنفنیں (حنفی عورتیں) بیٹھی ہیں۔''

''میرے حضرت نے جواب دیا! اللہ کی قسم کبھی ان کے پاس جانا نہیں ہوا مجھے انکا مذہب نہیں معلوم۔ آپ خاصے تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کا دل توڑنا نہیں چاہتا چل کر پوچھ لیتے ہیں۔ اگر ایک کی بن کر رہتی ہے تو مقلد ہے اور جو آئے سو سما جائے تو غیر مقلد ہے۔''

میرے حضرت کی اس حاضر جوابی پر مجمع بے ساختہ ہنس پڑا اور شمشاد سلفی مبہوت ہو گیا۔

☆ یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ میرے حضرت اقدس کو اللہ تبارک وتعالیٰ رب العزت نے فرق باطلہ سے بحث ومناظرہ کا خاص ملکہ وسلیقہ عطا فرمایا تھا، لیکن میرے حضرت اقدس مناظرہ کے میدان میں بھی صبر وتحمل اور حلم وقار کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، کوئی شخص انہیں لاکھ سخت سست کہے، وہ مسکرا کر ٹال جاتے تھے، لیکن جہاں کوئی بدطینت اسلام واہل اسلام، فقہ حنفی اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیچڑ اچھالتا تو اسی کے اچھالے ہوئے کیچڑ سے میرے حضرت اقدس اس کا منہ کالا کر دیتے (جیسا کہ پیچھے شمشاد سلفی کے حوالے سے گزر چکا ہے)۔ خصوصاً مناظرہ کے میدان میں فریق مخالف کے اعتراضات وشبہات کا ایسا مسکت، دندان شکن جواب دیتے کہ میرے حضرت اقدس کے جواب پر بیٹھا ہوا مجمع بلند آواز سے ''سبحان اللہ'' کہہ اٹھتا۔ جبکہ فریق مخالف کو خلجت وندامت کے ساتھ راہ فرار اختیار کرنے میں خیریت معلوم ہوتی۔ میرے حضرت اقدس نے کراچی سے پشاور تک بے شمار مناظرے کئے۔ اور کسی مناظرے میں ایک بار بھی بحمد للہ ایسا نہیں ہوا کہ میرے حضرت اقدس کو شکست ہوئی ہو بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور شیخ المشائخ، سند الاولیاء، حضرت لاہوری قدس سرہ کی توجہ سے میرے حضرت اقدس ہر میدان میں مظفر ومنصور رہے۔ اس بات کا اظہار میرے حضرت اقدس نے ایک جگہ خود فرمایا کہ:

''حضرت (لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور توجہات نے اس عاجز کو دین کا ایک سپاہی بنا دیا۔ مرزائی اہل بدعت (بریلوی) اور شیعہ کے علاوہ عموماً دور حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک الحمد للہ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۱۰۰ مناظرہ ہوا، جس میں اللہ پاک نے اپنے اکابر کے اس غلام کو ہر جگہ سرخرو کیا۔ اور سینکڑوں، بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے دام فریب سے نکلے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔'' (تجلیات صفدر.....ج ۱ ص ۱۴)

مناظروں میں عموماً شیخی وتعلّی اور حریف کی دلآزاری کے الفاظ نکل جاتے ہیں اس کے برعکس میرے حضرت اقدس کی گفتگو شیخی وتعلّی، سبّ وشتم، خود رائی وخود نمائی سے مبرا ومصفّٰی تھی، حالانکہ حریف کی کج روی

اور برافروختگی پر غصہ آنا ناگزیر ہے مگر جب فریق مخالف میرے حضرت اقدس کے دلائل کی تاب نہ لاکر گالیوں پر اتر آتا تو میرے حضرت اقدس مسکرا کر فرماتے:

''ان بے چاروں کے پاس گالیوں کے سوا ہے ہی کیا۔''

یوں تو میرے حضرت اقدس نے مختلف فرقوں سے مناظرے کئے مگر عیسائیت ، قادیانیت اور غیر مقلدیت ان کا خاص موضوع تھا اور پھر خصوصاً غیر مقلدیت پر تو میرے حضرت اقدس متخصص تھے۔ بڑے بڑے شیوخ الحدیث میرے حضرت اقدس کے پاس مشکل مسائل میں مشورہ کے لئے تشریف لاتے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے میرے حضرت اقدس کو خود رائی وخود نمائی سے حد درجہ دور رکھا ہوا تھا۔

یہ دس امور تھے جو بطور ''عشرہ کاملہ'' ارتجالاً لسان قلم پر آگئے۔ ورنہ حضرت اقدسؒ کی کن کن خوبیوں کا تذکرہ کروں؟ اور کیا کیا لکھوں؟ اور ان کے کس کس گوشہ حیات وکمالات زندگی کو ضبط تحریر میں لایا جائے؟ اسے کس طرح شروع کروں، کہاں سے شروع کروں سمجھ میں نہیں آتا۔

شورش کاشمیری مرحوم نے مولانا ابوالکلام آزاد کے انتقال پر جن جذبات کا اظہار کیا تھا آج حضرت مولانا کی جدائی پر بھی وہ الفاظ حرف بحرف صادق آرہے ہیں۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے، کہ اشک ہیں آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کہ مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

❁❁❁
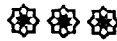
کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں، کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے، زباں سے زور بیاں گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا؟ کارواں گیا ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

❁❁❁

یہ کون اٹھا کہ دیر وکعبہ شکستہ دل ، خستہ گام پہنچے!
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم ، خواص پہنچے عوام پہنچے
تیری لحد پر خدا کی رحمت، تیری لحد کو سلام پہنچے
مگر تیری مرگ ناگہانی کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

ختم نبوت کا جرنیل:

اسی طرح ختم نبوت کے معاملے میں بھی میرے حضرت اقدسؒ اس محاذ کے بھی عظیم جرنیل تھے۔ ہر سال ''آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر'' میں میرے حضرت اقدس کا درس مقدس ہوتا۔ میرے حضرت اقدس اس درس میں اپنے (قادیانیوں سے ہونے والے) مناظروں سے انہیں ایسے چھوٹے چھوٹے عام فہم چٹکلے سناتے جس سے سامعین عش عش کر اٹھتے۔

موت کوئی اچنبھا چیز نہیں جس پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جائے، جو شخص دنیا میں آیا، اسے بہر حال دنیا سے آخرت تک کا سفر کرنا ہے۔ سرائے عالم کا ہر مسافر ملک عدم کا راہ نورد ہے۔ مگر جانے والوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قافلہ ہستی کے لئے مشعل ہدایت ہوتے ہیں جو زمین والوں کے لئے باعث زینت اور آسمان والوں کے لئے قابل رشک ہوتے ہیں، جو حق وصداقت اور روایات سلف کے امین ہوتے ہیں، ان کے مقدس وجود سے علم ودانش، یقین ومعرفت اور للٰہیت کی راہیں استوار ہوتی ہیں، ان کے چلے جانے سے انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے۔ میرے حضرت اقدس چلے گئے مگر آہ! دل کا سکون بھی ساتھ لے گئے، مسرتیں حسرتوں میں بدل گئیں، زمین وآسمان نوحہ کناں ہو گئے، مجلس تحفظ ختم نبوت کا حامی، مؤید اور سائبان اٹھ گیا، جامعہ خیر المدارس کے تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے در ودیوار میں زلزلہ آ گیا، رونق مناظرہ اجڑ گئی، علم وفقاہت کی بساط الٹ گئی، ماہنامہ ''الخیر'' کے صفحات فرق باطلہ کا رد کرنے والی کتابوں کے لفظ لفظ، حرف حرف کسی کی راہیں تکتے تکتے تھک گئے، سارا عالم اسلام مغموم ہے کہ!

''زمین کے تاروں سے اک تارہ فلک کے تاروں میں جا چکا ہے''

ایک دفعہ ایک عالم نے میرے حضرت سے کہا کہ حضرت آج کل حالات خراب ہیں آپ چند لوگوں کو بطور حفاظت ساتھ رکھا کریں تو حضرت نے حسب عادت مسکراتے ہوئے فرمایا:

''اگر کوئی مجھے ماردے تو مرتبہ شہادت سے بڑھ کر مجھے کیا چاہئے، ویسے بھی میں بہت وقت گزار چکا اب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوں''

یہ جملہ میرے حضرت اقدس نے اپنی وفات سے چند روز قبل کہا تھا اور بالکل سچ کہا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب ومقبول اور مظفر ومنصور اور کامیاب وکامران بندوں کو موت کا غم نہیں ہوتا بلکہ وہ جیتے ہی موت کی خوشی میں ہیں، کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد ہوتا ہے کہ:

تحفة المؤمن الموت ''مومن کا تحفہ موت ہے۔''

حق تعالیٰ شانہ نے میرے حضرت اقدس کو جس طرح حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم، حسن تبسم سے نوازا تھا اور اس کے علاوہ انہیں جو ظاہری و باطنی کمالات عطا فرمائے تھے جس کے باعث میرے حضرت علوم و معارف کا گنجینہ بن گئے تھے ان کا نہ صحیح ادراک ہو سکتا ہے اور نہ یہ اس ناکارہ کے بس کی بات ہے میرے حضرت اقدس جیسے لوگوں کے بارے میں اقبال نے کہا تھا کہ:

خاکی و نوری نہاد ، بندۂ مولیٰ صفات
ہردو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز
نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم پاک دل پاک باز

میرے حضرت اقدس اتنے کمالات کے حامل تھے کہ تنہا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ زہد و تقویٰ، فہم دانش، حلم و تدبر، خشیت و انابت، رزانت و متانت، صبر و استقامت، عزیمت و توکل، محبت و محبوبیت، ورع و احتیاط، جود و سخا، دعا و التجاء، وسعت ظرف، ایسے کمالات ہیں جن کے بیان کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں اور بہت سے کمالات تو ہم جیسے ٹٹ پونجیوں کی پرواز تخیل سے ارفع ہیں

یوں تو اس ناکارہ کو اپنے مسلک کے ایک ایک بزرگ سے عشق کی حد تک محبت ہے مگر چھ حضرات سے ایسا لگاؤ ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت مولانا منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم، استاذ مکرم حضرت مولانا فصیح احمد صاحب دامت برکاتہم (داماد مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید) اور حضرت سیدی مرشدی، سندی و مولائی حضرت اقدس حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ۔

مگر مذہبی شعور کے بعد جس ساتویں شخصیت کے کمالات، علوم و معارف سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا، جن کی زندگی پر بیحد رشک آیا، جن سے غائبانہ عقیدت تو تھی ہی اور پہلی اور آخری ملاقات کے بعد ان کی اپنائیت، پیار، محبت اور شفقت دیکھ کر عقیدت محبت میں اور وفات کے بعد محبت عشق میں بدل گئی ہے وہ ہے میرے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی قدس سرہ کی جامع الصفات اور ہمہ گیر شخصیت۔

نہ چاہتے ہوئے بھی مضمون خاصا طویل ہو گیا۔ غرض حضرت اقدس ساری زندگی جس مقصد کے لئے

جیئے وہ یہ ہے۔اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنّٰی علی اللّٰہ

ترجمہ: ”عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کی حیات کے لئے تیاری رکھے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے تابع کر دے اور اللہ تعالیٰ پر (جھوٹی) تمنائیں باندھے۔“

آج کے بعد پھر کسی کی تعزیت کے لئے یہ قلم اٹھے گا مگر اب اس قلم میں وہ سوز و گداز، وہ درد اور تڑپ نہ ہوگا۔ کیونکہ آج تو قلم خود یتیم ہو چکا ہے۔ آج فکر و نظر کا چراغ بجھ گیا، حروف و معنی کی شمع خاموش ہوگئی، تقریر کا زمزمہ لٹ گیا، منبر و محراب کی رونق چلی گئی، درس و تدریس کی پختگی عنقا ہوگئی، مناظرہ کا فن رخصت ہوا حنفیت کی آبرو رخصت ہوئی، علمائے دیوبند کا ماہ تاب غروب ہوگیا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عظیم شخصیت کو جو رشد و ہدایت کا مہر منیر اور علم و فضل کا آفتاب عالم تاب تھا الوادع کس طرح کہوں؟ اس عظیم سانحہ کے بعد ذہن پر ایسا جمود و تعطل طاری ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خامہ و قرطاس سے آشنائی ہی نہیں ہے۔ خیر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی رحلت پر کسی شاعر نے جو درد انگیز اور رقت آمیز مرثیہ لکھا تھا اسے میں اپنے دل کی آواز سمجھ کر اپنے حضرت کی نذر کرتا ہوں۔

اک جنازہ جا رہا ہے دوش عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار
ابر گوہر بار کے اندر ہیں درّ شاہ وار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتاب علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی محفل میں کبھی دیوانوں کی خاک

یاایتھا النفس المطمئنۃ o ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ o
فادخلی فی عبادی o وادخلی جنتی o
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ صفوۃ البریۃ سید الکائنات
وخاتم النبیین محمدوٰالہ واصحابہ اجمعین۔ ❁❁

محمد اکرم ارشد صاحب (برادر حضرت مرحوم)

راقم آثم اوائل جوانی ہی سے گورنمنٹ ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے دور ہی رہا سالانہ چھٹیاں یا عید بقرعید پر گھر آنا ہوتا تو بھائی جان مرحوم کی شفقتوں اور پند ونصائح سے سرفراز ہونے کا خاصا موقع ملتا، چنانچہ یہ بات تو میرے دل میں راسخ ہو چکی تھی کہ بھائی جان کا سمجھانے کا انداز اپنی مثال آپ ہے تقریباً چوبیس سال قبل روزگار کے سلسلہ ہی میں بندہ کا ہرروز اوکاڑہ چھاؤنی آنا جانا ہوتا تھا، اس دوران وہاں پر ایک صاحب صوفی عبدالستار سے ملاقات ہوئی، چونکہ بحمداللہ میں بھی باریش تھا اسلئے ہماری ملاقات چند ہی دنوں میں دوستی میں تبدیل ہوگئی، لیکن صوفی صاحب موصوف عقیدے کے لحاظ سے کٹر بریلوی اور بندہ بحمداللہ تعالیٰ ایک مضبوط دیوبندی گھرانے کا فرد، الحاصل ہمارے درمیان اکثر اختلافی مسائل پر گفتگو ہوتی جو دیر تک جاری رہتی، ایک دن نماز عشاء کے بعد میں نے بھائی جان کو اپنی کئی دن کی کارگزاری سنائی، بھائی جان بغور سنتے اور اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے رہے، جب میری رام کہانی ختم ہوئی، تو فرمایا عمہ اصل بات یہ ہے کہ آج کل ہمارے واعظین مسئلہ کو سمجھانے کے بجائے اُلجھا دیتے ہیں اس طرح تم بھی منفی پہلو بیان کرتے رہے اور عبدالستار صاحب مثبت پہلو۔ تو دونوں کو کیا حاصل ہوا اور جو تمہارے سامعین تھے وہ بھی شش و پنج کا شکار ہوگئے۔ میں حیران ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا جبکہ میرے چہرے پر ہلکی سی خفگی بھی نمایاں تھی، کہ بھائی جان نے میری حوصلہ افزائی کے بجائے میری حوصلہ شکنی کی کوشش کی ہے، لیکن آج تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ بھائی جان متواتر مسکرا رہے تھے جبکہ میں پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ بہرحال بھائی جان جو تکیہ لگائے ہوئے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے مخصوص انداز میں سمجھایا کہ جب ان لوگوں سے اختلافی مسائل پر بات ہو تو پہلے خود مسئلہ کا مثبت پہلو بیان کرو، مثلاً جنگ موتہ کا واقعہ، کہ میدان موتہ مدینہ شریف سے سینکڑوں میل دور اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما، حاضرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرما رہے ہیں کہ اب زیدؓ شہید ہوگئے، اب عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہوگئے، اور اب جعفر رضی اللہ عنہ کا دایاں بازو کاٹ دیا اور اب بایاں بازو کٹ گیا اور اب وہ شہید کر دیئے گئے، پھر گویا ہوئے کہ اب تم خود ہی بیئر معونہ کا قصہ بیان کرو جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کم وپیش اڑسٹھ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ حدیث اور سیرت کی کتابیں گواہ ہیں کہ یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے لئے انتہائی حزن وملال کا باعث ہوا، اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن تک قنوت نازلہ پڑھی اور ان بدبختوں کے لئے بددعا فرمائی جو دھوکہ دے کر ان صحابہ کرامؓ کو لے گئے اور شہید کر دیا۔ اب ان دونوں واقعات سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اللہ پاک نے سینکڑوں میل دور موتہ کا واقعہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا یا اپنی قدرت سے دکھا دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور دوسرا واقعہ جسکا آپ کو بروقت علم نہ ہوا یہ مشیت ایزدی تھی تو پتہ چلا کہ معجزہ اللہ پاک کا حکم ہوتا ہے جو پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ولی کی کرامت کا حال ہے جب اللہ چاہے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھ کر یاساریۃ الجبل کی آواز دے رہے ہیں دوسری طرف وہیں عمرؓ بن خطاب مصلّے پر کھڑے اپنے قاتل ابولؤلؤ فیروز کے بارے میں آگاہ نہ ہوسکے جو اسی مسجد شریف میں موجود چند فٹ پر خنجر بغل میں دبائے موقع کا منتظر کھڑا ہے اور وہ بے ایمان اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے الغرض کرامت بھی اللہ کا حکم ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے، تو جناب بھائی جان مرحوم نے مجھے بات چیت کا انوکھا سلیقہ عطا کیا۔ تو اگلے دن جب میں اوکاڑہ چھاؤنی پہنچا تو صوفی صاحب ایک اور ساتھی کے ساتھ میرے منتظر تھے نئے صاحب خوب چشموں اور رومال سے مزین پروقار نظر آرہے تھے بعد میں پتہ چلا کہ نووارد با قاعدہ سند یافتہ عالم اور محمد اسلم نام رکھتے تھے۔ بہرحال فدوی نے بھائی جان کا دیا ہوا نسخہ ان پر آزمایا جو میری توقع سے بھی بڑھ کر کارگر ثابت ہوا، ہمارے سامعین بہت ہی خوش اور بار بار کہہ رہے تھے کہ اب مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے عبدالستار صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے جبکہ مولوی محمد اسلم صاحب ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا منظر پیش کر رہے تھے بالآخر صوفی صاحب نے جو الفاظ فرمائے ان کا مفہوم یہ تھا، کہ یہ بات تو ہم ماننے پر مجبور ہیں کہ "علم کی دولت سے اللہ پاک نے علماء دیوبند کو خوب نوازا ہے"

تو میں نے فوراً سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہور شعر پڑھ دیئے۔

رضینا قسمۃ الجبار فینا   لنا علم وللجہال مالُ

پھر جناب اللہ گواہ ہے کہ نووارد مولوی صاحب کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو خون ندارد۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس محلے کے خطیب صاحب نے میرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے (یعنی محمد اکرم، مناظر اجل مولانا محمد امین کا بھائی ہے) اپنے معتقدین کو سختی سے منع کر دیا کہ اس لڑکے کو ہرگز نہ چھیڑنا کیونکہ اس کا کلہ مضبوط ہے، کہیں تم لوگوں کو لینے کے دینے نہ پڑ جائیں، طوالت کا خوف ہے لیکن ضرور عرض کرونگا کہ حضرت مولانا مرحوم کا یہ نسخہ بڑا اکسیر اور تیر ہدف ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے کچھ دن پہلے جامعہ خیر المدارس سے اپنے شاگرد رشید مولانا مظہر حسین کاظمی صاحب کے ذریعے چند فوٹو اسٹیٹ صفحات اس زبانی پیغام کے ساتھ ارسال فرمائے کہ ''ان میں علم وتحقیق کے لحاظ سے کوئی بات قابل جواب نہیں صرف اطلاع اور ریکاڑ کے لئے بھجوار ہا ہوں''

یہ صفحات جن کے آخر میں امام اعظم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیڈمی لکھا ہوا ہے ان کے آغاز کی عبارت یہ ہے: ''خواجہ ابوالکلام کے رسالے ۔ہم رفع یدین کیوں نہیں کرتے ۔ کا دندان شکن جواب.....خواجہ پروفیسر ابوالکلام مختلف مذہبی مسائل پر اختلافی موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسالچے شائع کرتے رہتے ہیں۔کہلاتے تو ابوالکلام ہیں لیکن کبھی آمنے سامنے ان موضوعات پر کلام اور گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے.....اس طرح کا ڈھیٹ پن اور ہٹ دھرم معاندانہ رویہ اختیار کرنے والا پڑھا لکھا اندھا مقلد پروفیسر آج تک ہم نے نہیں دیکھا اگر چہ اس طرح کا ایک سابق پرائمری سکول ٹیچر بھی ہے۔

اس تحریر کا پس منظر یہ ہے کہ کچہری کے قریب ایک مسجد میں میرا بعنوان ''کیا حنفیوں کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے مطابقت نہیں رکھتی'' دس لیکچروں پر مشتمل ہفتہ وار پروگرام کا سلسلہ چل رہا تھا اس کے دو پروگراموں میں یکے بعد دیگرے چند فرستادہ سوالات لے کر آئے اور جوابی سوالات کا ثبوت لینے گئے اور ابھی تک واپس نہیں آئے ،اس کے اگلے ہفتے چالیس کے قریب ''لشکری'' پروگرام کے دوران مخصوص انداز سے داخل ہوئے مگر حاضرین کا انہاک نہ توڑ سکنے کی وجہ سے گڑ بڑ کرنے میں ناکام رہے اور منتظمین نے چند لمحات ہی میں صورت حال قابو میں کر لی ، بیان کے بعد انہوں نے باجماعت کھڑے ہو کر سوالات میں الجھانا چاہا جس پر یہ اعلان کیا گیا کہ پہلے دن سے اعلان کردہ ضابطے کے مطابق تحریری سوال دیں اور اس کا جواب لیں،مگر مطلوب جواب نہیں ہنگامہ تھا، جس کا آغاز کر دیا گیا،اس اثناء میں باہر اندھیرے میں رومال سے چہرہ چھپائے ایک صاحب ''مجاہدین'' کی نگرانی کرتے دکھائی دئے ، جب انہیں اندر روشنی میں لایا گیا تو وہ ملتان کے نامور غیر مقلد اشتہاری مناظر نکلے اور انہوں نے بے نقاب ہوتے ہی مناظرہ کا مطالبہ کیا،راقم الحروف کا موقف یہ

تھا کہ میرے پاس ان صاحب کی علمی خیانت کے دو تحریری نمونے پہلے موجود ہیں جو شخص تحریر میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھتا وہ زبانی گفتگو میں قابل اعتماد کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا میرا رسالہ مطبوعہ شکل میں موجود ہے آپ اس کا جواب لکھ کر چھاپ دیں اہل عقل وفہم دونوں کا مطالعہ کر کے خود ہی صداقت وحقیقت معلوم کرلیں گے اس اثناء میں حاضرین مجلس میں سے اسی علاقے سے تعلق رکھنے والے دو فرد باری باری کھڑے ہوئے اور دونوں نے مناظر صاحب کے معاون خصوصی اور دست راست ایک ڈاکٹر صاحب کو (جو اس وقت بھی مناظر صاحب کے پہلو میں بیٹھے تھے اور اس علاقے کے غیر مقلدین کے قائد ہیں) متوجہ کر کے کہا کہ آپ مسجد میں بیٹھیں ہیں اور قسم کھا کر ہمارے دعویٰ کی تردید کریں ان میں سے ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک استفسار کے جواب میں برملا کہا ہے کہ حنفی کافر ہیں جبکہ دوسرے فرد کا دعویٰ تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واضح الفاظ میں بدعتی کہا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے دونوں میں سے کسی کی تردید نہ کی جس پر میں وہاں سے اٹھ کر آ گیا، اس پر پہلے تو اگلے دن ہی غیر مقلدین نے اپنی روایت کے مطابق شہر میں ''حنفی پروفیسر کی مناظرہ میں شکست فاش کی افواہ پھیلادی اور پھر مہینوں بعد مذکورہ صفحات تحریر کئے جو مولانا مرحوم ومغفور کو کہیں سے حاصل ہوئے تو انہوں نے از راہ محبت وشفقت مجھ تک پہنچادئے (جزاہ اللہ خیرا)

یہ صفحات میرے رسالہ کے جواب کے طور پر لکھے گئے ہیں، اس رسالہ میں مولانا مرحوم ومغفور کا نام یا ذکر کسی پہلو سے بھی موجود نہیں، مگر اس کے باوجود بھی غیر مقلدین نے مجھ پر ''کرم فرمائی'' کرتے ہوئے اُن پر طبع آزمائی سے بھی باز نہ رہ سکے جس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کا خوف ان کے دل ودماغ پر مسلسل چھایا ہوا ہے دوسرے یہ کہ انہوں نے مولانا کا ذکر جس انداز سے کیا ہے یہ انداز غیر مقلدین کے شیطانی حسد کا عکاس ہونے کے علاوہ مولانا سے ان کی نفرت اور بغض کا غماز بھی ہے جس کا سبب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے! کہ جس طرح مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جہنم کے ساتویں طبقے سے ہمکنار ہونے والے گروہ کے اہل بیت کی مصنوعی اور نام نہاد محبت کے پُر فریب دعویٰ میں چھپے ہوئے یہودیت اور مجوسیت کے امتزاج سے جنم لینے والے رافضی کفر کو علم خواص سے نکال کر شعور عوام میں بے نقاب کردیا، اسی طرح مولانا مرحوم ومغفور نے امتی کی تقلید کی بجائے براہ راست حدیث پر عمل کی دعوت میں چھپی ہوئی اسلاف گریزی اور نفس پرستی کی گمراہی سے نہ صرف اپنے بیانات سے عوام کی ایک کثیر تعداد کو آگاہ کیا بلکہ وہ علماء کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے متحرک کرنے کا ذریعہ بھی بنے۔

اگرچہ اس گروہ کے آغاز سے لے کر ہر دور میں بعض اہل بصیرت وفراست مثلاً: نواب قطب الدین، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا زاہد الکوثری، مولانا عبد الرشید نعمانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہم اللہ اور

مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم وغیرہ علمی اور تحقیقی میدان میں اس گروہ کی گرفت بھی فرماتے رہے اور اپنے متعلقین ومتاثرین کو ان کی فتنہ انگیزیوں سے آگاہ بھی کرتے رہے، نیز عربی اور اردو دونوں زبانوں میں چھوٹی بڑی متعدد کتابیں مثلاً مظاہر حق، آثار السنن، فتح الملہم، اعلاء السنن، معارف السنن، بذل المجہود، اوجز المسالک، التعلیق الصبیح، ایضاح الادلہ، خیر التنقید، تقلید کی شرعی حیثیت، احسن الکلام وغیرہم معرض وجود میں آئیں، مگر ہمارے اکابر کی اکثریت کا رویہ ان کی توحید بیانی یا ان کے عمل بالحدیث کے دعویٰ اور پس منظر وحقیقت مآل سے لاعلم اس گروہ میں شامل بعض مخلص افراد کے مشاہدۂ اخلاص کی وجہ سے ان کے بارے میں حسن ظن کا رہا اور ان میں سے جن حضرات نے اس گروہ کی فتنہ انگیزیوں کو بھانپ لیا وہ بھی اپنے اس دینی اخلاص پر مبنی فکر کی وجہ سے کہ کہیں حدیث اور محدثین کے بارے میں ایسی فضاء پیدا نہ ہو جائے جس سے منکرین حدیث کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملے، عوام میں ان کی مخالفت سے گریزاں رہے، مگر غیر مقلدین نے اس صورت حال سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور عمل بالحدیث کے نام پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتے چلے گئے، خود مولانا مرحوم ومغفور کے والد محترم نے حنفی ہونے کے باوجود غیر مقلدین کی توحید سے متاثر ہو کر قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کے لئے انہیں ایک غیر مقلد حافظ کی شاگردی میں دے دیا، جس کی وجہ سے یہ غیر مقلد بن گئے، بعد میں غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کی شاگردی سے یہ غیر مقلدیت میں مزید پختہ ہو گئے اور استاد کی ہدایت پر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دو شاگردان رشید سید محمد عبدالحنان (تاجک والے) اور مولانا عبدالقدیر (سابق شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی) سے مناظرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے، حضرت مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو نے ان کا ذہن کھول دیا غیر مقلدیت سے حنفیت کی طرف سفر شروع ہوا، تیسری ملاقات کے بعد غیر مقلدیت سے دوبارہ حنفیت کی ہدایت میں پلٹ آئے۔ مگر بحیثیت فتنہ اس کے تعاقب کی طرف ان کو متوجہ قاسم العلوم فقیر والی کے بانی مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ بعد میں خود مولانا پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس وقت مسلم معاشرت میں قادیانیت، پرویزیت اور جماعت المسلمین وغیرہ کی شکل میں جو بے دینی اور گمراہی پھیل رہی ہے اس کی بنیاد غیر مقلدیت ہے۔

غیر مقلدیت کا آغاز انیسویں صدی عیسوی یعنی تیرھویں صدی ہجری میں برا عظم پاک وہند میں ہوا رافضیت نے اس کی آبیاری کی اور انگریز حکمرانوں کی سرپرستی نے اسے پروان چڑھایا کیونکہ انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت حنفیوں سے چھینی تھی اور اُس وقت عدالتوں میں فقہ حنفی رائج تھی، انگریزوں کے سازشی ذہن نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے اسی سلسلے میں تین کام ضروری سمجھے، اول یہ کہ مسلمانوں کے مقابلے میں اسلام کے نام پر رافضیوں اور ان کے رسوم ورواج وخرافات کو فروغ دیا جائے، دوسرے یہ کہ حنفیت اور فقہ حنفی کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے لحاظ سے مسلمانوں میں مشکوک بنادیا جائے، اور یہ مقصد صرف اور صرف غیر مقلدین کی سرپرستی ہی سے حاصل ہوسکتا تھا، تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کے خاتمے کے لئے بذریعہ وحی جہاد کی منسوخیت کا تصور عام کیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے غلام احمد قادیانی کی شیطانی نبوت کو تراش لیا۔

غیر مقلدیت کے رافضیت اور انگریزیت سے تعلق کا اندازہ دیگر حقائق وشواہد کے علاوہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غیر مقلدین کے جملہ مطاعن واعتراضات شیعوں سے ماخوذ ہیں (حدیث اور اہل حدیث، صفحہ ۲۱ تا ۳۹) نیز یہ کہ غیر مقلدیت کے پانچ بانیوں میں سے پہلا بانی عبدالحق بنارسی ہے جسے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عمل بالحدیث کی دعوت کے نام پر سازشی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے قافلۂ جہاد سے نکال دیا تھا، ان کی شہادت کے بعد اس نے ان کے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا، اور مسلمانوں میں غیر مقلدیت کی اشاعت کرنے لگا، راجہ بنارس کے شیعہ دیوان گلشن علی کے سامنے اس نے اپنا یہ کارنامۂ خاص پیش کر کے خود کو ماہانہ تیس روپے وظیفے کا حق دار بنالیا'' کہ مسلمانوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقدس واحترام ختم کرنے کا جو مقصد شیعہ صدیوں میں حاصل نہیں کر سکے میں نے اس کا وصول آسان بنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کے نام پر ''قول صحابی حجت نیست'' (صحابی رضی اللہ عنہ کی بات حجت نہیں) کا نظریہ پیش کر کے مسلمانوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عدم اعتماد کی بنیاد رکھ دی ہے۔'' جبکہ اس کے علاوہ باقی چار بانیوں یعنی سر سید احمد خان، نواب صدیق حسن خان، سید نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین بٹالوی کا انگریز گورنمنٹ کا وفادار اور مراعات یافتہ ہونا کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔

پرویزیت کی بنیاد سر سید احمد خان کے افکار ہیں، جنہیں مولوی چراغ علی غیر مقلد نے مستقل موضوعات کی شکل دی، غیر مقلد پروفیسر اسلم جیراج پوری اور غیر مقلد عالم عبداللہ چکڑالوی نے اس کی علمی آبیاری کی اور ایک مقلد علمی خانوادے کا فرد غلام احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے قاتل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے بدعا یافتہ کسریٰ خسرو پرویز کے نام کو اپنے نام میں شامل کر کے غیر مقلد ہوگیا اور اس نے انکار حدیث اور اتباع نفس کی تحریک کو جماعتی شکل دی اور مسلمانوں کو دھوکے میں رکھنے کے لئے اپنے لئے بحیثیت گروہ ''اہل قرآن'' کا گمراہ کن نام اختیار کیا مگر عام طور پر اس گروہ کے عقائد کو پرویزیت اور افراد کو پرویزی کہا جاتا ہے۔

قادیانیت کا بانی غلام احمد قادیانی اور اس کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین دونوں اس سے پہلے غیر مقلد تھے اور خود کو اہل حدیث کہتے تھے، جبکہ جماعت المسلمین کا بانی مسعود احمد اس جماعت کی تشکیل سے پہلے غیر مقلدین کی ایک جماعت غرباء اہل حدیث (کراچی) میں شامل تھا۔

مولانا مرحوم ومغفور نے حالات کی مجبوری کی وجہ سے اپنی عملی زندگی کا آغاز پرائمری سکول میں تدریس سے کیا، اول یہ کہ پرائمری سکول کی تدریس کوئی عیب کی بات نہیں دوسرے یہ کہ خود مولانا نے بھی اس کے اظہار میں کبھی کوئی خفت یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی مگر کیونکہ عام طور پر ہمارے معاشرے میں پرائمری سکول ٹیچر کو کم علم سمجھا جاتا ہے، اس لئے غیر مقلدین نے ان کے لئے اس کا استعمال نفسیاتی حربے کے طور پر کیا ہے تا کہ ان کی وقیع علمی کاوشوں کے بارے میں کم وقعت ہونے کا تصور پیدا کر کے لوگوں کو ان سے استفادہ سے محروم رکھا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پرائمری سکول میں تدریس اور علم ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ یہ تو مولانا کے لئے ایک امتیازی خوبی ہے کہ ان کے ایک پرائمری سکول ماسٹر ہونے کے باوجود صرف مجھ جیسے پروفیسر ہی نہیں (جسے خود غیر مقلدین نے شروع عبارت میں پڑھا لکھا تسلیم کیا ہے) بلکہ علم وتحقیق وتصنیف میں نمایاں مقام رکھنے والے متعدد پروفیسر ان کے سامنے خود کو طفل مکتب محسوس کرتے تھے۔ پھر یہ کہ وہ صرف وسیع المطالعہ ہی نہیں تھے، بلکہ انہوں نے غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کے علاوہ مولانا ضیاء الدین سیوہاری، فاضل دیوبند، سید محمد عبدالحنان ومولانا عبدالقدیر (شاگردان رشید امام العصر محدث کبیر سید محمد انور شاہ کشمیری) مفتی عبدالحمید سیتاپوری سابق مفتی جامعہ مدنیہ لاہور جیسے جید علماء سے حدیث وفقہ میں باقاعدہ استفادہ بھی کیا تھا (تجلیات صفدر جلد اول صفحہ ۱۱) پھر یہ کہ وہ سکول ٹیچری چھوڑنے کے بعد بالترتیب جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور جامعہ خیر المدارس ملتان جیسے بین الاقوامی مراکز میں شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد۔ یعنی علماء کی علمی پختگی اور تحقیق وتصنیف تربیت کے شعبہ کے صدر نشین رہے اور اس اثناء میں دیگر دینی جامعات ومدارس میں بھی کئی روزہ تربیتی پروگرام کے لئے تشریف لے جاتے رہے، بلکہ مدارس میں علماء اور طلباء سے خطاب کے لئے وہ اس وقت بھی بلائے جاتے تھے جب وہ سکول ٹیچر تھے، کتنی عجیب بات ہے کہ جن کے گروہ میں حدیث کا اردو ترجمہ پڑھ سکنے والا خود کو محدث اور چالیس روزہ کورس کر لینے والا اپنے آپ کو مجتہد سمجھتا ہو، وہ ایسے فرد کو پرائمری سکول ٹیچر کہہ کر اُس کے کم علم ہونے کا تاثر پیش کریں، جس کے شاگردوں میں بیسیوں نہیں کم از کم سینکڑوں افراد علماء ہوں، جس کی علم حدیث کی تحقیق وتفہیم میں عظمت کا اعتراف کرنے والوں میں سالہا سال سے احادیث پڑھانے والے شیخ الحدیث ہوں، جس کے مضامین ومقالات علم کی وسعت، تحقیق کی گہرائی، فکر کی گہرائی اور نظر کی باریکی کا عمدہ شاہکار ہوں، بس بات صرف اتنی ہے کہ اگر مولانا بدستور غیر مقلد رہتے تو ان کے القاب کی کثرت کے سامنے ایک بڑے اشتہاری کاغذ کی وسعت بھی کم پڑ جاتی مگر کیونکہ وہ حنفیت کی طرف پلٹ گئے اس لئے تعصب، حسد، نفرت اور بغض کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے ان کی علمی عظمت کا اعتراف ممکن نہیں رہا۔

دین کی خدمت میں قابلیت کو ثانوی اور قبولیت کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ چاہے

اپنے دین کا کام لے لے یہ اسی کی بے نیازی ہے کہ ابوحکم کہلانے والا ابوجہل بن جائے قابلیت وذہانت میں بلند مقام رکھنے والے نہ صرف خود گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے پھریں بلکہ کتنوں کی گمراہی کا ذریعہ بن جائیں جبکہ اُس کی خاص رحمت یہ ہے کہ بلال وصہیب رضی اللہ عنہما جیسے غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان حق پر سیدنا ہو جائیں، اور ایک پرائمری سکول ٹیچر متعدد گمراہوں کی ہدایت، مذبذبین کی استقامت اور علماء کی رہنمائی کا ذریعہ بن کر اجر عظیم اور ثواب بے حساب کا مستحق بن جائے۔

مولانا پر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ غیر مقلدیت سے حنفیت کی طرف پلٹ آئے اور ان کے غیر مقلد ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے بظاہر ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کو غیر مقلدین کے نفسیاتی حربوں، ان کے طریقہ واردات اور ان کے پس پردہ کارفرما مقاصد سے پوری طرح آگاہی حاصل ہوگئی، اسی طرح ان کا سکول ٹیچر ہونا علمی نکات کو عام فہم انداز میں بیان کرنے کی ان کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بن گیا، ان کو یہ خصوصیت ان کی تقریر و تحریر میں اول سے آخر تک موجود ہے جس کی چند مثالیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

اجتہاد اور تقلید:

(۱) جو شخص شریعت کے اصولوں کے مطابق قرآن وسنت اجتہادی مسائل یعنی غیر واضح مسائل معلوم کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہو اُسے مجتہد کہتے ہیں، اور جو خود قرآن وسنت سے اجتہادی مسائل معلوم کر سکنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور کسی مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی راہنمائی میں قرآن وسنت پر عمل کرے اُسے مقلد کہتے ہیں، اور جو نہ خود اجتہادی مسائل معلوم کر سکے اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرے اُسے غیر مقلد کہا جاتا ہے۔

(اخذ و تلخیص تجلیات صفدر جلد اول صفحہ ۴۳، ۱۱۳، ۲۳۶)

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین اور ائمہ محدثین میں کوئی ایک بھی غیر مقلد نہ تھا یعنی ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو نہ مجتہد ہو اور نہ مقلد ہو۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۳، ۲۳۷) اس لئے ان کا ذکر چار قسم کی کتابوں میں ملتا ہے، طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ، مگر آج تک کسی مستند مورخ یا محدث نے طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں لکھی، (ایضاً ص ۱۱۴، ۲۳۸)

(۳) تحقیق تین باتوں میں ہوتی ہے۔ (۱) حدیث کے ثبوت میں، (۲) حدیث کے مفہوم میں، (۳) دو حدیثوں کے درمیان ظاہری ٹکراؤ دور کرتے ہیں، جبکہ محدثین کی تحقیق صرف پہلی بات سے متعلق ہوئی ہے اور باقی دو باتوں میں وہ بھی ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں جبکہ ائمہ مجتہدین تینوں باتوں میں محقق ہوتے ہیں۔

(۴) قیاسی مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب وسنت میں غیر واضح صورت میں موجود مسائل شرعی اصولوں

کے ذریعے ظاہر کئے جاتے ہیں، جیسے کنواں کھودنے والا پانی پیدا نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے پانی کو چھپی ہوئی حالت سے نکال کر ظاہر کر دیتا ہے، لہذا کسی مجتہد امام کو شریعت بنانے والا کہنا ایسی ہی جہالت ہے جیسا کہ کنواں کھود کر پانی نکالنے والے کو پانی کا خالق کہنا۔ (ایضاً ص۲۸۷)

(۵) جس طرح قراءت کے ساتوں مشہور قاری برحق ہیں اور ان میں سے ایک یعنی قاری عاصم کوفی کی قراءت پر تلاوت قرآن مجید کے ساتویں حصے کی بجائے پورے قرآن مجید کی تلاوت شمار ہوتی ہے، اسی طرح فقہ کے چاروں امام برحق ہیں ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا چوتھائی شریعت کی بجائے پوری شریعت پر عمل کرنا ہے۔ (ایضاً ص۲۹۴)

(۶) مجتہد اس وقت اجتہاد کرتا ہے جب کوئی مسئلہ واضح طور پر قرآن وسنت میں موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو پھر وہ اجتہاد نہیں کرتا۔ (ایضاً ص۲۳۵) نماز میں قبلہ رخ ہونا نماز کی شرطوں میں سے ہے شہر میں جہاں مسجدیں موجود ہوں وہاں اندازہ کرنے کی بجائے مسجدوں کے ذریعے قبلہ کا رخ معلوم کرنا ضروری ہے، مگر اس صورت میں جب چار آدمی جنگل میں ہوں قبلہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو آسمان پر بادل ہوں چاروں نے اپنے اپنے اندازے سے چار مختلف رخوں میں نماز ادا کی ان میں سے حقیقتاً قبلہ کے رخ نماز تو صرف ایک ہی نے پڑھی ہوگی، مگر صحیح چاروں کی شمار ہوگی (ایضاً ص۲۳۷)

(۷) اندھا اندھے کے پیچھے چلے تو دونوں کھائی میں جا گریں گے یہ اندھی تقلید ہے اگر اندھا آنکھ والے کے پیچھے چلے تو یہ اندھی تقلید نہیں، کیونکہ آنکھ والا آنکھ کی برکت سے اندھے کو بھی ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا ائمہ مجتہدین اجتہادی بینائی رکھتے ہیں اور غیر مقلد علماء مجتہد نہ ہونے کی وجہ سے اجتہادی بینائی نہیں رکھتے، اس لئے کسی مقلد کا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے پیچھے چلنا اندھی تقلید نہیں بلکہ غیر مقلد کا کسی غیر مقلد کے پیچھے چلنا اندھی تقلید ہے۔ (ایضاً ص۳۹)

(۸) مقتدی اسے کہتے ہیں جو جماعت کی نماز میں امام کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اور مقلد اسے کہتے ہیں جو امام کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، جیسے یہ کہنا حماقت ہے کہ مقتدی اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے امام کو سجدہ کرتا ہے اسی طرح یہ کہنا بھی جہالت ہے کہ مقلد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے امام کی ذاتی رائے کی اطاعت کرتا ہے۔ (ایضاً ص۱۰۰،۱۰۱)

حدیث اور اہل حدیث:

(۹) خود کو اہل حدیث کہنے والوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں کسی امتی کی رائے

کو نہیں مانتے جبکہ حدیث کی بیان کردہ تعریف نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں لہذا حدیث کو حدیث کہنا ہی امتی کی تقلید ہے۔ کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں (ایضاً ص ۷۲)

(۱۰) ہمارے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ جسے چاروں ائمہ مجتہدین نے قبول کر لیا اور سب کا اس پر عمل ہے، وہ اجماع کی وجہ سے صحیح ہے اور جن احادیث میں اختلاف ہوا ان میں سے جس کو ہمارے امام صاحب اختیار فرمالیں وہ مجتہد کے اجتہاد کی وجہ سے صحیح ہے، اب اگر ہمارے امام کے اجتہاد کے مقابلے میں کوئی شخص اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ثابت کر دے کہ جسے امام صاحب نے صحیح کہا ہے وہ ضعیف ہے اور جسے ضعیف کہا ہے وہ صحیح ہے تو امام صاحب کے اجتہاد کو چھوڑ دیں گے مگر امام صاحب سے بعد کے کسی امتی کی رائے کی وجہ سے امام صاحب کی تحقیق کو نہیں چھوڑیں گے۔ (ایضاً ص ۷۳)

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں بنائی صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچایا، اس کا مفہوم سمجھایا اور اس پر عمل کا طریقہ سکھایا ہے لیکن شیطان نے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ماننا مخلوق کو خدا کے برابر ماننا ہے یہ شرک ہے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑ لیا اور اپنا نام ''اہل قرآن'' رکھ لیا بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دینے لگے کہ یہ غلط ہے کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اس وقت سے اہل قرآن ہیں۔ مجتہد شریعت بنانے والا نہیں اس کو جاننے اور اس میں مہارت رکھنے والا ہوتا ہے مگر بعض لوگوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد کی تقلید امتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ماننا ہے انہوں نے ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر اپنی حدیث نفس کی پیروی شروع کر دی اور اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا اور کہنے لگے کہ اہل حدیث نیا فرقہ نہیں جب سے حدیث ہے اُس وقت سے اہل حدیث ہیں جب کہا جائے کہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ حاشیہ یا شرح کسی غیر مقلد کی دکھا دیں تو نہیں دکھا سکتے نہ ہی اپنی کوئی مسجد یا مدرسہ دکھا سکتے ہیں اور آج حدیث کی جتنی کتابیں ملتی ہیں، ان کے لکھنے والے یا تو مجتہد ہیں یا مقلد ان میں سے کوئی ایک بھی غیر مقلد نہیں۔ (ایضاً جلد اول ص ۲۸ تا ۳۸۔ ص ۴۲۳)

فقہ، فقہ حنفی:

(۱۲) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد، کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ فقیہ شیطان نہیں ہوتا فقیہ کا مخالف شیطان ہوتا ہے (ایضاً ص ۱۱۷)

(۱۳) قرآن مجید کی ساتوں مشہور قراءتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں، مگر ان کا نام عاصم کی قراءت یا حمزہ کی قراءت نہ تھا، صحاح ستہ کی احادیث موجود تھیں، مگر ان کا نام بخاری کی حدیث یا نسائی کی حدیث نہ تھا اسی طرح فقہی مسائل بھی تھے مگر ان کا نام فقہ حنفی یا فقہ شافعی نہ تھا، اگر حنفی نام نہ ہونے کی وجہ سے فقہ حنفی قابل انکار ہے تو پھر عاصم اور بخاری وغیرہ نام نہ ہونے کی وجہ سے سات قراءتیں اور صحاح ستہ کی احادیث قابل انکار کیوں نہیں اگر قراءتیں ماننے کے لئے سات قاریوں کے نام اور صحاح ستہ ماننے کے لئے ان کے مرتب کرنے والے محدثین کے نام قرآن وحدیث میں دکھانے ضروری نہیں تو پھر فقہ کو ماننے کے لئے فقہ کے اماموں کے نام قرآن وحدیث میں دکھانے کیوں ضروری ہیں۔ (ایضاً ص ۲۸۸)

حنفی یا محمدی:

(۱۴) اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث بخاری کی ہے یا مسلم کی، دونوں میں سے جس کی ہو نبی علیہ السلام سے نسبت کا انکار نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح کسی فقہ پر عمل کے لحاظ سے اگر سوال کیا جائے کہ تو حنفی ہے یا شافعی تو دونوں میں سے جو بھی جواب ہو اس سے اس کے محمدی ہونے کا انکار نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ ''یا'' کا استعمال ایک جنس کے درمیان ہوتا ہے نہ کہ علیحدہ جنس کے درمیان مثلاً: آج پیر ہے یا منگل۔ اپریل ہے یا مئی، قراءت عاصم کی ہے یا حمزہ کی، حنفی ہے یا شافعی، محمدی ہے یا موسوی، پاکستانی ہے یا افغانی، یہ حدیث بخاری کی ہے یا ترمذی کی۔ ان میں ''یا'' کے دونوں طرف ایک ہی جنس ہے اس لئے اس میں ''یا'' کا استعمال درست ہے جبکہ آج پیر ہے یا اپریل، قراءت عاصم کی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، حنفی ہے یا محمدی، شافعی ہے یا موسوی، پاکستانی ہے یا ملتانی، یہ حدیث بخاری کی ہے یا نبی علیہ السلام کی ان میں ''یا'' کے دونوں طرف علیحدہ علیحدہ جنس ہے اس لئے ''یا'' کا استعمال غلط ہے۔ (ایضاً جلد سوم ص ۴۰۹ تا ۴۱۰)

غیر مقلدین اور رفع یدین:

(۱۵) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شروع نماز کے سوا رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کے راوی عاصم بن کلیب کو علی بن مدینی کے اس قول کی وجہ سے مجروح قرار دیتے ہیں جسے ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے، جبکہ عاصم بن کلیب کی وفات ۱۳۰ھ کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا ہے انہوں نے ان کو دیکھا بھی ہے اور قابل اعتماد بھی سمجھا ہے جبکہ علی بن مدینی کا انتقال ۲۳۴ھ میں ہوا یعنی عاصم بن کلیب سے ایک صدی بعد کے ہیں، نہ تو انہوں نے عاصم بن کلیب کو دیکھا ہے اور نہ ہی ان پر جرح کا سبب بیان کیا ہے یعنی ان کا یہ قول بے دلیل ہے پھر اس کو نقل کرنے والے ابن حجر عسقلانی ہیں جن کی نہ تو علی بن مدینی سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ انہوں نے ان

کے قول کی سند بیان کی ہے اوران دونوں کے درمیان چھ سوسال سے زیادہ کا وقفہ ہے وہ یوں کہ ابن مدینی کی وفات ۲۳۴ھ میں اورابن حجر عسقلانی کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے کتنی عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک امام مجتہد کی تقلید تو دلیل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ضد کی وجہ سے عاصم بن کلیب کے بارے میں سوسال بعد کے علی بن مدینی کا بے دلیل وہ قول قبول ہے جسے ان سے چھ سوسال بعد کے ابن حجر عسقلانی نے بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

مقتدی کی قراءت:

(۱۶) ہم مقتدی کی قراءت کے بارے میں حدیث کے مقابلے میں امام کی رائے پر عمل نہیں کرتے بلکہ فرق یہ ہے کہ ہم پوری حدیث مانتے ہیں اور غیر مقلدین ادھوری وہ یوں کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہونے کی بخاری شریف کی روایت ادھوری ہے جبکہ مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف اور مصنف عبدالرزاق میں پوری حدیث موجود ہے کہ نماز سورۃ فاتحہ اوراس کے ساتھ قرآن کا کچھ اور حصہ ملائے بغیر نہیں ہوتی اس کی تائید حدیث کی مختلف کتابوں میں مروی ابوہریرہ، ابوسعید، عمران بن حصین، ابن مسعود انصاری، عبداللہ بن عمر، عائشہ، اور جابر یعنی سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سورۃ فاتحہ کے علاوہ قرآن کا مزید حصہ پڑھنا متواترات میں سے ہے، جب سورۃ فاتحہ اور مزید دونوں کا پڑھنا متواترات میں سے ہے اور دونوں کے نہ ہونے سے نماز نہ ہونے کی حدیث موجود ہے تو ہم دونوں کا حکم ایک ہی مانتے ہیں یعنی سورۃ فاتحہ بھی واجب ہے اور قرآن کا مزید حصہ بھی واجب ہے مگر غیر مقلدین اس کے برعکس ایک حصے کو ضروری اور دوسرے کو غیر ضروری کہتے ہیں، کیونکہ حدیث میں دونوں کا پڑھنا ضروری ہے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مقتدی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مقتدی پر مزید حصہ پڑھنا خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی واجب نہیں، لہذا اس حدیث میں مقتدی کو شامل سمجھنا مگر قرآن کا مزید حصہ پڑھنا اس پر واجب نہ سمجھنا، حدیث کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی قراءت امام کی قراءت سے ادا ہو جاتی ہے، اس کے مقابلے میں اول تو کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں کہا گیا ہو کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی نہیں تیسرے یہ کہ ہمارے تین اماموں امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے اس حدیث کو تسلیم کر کے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے جو ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ یہ حدیث ضعیف ہے تب قبول ہو سکتی ہے، جب وہ ان اماموں کے بعد کے افراد سے نہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کردیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ایضاً جلد اول ص ۸۱ تا ۸۴)

نماز تراویح:

(۱۷) چاندرات سے ہررات تراویح پڑھنا، پورا مہینہ باجماعت مسجد میں تراویح پڑھنا، اور بیس رکعت تراویح پڑھنا یہ تینوں عمل خلفاء راشدین کی وجہ سے سنت مؤکدہ ہیں اور تینوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ (ایضاً ص ۲۱۷)

غائبانہ نماز جنازہ:

(۱۸) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے نہ کسی نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور نہ ان میں سے کسی کی پڑھی گئی ہے، نجاشی رضی اللہ عنہ کے غائبانہ نماز جنازہ کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ اس کے بعد پچاس سال زندہ رہے، اور دوسرے راوی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو اس کے بعد ستر سال زندہ رہے، تیسرے راوی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں جو اس کے بعد تینتالیس سال زندہ رہے، مگر ان میں سے کسی سے بھی اس عرصے میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں۔ (ایضاً جلد دوم ص ۲۶۱ تا ۲۶۴)

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔ (ایضاً ص ۲۶۸)

مصافحہ:

(۲۰) ایک ہاتھ سے کھانے اور ایک ہاتھ سے استنجا کے حکم میں ہاتھ کا تعین کر دیا کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے اور استنجا بائیں ہاتھ سے کیا جائے، مگر کیا کوئی قولی حدیث ہے کہ جس میں دائیں ہاتھ کا تعین کیا گیا ہو؟ کوئی فعلی حدیث ایسی ہے جس میں یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے اور بایاں ہاتھ علیحدہ رکھتے تھے۔ کیا کوئی تقریری حدیث ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل بتایا گیا ہو۔ جب تینوں قسم کی حدیث نہیں تو پھر ایک ہاتھ سے مصافحہ سنت کیسے ہو گیا؟ بخاری شریف میں دو ہاتھ کے مصافحے کی حدیث موجود ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کا ذکر ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں اول تو حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں دوسرے یہ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہاتھ دیا ہو، اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بتا رہے ہیں کہ یہ ہے وہ ہاتھ جس کے دونوں طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں لگی تھیں۔ (ایضاً جلد اول ص ۱۴۱ تا ۱۴۷)

خالق ارض سماء نے اس بزم ہستی کو عجیب نیرنگیوں سے سجا دیا ہے، یہاں کسی چیز کو ثبات وبقاء نہیں ہے، ہر آنے والا جانے ہی کے لئے آتا ہے، مگر کچھ لوگ دنیا میں ایسے حیات مستعار گزار جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں، ان ہی شخصیات میں سے ایک میرے مربی، استاد و مرشد مناظر اسلام، فخر اہلسنت، ترجمان احناف، پاسبان مسلک علماء دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ تھے۔

اللہ رب العزت نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تمام صفات سے نوازا تھا، اور تمام علوم وفنون سے وافر حصہ نصیب فرمایا تھا، آپ بیک وقت مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، امام جرح وتعدیل بھی تھے، ایک مؤرخ بھی تھے، ایک صوفی بھی تھے، ایک ادیب وقلم کار بھی تھے، اور ایک کامیاب مناظر بھی تھے، عابد بھی تھے، زاہد بھی تھے، طبعیت میں جود وسخا بھی تھا، ائمہ مجتہدین اور محدثین کے بے حد مداح تھے، اسلاف کے دامن کو کبھی بھی کسی موڑ پر ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام فتنوں کی بنیاد اور جڑ مادر پدر آزادی اور اسلاف پر عدم اعتمادی ہے، جو اپنے بڑوں کو چھوڑ دیتا ہے تو پھر پریشانی ساری عمر اُسکا پیچھا نہیں چھوڑتی، تمام فتنوں سے حفاظت اکابرؒ پر اعتماد میں ہے۔

میں جب ۱۹۹۵ء میں خیر المدارس دورۂ حدیث کے لئے گیا تو اس وقت حضرت کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اور پورا ایک سال حضرتؒ سے خلوت وجلوت میں استفادہ کا موقع میسر آیا، میں نے جب بھی حضرتؒ کو دیکھا یا حضرتؒ سے ملا ہوں تو حضرتؒ کے چہرے پر ایک میٹھی میٹھی مسکراہٹ ہی دیکھی ہے، آپ کا چہرہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، اور ہر ملنے والے سے چاہے زندگی کی پہلی ہی ملاقات کیوں نہ ہو اس محبت اور خلوص ووفا سے ملا کرتے تھے کہ ملاقاتی یہ سمجھتا کہ شاید حضرت مجھے پہلے سے پہنچانتے ہیں، اور سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت کرتے ہیں، جو بھی ایک بار ملتا زندگی بھر یاد کرتا۔

کانٹوں میں گھرا ہے چاروں طرف سے پھول   پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیسا خوش مزاج ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، زندگی میں کوئی تکلف نہیں تھا، کھانا،

پہناوا اور رہن سہن بالکل سادہ تھا، کوئی نمود و نمائش نہ تھی، اخلاص وللّٰہیت طبیعت میں خوب رچا بسا تھا، دین کی خدمت ساری زندگی لِلّٰہ، فی اللہ کی ہے، عام مقررین وواعظین کی طرح کوئی فرمائش نہ تھی، عام گاڑیوں میں اکیلے ہی سفر کرتے، کبھی بھی وعظ وتقریر کا معاوضہ نہ مانگا، بخوشی جس نے جتنا بطور زادِراہ کے دے دیا حضرتؒ نے قبول فرمالیا۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری

کہ آشیانہ کسی شاخِ گل پہ بار نہ ہو

حضرتؒ کو پہلی بار دیکھنے والا کوئی بڑا عالم تو کُجا ایک عام مولوی بھی تصور نہ کرتا، لیکن جب آپکی سیدھی سادھی تقریر سنتا، اور قرآن وسنت کے دلائل وبراھین کے انبار دیکھتا تو حیرت وتعجب میں انگشت بدنداں رہ جاتا، حضرتؒ کو اللہ پاک نے غضب کا حافظہ دیا تھا، جب مناظرے میں فریق مخالف کو حوالہ جات بتاتے تو کتاب کا صفحہ، سطر اور حاشیہ نمبر تک بتادیتے تھے، احادیث مبارکہ اور عربی عبارتیں نوک برزباں تھیں، گھنٹوں بولنے پر نہ اُکتاتے، بلکہ سننے والے بھی نہ اُکتاتے تھے، حضرتؒ میں ایک خوبی اللہ نے یہ رکھی تھی کہ عام فہم مثالوں، لطیفوں اور کہاوتوں سے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ عامی سے عامی آدمی کو چٹکیوں میں سمجھا دیتے تھے، اور جب اپنے مناظروں کے حالات بیان کرتے، تو محفل پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

حضرتؒ کی تقریر میں لفّاظی نہ ہوتی تھی، بلکہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ سادہ سے سادہ عام فہم الفاظ میں مسئلہ بیان کیا جائے۔ تاکہ سامعین کو دلائل یاد ہوجائیں، اور دوسروں سے بات کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ آجائے، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مناظروں کا حال تمہیں اسلئے سناتا ہوں تاکہ تم گفتگو کا طریقہ سیکھ لو، اور فریقِ مخالف کی ہیرا پھیری اور مغالطہ دہی کا تمہیں علم ہوجائے۔

حضرتؒ خوش طبع اور خوش مزاج بھی بہت زیادہ تھے، ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں ایبٹ آباد ہزارہ سے اُستاد محترم کی ملاقات کے لئے خیر المدارس ملتان آیا، اُس وقت حضرتؒ مسجد کے برآمدہ میں تشریف فرما تھے، اور ساتھ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے، میں نے جاکر سلام عرض کیا اور ساتھ ہی حال احوال پوچھے، اُن دنوں حضرتؒ کے گھٹنے میں تکلیف تھی، تو حضرتؒ نے جواباً فرمایا کہ اور تو سب ٹھیک ہے، مگر یہ ایک گھٹنا غیر مقلد ہوگیا ہے، اور اس نے تقلید چھوڑ دی ہے، جوں ہی حضرتؒ کے منہ سے یہ جملہ نکلا تو سارا مجمع ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگیا، اور ساری محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ حضرتؒ ہر وقت اللہ کے ذکر سے رطب اللسان رہا کرتے تھے، خلوت ہو یا جلوت جب بھی موقع ملتا حضرتؒ کی زبان اللہ کے ذکر میں ہلتی رہتی تھی، اور کثرت سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے تھے، شب زندہ دار تھے، راتوں کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے، اکثر وقت نوافل، ذکر وتلاوت اور مطالعہ میں گزرتا تھا۔

۲۰۰۰ء میں جب غیر مقلدین کی کارستانیاں ایبٹ آباد ہزارہ میں حد سے بڑھ گئیں تھی، تو ہم نے

جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے حضرتؒ کو ایبٹ آباد آنے کی دعوت دی، حضرتؒ نے بغیر کسی پس وپیش کے ہماری اس حقیر سی دعوت کو قبول فرمالیا، اس موقع پر ہمیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، حضرتؒ کے پروگرام رُکوانے میں معتزلہ اور خوارج نے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، لیکن یہ علماء دیوبند کی کرامت تھی کہ حضرتؒ کے اکثر پروگرام منبع اعتزال وخروج میں ہوئے، اور کسی بھی دشمن اسلام کو کوئی کمینہ اور گھٹیا حرکت کرنے کی ہمت وحوصلہ نہ ہوا، حضرتؒ کے پروگرام سے غیر مقلدیت کی نرسری اور بڑا بوٹا دونوں ہی خائف تھے، بہر حال ہمارا یہ پروگرام بڑا کامیاب رہا اور بہت سے لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہوئے، حضرتؒ کو دوبارہ بلوانے کا پروگرام تھا مگر امینؒ نے رب کی امانت اس کے سپرد کردی اور سب عقیدت مندوں کو سوگوار کر گئے، آج دنیا کی رونقیں اُسی طرح ہیں مگر امینؒ کی وہ دل کشا آواز نہیں ہے۔

پکار وادیٔ خاموش سے خدا کے لئے
ترس گئے ہیں تیری آوازِ دل کشا کے لئے

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اکیلی شخصیت ایک جماعت اور تحریک جتنا کام کرگئی ہے۔

اربابِ چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پر اپنا ہی نشاں چھوڑ دیا ہے

حضرتؒ کی ایک یادگار تقریر جو۔ ۱۰/مئی ۲۰۰۰ء بعد نماز عصر بمقام جامع مسجد بھروال حویلیاں ایبٹ آباد میں ہوئی ہے، وہ قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

خداتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، پسماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور ان کے تلامذہ کو ان کے مشن وپروگرام کو جاری رکھنے اور ترقی دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ امین بجاہ سید المرسلین یارب العالمین۔

خطاب

مناظرِ اہلِ سنت، وکیلِ احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ

برادران اہلسنت والجماعت! ہم سب اہلسنت والجماعت ہیں، سب سے پہلے تو ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا یہ نام کس نے رکھا ہے؟۔ میں کہیں جاتا ہوں تو لوگ بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ میرا نام حضرت لاہوریؒ نے رکھا تھا، کوئی کہتا ہے میرا نام حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے رکھا تھا، کوئی کہتا ہے میرا نام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے رکھا تھا، تو لوگ فخر کرتے ہیں۔ اس بات پر کہ کسی اللہ والے سے نام رکھوایا جائے، اسی طرح

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اگر چہ اسلام کا نام لینے والے ۷۳ فرقے بن گئے ہیں، لیکن ہر فرقے نے اپنا نام خود رکھا ہے، ہمارا نام رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے، قرآن کریم میں ایک آیت کریمہ نازل ہوئی، یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ الایۃ۔ اس دنیا میں مذہبی فرقے گنیں تو وہ نہیں گنے جاتے، سیاسی پارٹیاں گنیں تو وہ نہیں گنی جاتیں، قومیں اور برادریاں گنیں تو وہ نہیں گنی جاتیں، لیکن میدان قیامت میں لوگوں کی صرف دو قسمیں ہونگی، ایک وہ جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہونگے، اور دوسرے وہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ. الایۃ۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تو حضرت ابوسعید خدریؓ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی صحابی ہیں، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں، ہم نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت جن کے چہرے میدان قیامت میں روشن ہونگے ان کا نام کیا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا ان کا نام اہلسنت والجماعت ہے، تو پتہ چلا کہ یہ نام اہلسنت والجماعت خدا کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے۔

کنز العمال میں ایک حدیث پاک ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، کہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہلسنت کہلاتے تھے، آجکل ایک مسعودی فرقہ نکلا ہے، وہ اپنے آپ کو جماعت المسلمین کہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اہلسنت نام پہلے نہیں ہوتا تھا، حالانکہ یہ جھوٹ ہے، اللہ کے پیغمبر نے اہلسنت نام رکھا ہے، صحابہ اپنے آپ کو اہلسنت کہتے تھے، البتہ اس وقت اہلسنت کی پہچان کیا تھی؟ باقی فرقے تو نہیں تھے، مقابلے میں کون تھے؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، کہ جو ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ سے محبت رکھتے تھے، ان کو اہلسنت سمجھا جاتا تھا، اور جو ان سے بغض رکھتے تھے، ان کو منافق کہا جاتا تھا، تو اس زمانے میں اہلسنت اور منافق یہ مدّ مقابل تھے، پھر تابعین کا زمانہ آیا، تو امام ابومعاویہ ضریرؒ جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاذِ حدیث ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ آجکل سنی کی پہچان کیا ہے؟۔ من احب ابا حنيفة فهو سني. ومن ابغضه فهو مبتدع. جس نے امام ابوحنیفہؒ سے محبت رکھی، وہ سنی ہے، اور جس نے امام ابوحنیفہؒ سے بغض رکھا وہ بدعتی ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ایک ایسا کام کر دیا ہے کہ دین کو مدوّن کر دیا ہے، اب کسی بدعتی کو دین میں بدعتیں داخل کرنے کا موقع نہیں رہنے دیا، فرض الگ لکھ دیئے، سنتیں الگ لکھ دیں، اب انہیں کمی بیشی کرنے کا اختیار کسی کو نہیں رہا، اس لئے کہ سارے اہل بدعت امام صاحب سے نفرت کرتے تھے، کہ انہوں نے دین میں زیادتی کا دروازہ بند کر دیا۔

تو اہلسنت جو نام ہے، اس کا معنٰی کیا ہے، جس طرح ہمارے نام ہیں، کسی کا نام محمد امین ہے، کسی کا نام اصغر علی ہے، تو ہمیں دل سے خوشی ہوتی ہے کہ ہمیں ہمارے نام کا معنٰی آجائے، اسی طرح ہمیں ہمارے نام اہلسنت

کا معنٰی بھی سمجھنا چاہیے، سنت کس کو کہتے ہیں؟ قرآن پاک اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اور آج خدا کا کلام صرف اور صرف مسلمانوں کے پاس ہے، کسی کے پاس خدا کا کلام موجود نہیں ہے، بلکہ جن نبیوں کا وہ نام لیتے ہیں، ان کا نام بھی قرآن کی برکت سے زندہ ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں نہ آتا تو دنیا موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی بھول چکی ہوتی، تو اس لئے چونکہ ہم اہلسنت والجماعت ہیں، تو قرآن پاک الفاظ ہیں، اب الفاظ کے معانی میں لوگ سو/۱۰۰۔ جھگڑے ڈال دیتے ہیں، اس کا معنٰی حقیقی ہے یا مجازی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان جھگڑوں سے بچانے کے لئے اپنے پیغمبر کو دنیا میں ۲۳ سال رکھا، تا کہ وہ اس پر عمل کر کے دکھا دیں۔ اس میں صلوٰۃ (نماز) کا ذکر آ گیا، اب اللہ کے نبی نماز پڑھ کے دکھا رہے ہیں کہ بھائی نماز کی تشریح یہ ہے، روزے کا ذکر آ گیا ہے، اللہ کے نبی روزہ رکھ کے دکھا دیں، حج کا ذکر آ گیا ہے، اللہ کے پیغمبر حج کر کے دکھا دیں کہ حج اس کو کہتے ہیں، تو جس طرح ایک لفظ ہوتا ہے، اور ایک اس کا مصداق ہوتا ہے، دیکھو! یہ نزلہ زکام اور کھانسی مولویوں کا قومی نشان ہوتا ہے، ہر وقت مطالعہ کرنا، تقریر کرنی، سفر کرنا، بے وقت کھانا، بے وقت سونا، ایک حکیم صاحب مجھے کہنے لگے، کہ اگر آپ خمیرہ ابریشم اور گاؤزبان ملا کر کھائیں تو فائدہ دیگا، اب یہ لفظ میں نے یاد کر لیا، ڈائری پر لکھ لیا، جہاں ہم جاتے ہیں تو لوگ پوچھتے ہیں کہ کسی چیز کی ضرورت ہو، تو بتا دو، لا دیں، میں نے کہا کہ بھائی کہیں سے خمیرہ ابریشم اور گاؤزبان ملتا ہے تو وہ لا دیں، اب طالبعلموں کو بھگایا اِدھر اُدھر، وہ پھر ٹر کے آ گئے کہ دکانیں بند ہیں، اس وقت تو کچھ بھی نہیں مل رہا، اب مجھ سے پوچھنے والوں نے طلباء سے کہا کہ اونچی نہ بولو، اس کو (امین صفدر صاحب) پتہ چل جائیگا، اب انہوں نے گڑ لیا تھوڑا سا اس کو گرم کیا، تھوڑا سا پانی ڈال کے اسمیں کچھ خوشبو وغیرہ ملائی، اور مجھے لا کر دے دیا، اب دیکھو مجھے خمیرہ کا نام یاد تھا، لیکن میں نے خمیرہ دیکھا نہیں تھا، اب وہ مجھے جو کچھ لا کے دیں گے، میں وہ چاٹ رہا ہوں، اور بڑا خوش ہو رہا ہوں کہ خمیرہ ابریشم کھا رہا ہوں، خمیرہ گاؤزبان کھا رہا ہوں۔

لیکن جب طبیب نے مجھے یہ نسخہ دیا تھا، اگر وہ مجھے تھوڑا سا دکھا دیتا، کھلا بھی دیتا، تو پھر ساری دنیا ملکر مجھے خمیرہ کے نام پر گڑ نہیں کھلا سکتی تھی، اسی طرح صرف الفاظ سے کام نہیں بنتا، اللہ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن پاک کی چلتی پھرتی عملی تفسیر تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضرت پاک ﷺ کے اخلاق وعادات کیسے تھے؟ فرمایا قرآن نہیں پڑھا؟ جو کچھ قرآن کے لفظوں میں لکھا ہوا ہے، حضرت پاک ﷺ کی اداؤں میں وہی کچھ ڈھلا ہوا تھا، آپ ﷺ کی عادات قرآن کی تفسیر تھی، آپ ﷺ کی عبادت قرآن کی تفسیر تھی، آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے ہیں، قرآن کی تفسیر ہو رہی ہے، آپ حج کر رہے ہیں، قرآن کی تفسیر ہو رہی ہے، اسی عملی نمونے کو سنت کہا جاتا ہے، تو اب اہلسنت کا معنٰی بھی سمجھ آ گیا، کہ اہلسنت وہ لوگ ہیں جو قرآن پر عمل کرتے ہیں، لیکن اپنی طرف سے نئے نئے مطلب گھڑ کر نہیں، مرزا قادیانی کی طرح، بلکہ جس

طرح اللہ کے نبی پاک ﷺ نے عمل کر کے دیکھایا، اس کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں۔

تو میری بات آپ کو سمجھ بھی آ رہی ہے یا نہیں؟۔ تو چونکہ بہت سے لوگوں کو نہیں پتہ، مولوی صاحب (ابواسامہ دیوبندی) کو پتہ ہے کہ میں سکول ٹیچر بھی ہوں، تو ہمیں ایک عادت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی تھوڑا تھوڑا پوچھتے بھی جانا، تو میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ قرآن کامل کتاب ہے یا ناقص؟۔ (کامل) دل سے کہہ رہے ہو؟۔ سنت جو قرآن کا عملی نمونہ ہے یہ کامل ہے یا ناقص ہے؟۔ (کامل) کامل ہے، تو اب ۷۲/ فرقوں کا آپ پر ایک اعتراض ہے، وہ کہتے ہیں کہ تم زبان سے کچھ کہتے ہو، اور عمل تمہارا کچھ ہے، تم کہتے ہو سنت کامل ہے، تو بھائی آپ نے یہ والجماعت کیوں ساتھ جوڑا؟۔ وہ کونسی کمی تھی، جو سنت میں رہ گئی تھی، اور والجماعت نے پوری کی، پورے ۷۲/ فرقوں میں کسی کے نام میں والجماعت نہیں ہے، کوئی کہتا ہے! جی میں اہل قدر ہوں، میں اہل تشیع ہوں، یہ نہیں کہتا میں اہل تشیع والجماعت ہوں، کوئی یہ نہیں کہتا میں اہل قرآن والجماعت ہوں، کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں اہل حدیث والجماعت ہوں، یہ والجماعت کا لفظ سوائے ہمارے نام کے اور کسی کے پاس نہیں، اب پورے ۷۲/ فرقے اعتراض کرتے ہیں، کہ اگر سنت کامل ہے تو یہ لفظ والجماعت لگانے کی کیا ضرورت تھی، اور اگر ناقص ہے تو پھر تمہاری یہ بات غلط ہے، کہ قرآن کامل ہے اور سنت بھی کامل ہے، تو اس اعتراض کا جواب ہمیں سمجھ لینا چاہئے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلی بات تو یہی جھوٹ ہے کہ یہ لفظ ہم نے خود لگایا ہے، یہ تو ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے ہمیں دیا ہے، اور جس طرح سنت کی تاکید فرمائی علیکم بسنتی، میری سنت کو لازم پکڑنا، اسی طرح فرمایا علیکم بالجماعة، میرے صحابہ کی جماعت کو بھی لازم پکڑنا، اللہ کے نبی جب دنیا سے تشریف لے گئے، تو دو ہی تو دولتیں ہمیں دیکر گئے، ایک خدا کا قرآن تھا، اور ایک صحابہ کی جماعت تھی، کہ ان کو سامنے رکھ کے چلنا ہے، قرآن اِدھر سے دیکھنا ہے، لیکن مطلب خود نہیں گھڑنا، صحابہ کو دیکھنا ہے کہ کیسے عمل کر رہے ہیں، اب یہ لفظ اللہ کے نبی پاک ﷺ کا رکھا ہوا ہے، ہمارا رکھا ہوا نہیں ہے، لیکن سوال ان فرقوں کا اپنی جگہ باقی ہے کہ چلو یہ لفظ اللہ کے نبی پاک ﷺ نے رکھا، لیکن رکھا کس لئے؟

تو یاد رکھیں سنت میں کوئی کمی نہیں، کوئی نقص نہیں ہے، نام میں لفظ والجماعت کا مقصد کیا ہے؟ آپ بازار میں جاتے ہیں، بعض اوقات دوکانوں پر یا کاپیوں، کتابوں پر لکھا ہوتا ہے، "نقالوں سے ہوشیار رہیں"۔ یہ دنیا اتنی ظالم دنیا ہے، کہ اس نے ہر اصل کی نقل بنائی ہے، اللہ کو بھی معاف نہیں کیا، جھوٹے خدا بھی بنا ڈالے، انہوں نے خدا کے نبیوں کو بھی معاف نہیں کیا، جھوٹے نبی بھی بنا دیئے، مرزا قادیانی نے جب امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، تو ۸ یا ۱۰ میراثی اکھٹے ہو کر ایک مدرسہ میں گئے، اور مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ ہمیں امام مہدی والی حدیثیں بھی لکھ کر دیں اور ساتھ ترجمہ بھی، ہم نے مرزے کو ملنے جانا ہے، مولوی صاحب نے حدیثیں لکھ

کردیں، انہوں نے ترجمہ پڑھ لیا اور چلے گئے، قادیان پہنچ گئے، مرزا مسجد میں بیٹھا تھا، اُسے جا کے ملے، کہ یہاں کوئی امام مہدی آیا ہے؟۔ اُس نے کہا میں ہوں، انہوں نے وہ کاغذ دے دیئے کہ یہ ساری حدیثیں پڑھ لو، ان حدیثوں کے مطابق تو ہی آیا ہے؟۔ مرزے نے کہا کہ ہاں بالکل ان حدیثوں کے مطابق آیا ہوں، میراثیوں نے کہا بہت اچھا، بڑی خوشی ہوئی، ابھی ہمیں یقین نہیں تھا کہ آپ وہی امام مہدی ہیں جنکا ذکر ہمارے نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے۔

تو حدیث میں لکھا ہوا تھا، کہ امام مہدی اتنے سخی ہوں گے، کہ کوئی غریب آئے گا، تو اس کو اُٹھ کر نہیں دیں گے، بلکہ فرمائیں گے کہ چادر بچھالو، اور گھٹڑی بھر کر لے جاؤ، اب میراثیوں نے اپنی اپنی چادریں بچھانا شروع کردیں کہ یہ بھر دو گھٹڑیاں، ہم تو کہیں سے مانگ کر کرایہ لائے ہیں، پھر دوبارہ بڑی چادریں لائیں گے، اور بھی لوگوں کو ساتھ لائیں گے، مرزے نے کبھی زندگی میں چار آنے زکوٰۃ بھی نہیں دی، یہ کہاں سے دیتا، کہنے لگا بھائی دیکھو! میں وہ امام مہدی نہیں ہوں جو دینے والا ہے، میں تو خود منگتا امام مہدی ہوں، چندے پر گزارہ کرتا ہوں، اب یہ بھی میراثی تھے، کہنے لگے کہ ہمیں کیا پتہ تھا کہ تو منگتا ہے، اب تو ہمیں واپسی کا کرایہ دیدے، ہم اعلان کرتے جائیں گے کہ یہ جھوٹا امام مہدی ہے، منگتا امام مہدی ہے، وہ نہیں جو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا، مرزا میراثیوں کے پاس پھنس گیا، کہ کرایہ بھی جیب سے دوں، اور اعلان بھی یہ کرتے جائیں کہ یہ جھوٹا امام مہدی ہے۔

مرزے نے کہا؟ میرے پاس کوئی کرایہ نہیں ہے، میراثیوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہیں، روٹی کھلا دیا کرنا، مرزے نے کہا روٹی بھی نہیں ہے، میراثیوں نے کہا کہ پھر اور کیا کریں۔ اب ہم تو یہی سمجھ کے آئے تھے کہ سچا امام مہدی ہے، ہمیں کیا پتہ کہ تو جھوٹا ہے، کہا کہ چلو پھر ہم نقل اتار لیتے ہیں، جیسا کہ وہ نقلیں اتارتے ہیں، کہ پیسہ، پیسہ اکٹھا کر لیتے ہیں، مرزے نے کہا جاؤ اُتار لو، سامنے گراؤنڈ تھا، تو وہ میراثی وہاں چلے گئے، ایک کرسی لے آئے، ایک ان میں سے کرسی پر بیٹھ گیا، ایک بائیں طرف بیٹھ گیا، پانچ، چار سامنے بیٹھ گئے، ایک نے اپنا آدھا منہ کالا کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا، اور ایک نے سارا ہی منہ کالا کر لیا، اور ایک ٹوکری کے نیچے چھپ کے بیٹھ گیا۔

اب قادیان میں ایک گلی میں مرزے کی نبوت کی دکان تھی، دوسری گلی میں ایک ہندو رہتا تھا اس نے دوکان پر ''ربّ قادیان'' لکھا ہوا تھا، کوئی مرزائی گزرتا تو کہتا جھوٹا ہے تمہارا نبی، میں نے نہیں بنایا، میں ربّ ہوں قادیان کا، قادیانی عدالت تک پہنچے کہ اس کا بورڈ اُتروائیں، جج نے ہندو سے کہا کہ آپ بورڈ اتار دیں، اس نے کہا کہ کیوں؟ اس کا بھی اُتروائیں نا، یہ جھوٹا نبی بنا پھرتا ہے، جج نے کہا ہمارے قانون میں نبوت کا دعویٰ کرنا جرم نہیں، ہندو نے کہا کہ پھر خدا بننا جرم ہے؟ کہا نہیں، ہندو نے کہا تو پھر رہنے دو اس کا بھی میرا بھی، ساری عمر قادیانی اس ہندو کا بورڈ نہیں اُتروا سکے۔

اب یہ میراثی جو کرسی پر بیٹھا ہے، یہ ربّ قادیان بن کے بیٹھ گیا، ادھر جو بائیں طرف بیٹھا تھا، اُسے کہا

جبریل! کہ ہاں ربِّ جلیل کہ بھائی وہ رجسٹر لاؤ کہ نبیوں کی حاضری لے لیں، اُس نے گتہ سا پکڑا دیا، اس کو جو نام آتے تھے مثلاً آدم؟ حاضر جناب۔نوح؟ حاضر جناب۔موسیٰ؟ حاضر جناب۔وہ جو پانچ، سات نام اس کو آتے تھے اس نے گنے، اور وہ جو سامنے بیٹھے تھے، حاضری بولتے رہے، اس کے بعد وہ رجسٹر جبریل کو واپس کر دیا، وہ جس کا آدھا منہ کالا تھا، وہ کھڑا ہوا اور کہا جی! آپ نے میری حاضری نہیں بولی، ربِّ قادیاں (کرسی پر بیٹھے میراثی) نے کہا تو کون ہے؟ اُس نے کہا جی! میں مرزا غلام احمد قادیانی ہوں، میں بھی نبی ہوں، ربِّ قادیاں نے کہا تجھے کس نے نبی بنایا ہے، کہاں سے آیا ہے تو؟ مرزے (بناوٹی) نے کہا کہ جی چلو میں پکا نبی نہیں ہوں، میں کچی جماعت کا نبی ہوں، غیر تشریعی نبی، کہ شاید کہیں کونے میں میرا نام بھی لکھا ہو، تو آپ میری حاضری بول دیں، کرسی پر بیٹھے میراثی نے کہا کہ تو آیا کہاں سے جھوٹا، تجھے کس نے نبی بنایا ہے؟ تو نبی نہیں ہے، اب وہ جو ٹوکری کے نیچے بیٹھا تھا سارا منہ کالا کر کے، وہ ٹوکری اُٹھا کے آ گیا، اور ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا، کہ اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ وہ شیطان بنا ہوا تھا، کہ جناب آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بنائے تھے، یہ میں نے ایک ہی بنایا ہے، اس بیچارے کا بھی آپ نے دل توڑ دیا، ایک ہی میں نے بنایا تھا، اُس کا بھی دل توڑ کے رکھ دیا، مرزا غلام احمد قادیانی یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا، جلدی سے دس کا نوٹ نکالا کہ کم بختو! بھاگ جاؤ، یہاں سے نکل جاؤ؟ کیوں میرا ستیاناس کر رہے ہو، تو میں کہہ رہا تھا کہ اس دنیا نے معاف کسی کو نہیں کیا، جھوٹے نبی بنا دیئے، جھوٹے ملنگ پھر رہے ہیں، ولی جھوٹے پھر رہے ہیں یا نہیں؟ اللہ کے پاک پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری سنت کی ۷۲/ نقلیں بنیں گیں، میری سنت کی بھی لوگ ۷۲/ نقلیں بنائیں گے، اس لئے نقالوں سے بچ کے رہنا، اب دیکھو نا! کہ ایک انجکشن ہے دس روپے کا مثلاً، اگر لینا ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ کوئی سیانا (سمجھدار) آدمی جائے، کہیں جعلی نہ مل جائے، اور یہ سنت وہ قیمتی چیز ہے، جس پر ہم نے پوری زندگی لگائی ہے، اب خدا نہ کرے، یہ جعلی مل جائے کہیں سے ہمیں، پھر دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو گئیں، اس لئے اللہ کے پاک پیغمبرؐ نے فرمایا، کہ نقالوں سے بچنا ہے، اصل سنت وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے پاس ہے۔اب دیکھو! کسی فرقے میں لفظ والجماعت نہیں ہے۔ہمارے ہاں والجماعت اللہ کے نبی نے رکھا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ دوسرے فرقے اپنی مرضی سے مطلب نکالتے ہیں، قرآن کی آیت پڑھی، پوچھا مطلب کس نے سمجھا؟ ایک فرقہ کہتا ہے، میں نے سمجھا، دوسرا فرقہ کہتا ہے میں نے سمجھا، تیسرا کہتا ہے میں نے سمجھا، چوتھا کہتا ہے میں نے سمجھا، ان سب کے ہاں "میں" ہے، ہمیں ہمارے پاک پیغمبرؐ نے سمجھا دیا کہ ساری دنیا میں فساد اسی "میں" نے ڈالا ہے، شیطان اسی لئے راندۂ درگاہ ہوا کہ انا خیر منہ "میں اس سے اچھا ہوں" اُسے "میں" لے ڈوبی، اب ۷۲۔فرقوں کے پاس "میں" ہے اور ہمارے پاس والجماعت ہے، وہ کہتا ہے حدیث نبی کی ہے، مطلب میں نے سمجھا، وہ کہتا ہے میں نے سمجھا، ہمیں فرمایا کہ تم "میں" مار ڈالو، کہنا

حدیث نبی کی ہے، مطلب صدیقؓ کا سمجھا ہوا ہے، حدیث نبی کی ہے فہم فاروقؓ کا ہے، حدیث نبی کی ہے سمجھا عثمانؓ کا ہے، خلفاء راشدینؓ کا ہے، بدر والوں کا ہے، اُحد والوں کا ہے، ان سب کو کہا جاتا ہے والجماعت۔

دیکھو مطلبی عبارت کو لوگ کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، گندم کی کٹائی کا موسم تھا، اور چار آدمی جارہے تھے، تو تیتر کے بولنے کی آواز آئی، وہ آپس میں کہنے لگے کہ غور کرو کہ کیا کہہ رہا ہے؟۔ ان میں سے ایک مولوی صاحب تھے، وہ کہنے لگے کہ یہ کہتا ہے ''سبحان تیری قدرت'' باقی سب نے قہقہہ لگایا کہ مولوی صاحب! آپ کو اور بھی کچھ آتا ہے؟۔ مسجد میں جائیں جب سبحان اللہ، باہر نکلیں تب سبحان اللہ، سبحان اللہ ایسا ذہن میں رچ گیا ہے کہ جو آواز باہر سے جاتی ہے، وہ آپ کو سبحان اللہ ہی سنائی دیتی ہے، یہ اس جانور کی آواز کا مطلب نہیں، یہ آپ کے اپنے ذہن کا مطلب ہے، دوسرے سے پوچھا کہ بھائی تو کیا مطلب سمجھا؟۔ وہ تھا بیچارہ قصائی، گوشت بیچنے والا، قصاب، وہ کہتا ہے کہ وہ تو صاف کہہ رہا ہے: ''سری پائے ڈھک رکھ'' دیکھو آواز ایک تھی، ذہن دو ہوگئے، مطلب دو نکل آئے، تیسرا کہنے لگا کہ مولوی صاحب پر تو بہت جلدی اعتراض کیا تھا، تو بھی تو دن رات سری پائے بیچتا ہے، یہ تیرے ذہن کا مطلب ہے، اس کی آواز کا مطلب نہیں ہے، تیسرے سے پوچھا کہ تو کیا سمجھا؟۔ وہ تھا سبزی بیچنے والا، اس نے کہا یہ تو صاف کہہ رہا ہے: ''آلو، میتھی، ادرک'' اب آواز ایک ہے، ذہن تین ہوگئے، تو مطلب تین نکل آئے، چوتھا پہلوان تھا، اُس نے کہا واہ بھائی واہ اس بیچارے کی کوئی سنتا نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے، وہ پرندہ انسان کا بڑا ہمدرد پرندہ ہے، یہ تو صحت کا اصول سمجھا رہا ہے، کہ ''کھا گھی اور کر کسرت'' یعنی گھی کھا، ورزش کر، صحت اچھی بن جائے گی، اب چاروں لڑ رہے ہیں، وہ کہتا ہے میں یہ سمجھا، وہ کہتا ہے میں یہ سمجھا، وہ کہتا ہے میں یہ سمجھا، وہ کہتا ہے میں یہ سمجھا۔ تو ساری دنیا میں لڑائی ''میں'' نے ڈالی ہے، جب میں آجائے گی، ہدایت نہیں ہوسکتی، اللہ کے پاک نبیؐ نے فرمایا ''وَاِعْجَابُ كُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِهٖ'' جب ہر آدمی اپنی ''میں'' پر ڈٹ جائے گا، پھر اس کو ہدایت کبھی نصیب نہیں ہوگی، فرمایا اس کو تبلیغ بھی نہ کرنا، اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا، بلکہ خطرہ ہوگا کہ آ کر دوسوسہ تیرے دل میں نہ ڈال دے۔

پھر اپنے بچاؤ کی فکر کرنا، کہ یہ کمبخت کوئی وسوسہ میرے ذہن میں بھی نہ ڈال دے، اور میرا ایمان خراب کردے، اس میں تو ''میں'' آگئی ہے۔

اب ہم اہلسنت والجماعت ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ''سنت'' ان کے پاس ہے، باقی سب نقل ہے، ایک غیر مقلد مجھے بڑے فخر سے کہنے لگا، میں محمدی ہوں، ابوبکری نہیں، میں نے کہا سچا محمدی بننے کے لئے ابوبکری بننا ضروری ہے، جو کہتا ہے محمدی ہوں، وہ صحابہ کو نہیں مانتا، وہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جیسا تو محمدی بن سکتا ہے، لیکن عبداللہ بن عمرؓ جیسا محمدی نہیں بن سکتا، سچا محمدی وہی ہے جو نبی پاکؐ کے صحابہؓ کو بھی مانے، اسی لئے

ہمارے نام میں والجماعت ہے، اور کسی کے نام میں والجماعت نہیں۔

اب پتا یہ چلا کہ ہمیں دو باتوں کی ضرورت ہے، اہلسنت والجماعت، نبی کی سنت مل جائے، صحابہ کا فہم مل جائے، اب نبی کی سنت کہاں سے ملے؟۔ آپ (سامعین وحاضرین) میں جو صحابی بیٹھے ہیں، ذرا ہاتھ کھڑا کریں؟۔ صحابہ کرامؓ؟ جنہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہو، یا کوئی تابعی بیٹھا ہو، جنہوں نے صحابہ کی زیارت کی ہو۔ (کوئی بھی صحابی یا تابعی نہیں) پھر کہاں سے لیں گے ہم؟ اسی لئے ہمیں ایک تابعی کی ضرورت پڑی، جو امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں، انہوں نے ہمیں نبی کی سنت بھی پہنچائی، اور صحابہ کرامؓ کا فہم بھی پہنچادیا، جو امام اعظم ابوحنیفہؒ یہ درمیان میں اب واسطہ ہیں، نبی کی سنت ہم تک پہنچانے والے، اور صحابہ کا فہم ہم تک پہنچانے والے، اسی لئے ہم اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت حنفی کہتے ہیں، اور اسی لئے ہم امام صاحب کی تقلید اور تابعداری کرتے ہیں، کہ ان سے ہمیں نبی کی سنت ملتی ہے، ان سے ہمیں صحابہ کا عمل ملتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں جی کہ تقلید کیا ہوتی ہے؟ تقلید ایک عربی لفظ ہے، جس کا معنٰی ہے تابعداری، تقلید کے لئے اتباع کا لفظ بھی عربی ہے، تقلید بھی عربی ہے، اس کے لئے اقتداء کا لفظ بھی قرآن میں آتا ہے، اِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ لَمُقْتَدُوْن، ابھی آپ نے عصر کی نماز پڑھی ہے، تو آگے مصلے پر چار امام تھے یا پانچ؟۔ (ایک) نہیں یار ایک تو پھر تقلید شخصی ہو جائے گی؟۔ یا تو یوں ہوتا کہ چار رکعتیں پڑھنی تھیں، ایک ایک امام کے پیچھے، دوسری دوسری مسجد میں جا کر دوسرے امام کے پیچھے، تیسری تیسری جگہ جا کر تیسرے امام کے پیچھے، چوتھی چوتھی جگہ جا کر چوتھے امام کے پیچھے...... یہ جو آگے امام تھے، آپ ان کے پیچھے مقتدی تھے، یہی بات تھی نا؟ (جی ہاں) امام نے کس کی بندگی کی؟ (اللہ پاک کی) اور آپ نے امام کی؟ (نہیں اللہ کی) آپ نے بھی اللہ کی کی؟ تو اگر کوئی یہ کہے کہ جن لوگوں نے نماز پڑھی ہے، ان میں صرف ایک امام نے اللہ کو سجدہ کیا ہے، باقی سارے امام کو سجدہ کر رہے تھے، تو یہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ (ہے) اب یہی نماز اگر آپ گھر پڑھتے، تو کتنی نمازوں کا ثواب ملتا؟۔ ایک نماز کا، یہی نماز آپ اُس مسجد میں پڑھیں، جہاں پانچ وقت جماعت ہوتی ہے، لیکن جمعہ نہیں ہوتا، وہ جامع مسجد نہیں ہے، تو کتنی نمازوں کا ثواب ملتا ہے؟ ۲۵ یا ۲۷ نمازوں کا، اور یہی نماز آپ جا کر جامع مسجد میں پڑھیں امام کے پیچھے پھر، مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے پانچ سو کا، جب آپ نے گھر میں نماز پڑھی، سجدہ کسے کیا تھا؟۔ (اللہ کو) جب امام کے پیچھے جا کر پڑھی، سجدہ کسے کیا تھا؟۔ (اللہ کو) لیکن وہ سجدہ ایک ہی شمار ہوا تھا۔ یہ پانچ سو ہو گئے، تو امام کے پیچھے عبادت کرنے کا درجہ اللہ بڑھا رہا ہے؟ یا ہم بڑھا رہے ہیں؟۔ اگلی بات بھی سمجھیں؟۔ یہ جو امام صاحب یہاں نماز پڑھاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مقرر کر کے بھیجے ہیں کہ بھروال کی جامع مسجد میں (مولوی) عبدالحی امام مقرر ہے اللہ کی طرف سے، اللہ کی طرف سے ہے یا نبی پاک کی طرف سے؟ جی! اللہ نے بھیجا تھا نا آپ کو یہاں،

دیکھو آپ نے خود ملکر امام مقرر کرلیا ہے، امام آپ نے مقرر کیا، لیکن جب ان کو امام مان لیا، آپ پیچھے کھڑے ہو گئے، اب ان کی تابعداری اللہ کے حکم سے ضروری ہو گئی، اب اگر آپ ان سے پہلے سجدے میں چلے جائیں، کہ آپ کھڑے تھے، امام صاحب بھی کھڑے تھے، آپ کو کھڑے کھڑے قرآن پاک کی آیت یاد آ گئی، فاستبقوا الخیرات، کہ بھائی نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو، آپ نے سوچا کہ چلو یہ امام تو پیچھے کھڑا ہے، ہم سجدے میں گر جائیں، تاکہ نیکی میں آگے بڑھ جائیں، تو جب امام سے پہلے سجدہ کریں گے، تو پھر دو ہزار (۲۰۰۰) سجدوں کا ثواب ملے گا یا چار ہزار (۴۰۰۰) سجدوں کا؟۔ (پہلا بھی ضائع ہو گیا) ایک کا بھی گیا، بلکہ فرمایا حضرتؐ نے کہ خطرہ ہے کہ اس کا سر کہیں گدھے کے سر جیسا نہ بن جائے، اب دیکھئے امام آپ نے چنا، یہ جو غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا نام قرآن وحدیث میں دکھاؤ؟۔ پھر ہم ان کو مانیں گے؟۔ ان سے پوچھو کہ جس کو تم امام مانتے ہو، مسجد کا امام، اس کا نام قرآن وحدیث میں ہے؟۔ امام بخاریؒ کا نام قرآن وحدیث میں ہے؟۔ دیکھو یہ ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، فراڈ ہے، حکم ہوا، فاقرؤا ماتیسر من القرآن، کہ قرآن پڑھو، اب شاہ صاحب اپنے گاؤں کے امام ہیں، وہاں جو بچہ ہوگا، لوگ شاہ صاحب کے پاس بھیجیں گے کہ جاؤ قرآن پڑھ آؤ، بچے قرآن پڑھیں گے، اللہ کا حکم پورا ہو گیا، اب کوئی یہ کہے کہ نہیں، پہلے قرآن میں دکھاؤ کہ شاہ صاحب سے قرآن پڑھنا جائز ہے، جب تک قرآن میں نہیں دکھاؤ گے، میں ان کے پاس بچہ نہیں بھیجوں گا؟۔ تو اس کا بچہ قرآن پڑھ سکتا ہے؟ حکم ہے کہ بیمار ہو جاؤ، تو علاج کروالو، اب جو ڈاکٹر بھی مل جائے گا، آپ اس سے علاج کروالیں گے، تو حدیث پر عمل ہو جائے گا، ایک یہ کہے کہ نہیں جی! مجھے ڈاکٹر صاحب کا نام قرآن میں دکھاؤ، تو پھر میں علاج کرواؤں گا، ورنہ میں علاج نہیں کرواؤں گا، حکم ہے فانکحوا ماطاب لکم من النساء، نکاح کرو؟۔ اب جس سے بھی نکاح جائز ہے، جو غیر محرم ہے، اس سے نکاح کرنے سے ہو جائے گا، ایک آدمی کہتا ہے کہ نہیں جی! یہ حدیث میں دکھاؤ کہ محمد علی کا نکاح بی بی زینب سے کرنا ہے، جب تک زینب بی بی کا نام نہ آئے گا، میں زینب بی بی سے نکاح نہیں کروں گا، دیکھو نکاح کو ضرورت سمجھتے ہیں، اس لئے وہاں نہیں پوچھتے کہ حدیث میں دکھاؤ بی بی زینب کا نام، اسی طرح علاج ضروری سمجھتے ہیں، وہاں نہیں پوچھتے کہ ڈاکٹر کا نام قرآن وحدیث میں دکھاؤ، اور یہاں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا نام قرآن وحدیث میں دکھاؤ؟۔

ایک مسعودی فرقے کا تھا، کہنے لگا، چاروں اماموں میں سے کس کا نام قرآن میں ہے؟۔ میں نے کہا ان بیچاروں کی باری تو تیسرے نمبر پر آتی ہے، پہلے سات قاریوں کا نام قرآن میں نکالو، جن کے ذریعے قرآن ہمیں پہنچا ہے، قاری حمزہ کا نام نکالو کہاں ہے، پھر صحاح ستہ والوں کا نام نکالنا ہے، جو چھ ہیں، فقہ تو بعد میں ہے کہیں، جب وہ سات اور چھ ۱۳/ نام ہمیں قرآن وحدیث سے دکھادیں گے، پھر چار ہم سے بھی آ کر دیکھ لینا،

تو دیکھو وہ سمجھتے ہیں، ہم نے بڑا سوال کرلیا جی!

اچھا یہ جو امام صاحب آپ کے ہیں، جن کے پیچھے آپ نماز پڑھتے ہیں، یہ معصوم ہیں، کبھی بھولتے تو نہیں؟۔(بھولتے بھی ہیں) وہ (غیر مقلدین) کہتے ہیں، ابوحنیفہؒ معصوم تھوڑے تھے، تو جب یہ بھول جاتے ہیں، تو آپ نیت توڑ کے گھر چلے جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بس! اب انہیں امام نہیں رکھنا ہے، کہ یہ بھول گئے ہیں، آپ گھر چلے جاتے ہیں؟۔(نہیں) یہ بھول بھی جاتے ہیں، پھر بھی آپ ان کو ہی امام رکھتے ہیں، اور امام (مجتہد) بھی بھول جائے، خطاء بھی کرے، اللہ پھر بھی اس کو اجر دیتا ہے، امام کی تو خطاء پر بھی اجر مل جاتا ہے، اور صواب (صحیح) ہو، تو دو اجر اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

ایک بادشاہ بڑا سخی تھا، لیکن جتنا وہ سخی تھا، اس کا وزیر اتنا ہی کنجوس تھا، امام غزالیؒ نے کنجوس کے عجیب وغریب واقعات لکھے ہیں، ایک کنجوس دوسرے کو ملا، علیک سلیک کے بعد کہا، سناؤ بھائی کیا حال ہے؟۔کہ یار میں تو فضول خرچ ہوگیا ہوں، دوسرے نے کہا، پہلے نے کہا تو کتنی فضول خرچی کرتا ہے؟۔کہنے لگا مہینے میں ایک پیسے کا گھی خریدتا ہوں، کہ کیا کرتا ہے تو؟۔کہ وہ شیشی میں ڈال لیتا ہوں، اس کو دکھا دکھا کے روٹی کھاتا رہتا ہوں، جب کھا کر اٹھا تو ڈھکنا اتار کر تھوڑا سا یہاں (مونچھوں) پر لگالیتا ہوں، تا کہ اُس کی خوشبو دماغ تک پہنچ جائے، اس طرح ایک پیسے کے گھی سے میں مہینہ نکال لیتا ہوں، دوسرا کہنے لگا، تو نے قرآن میں پڑھا نہیں کہ فضول خرچ شیطان کا بھائی ہوتا ہے، تیرا تو دین بھی گیا، دنیا بھی گئی، پہلے نے کہا، یار! دنیا میں آخر آئے ہیں، دل تو کرتا ہے گھی کھانے کو، اچھا تو کیا کرتا ہے؟۔دوسرا کنجوس کہنے لگا میں نے آج تک ایک پیسے کا گھی نہیں لیا ہے، کہ دل نہیں کرتا؟ کہتا ہے کہ تو کیا کرتا ہے؟ کہتا ہے میں روٹی بغل میں لے لیتا ہوں، اور گلیاں پھرنی شروع کر دیتا ہوں، جس گھر سے اچھے کھانے پکنے کی خوشبو آرہی ہو، وہاں روٹی کھا کر، خوشبو سونگھ کر پھر گھر آجاتا ہوں۔

اب وہ وزیر بڑا کنجوس تھا، اس کے سامنے بادشاہ کسی کو ایک روپیہ دیتا، تو اس کو ایک ہفتہ پیچش لگ جاتے، اس وزیر نے نہیں دیا، بادشاہ نے دیا ہے، صرف دیکھ کر پیچش لگ جاتے ہیں کہ اس نے دیا کیوں ہے؟۔کوئی شاعر تھا، وہ قصیدہ لکھ کر لایا بادشاہ کی شان میں، اس نے پڑھا، بادشاہ کو بڑا پسند آیا، بادشاہ نے اعلان کیا کہ اس کو خزانے سے ایک ہزار روپیہ دے دو، بھرے دربار میں اعلان ہوگیا، بادشاہ نے ادھر وزیر کی طرف دیکھا، وہ اپنا پیٹ پکڑے یوں بیٹھا ہے، بادشاہ نے پوچھا خیر ہے؟۔وزیر نے کہا خیر کیا؟۔میں تو مر رہا ہوں، ایک ہزار روپیہ، بادشاہ نے کہا کچھ خیال کیا کر، آخر میں بادشاہ ہوں، کوئی میری بھی عزت واحترام ہے، اب میں بھرے دربار میں اعلان کر بیٹھا ہوں، وزیر نے کہا ٹھیک ہے آپ دیں، میں روک تو نہیں سکتا، بس میں مرجاؤں گا، بادشاہ نے کہا، پھر بتا اب کروں کیا؟۔وزیر نے جواب دیا، آپ کو کیا پتا کہ یہ قصیدہ اس نے خود لکھا ہے، یا کسی کا چوری کر کے لایا ہے؟۔بادشاہ

نے شاعر سے کہا بھائی؟ میرے وزیر کو تجھ پر اعتماد اور اعتبار نہیں ہے، کہ یہ تیرا اپنا قصیدہ ہے یا کسی اور کا ہے، اس لئے یہ کہتا ہے، میں سوال پہلے پوچھوں گا، اگر میرے سوال کا جواب اس نے صحیح دے دیا، تو میں سمجھوں گا کہ یہ عقلمند آدمی ہے، اس نے قصیدہ خود لکھا ہے، اور اگر میرے سوال کا جواب نہ دیا، تو اس کو کوئی پیسہ نہیں ملیگا، وہ بیچارہ غریب شاعر کیا کرتا، کہا اچھا جی وزیر صاحب! پوچھ لیں سوال، وزیر نے سوال پوچھا، کہ بادشاہ کے پورے جسم پر بال ہیں ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں ہیں؟۔ اس کا جواب دو؟ شاعر نے کہا کہ بادشاہ کو اللہ نے بہت سخی پیدا کیا ہے، سخاوت کر کر کے بال جھڑ چکے ہیں، تو یہ اس کی سخاوت کی دلیل ہے، یہ بھی بادشاہ کی تعریف تھی، بادشاہ نے کہا کہ اس کو دو ہزار دو، وزیر ایک ہزار کو رو رہا تھا، بادشاہ اس کو دو ہزار دے چکا ہے، اب دو ہزار سن کر وزیر بیچارہ لیٹ گیا، یہاں (پیٹ پر) ہاتھ رکھا ہے، کہا جی ایک اور سوال ہے، شاعر نے کہا وہ کیا ہے؟۔ وزیر نے کہا، تیرے ہاتھ کی ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں؟ شاعر نے جواب دیا، ایسے بادشاہوں کے دربار سے روز سخاوت ملتی ہے، سخاوت لے لے کر بال جھڑ گئے، بادشاہ بڑا خوش ہوا، اس نے کہا، اس کو ایک ہزار اور دے دو۔ اب آخر اس بیچارے وزیر کا سانس تھوڑا تھوڑا نکلنا ہی تھا، کہتا ہے میری ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں؟ شاعر نے جواب دیا کہ بادشاہ سخاوت دیتا ہے، اور ہم لیتے ہیں، تو حسد سے جلتا ہے، سارے بال جل گئے ہیں، یوں ہاتھ ملتا ہے کہ ہائے کیوں دیا، ہائے کیوں دیا، ہائے کیوں دیا، بال حسد سے جل گئے ہیں، اسی طرح اللہ مجتہدین کو اجر دے رہا ہے، مجتہدین اجر لے رہے ہیں، اور مسعودی فرقہ اور غیر مقلدین جل رہے ہیں کہ ہائے کیوں دیا، ہائے کیوں دیا، تو ان کے جلنے سے اللہ اجر روک دیگا؟۔ ان کے جلنے سے مجتہدین کا کوئی نقصان ہو جائے گا؟۔ اپنے حسد کی آگ میں ساری عمر جل جل کے اسی طرح مر جائیں گے، قیامت کو اگر امام صاحبؒ نے پوچھ لیا کہ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ ساری عمر میرے پیچھے لگے رہے تھے تو یہ کیا جواب دیں گے؟

تو بات یہ ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، تو اب دیکھئے امام کے لئے اللہ سے مقرر کرانا ضروری ہو، یہ شیعوں کا مسئلہ ہے، ہمارا مسئلہ نہیں ہے، اس لئے امام ہم خود مقرر کریں گے، لیکن اس کی تابعداری اللہ، رسول کے حکم سے فرض ہو جائے گی، امام اگر بھول بھی جائے تو پھر بھی آپ پیچھے نماز پڑھتے رہیں گے یا امام صاحب کو نکال دیں گے؟۔ (پڑھتے رہیں گے) تو امام کے لئے معصوم ہونا بھی ضروری نہیں، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ ہیں، یہ تابعداری ہے خدا کی عبادت میں، اب آپ سے کوئی پوچھے کہ مجتہد اور مقلد کا کیا مطلب ہے، تو آپ کہیں وہی جو امام اور مقتدی کا مطلب ہے، امام کسے کہتے ہیں؟۔ جو خود بھی اللہ کی عبادت کرے، اور مقتدیوں کو بھی اللہ ہی کی عبادت کرائے، اور مقتدی کس کو کہتے ہیں؟۔ جو امام کی تابعداری میں اللہ ہی کی عبادت کرے، اسی طرح مجتہد وہ ہے جو خود بھی اللہ و رسول ﷺ کی تابعداری کرے اور اپنے مقلدوں کو اللہ تعالیٰ کی

تابعداری کرائے اور اللہ و رسول ﷺ کے احکام سنائے، اور مقلد کون ہے؟۔ جو ماہر مجتہد کی راہنمائی میں اللہ کی باتوں اور حکم پر عمل کرے، اور رسول کی سنتوں پر عمل کرے، تو اب بتائیں آپ کہ اس تقلید میں کون سی بُرائی ہے؟

میں ایک دن شیرانوالہ مسجد گوجرانوالہ میں بیٹھا تھا، پانچ، سات موٹے موٹے پہلوان آ گئے، ایک کو تو میں جانتا تھا کہ وہ حنفی ہے، باقی تین، چار غیر مقلد تھے، کہنے لگے جی! تقلید کسے کہتے ہیں؟۔ آپ تقلید کرتے ہیں؟۔ میں نے کہا کرتا ہوں، کہ جی! آپ کیا کرتے ہیں، میں نے کہا کہ بھائی! میں تو مقلد ہوں، میں اپنے امام سے پوچھ کر بتاتا ہوں کہ میں کیا کرتا ہوں، اور وہ مجھ سے کیا کروا رہے ہیں، کہنے لگے کہ ہاں جی بتاؤ؟۔ میں نے کہا میرے امام صاحب فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں مسئلہ قرآن سے لیتا ہوں، تو تم میرے ساتھ ساتھ فیصلہ کرتے جاؤ، کہ اگر میرا امام مجھے قرآن کا مسئلہ بتائے تو میں مان لوں یا اُس کے منہ پر ماردوں؟۔ وہ کہنے لگے کہ بھائی یہ تقلید تو ہم بھی جائز کہتے ہیں، ٹھیک ہے، میں نے کہا بہت اچھا، اب اگر کوئی مسئلہ قرآن میں نہ ملے، مثلاً رکوع کا لفظ قرآن میں مل گیا لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہنا، یہ ذکر قرآن میں نہیں، رکوع سے اٹھ کر **سمع الله لمن حمده، ربنالک الحمد** پڑھنا قرآن میں نہیں، رکوع میں **سبحان ربی العظیم** پڑھنا یہ قرآن میں نہیں، تو یہ سب سنت سے ملا، تو پھر میں مسئلہ سنت سے لیتا ہوں، میں نے کہا اگر میرے امام جو مسئلہ قرآن میں نہ ہو وہ مجھے نبی کی سنت سے بتادیں، تو مجھے مان لینا چاہئے یا نہیں؟۔ کہنے لگے ہاں مان لینا چاہئے، پھر میرے امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ مجھے قرآن میں بھی نہ ملے، اور سنت میں بھی نہ ملے، تو پھر میں اجماع سے لے لیتا ہوں، مثلاً قرآن پاک جمع کر لیا جائے، جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہو گیا، تو پھر میں صحابہؓ سے لیتا ہوں، تو جو مسئلہ اللہ، رسول سے نہ ملے، میرا امام صحابہؓ سے لے کر مجھے بتادے، تو مجھے مان لینا چاہئے یا نہیں؟۔ کہنے لگے مان لینا چاہئے، میں نے کہا آپ تو تین حصے مقلد ہو گئے ہیں، امام صاحب فرما رہے ہیں کہ پھر جو مسئلہ مجھے قرآن میں نہ ملے، نہ سنت میں ملے، نہ صحابہؓ سے ملے، تو پھر میں خود اجتہاد کرتا ہوں، مثلاً آپ نے سجدہ کیا، آپ سجدے میں پڑھتے ہیں **سبحان الله ربی الاعلیٰ**، ایک دن بھول کر سجدے میں پڑھ لیا **سبحان ربی العظیم**، اب یہ مسئلہ نیا پیش آ گیا ہے، یہ قرآن میں نہیں، حدیث میں نہیں، اجماع میں نہیں، اب مسئلہ تو پیش آ گیا ہے، اب امام صاحب نے اجتہاد کیا کہ **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھنا فرض نہیں تھا، اس لئے نماز ٹوٹی نہیں، امام صاحب کو قاعدے یاد ہیں، یہ واجب بھی نہیں تھا، اس لئے سجدہ سہو واجب نہیں ہوا، یہ سنت تھا، نماز ہو گئی، البتہ ایک سنت کا ثواب نہیں ملا، اور گناہ بھی نہیں ہوا، کیونکہ یہ بھول کر ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ بھول معاف فرما دیتے ہیں، یہ مسئلہ ہے جس میں ہم حنفی ہیں، جو نئے مسائل پیش آتے ہیں۔ وہ ائمہ کرام قاعدوں سے نکالتے ہیں، اور ان قاعدوں سے نکالے ہوئے مسائل میں ہم ان کی تقلید کرتے ہیں، میں نے کہا یہ تقلید ہے، اس کے سوا ہمارے پاس پانچویں کوئی

بات تقلید کی نہیں ہے۔ کہنے لگے پھر یہ تقلید تو جائز ہے، میں نے کہا یہی تقلید ہم کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟۔

تو دیکھئے! تقلید امام کی تابعداری ہے، اقتداء عبادت میں تابعداری ہے، اور اتباع اللہ، رسول کی اطاعت میں تابعداری ہے، تو اس لئے جیسے اقتداء جائز ہے، تقلید بھی جائز ہے، ہاں! ایک فرق ہے، امام میں اجتہاد کی شرط ہونی چاہئے، دیکھو آپ کے آگے امام کھڑا ہے۔ آپ نے پیچھے نماز کی نیت باندھ لی، امام صاحب نے غسل نہیں کیا جو فرض تھا، یا وضوء ہی نہیں کیا، یا کپڑے ناپاک ہیں، تو امام صاحب کی نماز ہو جائے گی؟ اب پچھلوں کی ہو جائے گی؟ یہی فرق ہے ہم میں اور غیر مقلدین میں، اور جماعت المسلمین والوں میں، ہمارے امام میں اجتہاد کی شرطیں پوری ہیں، اس لئے ہماری مثال ایسی ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی، جس میں نماز کی پوری شرطیں موجود ہیں، ان کے مسعود میں ایک شرط بھی اجتہاد کی نہیں ہے، تو ان کا حال یہ ہے کہ بے وضو امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں، گندے کپڑے والوں کے پیچھے نماز پڑھ لیں، نجس کپڑے والوں کے پیچھے نماز پڑھ لیں، نہ مسعود کی ہوتی ہے، نہ ان کی ہوتی ہے، یہ ہے مسئلہ تقلید جو ہمارے ہاں ہے، تو ہم اہلسنت والجماعت حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

اب ان کے پاس ہوتا یہ ہے کہ بس جی! کلمہ نبی کا پڑھتے ہیں، بات نبی کی ماننی چاہئے، آپ ان کو ایسی جگہ پکڑیں، جہاں یہ حدیث پیش نہ کر سکیں، عمل ان کا ہو، ایسا اعتراض نہیں کرنا جو عمل ان کا نہ ہو، ایسا اعتراض ہم نہیں کرتے، اب ظہر کی نماز مسعودی فرقہ والے نے پڑھی، اس نے ظہر میں آمین آہستہ کہی یا اُونچی کہی؟۔ (آہستہ کہی) آپ پکڑ لیں، آہستہ آمین کی حدیث ذرا سنا دیں، وہ قیامت تک نہیں سنا سکتے، عشاء کی نماز ہے، سنتوں میں پکڑ لیں، کہ آپ نے سنتوں میں آمین آہستہ کہی ہے، آپ حنفی بن گئے ہیں؟۔ قیامت تک وہ حدیث نہیں سنا سکتا، عمل کر رہا ہے یا نہیں؟۔ تو پتا چلے گا کہ یہ جھوٹا اہلحدیث ہے، ان کی امین رنگ برنگ ہے، کہیں اونچی کہیں نیچی، ہماری آمین رنگ برنگ نہیں، وہ ایک ہی قسم کی ہے، کیونکہ آمین کے مسئلے میں دو باتیں خود قرآن سے ثابت ہیں، ایک یہ کہ آمین دُعا ہے، قرآن پاک سورۃ یوسف میں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کا ذکر ہے، دُعا قال موسیٰ سے شروع ہوتی ہے، قال واحد کا صیغہ ہے، موسیٰ علیہ السلام فرعون کے لئے بددعا کر رہے ہیں، اب قال موسیٰ، ایک موسیٰ علیہ السلام دُعا کر رہے ہیں، جہاں یہ دُعا ختم ہوگئی ہے، اللہ کے نبی ہیں، اللہ کی طرف سے اعلان آ گیا ہے، قد اجیبت دعوتکما. الایۃ۔ میں نے دونوں کی دُعا قبول کر لی، پڑھنے والا سوچتا ہے کہ یا اللہ دُعا تو ایک موسیٰ علیہ السلام نے کی، یہ دوسرا کون ہے، اور اس کی دُعا کیا ہے؟۔ تو احادیث اور سب کا اتفاق ہے کہ دوسرے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، ان کی دعا کیا تھی؟۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے دونوں کی دعا قبول کر لی۔ اس آیت میں پتا چلا کہ آمین دعا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آمین کو دعا کہا ہے۔ خود بخاری شریف میں ہے: قال عطاءٌ امین دُعاءٌ عطاء کہتے ہیں کہ آمین دُعا ہے۔ اب یہ بات

قرآن و بخاری سے ثابت ہوگئی کہ آمین دعا ہے، اب قرآن ہی سے پوچھیں کہ دعا کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیة الآیہ۔ دعا کرو اللہ سے عاجزی سے گڑگڑا کر اور آہستہ آواز سے، اللہ تعالیٰ پہلے پیغمبروں کا ذکر فرما رہے ہیں، وذکر رحمة ربک عبده زکریا۔ اذ نادی ربه نداء خفیا تعریف کر رہے ہیں کہ انہوں نے آہستہ آواز سے دعا مانگی، ایک حدیث پاک میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا ستر گنا زیادہ ثواب ہے اونچی دعا مانگنے سے۔

اب ہم تو نماز کوئی ہو، آہستہ آمین کہتے ہیں، قرآن واحادیث کے مطابق، یہ کبھی اونچی کہتے ہیں، کبھی نیچی کہتے ہیں، تو ان کو جہاں اونچی کہتے ہیں، اونچی آمین کا ثبوت دینا چاہیے، جہاں نیچی کہتے ہیں، نیچی کا ثبوت دینا چاہیے، ان کی مسجدوں میں اس مسئلہ کے اشتہار لگے ہوتے ہیں، آمین بالجہر کا اثبات، ایک دن میرے تین، چار شاگرد ان کی مسجد میں چلے گئے، ظہر کے وقت میں نے بھیجا، وہ گئے، اور جا کر اشتہار پڑھنے لگے، ان (غیر مقلدین) کا ایک لشکر طیبہ بنا ہوا ہے (جس کو استاد محترم نے لشکر نجس سے تعبیر فرمایا تھا، از مرتب) وہ لڑکے بھی وہاں بیٹھے تھے، کہنے لگے پڑھو، دیکھو حدیثیں ہیں، حدیثیں ہیں، اب وہ لڑکے جو میرے شاگرد تھے جا کے اشتہار پڑھیں، ظہر کی جماعت ہو چکی تھی، کوئی اکا دکا لوگ باہر صحن میں نماز پڑھ رہے تھے، میرے شاگرد اشتہار پڑھ کے باہر صحن میں آئیں، نماز پڑھنے والوں کو یوں بڑے غور سے دیکھیں، پھر اندر چلے جائیں، پھر اشتہار پڑھنا شروع کر دیں، پھر دو سطریں پڑھیں پھر باہر آجائیں، اور نماز پڑھنے والوں کو غور سے دیکھیں اور پھر اندر چلے جائیں، یہ بات ہی ایسی تھی کہ لشکریوں کو پوچھنا پڑا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟۔ وہ میرے شاگرد کہنے لگے کہ یہ اشتہار پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ مسجد اہل حدیثوں کی ہے، اور یہ جو نماز پڑھنے والے ہیں، سارے ہی یہودی نظر آرہے ہیں، پتا نہیں قصہ کیا ہے، لشکری کہنے لگے کہ کیسے؟۔ انہوں نے کہا کہ اشتہار میں لکھا ہوا ہے کہ یہودی اونچی آمین سے چڑتے ہیں، اب یہ سارے ظہر میں آمین آہستہ کہہ رہے ہیں، پتا نہیں کیوں ایسا کر رہے ہیں، اشتہار سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد اہل حدیثوں کی ہے، اور نمازی دیکھ کر ایک بھی اہلحدیث نظر نہیں آرہا، سارے یہودی نظر آرہے ہیں، اب وہ لشکری کہنے لگے حدیث میں ہے یوں، کہا دکھا دو؟۔ ظہر کی نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہے، لشکری کہنے لگے کہ مولوی صاحب کے پاس چلو، وہ مولوی صاحب کے پاس چلے گئے، اور جا کر کہا کہ یہ حدیث دکھاؤ کہ ظہر کی نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہے، مولوی صاحب لشکریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تمہیں خیال نہیں، یہ لڑکے خیر المدارس سے آئے ہیں، یہ امین کے شاگرد ہیں، شرارت کرنے کے لئے آئے ہیں، لڑکوں نے کہا جی! کوئی ہم نے شرارت نہیں کی ہے، اگر آہستہ آمین کی حدیث پوچھنا شرارت ہے، تو آہستہ آمین کہنا کیوں شرارت نہیں؟۔ یہ جو آہستہ آمین کہہ رہے ہیں، شرارت تو یہ کر رہے ہیں، یہ شرارت چھوڑ دیں ہم نہیں پوچھیں گے، اور اگر

یہ شرارت ہے تو ان کو سمجھاؤ کہ بھائی آہستہ آمین شرارت ہے، اب یہ ظہر میں آہستہ آمین کہہ رہے ہیں، ہم کیا کریں۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ان کو ایسی جگہ آپ پکڑیں، جہاں ان کے پاس جھوٹی اور ضعیف حدیث بھی کوئی نہ ہو، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نماز جہری ہو یا سرّی ہو، امام ہو، مقتدی ہو، اکیلا نمازی ہو، آمین دُعا ہے، اور دعا میں اصل اخفاء ہے، اب یہ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں، سنتیں اکیلے پڑھتے ہیں، نفل اکیلے پڑھتے ہیں، تو آمین اُونچی کہتے ہیں یا آہستہ کہتے ہیں؟۔ آہستہ کہتے ہیں نا۔

سندھ کے مناظرے میں پیر جھنڈے سے، اور آپ کے سرحد کے مناظرے میں عبدالعزیز نورستانی سے، اور پنجاب کے مناظرے میں روپڑی صاحب سے میں نے یہ سوال پوچھا کہ اکیلے آدمی کے لئے آہستہ آمین کہنا سنت ہے، یہ مجھے حدیث دکھاؤ، میں تجھے ایک لاکھ روپے انعام دوں گا، لیکن آج تک نہیں دکھا سکے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یاد رکھنا طریقہ، تربیت، زیادہ نمازیں ہم اکیلے پڑھتے ہیں، تو آمین میں پہلے مسئلہ اکیلے نمازی کا حل کرنا ہے، پھر باجماعت نماز میں امام زیادہ ہوتے ہیں یا مقتدی؟۔ (مقتدی) تو پھر مقتدیوں کا مسئلہ حل کرنا ہے، ہم پوچھتے ہیں مقتدی کی آمین کا مسئلہ کیا ہے؟۔ کہتے ہیں کہ جی! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین اُونچی کہی تھی، ہم پوچھتے ہیں مقتدی بن کے کہی تھی یا امام بن کے؟۔ ہم مسئلہ پوچھتے ہیں مقتدی کا، وہ حدیث سناتے ہیں امام کی، اللہ کے بندو! مسئلہ مقتدیوں کا سمجھنا ہے، وہ ہمیں سمجھاؤ، کہ مقتدی آمین اُونچی کہیں یا آہستہ کہیں؟۔ ان کے مقتدی گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہتے ہیں، اور چھ میں اونچی، تو گیارہ رکعتیں زیادہ ہیں یا چھ زیادہ ہیں، (گیارہ) تو پہلے گیارہ والی حدیث پوچھنی ہے، کہ گیارہ رکعتوں میں مقتدی کے لئے آہستہ آمین کہنا سنت ہے، یہ مسعودی فرقے سے پوچھو، گالی نہیں دینی، وہ یہ عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ (کرتے ہیں) تو جو وہ کرتے ہیں اسی پر ہم دلیل پوچھتے ہیں، ان کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ہمارا ہر ہر مسئلہ حدیث میں ہے، اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہر ہر مسئلہ صاف لفظوں میں نہیں ہوتا، کچھ مسئلے قاعدوں کے رنگ میں آجاتے ہیں، جیسے آمین دُعا ہے یہ ایک قاعدہ ہے، ہر دُعاء میں اخفاء ہے یہ ایک قاعدہ ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ ہر ہر مسئلہ الگ الگ حدیثوں میں ثابت ہے، اب چھ رکعتوں میں وہ اُونچی آمین کہتے ہیں امام کے پیچھے، ان چھ رکعتوں میں اُونچی آمین کی حدیث ہونی چاہئے، مقتدی کا لفظ ہونا چاہئے، جب میں نے پیر جھنڈا سے مناظرے میں پوچھا، کہ یہ جو آپ کے مقتدی کرتے ہیں اس کا ثبوت؟۔ کہنے لگا یہاں حدیث تو ہمارے پاس موجود نہیں، ہم قیاس کرتے ہیں، میں نے پوچھا قیاس کیا کرتے ہیں؟۔ کہنے لگا امام کی تابعداری فرض ہے، جب امام نے آمین اُونچی کہی تو مقتدی پر بھی اُونچی آمین کہنا فرض ہے، ورنہ اس کی نماز

ٹوٹ جائے گی، کیونکہ وہ امام کی تابعداری سے باہر ہوگیا، میں نے کہا ٹوٹتی اس کی ہے جس کی شروع ہوئی ہو، اس غریب کی تو شروع ہی نہیں ہوئی ہے، کہنے لگا ہیں! کیسے؟۔ میں نے کہا کیونکہ تکبیر تحریمہ امام نے اونچی کہی، اس نے آہستہ کہی تھی، امام کی تابعداری نہیں کی، تو اس کی تو شروع ہی نہیں ہوئی، ٹوٹے گی تو اس کی جس کی شروع ہوئی تھی، اور رکوع کی تکبیر امام نے اونچی کہی، اور اس نے آہستہ کہی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ امام نے اونچا کہا، اس نے آہستہ کہا، تو یہ صرف آمین کہنے کے لئے مقتدی ہے، باقی ساری نماز میں امام کا مخالف ہے، عجیب بات ہے بھائی! پیر جھنڈا کہتا ہے اس کے لئے ایک اور قیاس ہے ہمارے پاس، میں نے کہا وہ کونسا قیاس ہے؟۔ کہنے لگا کہ آمین فاتحہ کے تابع ہے، جیسی فاتحہ ویسی آمین، اگر فاتحہ اونچی پڑھی جائے تو آمین بھی اونچی کہی جائے، فاتحہ آہستہ پڑھی جائے تو آمین بھی آہستہ، تو میں نے کہا مسئلہ ہی ختم ہوگیا۔ یہ تیرے مقتدی فاتحہ آہستہ پڑھتے ہیں اور آمین اونچی کہتے ہیں، ان کو تو روکو کہ تم آمین اونچی نہ کہو، پھر صرف ایک امام کا مسئلہ رہ جائے گا، باقی لڑائی تو ختم ہو جائے گی، نہ مقتدیوں کی لڑائی آپس میں رہے گی اور نہ اکیلے نمازیوں کی لڑائی آپس مین رہے گی، آخر بیچارہ پریشان ہوگیا، مناظرے کے بعد مجھے کہنے لگا، اللہ نے تجھے علم بہت دیا ہے، رحم نہیں دیا، کہتا ہے میں بوڑھا آدمی مر گیا ہوں آج مناظرہ کر کر کے، تھک گیا ہوں،

ان غیر مقلدین کو اس تقلید کے بارے میں کوئی آیت نہیں ملتی اور نہ ہی کوئی حدیث ملتی ہے، ایک غیر مقلد مجھے کہنے لگا، کہ قلائد کا لفظ قرآن میں جانوروں کے لئے آیا ہے، جانوروں کے لئے، ولا القلائد، انسانوں کے لئے نہیں آیا، میں نے کہا کن جانوروں کے لئے، خنزیروں کے لئے آیا ہے، کتوں کے لئے آیا ہے، ان پاک جانوروں کے لئے آیا ہے، جو خانہ کعبہ کی نیاز ہیں، تو اس سے پتا چلا کہ قلادہ جانور کے گلے میں ڈالا جائے تو وہ بھی واجب الاحترام ہو جاتا ہے، میں نے کہا یہ تو اتنی اچھی چیز ہے، ایک جگہ ایک غیر مقلد کہنے لگا اگر تجھے تقلید کا معنٰی آ جائے نا کہ تقلید کا مطلب کیا ہے، تو تو کبھی اپنے آپ کو مقلد نہ کہے، یہاں کوہاٹ کے مناظرے میں بھی یہی ہو رہا تھا، یہ دس، بارہ، مولوی بیٹھے تھے، نورستانی بھی تھا، طالب الرحمٰن بھی تھا، ٹل کے ایک شیخ الحدیث بیٹھے ہوئے تھے، وہ اردو بالکل نہیں سمجھتے تھے، غالباً پشتو بولتے تھے، وہ قاری فتح محمد سے پوچھ رہے تھے، جبکہ غیر مقلد کہتے تھے، تم مقلد ہو ہم متبع ہیں، تم مقلد ہو ہم متبع ہیں، تم مقلد ہو ہم متبع ہیں، انہوں نے کہا کہ متبع مقلد کا ایک ہی معنٰی ہوتا ہے، یہ کیا کہہ رہے ہیں؟۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ کی بات نہیں سمجھتے، یہ میری بات سمجھتے ہیں، میں نے کہا بھائی دیکھو! ہم مسلمانوں کا عرف ہے کہ تقلید اور مقلد کہتے ہیں، ابوجہل کہتا تھا، بل نتبع ما وجدنا علیه اٰبائنا۔ الایہ۔ وہ کبھی نہیں کہتا تھا بل نقلد ما وجدنا علیه اٰبائنا۔ تو یہ ابوجہل کی نسل اپنے آپ کو متبع کہتی ہے، اور ہم اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں ایسے چپ ہوئے ...... وہ شیخ الحدیث صاحب ہنس پڑے، کہنے لگے کہ اصل میں آپ ہی ان کی نبض

جانتے ہیں۔

پیر جھنڈے سے میرا مناظرہ ہوا، تو اس نے ہاتھ میں قرآن لے لیا، اور کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں قرآن ہے قرآن ہے، آج قرآن سے مسئلہ حل ہوگا، قرآن میں شیطان کا لفظ ہے، قرآن میں فرعون کا لفظ ہے، قرآن میں خنزیر کا لفظ ہے، مگر قرآن میں تقلید کا لفظ نہیں، ہم تو قرآن کو مانتے ہیں، ہم تقلید نہیں کرتے، بڑے نعرے لگائے، مسلک اہلحدیث زندہ باد، اب میں کھڑا ہوا، میں نے کہا شاہ صاحب نے پوری بات نہیں فرمائی، بات پوری کرنی چاہئے تھی کہ قرآن میں شیطان کا ذکر ہے، ہم پکے شیطان کی تابعداری کریں گے، اور بخاری کا ذکر نہیں اس لئے ہم بخاری کی کوئی حدیث نہیں مانیں گے، قرآن میں فرعون کا لفظ ہے، ترمذی شریف کا لفظ نہیں ہے، اس لئے ہم پکے فرعون کے تابعدار ہیں، اور ترمذی شریف کی کوئی حدیث نہیں مانیں گے، جب میں نے یوں کہا تو بڑا پریشان ہوا، بیٹھا کانپ رہا تھا، تو چار پروفیسر غیر مقلد بیٹھے تھے، وہ کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا کہ شاہ صاحب نے واقعتاً غلط انداز اختیار کیا تھا، لیکن آپ نے اچھا منہ توڑ جواب دیدیا ہے، اب ان کو کچھ نہیں آتا، بیٹھے بیٹھے کہیں گے، اتباع اور ہے تقلید اور ہے، میں نے جب کہا تا کہ دیکھو قرآن میں اتباع کتنوں کی ہے؟۔ پہلی ہے اللہ کی، اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم کس کی تابعداری کرنی ہے؟۔ (اللہ کی) تو اللہ کی تابعداری کس طرح کرنی چاہیے؟ جس طرح فرشتوں نے کی تھی یا جس طرح شیطان نے کی تھی؟ فرشتوں نے حکم سنا۔ فاسجدو الآدم. سجدہ کرو آدم کو، انہوں نے حکم کے بعد دلیل کا مطالبہ کیا کہ دلیل سناؤ؟۔ اور بغیر مطالبہ دلیل کے سجدے میں گر گئے، اور تقلید کا ہار اپنے گلے میں ڈال لیا، اور شیطان (غیر مقلد) اکڑ کے کھڑا ہو گیا، کہتا ہے میں تو نہیں جاتا، بحث کرنے لگ گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخر میں نے پیدا کیا ہے، تو مجھے گلا خالی اچھا نہیں لگتا، گلے میں کوئی نہ کوئی زیور تو ہونا چاہیے نا، اگر تقلید کا ہار نہیں پسند تو لعنت کا طوق ڈالتا ہوں، فاخرج فانک رجیم، تو اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال کر نکالا، دوسری تابعداری ہے اللہ کے نبی کی، ان کنتم تحبون الله فاتبعونی.... الایہ. تو اللہ کے نبی کی تابعداری کس طرح کرنی چاہیے؟۔ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ نماز پڑھو نہیں پہلے دلیل دو؟۔ یا بلا مطالبہ دلیل پڑھنی ہے، تیسری تابعداری اجماع کی ہے، ومن یشاقق الرسول من بعدما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیراً، الایہ. چوتھی تابعداری ہے مجتہد کی۔ واتبع سبیل من اناب الیّ۔ تقلید کر اس کے مذہب کی جو میری طرف رجوع کرنے والا ہے۔ سبیل کے معنی مذہب، راستہ۔

اب اسے کوئی جواب نہ آیا، کہتا ہے اتباع کہتے ہیں قرآن اور حدیث کی بات ماننے کو، اور تقلید کہتے ہیں قرآن وحدیث کے خلاف بات ماننے کو، میں نے کہا ماشاء اللہ کہاں سے لیا آپ نے؟ قرآن میں آتا ہے، واتبعوا أمر فرعون ۔ انہوں نے فرعون کے حکم کی تابعداری کی، تو فرعون کے پاس کون سا قرآن تھا، جو وہ سناتا

تھا، کونسی حدیث تھی جو وہ سنا تا تھا، واتبعوا ماتتلوا الشیا طین علیٰ ملک سلیمان ۔تو بھائی! شیطان کے پاس کونسی بخاری تھی، وہ تو جادو تھا، واتبعوا الشھوات ۔تو شہوات قرآن کی کونسی سورت کا نام ہے، کتنے نمبر پر ہے وہ؟ ۔یا شہوات صحاح ستہ میں کس کتاب کا نام ہے، میں نے کہا تو قرآن کا ویسے ہی منکر ہے، پتا نہیں آ کہاں سے گیا ہے؟ ۔تو مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے بے ہودہ شبہات عوام کے ذہنوں میں ڈالتے ہیں، کہ جی! تقلید کہتے ہیں پٹے کو، پٹے کو، پٹے کو......اور پٹہ ہوتا ہے کتے کے گلے میں ۔مجھے کہنے لگا تو مانتا نہیں؟ ۔میں نے کہا بالکل مانتا ہوں، کہ اس کا معنیٰ بھی پٹہ ہوتا ہے، لیکن اس کا معنیٰ ہار بھی ہوتا ہے، ہار انسانوں کے گلے میں ہوتا ہے، اور پٹہ کتے کے گلے میں، تو کتوں نے کتوں والا معنیٰ یاد کیا ہوا ہے، اور انسانوں نے انسانوں والا، اب ہم کتوں کو کیسے مجبور کریں کہ اللہ کے بندو! انسانوں والا یاد کرو، تو یہ کوئی علمی باتیں نہیں، یہ ان کے ڈھکوسلے ہوتے ہیں، لیکن ان کے بھی ہمیں جواب دینے پڑتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں جی! ہمیں جواب نہیں دیا، اس لئے ہم پھر ان کو سمجھاتے ہیں کہ بھائی! اس کا معنیٰ پٹہ بھی ہے اور ہار بھی، پٹہ کتے کے گلے میں ہوتا ہے، اور ہار انسان کے گلے میں ۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے اور مسلک حق اہل سنت والجماعت پر قائم رکھے ۔آمین ۔

آہ! حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ

○○○ مفتی محمد صدیق صاحب (چکوال) ○○○

جس باغ کی نکہت سے معطر تھی فضائیں
ہے مرثیہ خواں اس پر پھولوں کی زباں آج

ایک دن قبل اچانک یہ خبر ملی کہ مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اس دار فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون تو ایسا لگا جیسا کہ جسم پتھر ہو گیا۔ حضرت کی وفات کا یہ سانحہ بڑی آزمائش تھی لیکن قرآن پاک کے اس ارشاد کے مطابق کہ ولن یوخر الله نفسا اذا جاء اجلها "جب کسی کی موت کا وقت آ جائے تو مؤخر نہیں ہوتا۔" (المنافقون) یعنی موت کا ایک وقت مقرر ہے، اور کل نفس ذائقة الموت "ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (آل عمران) پھر حیثیت ایزدی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی کیا مجال۔

بندہ نے جب جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث مکمل کیا تو تخصص فی الفقہ الاسلامی کے لئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے لگائے ہوئے علمی پورے جامعہ خیر المدارس کا انتخاب ہوا، تو ان دو سالوں میں حضرت اوکاڑویؒ سے شرف تلمذ رہا۔ اس عرصہ میں حضرت اوکاڑویؒ کو پہلے جتنا اللہ والا سنا تھا اس سے بڑھ کر اللہ والا پایا۔ پہلے سال ہر بدھ کو ظہر تا عصر حضرت کا مفصل کسی نہ کسی موضوع پر بیان ہوتا تھا جبکہ دوسرے سال روزانہ صبح ایک گھنٹہ حضرت والا کا مختلف عنوانات پر درس ہوتا اور مذہب اہل سنت کے دلائل سمجھائے جاتے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات سمجھائے جاتے تھے۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ہم سب ساتھی حضرت سے کسی بھی کتاب کے متعلق دریافت فرماتے تو حضرت والا فوراً فرماتے کہ میں نے یہ کتاب پڑھی ہے۔ واقعی یہ بات اس کتاب میں موجود ہے اور اس طرح ہے یا یہ بات اس میں موجود نہیں ہے۔ تخصص کے دوران ہمیں جب بھی کسی حوالہ کی تلاش میں مشکل پیش آتی تھی ہم حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فوراً حوالہ بتا دیتے کہ یہ بات فلاں کتاب کے فلاں

باب میں موجود ہے۔ خصوصاً احادیث کے متعلق اور راویوں کے حالات کے متعلق یعنی اسماء الرجال کے بہت ماہر تھے۔ اسی وجہ سے نام نہاد اہل حدیثوں کو ناکوں چنے چبوائے رکھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت میں کئی میدانوں کے شہسوار رہے ہیں۔ اگر وہ ایک طرف درس و تدریس اور افادہ واستفادہ میں مشغول تھے تو دوسری طرف تصنیف وتالیف میں ان کا قلم چل رہا تھا۔ اگر ایک طرف ان کے وعظ وخطابت و دعوت وارشاد کے محراب ومنبر سے صدائے حق وصداقت گونج رہی تھی تو دوسری طرف مذہب اہل سنت کے دفاع اور فرق باطلہ کے رَد کے لئے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھتے تھے، اور اگر ایک وقت میں لوگوں کو مذہب اہل سنت کا تعارف کرا رہے تھے تو دوسرے وقت میں عبادت وریاضت میں مشغول ہوتے تھے اور فرق باطلہ کو لوہے کی نکیل ڈالے رکھی۔ الغرض اس جامعیت نے انہیں ابنائے زمانہ کی نگاہ میں بہت مقام عطا کیا اور ان کی عظمت وجلالت کے سامنے سب سرنگوں رہتے۔

حضرت کے ساتھ ایک یادگار سفر:

جب پہلی فقہی کانفرنس بنوں میں منعقد ہوئی تو اس میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے بڑے بڑے اساتذہ جن میں حضرت اوکاڑویؒ کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم، فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم وغیرہم اساتذہ کرام شامل تھے۔ ان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تو اس سفر میں بندہ کو اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ وہ ان کی خدمت کے لئے شریک سفر رہا۔ اس سفر میں بندہ نے حضرت اوکاڑویؒ کو ایک عجیب حالت میں دیکھا کہ دوران سفر یا تو کسی عنوان پر روشنی ڈالتے یا پھر ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔

ایک مرتبہ دریافت کرنے پر حضرتؒ نے یہ جواب دیا کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں لیکن میری کوشش ہوتی ہے کہ سفر میں ایسا ساتھی ملے جو میرے ساتھ باتیں نہ کرے بلکہ میں پورے سفر میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہوں، اور یہ ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ آپؒ کو حضرت لاہوریؒ جیسے کامل پیر ملے، پھر حضرت لاہوریؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم جیسی شخصیت کی راہنمائی نصیب ہوئی جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم نشین مقبلاں چو کیمیا ست
چوں نظر شاں کیمیائے خود کجا ست

اور فرمایا:

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بمہر دل خوشاں

ان کے دل میں اللہ کی محبت بھر گئی، لیکن پھر بھی ان اللہ والوں کو معاف نہیں کیا، بلکہ ان پر اعتراضات کئے گئے جن کے جواب میں بہت پہلے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اشقیا راہ دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدۂ مثال یکساں نمود

بدبخت لوگ حق بینی کی آنکھ سے محروم تھے۔ نیک اور بد ان کی نظر میں یکساں نظر آئے۔ اللہ والوں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو وہ تعلق مع اللہ کی نعمت سے مالا مال ہیں۔ ان کو اپنی طرح مت سمجھو جیسا کہ ظرف کی قیمت مظروف سے ہوتی ہے۔ انسان کا جسم بھی ایک ظرف کی مانند ہے اور اگر اس کا تعلق، تعلق مع اللہ سے بھرا ہوا ہے تو اس کو قیمتی سمجھو یہی حال حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا اور دیگر اکابرین اہل سنت کا ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ کی زندگی زاہدانہ ومجاہدانہ جہد مسلسل، علم وعمل، زہد وتقویٰ، استغناء وتوکل، عفاف و پاک بازی، راست گوئی وحق گوئی کا شاندار نمونہ تھی جو کہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ حضرت کے انتقال سے جو بھی علمی خلا پیدا ہوا وہ تو پورا نہیں ہوسکتا لیکن حضرت اپنی زندگی میں اتنا علمی مواد جمع کر گئے ہیں اور اتنے شاگرد پیدا کر گئے ہیں کہ فرق باطلہ کو لوہے کی نکیل ڈالے رکھیں گے۔ ان شاء اللہ!

مرگ ہر یک اے پسر ہم رنگ اوست
پیش دشمن، دشمن و بر دوست دوست
اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمے آخر دمے فارغ مباش

حق تعالیٰ کی راہ میں مشقت اور محنت اصلاح نفس کی خاطر برداشت کرتے ہو اور آخری سانس تک فارغ مت سمجھو۔ حضرت اوکاڑویؒ کا یہی حال تھا۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور حضرت وفات کے وقت آخری لمحات میں مطمئن تھے جیسا کہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین اس دنیا سے خوش و خرم رخصت ہوئے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی اک شخص سارے جہاں کو ویراں کر گیا

کامل تین جلد
کمپیوٹرائزڈ
ایڈیشن
پاکستان میں پہلی مرتبہ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ
انشاء اللہ عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے
تاریخ اسلام
مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی
مکتبۂ شرکت علمیہ
بیرون بوھڑ گیٹ ۔ ملتان فون ، 547309-544913
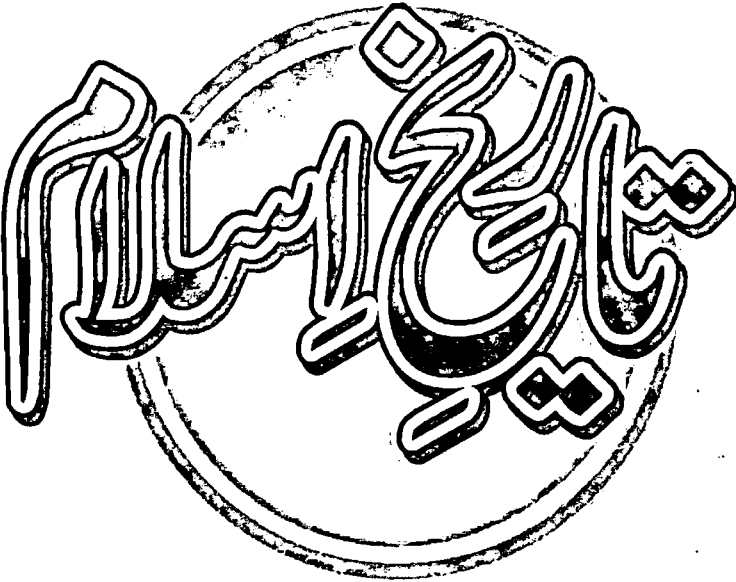
بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان فون، 547309-544913

مولانا محمد سلیم بہادر ملکانوی

اللہ تعالیٰ کی ذات فیاض ازل ہے، قطروں سے سمندروں کو وجود بخشا اور ذروں سے صحرا بنا ڈالا اور ایسی زمین پیدا کی کہ ''سخت اتنی ہے کہ عظیم الشان پہاڑوں کو اٹھائے ہوئے ہے اور اتنی نرم کہ ایک تنکے سے جسے کھودا جا سکتا ہے''۔ قدرت کی یہ کرشمہ سازیاں بے شمار ہیں جو مخلوق کی ہر جنس اور ہر نوع میں ہیں اور بے انتہا ہیں، لیکن حضرت انسان کے ساتھ عنایات و نوازشات کا معاملہ بہت حد تک امتیازی ہے۔ اسے متنوع اور گوناگوں انعامات سے نوازا گیا۔ سب سے بڑی، بیش بہا اور قابل فخر نعمت جو انسان کو نصیب ہوئی وہ دولت علم ہے۔ **ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون. (الآیہ)**

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے　　جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو بارگاہ ایزدی سے اس دولت علم سے وافر حصہ ملا تھا اور اس حدیث مبارک کا بہترین مصداق تھے۔ **العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (الحدیث)** میاں ولی محمد مرحوم باغبانی کے پیشہ سے متعلق تھے۔ زمین سے متعلق جتنے بھی فنون ہیں تمام سے نفیس تر، محنت طلب اور دقت طلب یہی شعبہ ہے۔ اعتبار نہ آئے تو کسی باغبان کی صحبت اٹھائیے، لالہ و گل کے کسی دیدہ ور کے حاشیہ نشین بن جائیے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شعبہ کتنا سخت جان ہے۔ ہاں سیر گلشن اور شوخی پیرہن لالہ و گل انہی سخت کوشیوں کی مرہونِ منت ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کے لخت جگر، نور نظر اور فرزند دل بند حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے بھی اپنے والد ماجد والا شغل اپنایا لیکن ذرا مختلف انداز میں۔ والد ماجد میاں صاحب مرحوم نے تو عمر بھر رخ ارضی کو سبزہ و گل سے سجایا مگر مولانا رحمہ اللہ نے اپنی ساری توانائیاں ارض اسلام کو سینچنے، نکھارنے اور اسے سنوارنے پر خرچ کر دیں۔ حضرت مولانا صفدر اوکاڑوی نے گلشن اسلام کی کس طرح آبیاری کی، فقہ اسلامی کے لالہ و گل کو ''خار مغیلاں'' سے بچانے کے لئے کیا کیا تدابیر بروئے کار لائے ذرا ''بزم صفدریہ'' کی زینت تو بنیں معلوم ہو جائے گا کہ گلشن اسلام کس خار بند میں محصور ہو چلا تھا اور کیسا خطرناک جال بنا جا رہا تھا۔ ایسے میں حضرت مولانا

مرحوم نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر رات دن ایک کر کے، خون پسینہ بہا کر اور اپنوں اور پرایوں کی نا قابل بیان باتیں سن کر اس خار بند پر ایسی کاری ضرب لگائی جس سے ایسا راستہ کھلا جس کی وجہ سے حقیقت تک رسائی ہی نہیں بلکہ آشنائی آسان ہوگئی۔

شہرہ تو یہ تھا کہ مولانا صفدر مرحوم صرف فتنہ غیر مقلدیت سے برسر پیکار تھے، مگر حقیقت صرف اس قدر نہیں بلکہ حقیقت کا یہ صرف ایک رخ تھا۔ اصل یہ ہے کہ مولانا مرحوم شجر اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آندھی اور ہر جارحیت خواہ کسی بھی شکل میں ہو کسی بھی عنوان سے ہو مثلاً مرزائیت، عیسائیت، نیچریت، انکار حدیث، فتنہ مسعودیت ومماتیت، اور بالخصوص فتنہ غیر مقلدیت کا منہ توڑ جواب تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء علماء دیو بند کی عند اللہ مقبولیت کی من جملہ علامات میں سے ایک علامت اور نشانی یہ بھی ہے کہ ان حضرات کثر اللہ سوداھم نے اسلام کے تحفظ کے لئے چومکھی لڑائی لڑی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ برصغیر کے ہر باطل فرقہ کا اصل ہدف یہی طائفہ منصورہ علماء دیو بند ہیں اور ان کی دشمنی اور مخالفت میں تمام باطل قوتیں متحد ہیں۔ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے بھی اپنے اسلام کی طرح ہر باطل قوت کا مقابلہ کیا۔ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کامیاب مقابلہ کیا۔ ہر محاذ پر کامیابی انہی کے قدم چومے! الحمد للہ علی ذالک

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کمال کا حافظہ رکھتے تھے۔ احادیث از بر تھیں۔ رواۃ حدیث کے حالات، ان پر جرح وتعدیل نوکِ زبان تھی۔ جب بولتے تو بے تکان بولتے تھے۔ تھکاوٹ، گرانی اور اکتاہٹ گوارہ نہ تھی۔ انداز بیان انتہائی سادہ ہونے کے باوجود اتنا دلکش ہوتا کہ سامع اگر اپنے اوپر جبر کر کے درمیان تقریر سے اٹھنا بھی چاہتا تو بھی اس کے لئے اٹھنا آسان نہ ہوتا۔ بات میں تسلسل ہوتا، صرف روکھا پھیکا خالص علمی انداز نہ ہوتا بلکہ لطائف اور چٹکلوں سے مجلس کو کشت زعفران بنائے رکھتے۔ مولانا رحمہ اللہ انتہائی ہنس مکھ تھے۔ نجی مجلس ہو، اسٹیج پر تقریر ہو یا مناظرہ کا سخت معرکہ، چہرے پر مسکراہٹ ضرور ہوتی۔ خندہ پیشانی اور بشاشت ان کا نمایاں وصف تھا۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ جامع الاوصاف شخصیت تھے۔ محدث تھے، فقیہ تھے۔ حق تعالیٰ نے ملکہ استنباط خوب عطا فرمایا تھا، نکتہ رس تھے اور بذلہ سنج تھے۔ درسگاہ کے بہترین مدرس تھے۔ ہر مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ کوئی پہلو تشنہ کام نہ چھوڑتے۔ بہترین خطیب اور مقرر تھے۔ تمام سامعین گوش برآواز ہوتے۔ اپنے یہاں کے خطباء اور واعظین کی طرح مخصوص سٹائل، لچھے دار انداز میں بات نہ کرتے بلکہ بیٹھ کر پروقار طریقے سے بیان کرتے۔ آپ کی تقریر ایک سبق ہوتا۔ عوام وخواص دونوں مستفید ہوتے۔ کامیاب مناظر تھے۔ فریق مخالف کے بڑے بڑے جبہ ودستار بند حضرات سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ ہر ایک سے مناظرہ کرنے کو ہر وقت تیار رہتے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ بہت بڑے تاریخ دان بھی تھے۔ تمام معروف تاریخی کتب کی ورق گردانی کی ہوئی تھی جس کا

بین ثبوت آپؒ کی تقاریر کی آڈیو کیسٹ اور رسائل ہیں۔حق تعالیٰ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

حضرت مولانا صفدر رحمتہ اللہ علیہ میں ان تمام اوصاف حمیدہ کے باوصف ایک اور بڑی خوبی اور بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ حضرت موصوف حب جاہ اور حب مال سے کوسوں دور تھے۔اس مادی دور میں ان دونوں بیماریوں سے بچنا انتہائی اعلیٰ حوصلگی، بلندی مرتبت اور عظمت شان کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

آپؒ کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف احقاق حق اور ابطال باطل تھا اور حضرت موصوفؒ اس سے بحسن دخوبی عہدہ براہوئے اور پوری زندگی اسی سے عبارت تھی۔واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

بجھا چراغ اٹھی بزم! کھل کے رو اے دل وہ سب چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

سنے کون ہائے صدائے دل! ملے کس سے آہ شفائے دل جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

حضرت مولانا مرحوم پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے اور ان کے لئے لازم بھی ہے کہ لکھیں، کیونکہ لکھ سکنے کی اس نعمت کے شکریہ کی اور صورت ہی کیا ہے، مگر مجھ کم سواد کے پاس ہے ہی کیا، جو پاس نذر کولاتا۔بس یہی ایک آدھ لفظ اور وہ بھی ترتیب کے بغیر۔

وضاحتوں کے سبھی لفظ چشم تر کو ملے

اک آدھ حرف لب کم سخن کے پاس آیا

مناظر اسلام ترجمان احناف امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ اوکاڑوی یوں تو بہت سے کمالات و صفات سے موصوف تھے لیکن بے نفسی و فروتنی ان کا وصف خاص تھا۔ وہ طبعاً منکسر المزاج اور انتہائی متواضع انسان تھے۔ وہ ایک بلند پایہ مناظر محقق نقاد کے ساتھ ساتھ بے حد سادہ اور فنائیت میں کامل تھے۔ آپ کے دیکھنے والوں کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ آپ عجز وانکسار کے مرقع تھے اور اپنے اس خصوصی وصف میں سلف صالحین کی یادگار تھے۔ ہر ادا سادگی و مسکنت میں ڈوبی ہوئی اور اظہارِ اَنا سے بہت بچی ہوئی تھی۔ رفتار و گفتار، نشست و برخاست طرز و انداز میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ اپنے چھوٹوں بالخصوص طلباء کے ساتھ متواضعانہ طرز عمل تھا اور جب دیگر علماء و مشائخ کرام سے ملتے تو ان کے سامنے سراپا تواضع بن جاتے۔ ان کا نہایت درجہ احترام اور ادب فرماتے تھے بلکہ کبھی تو ان کے سامنے طالب علمانہ طریقے سے دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ تواضع رسمانہ تھی بلکہ واقعیت کے ساتھ آپ کے اندر موجود تھی۔ آپؒ کی طبیعت میں تعصب کا نام ونشان نہیں تھا۔ شہرت و ناموری کا جذبہ جیسے آپؒ کی طبیعت میں پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ کبھی کوئی نمایاں لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے، بلکہ سادہ زندگی اور سادہ طریق ہر معاملے میں رکھتے تھے۔ جو حضرات آپؒ سے صرف نام کی حد تک متعارف ہوتے وہ آپؒ کو دیکھنے سے پہلے آپؒ کا جو تصور ذہن میں بسا لیتے وہ آپؒ کو دیکھنے کے وقت آپؒ کو اپنی اس خیالی صورت اور وضع قطع سے بالکل مختلف پاتے کیونکہ وہ آپؒ کی جوہر شناس علمی شخصیت اور آپؒ کی مناظرانہ صلاحیتوں کی غیر معمولی شہرت سن کر آپؒ کی ظاہری صورت اور وضع قطع کو تصنع و تکلف سے آراستہ خیال کرتے، لیکن جب انہیں آپؒ کی اصلی صورت دیکھنے کے سعادت حاصل ہوتی تو وہ دنگ رہ جاتے اور ان کا ذہن یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا کہ یہ وہی عظیم المنزلت شخصیت ہیں جو مسلک علماء دیوبند اہل سنت کے عظیم مناظر کے نام سے شہرت اور مقبولیت کی سند پا چکے ہیں۔ آپ کی سادگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ عام سی سواری اور سائیکل کی سواری فرمانے میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ کئی مرتبہ کسی مناظرے میں جانا ہوتا تو سائیکل پر یا پیدل چلے جاتے۔ آخر عمر تک سردی کی شدت اور گرمیوں کی تپش سے بے نیاز ہو کر دور دور کے بلاد و امصار تک بکثرت سفر فرماتے رہے

ہیں۔ باطل عقائد ونظریات کی سرکوبی کے لئے ہردم سینہ سپر رہتے، جلسوں اور مناظروں پر بھی کسی قسم کی شان بنانے کا معمول نہیں تھا، نہ قافلہ بندی کی صورت میں، نہ عمدہ لباس میں، نہ رہنے سہنے میں کروفر ہوتا اور نہ کتابوں کا بنڈل ساتھ لاتے، بلکہ رختِ سفر صرف ایک سادہ ساتھیلا ہوتا تھا جس میں چند کتابیں رہتی تھیں۔

بہت مرتبہ رفیق سفر کا بھی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ راقم نے بچشم خود ایک سے زیادہ مرتبہ ملتان لاری اڈے پر آپ کو اکیلے ویگن پر سوار ہوتے دیکھا ہے۔ اس سے آپؒ کی تواضع کسرِ نفسی اور غایت عبدیت کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ اسی تواضع کی برکت تھی کہ حق تعالیٰ نے آپؒ کے اندر ایسی صلاحیتیں بھر دی تھیں کہ آپؒ ہمیشہ مناظرے کے میدان میں فریق مخالف پر غالب رہتے اور علماء حق کے گروہ میں قابل فخر شخصیت سنے اور دیکھے جاتے تھے اور آپؒ کی شخصیت بڑے بڑے علماء کی منظور نظر تھی۔ حسب موقع وہ آپؒ سے اعداء سلف صالحین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات بھی طلب فرماتے مگر آپ باجود علمی تفوق اور وسیع المطالعہ کے غایت تواضع سے دیگر علماء کے سامنے اپنا کوئی درجہ نہیں سمجھتے تھے۔ کثیر التعداد واقعات ومشاہدات آپ کی سادگی اور مقام فنائیت کے مؤید ہیں جو دوسرے حضرات کے مضامین میں آپ کو ملیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جنت الفردوس میں درجے بلند فرمائیں اور امید واثق ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے اتنی بڑی خدمات لیں تو یقیناً آپ کو اپنی بیکراں نوازشوں سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ قحط الرجال کے اس دور میں ایسی عظیم شخصیت کا ہمارے درمیان رہنا بہت ضروری تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپؒ کی وفات سے پیدا شدہ خلا بہتر طریقے سے پُر فرمائیں۔ حضرت مولاناؒ کے برادر صغیر استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی مدظلہ آپ کے ساتھ کمالات رفیعہ اور اوصاف حمیدہ میں بہت مماثلت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو آپؒ کا علمی جانشین بنائیں اور انہیں کے ذریعہ یہ خلا بھر دیں۔ (آمین)

۲۲ شوال ۱۴۲۰ھ کے دن بندہ کو جامعہ خیر المدارس میں ایک تڑپ لے کر پہنچی، وہ تڑپ کیا تھی حضرت اقدس امام المناظرین، ترجمان حنفیت حضرت استاد جی مولانا علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی کی زیارت تھی اور شرف تلمذ کی تڑپ تھی جو بندہ حضرت اقدس کی خدمت میں فارم داخلہ لے کر حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ پڑھنا ہے مستقل یا جانے کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ پورا سال آپ کی ہی خدمت میں رہوں گا تو حضرت اقدس نے اپنی کتاب رسم المفتی اٹھائی اور امتحان کے لئے فرمایا، لیکن اس جیسے مرد قلندر کے سامنے میرے جیسے ناکارہ کا بولنا کیا حیثیت رکھتا تھا۔ یہ پہلی ملاقات تھی ۱۴۲۰ھ کی۔

میرے حضرت ولی اللہ تھے:

حضرت کے بارے میں میرے جیسا کم فہم، کم ذہن انسان کیا لکھے گا۔ وقت کے ولی اللہ کی شان کہاں کہ میرے الفاظ اس کی شان کو قلم بند کر سکیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد زید صاحب مدظلہ اسی سال تشریف لائے تو ہمیں فرمانے لگے کہ مولانا کی خدمت صرف مناظر ہونے کی حیثیت سے نہ کیا کرو بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا زندہ ولی ہے، اس کو ولی اللہ یقین سے جان لو۔

ڈیرہ میں تقریر:

حضرت استاد جی فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ ڈیرہ غازی خان میں تبلیغی پروگرام کے تحت گیا۔ وہاں بیان کر رہا تھا تو چند آدمی کچھ کتابیں اٹھائے ہوئے آئے اور اتنا وزن تھا کتابوں کا کہ وہ **کمثل الحمار یحمل اسفاراً** کا مصداق نظر آ رہے تھے تو مجھے کہنے لگے تقریر بند کرو، مناظرہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا حاضر ہوں، تو وہ آدمی کہنے لگا کہ تو سکول ٹیچر ہے، سکول ٹیچر سے مناظرہ نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کوئی حدیث پیش کرو کہ جس میں ہو کہ سکول ٹیچر سے مناظرہ کرنا ناجائز اور حرام ہے تو وہ لاجواب ہوا، تو اب حضرت اقدس استاد جی نے فرمایا کہ آپ کون ہیں تو اس نے کہا کہ میں شیخ الحدیث ہوں۔ استاد جی نے فرمایا کہ ظہر کی نماز پڑھ کر آئے

ہو؟اس نے کہا ہاں۔فرمایا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ کہنے لگا دس۔فرمایا حضرت استاد جیؒ نے کہ سناؤ؟وہ کہنے لگا کہ چار نفل، چار فرض، دو نفل۔آپ نے فرمایا کہ حضرت سے سن لو جی!تو پھر اس نے کہا کہ چار سنت، چار فرض، دو نفل۔حضرتؒ نے فرمایا کہ دلیل!اب وہ فبهت الذی کفر کا مصداق بنا۔تو حضرت استاد جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں سکول ٹیچر ہونے کے باجود الحمدللہ فقہ حنفی کے اسی فیصد مسائل کا ماخذ قرآن وحدیث سے بتا سکتا ہوں لیکن غیر مقلدین کے شیخ الحدیث سنت کی تعریف بھی قرآن وحدیث سے نہیں بتلا سکے۔

ذوق مطالعہ:

حضرت اقدس استاد جیؒ کی صحت اکثر خراب رہتی تھی تو رفقاء میں سے حضرت مولانا محمد یوسف ربانی صاحب مدظلہ نے کہا کہ حضرت علاج کسی ماہر ڈاکٹر سے کروالیں تو حضرت استاد جیؒ نے فرمایا کہ بیٹا جو مرض میرے مطالعہ میں خلل نہیں دیتی میں اس مرض کو مرض ہی تصور نہیں کرتا۔

سادگی کا ایک واقعہ:

حضرت استاد جیؒ ایک دفعہ کہیں پروگرام پر تشریف لے گئے تو راستہ میں جب جانے والی بس کو دیکھا تو نہ اندر سیٹ اور نہ ہی چھت پر جگہ تو کنڈیکٹر نے کہا کہ بابا جی جانا ہے تو پیچھے لٹک کر جاؤ تو حضرت استاد جیؒ پائیدان پر لٹک کر سفر فرمارہے ہیں اور ساتھ ساتھ کتابیں بھی اٹھائی ہوئی ہیں۔

عبادت:

عام طور پر خطباء کرام کا حال یہ ہوتا ہے کہ صرف سفر میں شریعت کی اجازت سے صرف دو فرض ہی پڑھتے ہیں لیکن بندہ کو حضرت استاد جیؒ کے ساتھ گزشتہ سال کئی جگہوں پر اکٹھے جانے کا اتفاق ہوا ہے تو میرے حضرت استاد جیؒ سنت،فرض واجب تو دور کی بات ہے تہجد بھی قضا نہیں فرمایا کرتے تھے۔

حاضر جوابی:

حضرت استاد جیؒ ایک دن درس گاہ میں بیٹھے تھے کہ دو غیر مقلد لڑکے آئے،انہوں نے آتے ہی سوال کردیا کہ مسلمان کا رشتہ کن چیزوں سے ہونا چاہئے؟تو حضرت استاد جیؒ نے فرمایا کہ صراط الذین انعمت علیھم سے،اب انہوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ چپ کر کے چلے گئے۔بعد میں ہمیں فرمانے لگے کہ اگر میں کہتا ناکہ قرآن وحدیث سے رشتہ ہونا چاہئے تو انہوں نے فوراً ہی اجماع امت اور قیاس شرعی پر زبان اٹھانی تھی۔ میں نے ابتداء سے ہی ان کا منہ بند کردیا ہے۔

محبت وشفقت:

حضرت اقدس استاد جیؒ کی محبت وشفقت بسا اوقات والدین کی شفقت اور محبت کو بھلا دیتی تھی۔ پورے سال میں غالبًا ایک یا دو دفعہ ناراض ہوئے۔ ان میں سے ایک واقعہ تو بندہ کے ذہن میں یہ ہے کہ درسگاہ میں مولانا ابوذر صاحب (حال مقیم اسلامی مشن بہاولپور) اور راقم الحروف کا مسئلہ رفع یدین پر تربیتی مناظرہ ہونا تھا۔ حضرت استاد جیؒ کے سامنے مولانا ابوذر صاحب اہل سنت والجماعت حنفی کی طرف سے مناظر تھے اور بندہ غیر مقلدین کی طرف سے تھا۔ غیر مقلدین نے تو ویسے ہی جھوٹ بولنے ہوتے ہیں، تیاری کے ساتھ غیر مقلدین کو کیا رشتہ، لیکن اس ساتھی نے تھوڑی سستی کی جس کی وجہ حضرت استاد جیؒ ناراض ہوئے تو پھر ہم ساتھیوں نے معذرت کی تو حضرتؒ نے انتہائی محبت وشفقت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں کوئی اپنی ذات کے لئے تم سے ناراض نہیں ہوتا صرف اور صرف اس لئے ناراض ہوتا ہوں کہ تم کام کرنے والے بن جاؤ۔

خواب:

سترہ رمضان کی رات تھی، سحری سے قبل حضرت استاد جیؒ کی زیارت ہوئی، اس طرح کہ بندہ جامعہ خیر المدارس میں گیا ہے حضرت استاد جیؒ قمیص اتار کر بیٹھے ہیں اور پسینے سے شرابور تھے کہ ایک ساتھی ہاتھ والا پنکھا چلا رہا تھا تو بندہ نے کہا کہ پنکھا مجھے چلانے دو تو حضرت استاد جیؒ نے فرمایا کہ دفع ہو جاؤ، نکل جا کمرے سے تو عیش پرست ہو گیا ہے (کیونکہ جو حضرت کی وفات کا صدمہ تھا اس نے بالکل ہی بٹھا دیا تھا) پھر نیند کھل گئی۔ ڈر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، اٹھ کر پھر حضرت شیخ الحدیث استاذیم مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم سے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ یہ سستی کا نتیجہ ہے۔ (اس کے بعد الحمد اللہ کام اچھا چل رہا ہے)

آخری دعا:

حضرت استاد جی کے پاس ہم سب ساتھی بیٹھے تھے اور ہم نے کہا کہ استاد جی! ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ پہلے تو آپ نے ٹالنے کی کوشش کی مگر جب ہم نے اصرار کیا تو حضرت نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں ہر میدان میں کامیاب کرے۔

آخری ملاقات:

بدھ کا دن تھا۔ صبح تقریباً دس بجے ہم حضرت استاد جی کو خیر المدارس کے کنٹین والے گیٹ سے تانگے پر سوار کرنے کے لئے پہنچے تو جب حضرت تانگے پر تشریف فرما تھے تو فرمانے لگے کہ کام کرنا۔ بس یہ حضرت کی آخری ملاقات تھی۔

ہمارا نام اہل سنت والجماعت حضور انور ﷺ کا تجویز کردہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت یوم تبیض وجوہ کی تفسیر میں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ (تفسیر درمنثور صفحہ ۶۳۰ جلد۲)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میدان قیامت میں جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں (درمنثور صفحہ ۶۳ جلد۲)۔ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ نے میدان کربلا میں آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''حسنؓ اور حسینؓ نوجوانوں کے سردار ہیں اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔'' (تاریخ کامل اثیر صفحہ ۶۲ جلد۴)۔ آنحضرت ﷺ نے نجات پانے والوں کا پتہ یہ بتایا ما انا علیه واصحابی (ترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا نام آنحضرت ﷺ کا رکھا ہوا ہے۔ سب کے سب صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام اہل سنت والجماعت تھے اور کسی فرقہ کا نام آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور مذہب غیر مقلدین جن کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن اور حدیث کے سواء کچھ نہیں مانتے ان سے ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ وہ قرآن پاک یا حدیث سے یہ ثابت کریں کہ نجات پانے والی جماعت کا نام اہلحدیث ہے۔ جو فرقے آنحضرت ﷺ کے وضع کردہ نام کو برداشت نہیں کر سکتے ان کا دعویٰ ہے ہم آنحضرت ﷺ کے کاموں کے محافظ ہیں، ان کا یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

معنی اہل سنت والجماعت:

ہمارے نام میں پہلا لفظ سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں منقول ہے کہ ایک دفعہ فرمایا علیکم بسنتی (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه) کسی حدیث میں علیکم بحدیثی کے الفاظ نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: جس نے میری سنت سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی صفحہ ۳۸۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا فمن رغب عن سنتی فلیس منی (متفق علیه) قال علیه السلام: من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید (بیہقی،

کتاب السنۃ) ابن عدیؒ نے کامل میں حدیث نقل کی ہے کہ میری سنت کا تارک میری شفاعت سے محروم ہوگا۔

غیر مقلدین نے اپنا نام اہل حدیث ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں ۱۸۸۸ء میں انگریز سے الاٹ کروایا تھا۔ (ماثر صدیقی صفحہ۹۲) اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائی اور اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ اس قرآن پر عمل کر کے دکھائیں۔ قرآن اسلام کا علم ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ اسی قرآن کی عملی تفسیر ہے جسے سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کا معنی یہ ہوا کہ قرآن پر عاملین مگر اپنے فہم سے نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے نمونہ عمل کو سامنے رکھنے والے۔

دوم: ہمارے نام میں والجماعت کا لفظ بھی موجود ہے اور اس بارہ میں بھی لفظ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں بہت تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا علیکم باالجماعة اور فرمایا جو جماعت سے باہر نکل جائے وہ شیطان کا نوالہ بن جائے گا...... ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک بالشت جماعت سے خارج ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی...... ایک حدیث میں ہے کہ جو جماعت سے باہر نکلے اس کو قتل کرو...... ایک حدیث میں ہے کہ حدیث جو جماعت سے علیحدہ ہوا اسے قیامت کے دن جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ سب روایات مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جماعت کے بارے میں اتنی تاکید فرمائی لیکن اس کا مقصد کیا تھا؟ اس دنیا میں ہی یہ طریقہ ہے کہ یہاں پر اصل کی نقل بنائی جاتی ہے۔ نبیوں کے مقابلے میں جھوٹے نبی گھڑے گئے، سکوں کے مقابلے میں کھوٹے سکے، سچے مجتہدین کے مقابلے میں جھوٹے مجتہدین، سچے اولیاء اللہ کے مقابلے میں جھوٹے ملنگ موجود ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری حدیث (سنت) کی بہتر (۷۲) نقول یعنی نقلیں بنالی جائیں گی۔ یہ بہتر (۷۲) فرقے میری حدیث کو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع کریں گے اور من مانے مطالب نکال لیں گے، ان کے مقابلے میں میری صحیح سنت صحابہ اور اہل بیت کے پاس ہوگی اور یہی اصل سنت ہوگی تو ہمارے نام میں لفظ جماعت اس لئے نہیں آیا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت میں کوئی کمی تھی بلکہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ نقالوں سے ہوشیار رہیئے۔ جو شخص صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر محمدی کہلاتا ہے وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول، عبداللہ بن سبا جیسا جعلی محمدی تو بنے گا سچا محمدی وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو بھی مانے۔

حنفی:

حنفی ہمارے نام کا اصل حصہ نہیں بلکہ نبی کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے فہم کو ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کا علم ہو۔ علم کا یہ ذریعہ تو اب باقی نہیں رہا کہ کوئی شخص آج

براہ راست بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کو دیکھ کران سے دین سیکھے اس لئے ہمیں اس علم کے حاصل کرنے کے لئے کسی درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے۔صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اکثر جہاد میں گزر گئیں اس لئے انہیں سنت پاک کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا موقع نہیں ملا۔اسلام میں پہلے بزرگ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی کامل سنت کو مرتب کروایا۔آپؒ تابعی ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ کی سنت نبی کے شاگردوں سے اور خلفاء راشدین کا فہم ان کے شاگردوں سے حاصل کیا اس لئے اپنی فقہ کا اصول خود یہ بیان فرمایا کہ میں سب سے پہلے مسئلہ قرآن سے لیتا ہوں، اگر وہاں نہ ملے تو مسئلہ سنت سے لیتا ہوں جو نہایت ثقہ راوی سے ہو۔اگر وہاں سے بھی مسئلہ نہ ملے تو جس مسئلے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو میں اسے نقل کر لیتا ہوں اور اگر بالفرض کسی مسئلے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو تو میں اس قول کو لیتا ہوں جس طرف خلفائے راشدین ہوں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین** (ترمذی صفحہ ۳۸۳) اور اگر کسی مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے راہنمائی نہ ملے تو میں اجتہاد کر کے اس کا حکم دریافت کرتا ہوں۔(مناقب ابی جعفر صفحہ ۳۰۔الاحسان صفحہ ۴۲۔ میزان الکبریٰ) علامہ شعرانی ہمارے نام میں پہلی خوبی یہ ثابت ہوئی کہ یہ نام خدا کے پیغمبر ﷺ کا رکھا ہوا ہے جبکہ کوئی فرقہ اپنا نام پیغمبر ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتا۔دوسری خوبی یہ ہے کہ ہمارا نام کامل ہے۔اہل سنت میں علم قرآن کا اور نمونہ عمل نبی پاک ﷺ یعنی کتاب وسنت دونوں آ گئے اور والجماعت میں اجماع اور اجتہاد دونوں کا ذکر آ گیا تو ہمارے چاروں دلائل کا ذکر ہمارے نام میں موجود ہے جبکہ کسی اور فرقے کا نام کامل نہیں۔تیسری خوبی ہمارے نام میں یہ ہے کہ ہمارا نام ہمارے مسلک کی متصل سند ہے۔اصل دین اللہ کے نبی ﷺ نے پیش فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے پورے یقین اور تواتر کے ساتھ وہ دین اللہ کے نبی ﷺ سے حاصل کیا۔صحابہ کرامؓ سے وہ دین نہایت قابل اطمینان ذرائع سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل فرمایا اور امام ابوحنیفہؒ کے بعد ان کی فقہ پوری دنیا میں تواتر کے ساتھ پہنچی۔ہمارے علاوہ کسی فرقے کا نام ان کی متصل سند نہیں ہے۔

سوال: فقہ حنفی امام ابوحنیفہؒ کی لکھی ہوئی نہیں ہے؟

جواب: حدیث پاک کو حضور نبی کریم ﷺ نے نہیں لکھا، قرآن کریم کو اللہ نے نہیں لکھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی قرآن وحدیث میں۔

سورۃ الجمعہ: **وآخرین منهم لما یلحقوا بهم** "اور دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو بھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔" جس کی تفسیر کتاب التفسیر صحیح البخاری جلد دوم پر مرقوم ہے **عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کنا جلوسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فانزلت علیه سورة الجمعة وآخرین منهم**

لما یلحقوا بھم .قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعه حتیٰ سئل ثلاثا وفینا سلمان الفارسی فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال او رجل من ھؤلاء

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ الجمعہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا۔مجلس میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آنحضرت ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوگا تو ان کی قوم کے کچھ لوگ یا ایک شخص اسے پالے گا۔قرآن کی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب جس طرح آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر دین کی اشاعت میں حصہ لیں گے اسی طرح اہل عجم جو تصیب کے اعتبار سے آخرین ہوں گے لیکن مذہب کے اعتبار سے منھم ہوں گے اور لما یلحقوا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تابعین میں سے ہوں گے اور دین مکمل ضابطہ حیات کو کہتے ہیں وہ مکمل دین کی تدوین کریں گے۔اس آیت اور حدیث میں کسی کا نام مذکور نہیں لیکن علامات اتنی واضح ہیں جب یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کون سا تابعی ہے جس نے جماعت کو ساتھ ملا کر مکمل دین کو مرتب کیا ہو اور وہ اہل فارس سے ہو تو اس کا صرف ایک جواب ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ ہیں۔آپ کے تلامذہ ہی عدالتوں پر چھا گئے، مدارس اور مساجد پر چھا گئے، آپ کا مسلک عجم میں سب سے زیادہ پھیلا، عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا فاتحین ہوں یا اہل قلم ہوں یا صوفیاء ہوں یا دیگر علماء ہوں ان میں اکثریت غلبہ احناف کا رہا۔للاکثر حکم الکل بارہ لاکھ نوے ہزار مسائل ہیں اگر پانچ غلط ہو بھی جائیں تو ایک اجر تو ہے ہی۔

حضرت اوکاڑویؒ کی علامہ شامیؒ سے چند مناسبتیں

☆ دونوں کا نام محمد امینؒ ہے۔ ☆ دونوں فقہ حنفی کے محافظ ہیں۔

☆ ہر مفتی علامہ شامیؒ کی کتاب ''فتاویٰ شامی'' کی طرف احتیاج رکھتا ہے، اسی طرح ہر مناظر مناظرے میں حضرت اوکاڑویؒ کے علوم وفنون سے استفادہ کا محتاج ہے۔

☆ دونوں حضراتؒ نے شروع میں دنیا کی طرف رخ کیا۔علامہ شامیؒ نے تجارت کی صورت میں اور علامہ اوکاڑویؒ نے سکول ماسٹر کی شکل میں، لیکن دونوں پر بزرگوں کی نظر اور خدا کے فضل وکرم نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ذٰلک فضل اللہ یوتیه من یشآء (از: جناب رضوان المصطفیٰ صاحب۔کراچی)

(۱)

میں عرصہ 19 سال سے دوبئی میں گورنمنٹ کی ملازمت کرتا ہوں۔ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوبئی کے چند غیر مقلدوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا تو میں پاکستان آیا اور فقیر والی جامعہ قاسم العلوم گیا، اور مولانا مرحوم کا پتہ کیا، معلوم ہوا کہ مولانا اوکاڑویؒ یہاں سے جاچکے ہیں۔یہ 1986ء کا واقعہ ہے۔پھر ایک دن میں نے ارادہ کیا کہ کراچی میں ان سے ملاقات کروں، مگر وہاں بھی ملاقات نہ ہوسکی۔آخر کار ان سے فون پر بات ہوئی اور میں نے غیر مقلدوں کی شرارتوں سے آپ کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی ایک کتاب کا نام بتلایا جس کو لے کر وہ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، خاص طور پر عرب حضرات کو۔

اس کتاب کا نام ''الدیوبندیہ'' ہے جو کہ عربی میں ہے اور ساتھ ہی یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بریلوی حضرات مزاروں پر سجدے کرتے ہیں اور شرک کے مرتکب ہوتے ہیں اسی طرح یہ دیوبندی بھی۔ تو مولانا نے فرمایا، کتاب لے آؤ۔میں وہ کتاب لے کر مولانا کے پاس پہنچ گیا، پھر بھی حضرتؒ خود نہ مل سکے مگر وہ کتاب میں نے مولاناؒ تک پہنچا ہی دی...... پھر ایک موقع پر آپ سے بالمشافہ آدھ گھنٹہ تک ملاقات ہوئی، حضرت کے انداز گفتگو اور آپ کی سادگی سے بے حد متاثر ہوا کہ واقعی ولی، ولی ہوتا ہے۔مولانا کی ذات گرامی دنیا سے بے رغبتی اور جاہ وحشمت سے بے نیاز تھی۔آپ حق گوئی میں کسی ''لومۃ لائم'' کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

مولانا کی تحریرات وتقریرات کو بندہ نے ''الخیر'' اور ''تجلیات صفدر'' کی صورت میں اچھی طرح پڑھا اور سنا۔تحریر میں تسلسل اور روانگی اور تقریر پُر مغز اور مدلل ہوتی۔اپنی بات اس طرح عام فہم اور سلیس انداز میں سمجھاتے کہ بات دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی۔

مولانا کی وفات پر مجھے جتنا افسوس ہوا کہ مجھے اپنے والد کی وفات پر بھی اتنا افسوس نہیں ہوا۔اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور آپ کی تحریرات وتقریرات کو پوری اُمت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ بنائے۔آمین یارب العالمین!

(مولانا) محمد رفیق۔نائب صدر سپاہ صحابہؓ دوبئی

حضرت اوکاڑوی ؒ کی وفات حسرت آیات سے پیدا ہونے والا خلا خدائے ذوالجلال کی ذات ہی پر فرما سکتی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی ان کے علمی شاہ پاروں سے ماخوذ میں نے پمفلٹوں کا سلسلہ شروع کیا تھا جس سے مرحوم بہت خوش تھے۔ حتیٰ کہ ابتداء میں جب میرے پمفلٹوں کی تعداد گنتی کی تھی، میں لے کر حاضر خدمت ہوا اور یہ ملاقات بھی پہلی ہی تھی تو آپ نے مجھے خوش ہو کر دوصد روپے انعام دیئے۔ یہ آج سے دو سال قبل کا واقعہ ہے، پھر میں نے میزائلوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

پہلے میزائل کے بارے میں حضرت مرحوم کا تبصرہ تھا کہ تیرے سوالات نے ان کو پاگل کر دیا ہے۔ ملک بھر سے جوابات کی فائل تیار ہو چکی ہے حتیٰ کہ ہائی کورٹ میں رٹ کی دھمکیاں تک دی جا چکی ہیں لیکن ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے سکے۔ الحمدللہ علی ذلک

برادم محترم! یہ سارا فیضان مرحوم کا ہے ورنہ ہم گونگے، بہرے اور اندھے تھے۔

مکمل لسٹ آپ کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہے۔ مبلغ ایک ہزار روپے منی آرڈر کی رسید بھی حاضر ہے۔ برائے نوازش اس آئندہ شائع ہونے والا رسالہ میں اشتہار شائع فرمادیں۔ انشاء اللہ اس سے قارئین کو بڑا سہارا ملے گا۔

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گذشتہ دنوں پنڈی سے خط آیا کہ آپ کی اشاعتیں پڑھ کر دل کو تسلی ہوئی ورنہ ہم تو سمجھتے تھے کہ حضرت کی وفات کے بعد اب معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ والسلام!

عبدالباقی غفرلہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ اکیڈمی (چیچہ وطنی)

(۲)

یوں تو سب کو معلوم ہے کہ ہر انسان نے اس دنیا کو چھوڑ جانا ہے اور اصل ابدلاباد کی زندگی صرف آخرت کی ہے، لیکن کامیاب وہ شخص ہے جس نے اس دنیا کی لذتوں کو قربان کیا اور آخرت کو سامنے رکھ کر اپنے مولا کو راضی کر لیا۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور کچھ لوگ تن من دھن کی بازی لگا کر اس کامیابی کو حاصل کرتے ہیں۔ انہی میں ہمارے عظیم رہنما حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی دین متین کی ترویج اور نشر و اشاعت میں صرف کی اور محض اللہ کی رضا کے جذبے سے نقب زنوں سے دین حق کی حفاظت کی۔

ان کی رحلت سے عالم اسلام کو زبردست دھچکا لگا جس کا ادراک ابھی امت مسلمہ کو نہیں۔ مولاناؒ سے قلمی

تعارف اور تعلق تو ۸۷۔۱۹۸۶ء سے ہے جب ''الخیر'' پڑھنا شروع کیا ہی تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا آپ کے مضامین ہمارے لئے تسکین قلب کا باعث بنتے اور آپ غیر مقلدیت کے عفریت کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ہم نے حضرتؒ کو مری آنے کی دعوت دی جو انہوں نے بصد خوشی قبول فرمائی۔ آمد پر تعارف ہوا۔ اس زاہدانہ اور سادہ زندگی نے ہمارے دل پر آپ کی عظمت کے چار چاند لگائے۔

مری حجم کے لحاظ سے چھوٹا سا شہر ہے لیکن بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اس لئے آپ نے بھی اس کو محسوس کرتے ہوئے مری کی تین مساجد کے اندر اجتماعات میں دو دو نشستوں میں بیانات فرمائے اور مختلف موضوعات پر سیر حاصل بحث فرمائی اور عوام و خواص کو اختلافی نکات سمجھائے اور اس کے علاوہ تحصیل بھر کے علماء کو جمع فرمایا اور ان سے علمی باریکیوں کو واضح فرمایا جس سے علماء بہت متاثر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی ان کاوشوں کو قبول فرما کر درجات بلند فرمائے۔ اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آخرت کی تمام منازل آسان فرمائے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو پر فرمائے۔ آمین!

مولانا شاہ میر عباسی صاحب مدظلہم
جامع مسجد صدیق اکبر۔ مری

❁❁❁

(۳)

امین الامت فقیہ العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرے احساسات و خیالات کے اظہار کی کیا حیثیت ہے۔ جن کی شان اقدس میں بڑے بڑے علماء کرام، صلحاء عظام، رطب اللسان ہوں وہاں میری کیا مجال کہ دم ماروں لیکن خریداران یوسف علیہ السلام کی فہرست میں شامل ہونے کے لئے بڑھیا سوت کی اٹی لے کر بازار مصر میں پہنچ گئی تھی۔ بعینہ میں بھی محبان صفدر اور حنفی مقلدین کی فہرست میں سر موجگہ پانے کے لئے بزم صفدر میں نذرانہ عقیدت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میں ایم اے، بی ایڈ ریٹائرڈ S.S.T ہوں۔ ریٹائرمنٹ کے کچھ عرصہ بعد غیر مقلدین ادارے کے حنبلی المسلک مقلد سربراہ ادارہ کی طرف سے شعبہ تحفیظ کا اشتہار شائع ہوا جس میں داخلہ کا اعلان تھا مگر کسی ملازمت وغیرہ کا کوئی اشتہار نہ تھا۔ تاہم میں نے ملازمت کے لئے درخواست دے دی جس پر سربراہ ادارہ نے میرا انٹرویو لیا اور مجھے بطور پرنسپل ملازم رکھ لیا۔ میں اس ملازمت سے بڑا خوش ہوا کہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق قران حکیم کی خدمت بھی ہوگی اور معیشت بھی آسان ہو جائے گی۔

ملازمت سے قبل میں غیر مقلدین کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا تھا۔ ان کی توحید پرستی سے متاثر تھا لیکن

ملازمت کے آغاز ہی میں پتہ چل گیا کہ ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور'' ہیں۔ یہاں پر توحید اور قرآن کے نام پر غیر مقلدیت کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ آپس میں بحث و تمحیص کر کے مسلک اہل حدیث کو حق ثابت کرنا فقہ حنفی میں نقائص اور سقم بیان کرنا غرضیکہ ہر طریقے سے غیر مقلدیت کا دائرہ وسیع کرتے تھے۔

اس دوران مجھے محسوس ہوا کہ غیر مقلدیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھنا میری حماقت اور ان کی تعلیمات سے ناواقفیت کے سبب تھا۔ اب میں پریشان رہنے لگا اور خدائے لم یزل سے دعا کرتا تھا۔ میرے مولا میری مدد فرمایا۔ مقبولیت کی گھڑی میں دعا قبول ہوگئی اور ایک دن اچانک ایک اجنبی میرے دفتر میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ''تجلیات صفدر'' نامی کتاب تھی۔ میں نے وہ کتاب مستعار لے کر بالاستیعاب پڑھی۔ پھر فیصل آباد سے مکمل سیٹ منگوا کر مطالعہ شروع کر دیا۔ عمر کے تقاضے کے سبب مکمل یاد تو نہ کر سکا البتہ ضروری ضروری چیزیں حافظہ میں محفوظ ہو جاتیں۔ اب مجھ میں ایک گونہ اعتماد اور غیر مقلدیت کے مضر اثرات، طریقہ کار اور علمی کتر بیونت کے بارے میں معلومات کا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا۔

پہلے میں غیر مقلدوں کے ساتھ بحث سے احتراز کرتا تھا لیکن مولانا مرحوم و مغفور کے رسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد میں موقع کی تلاش میں ہوتا تھا کہ کب وہ بحث چھیڑتے ہیں۔

الحمدللہ! کئی دفعہ چھیڑ خوانی میں فریق مخالف کو بغلیں جھانکنا پڑیں اور صفدری کارتوس اتنے مؤثر ثابت ہوئے کہ ادارے کے ذمہ دار شخص کو کہنا پڑا کہ ''تو حنفیت کا پرچار کر کے ادارے میں حنفیت پھیلا رہا ہے'' اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے غیر مقلدوں کے ہاں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری آخرت اور معیشت بہتر بنائے۔ القصہ مختصر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدرؒ کی تصانیف کے مطالعہ سے ہوا۔ میں اب تک اپنی بساط بھر اس عنوان پر کافی لٹریچر جمع کر چکا ہوں جس کا سہرا حضرت اقدس محمد امین صفدرؒ کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے اور امت کو ثانی صفدر عطا فرما کر غیر مقلدیت کے منہ زور گھوڑے کو لگام دلانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محترم جناب محمد یامین خان عزیزی (بھکر)
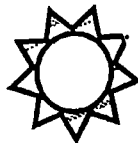
افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مفتی اول دارالعلوم دیوبند

مرتب

مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

شعبہ ترتیب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

حسب ہدایت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مہتمم: دارالعلوم دیوبند

دار الحدیث

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ فون 061-542419

قیمت =/1650 روپے

پاک و ہند میں پہلی بار جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن

درج ذیل کتب مولانا محمد امین صفدرؒ اوکاڑوی (مرحوم) کے مطالعہ میں رہیں۔ وہ ان کتب کا مطالعہ نہایت توجہ سے کرتے اور ہر سوال کا دلائل کے ساتھ جواب دیتے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد امین صفدرؒ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ آپؒ ایک مضبوط چٹان کی مانند تھے جسے اپنی جگہ سے ہٹانا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔

نمبر شمار	نام کتاب	جلد	نمبر شمار	نام کتاب	جلد
۱	تہذیب التہذیب (ابن حجر)	۱۔۱۲	۲	کتاب الجرح والتعدیل	۱۔۹
۳	مجمع بحار الانوار	۱۔۵	۴	ابوالولید الباجی التعدیل والتجریح	۱۔۳
۵	الفتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ	۱۔۴	۶	روضۃ الناظر وجنۃ المناظر	۱۔۳
۷	العلل المتناہیہ فی الاحادیث والواعیہ	۱۔۲	۸	مسند احمد بن حنبلؒ	۱۔۶
۹	خیر الفتاویٰ	۱۔۵	۱۰	احکام القرآن (ظفر احمد عثانی)	۲
۱۱	احکام القرآن (جمیل احمد تھانوی)	جز ثالث	۱۲	اعلام الموقعین	۱۔۴
۱۳	تاریخ بغداد (ابن النجار)	۱۵۔۱۶	۱۴	سیر الاعلام النبلاء	۱۔۱۷
۱۵	الضعفاء الکبیر	۱۔۳۔۴	۱۶	مشکوٰۃ المصابیح	۱۔۳
۱۷	تذکرۃ الحفاظ للذھبی	۱۔۳	۱۸	سنن دارمی	۱۔۲
۱۹	تفسیر البدیع	۱۔۳	۲۰	تفسیر جواہر القرآن	۱۔۳
۲۱	مرعاۃ المفاتیح	۲۔۳۔۷	۲۲	معجم الکامل فی ضعفاء الرجال	۱۔۳ تا ۸
۲۳	الطبقات الکبریٰ	۱۔۸	۲۴	کشف النقاب	۱۔۵
۲۵	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	۱۔۱۰	۲۶	بذل المجہود	۱۔۵
۲۷	اوجز المسالک	۱۔۵	۲۸	الجامع الصغیر وزیاداتہ	۱۔۲

۲۹	تفسیر قرطبی	مکمل	۳۰	سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ والضعیفۃ	۲_۳_۴
۳۱	لسان المیزان	۱_۶	۳۲	عین الہدایہ	۱_۴
۳۳	المبسوط	۱_۵	۳۴	اصول کافی	۱_۲
۳۵	فروع الکافی	۳_۸	۳۶	الاستبصار	۱_۴
۳۷	حیاۃ القلوب	۱_۲	۳۸	معجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی	۱_۷
۳۹	مجلس ذکر	۱۰ حصے	۴۰	تعجیل المنفعۃ للعسقلانی	
۴۱	تذکرۃ الرشید		۴۲	امام الکلام فی ما یتعلق بالقراءۃ خلف الامام	
۴۳	نماز مسنون (سواتی)		۴۴	اغاثۃ اللہفان فی مکاید الشیطان	
۴۵	توضیح الکلام	۱_۲	۴۶	فتاوی رحیمیہ	۳_۴
۴۷	ارواء الغلیل	۲	۴۸	ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات	
۴۹	عمل الیوم واللیلۃ		۵۰	تمییز الطیب من الخبیث بجواب تحفہ حدیث	
۵۱	رحمت کائنات		۵۲	کشف الحقائق	
۵۳	واضح البیان فی تفسیر ام القرآن		۵۴	عُدّۃ الصابرین	
۵۵	ہم آغاخانی مسلمان کیسے؟		۵۶	مذاکرہ مابین تمنا عمادی مجیبی اور ظفر احمد عثمانی	
۵۷	زبدۃ الآثار		۵۸	القول البدیع فی صلوٰۃ علی حبیب الشفیع	
۵۹	الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ		۶۰	تجدید تعلیم وتبلیغ	
۶۱	معرفۃ الرواۃ للذہبی		۶۲	البرکات المکیہ فی الصلوٰۃ النبویہ	
۶۳	آپ بیتی	۱_۷	۶۴	نیل الفرقدین کشمیریؒ	
۶۵	ارشاد الفحول		۶۶	اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب	
۶۷	الردود		۶۸	حالات ومقالات صوفیہ	
۶۹	حالات ومقالات صحابہ		۷۰	اکمال الوفا	
۷۱	کتاب الصلوٰۃ بخاری شریف		۷۲	صحیح مسلم مع فتح الملہم	
۷۳	کمال الایمان فی التداوی بالقرآن		۷۴	القول البلیغ	
۷۵	الوضع فی الحدیث	۱_۳	۷۶	معیار الحق (میاں نذیر)	
۷۷	اتمام البرہان فی رد توضیح البیان		۷۸	مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث	
۷۹	حمیدیہ شرح رشیدیہ		۸۰	الشہاب المبین	

نمبر	نام کتاب	جلد	نمبر	نام کتاب	جلد
۸۱	حنفی حل		۸۲	دفاع حضرت معاویہؓ	
۸۳	حدیث نماز		۸۴	ترجمۃ القرآن ابومنصور	
۸۵	قیمۃ الزمن عند العلماء		۸۶	احیاء العلوم غزالی	پانچواں حصہ
۸۷	الافاضات الیومیہ تھانویؒ	تیسرا حصہ	۸۸	احوال الرجال	
۸۹	مختصر صحیح البخاری (البانی)		۹۰	عشرہ مبشرہ مجلد	
۹۱	اختلاف امت کا المیہ مجلد		۹۲	سبائی فتنہ	
۹۳	عبرت کا ساماں		۹۴	التحقیق فی جواب التقلید	
۹۵	اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت		۹۶	اعلاء السنن	مکمل
۹۷	ایضاح البخاری	۴	۹۸	صلوٰۃ الرسول	
۹۹	تفسیر بہلوی		۱۰۰	التنکیل	
۱۰۱	نقل الاختلاف لقصد الائتلاف		۱۰۲	تاریخ طبری	
۱۰۳	حیات امام ابوحنیفہ مجلد		۱۰۴	تخریج الاحادیث الضعاف	
۱۰۵	معرفۃ علوم الحدیث		۱۰۶	ثعلبہ بن حاطب	
۱۰۷	مسانید امام ابوحنیفہؒ		۱۰۸	اسلامی عقائد شرح عقیدہ طحاویہ	
۱۰۹	تفسیر حقانی	۱ـ۲	۱۱۰	الرسائل فی تحقیق المسائل	
۱۱۱	بحث ونظر		۱۱۲	تحکیم الناظر	
۱۱۳	ترتیب موضوعات الفقہیۃ		۱۱۴	تدقیق الکلام	
۱۱۵	تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ		۱۱۶	الشہاب المبین ـ الشہاب الثاقب	
۱۱۷	الاتقان فی علوم القرآن		۱۱۸	الاسئلہ والاجوبۃ الاصولیہ	
۱۱۹	کتاب اقدس (بہائی مذہب)		۱۲۰	فیض القدیر	
۱۲۱	سنن ابن ماجہ فہرس خورد		۱۲۲	سنن نسائی	
۱۲۳	تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق		۱۲۴	موطاء امام مالک	
۱۲۵	صحیح بخاری اوّل ـ دوم	۲،	۱۲۶	سنن نسائی	
۱۲۷	سنن ابوداؤد		۱۲۸	شرح معانی الآثار اوّل ـ دوم	۲
۱۲۹	جامع ترمذی		۱۳۰	صحیح مسلم اوّل ـ دوم	۲
۱۳۱	سنن ابن ماجہ		۱۳۲	تفسیر جلالین	

۱۳۳	ترجمہ رفیع الدین		۱۳۴	مسند ابوداؤد طیالسی	
۱۳۵	صحیح البخاری	اوّل	۱۳۶	فضائل صدقات	
۱۳۷	مدار الحق		۱۳۸	قتل مرتد	
۱۳۹	کتاب الاستفسار		۱۴۰	فتوحات نعمانیہ	
۱۴۱	مدار الحق		۱۴۲	فقہاء ہند	جلد پنجم
۱۴۳	تحفۃ الکرام		۱۴۴	اصول فقہ	
۱۴۵	نقوش عظمت رفتہ		۱۴۶	المرأۃ المسلمۃ	
۱۴۷	زاد المتقین		۱۴۸	مستدلات ابی حنیفہ	
۱۴۹	دلیل آیات القرآن الکریم		۱۵۰	کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ	
۱۵۱	غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ		۱۵۲	حنفیت اور مرزائیت	
۱۵۳	صحیح العقائد حاشیہ شرح عقائد		۱۵۴	ہدیۃ المسلمین زئی	
۱۵۵	استحکام پاکستان (ڈاکٹر اسرار)		۱۵۶	توضیح تلویح	
۱۵۷	المسامیر الناریہ	۱	۱۵۸	السہل المسہل	
۱۵۹	تفہیم القرآن	۲	۱۶۰	مفتاح البخاری	
۱۶۱	کشف الباری		۱۶۲	جمع المسائل	
۱۶۳	صلوٰۃ الرسول		۱۶۴	مشکلات القرآن (انور شاہ کشمیریؒ)	
۱۶۵	الفہرس الموضوع		۱۶۶	تقریب التہذیب	۱۔۳
۱۶۷	کتاب المعجم	۱۔۲۔۳	۱۶۸	تحقیق الغایۃ	
۱۶۹	قصص الاکابر		۱۷۰	ازالۃ الریب	
۱۷۱	جاء الحق		۱۷۲	کتاب مقدس	
۱۷۳	دار قطنی	۱۔۴	۱۷۴	کتاب الآثار	
۱۷۵	الرسالۃ المستطرفۃ		۱۷۶	اشرف الجواب	
۱۷۷	نوادرات ام الکتاب		۱۷۸	اوجز السیر لخیر البشر	
۱۷۹	کتاب السیر للشیبانی		۱۸۰	آثار السنن	
۱۸۱	تفسیر در منثور	۲۔۳	۱۸۲	خطبات حکیم الاسلام	۷جلد

۱۸۳	تعویذ کی کمائی حرام، تحفہ نماز مغرب فقہ وحدیث، سیرت کانفرنس	مجلد		مستدلات فقہ حنفیہ	
۱۸۴	معالم العرفان (سواتی)		۱۸۵	فتاویٰ ثنائیہ	۱-۲
۱۸۶	فتح الباری	۱-۲	۱۸۷	دمغ الباطل	
۱۸۸	کتاب التحقیق		۱۸۹	بلوغ المرام	
۱۹۰	فتح الباری	مقدمہ	۱۹۱	سنن ابوداؤد	۱
۱۹۲	ضعیف سنن نسائی		۱۹۳	تحفۃ الاخیار باحیاء سید الابرار	
۱۹۴	تسہیل المواعظ		۱۹۵	حلیۃ الاولیاء	۱-۲
۱۹۶	زب زبابات الدراسات		۱۹۷	الکفایہ	
۱۹۸	تحفۃ العلماء		۱۹۹	الموضعۃ الحسینیہ	
۲۰۰	معارف السنن	۳	۲۰۱	سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	
۲۰۲	مجموعہ رسائل (مہدی حسن)		۲۰۳	سوانح غلام اللہ خان	
۲۰۴	سیرت مصطفیٰ		۲۰۵	مجالس مفتی اعظم	
۲۰۶	مقدمہ بذل المجہود		۲۰۷	الاسلام	
۲۰۸	الصواعق المحرقۃ		۲۰۹	خلفائے راشدین	
۲۱۰	نیل الفرقدین		۲۱۱	مذاق العارفین	
۲۱۲	شذرات الذہب		۲۱۳	امام ابن ماجہ اور علم حدیث	
۲۱۴	ضمیمہ جات مقبول ترجمہ وحواشی		۲۱۵	جلاء العیون	۱-۲
۲۱۶	تحفہ امامیہ		۲۱۷	اہل حدیث کے امتیازی مسائل	
۲۱۸	ندائے حق	۲عدد	۲۱۹	الخیرات الحسان (عربی)	
۲۲۰	الظفر المبین		۲۲۱	مفتاح الکنوز السنۃ	
۲۲۲	جنت کے نظارے		۲۲۳	شان اعمال	
۲۲۴	نماز کے چند مسائل		۲۲۵	الاسناد من الدین	
۲۲۶	تفہیم اسلام		۲۲۷	تعارف فقہ	
۲۲۸	قادیانیت کا سیاسی تجزیہ		۲۲۹	حجۃ اللہ البالغہ	
۲۳۰	خاتمۃ الکلام		۲۳۱	مراۃ الآیات	

۲۳۲	الوضع فی الحدیث		۲۳۳	انفاس العارفین	
۲۳۴	تذکرۃ الخلیل		۲۳۵	فقہ السنۃ	
۲۳۶	یادگار خطوط		۲۳۷	مکتوبات تصوف	
۲۳۸	تقریر ترمذی حضرت مدنیؒ		۲۳۹	تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ	
۲۴۰	فتاوٰی علمائے اہل حدیث		۲۴۱	ایثار الانصاف فی آثار الخلاف	
۲۴۲	الدولۃ العثمانیہ		۲۴۳	روح المعانی	مکمل
۲۴۴	اعلاء السنن (جزء ثانی)		۲۴۵	براہین احمدیہ	
۲۴۶	شہادت القرآن انوار اسلام ضیاء الحق نور القرآن، ست بچن، آریہ دھرم حقیقت الوحی	مجلد	۲۴۷	تعلیم الاسلام، انجام آتھم سراج منیر، استفتاء حجۃ اللہ	مجلد
۲۴۸	اربعین، جہاد، تحفہ قیصریہ، سر الخلافہ، الحق لدھیانہ، الحق دہلی، آسمانی فیصلہ نشان آسمانی	مجلد	۲۴۹	بشارات آسمانیہ	۱
۲۵۰	توضیح مرام، ضرورت الامام، ایک غلطی کا ازالہ، کشتی نوح، نجم الہدی، بشارات ربانیہ، مسیح موعود اور ختم نبوت، مرزائیت ایک نظر میں	مجلد	۲۵۱	سیرت المہدی	مکمل
۲۵۲	جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ		۲۵۳	میری قبول احمدیت کی داستان	
۲۵۴	مسئلہ جنازہ کی حقیقت		۲۵۵	ہم کون ہیں؟	
۲۵۶	شمائل احمد		۲۵۷	اسلامی اصول کی فلاسفی	
۲۵۸	درثمین (کامل)		۲۵۹	میزان الحق	
۲۶۰	بائبل		۲۶۱	کلام مقدس	
۲۶۲	حقیقۃ الفقہ	۳ نسخے	۲۶۳	انوار مصابیح بجواب رکعات تراویح	
۲۶۴	فیصلہ مکہ		۲۶۵	ماہنامہ تذکرہ کراچی (قلمی نسخہ)	
۲۶۶	رمضان المبارک کے فضائل و برکات		۲۶۷	راہ ہدایت مع رسائل	
۲۶۸	الظفر المبین فی مسئلۃ التامین		۲۶۹	التاریخ الصغیر	
۲۷۰	فواتح الرحموت		۲۷۱	الفقیہ والمتفقہ	

نمبر	نام کتاب	کیفیت	نمبر	نام کتاب	کیفیت
۲۷۲	الرفع التکمیل فی الجرح والتعدیل		۲۷۳	الجرح والتعدیل	
۲۷۴	المدخل فی اصول الحدیث		۲۷۵	احسن الخبر فی مبادی علم الاثر	
۲۷۶	مجموعۃ الفتاویٰ		۲۷۷	اثبات رفع الدین	
۲۷۸	الرد المحکم المنیع		۲۷۹	مفاہیم یجب ان تصحح	
۲۸۰	ثبوت حاضر ہیں		۲۸۱	سب سے پہلی فتویٰ تکفیر	
۲۸۲	تحریک ختم نبوت		۲۸۳	صراط الرسول	
۲۸۴	حدیث خیر وشر		۲۸۵	مذہبی فرقہ پرستی	
۲۸۶	شمع محمدی		۲۸۷	تعلیم الدین	
۲۸۸	کوئی دھرم کے انمول موتی		۲۸۹	تقلید شخصی سلفی	
۲۹۰	رفع یدین		۲۹۱	عروج ملت اسلامیہ کا فیصلہ کن مرحلہ	
۲۹۲	دیوبندیت		۲۹۳	اسباب اختلاف الفقہاء	
۲۹۴	استیصال التقلید		۲۹۵	الاعلام	
۲۹۶	تحقیق احوال ابی حنیفۃ واصحابہ		۲۹۷	خطبات ختم نبوت	
۲۹۸	تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء		۲۹۹	انکشافات	
۳۰۰	وحدت امت		۳۰۱	راہ ہدایت	
۳۰۲	حکم الذکر بالجہر		۳۰۳	باب جنت بجواب راہ جنت	
۳۰۴	دل کا سرور		۳۰۵	رسائل اہل حدیث	
۳۰۶	جنتی گروہ		۳۰۷	دلائل جانبین فی تحقیق رفع یدین	۲ نسخے
۳۰۸	الدیوبندیہ		۳۰۹	حنفیت جو تعارف حنفین کی زبانی	
۳۱۰	مسنون دعا کا نسخہ (التبیان) زینۃ الصلوٰۃ	مجلد	۳۱۱	جزء رفع الیدین	۳ نسخے
۳۱۲	رسائل اہلحدیث	۱-۲	۳۱۳	اصلی اہل سنت والجماعت	
۳۱۴	سیف محمدی		۳۱۵	تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ	
۳۱۶	سبیل الرسول	۲ نسخے	۳۱۷	سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز برباد	
۳۱۸	تحفہ قادیانیت		۳۱۹	مسئلہ رفع ونزول مسیح	
۳۲۰	علوم الحدیث		۳۲۱	احادیث ہدایہ	

۳۲۲	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟		۳۲۳	تحریک جماعت اسلامی
۳۲۴	مسلک اہل حدیث		۳۲۵	شریعت وطریقت
۳۲۶	درالصحابہ فی مناقب القرابہ والصحابہ		۳۲۷	حقانیت مسلک اہل حدیث
۳۲۸	رسائل بہاولپوری	۲ نسخے	۳۲۹	خطبات بہاولپوری
۳۳۰	اللمحات		۳۳۱	اسلام یا مسلک پرستی
۳۳۲	جزء القراءۃ		۳۳۳	علمائے احناف اور تحریک مجاہدین
۳۳۴	الہدیۃ السنیۃ		۳۳۵	احباب دیوبند کی کرم فرمائیاں اہلحدیث پر
۳۳۶	تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ		۳۳۷	مدنی دعوت وتبلیغ کا نقشہ
۳۳۸	سفر آخرت		۳۳۹	فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر
۳۴۰	مسائل الجاہلیۃ		۳۴۱	کتاب وسنت کے مطابق نماز
۳۴۲	مختصر محمدی نماز		۳۴۳	خاتم النبیین
۳۴۴	تقلید کیا ہے؟		۳۴۵	فقہ احمدیہ حنفیہ
۳۴۶	کافر کون؟		۳۴۷	التحقیق الراسخ
۳۴۸	رفع الیدین کا ثبوت		۳۴۹	نور العینین
۳۵۰	طریق محمدی		۳۵۱	محدث روپڑی
۳۵۲	الکلمۃ الکافیہ		۳۵۳	درس توحید
۳۵۴	فتویٰ آمین بالجہر		۳۵۵	روح الصلوٰۃ
۳۵۶	درایت محمدی		۳۵۷	آمین بالجہر
۳۵۸	صلوٰۃ الرسول		۳۵۹	دلائل محمدی
۳۶۰	مشکوۃ محمدی		۳۶۱	احسن الفتاویٰ
۳۶۲	دعاء مقبول		۳۶۳	اطیب النغم
۳۶۴	انٹرویوز		۳۶۵	واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر
۳۶۶	مسائل بہشتی زیور		۳۶۷	دعوت قرآن اور یہ فرقہ پرستی
۳۶۸	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ		۳۶۹	ایک مجلس میں تین طلاق
۳۷۰	الجسر البلیغ فی حیاۃ التبلیغ		۳۷۱	بشریت رسول ﷺ
۳۷۲	بریلوی فتویٰ		۳۷۳	تمہید وتحقیق مسئلہ اعلان بالصلوٰۃ والسلام

۳۷۴	فاتحہ کا صحیح طریقہ		۳۷۵	مجالس صوفیہ	
۳۷۶	دیوبند سے بریلی تک		۳۷۷	حفظ الایمان	
۳۷۸	المسند الحمیدی للامام الحافظ ابی بکر عبداللہ بن زبیر	۲	۳۷۹	مسند ابن ابی شیبہ	۱_۲
۳۸۰	مفہوم القرآن	۱_۲_۳	۳۸۱	آئینہ پرویزیت	
۳۸۲	تفسیر سورۃ فاتحہ		۳۸۳	قصص الانبیاء	۸
۳۸۴	الفاروق	مکمل	۳۸۵	خارجی فتنہ	۱
۳۸۶	فیض الغفور	۱	۳۸۷	رجم اصل حد ہے یا تعزیر؟	
۳۸۸	السیف الثقیل علی ابن فیلاق الذلیل		۳۸۹	انکار حدیث کے نتائج	
۳۹۰	زلزلہ در زلزلہ		۳۹۱	بستان الصالحین	
۳۹۲	فوائد فریدیہ کا اردو ترجمہ فیوضات فریدیہ		۳۹۳	تلبیس ابلیس	
۳۹۴	حیات صوفیہ		۳۹۵	ظفر المحصلین باحوال المصنفین	
۳۹۶	مواہب رحمانی		۳۹۷	اعجاز القرآن واختلافات قرأت	
۲۹۸	مقام حدیث		۳۹۹	قصص الاولیاء	
۴۰۰	خوابوں میں دیدار رسول ﷺ کی حقیقت		۴۰۱	تصویر کا دوسرا رخ	
۴۰۲	شریعت وطریقت		۴۰۳	راحت القلوب	
۴۰۴	سیرت منصور حلاج		۴۰۵	الحاوی للفتاوی	۱_۲
۵۰۶	انکشافات		۴۰۷	ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار ونظریات	
۴۰۸	مودودی صاحب علماء اہل حدیث کی نظر میں		۴۰۹	تصوف وسلوک	
۴۱۰	کشف المحجوب		۴۱۱	تاریخ بائبل پر ایک نظر	
۴۱۲	اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب		۴۱۳	فن تخریج	
۴۱۴	الرسالۃ الحمیدیہ		۴۱۵	کشف الحقیقۃ عن مسائل المعرفۃ والطریقۃ	
۴۱۶	تحقیق العجیب فی ظل الحبیب		۴۱۷	سیرت محمدی دعاؤں کے آئینہ میں	
۴۱۸	فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین		۴۱۹	نزھۃ الخواطر	

نمبر	نام کتاب	تعداد	نمبر	نام کتاب	تعداد
۴۲۰	الفوائد البهیه		۴۲۱	الفصول فی الاصول	
۴۲۲	قیام اللیل وقیام رمضان		۴۲۳	دراسات اللبیب	
۴۲۴	تحفۃ الکرام		۴۲۵	غیر مقلدین کی فقہ کے دوسومسائل کا جواب	
۴۲۶	السنۃ		۴۲۷	حدیث خواب کا مصداق کون؟	
۴۲۸	اسباب زوال امت		۴۲۹	زاد الصابرین	
۴۳۰	المبشرات		۴۳۱	مقام نبوت کی عجمی تعبیر	
۴۳۲	جامع المجددین		۴۳۳	تحقیق لاثانی	
۴۳۴	تقاریر ترمذی وابوداؤد		۴۳۵	معارف سورۃ یوسف	
۴۳۶	داستان حنفیہ		۴۳۷	مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت	
۴۳۸	نظرۃ عابرۃ		۴۳۹	موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیہ	
۴۴۰	شب برأت کی فضیلت		۴۴۱	کشف الحقائق	۱
۴۴۲	زاد مجاہد		۴۴۳	آپ کے مسائل اوران کا حل	مکمل
۴۴۴	مکتوبات مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ		۴۴۵	خس کم جہاں پاک	
۴۴۶	الفرقۃ الجدیدہ		۴۴۷	امام احمد بن حنبلؒ	
۴۴۸	الحطہ فی ذکر صحاح ستہ		۴۴۹	ارکاء المنن	
۴۵۰	گلدستہ توحید		۴۵۱	ضرب الہند	
۴۵۲	پاکستان میں مسیحیت		۴۵۳	اعلام النبیل	
۴۵۴	قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت		۴۵۵	اعلاء السنن	
۴۵۶	القرأۃ خلف الامام		۴۵۷	تحفہ قادیانیت	
۴۵۸	الحق الصریح فی حیات المسیح		۴۵۹	رئیس قادیان	
۴۶۰	احتساب قادیانیت	۲	۴۶۱	احتساب قادیانیت مجموعہ ۱۴ رسائل	
۴۶۲	پاک ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ		۴۶۳	ہدیۃ المہدیث	
۴۶۴	عقیدہ طحاوی فقہ اکبر (مجلد)		۴۶۵	حفظ الرحمٰن لمذہب نعمان	
۴۶۶	اجتہاد وتقلید		۴۶۷	تالیف الخطیب (زاہد الکوثریؒ)	

نمبر	نام کتاب	کیفیت	نمبر	نام کتاب	کیفیت
۴۶۸	حضرت امام اعظم پر اعتراضات کے جوابات		۴۶۹	غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ	
۴۷۰	تجس الرسول پر ایک نظر		۴۷۱	تذکرۃ الموتی والقبور	
۴۷۲	الجواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان		۴۷۳	تقلید جائز اور ناجائز	
۴۷۴	الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیہ		۴۷۵	الترهیب بنقد تانیب	
۴۷۶	احسن الکلام		۴۷۷	تاریخ روہیل کھنڈ	
۴۷۸	سوانح نور حسین گھرجاکھی		۴۷۹	اثبات رفع الیدین، اصلی اہلسنت، قرۃ العینین، آمین بالجہر، صلوٰۃ النبی، اصلی حنفی نماز، فرضیت سورۃ فاتحہ، خطبہ امارت وغیرہ	مجلد
۴۸۰	جامع الصلوات		۴۸۱	شان اصحاب رسول	
۴۸۲	حکایات اولیاء		۴۸۳	خارجی فتنہ	۳_۲
۴۸۴	دستور المتقی فی احکام النبی		۴۸۵	نوید جاوید	
۴۸۶	نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر		۴۸۷	شرح عقود رسم المفتی	
۴۸۸	رشیدیہ		۴۸۹	ریاض الصالحین	
۴۹۰	موطا امام مالکؒ (نسخہ امام محمد)		۴۹۱	کتاب الحجۃ	
۴۹۲	مصباح الانام وجلاء الظلام		۴۹۳	وجہ جدید للسلفیہ	
۴۹۴	آفتاب ہدایت رد بدعت		۴۹۵	بائبل سے قرآن تک	
۴۹۶	آخری نبی اور تورات موسوی		۴۹۷	بائبل (کتاب مقدس)	
۴۹۸	حق چار یار جنتی		۴۹۹	بشارت الدارین	
۵۰۰	حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق		۵۰۱	احصاب محمد کا مدبرانہ دفاع	
۵۰۲	بائبل (انگلش)		۵۰۳	جلاء الاذہان	
۵۰۴	اعجاز عیسوی		۵۰۵	کتاب المقدس (عربی)	
۵۰۶	پاکستان میں مسیحیت		۵۰۷	مناظرہ بین الاسلام والنصرانیہ	
۵۰۸	تحریف بائبل بزبان بائبل		۵۰۹	کلید الکتاب	
۵۱۰	قاموس الکتاب		۵۱۱	مصباح المقررین	
۵۱۲	تاریخی مضامین		۵۱۳	میزان الاعتدال	۱_۲_۳_۴
۵۱۴	تذکرۃ الحفاظ	دو نسخے	۵۱۵	منہاج المسلمین	۲

نمبر	کتاب	جلد	نمبر	کتاب	جلد
۵۱۶	تفہیم الاسلام		۵۱۷	الشقیقان المودودی والخمینی	
۵۱۸	جامع بیان العلم وفضلہ		۵۱۹	انوار الباری شرح صحیح البخاری	
۵۲۰	مسند ابو یعلی موسوی		۵۲۱	فواتح الرحموت	
۵۲۲	صلوٰۃ المسلمین		۵۲۳	تحقیق مزید	
۵۲۴	جماعت المسلمین اپنی دعوت اور تحریک کے آئینہ میں		۵۲۵	تحقیق صلوٰۃ بجواب نماز مدلل	
۵۲۶	رسائل جماعت المسلمین	مجلد	۵۲۷	مقیاس نور (محمد عمر اچھروی)	
۵۲۸	میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی		۵۲۹	مقیاس حنفیت (عمر اچھروی)	
۵۳۰	فیضان سنت		۵۳۱	مصنف ابن ابی شیبہ	۱۔۸
۵۳۲	فتاویٰ رضویہ	۱۔۱۰	۵۳۳	اسمٰعیلیہ	
۵۳۴	تقویۃ الایمان		۵۳۵	میزان الحق	
۵۳۶	الکوکب الشہابیۃ فی افراط ابی الوھابیہ حسام الحرمین علی منہر الکفر والمین وصایا شریف	مجلد	۵۳۷	مطالعہ بریلویت	۲
۵۳۸	مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت	۲۔۳۔۴	۵۳۹	الشہاب الثاقب	
۵۴۰	کلیات امدادیہ		۵۴۱	بے من توفیق خالق زمین وزمان	
۵۴۲	الجزء الاول من آثار السنن		۵۴۳	براہین قاطعہ موضوعات الکبیر	
۵۴۴	بدعات عرب کا شرعی پوسٹ مارٹم		۵۴۵	نزھۃ المجالس الموسوم بخیر المجالس	
۵۴۶	الجنۃ لاھل السنۃ		۵۴۷	البراہین القاطعہ	
۵۴۸	بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم		۵۴۹	آثار السنن	جز واول
۵۵۰	تنویر الحق		۵۵۱	کلیات امدادیہ	
۵۵۲	الشہاب الثاقب		۵۵۳	مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت	۲۔۳۔۴
۵۵۴	بدعت اور اہل بدعت اسلام کی نظر میں		۵۵۵	اقامۃ البینات لامحاء البدعات	
۵۵۶	ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی		۵۵۷	تفوالاثر فی صفوعلوم الاثر (فوٹوسٹیٹ)	
۵۵۸	تحفہ اثنا عشریہ (اردو)		۵۵۹	تحریک شیخ الہند	
۵۶۰	نزل الابرار من فقہ النبی المختار		۵۶۱	لطائف علمیہ اردو ترجمہ کتاب الاذکیاء	
۵۶۲	القول الفصل		۵۶۳	تفسیر مظہری	مکمل

نمبر	کتاب	جلد	نمبر	کتاب	کیفیت
۵۶۴	کتاب الصلوٰۃ		۵۶۵	الفقہ	
۵۶۶	بہشتی زیور مکمل ومدلل		۵۶۷	مآثر صدیقی (مکمل چار حصے)	
۵۶۸	احکام اسلام عقل کی نظر میں		۵۶۹	تیسیر مصطلح الحدیث	
۵۷۰	عقائد علمائے اہل سنت دیوبند		۵۷۱	فتق الرتق	
۵۷۱	دعا عبادت ہے		۵۷۲	تیسیر الباری	
۵۷۳	اصلاح ایمان		۵۷۴	مشکوٰۃ المصابیح	
۵۷۵	ریاض الصالحین	۲	۵۷۶	مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ	
۵۷۷	خطبات ماثورہ		۵۷۸	اشرف التوضیح	
۵۷۹	عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ		۵۸۰	سیرۃ ثنائی	
۵۸۲	المستدرک للحاکم	۱_۴	۵۸۳	الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء	
۵۸۴	فتح القدیر	۱_۹	۵۸۵	اہل حدیث واہل سنت	
۵۸۶	گڈ نیوز بائبل		۵۸۷	فضائل حفظ القرآن	
۵۸۸	ماہ فضل وکمال		۵۸۹	الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار	
۵۹۰	انوار صوفیہ		۵۹۱	انوار المصابیح لمن یطالع المشکوٰۃ المصابیح	
۵۹۲	حیات طیبہ شاہ اسماعیل شہیدؒ		۵۹۳	انوار الرشید	
۵۹۴	شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم		۵۹۵	عقیدہ اہل حدیث	
۵۹۶	رسائل رضویہ	۲	۵۹۷	فتح المبین فی کشفت مکائد غیر مقلدین	
۵۹۸	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر		۵۹۹	حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ	
۶۰۰	السیف الشہیر علی من ترک لمذہب للدراہم والدنانیر		۶۰۱	شمائم امدادیہ	
۶۰۲	احسن التحقیقات فی شان المتشابہات		۶۰۳	مقدمہ ریاض القرآن اصول القرآن	
۶۰۴	اسلام میں نزول مسیح کا تصور		۶۰۵	امت مسلمہ کے جدید ہاروت وماروت	
۶۰۶	مقام نبوت کی عجمی تعبیر		۶۰۷	تفہیم نبوت میں وحدت الوجود کے قدیم اثرات	
۶۰۸	غیر مقلدین کا معذرت نامہ مع اعتراف جرم		۶۰۹	المنہاج الواضح یعنی راہ سنت	
۶۱۰	ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن		۶۱۱	تاریخ حدیث	
۶۱۲	سنت کی آئینی حیثیت		۶۱۳	عبارات اکابر	حصہ اول
۶۱۴	شمع محمدی		۶۱۵	قادیانی شبہات کے جوابات	۱

۶۱۶	ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول		۶۱۷	آداب حاملین قرآن	
۶۱۸	دفاع امام اعظم ابوحنیفہؒ		۶۱۹	شیعیت کا اصلی روپ	
۶۲۰	اساس المنطق شرح تیسیر المنطق	حصہ دوم	۶۲۱	قدسی تنورات شرح اردو قطبی تصورات	
۶۲۲	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	۱۔۶	۶۲۳	تفسیر ستاری	جلد اول
۶۲۴	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف		۶۲۵	حنفی تفسیر الجلالین (عبیدی تفسیر و ترجمہ)	
۶۲۶	تفسیر تبیان الفرقان	۱۔۲	۶۲۷	نقوش و تاثرات حکیم الامت	
۶۲۷	فوائد مکیہ مع فوائد مرضیہ		۶۲۹	الخیر (رسائل)	
۶۳۰	رسالۃ الفۃ بین المسلمین		۶۳۱	بین الاقوامی علوم حدیث رسول ﷺ خط و کتابت کورس	
۶۳۲	خطبات بہاولپوری		۶۳۳	رہبر نماز	
۶۳۴	قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کے سوال		۶۳۵	طورخم سے کوہ کاف تک دروس کے تعاقب میں	
۶۳۶	عروج ملت اسلامیہ کا فیصلہ کن مرحلہ		۶۳۷	النبی الخاتم	
۶۳۷	مجموعہ اخبار محمدی (رسالہ)	مجلد	۶۳۹	تراجم علمائے اہل حدیث ہند	
۶۴۰	مذاہب عالم کی آسمانی کتاب		۶۴۱	مقلدین ائمہ کی عدالت میں	
۶۴۲	آثار التشریع		۶۴۳	عصر حاضر کے لئے مشعل ہدایت	
۶۴۴	مجموعہ رسائل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ		۶۴۵	عقائد علمائے اہل سنت دیوبند	
۶۴۶	اختلاف امت اور صراط مستقیم	۱۔۲	۶۴۷	صراط مستقیم اور اختلاف امت (جواب)	
۶۴۸	باب الفیض		۶۴۹	ایک مجلس کی تین طلاقیں	
۶۵۰	احسن التنقیح برکعات التراویح		۶۵۱	تفسیر الخازن	۱۔۴
۶۵۲	تفسیر ابن کثیر	۱۔۴	۶۵۳	الفتاویٰ ہندیہ	۱۔۵
۶۵۴	الفصل فی الملل والنحل	۱۔۵	۶۵۵	فتاویٰ رحیمیہ	۲ جلد
۶۵۶	تکملۂ حاشیہ ابن عابدین	۱۔۲	۶۵۷	درمختار	۱۔۴
۶۵۸	تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین	۱۔۲	۶۵۹	فتاویٰ محمودیہ	مکمل
۶۶۰	کتاب الاصل المبسوط	۱۔۵	۶۶۱	خلفاء راشدین	
۶۶۲	المرتضیٰ		۶۶۳	شرح خطبہ رحمۃ للعالمین	
۶۶۴	مطالعہ بریلویت		۶۶۵	نزل الابرار	

۶۶۶	رسائل اہل حدیث	دوم	۶۶۷	امام اعظم ابوحنیفہؒ	
۶۶۸	التہذیب	۱۔۱۰	۶۶۹	فتاویٰ عالمگیری	۱۔۱۰
۶۷۰	طحاوی شریف	۱۔۴	۶۷۱	مروج الذہب	۱۔۴
۶۷۲	فقہ السنۃ	۱۔۲۔۳	۶۷۳	رسائل اہل حدیث	اول
۶۷۴	فتاویٰ عثمانیہ	اول	۶۷۵	مقام ابی حنیفہ	
۶۷۶	سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری		۶۷۷	رسائل اہل حدیث	اول
۶۷۸	التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ		۶۷۹	اسلام کی تیرہویں کتاب	
۶۸۰	خزینہ معرفت		۶۸۱	محاسن موضح قرآن	
۶۸۲	حیات یزید		۶۸۳	اسلام کا نظام محاصل	
۶۸۴	علماء ہند کا شاندار ماضی		۶۸۵	الدراسیات (الجزء الاول)	
۶۸۶	خدام الدین	۱۔۲	۶۸۷	شرح النقایہ محمود الروایہ	
۶۸۸	مکمل بیان القرآن	دوم	۶۸۹	فتاویٰ قاضی خان	
۶۹۰	المستدرک علی الصحیحین		۶۹۱	کاپی اظہار اسرار المحدثین	
۶۹۲	کاپی "النکت الطریفۃ"		۶۹۳	مکمل بیان القرآن	
۶۹۴	رسائل عثمانی کیپٹن		۶۹۵	بائبل	
۶۹۶	فوائد فریدیہ		۶۹۷	ظہیر المطلوب	
۶۹۸	کشف المحجوب		۶۹۹	فتاویٰ ستاریہ	
۷۰۰	حجۃ اللہ البالغہ		۷۰۱	مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین	۲۔۳۔۴
۷۰۲	تحفہ دستگیر ترجمہ اردو غنیۃ الطالبینؒ		۷۰۳	رپورٹ تحقیقاتی عدالت	
۷۰۴	مجموعہ منطق		۷۰۵	مذہب شیعہ	
۷۰۶	رسائل چاند پوری		۷۰۷	سیرت جنید	
۷۰۸	الحیات بعد الممات		۷۰۹	مناظرہ جھنگ	
۷۱۰	مسلک احناف اور عبدالحی لکھنوی		۷۱۱	صلوٰۃ الرسول	
۷۱۲	سنن الدارمی	مکمل	۷۱۳	فتاویٰ علمائے حدیث	۵۔۷۔۹
۷۱۴	فتاویٰ ستاریہ	مکمل	۷۱۵	تعلیم القرآن	
۷۱۶	تحفہ علوم مصدقہ		۷۱۷	شرح فقہ اکبر	

۴۱۸	فقہ اسلامی		۴۱۹	امعان النظر	
۴۲۰	الفقہ علی المذاہب الاربعہ		۴۲۱	تاریخ بغداد	
۴۲۲	معالم العرفان		۴۲۳	فقہ اکبر	
۴۲۴	خزینہ معارف		۴۲۵	ہدیہ مجیدیہ تحفہ اثناعشریہ	
۴۲۶	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق		۴۲۷	ترجمان السنہ (دوم) انجیل متی کی تفسیر	
۴۲۸	اسلام کی چودھویں کتاب		۴۲۹	التفسیرات العبیدیہ	
۴۳۰	جنگ آزادی		۴۳۱	مواعظ درد محبت	
۴۳۲	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل		۴۳۳	اسلام میں سنت وحدیث کا مقام	
۴۳۴	کتاب التوحید		۴۳۵	مقامع الحدید علی الکذاب العنید	
۴۳۶	بہجۃ النظر شرح نخبۃ الفکر		۴۳۷	تیسیر مصطلح الحدیث	
۴۳۸	آپ بیتی جگ بیتی		۴۳۹	ثلاث رسائل فی استحباب الدعا	
۴۴۰	ھدیۃ المھدیین ـ المتنبی القادیانی		۴۴۱	خونۃ الاسلام ـ النصال الشغوبیہ	
۴۴۲	الجماعۃ التبلیغیہ		۴۴۳	اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم	
۴۴۴	کنز الدقائق		۴۴۵	شرح وقایہ مع حاشیہ چلپی	
۴۴۶	خدام الدین (جلد شدہ)		۴۴۷	غلبۃ الحق	
۴۴۸	مجموعہ قوانین اسلام	اول	۴۴۹	رشیدیہ رسائل	
۴۵۰	فتاویٰ علمائے حدیث		۴۵۱	المنطق	
۴۵۲	نقش حیات حضرت مدنیؒ		۴۵۳	ارمغان شاہ ولی اللہ	

نوٹ

- اس فہرست میں کچھ کتب مکرر رہیں۔ یہ مختلف اداروں کی ہیں، اس لئے الگ الگ درج کی گئی ہیں۔
- بعض مختلف کتب کو جمع کر کے ایک ہی جلد کروادی گئی ہے، جس کی وجہ سے اُسے ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔
- ابھی کافی کتب کا اندراج نہیں ہوسکا، چونکہ وہ مختلف علمائے کرام کے پاس ہیں جو مطالعہ کے لئے لے گئے تھے اور تاحال یہ کتب واپس نہیں ہوئیں۔

التقرير الحاوي
لحل مشكلات
التفسير للقاضي البيضاوي
مصنف: عبد الله القاضي البيضاوي رحمة الله عليه
شارح: حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمة الله عليه
صدر المدرسين في دار العلوم ديوبند
مرتب: حضرت مولانا شکیل احمد مدظلہ صدر مدرس
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مدظلہ سہارنپوری
مکتبہ شرکت علمیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 547309-544913

FAROOQ COMPUTER ARTS

میرے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ مرحوم ۴ اپریل ۱۹۳۴ء بروز بدھ بمطابق ۱۸ ذوالحج ۱۳۵۲ھ گنگانگر ریاست بیکانیر میں پیدا ہوئے، کیونکہ والد ماجد ان دنوں ہمارے دادا جان مرحوم کے حکم سے بیکانیر والی زمین کی اصلاح و پرداخت کے لئے وہاں قیام پذیر تھے۔

☆ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد (بعد ہجرت) چک R-1/4 اوکاڑہ میں والد صاحب قیام پذیر ہوئے اور یہاں پر چوہدری شاہ دین نمبردار مرحوم کی زمین پر باغ لگایا۔

☆ ۱۹۴۸ء میں برادر بزرگ ایم بی ہائی سکول اوکاڑہ میں آٹھویں جماعت میں داخل ہوئے۔ اسی سال بھائی صاحب نے ترجمہ قرآن پاک حافظ محمد رمضان صاحب غیر مقلد سے پڑھنا شروع کیا اور آپ میں غیر مقلدیت کے جراثیم سرایت کرنے لگے۔

☆ ۱۹۴۹ء میں والد صاحب نے چک نمبر R-1/4 کی رہائش ترک کردی ور چک L-55/2 میں اقامت گزیں ہوگئے تاکہ برادر بزرگ مولانا محمد امین صفدرؒ غیر مقلدین سے دور رہیں اور راہ ہدایت پر واپس لوٹ آئیں۔ اس گاؤں میں رہ کر والد صاحب نے چوہدری غلام قادر (قادیانی) کا باغ لگایا اور تقریباً سترہ سال قادیانی کی ملازمت بڑی خودداری اور غیرت اسلامی کے ساتھ کی۔

☆ اپریل ۱۹۵۰ء میں بھائی صاحب نے ایم بی ہائی سکول اوکاڑہ سے ریگولر طالب علم کی حیثیت سے میٹرک کا امتحان دیا۔ آپ کا رول نمبر 17386 تھا۔ یہ امتحان آپ نے اچھے نمبر لے کر درجہ دوم میں پاس کیا۔

☆ ۱۹۵۰ء میں امتحان سے فارغ ہوکر آپ باضابطہ طور پر غیر مقلدین کے مدرسہ دارالحدیث میں درس نظامی کے طالب علم بن گئے اور احادیث کی کچھ کتابیں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے پڑھنا شروع کر دیں اور غیر مقلدین کی جانب سے مناظر بن کر احناف کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

☆ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ اس میں بعض غیر مقلد علماء کا منافقانہ کردار دیکھا تو غیر مقلدیت سے نفرت کا جذبہ دل میں پیدا ہوا۔ بالآخر حضرت مولانا عبدالحنان (دفین بقیع) اور حضرت مولانا عبدالقدیر

صاحب (شاگردان رشید حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ) کی محنت اور برکت سے غیر مقلدیت سے تائب ہو کر جادہ مستقیم پر گامزن ہو گئے اور ان دونوں بزرگوں سے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کر لیا اور مولانا ضیاء الدین مرحوم کے مدرسہ جامعہ محمودیہ عیدگاہ اوکاڑہ کے طالب علم بن گئے۔

☆ ۱۹۵۵ء ماہ ستمبر میں گورنمنٹ نارمل سکول چنیوٹ میں جے وی کی کلاس میں داخل ہوئے اور یہاں رہ کر حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہ سے ربط وضبط رکھا جو تا وفات قائم رہا۔

☆ اپریل ۱۹۵۶ء میں جے وی کا امتحان دیا اور یہ امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔

☆ ۱۹۵۶ء میں جے وی کا امتحان دے کر گھر واپس آئے تو آپ کی تقرری بطور پرائمری ٹیچر رینالہ خورد سے آگے ایک دور افتادہ گاؤں 20/1A-L میں ہوئی، چونکہ گاؤں گھر سے کافی دور تھا، اس لئے پورا ہفتہ وہیں گزارتے اور ہفتے کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔ اس دوران اس گاؤں میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو بدعات ورسوم سے نفرت دلانے میں کامیاب رہے۔

☆ یہ ملازمت چونکہ آپ کی دینی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنے کا سبب تھی اس لئے آپ نے یہ ملازمت ترک کر دی تاکہ حضرت مولانا عبدالحنان، حضرت مولانا عبدالقدیر اور حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوری سے استفادہ کا سلسلہ دوبارہ شروع کر سکیں۔ ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء آپ کی توجہات رد رفض کی طرف رہیں۔

☆ ۱۹۵۷ء ماہ اپریل سے آپ نے ستلج کاٹن ہائی سکول اوکاڑہ میں بطور عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا اور ساتھ ساتھ اپنا سلسلہ تلمذ مذکورہ بالا اساتذہ سے قائم رکھا۔

☆ ۱۹۵۷ء میں آپ نے چک 55/2-L کی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جس کے ذریعے بڑی حکمت کے ساتھ قادیانیت کا رد فرماتے رہے، اس طرح علاقہ میں قادیانیت کے فروغ کے تمام راستے بند ہو گئے۔

☆ ۱۹۵۸ء ماہ اپریل میں برادر مرحوم کی شادی اوکاڑہ شہر میں قیام پذیر ایک بدعتی خاندان میں ہوئی، بعد میں بھائی صاحب کی محنت سے وہ پورا خاندان مسلک حق اہل سنت والجماعت کا شیدائی بن گیا۔

☆ ۱۹۶۱ء میں بھائی صاحب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حلقہ بیعت میں آئے اور اپنی محنت ولگن سے حضرت لاہوری کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت کے حکم سے آپ نے انجیل برنباس پر ایک معرکۃ الآراء مقدمہ تحریر کیا جس سے حضرت لاہوریؒ کی شفقتیں آپ پر دو چند ہو گئیں۔

☆ ۲۶ نومبر ۱۹۶۰ء کو آپ نے ستلج کاٹن ہائی سکول کی ملازمت ترک کر کے میونسپل کمیٹی اوکاڑہ کی ملازمت بطور جے وی ٹیچر اختیار کر لی اور دوران ملازمت تمام فرق باطلہ اور مذاہب کا ذبہ سے مناظرے جاری رکھے۔ اس سلسلہ میں اپنی ملازمت کو کبھی رکاوٹ نہ جانا۔ ۱۹۶۱ء سے آپ نے اپنی اکثر مصروفیات تردید عیسائیت میں وقف کر

دیں اور اکیس جلدوں میں عیسائیت کے خلاف کتاب تصنیف فرمائی۔ جب اس کتاب کی پہلی قسط ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں شائع ہوئی تو اسے پڑھ کر مولانا غلام غوث ہزاروی نے حضرت لاہوریؒ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ مولانا سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو مولانا ہزارویؒ نے اس کتاب کو بطور مطالعہ مانگا، حضرت نے دے دی لیکن بدقسمتی سے حضرت ہزارویؒ سے کسی نے وہ کتاب چوری کر لی اور یوں امت مسلمہ اکیس جلدوں پر پھیلی ہوئی اس عظیم کتاب کے استفادہ سے محروم ہوگئی۔ اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔

☆ جون ۱۹۷۶ء میں والد صاحب طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور گاؤں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

☆ ۱۹۷۷ء کے بعد آپ نے اپنی پوری توجہ غیر مقلدین کی تردید پر مرکوز کر دی کیونکہ آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ تمام دینی فتنوں کی جڑ یہی ایک فتنہ ہے اور تا وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۷۸ء میں مولانا پہلی دفعہ فقیر والی تشریف لے گئے۔ حضرت نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کی لائبریری جو کہ اپنی مثال آپ ہے سے بھر پور استفادہ فرمایا۔ آپ کا فقیر والی سے تعلق مرتے دم تک رہا۔ وفات سے دس دن قبل بھی قاسم العلوم فقیر والی میں تقریب ختم بخاری شریف سے زندگی کا آخری خطاب فرمایا۔

☆ دسمبر ۸۰۔ ۱۹۷۹ء میں بروز جمعرات ڈبر شکر گنج میں مشہور غیر مقلد مناظر عبداللہ روپڑی سے مناظرہ ہوا۔ روپڑی صاحب کی کوشش بات الجھانے کی تھی، لیکن حضرت نے اسے مناظرہ پر مجبور کر دیا۔ مناظرہ شروع ہوا تو حضرت کی للکار کی تاب نہ لاتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہی روپڑی صاحب کی یہ حالت ہوگئی کہ گلاس پر گلاس پانی پیٹ میں انڈیل رہے تھے۔ ظہر تک بات چلی، پھر طے ہوا کہ صبح بات ہوگی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ روپڑی صاحب رات چپکے سے چلے گئے۔ یوں حق کی فتح اور غیر مقلدیت کی شکست واضح ہوگئی۔

☆ ۱۹۷۹ء ہی میں آپ مشہور غیر مقلد پروفیسر عبداللہ بہاولپوری سے مناظرہ میں اسے واضح شکست دے کر حق کا پرچم بلند اور پروفیسر عبداللہ بہاولپوری کے غرور کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

☆ ۱۹۸۰ء کے بعد آپ کی علمیت کا شہرہ پورے پاکستان میں پھیل گیا۔ مذاہب کاذبہ اور فرق باطلہ کی تردید کے سلسلے میں علماء کرام اور مدارس عربیہ کے طلبہ کو تربیت دینے کا آغاز کر دیا اور اپنی ملازمت کو نبھاتے ہوئے کراچی سے پشاور تک مختلف مدارس میں سلسلہ تدریس طلبہ جاری رکھا اور فرق باطلہ کی تردید کے لئے علماء کی ایک جماعت تیار کر دی۔

☆ ۵ جنوری ۱۹۸۳ء کو حضرت نے بدنام زمانہ مماتی احمد سعید چتروڑ گڑھی کو مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تاریخی شکست دے کر اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا سر فخر سے بلند کر دیا اور احمد سعید شکست کی کالک ملتا ہوا چتروڑ گڑھ

میں جا چھپا اور پھر کبھی اس مرد قلندر کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس تاریخی مناظرے میں حضرت نے ثابت کر دیا: ؎

وہ اور ہوں گے جو سہیں ان کی جفائیں بے محل
ہم کسی کا غمزدہ بے جا اٹھا سکتے ہیں [1]

☆ ۱۲ جنوری ۱۹۸۴ء جنوری کو حضرت نے مولوی سعید اسد فیصل آبادی مشہور زمانہ بدعتی کے ساتھ عبارات اکابر علماء دیوبند پر مناظرہ کیا! مولانا نے اس مناظرہ میں عبارات کی جو دلکش اور صداقت و تحقیق سے لبریز توجیہات فرمائیں وہ علم تحقیق کا ایک مستقل باب ہے۔ یہ مناظرہ اگر چہ بدعتیوں کی جانب سے لڑائی پر ختم ہو گیا مگر بعد میں اس علاقے کے بیس زمیندار اور پڑھے لکھے افراد حضرت کے پاس آ کر بدعت سے تائب ہو کر اہل سنت والجماعت دیوبند کی صفوں میں شامل ہو گئے۔

☆ ۳۰ جنوری ۱۹۸۶ء میں حضرت نے حاصل پور میں شمشاد سلفی سے ''نماز'' کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ سلفی صاحب حضرت مرحوم کے دلائل سن کر حیران رہ گئے اور اپنی نماز احادیث سے ثابت نہ کر سکے اور غیر مقلدیت کا جنازہ بے گور و کفن چھوڑ کر فَفِرُّوا پر عمل کرتے ہوئے موقع سے فرار ہو گئے۔

☆ ۱۹۸۷ء قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین بارک اللہ فی حیاتہم القیمہ نے حضرت قدس سرہ کو منکرین حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا مناظر مقرر فرمایا اور فرمایا ہمیں آپ کے علم و فہم اور مناظرانہ صلاحیتوں پر بھرپور بھروسہ ہے۔

☆ پھر اسی سال دریا خان میں سید عنایت اللہ گجراتی نے حضرت کو مناظرہ کا چیلنج دے کر واپس لے لیا، اس پر حضرت نے مقامی احباب کی شدید خواہش پر شاہ صاحب کو چیلنج دے دیا۔ یہ چیلنج مماتیت پر کسی مرگ ناگہانی سے کم نہیں تھا، لیکن مقامی حضرات کی سرتوڑ کوشش کے باوجود شاہ صاحب گفتگو پر آمادہ نہ ہوئے اور یہ کہہ کر کہ میں ماسٹر سے مناظرہ نہیں کرتا میدان مناظرہ سے فرار ہی میں عافیت سمجھی، لیکن آپ حیران ہوں گے کہ غالباً ۱۹۸۰ء میں عبداللہ روپڑی کے خلاف شاہ صاحب کی مشکل کشائی کرنے والا یہی ماسٹر (حضرت قدس سرہ) تھے، جنہوں نے

---

[1] قطب وقت حضرت مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد و خادم خاص حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ (مخدوم پور پہوڑاں والے) بھی اس مناظرے کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب مدظلہ موٹر سائیکل پر سوار تھے کہ راستے میں ایک کتے نے حملہ کیا تو حضرت نے اس کے سر پر اپنی لاٹھی ماری جس سے وہ گر گیا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ جب حضرت وہاں پہنچے تو اپنا یہ واقعہ مولانا محمد امین صفدرؒ کو سنایا اور فرمایا کہ میں کتے کو مار آیا ہوں۔ اس کے بعد مماتیوں کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہمارے مناظر کو دوسری پارٹی نے اغوا کر لیا ہے لہٰذا وہ مناظرے کے لئے نہ آ سکے۔ (حالانکہ وہ ایک دن پہلے سے وہاں موجود تھا اور یہ جھوٹا اعلان کروایا گیا) اس پر حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے ہنس کر فرمایا کہ حضرت وہ کتا تو میں راستے میں مار آیا تھا اب وہ ہمارے سامنے مناظرے کے لئے کیسے آتا؟

(یہ واقعہ میرے مخدوم و مرشد حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ نے خود سنایا ہے)۔ (فیاض احمد عثمانی)

عبداللہ روپڑی کو شکست دے کر شاہ صاحب کی غیر مقلدیت کے بھوت سے جان چھڑائی تھی۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

☆ اسی سال جنڈانوالہ دریاخان بھکر میں مولوی یونس نعمانی سے مناظرہ طے ہوا، لیکن اس نے شرائط مناظرہ پر اختلاف کرتے ہوئے ہی راہ فرار اختیار کر لی۔

☆ حضرت کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی سالوں میں غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم پیر بدیع الدین پیر جھنڈا سے مناظرہ ہوا۔ پہلے تو پیر صاحب نے شرائط مناظرہ میں بات الجھانے کی کوشش کی کیونکہ پیر صاحب کا خیال تھا کہ مولانا شرائط کے اس مضمون (جو کہ سولہ صفحات پر مشتمل تھا) سے بھاگ جائیں گے لیکن مولانا نے پیر صاحب کی شرائط پر دستخط فرما کر فرمایا آپ مناظرہ کے لئے کھڑے ہو جائیں، پیر صاحب پر یہ بات صور اسرافیل سے کم نہ تھی، خیر آٹھ گھنٹے مناظرہ طے ہوا چار موضوعات پر۔ پیر صاحب جب چھ گھنٹے گزرے تو پانی پانی ہو چکے تھے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے، جب حضرت نے فرمایا ابھی ایک موضوع باقی ہے تو کہا مولانا! اللہ نے آپ کو علم دیا ہے، رحم نہیں دیا۔ آخر کار پیر صاحب نے شکست کھائی اور پھر مرتے دم تک مناظرے کا نام نہ لیا۔

☆ ۱۹۸۹ء ۷ مارچ کو ہارون آباد میں پروفیسر طالب الرحمٰن سے مناظرہ ہوا، موضوع تھا ''مکمل نماز'' جس میں طالب الرحمٰن کو واضح شکست ہوئی، جس کی مکمل روئیداد مجموعہ رسائل میں موجود ہے۔

☆ ۱۹۹۲ء ۲۸ فروری کو حضرت نے پروفیسر طالب الرحمٰن کو جو کچھ دن قبل دنیا پور کے مناظرے سے شکست کھا کر فرار ہوا تھا، اس کو کوٹلی نجابت تحصیل شجاع آباد میں جا دبوچا اور یوں ایک مرتبہ پھر شکست کی کالک طالب الرحمٰن کے مقدر میں لکھ دی گئی اور اہل حق سرخرو ہوئے۔

☆ ۱۹۹۰ء میں مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مرحومؒ نے آپ سے کہا کہ آپ سکول میں رہ کر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ ملازمت ترک کر دیں اور میرے پاس دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائیں اور شعبہ الدعوۃ والارشاد کو جاری فرمائیں۔ خدا جانے مرحوم کی بات میں کیا اثر تھا، مجھ سے مشورہ کیا۔ بندہ نے ایل پی آر لے کر جانے کا مشورہ دیا اور آپ چھ ماہ کی چھٹی لے کر عازم کراچی ہو گئے۔

☆ ۱۵ مارچ ۱۹۹۱ء میں آپ تعلیمی وتدریسی دورے پر جنوبی افریقہ روانہ ہوئے۔ وہاں پر مختلف شہروں اور مختلف مدارس میں آپ کے بیانات اور تربیتی پروگرام ہوئے۔ افریقہ والوں نے آپ کو پیش کش کی کہ آپ چھ ماہ کے لئے یہاں آ جایا کریں تو آپ کو پورے سال کی تنخواہ ملے گی اور تنخواہ بہت معقول تھی۔ آپ نے فرمایا جب تک بنوری ٹاؤن والے کتب خانہ کو پڑھ نہ لوں دوسری جگہ جانے کا خیال بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسے کتب خانے آج کے

دور میں نایاب ہیں۔ واپسی پر حرمین شریفین گئے، عمرہ کیا اور علماء حرمین شریفین کے حکم پر مکہ اور مدینہ میں مختلف مقامات پر تردید عیسائیت اور رد غیر مقلدیت میں تقاریر فرمائیں۔ علماء حرمین آپ کی خداداد صلاحیتوں کے مداح ہو گئے اور بوقت ملاقات آپ کی علمی پختگی کی تعریف میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ فجزاهم الله تعالی

☆ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کے وصال کے بعد آپ کا دل کراچی سے اچاٹ ہو گیا۔ نیز وہاں کی آب و ہوا بھی مزاج کے مطابق نہ تھی۔ صرف علمی خدمات کی خاطر وہاں قیام پذیر تھے۔ ان حالات میں کراچی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور بالآخر ۱۹۹۳ء میں کراچی چھوڑ کر اوکاڑہ آ گئے۔ پنجاب کے کئی شہروں کے علماء نے اپنے پاس آنے کی دعوت دی جن میں مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم خیر المدارس، ملتان بھی شامل تھے۔ بندہ سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ بندہ نے اپنی مادر علمی خیر المدارس، ملتان جانے کا مشورہ دیا جو مان لیا گیا۔

☆ چنانچہ ۱۹۹۳ء میں خیر المدارس تشریف لائے اور تا وفات خیر المدارس کے شعبہ الدعوۃ والارشاد کے صدر نشین رہے اور ماہنامہ ''الخیر'' کے ہر شمارے میں ایک مضمون تحریر کرتے، جس سے جہاں مولانا کے علوم کا چرچا ہوا، وہاں ماہنامہ ''الخیر'' کی اشاعت میں قابل قدر اضافہ ہوا۔

☆ ۱۹۹۳ء اگست بمطابق صفر المظفر ۱۴۱۴ھ کو حضرت کا سب سے پہلا مضمون بعنوان ''مصافحہ کا بیان'' شائع ہوا۔ آپ کے مضامین کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔

☆ ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء کو ہاٹ میں غیر مقلد پروفیسر طالب الرحمٰن سے تقلید کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ چنانچہ طالب الرحمٰن کو وہی ملا جو اس کا مقدر تھا، یعنی شکست۔

☆ ۹ جون ۱۹۹۴ء کو غیر مقلدین نے سرائے سدھو میں حضرت سے مناظرہ رکھ لیا۔ حضرت پہنچ گئے اب غیر مقلدین بھاگم بھاگ ملتان، بہاولپور، وہاڑی، اوکاڑہ اور گوجرانوالہ تک جا پہنچے۔ چنانچہ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری، مولوی اللہ بخش ملتانی اور محمد یونس اوکاڑوی پہنچ گئے۔ جب حضرت پہنچے تو پروفیسر عبداللہ بہاولپوری اپنی پوری پارٹی سمیت فرار ہو گیا۔

☆ ۱۹۹۷ء میں کروڑ (ضلع لیہ) میں حافظ عبداللہ خطیب عیدگاہ کروڑ سے گھوڑے کی حلت و حرمت پر مناظرہ کیا، کچھ دیر مناظرہ کے بعد حافظ صاحب پیشاب کرنے کے بہانے میدان مناظرہ سے فرار ہو گئے اور یوں کروڑ کی مکدر فضا اس کے فتنے سے پر سکون ہوئی۔

☆ ۱۹۹۹ء میں آپ کے چھوٹے بھائی محمد اسلم صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

☆ جولائی ۲۰۰۰ء میں وہاڑی میں بدعتیوں کے ساتھ عدالت میں گفتگو کے لئے تشریف لئے گئے، لیکن بدعتیوں کی اس شرط کی وجہ سے کہ گفتگو مولانا محمد امین صفدر کے علاوہ کوئی اور کرے آپ پر عدالت میں گفتگو پر

پابندی لگ گئی۔ بالآخر بدعتیوں نے علماء دیوبند سے پولیس افسران کی موجودگی میں معافی مانگ کر جان چھڑائی اور یوں حضرت کے جانے کی برکت سے ہی علماء دیوبند کو فتح نصیب ہوگئی۔

☆ ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۰ء بمطابق ۲۷ رجب ۱۴۲۱ھ دوپہر بارہ بجے کے قریب آپ آخری مرتبہ جامعہ خیر المدارس سے الوداع ہوئے۔

☆ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۰ء بمطابق ۲۹ رجب آپ نے زندگی کا آخری جمعہ جنڈانوالہ میں سید طفیل شاہ صاحب کے ہاں پڑھایا اور واپسی پر اپنے رفیق سفر چوہدری شکر اللہ کو اپنے سفر آخرت کے قریب ہونے کی خبر دی۔ فرمایا کہ پروگرام تو بہت ہیں لیکن لگتا ایسے ہے کہ ان سے پہلے آخرت کا سفر ہو جائے گا۔ چنانچہ چار دن بعد آپ کی وفات کا حادثہ پیش آ گیا۔

☆ ۲۸ اکتوبر بمطابق ۳۰ رجب سرگودھا روانہ ہوئے اور بوقت عصر وہاں پہنچ کر کھانا وغیرہ کھایا اور مغرب کے بعد سینہ میں درد شروع ہو گیا۔ صبح کچھ افاقہ ہونے پر نو بجے سے گیارہ بجے تک پڑھایا، شام کو پھر تکلیف ہوگئی اور بروز سوموار فرمایا مجھے اوکاڑہ پہنچادو اور فرمایا اب بچنا محال ہے، اس لئے دوائی نہ لو۔

☆ بالآخر ۳۱۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز مطابق ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کو علم و حکمت کا یہ نیر تاباں غروب ہو گیا اور ہزاروں علماء اور طلباء کو سوگوار چھوڑ کر دار فانی سے عالم جاودانی کی جانب رواں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین یا ارحم الراحمین

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ لَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْہِ مُخَلَّدًا

بجھا چراغ اٹھی بزم کھل کے رو اے دل
وہ سب چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی
سنے کون ہائے صدائے دل ملے کس سے آہ شفائے دل
جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
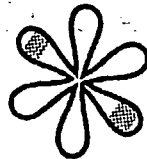
علم فقہ جامع العلوم ہے جس میں کتاب اللہ شریف، سنت خیر الوریٰ ﷺ، اجماع امت اور قیاس شرعی کے تمام مسائل کو ایک نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے یکجا کر دیا گیا ہے، اسی لئے سید المرسلین امام الانبیاء ﷺ فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علم تو دو ہی ہیں۔ علم طب ابدان کیلئے اور علم فقہ ادیان کے لئے۔ خداوند قدوس نے اس امت کو خیر فرمایا، پھر اس امت میں سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کو خیر القرون فرمایا۔ جس طرح قرآن پاک خلافت راشدہ میں مرتب ہوا، اسی طرح فقہ اسلامی خیر القرون میں مرتب ہوئی، جس طرح قرآن پاک کی سات متواتر قراءتیں ہیں اسی طرح سنت خیر الانام کی چار متواتر فقہیں ہیں، جس طرح کسی ایک قراءۃ پر قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے پورے قرآن پاک کی تلاوت ہو جاتی ہے، اسی طرح کسی ایک متواتر فقہ پر عمل کرنے سے پوری سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔ پھر ان چاروں متواتر فقہوں میں فقہ حنفی کو اولیت اور کاملیت کا ایک خاص بلند مقام حاصل ہے، اس لئے کہ اس کے استنباط میں صرف ایک شخص کی فقاہت کا دخل نہیں، بلکہ بہت سے فقہاء کے شورائی نظام سے یہ فقہ مدوّن ہوئی اور خدا کی رحمتوں کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سب سے زیادہ قبولیت عطا فرمائی۔

نقش اول:

امام صاحبؒ کی مجلس علمی میں پہلے کتاب و سنت اور اجماع سے ایک قاعدہ اور اصول استنباط کیا جاتا، پھر اس قاعدے کے تحت جس قدر جزئیات آتیں وہ نقل کر لی جاتیں خواہ ان جزئیات کا تعلق طہارت سے ہو یا نماز سے۔ قضاء سے ہو یا میراث سے، جس کی ادنیٰ سی مثال فقہ کی کتاب الاشباہ والنظائر ہے۔ مجتہدین کے لئے ترتیب بہت اہم تھی لیکن عوام کے لئے بڑی مشکل پیش آتی تھی کہ طہارت کا ایک مسئلہ مثلاً پہلے قاعدے کے نیچے دوسرا پانچویں قاعدے کے نیچے ہوتا۔

نقش ثانی:

چنانچہ اس مشکل کے حل کے لئے حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت شاقہ سے

قواعد کی ترتیب سے نکال کر ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا جس سے طہارت کے سارے مسائل ایک جگہ آ گئے۔ نماز کے دوسرے باب میں آ گئے اور مسائل پر عمل کرنے میں بہت آسانی آ گئی۔

نقش ثالث:

آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی میں احکام شرعیہ کے معلوم کرنے کے تین طریقے تھے۔

ا۔ذات اقدس ﷺ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو جو لوگ حضرت کے دربار میں حاضر باش ہوتے وہ براہ راست آپ ﷺ سے دریافت کر لیتے۔

ے اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

۲۔جو لوگ حضرت پاک ﷺ سے دور ہوتے انہیں کوئی نیا مسئلہ پیش آ جاتا تو اگر وہ خود مجتہد ہوتے تو اجتہاد کر لیتے جیسے حضرت معاذؓ یمن میں آپ ﷺ کے حین حیات اجتہاد کر لیا کرتے تھے۔

۳۔اگر وہ خود اجتہاد نہ کر سکتے تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کر لیتے جیسے پورے صوبہ یمن میں حضور اقدس ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی ہوتی رہی۔حضرتؐ کے وصال کے بعد پہلا طریقہ ختم ہو گیا۔اب احکام شرعیہ کی دریافت کے لئے صرف دو طریقے رہ گئے۔مجتہدین اجتہاد کرتے اور غیر مجتہدین تقلید۔ خیر القرون میں یہ دونوں طریقے جاری ہیں۔خیر القرون کے بعد اجتہاد مطلق ختم ہو گیا۔اس لئے اب احکام کے دریافت کا ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا اور وہ تقلید تھا۔امام محمدؒ نے مسائل کو جو نئی ترتیب دی اس میں بھی اجتہادی ذوق کا بہت دخل تھا۔اس لئے بعد کے لوگ جو اس ذوق سے آشنا نہ تھے ان کے لئے اس ترتیب میں بھی کچھ مشکلات آئیں اس لئے اصحاب متون نے پھر طلباء کے ذہن کو سامنے رکھ کر ان مسائل کو ایک اور آسان ترتیب سے مرتب کیا جیسے قدوری، البدایہ، وقایہ وغیرہ اور یہ کتابیں شامل نصاب قرار پائیں۔

ھدایہ شریف:

ان ہی درسی کتابوں میں فقہ حنفی کی ممتاز ترین کتاب ہدایہ شریف ہے۔صاحب ہدایہ کا اسم گرامی علی کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین ہے۔آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔آپ کی پیدائش ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ سوموار کے دن بوقت عصر ہوئی۔آپ نے حدیث وفقہ کے بڑے بڑے ماہرین سے کسب فیض فرمایا اور اپنے معاصرین میں بلند و بالا مقام حاصل کیا۔صاحب الجواہر المضیۃ فرماتے ہیں ”صاحب ہدایہ، امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوران، محدث زماں، مفسر قرآن، جامع علوم، ضابط فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بین، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان، ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔علم وادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا۔

زمانہ تالیف:

موصوف نے ماہ ذیقعدہ ۵۷۳ھ بروز بدھ بعد نماز ظہر ہدایہ شریف کی تصنیف شروع کی اور مسلسل ۱۳ سال تک اس میں مصروف رہے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ خداوند قدوس نے اس بابرکت کتاب کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی کہ یہ کتاب آج تک داخل نصاب ہے بلکہ امریکہ، برطانیہ کے لاء کالجوں میں بھی یہ داخل نصاب ہے۔ وحید الزمان غیر مقلد نے ہدایہ کے مقابلہ میں ہدیۃ المھدی کتاب لکھی مگر وہ اپنے فرقہ کے مدارس میں بھی داخل نصاب نہ ہوسکی۔ ان کے مدارس میں بھی ہدایہ ہی داخل نصاب ہے۔

نصب الرایہ:

صاحب ہدایہ کو ابن کمال پاشا نے اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے جو بہت بلند مقام ہے لیکن پھر بھی بہت سے اصحاب نے ابن کمال پاشا سے اختلاف کر کے کہا ہے کہ صاحب ہدایہ تو مجتہد فی المذہب کے مقام پر ہیں۔ آپ نے ہدایہ شریف میں مسائل کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ اس کتاب میں احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ پہلے زمانہ میں احادیث کے حوالے درج کرنے کا رواج نہ تھا۔ آپ نے یہ احادیث اکابر احناف کی کتابوں سے لیں۔ ان کا بہت سا ذخیرہ فتنہ تاتار میں ضائع ہوگیا، جب امام زیلعیؒ جن کا لقب جمال الدین تھا اور علماء اعلام میں سے فقیہ، فاضل، محدث، حافظ، محقق اور مدقق تھے انہوں نے ہدایہ شریف کی تخریج متاخرین کی کتابوں سے کی، کیونکہ متقدمین کی بہت سی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں۔ اس کا نام نصب الرایہ رکھا، پھر حافظ ابن حجر نے اس کی تلخیص کی جس کا نام الدرایہ رکھا۔ ان تخریجات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ کی وسعت نظر کے سامنے ابن حجر کو کئی جگہ ہتھیار ڈالنے پڑے کہ اس تخلیق کی سند مجھے نہیں ملی یا ترمذی کے فی الباب کی تخریج میں کئی جگہ بڑے بڑوں کو کہنا پڑا لـم اجـده اور ترمذی کی وسعت نظری کا اعتراف کرنا پڑا۔ اسی طرح صاحب ہدایہ کی وسعت نظری کے سامنے کئی جگہ امام زیلعیؒ اور ابن حجر کو لـم اجـده کہنا پڑا۔ یہ نصب الرایہ کیا ہے؟ گویا احکام کی احادیث کا انسائیکلوپیڈیا ہے اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے سنت کا بہت بڑا ماخذ ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو حافظ بنانے میں نصب الرایہ کا بہت بڑا دخل ہے۔ ان کی شہرت کی بنیاد یہی نصب الرایہ بنی اسی لئے محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں اس حقیقت کو واضح فرمایا کرتے تھے:

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا!

یہ عظیم کتاب کئی مرتبہ الگ چھپی۔ اب حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی مدظلہ نے بڑی محنت سے اس کو ہدایہ شریف کے حاشیہ پر منتقل فرمایا اور کچھ وضاحتی حواشی بھی لکھے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ جلد اول شائع ہوگئی ہے۔ اللہ کرے یہ بابرکت کتاب جلد از جلد زیور طبع سے مکمل آراستہ ہو۔

تاریخ ھائے ولادت ووفات

از: حافظ ضیاء الرحمن بن مولانا محمد سعید جالندھری
جامعہ خیر المدارس، ملتان

۱	قَالَ الوَکِیْلُ : خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ	۱۳۵۲ھ
۲	ولادت ابوعلی احمد محمد امین بن ولی محمد بن پیر محمدؒ	۱۳۵۲ھ
۳	نسب مولٰنا محمد امین صفدر بن ولی محمد بن پیر محمدؒ	۱۳۵۲ھ
۴	ولادت مجاہد الملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ	۱۹۳۴ء
۵	مَوْلٰنَا : لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ	۲۰۰۰ء
۶	اَحَدُ : ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ	۲۰۰۰ء
۷	قَالَ اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُصَوِّرُ : فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی .	۱۴۲۱ھ
۸	رَضِیَ اللّٰهُ الْاَوَّلُ السُّبْحَانُ عَنْهُ	۱۴۲۱ھ
۹	کُنْتَ سَنِیْعًا مُتَّ شَهِیْدًا	۱۴۲۱ھ
۱۰	مَوْلَانَا عَاشَ نَاطِقًا مَاتَ شَهِیْدًا	۱۴۲۱ھ
۱۱	وصالِ وکیلِ احناف مولٰنا ابوالعلی محمد امین صفدر اوکاڑویؒ	۱۴۲۱ھ
۱۲	آہ! ممتاز عالم دین وکیل احناف مولانا محمد امین اوکاڑویؒ وفات پاگئے۔	۲۰۰۰ء
۱۳	وصالِ ضیاء احناف محمد امین علی صفدر اوکاڑویؒ	۲۰۰۰ء
۱۴	وصالِ ادیب ابوصدیق محمد امینؒ مدرس خیر المدارس	۲۰۰۰ء
۱۵	ہے ابوعلیؒ کا وصال شبِ منگل تین شعبان چودہ سو اکیس ہجری	۲۰۰۰ء
۱۶	یہ ہے مولاناؒ کے استاذ مولانا عبدالقدیر صاحبؒ	۲۰۰۰ء
۱۷	خلیفہؒ علامہ بشیر احمد پسروری دیوبندیؒ	۲۰۰۰ء
۱۸	مولٰنا محمد انور حنفی دیوبندی کے برادر اکبر ملیکؒ وفات پاگئے	۲۰۰۰ء

۱۹	ہے یادگار مولٰنا محمد قاسم بن اسد علی نانوتویؒ	۱۴۲۱ھ
۲۰	یادگار عالم باعمل مولٰنا خیر محمد حنفی جالندھریؒ	۲۰۰۰ء
۲۱	میرے شیخ ہدیٰ محمد امین صفدر اوکاڑویؒ	۲۰۰۰ء
۲۲	وخادم دینِ نبی بود آں مرد جلوہ فروز	۱۴۲۱ھ
۲۳	وکیل احناف مجاہد اسلام مولٰنا محمد امین صفدر اوکاڑوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ	۲۰۰۰ء
۲۴	از قلم البزمی ضیاء الرحمٰن بن محمد سعید جالندھری	۲۰۰۰ء

تاریخ ہائے وفات

از: مفتی عبدالقدیر (ٹانک)
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

۱	داعی اہلسنت قاطع شرک بدعت : محمد امینؒ	۲۰۰۰ء
۲	ہمی کو بار غم اٹھانا ہی پڑا	۲۰۰۰ء
۳	امام اسماء الرجال نمونہ اسلاف : علامہ محمد امین صفدرؒ عالم بالا کو روانہ ہو گئے	۲۰۰۰ء
۴	ہم کو جام غم پینا پڑا	۱۴۲۱ھ
۵	انما قال عز وجل: ان الابرار یشربون من کأس کان مزاجھا کافورا	۲۰۰۰ء
۶	لقد قال جل جلاله : اِن المتقین فی مقام امین	۱۴۲۱ھ
۷	فقد قال جل شانه : عسیٰ ان یبعثک ربُکَ مقامًا محمودا	۲۰۰۰ء
۸	فقال جل علمه : ولنعم دار المتقین	۱۴۲۱ھ
۹	وقد قال اللّٰهُ : وادخلی جنتی	۱۴۲۱ھ

❀❀

منظوم خراج عقیدت

ترتیب

فیاض احمد عثمانی

ناظم ماہنامہ "الخیر"
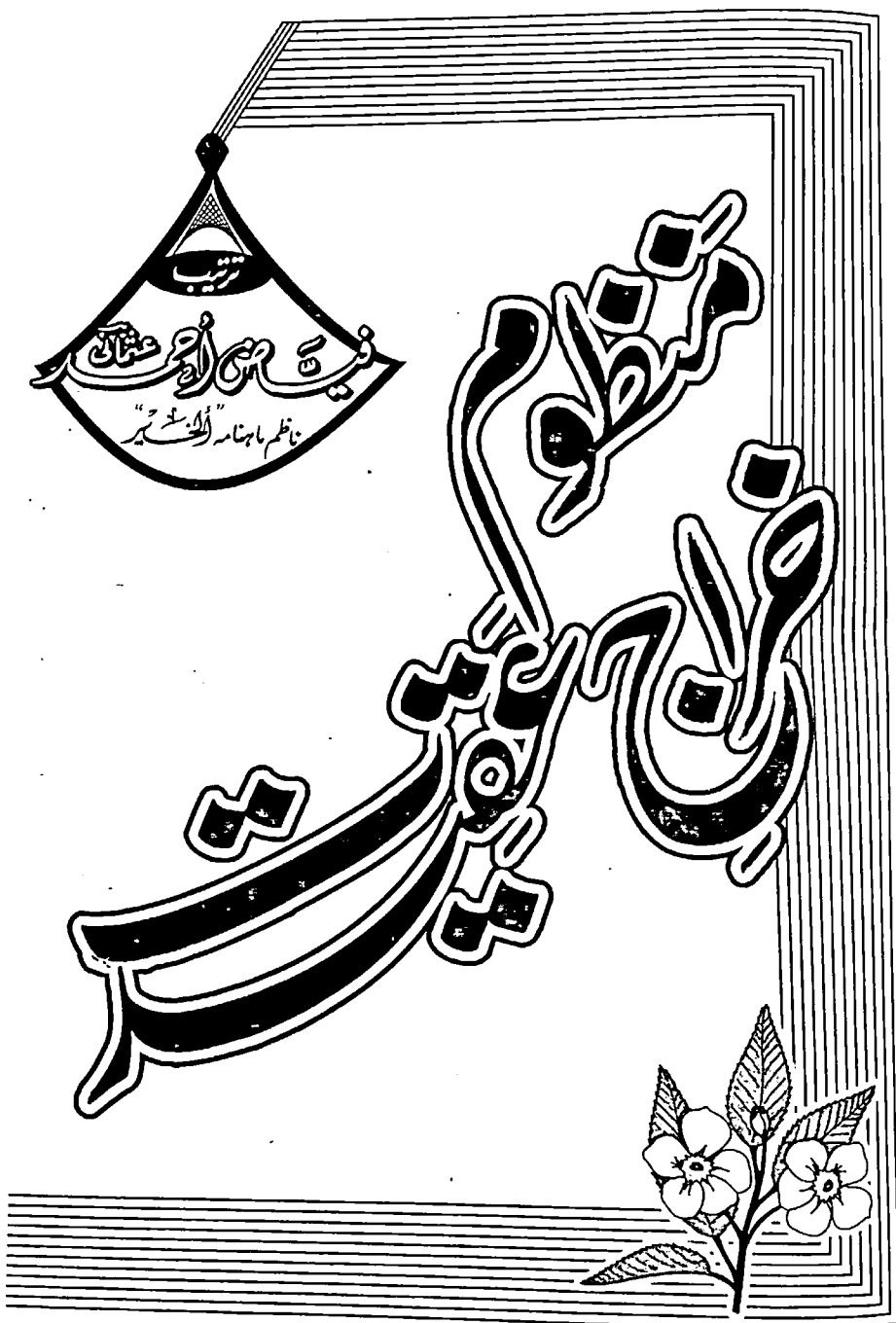
مرثیہ برادر مکرم مولانا محمد امین صفدرؒ

از: مولانا میاں محمد افضل (ساھیوال)

دل ہوا مجروح آنکھیں اشکبار
اٹھ گیا احناف کا اک غم گسار

علم و حکمت، زہد و تقویٰ کا سفیر
تھا جہاں میں نازشِ برنا و پیر

تو ستاروں کی طرح رخشندہ تھا
تیرا سینہ نور سے تابندہ تھا

تھا غزالی کی طرح باطل شکن
ابرِ رحمت کی طرح سایہ فگن

اہل حق کی آنکھ کا تو نور تھا
تیرا سینہ علم سے معمور تھا

اب کہاں ڈھونڈیں تجھے صفدر امینؒ
موت کا تیری نہیں آتا یقیں

افضلؔ رنجور کی ہے یہ دعا
جنت الفردوس اُن کو ہو عطا

❁❁❁❁❁❁❁❁

کون کہتا ہے امیں کو مر گیا
ہو گیا وہ زندۂ جاوید ہے
اُس کے لب کی مسکراہٹ دیکھ کر
یہ گماں ہوتا تھا بھائی سو گیا

امینِ مسلکِ احناف کی وفات حسرتِ آیات

از: شاعر انقلاب، سید سلمان گیلانی (لاہور)

جو تھا امینِ عظمتِ اسلاف چل بسا
وہ فخر و نازِ مسلکِ احناف چل بسا

اُمت کا وہ وَقار تھا، ملت کی شان تھا
فکرِ ابو حنیفہؒ کا وہ ترجمان تھا

للکارتا تھا وہ صفِ اعداء کو اس طرح
جنگل میں کوئی شیر گرجتا ہے جس طرح

کرتا وہ یوں حدیث اور سنت پہ گفتگو
سب دُم دبا کے بھاگتے تقلید کے عدو

بخشی تھی حق نے اُس کو وہ تلوار سی زباں
جس سے بکھیرتا تھا وہ باطل کی دھجیاں

جرأت سے حق بیاں کیا حق کے غلام نے
باطل ٹھہر نہ سکا کبھی اس کے سامنے

دیتا تھا وہ کتب کے حوالے کچھ اس طرح
برسات میں برستی ہے باران جس طرح

کرتا تھا اختلافی مسائل پہ جب وہ بات
دیتا مخالفین کو وہ چٹکیوں میں مات

عرفان کے موتیوں سے مزین بیاں تھا
سینہ نہیں تھا اُس کا جواہر کی کان تھا

حق کے معاندیں پہ وہ حجت تھا دوستو!
نعمانؒ کی وہ زندہ کرامت تھا دوستو!

ملبوس اس کا سادہ سا، سادہ سی شکل تھی
لیکن سخن تھا ایسا کہ حیران عقل تھی

مت خوش ہو اس کی موت پہ تو اے عدوِ دیں
ہم میں گیا ہے چھوڑ کے وہ سینکڑوں امیں

اللہ کا وہ بندہ تھا اللہ سے جا ملا
جنت مکیں تھا اس لئے جنت میں جا بسا

ے امام ابوحنیفہؒ

بیاد حضرت اوکاڑویؒ

سخن سنج : ابن ابراھیم محمد آصف رضا (کلفٹن کراچی)

کئی دماغوں کا ایک انساں، ہمارا رہبر تھا نُور بَن کر
علم کی دُنیا کا حکمراں تھا، "امینؒ"، سراپا شعُور بن کر
خُدا کی حکمت کہ ایسا انساں، دبا دیا ہم نے زیرِ تُربت
دلیل و بُرہاں کی علمی دُنیا میں جو رَہا کوہِ طُور بَن کر
وہ مردِ آہَن، بلا غرض ہی، لڑا ہے اُن لشکروں سے تنہا
جو سنّیت اور حنفیت پہ، تھے حملہ آور فتُور بَن کر
گلُوئے باطل پہ، حُجتِ محکمہ کے مضبوط قدم رکھ کر
کُچل ہی ڈالے وہ سارے فتنے، جو تھے مقابل شرُور بَن کر
عیسائی، مرزائی، اہلِ بدعت، فقہ کے منکر، مماتی گمراہ
یہ سارے فتنے بھی اُن کے قدموں میں آئے اہلِ قُصور بَن کر
کئی مسائل جو گنجلک تھے، عجب سلاست سے حل کئے ہیں!
کہ اَب کے دانشوروں کی سوچوں سے ماوَرا تھے جو دُور بن کر
عجب تھی صفدرؒ کی صفدریّت، کہ سادہ سادہ سی امثلہ سے
صفُوفِ باطل کو چیر ڈالا تھا، تیغِ حق کا ظہور بَن کر
کرامتِ بُو حنیفہؒ کہیئے یا فیضِ حضرت لہوریؒ کہیئے!!!
بفضلِ اللہ، فتح و نُصرت تھی صفت اُن میں ضرور بَن کر
ہے پیر مظہرؒ کی صُحبتِ حق کہ اُن کے دل میں کبھی رہی تھی
نہ بدنُمائی فتُور بَن کر، نہ خُود نُمائی غُرور بَن کر
دِیا ہے حضرتؒ نے سبق ہم کو، کہ اِس جہانِ فتن میں ہر دم
خدا کی رسّی کو تھام رکھو، بہت ہیں طُوفاں فُجور بن کر
نہ اتنی حِدّت کہ بھڑک اُٹھیں، نہ اتنی خنکی کہ بُجھ ہی جائیں
ہمیں ابھی راہِ زندگی میں سُلگتے رہنا ہے نُور بَن کر
پسِ مرگ بھی رضاؔ نے دیکھی، وہ تازگی اور مسکراہٹ
سجی سی رہتی تھی اُن کے چہرے پہ جو ہمیشہ سرُور بَن کر

بیاد : مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

از: مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی (فیصل آباد)

تھا احناف کا وکیل، محمد امین صفدرؒ
کرتا تھا قال و قیل، محمد امین صفدرؒ

سارے فقیہ اس کا کرتے تھے احترام
تھا اسلاف کا مثیل، محمد امین صفدرؒ

ہر معترض کہ غیرِ مقلد کے سامنے
دیوار تھی ثقیل، محمد امین صفدرؒ

اہلِ نظر بھی اُس سے پاتے تھے آگہی
ہر فن میں تھا کفیل، محمد امین صفدرؒ

سب ہی مباحثوں میں ہوتی تھی قولِ فیصل
دیتا تھا جو دلیل، محمد امین صفدرؒ

انداز رکھ کے دھیما کرتا تھا بات وہ
موقف میں تھا جلیل، محمد امین صفدرؒ

رحمت خُدا کی بَرسے تربت پہ اُس کی ہر دَم
اللہ کا تھا خلیل، محمد امین صفدرؒ

وہ سب کا محبوب، سب کا رہبر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ
وہ علم و حلم و وفا کا پیکر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

قرآن وسنت کا ترجماں تھا، وہ دینِ قیم کا پاسباں تھا
صداقت وحق کی داستاں تھا، وہ گلشنِ دیں کا باغباں تھا
غریقِ عشقِ نبی ﷺ سراسر، امین صفدرؒ امین صفدر

وہ عقل وحکمت کا ایک دریا، وہ مظہرِ خُلق وزُہد وتقویٰ
خُلوص واُنس وحیا سراپا، تواضع ومَسکنت کا پُتلا
فراق میں جس کے چشم ہے تر، امین صفدرؒ، امین صفدرؒ

لطیف علمی نکات اٹھاتا، جو سنکے عالِم بھی جھوم جاتا
وہ خفتہ احساس کو جگاتا، وہ دور بیں نکتہ رس بناتا
وہ جس کا اِدراک تھا منوّر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

امین دراصل تھا بھی صفدر، صفوفِ دشمن اُلٹ دیں یکسر
رہا وہ میدان میں مُظفّر، حریف بھاگے ہیں دُم دبا کر
تبھی تو چرچا ہے اس کا گھر گھر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

کوئی بھی فتنہ کہیں جو اُٹھا، امین نے ہے سراس کا کُچلا
مقابل اس کے ہُوا وہ تنہا، پھر اس کو بے جان کر کے چھوڑا
عدوِ دیں کیلئے تھا خنجر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

امامِ نُعمانؒ[1] کی زباں تھا، وہ فکرِ یعقوبؒ[2] کا بیاں تھا
محمدیؒ[3] فہم کا نشاں تھا، وہ فقہِ حنفی کا رازداں تھا
سبھی ہیں دانش پر جسکی ششدر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

وہ پہلے لفظوں کو تولتا تھا، جبھی وہ مجلس میں بولتا تھا
جواہرِ فقہ رولتا تھا وہ دم میں عُقدوں کو کھولتا تھا
کہاں سے لائیں اب اس کا ہمسر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

ہوا روانہ جو سوئے عُقبیٰ، ہوئی قیامت ہے ایک برپا
نہ پوچھئے حال اہلِ دل کا، رہا نہیں لطف زندگی کا
زکّی ومُحسن مُریدِ مَظہرؒ[4]، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

عقیدتِ اہلِ حق سے روشن، حسینی رکھ کر کے دل کا گلشن
اگرچہ کٹ جائے تیری گردن، نہ چھوٹنے پائے دیں کا دامن
سبق کرایا یہ جس نے ازبر، امین صفدرؒ امین صفدرؒ

[1] مراد امام اعظم ابوحنیفہؒ
[2] قاضی ابو یوسفؒ
[3] امام محمدؒ
[4] حضرت قاضی مظہر حسین مدظلہٗ

حضرت مولانا قاری قیام الدین الحسینی
مدیر ادارہ اشرفیہ فیض القرآن پنڈ دادن خان

مزارِ زر نگار مولانا محمد امین صفدرؒ

۱۴۲۱ھ

آں امینِ مسلکِ احناف را — راز دارِ مشربِ اسلاف را
آں امینے کاں امینِ ملّت است — بہر ناداناں دوائے علّت است
کور چشماں را ضیائے شمس بود — ھادیاں را با محبت دل رُبود
بر عنیداں بطشِ او بودے شدید — کیں چنیں را من نہ دیدم کس ندید
کار او کارِ دفاعِ اُمّۃ است — شیرِ یزداں، ہم شجاعِ اُمّۃ است
گمرہاں را لرزہ بر اندامہا — چوں ز آقا زغشتہ ندامہا
ہیچ دانی؟ گفتہ اش چوں گفتہ — گفتہ او گفتہ دُرِ سفتہ
مبتدی را گفتہ اش رہبر بُدے — منتہی را گفت اش دلبر بُدے
حوصلہ افزاز بہر ہر کسے — قلب جو و مہرباں بودے بسے
چوں کسے بحث و نظر با او بخواست — قوتِ گفتار پیشِ او نداشت
روحِ نعماں بوحنیفہ شادماں — شادمان و شادماں، فرحاں ازاں
حنفیاں را بود فخر و مایہ — مایۂ سرمایہ؛ ہم سایہ
اے امینِ صادق و شیریں بیاں — داغِ فرقت تلخ دادی در جہاں
اے خطیبِ مصقع و دلبردہ — ہمچوں مایاں بے نوا افسردہ
شد یتیم اندریں ہر طالبے — بے تو، گشتہ غمزدہ ہر طالبے
وا امینا! وا امینا! وا امیں! — ما ہمہ پژمردہ و غمگیں حزیں
بہر ہر ملحد عقابی شد نظر — ہیچ می بینی؟ کہ می باشد دگر!
زاہدانہ زندگی برداشتے — بہر ترویج دگر سر داشتے
"حافظہ" بے مثل می دادہ ورا — ہمچنیں حافظہ جوابی شد عطا
بر جنازہ از تجلی کوہ بود، — عالماں را بے مثال انبوہ بود
اے! کہ باشی مصدرِ مہر و وفا — ایں چنیں باید سفر سوئے بقا
سیزدہ صد سال، دہ، پنجاہ بود — چار شنبہ، ہشتدہ، ذی الحجہ بود
چاردہ صد، بست و یک تاریخ بود — بہر رحلت طبعِ او بر سیخ بود
وقتِ شب از چارشنبہ چار ہیں — از مہِ شعباں رفتہ، رفت ایں

باغمے غلطاں پریشاں، من ندیم
وائے وائے گم شدہ "کاشف عظیم"

اشعار بروفات برادر مکرم مولانا محمد امین صفدرؒ

از: مولانا میاں محمد افضل (ساہیوال)

امین کو روئے گا زمانہ بنا ہے جس کا جنت میں ٹھکانہ

غزالی وقت کا رازیٔ دوراں جو تھا اک علم و حکمت کا خزانہ

تیرے مرشد تھے وہ حضرت لہوریؒ جو تھے قطب زمان غوثِ یگانہ

تیرے استاذ تھے وہ عبد حنانؒ ملا جس کو بقیع میں آشیانہ

ضیاء الدینؒ بھی تھا تیرا رہبر بڑی تھی شان جس کی عالمانہ

فدا کارِ امام اعظمؒ سراپا دفاع اُن کا تھا تیرا کارنامہ

حضور پاک سے تیری محبت گواہ اس بات کا سارا زمانہ

دجالِ قادیانی کا تعاقب دلیلِ علم و حکمت فاضلانہ

غرض ہر شعبۂ دین مبیں پر نظر تیری تھی نظر قائدانہ

تجھے کیسے بھلاؤں گا میں بھائی! تیری شفقت تھی مجھ پہ والہانہ

خوشی جن کو امیںؔ کی موت پر ہے عمل ان کا طرز جاہلانہ

امیںؔ صفدر تو تھا اُستاذ علماء نہیں اس میں تعلّی شاعرانہ

مرگ تیری جہاں علم کی موت طرازِ زندگی تھا زاہدانہ

خدایا مغفرت تو اُن کی کر دے

دعا افضلؔ کی ہے یہ عاجزانہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے

گہرائی علم کا سمندر اوکاڑویؒ

از: شاعر اسلام جناب مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی (ہزارہ)

ہے محوِ ملالِ فرقت گھر گھر اوکاڑویؒ
ہے تیرے بعد ویراں ہر دَر اوکاڑویؒ

تھی انکساری جس کی اوج فلک سے اونچی
گہرائی علم کا سمندر اوکاڑویؒ

رہتے تھے پھول جس کے لبوں پہ حدیث کے
سُنی چمن میں تھا گلِ تر اوکاڑویؒ

سرتاپا خوش مزاجی تھی طینت خمیر کی
لیکن تھا بہر باطل پتھر اوکاڑویؒ

مماتی و یزیدی و غیر متقلدین
چھایا تھا گیدڑوں پہ بابر اوکاڑویؒ

جب حد سے کوئی باہر ہو شتر بے مہار
اس وقت یاد آتا ہے صفدر اوکاڑویؒ

چھوڑے ہیں تو نے پیچھے بچے شاہین اپنے
جائیں گے اب کہاں وہ بچ کر اوکاڑویؒ

خدام کے چمن پہ چھائی ہوئی خزاں ہے
تجھے لے گئی اُڑا کر صرصر اوکاڑویؒ

مرشد کی خامشی میں پنہاں ہے غم کی شورش
شب و روز یاد کرتے ہیں مظہر اوکاڑویؒ

اب کس کے ساتھ بیٹھ کے دل کو بہلاؤ گے
اک یاد بن کے رہ گیا اطہر اوکاڑویؒ

تحریک خدام اہلسنت والجماعت ۔ وکیل صحابہ قائد اہلسنت حضرت قاضی مظہر حسین مدظلہ

نالۂ دل

از: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (کلور کوٹ)

بزم عالم پر اگر افسردگی چھائی تو کیا
چھپ گیا جب ماہِ تاباں رات پھر آئی تو کیا

پیٹتی ہے سر کو اپنے ہجر میں لیلائے علم
حسرتِ دل فرطِ غم میں ادب جو پچتائی تو کیا

موت سے تیری امیں ہے بے مزہ کارِ حیات
زندگی نے عافیت کی راہ دکھلائی تو کیا

کٹ گئی عمرِ رواں رنج وغم و اندوہ میں
راس گر، دو دن زمانے کی ہوا آئی تو کیا

دیکھ کر رعنائیِ گلشن عنادل نے کہا
جا چکا مالی چمن سے پھر بہائی آئی تو کیا

چشم نَم تھے لالہ وَ گُل یاسمین سَر وسمن
رات بھر کلیوں نے دم بھر آنکھ جھپکائی تو کیا

اُس کی حکمت، علم وتقویٰ کا زمانہ معترف
سلفیوں کی آنکھ گر پھر بھی نہ شرمائی تو کیا

کر چکے جب دفن اُس کو، پڑھ چکے ہم فاتحہ
وصل کا پیغام پھر بادِ صبا لائی تو کیا

اُڑ گیا شہباز جب سوئے فلک اے ہم نوا!
تب کہیں جا کر کے زاغوں کی صدا آئی تو کیا

صحبت گل سے رہے محروم حضرت! قاسمی
تیری غفلت پہ جو خاروں کو ہنسی آئی تو کیا

بیاد : حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

از: شاعر اسلام اللہ نواز عبید سرگانوی

تختِ مناظرے کا سکندر چلا گیا — کیسے کہوں وہ مردِ قلندر چلا گیا
جو آسمان علم کا خورشید تھا عبیدؔ — کیا آج وہ بھی خاک کے اندر چلا گیا

✡✡✡✡✡✡

زمانے بھر کو کرے جو روشن وہ مہر انورؔ کہاں سے لائیں
فقیہ دوراں وکیل احناف امینؔ صفدر کہاں سے لائیں

جو ایک اک لمحہ زندگی کا برائے حق وقف کر گیا ہو
ہمیں بتاؤ کہ دردِ دل والا ایسا رہبر کہاں سے لائیں

عجب تھا منظر کہ سارے باطل فرق کی گردن دبی ہوئی تھی
میں سوچتا ہوں کہ بعد ان کے یہ سارا منظر کہاں سے لائیں

ہاں میں گے وہ برقی شعلے جو دشمنِ دیں کو جلا دیں
جو چشم باطل کو خیرہ کر دے وہ لعل و گوہر کہاں سے لائیں

عدوّ اسلام کی زبانوں کو کون دے گا لگام یارو!
جو سر پہ باطل کے مارتے تھے ہم ایسے پتھر کہاں سے لائیں

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی یاد تازہ ہو جس کے دم سے
وہ صاحبِ حلم و علم و حکمت، ورع کا پیکر کہاں سے لائیں

میں مانتا ہوں کہ اس جہاں میں بہت مُناظر ملیں گے تم کو
مگر میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کہ اُن سے بہتر کہاں سے لائیں

عُبیدؔ مسند نشین اُن کا کوئی نہیں ہے جہاں بھر میں
کہاں سے لائیں کہاں سے لائیں ہم ان کا ہمسر کہاں سے لائیں

✿✿✿✿✿✿✿✿

مرثیہ غم بروفات مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

از: مولانا فضل الرحمن افضل (دھرم کوٹی)

پھرے ہیں سارے زمانے میں ہم تمہارے بعد
ہیں اہلِ علم بہت پر تم سے کم تمہارے بعد

ہم اپنے درد کو لے کر کہاں کہاں نہ گئے
نہ مٹ سکا کہیں رنج و الم تمہارے بعد

تمہارے در پہ ہمیشہ جو سرنگوں ہی رہا
نہ ہو سکا وہ کسی در پر خم تمہارے بعد

گئے ہو جب سے تو خوشیاں بھی ہم سے روٹھ گئیں
رہا ہی کیا ہے یہاں غم ہی غم تمہارے بعد

کبھی تو آ کے بھی دیکھو ہماری کلفت کو
فگار سینہ ہے آنکھیں ہیں نم تمہارے بعد

نظر سے گزرے ہیں لاکھوں حسیں مگر کوئی
نہ بھا سکا ہے تمہاری قسم تمہارے بعد

ہماری بزم میں ہوئی تھیں رونقیں تم سے
کوئی نہ ڈالے گا اس جا قدم تمہارے بعد

نہ جاؤ چھوڑ کے افضلؔ کو اس جگہ تنہا
نکل ہی جائے نہ اس کا بھی دَم تمہارے بعد

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

یہ تصویر اس عظیم مسند کی ہے جس نے آٹھ سال تک وقت کے عظیم محقق و مدقق فخر اسلاف پاسبان احناف قلم و قرطاس کے بے تاج بادشاہ امام طحاوی کے علوم کے وارث حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر نور اللہ مرقدہ کی مصاحبت کی لذت اٹھائی۔ کتنے ہی جبالِ علم ہیں جنہوں نے ان کے سامنے دوزانوں ہوکر حضرت قدس سرہ سے تلمذ کی سعادت حاصل کی۔ جو لوگ خود بے راہ رو تھے اس کی برکت سے رشد و ہدایت کے چراغ بن گئے۔ اس مسند پر لکھے گئے ہزاروں خطوط سینکڑوں مضامین کے ذریعے ضآلین اور مضلین ہدایت پا کر صراط مستقیم پر چلتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ گئے اور آخرین کیلئے سنہری تاریخ چھوڑ گئے۔ یہ مسند اپنے اوپر جلوہ افروز ہونیوالی اس عظیم نابغۂ روزگار جلیل القدر ہستی کی جدائی میں اداس اداس تھی۔ گزرے ہوئے زمانے کو یاد کر کے زبان حال سے یہ کہہ رہی تھی۔

مضت الدھور وما اتین بمثلہ	ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ
زمانے گزر گئے اور اس کی مثل نہیں لا سکے	اور جب وہ آ گیا تو اس کی نظیر لانے سے عاجز آ گئے

اللہ جزائے خیر دے حضرت قدس سرہ کے برادر خورد اور آپکے علمی جانشین اہل سنت حضرت اقدس مفتی محمد انور صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو انہوں نے آج پھر اس مسند کو آباد کر کے علم و فضل کی اجڑی ہوئی محفلوں کو پھر سے آباد کر کے اس کی اداسی کو کم کر دیا ہے

FAROOQ COMPUTER ARTS MULTAN.

یہ تصویر جامعہ خیر المدارس میں حضرت قدس سرہ کے رہائشی کمرہ کی ہے سامنے حضرت کی کتابیں نظر آ رہی ہیں۔ حضرت اور کتاب ایسے لازم وملزوم تھے جیسے بلبل اور بستان۔ حضرت کا قلبی سکون کتاب اور اس کے مطالعہ میں تھا۔ ساتھ ہی حضرت کی مصاحبت کی برکات سمیٹے ہوئے حضرت کا بستر نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ آج اس کو لطائف وظرائف علم وحکمت تحقیق وتدقیق تصنیف وتالیف علمی اسرار ورموز اور نکات علمیہ سے مرصع پر نہار مجالس نظر نہیں آ رہی ہیں اس لئے اس کی مغموم فضاء حضرت کے ساتھ گزرے ہوئے دنوں کو یاد کر کے زبان حال سے کہہ رہی ہے۔

بلبل کہاں بہار کہاں باغباں کہاں
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گزر گیا

اس تصویر میں حضرت کے گھر کی وہ جگہ اور چارپائی نظر آ رہی ہے جہاں سے حضرت نے لاکھوں اہل علم کو سوگوار چھوڑتے ہوئے دار الفنا سے دار البقاء کی طرف رخت سفر باندھا اور یوں ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ بروز بدھ بوقت اشراق گنگا نگر سے طلوع ہونے والا علم و عمل زہد و تقوی کا آفتاب و مہتاب آسمان علم پر ۶۷ سال چھانے کے بعد ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ بروز منگل بعد نماز عشاء فانی دنیا کے افق سے غروب ہو کر دار الجزاء کے افق پر طلوع ہو گیا۔

یہ تصویر حضرت کے گھر کی ہے۔ دائیں جانب وہ کمرہ نظر آ رہا ہے جس میں حضرت راہی دارالبقاء ہوئے۔ درمیان میں مرکزی دروازہ ہے۔ بائیں جانب حضرت کے کتب خانے کا دروازہ نظر آ رہا ہے حضرت جب گھر جاتے تو ضروری بات چیت کے بعد کتب خانہ ہوتا اور حضرت۔ اوپر گھر کی ٹینکی نظر آ رہی ہے۔ جس وقت حضرت کی وفات ہوئی تو حضرت کے بیٹے حافظ محمد علی صاحب نے دیکھا کہ ابا جی آسمان کی طرف مسکراتے ہوئے جا رہے ہیں۔ اس ٹینکی تک جاتے دیکھا تو محمد علی صاحب بھاگتے ہوئے حضرت کے پاس پہنچے تو حضرت رب ذوالجلال کے حضور اپنی جدوجہد کا اجر پانے کیلئے پہنچ چکے تھے۔ قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کو جب یہ بات بتلائی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا صاحب کرامت تھے وفات کے وقت بھی کرامت کا ظہور ہوا اور آپ کی روح متشکل ہو کر آسمان پر گئی۔

اس تصویر میں حضرت کا کتب خانہ نظر آ رہا ہے۔ حضرت قدس سرہ کو کتابیں خریدنے کی ضرورت بھی تھی اور شوق بھی۔ لیکن مالی حالات ساتھ نہ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کو تفسیر روح المعانی کی ضرورت پڑی رقم پاس نہ ہونے کی وجہ سے خرید نہ سکنے پر دل بھر آیا اور رونے لگے۔ گھر والوں اور والدین نے وجہ پوچھی تو نہ بتایا، روتے ہوئے باہر تشریف لے گئے اور جا کر باغ میں روتے رہے اور دعا کرتے رہے کہ یا اللہ دین کے کام کا جذبہ تو دیا ہے لیکن کتابیں نہیں۔ اس طرح روتے روتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا امین! رو نہ تجھے درِ منثور بھی ملے گی اور روح المعانی بھی اور آئندہ کتابیں خریدنے میں دقت بھی نہیں آئے گی۔ حضرت جب بیدار ہوئے تو دل کو تسلی مل چکی تھی۔ چند روز بعد رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق دونوں تفسیریں مل گئیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں ان تفاسیر کو پڑھتا بھی تھا اور روتا بھی تھا کہ یہ وہ تفسیریں ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمائی تھیں۔

یہ اس قبر کی تصویر ہے کہ جہاں عالم اسلام کا عظیم محقق و مدقق پوری زندگی ملت حنفیہ کی پاسبانی کرتے ہوئے تھک کر کچھ دیر ستانے کیلئے لیٹا ہوا ہے۔ حضرت خود تو اگرچہ امرِ الٰہی سے آرام فرما رہے ہیں لیکن اپنے پیچھے اپنے فیض یافتہ لوگوں کی اتنی تعداد چھوڑ گئے جو باطل فرقوں کو آرام نہیں کرنے دیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بامقصد لوگ مرا نہیں کرتے کیونکہ ان کا مشن زندہ و تابندہ رہتا ہے۔

دائیں جانب تفسیر درمنثور (سبز رنگ میں) اور بائیں جانب تفسیر روح المعانی نظر آ رہی
ہے جو حضرت قدس سرہ کو آنحضرت ﷺ کی بشارت کے مطابق عطا فرمائی گئیں۔

تین قبروں میں سے دائیں جانب حضرتؒ کے والد محترم صوفی ولی محمد متوفی دو جون ۱۹۷۶ء آرام فرما ہیں۔ انکے پچیس سال بعد حضرت قدس سرہ بھی ۴ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق یکم نومبر ۲۰۰۰ء بروز بدھ بعد نماز عصر اپنے والد محترم کی آغوش میں آرام کیلئے پہنچ گئے۔ حضرت نے اپنی وفات سے کچھ دن قبل خواب میں دیکھا کہ آپ کے والد صاحب فرما رہے ہیں کہ امین! تو نے آنا نہیں جماعت تیار ہے۔ ہمیں آ کر نماز پڑھا دو۔ چنانچہ حضرت کچھ دن بعد ان کے پاس پہنچ گئے۔ قدرتی طور پر حضرت کی قبر بھی مغربی جانب ہے۔ جیسے امام مقتدی سے مغربی جانب ہوتا ہے۔ تیسری قبر آپ کی والدہ محترمہ کی ہے جو حضرت کی وفات کے صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ کی وفات کے تین ماہ تین دن بعد ۷ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک (جس دن حضرت کی یاد میں جامعہ خیر المدارس میں عظیم الشان تعزیتی جلسہ تھا) بعد نماز عشاء حضرت کو ملنے کیلئے دار فانی سے رختِ سفر باندھ چلیں اور اپنے عظیم الشان بیٹے کے پہلو میں آرام کیلئے پہنچ گئیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

زمین کا باسی، فلک کا ہمسر، امین صفدرؒ

از: جمشید اقبال (بہاول پور)

وہ علم و عرفاں کا اک سمندر، امین صفدرؒ
خلیق سادہ، غریب پرور، امین صفدرؒ

وہ اک قبیلہ، وہ ایک لشکر، امین صفدرؒ
وہ راہِ حق کا عظیم رہبر، امین صفدرؒ

وہ ماہِ روشن، وہ نجم تاباں، وہ خوش مقدّر
زمیں کا باسی، فلک کا ہمسر، امین صفدرؒ

وہ فصلِ گُل میں نہ جانے کیسے بنا ہے یارو!
خزاں کی شاموں کا ایک منظر، امین صفدرؒ

خیال اس کے ہیں آج ہر ایک قلب و جاں میں
ہے اس کی یادوں کا چرچا گھر گھر، امین صفدرؒ

دِلوں کو روشن رکھیں گی جمشیدؔ اُس کی یادیں
نہ آئے گا اب کبھی مکرّر، امین صفدرؒ

رثاء الشیخ امین صفدرؒ خُلد مکانی

از: شیخ محمد امجد حسین (راولپنڈی)

باندھ کے رخت سفر پہنچ گئے کوئے دلبر
آہ! رخصت ہو گئے ہم سے شیخ امین صفدرؒ

ایک شمع اور بجھی بڑھ گئی ہے ظلمت
آہ! گھنا گیا آخر وہ مہر منورؒ

علم سیہ پوش ہے اہل علم ہیں ماتم کناں
صفِ ماتم بچھ گئی پیشِ محراب و منبر

راج ہے ظلمت کا ہر سو از شرق تا غرب
نہاں ہے زیر زمیں روشنیوں کا پیکر

گم ہے وادیوں میں قافلۂ اہل جنوں
خفاء ہو گیا ہم سے قافلے کا رہبر

بیزار سلف سے ہیں فقط وہی ناخلف
پڑی ہوں نہ جن کے دل پر تجلیات صفدرؒ

تھی منبع ہدایت جب تیری ذات یکسر
رہے یونہی مطلع انوار اب تیری قبر

سنا ہے قیامت قائم شرار الخلق پر ہو گی
رحلتِ اولیاء پھر کیوں نہ ہو قیامت سے بیشتر

حسینؔ یہ کیسا حادثۂ کرب و بلا ہے
فلک گردش میں ہے تو زمین کو ہے چکر

خراج تحسین وکیل احناف حضرت اوکاڑویؒ

از: خالد اسلام شاہین (متعلم جامعہ خیرالمدارس)

تیرا اِسم گرامی ہے بڑا ہی دلنشیں صفدرؒ
امیں صفدر، امیں صفدر، امیں صفدر، امیں صفدر

بڑا تھا ناز ظلمتِ میں امیں تیری شعاعوں پر
تری کرنیں جہاں پہنچیں وہیں بن گئے نگیں صفدرؒ

ترے مسند کو خالی دیکھ کر آنسو نہیں تھمتے
خدا کے اذن سے اپنی ذرا دکھلا جبیں صفدر

ترے اٹھنے پہ روئے ہیں زمین و آسماں مل کر
ترے صدمے سے آنسوؤں کو ملی راہیں امیں صفدرؒ

ترے افکار کو لے کر زمیں پر پھیل جائیں گے
فقہ کے منکرین اک دن بہت ہوں گے حزیں صفدرؒ

تو عالم تھا، مصنف تھا، مبلغ تھا، مناظر تھا
تجھے نہ بھول پائیں گے جو ہیں خوشہ چیں صفدرؒ

جہاں غم اور ہیں لاکھوں وہیں یہ بھی نمایاں ہے
تری عظمت سے تھے غافل تو تھا ذرِ ثمیں صفدرؒ

ترا خیرالمدارس میں رہے گا نام تابندہ
کہ پہرہ دے کے توڑی تو نے چوروں کی کمیں صفدرؒ

ترے اوصاف کیا لکھوں نہیں الفاظ کو ہمت
تری رفعت کے کیا کہنے تو تھا صد آفریں صفدرؒ

کریں شاہیںؔ کی دربارِ خدا میں یہ سفارش بھی
بنے حوروں کا وہ دولہا جو ہیں بے حد حسیں صفدرؒ

نوحۂ غم بروفاتِ شیخ محمد امین صفدرؒ

از: مولانا فضل الرحمٰن (دھرم کوٹی)

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر وفاتِ شیخ اکبر صفدر و احمد امیںؒ

عالم و فاضل، فقیہ و مجتہد، عالی مقام
صاحبِ تقویٰ طہارت، واقفِ اسرارِ دیں

واعظِ شیریں بیان وہم وکیلِ سنیاں
مرگ بر غیر مقلد، حنفیاں را زیب و زیں

آں مناظرے بے بدل روئے ہمہ اہلِ فتن
بہر باطل صاعقۂ و بہر حق فتحِ مبیں

خندہ روۂ خوش گلوۂ خوش خصال و خوش مقال
زاہد و عابد ہمہ شب در سجود اورا جبیں

روزِ او در قیل و قالِ سنتِ خیر البشر
صبح و شامش منکرانِ فقہ را اندر کمیں

آں محدّث، آں مفسر، عالماں را شیخ کُل
مفتیاں ہم ریزہ چینش فتویٰ اش وجہِ یقیں

بود امیدے کہ مارا رہنمائی مے کنی
تا بہ نزعِ جاں، مگر اے واردِ خلدِ بریں

زود رفتی ہم گسستی وعدۂ ما خادماں
حق ترا جائے دہد اندر بہشتِ صادقیں

در جہاں در علم و فن بودی تو مارا دستگیر
عاقبت ہم دستگیری خواہد ایں افضل کمیں

ے ''احمد امیں'' یہ ضرورت شاعری کی وجہ سے ہے چونکہ ''محمد امیں'' یہاں موزوں نہیں۔

حضرت اوکاڑویؒ کی بیاض سے لئے گئے چند اشعار کا عکس

ناساز فضا کی شورش نے سازوں سے ترنم چھین لیا

احساس کی شدت نے بڑھ کر ہونٹوں سے تبسم چھین لیا

جب سر کہیں قسمت میں نہیں اُٹھ دار و رسن پر راضی ہو

بے سوچے سمجھے بڑھ صفدر اب سوچ کے چلنا مشکل ہے

کتنی یادیں زخم ہوئیں اور کتنے غم ناسور ہوئے

کیا کہئے اس پیار کے ہاتھوں ہم کتنے مجبور ہوئے

دامن بچا رہا ہے وہی درد مجھ سے آج

جس نے میرے سکون کی دنیا تباہ کی۔

چند ارماں، چند یادیں، چند صدمے، چند غم

کائنات دل انہیں کو آج کل پاتا ہوں میں

اپنی تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت

دنیا کو چھاؤں بخش کے خود دھوپ میں جلے

آپ اِک نہیں سے خونِ تمنا نہ کیجئے
برباد میرے شوق کی دنیا نہ کیجئے

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے بج رہا ہے اور بے آواز ہے

حنا کا رنگ یہ ہرگز نہیں ہے، سچ بتا ظالم
یہ کِس کا پھول سا دِل تو نے پاؤں سے مسل ڈالا

عیادت رسمِ دنیا تھی چلے آتے تو کیا ہوتا
تمہارے پوچھ لینے سے نہ جی جاتے نہ مر جاتے

ہمیں تو شامِ غم میں کاٹنی ہے زندگی اپنی
جہاں وہ ہیں وہیں اے چاند لے جا چاندنی اپنی

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک پڑیں
آنسو کسی کی یاد کے کتنے قریب تھے

چمن اُداس اُداس ہے گلوں میں رنگ و بو نہیں
بتا میں جی کے کیا کروں جو زندگی میں تو نہیں

دکھا کر مُنہ چُھپا لینا حیا اِس کو نہیں کہتے
لگا کر دِل ہٹا لینا دفا اِس کو نہیں کہتے

مجاہد اسلام مولانا محمد مسعود اظہر مدظلہ کے نام انڈین جیل میں حضرتؒ کے ارسال کردہ خط کا عکس

از [illegible] ابن صفدر

عزیز از جان اسم بامسمّی مسعود اظہر اسعد اللہ تعالیٰ فی الدارین

25-2-99

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے تو اس طرح لکھا تھا کہ میں آپ کو مشغول سمجھتا ہوں گا۔ اس لئے چند سطروں سے زیادہ [illegible] کا سفر۔ [illegible] سب تحریر کر دیا۔ عزیزم میرا حافظہ اتنا کمزور نہیں۔ رات کی دعاؤں میں [illegible] پہلے آپ ہی مجھے یاد آتے ہیں۔ جب بھی کوئی مجاہد سامنے آتا ہے تو اس کے تعارف سے پہلے آپ کے نقوش ذہن میں اُبھر آتے ہیں۔ اور میں پہلی بات یہی پوچھتا ہوں کہ مسعود اظہر کے بارہ میں کوئی اطلاع آئی۔ جہاں بھی مجاہدین کا ذکر چلتا ہے۔ اس ذکر کی ابتدا بھی آپ سے اور خاتمہ بھی آپ کی یاد پر ہوتا ہے۔ ما و مجنوں ہم درس بودیم در دیوان عشق۔ او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم۔ آپ کی کتاب پہلے بھی ملی مگر مجھے یہ پتہ نہ تھا کہ وہاں تک خط پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے میں کتاب دیکھتا تھا۔ اور آنسو بہا دیتا تھا کہ میں تحریر کا لفظ بھی وہاں تک نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں دعا کر سکتا تھا۔ وہ تو الحمد للہ ہر دعا میں آپ یاد رہتے ہیں۔ وظیفہ کے بارہ میں آپ نے پوچھا ہے۔ سورۂ توبہ کی آخری دونوں آیتیں فرضوں کے سلام کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اور یا رحیم کل صریخ و مکروب و غیاثہ و معاذہ یا رحیم ایک تسبیح صبح ایک شام۔ اول آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف۔ آپ نے کتابوں کا لکھا ہے۔ سردست تین کتابیں الفتح المبین۔ تعلیقات صفدر۔ اور شرعی فیصلے بھیج رہا ہوں۔ اللہ کرے پہنچ جائیں۔

غیر مقلدیت جس طرح چاروں طرف سے احناف کی مخالفت کر رہی ہے۔ تو اتنے ہی احناف اس کے بارہ میں نرم ہیں۔ میدان جہاد ہو یا تبلیغ۔ ہر جگہ یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں لیکن پھر بھی حنفی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آپ کو تو اسیری میں بھی اس فتنے کی شدت کا احساس ہے لیکن ہمارے مدارس اور مساجد میں ان کے بارہ میں مداہنت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی اس بارہ میں کام کرے تو اس کی ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں۔ آپ کی توجہ سے اگر چند ساتھی بھی اس ترتیب میں شریک ہو جائیں۔ قرآن کا استعمال کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ اللہ کرے کہ وہ دن قریب سے قریب تر آ جائے۔ کہ آپ کی دید سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور دل کو سکون۔ خداوند قدوس آپ کو ہر قسم کی دینی اور دنیاوی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے محفوظ فرما کر دینی اور دنیا کی ہر قسم کی مسرتوں اور خوشیوں سے محظوظ فرمائیں وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت بھی ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات اور ہر قسم کی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ وھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ لکل ھول من الاھوال مقتحم۔ یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔ فقط والسلام

تصنیفی لحاظ سے مولانا مرحوم کی آخری تحریر

حضرت رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کی مشہور کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' کا جواب لکھ رہے تھے کہ اُن کی وفات کا سانحہ پیش آ گیا۔ اب یہ کتاب حضرتؒ کے برادرِ خُرد و علمی جانشین حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی زید مجدہٗ اس کتاب کی تکمیل فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کام کو جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

قضائے علیؓ ۔ امام محمدؒ کتاب الاصل میں تعلیقاً روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک عورت کے بارہ میں حضرت علیؓ کی عدالت میں دو گواہ پیش کئے کہ یہ میری بیوی ہے۔ لیکن عورت انکار کر رہی تھی کہ میں اس کی بیوی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فیصلہ سنا دیا کہ یہ واقعی اس کی بیوی ہے۔ اس عورت نے کہا میرا اس سے تو نکاح نہیں ہے۔ لیکن اب آپ نے فیصلہ کر دیا ہے تو آپ اب نکاح پڑھ دیں تاکہ ہمارا اکٹھے رہنا جائز ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا (اگر نکاح نہیں ہو تھا) تو ان دو گواہوں کی گواہی پر میرے فیصلے سے نکاح ہو گیا ہے (رد المحتار ص۵۱۶ ج۱)

یہ ہی واقعہ قاضی ابو یوسفؒ نے مرسل سند سے روایت کیا ہے (اعلاء السنن ص۲ ج۱۱) امام محمدؒ کی بلاغات ہمارے ہاں اسی طرح صحیح ہیں جیسے امام مالکؒ کی بلاغات اور امام بخاریؒ کی تعلیقات اور مرسل بھی امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں حجت ہے۔ یہ ہی مسلک ملاحظہ التابعین امام شعبی اور امام شعبۃ بن الحجاج کا ہے (اعلاء السنن ص۳ ج۱۱) اب شاید مؤلف حضرت علی، حضرت ابراہیم، حضرت شعبی اور شعبہ کے بارہ میں بھی وہی شعر پڑھیگا جو امام صاحبؒ کے بارہ میں لکھ کر اُس نے اپنا اعمال نامہ سیاہ کیا ہے

قارئین ''الخیر'' سے خصوصی گزارش

ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کی ''خصوصی اشاعت'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اِس کے متعلق اپنی قیمتی آراء وتجاویز سے ضرور نوازیں۔ اس کے علاوہ اس میں کتابتی اغلاط کی نشاندہی بھی فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اُن کی تصحیح کی جا سکے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدین والدنیا والآخرۃ ...... (ادارہ)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان کی اُردو عربی نایاب مطبوعات
علماء طلبا کیلئے خوشخبری
تفسیر قرآن اور تقریباً سوا لاکھ احادیث، پچاس ہزار سے زائد رجال احادیث، شروحات احادیث اور سیرت کا نایاب کتب کا ذخیرہ
مکمل صحاح ستہ (عربی)
پہلی بار جدید اضافات اور سابقہ حواشی کیساتھ
(پاکستان میں پہلی بار)
بخاری شریف
معہ مقدمہ لامع الدراری
از قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنیؒ
جامع الترمذی
مع شمائل الترمذی
مکمل الکوکب الدری کے حاشیہ کے ساتھ
از قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنیؒ
آخر میں مکمل العرف الشذی از علامہ انور شاہ کشمیریؒ
سنن ابوداؤد شریف
بتصحیح
حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
مسلم شریف
مع...... شرح نووی
و مقدمہ فتح الملہم
از شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
سنن النسائی
مکمل حاشیہ
از محدث کبیر حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
مع الفیض السمائی علی سنن النسائی
از قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
سنن ابن ماجہ
مکمل حواشی کے ساتھ
تفسیر البغوی (معالم التنزیل)
کامل 4 جلد
امام ابن تیمیہ نے اس کو قرطبی اور کبیر پر ترجیح دی ہے
کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال
پچاس ہزار احادیث، تیرہ ہزار صفحات پر مشتمل
کامل 18 جلد
مصنف ابن ابی شیبہ
مع رسائل مفیدہ
تیس ہزار احادیث
چھ ہزار صفحات
کامل 9 جلد
السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی
بیس ہزار سے زائد احادیث
کامل 10 جلد
اوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک
عربی ٹائپ مع مقدمہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
کامل 15 جلد
السنن الکبریٰ امام نسائیؒ بارہ ہزار احادیث
کامل 6 جلد
امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار
مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
عظیم شرح علماء کی پسندیدہ
کامل 4 جلد
نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاضؒ
مع حاشیہ: ملا علی قاریؒ
کامل 4 جلد
لسان المیزان
فی اسماء الرجال
علامہ ابن حجرؒ
پچاس ہزار سے زائد رجال احادیث
کامل 7 جلد
نزہۃ الخواطر علامہ عبدالحئی لکھنویؒ
مع تکملہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
کامل 8 جلد
المواہب اللدنیۃ
علی الشمائل المحمدیۃ
علامہ ابراہیم بیجوریؒ
مشکلات القرآن علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
معہ مقدمہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ
جمع الوسائل فی شرح الشمائل ملا علی قاریؒ
کامل دو حصے
شرح سنن ابی داؤد
علامہ بدرالدین عینیؒ کی نایاب تصنیف
کامل 7 جلد
چند اہم اُردو کتب
تفسیر انوار البیان
مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی
مکمل 9 جلد
انوار الباری شرح بخاری
علامہ انور شاہ کشمیری
کامل 19 حصے
ملفوظات حکیم الامت
کامل 25 جلد
کلید مثنوی شرح مثنوی
از حکیم الامت حضرت تھانویؒ
کامل 24 جلد
علماء طلباء کیلئے خصوصی رعایت (محدود مدت کیلئے)
اس فہرست کی مکمل کتب بارعایت خریدیں اور اوجز المسالک شرح مؤطا مالک کامل 15 جلد بلاقیمت حاصل کریں
مکمل فہرست مفت طلب فرمائیں
رابطہ فوری کیلئے
ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ نزد کچی آرٹس ملتان - پاکستان
540513-41501
E-Mail:Ishaq90@hotmail.com

اصلاحی وانقلابی خطبات جوآپ کی زندگی میں روحانی انقلاب لاسکتے ہیں
علماء طلباء کیلئے خوشخبری
خطبات حکیم الامت
حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے تقریباً 300 خطبات کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا مکمل دعوات عبدیت اور دوسرے سلسلوں کا مجموعہ تقریباً 16 ہزار صفحات پر مشتمل
کامل 32 جلد قیمت =/5620 روپے
خطبات مسیح الامت
حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ (خلیفہ حضرت مجدد تھانوی رحمہ اللہ)
ذکر الٰہی خشیت الٰہی تعلق الٰہی خوف الٰہی توحید حقیقی ذکر النبی تبلیغ اور اس جیسے 18 خطبات کا بہترین مجموعہ
3 جلد قیمت =/315 روپے
خطبات اکابر
علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، علامہ شمس الحق افغانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان جیسے تقریباً 125 اہم اسلامی موضوعات پر بہترین خطبات
5 جلد قیمت =/735 روپے
خطبات عارفیؒ
عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ (خلیفہ حضرت مجدد تھانوی رحمہ اللہ)
ایمان سب سے بڑی دولت، زندگی کے مصائب، دور حاضر کے سیاسی فتنے، تشویشات اور بیماریوں کا حل
21 اہم خطبات قیمت =/150 روپے
خطبات احتشام
خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ.........
محبت الٰہی، صفات الٰہی، نبوت و توحید، جمعہ و عیدین اصلاح باطن توحید اور شرک، نظریہ پاکستان اور سوشلزم کے خلاف متفقہ فتوی، تاریخ عاشورہ اور شہادت حسینؓ، اور اس جیسے تقریباً 100 خطبات
100 خطبات 6 جلد =/795 روپے
خطبات محمود
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ.........
فضیلت ذکر، محبت رسول، اتباع سنت، حقیقت شکر، تاثیر ذکر فوائد صحبت ضرورت تبلیغ، حقوق مصطفیٰ ﷺ، تزکیہ نفس، حقیقت بدعت، اصلاح قلب، اور اس جیسے 50 سے زائد موضوعات
3 جلد قیمت =/315 روپے
خطبات مفکر اسلام
از داعی کبیر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ.....قرآن کا مطالبہ، محسن عالم، علوم اسلامیہ اصل سرچشمہ، لسانی اور تہذیبی جاہلیت، دین حق اور دعوت اسلام، سیرت نبوی اور عصر حاضر، حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب، فرض منصبی، اخلاق اور جذبہ قربانی، انسان خدا پرست اور خود غرض بھی اور اس جیسے بیس سے زائد خطبات کا مجموعہ مجلد قیمت =/165
20 خطبات کا مجموعہ قیمت =/165
دیکھنا تقریر کی لذت
مولانا مفتی شکیل احمد استاد دارالعلوم دیوبند.........
12 نادر اور اثر انگیز تقریروں کا مجموعہ، فن خطابت کا شاہکار مجلد قیمت =/90 روپے
تقریر سیکھئے
حضرت مولانا مفتی جمیل احمد نذیری (فاضل دیوبند) طلباء، مدارس ائمہ مساجد خطباء، مبلغین کیلئے ایک بیش قیمت تحفہ پچاس سے زائد موضوعات پر مستند جامع اصلاحی تقریریں
قیمت =/120 روپے
نوٹ: مکمل سیٹ خریدنے والوں کیلئے خصوصی رعایت
غیر مقلد بنام غیر مقلد
مولانا محمد یوسف صاحب
شیخ الہند کے غیر مقلدین سے لاجواب سوالات
ہدیہ اہلحدیث
از افادات حکیم الامت حضرت تھانوی
تحفۃ القاری شرح بخاری مولانا کاندھلویؒ اور تقریباً ساٹھ شروحات بخاری کا جامع خلاصہ
حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
کامل چھ جلد اعلیٰ کاغذ قیمت =/675 روپے
الخیر الجاری شرح صحیح البخاری (اردو)
ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ نزد لکی آرٹس ملتان
ہر قسم کی اسلامی کتب کا مرکز
E-Mail:Ishaq90@hotmail.com!540513-41501